

جدید محقق ایڈیشن

عصرِ حاضر کی تقریباً تمام تحقیقات سے استفادہ شدہ

تفسیرِ ابنِ کثیر

از تحقیقات و تعلیقات

الشیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ
الشیخ المحدث شعیب ارنؤوط حفظہ اللہ
الشیخ عبد الرزاق مهدی حفظہ اللہ
الشیخ مصطفیٰ السید محمد حفظہ اللہ
الشیخ محمد فضل عجماوی حفظہ اللہ
الشیخ حسن عباس قطب حفظہ اللہ
الشیخ محمد السید رشاد حفظہ اللہ
الشیخ علی احمد الباقی حفظہ اللہ
الشیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ
الشیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

جلد: 3



تالیف
حافظ عماد الدین ابنِ کثیر الدمشقی رحمہ اللہ

ترجمہ
مولانا محمد جوناگڑھی رحمہ اللہ

اہتمام
تخریج وتحقیق
حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ





ناشر
فقہ الحدیث پبلیکیشنز

ڈسٹری بیوٹر
نعمانی کتب خانہ





ابو امیمہ اویس

فہرس

تفسیر سورہ انفال

تفسیر پارہ 10

تفسیر سورہ توبہ

تفسیر پارہ 11

تفسیر سورہ یونس

تفسیر سورہ ھود

تفسیر پارہ 12

تفسیر سورہ یوسف

تفسیر پارہ 13

تفسیر سورہ رعد

تفسیر سورہ ابراھیم

تفسیر سورہ حجر

تفسیر پارہ ۱۴

تفسیر سورہ نحل

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ ۡ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۣ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۭ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾

جن لوگوں نے ایمان قبول کر کے نیک اعمال کئے ناممکن ہے کہ ہماری طرف سے کسی پر وہ بوجھ ڈالا جائے جس کا وہ متحمل نہ ہو سکے، یہ لوگ جنتی ہیں، اور یہ وہیں ہمیشہ رہنے والے ہیں○ ان کے سینوں میں جو کینہ تھا ہم نے سب نکال دیا ان کے نیچے سے نہریں لہریں لے رہی ہیں، یہ کہیں گے کہ مکمل تعریف اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے ہمیں اس کی راہ دکھائی ہم تو اس کی راہ پا ہی نہ سکتے تھے اگر اللہ تعالیٰ ہماری رہبری نہ کرتا یقیناً ہمارے پاس ہمارے رب کے رسول حق لائے، منادی کی جائے گی کہ یہی وہ جنت ہے جس کے تم بہ سبب اپنے کئے ہوئے اعمال کے وارث بنا دیئے گئے ہو○

تکلیف حسب استطاعت: اوپر گنہگاروں کا ذکر ہوا یہاں اب نیک بختوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ جن کے دلوں میں ایمان ہے اور جو اپنے جسم سے قرآن و حدیث کے مطابق کام کرتے ہیں بخلاف بدکاروں کے کہ وہ دل میں کفر رکھتے ہیں اور عمل سے دور بھاگتے ہیں۔ پھر فرمان ہے کہ ایمان اور نیکیاں انسان کے بس میں ہیں اللہ کے احکام انسانی طاقت سے زیادہ نہیں ہیں۔ ایسے لوگ جنتی ہیں اور ہمیشہ جنت میں ہی رہیں گے۔

ان کے دلوں میں سے آپس کی کدورتیں، حسد، بغض دور کر دیئے جائیں گے۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ مومن آگ سے چھٹکارا حاصل کر کے جنت و دوزخ کے درمیان ایک پل پر روک دیئے جائیں گے وہاں ان کے آپس کے مظالم کا بدلہ ہو جائے گا اور پاک ہو کر جنت میں جانے کی اجازت پائیں گے۔ واللہ وہ لوگ اپنے اپنے درجوں کو اور مکانوں کو اس طرح پہچان لیں گے جیسے دنیا میں جان لیتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ [1] سدی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اہل جنت دروازہ جنت پر ایک درخت دیکھیں گے جس کی جڑوں کے پاس سے دو نہریں بہہ رہی ہوں گی یہ ان میں سے ایک کا پانی پئیں گے جس سے دلوں کی کدورتیں دھل جائیں گی یہ شراب طہور ہے پھر دوسری نہر میں غسل کریں گے جس سے چہروں پر تازگی آ جائے گی پھر نہ تو بال بکھریں نہ سرمہ لگانے اور سنگھار کرنے کی ضرورت پڑے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بھی اسی جیسا قول مروی ہے جو آیت ﴿وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا﴾ [2] کی تفسیر میں آئے گا ان شاء اللہ۔ آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ انشاء اللہ میں اور

---

[1] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب المظالم : باب قصاص المظالم (۲۴۴۰) صحیح ابن حبان (۷۴۳۴) مستدرك حاکم (۲/۳۵۴) مسند ابو یعلی (۱۱۸۶)]

[2] [سورة الزمر: آیت ۷۳]

عثمان رضی اللہ عنہ اور طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کے دل اللہ تعالیٰ صاف کر دے گا۔ فرماتے ہیں کہ ہم اہل بدر کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔ ابن مردویہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر جنتی کو اپنا جہنم کا ٹھکانا دکھایا جائے گا تا کہ وہ اور بھی شکر کرے اور وہ کہے گا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے ہدایت عنایت فرمائی اور ہر جہنمی کو اس کا جنت کا ٹھکانا دکھایا جائے گا تا کہ اس کی حسرت بڑھے اس وقت وہ کہے گا کاش کہ میں بھی راہ یافتہ ہوتا۔ (۱) پھر جنتیوں کو ان جہنمیوں کی جنت کی جگہیں دے دی جائیں گی اور ایک منادی ندا کرے گا کہ یہی وہ جنت ہے جس کے تم بہ سبب اپنی نیکیوں کے وارث بنا دیئے گئے یعنی تمہارے اعمال کی وجہ سے تمہیں رحمت رب ملی اور رحمت رب سے تم داخل جنت ہوئے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یاد رکھو! تم میں سے کوئی بھی صرف اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں نہیں جا سکتا لوگوں نے پوچھا آپ بھی نہیں؟ فرمایا ہاں میں بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ مجھے اپنی رحمت و فضل میں ڈھانپ لے۔ (۲)

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۙ﴿۴۴﴾ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۵﴾

جنتی جہنمیوں کو پکار کر کہیں گے کہ ہم سے ہمارے رب کا جو وعدہ تھا ہم نے اسے بالکل سچا پایا کیا تم سے تمہارے رب نے جو وعدہ کیا تھا تم نے بھی اسے سچا پایا؟ وہ جواب دیں گے کہ ہاں اسی وقت ان کے درمیان ایک منادی ندا کرے گا کہ ناانصافوں پر اللہ کی لعنت ہے ○ جو راہ اللہ سے لوگوں کو روکتے رہے اور اسے ٹیڑھا کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ اور جو آخرت کے بھی منکر ہی رہے ○

اہل جنت اور اہل جہنم کی گفتگو: جنتی جب جنت میں جا کر امن چین سے بیٹھ جائیں گے تو دوزخیوں کو شرمندہ کرنے کے لئے ان سے دریافت فرمائیں گے کہ ہم نے تو اپنے رب کے ان وعدوں کو جو ہم سے کئے گئے تھے صحیح

(۱) [صحیح : نسائی فی السنن الکبری (۱۱٤٥٤) مسند احمد (۲/۵۱۲) ابن ابی الدنیا فی صفة النار (۲۵۸) مستدرك حاكم (۲/۲۳۵) بیهقی فی البعث والنشور (۲٤۳) خطیب فی تاریخ بغداد (۵/۲٤) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۲/۱٤٦٦۵) الدر المنثور للسیوطی (۳/۱۵۸) مجمع الزوائد (۱۰/٤۰۲)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ احمد کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ شیخ شعیب ارناؤط فرماتے ہیں کہ اس کی سند بخاری کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۱۰٦۵۲)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

(۲) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المرضی : باب تمنی المریض الموت (۵٦۷۳) صحیح مسلم : کتاب صفات المنافقین : باب لن یدخل احد الجنة بعمله (۲۸۱٦) مسند احمد (۲/۲٦٤)]

پایا تم اپنی کہو۔ ان یہاں پر مفسرہ ہے قول محذوف کا اور قد تحقیق کے لئے ہے۔ اس کے جواب میں مشرکین ندامت سے کہیں گے کہ ہاں ہم نے بھی اپنے رب کے ان وعدوں کو جو ہم سے تھے ٹھیک پایا۔ جیسا سورہ صافات میں فرمان ہے کہ اہل جنت میں سے ایک کہے گا کہ میرا ساتھی تھا جو مجھ سے تعجب کے ساتھ سوال کیا کرتا تھا کہ کیا تو بھی ان لوگوں میں سے ہے جو قیامت کے قائل ہیں؟ جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے اور ہڈیاں ہو کر رہ جائیں گے کیا واقعی ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے؟ اور ہمیں بدلے دیئے جائیں گے؟ یہ جنتی کہے گا کہ کیا تم بھی میرے ساتھ ہو کر اسے جھانک کر دیکھنا چاہتے ہو؟ یہ کہہ کر وہ اوپر سے جھانک کر دیکھے گا تو اپنے اس ساتھی کو بیچ جہنم میں پائے گا کہے گا قسم اللہ کی تو تو مجھے بھی تباہ کرنے ہی کو تھا اگر میرے رب کا فضل شامل حال نہ ہوتا تو میں بھی آج گرفتار عذاب ہوتا۔ [1] اب بتاؤ دنیا میں جو کہا کرتا تھا کیا سچا تھا کہ ہم مر کر جینے والے اور بدلہ بھگتنے والے ہی نہیں؟ اس وقت فرشتے کہیں گے یہی وہ جہنم ہے جسے تم جھوٹا مان رہے تھے اب بتاؤ کیا یہ جادو ہے؟ یا تمہاری آنکھیں نہیں ہیں؟ اب یہاں پڑے جلتے بھنتے رہو صبر اور بے صبری دونوں نتیجے کے اعتبار سے تمہارے لئے یکساں ہے۔ تمہیں اپنے کئے کا بدلہ پانا ہی ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے کفار قریش کے ان مقتولوں کو جو بدر میں کام آئے تھے اور جن کی لاشیں ایک کھائی میں تھیں ڈانٹا تھا اور یہ فرمایا تھا کہ اے ابوجہل بن ہشام' اے عتبہ بن ربیعہ' اے شیبہ بن ربیعہ اور دوسرے سرداروں کا بھی نام لیا اور فرمایا کیا تم نے اپنے رب کے وعدے کو سچا پایا؟ میں نے تو اپنے رب کے وہ وعدے دیکھ لئے جو اس نے مجھ سے کئے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ان سے باتیں کر رہے ہیں جو مر کر مردار ہو گئے؟ تو آپ نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میری بات کو تم بھی ان سے زیادہ نہیں سن رہے لیکن وہ جواب نہیں دے سکتے۔ [2]

پھر فرماتا ہے کہ اسی وقت ایک منادی ندا کر کے معلوم کرا دے گا کہ ظالموں پر رب کی ابدی لعنت واقع ہو چکی۔ جو لوگوں کو راہ اللہ اور شریعت ہدیٰ سے روکتے تھے اور چاہتے تھے کہ اللہ کی شریعت ٹیڑھی کر دیں تا کہ اس پر کوئی عمل نہ کرے۔ آخرت پر بھی انہیں یقین نہ تھا اللہ کی ملاقات کو نہیں مانتے تھے اسی لئے بے پرواہی سے برائیاں کرتے تھے۔ حساب کا ڈر نہ تھا اس لئے سب سے زیادہ بدزبان اور بداعمال تھے۔

وَ بَیْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ یَّعْرِفُوْنَ كُلًّاۢ بِسِیْمٰىهُمْ ۚ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ ۫ لَمْ یَدْخُلُوْهَا وَهُمْ یَطْمَعُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۷﴾

ان دونوں کے درمیان ایک آڑ ہے' اعراف پر کچھ لوگ ہوں گے جو ہر ایک کو ان کے چہروں کے نشان سے پہچانتے ہوں

[1] [سورۃ الصافات : آیت ۵۱۔۵۷]

[2] [صحیح : صحیح بخاری: کتاب المغازی : باب قتل ابی جھل (۳۹۷۶) صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب عرض مقعد المیت من الجنة والنار علیه (۲۸۷۴)]

گے وہ جنتیوں سے کہیں گے کہ تم پر سلام ہو گو وہ جنت میں نہیں گئے لیکن انہیں امید ہے ○ اور جب ان کی نگاہیں دوزخیوں کی طرف جا پڑتی ہیں تو کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہمیں ظالم لوگوں کے ساتھ نہ کر دینا ○

جنت اور جہنم کے درمیان دیوار: جنتیوں اور دوزخیوں کی بات بیان فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ جنت دوزخ کے درمیان ایک حجاب حد فاصل اور دیوار ہے کہ دوزخیوں کو جنت سے فاصلے پر رکھے اسی دیوار کا ذکر آیت ﴿فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ﴾ [1] الخ، میں ہے یعنی ان کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہے۔ اس کے اندر رحمت ہے اور باہر عذاب ہے۔ اسی کا نام اعراف ہے۔ اعراف عرف کی جمع ہے ہر اونچی زمین کو عرب میں عرفہ کہتے ہیں اسی لئے مرغ کے سر کی کلنگ کو بھی عرب میں عرف الدیک کہا جاتا ہے کیونکہ اونچی جگہ ہوتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ ایک اونچی جگہ ہے جنت دوزخ کے درمیان جہاں کچھ لوگ روک دیئے جائیں گے۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا نام اعراف اس لئے رکھا گیا ہے کہ یہاں کے لوگ اور لوگوں کو جانتے پہچانتے ہیں۔ یہاں کون لوگ ہوں گے؟ اس میں بہت اقوال ہیں سب کا حاصل یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے گناہ اور نیکیاں برابر ہوں گی بعض سلف سے بھی یہی منقول ہے۔ حضرت حذیفہ، حضرت ابن عباس، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے یہی فرمایا ہے۔ یہی بعد والے مفسرین کا قول ہے۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی ہے لیکن سنداً وہ حدیث غریب ہے۔ اور سند سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جب ان لوگوں کی بابت جن کی نیکیاں بدیاں برابر ہوں اور جو اعراف والے ہیں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ وہ نافرمان لوگ ہیں جو اپنے باپ کی اجازت بغیر نکلے پھر اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے گئے [2] اور روایت میں ہے کہ یہ لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے اور اپنے والدین کے نافرمان تھے تو جنت میں جانے سے باپ کی نافرمانی نے روک دیا اور جہنم میں جانے سے شہادت نے روک دیا۔ [3] ابن ماجہ وغیرہ میں بھی یہ روایتیں ہیں۔ اب اللہ ہی کو ان کی صحت کا علم ہے بہت ممکن ہے یہ موقوف روایتیں ہوں گی۔ بہر صورت ان سے اصحاب اعراف کا حال معلوم ہو رہا ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے جب ان کی بابت سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں بدیاں برابر برابر تھیں۔ برائیوں کی وجہ سے جنت میں نہ جا سکے اور نیکیوں کی وجہ سے جہنم سے بچ گئے یہاں آڑ میں روک دیئے جائیں گے یہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ ان کے بارے میں سرزد ہو اور روایت میں آپ سے مروی ہے کہ یہ دوزخیوں کو دیکھ کر ڈر رہے ہوں گے اور اللہ سے نجات طلب کر رہے ہوں گے کہ ناگاہ ان کا رب ان کی طرف دیکھے گا اور فرمائے گا جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ میں نے تمہیں بخشا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قیامت کے دن لوگوں کا حساب ہوگا ایک نیکی بھی اگر برائیوں سے بڑھ گئی تو

---

[1] [سورۃ الحدید: آیت ۱۳]

[2] [**ضعیف**: الدر المنثور للسیوطی (۱٦٤/۳)] اس کی سند میں سعید بن سلمہ راوی ہے جسے اہل علم ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [**ضعیف**: تفسیر ابن جریر الطبری (۱٤۷۱۳) الدر المنثور للسیوطی (۱٦۳/۳) بیہقی فی البعث (۱۱۲، ۱۱۳)] اس کی سند کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے ضعیف کہا ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ کیونکہ اس میں ابو معشر راوی ضعیف اور یحییٰ مجہول ہے۔]

داخل جنت ہوگا اور ایک برائی بھی اگر نیکیوں سے زیادہ ہوگی تو دوزخ میں جائے گا پھر آپ نے ﴿فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ﴾ [1] سے دو آیتوں تک تلاوت کیں اور فرمایا ایک رائی کے دانے کے برابر کی کمی زیادتی سے میزان کا پلڑا ہلکا بھاری ہو جاتا ہے اور جن کی نیکیاں بدیاں برابر ہوئیں یہ اعراف والے ہیں یہ ٹھہرا لئے جائیں گے اور جنتی دوزخی مشہور ہو جائیں گے یہ جنت کو دیکھیں گے تو اہل جنت پر سلام کریں گے اور جب جہنم کو دیکھیں گے تو اللہ سے پناہ طلب کریں گے۔ نیک لوگوں کو نور ملے گا جو ان کے آگے اور ان کے داہنے موجود رہے گا ہر انسان کو وہ مرد ہوں خواہ عورتیں ہوں ایک نور ملے گا لیکن پل صراط پر منافقوں کا نور چھین لیا جائے گا اس وقت سچے مومن اللہ سے اپنے نور کے باقی رہنے کی دعائیں کریں گے۔ اعراف والوں کا نور چھینا نہیں جائے گا وہ ان کے آگے آگے موجود ہوگا انہیں جنت میں جانے کی طمع ہوگی۔ لوگو ایک نیکی دس گنا کر کے لکھی جاتی ہے اور اتنی ہی لکھی جاتی ہے جتنی ہو افسوس ان پر جن کی اکائیاں دہائیوں پر غالب آ جائیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ اعراف ایک دیوار ہے جو جنت دوزخ کے درمیان ہے اصحاب اعراف وہیں ہوں گے۔ جب انہیں عافیت دینے کا اللہ کا ارادہ ہوگا تو حکم ملے گا انہیں نہر حیات کی طرف لے جاؤ اس کے دونوں کناروں پر سونے کے خیمے ہوں گے جو موتیوں سے مرصع ہوں گے اس کی مٹی مشک خالص ہوگی اس میں غوطہ لگاتے ہی ان کی رنگتیں نکھر جائیں گی اور ان کی گردنوں پر ایک سفید چمکیلا نشان ہو جائے گا جس سے وہ پہچان لئے جائیں گے یہ اللہ کے سامنے لائے جائیں گے اللہ تعالیٰ فرمائے گا جو چاہو مانگو یہ مانگیں گے یہاں تک کہ ان کی تمام تمنائیں اللہ تعالیٰ پوری کر دے گا پھر فرمائے گا ان جیسی ستر گنا اور نعمتیں بھی میں نے تمہیں دیں۔ پھر یہ جنت میں جائیں گے وہ علامت ان پر موجود ہوگی جنت میں ان کا نام مساکین اہل جنت ہوگا۔ یہی روایت حضرت مجاہد رحمہ اللہ کے اپنے قول سے بھی مروی ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔ ایک حسن سند کی مرسل حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اعراف والوں کی نسبت دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ان کا فیصلہ سب سے آخر میں ہوگا۔ رب العالمین جب اپنے بندوں کے فیصلے کر چکے گا تو ان سے فرمائے گا کہ تم لوگوں کو تمہاری نیکیوں نے دوزخ سے تو محفوظ کر لیا لیکن تم جنت میں جانے کے حقدار ثابت نہیں ہوئے اب تم کو میں اپنی طرف سے آزاد کرتا ہوں جاؤ جنت میں رہو سہو اور جہاں چاہو کھاؤ پیو۔ [2] یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ زنا کی اولاد ہیں۔ ابن عساکر میں فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ مومن جنوں کو ثواب ہے اور ان میں سے جو برے ہیں انہیں عذاب بھی ہوگا۔ ہم نے ان کے ثواب اور ان کے ایمانداروں کی بابت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا وہ اعراف پر ہوں گے جنت میں میری امت کے ساتھ نہ ہوں گے ہم نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعراف کیا ہے؟ فرمایا جنت کا ایک باغ جہاں

---

[1] [سورة المومنون: آيت ١٠٢]

[2] [مرسل وضعيف : تفسير ابن جرير الطبرى (١٤٧٢٣) الدر المنثور للسيوطى (١٦٢/٣) تفسير ابن ابى حاتم (٨٥٠٠/٥)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اسے مرسل کہتے ہیں۔]

نہریں جاری ہیں اور پھل پک رہے ہیں [1] (بیہقی) حضرت مجاہد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں یہ صالح دیندار فقہاء علما لوگ ہوں گے ابو مجلز رحمۃ اللہ فرماتے ہیں یہ فرشتے ہیں جنت دوزخ والوں کو جانتے ہیں پھر آپ نے ان آیتوں کی تلاوت کی اور فرمایا سب جنتی جنت میں جانے لگیں گے تو کہا جائے گا کہ تم امن وامان کے ساتھ بے خوف وخطر ہو کر جنت میں جاؤ۔ اس کی سند گو ٹھیک ہے لیکن یہ قول بہت غریب ہے۔ بلکہ روانی عبارت بھی اس کے خلاف ہے۔ اور جمہور کا قول ہی مقدم ہے۔ کیونکہ آیت کے ظاہری الفاظ کے مطابق ہے۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ کا قول بھی جو اوپر بیان ہوا غرابت سے خالی نہیں واللہ اعلم۔ قرطبی رحمۃ اللہ نے اس میں بارہ قول نقل کئے ہیں۔ صلحا' انبیاء' ملائیکہ' وغیرہ۔ یہ جنتیوں کو ان کے چہرے کی رونق اور سفیدی سے اور دوزخیوں کو ان کے چہرے کی سیاہی سے پہچان لیں گے یہ یہاں اسی لئے ہیں کہ ہر ایک کا امتیاز کر لیں اور سب کو پہچان لیں یہ جنتیوں سے سلام کریں گے جنتیوں کو دیکھ دیکھ کر اللہ کی پناہ چاہیں گے اور طمع رکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں بھی بہشت بریں میں پہنچا دے یہ طمع ان کے دل میں اللہ نے اسی لئے ڈالا ہے کہ اس کا ارادہ انہیں جنت میں لے جانے کا ہو چکا ہے۔

جب وہ اہل دوزخ کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ پروردگار ہمیں ظالموں سے نہ کر۔ جب کوئی جماعت جہنم میں پہنچائی جاتی ہے تو یہ اپنے بچاؤ کی دعائیں کرنے لگتے ہیں جہنم سے ان کے چہرے کوئلے جیسے ہو جائیں گے۔ لیکن جب جنت والوں کو دیکھیں گے تو یہ چیز چہروں سے دور ہو جائے گی جنتیوں کے چہرے کی پہچان نورانیت ہو گی اور دوزخیوں کے چہروں پر سیاہی اور آنکھوں میں بھینگا پن ہو گا۔

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰىهُمْ قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ
جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ
بِرَحْمَةٍ ۭ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۴۹﴾

اعراف والے ان لوگوں کو جنہیں وہ ان کے چہروں کے نشان سے پہچان لیں گے کہیں گے کہ تمہیں تمہارے جمع جتھے نے تو کوئی فائدہ نہ پہنچایا اور نہ تمہاری شیخی اور بڑائی کام آئی ○ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن کی نسبت تم قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ انہیں اللہ کوئی رحمت نہ دے گا؟ تم جنت میں جاؤ نہ تو تم پر کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین اور ہراساں ہوؤ گے ○

سرداران کفر کا انجام: کفر کے جن ستونوں کو' کافروں کے جن سرداروں کو اعراف والے ان کے چہروں سے پہچان لیں گے۔ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کر کے پوچھیں گے کہ آج تمہاری اکثریت جمعیت کہاں گئی؟ اس نے تو تمہیں مطلقاً فائدہ نہ پہنچایا۔ آج وہ تمہاری اکڑفوں کیا ہوئی تم تو بری طرح عذابوں میں جکڑ دیئے گئے۔

اس کے بعد ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں فرمایا جائے گا کہ بدبختو انہی کی نسبت تم کہا کرتے تھے کہ اللہ

[1] [ضعیف جدا: بیہقی فی البعث (۱۱۷)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس روایت کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔ اس کی سند میں ولید بن موسیٰ راوی ہے جسے امام دارقطنی رحمۃ اللہ نے منکر الحدیث اور امام عقیلی رحمۃ اللہ اور امام ابن حبان رحمۃ اللہ نے ضعیف کہا ہے اور امام حاکم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی احادیث موضوع ہیں۔ [المیزان ، اللسان]

انہیں کوئی راحت نہیں دے گا۔ اے اعراف والو! میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ جاؤ بہ آرام بے کھٹکے جنت میں جاؤ۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اعراف والوں کے اعمال صالحہ اس قابل نہ نکلے کہ انہیں جنت میں پہنچائیں لیکن اتنی برائیاں بھی ان کی نہ تھیں کہ دوزخ میں جائیں تو یہ اعراف پر ہی روک دیئے گئے' لوگوں کو ان کے اندازے سے پہچانتے ہوں گے جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں فیصلے کر چکے گا شفاعت کی اجازت دے گا لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ اے آدم علیہ السلام آپ ہمارے باپ ہیں ہماری شفاعت اللہ تعالیٰ کی جناب میں کیجئے۔ آپ جواب دیں گے کیا تم نہیں جانتے ہو کہ میرے سوا کسی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہو' اپنی روح اس میں پھونکی ہو' اپنی رحمت اس پر اپنے غضب سے پہلے پہنچائی ہو' اپنے فرشتوں سے اسے سجدہ کرایا ہو؟ سب جواب دیں گے نہیں ایسا آپ کے سوا نہیں۔ آپ فرمائیں گے میں اس کی حقیقت سے بے خبر ہوں میں تمہاری شفاعت نہیں کر سکتا ہاں تم میرے لڑکے ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ اب سب لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچیں گے اور ان سے شفاعت کرنے کی درخواست کریں گے۔ آپ جواب دیں گے کہ کیا تم جانتے ہو کہ میرے سوا اور کوئی خلیل اللہ ہوا ہو؟ یا اللہ کے بارے میں اس کی قوم نے آگ میں پھینکا ہو؟ سب کہیں گے آپ کے سوا اور کوئی نہیں۔ فرمائیں گے مجھے اس کی حقیقت معلوم نہیں میں تمہاری درخواست شفاعت نہیں لے جا سکتا' تم میرے لڑکے موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے کہ بتاؤ میرے سوا اللہ نے کسی کو اپنا کلیم اللہ بنایا' اپنی سرگوشیوں کے لئے نزدیکی عطا فرمائی؟ جواب دیں گے کہ نہیں۔ فرمائیں گے میں اس کی حقیقت سے بے خبر ہوں میں تمہاری سفارش کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ ہاں تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے ان سے شفاعت طلبی کا تقاضا کریں گے یہ جواب دیں گے کہ کیا تم جانتے ہو کہ میرے سوا کسی کو اللہ نے بے باپ کے پیدا کیا ہو؟ جواب ملے گا کہ نہیں۔ پوچھیں گے جانتے ہو کہ کوئی مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو بحکم اللہ میرے سوا اچھا کرتا ہو یا کوئی مردہ کو بحکم اللہ زندہ کر دیتا ہو؟ کہیں گے کہ کوئی نہیں۔ فرمائیں گے کہ میں تو آج اپنے نفس کے بچاؤ میں ہوں' میں اس کی حقیقت سے بے خبر ہوں۔ مجھ میں اتنی طاقت کہاں کہ تمہاری سفارش کر سکوں۔ ہاں تم سب کے سب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ چنانچہ سب لوگ میرے پاس آئیں گے میں اپنا سینہ ٹھونک کر کہوں گا کہ ہاں ہاں میں اسی لئے موجود ہوں' پھر میں چل کر اللہ کے عرش کے سامنے ٹھہر جاؤں گا۔ اپنے رب عزوجل کے پاس پہنچ جاؤں گا اور ایسی ایسی اس کی تعریفیں بیان کروں گا کہ کسی سننے والے نے کبھی نہ سنی ہوں۔ پھر سجدے میں گر پڑوں گا پھر مجھ سے فرمایا جائے گا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا سر اٹھاؤ۔ مانگو دیا جائے گا۔ شفاعت کرو' قبول کی جائے گی' پس میں اپنا سر اٹھا کر کہوں گا میرے رب میری امت۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا وہ سب تیرے ہی ہیں۔ پھر تو ہر ہر پیغمبر اور ہر ایک فرشتہ رشک کرنے لگے گا۔ یہی مقام' مقامِ محمود ہے۔ پھر میں ان سب کو لے کر جنت کی طرف آؤں گا۔ جنت کا دروازہ کھلواؤں گا اور وہ میرے لئے اور ان کے لئے کھول دیا جائے گا پھر انہیں ایک نہر کی طرف لے جائیں گے جس کا نام نہر الحیوان ہے اس کے دونوں کناروں

پر سونے کے محل ہیں جو یاقوت سے جڑاؤ کئے گئے ہیں اس میں غسل کریں گے جس سے جنتی رنگ اور جنتی خوشبو ان میں پیدا ہو جائے گی اور چمکتے ہوئے ستاروں جیسے وہ نورانی ہو جائیں گے ہاں ان کے سینوں پر سفید نشان باقی رہ جائیں گے جس سے وہ پہچانے جائیں گے انہیں مساکین اہل جنت کہا جائے گا۔

وَنَادٰۤی اَصۡحٰبُ النَّارِ اَصۡحٰبَ الۡجَنَّۃِ اَنۡ اَفِیۡضُوۡا عَلَیۡنَا مِنَ الۡمَآءِ اَوۡ مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ ؕ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَہُمَا عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۵۰﴾ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا دِیۡنَہُمۡ لَہۡوًا وَّ لَعِبًا وَّ غَرَّتۡہُمُ الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا ۚ فَالۡیَوۡمَ نَنۡسٰہُمۡ کَمَا نَسُوۡا لِقَآءَ یَوۡمِہِمۡ ہٰذَا ۙ وَمَا کَانُوۡا بِاٰیٰتِنَا یَجۡحَدُوۡنَ ﴿۵۱﴾

دوزخی لوگ جنتیوں کو پکار کر کہیں گے کہ ہم پر تھوڑا سا پانی ہی بہا دو یا جو کچھ اللہ نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے ہی کچھ دے دو؟ وہ جواب دیں گے کہ یہ دونوں چیزیں اللہ نے کافروں پر حرام کر دی ہیں ○ جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا تھا اور جنہیں دنیا کی زندگی نے دھوکا دے رکھا تھا، پس آج ہم انہیں قصداً بھلا دیں گے جیسے کہ انہوں نے اس دن کی ملاقات کو بھلا رکھا تھا اور ہماری آیتوں سے انکار کرتے تھے ○

اہل جہنم کو پانی بھی نصیب نہیں: دوزخیوں کی ذلت وخواری اور ان کا بھیک مانگنا اور ڈانٹ دیا جانا بیان ہو رہا ہے کہ وہ جنتیوں سے پانی یا کھانا مانگیں گے۔ اپنے نزدیک کے رشتے، کنبے والے جیسے باپ، بیٹے، بھائی، بہن وغیرہ سے کہیں گے کہ ہم جل بھن رہے ہیں، بھوکے پیاسے ہیں، ہمیں ایک گھونٹ پانی یا ایک لقمہ کھانا دے دو۔ وہ بحکم الٰہی انہیں جواب دیں گے کہ یہ سب کچھ کفار پر حرام ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال ہوتا ہے کہ کس چیز کا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سب سے افضل خیرات پانی ہے۔ دیکھو جہنمی اہل جنت سے اسی کا سوال کریں گے [1] مروی ہے کہ جب ابو طالب موت کی بیماری میں مبتلا ہوا تو قریشیوں نے اسے کہا کسی کو بھیج کر اپنے بھتیجے سے کہلواؤ کہ وہ تمہارے پاس جنتی انگور کا ایک خوشہ بھجوا دے تاکہ تیری بیماری جاتی رہے۔ جس وقت قاصد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے پاس موجود تھے۔ سنتے ہی فرمانے لگے اللہ نے جنت کی کھانے پینے کی چیزیں کافروں پر حرام کر دی ہیں۔ [2]

پھر ان کی بدکرداری بیان فرمائی کہ یہ لوگ دین حق کو ایک ہنسی کھیل سمجھے ہوئے تھے دنیا کی زینت اور اس کے بناؤ چناؤ میں ہی عمر بھر مشغول رہے۔ یہ چونکہ اس دن کو بھول بسر گئے تھے اس کے بدلے ہم بھی ان کے ساتھ ایسا

---

[1] [اسنادہ فیہ جہالۃ: تفسیر ابن ابی حاتم (۸۵۳۳/۵) مسند ابویعلی (۲۶۷۳) طبرانی اوسط (۱۰۱۵) بیهقی فی شعب الایمان (۳۳۸۰/۳) مجمع الزوائد (۱۳۴/۳)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں موسیٰ بن مغیرہ راوی مجہول ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں جہالت ہے۔]

[2] [مرسل: الدر المنثور للسیوطی (۱۶۶/۳) تفسیر ابن ابی حاتم (۸۵۳۶/۵)]

معاملہ کریں گے جو کسی بھول جانے والے کا معاملہ ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بھولنے سے پاک ہے اس کے علم سے کوئی چیز نکل نہیں سکتی۔ فرماتا ہے ﴿لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسٰى﴾ (۱) نہ وہ بھکے نہ بھولے۔ یہاں جو فرمایا یہ صرف مقابلہ کے لئے ہے جیسے فرمان ہے ﴿نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ﴾ (۲) اور جیسے دوسری آیت میں ہے ﴿كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى﴾ (۳) فرمان ہے ﴿اَلْيَوْمَ نَنْسٰكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا﴾ (۴) تیرے پاس ہماری نشانیاں آئی تھیں جنہیں تو بھلا بیٹھا تھا اسی طرح آج تجھے بھی بھلا دیا جائے گا۔ وغیرہ۔ پس یہ بھلائیوں سے بالقصد بھلا دیئے جائیں گے۔ ہاں برائیاں اور عذاب برابر ہوتے رہیں گے۔ انہوں نے اس دن کی ملاقات کو بھلایا ہم نے انہیں آگ میں چھوڑا رحمت سے دور کیا جیسے یہ عمل سے دور تھے۔ صحیح حدیث میں ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بندے سے فرمائے گا کیا میں نے تجھے بیوی بچے نہیں دیئے تھے؟ یا عزت آبرو نہیں دی تھی؟ کیا گھوڑے اور اونٹ تیرے مطیع نہیں کئے تھے؟ اور کیا تجھے قسم قسم کی راحتوں میں آزاد نہیں رکھا تھا؟ بندہ جواب دے گا کہ ہاں پروردگار بیشک تو نے ایسا ہی کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھر کیا تو میری ملاقات پر ایمان رکھتا تھا؟ وہ جواب دے گا کہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا پس میں بھی آج تجھے ایسا ہی بھول جاؤں گا جیسے تو مجھے بھول گیا تھا۔ (۵)

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ع

ہم ان کے پاس کتاب لائے جس کی تفصیل ہم نے علم سے کی ان لوگوں کی رہنمائی اور ان پر مہربانی کے لئے جو ایمان لاتے ہیں ○ یہ تو اس کی حقیقت کے ظاہر ہونے کا ہی انتظار کر رہے ہیں، جس دن اس کی حقیقت آجائے گی تو اس سے پہلے جو اسے بھولے ہوئے تھے وہ کہنے لگیں گے کہ بیشک ہمارے رب کے رسول ہمارے پاس حق لائے تھے' کیا اب یہ ممکن ہے کہ ہمارے سفارشی ہوں جو ہماری سفارش کریں یا ہو سکتا ہے کہ ہم پھر سے لوٹائے جائیں اور جو عمل ہم کرتے رہے ان کے سوا اور اعمال کریں' یقیناً انہوں نے اپنا نقصان آپ کیا اور ان سے ان کا باندھا ہوا جھوٹ افترا کھو گیا ○

جنت اور جہنم دیکھ لینے کے بعد: اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے کل عذر ختم کر دیئے تھے اپنے رسولوں کی معرفت اپنی کتاب بھیجی جو مفصل اور واضح تھی۔ جیسے فرمان ہے ﴿كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ﴾ (۶) الخ' اس

---

(۱) [سورہ طٰہٰ: آیت ۵۲] (۲) [سورہ التوبۃ: آیت ۶۷]

(۳) [سورۃ طٰہٰ: آیت ۱۲۶] (۴) [سورہ الجاثیہ : آیت ۳۴]

(۵) [صحیح: صحیح مسلم : کتاب الزھد : باب الدنیا سجن المومن وجنۃ الکافر (۲۹۶۸) مسند احمد (۴۹۲/۲)]

(۶) [ھود: ۱]

قرآن کی آیتیں مضبوط اور تفصیل وار ہیں۔ اس کی جو تفصیل ہے وہ بھی علم پر ہے جیسے فرمان ہے ﴿اَنۡزَلَهٗ بِعِلۡمِهٖ﴾ [1] اسے اپنے علم کے ساتھ اتارا ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت اسی آیت پر جاتی ہے جس میں فرمان ہے ﴿كِتٰبٌ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ فَلَا يَكُنۡ فِىۡ صَدۡرِكَ حَرَجٌ مِّنۡهُ﴾ [2] الخ، یہ کتاب تیری طرف نازل فرمائی گئی ہے پس اس سے تیرے سینے میں کوئی حرج نہ ہونا چاہئے۔ یہاں فرمایا ﴿وَلَقَدۡ جِئۡنٰهُمۡ بِكِتٰبٍ﴾ الخ، لیکن یہ محل نظر ہے اس لئے کہ فاصلہ بہت ہے اور یہ قول بے دلیل ہے درحقیقت جب ان کے اس خسارے کا ذکر ہوا جو انہیں آخرت میں ہوگا تو بیان فرمایا کہ دنیا میں ہی ہم نے تو اپنا پیغام پہنچا دیا تھا رسول بھی کتاب بھی۔ جیسے ارشاد ہے کہ جب تک ہم رسول نہ بھیج دیں عذاب نہیں کرتے اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا۔

انہیں تو اب جنت دوزخ کے اپنے سامنے آنے کا انتظار ہے۔ یا یہ مطلب کہ اس کی حقیقت یکے بعد دیگرے روشن ہوتی رہے گی یہاں تک کہ آخری حقیقت یعنی جنت دوزخ ہی سامنے آ جائیں گی اور ہر ایک اپنے لائق مقام میں پہنچ جائے گا قیامت والے دن یہ واقعات رونما ہو جائیں گے اب جو سن رہے ہیں اس وقت دیکھ لیں گے اس وقت اسے فراموش کر کے بیٹھ رہنے والے عمل سے کورے لوگ مان لیں گے کہ بیشک اللہ کے انبیاء علیہم السلام سچے تھے رب کی کتابیں برحق تھیں کاش اب کوئی ہمارا سفارشی کھڑا ہو اور ہمیں اس ہلاکت سے نجات دلائے یا ایسا ہو کہ ہم پھر سے دنیا کی طرف لوٹا دیئے جائیں تو جو کام کئے تھے اب ان کے خلاف کریں۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَلَوۡ تَرٰٓى اِذۡ وُقِفُوۡا عَلَى النَّارِ﴾ [3] الخ، کاش کہ ہم پھر دنیا میں لوٹائے جاتے، اپنے رب کی آیتوں کو نہ جھٹلاتے اور مومن بن جاتے۔ اس سے پہلے جو وہ چھپا رہے تھے اب ظاہر ہو گیا حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ دوبارہ دنیا میں بھیجے بھی جائیں تو جس چیز سے روکے جائیں گے وہی دوبارہ کریں گے اور جھوٹے ثابت ہوں۔ انہوں نے آپ ہی اپنا برا کیا اللہ کے سوا اوروں سے امیدیں رکھتے رہے آج سب باطل ہو گئیں نہ کوئی ان کا سفارشی نہ حمایتی۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ فِىۡ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسۡتَوٰى عَلَى الۡعَرۡشِ قف يُغۡشِى الَّيۡلَ النَّهَارَ يَطۡلُبُهٗ حَثِيۡثًا ۙ وَّالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ وَالنُّجُوۡمَ مُسَخَّرٰتٍۢ بِاَمۡرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الۡخَلۡقُ وَالۡاَمۡرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝

لوگو! بیشک تم سب کا پالنے والا وہی اللہ ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر بیٹھا وہی رات پر دن کو اوڑھا دیتا ہے اور رات دن کو جلدی جلدی طلب کرتی آتی ہے اسی نے آفتاب مہتاب اور ستاروں کو پیدا کیا کہ یہ سب اس کے فرمان کے ماتحت ہیں، یاد رکھو پیدائش بھی اسی کی اور فرمان روائی بھی، بڑا ہی برکتوں والا ہے وہ اللہ جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے ○

فرمانروائی اللہ ہی کے لیے: بہت سی آیتوں میں یہ بیان ہوا ہے کہ آسمان و زمین اور کل مخلوق اللہ تعالیٰ نے چھ دن

[1] [النسآء: ١٦٦] [2] [الاعراف: ٢]

[3] [سورۃ الانعام: آیت ٢٧۔٢٨]

میں بنائی ہے یعنی اتوار سے جمعہ تک' جمعہ کے دن ساری مخلوق پیدا ہو چکی۔ اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے یا تو یہ دن دنیا کے معمول کے دنوں کے برابر ہی تھے جیسے کہ آیت کے ظاہری الفاظ سے فی الفور سمجھا جاتا ہے یا ہر دن ایک ہزار سال کا تھا جیسے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا فرمان ہے اور بروایت ضحاک ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ ہفتہ کے دن کوئی مخلوق پیدا نہیں ہوئی۔ اسی لئے اس کا نام عربی میں یوم السبت ہے سبت کے معنی قطع کرنے ختم کرنے کے ہیں۔ ہاں مسند احمد' نسائی اور صحیح مسلم میں جو حدیث ہے کہ اللہ نے مٹی کو ہفتہ کے دن پیدا کیا اور پہاڑوں کو اتوار کے دن اور درختوں کو پیر کے دن اور برائیوں کو منگل کے دن اور نور کو بدھ کے دن اور جانوروں کو جمعرات کے دن اور آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن عصر کے بعد دن کی آخری گھڑی میں عصر سے لے کر مغرب تک۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر یہ گنوایا۔ [1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سات دن تک پیدائش کا سلسلہ جاری رہا حالانکہ قرآن میں موجود ہے کہ چھ دن میں پیدائش ختم ہوئی۔ اسی وجہ سے امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ زبردست حفاظ حدیث نے اس حدیث پر کلام کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ عبارت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کعب احبار رحمہ اللہ سے لی ہے فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے کہ وہ اپنے عرش پر مستوی ہوا۔ اس پر لوگوں نے بہت کچھ چہ مگوئیاں کی ہیں۔ جنہیں تفصیل سے بیان کرنے کی یہ جگہ نہیں۔ مناسب یہی ہے کہ اس مقام میں سلف صالحین کی روش اختیار کی جائے۔ جیسے امام مالک' امام اوزاعی' امام ثوری' امام لیث بن سعد' امام شافعی' امام احمد' امام اسحاق بن راہویہ وغیرہ وغیرہ ائمہ سلف وخلف رحمہم اللہ ان سب بزرگان دین کا مذہب یہی تھا کہ جیسی یہ آیت ہے اسی طرح اسے رکھا جائے بغیر کیفیت کے' بغیر تشبیہ کے اور بغیر مہمل چھوڑنے کے' ہاں مشبہین کے ذہنوں میں جو چیز آ رہی ہے اس سے اللہ تعالیٰ پاک اور بہت دور ہے اللہ کے مشابہ اس کی مخلوق میں سے کوئی نہیں۔

فرمان ہے ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ [2] اس کے مثل کوئی نہیں اور وہ سننے دیکھنے والا ہے۔ بلکہ حقیقت یہی ہے جو ائمہ کرام رحمہم اللہ نے فرمائی انہی میں سے حضرت نعیم بن حماد خزاعی رحمہ اللہ ہیں۔ آپ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کے استاد ہیں فرماتے ہیں جو شخص اللہ کو مخلوق سے تشبیہ دے وہ کافر ہے اور جو شخص اللہ کے اس وصف سے انکار کرے جو اس نے اپنی ذات پاک کے لئے بیان فرمایا ہے وہ بھی کافر ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اوصاف ذات باری تعالیٰ جل شانہ کے بیان فرمائے ہیں ان میں ہرگز تشبیہ نہیں۔ پس صحیح ہدایت کے راستے پر وہی ہے جو آثار صحیحہ اور اخبار صریحہ سے جو اوصاف رب العزت وحدہ لاشریک لہ کے ثابت ہیں انہیں اسی طرح جانے جو اللہ کی جلالت شان کے شایان ہے اور ہر عیب ونقصان سے اپنے رب کو پاک اور مبرا ومنزہ سمجھے۔ پھر فرمان ہے کہ رات کا اندھیرا دن کے اجالے سے اور دن کا اجالا رات کے اندھیرے سے دور ہو جاتا ہے۔ ہر ایک دوسرے کے پیچھے لپکا آتا ہے یہ گیا وہ آیا وہ گیا یہ آیا۔ جیسے فرمایا ﴿وَآيَةٌ لَّهُمُ اللَّيْلُ﴾ [3] الخ'

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم: كتاب صفات المنافقين : باب ابتداء الخلق و خلق آدم (٢٧٨٩)]

[2] [سورة الشورى: آيت ١١] [3] [سورة يس: آيت ٣٧]

ان کے سمجھنے کے لئے ہماری ایک نشانی رات ہے کہ اس میں سے ہم دن کو نکالتے ہیں جس سے یہ اندھیرے میں آ جاتے ہیں۔ سورج اپنے ٹھکانے کی طرف برابر جا رہا ہے یہ ہے اندازہ اللہ کا مقرر کیا ہوا جو غالب اور باعلم ہے۔ ہم نے چاند کی بھی منزلیں ٹھہرا دی ہیں یہاں تک کہ وہ کھجور کی پرانی ٹہنی جیسا ہو کر رہ جاتا ہے۔ نہ آفتاب ماہتاب سے آگے نکل سکتا ہے نہ رات دن سے پہلے آ سکتی ہے۔ سب کے سب اپنے اپنے مدار میں تیرتے پھرتے ہیں۔ رات دن میں کوئی فاصلہ نہیں ایک کا جانا ہی دوسرے کا آ جانا ہے ہر ایک دوسرے کے برابر پیچھے ہے ﴿وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ﴾ [1] کو بعض نے پیش سے بھی پڑھا ہے۔ معنی مطلب دونوں صورتوں میں قریب برابر ہے۔ یہ سب اللہ کے زیر فرمان اس کے ماتحت اور اس کے ارادے میں ہیں۔ ملک اور تصرف اسی کا ہے۔ وہ برکتوں والا اور تمام جہان کا پالنے والا ہے۔ فرمان ہے ﴿تَبَارَكَ الَّذِىْ جَعَلَ فِى السَّمَآءِ بُرُوْجًا﴾ [2] الخ، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جس کسی نے کسی نیکی پر اللہ کی حمد نہ کی بلکہ نفس کو سراہا اس نے کفر کیا اور اس کے اعمال غارت ہوئے اور جس نے یہ عقیدہ رکھا کہ اللہ نے کچھ اختیارات اپنے بندوں کو بھی دیئے ہیں اس نے کفر کیا جو اللہ نے اپنے نبیوں پر نازل فرمایا ہے کیونکہ اس کا فرمان ہے ﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ﴾ الخ، (ابن جریر) [3] ایک منقول دعا رسول اللہ ﷺ کی یہ بھی مروی ہے کہ آپ فرماتے تھے ﴿اَللّٰهُمَّ لَكَ الْمُلْكُ كُلُّهٗ وَلَكَ الْحَمْدُ كُلُّهٗ وَاِلَيْكَ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ اَسْئَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهٖ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهٖ﴾ [4] یا اللہ سارا ملک تیرا ہی ہے سب حمد تیرے لئے ہی ہے سب کام تیری ہی طرف لوٹتے ہیں میں تجھ سے تمام بھلائیاں طلب کرتا ہوں اور ساری برائیوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿55﴾ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۭ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿56﴾

اپنے رب کی عبادت کرو عاجزی سے اور چھپا کر، بیشک وہ حد سے گذر جانے والوں کو دوست نہیں رکھتا○ اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ اس کی اصلاح کے بعد اور اس کی عبادت کرو ڈر اور لالچ کے ساتھ، بے شک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں سے بہت ہی نزدیک ہے○

---

[1] [سورة الاعراف: آیت ٥٤] [2] [سورة الفرقان: آیت ٦١]

[3] [ضعیف جدا : تفسیر ابن جریر الطبری (١٤٧٨٤) ابن ابی عاصم (٢٧٥٧/٥)] اس کی سند میں عبدالغفور بن عبدالعزیز ابو صباح واسطی راوی سخت ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے بھی اس روایت کو سخت ضعیف کہا ہے۔]

[4] [ضعیف : بیهقی فی شعب الایمان (٤٤٠٠) دیلمی فی مسند الفردوس (٦٨١٧)] اس کی سند میں خالد بن یزید عمری راوی ضعیف ہے۔]

عاجزی اور آہستگی سے دعا: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دعا کی ہدایت کرتا ہے جس میں ان کی دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے۔ فرماتا ہے کہ اپنے پروردگار کو عاجزی، مسکینی اور آہستگی سے پکارو۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ﴾ [1] الخ اپنے رب کو اپنے نفس میں یاد کر۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے دعا میں اپنی آوازیں بہت بلند کر دیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگو اپنی جانوں پر رحم کرو تم کسی بہرے کو یا غائب کو نہیں پکار رہے جسے تم پکار رہے ہو وہ بہت سننے والا اور بہت نزدیک ہے الخ۔ [2] ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ پوشیدگی مراد ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ﴿تَضَرُّعًا﴾ کے معنی ذلت مسکینی اور اطاعت گذاری کے ہیں اور ﴿خُفْيَةً﴾ کے معنی دلوں کے خشوع خضوع سے یقین کی صحت سے اس کی وحدانیت اور ربوبیت کا اس کے اور اپنے درمیان یقین رکھتے ہوئے پکارو نہ کہ ریا کاری کے ساتھ بہت بلند آواز سے۔ حضرت حسن رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ لوگ حافظ قرآن ہوتے تھے اور کسی کو معلوم بھی نہیں ہوتا تھا، لوگ بڑے فقیہہ ہو جاتے تھے اور کوئی جانتا بھی نہ تھا لوگ لمبی لمبی نمازیں اپنے گھروں میں پڑھتے تھے اور مہمانوں کو بھی پتہ نہ چلتا تھا۔ یہ وہ لوگ تھے کہ جہاں تک ان کے بس میں ہوتا تھا اپنی کسی نیکی کو لوگوں پر ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے۔ پوری کوشش سے دعائیں کرتے تھے لیکن اس طرح جیسے کوئی سرگوشی کر رہا ہو۔ یہ نہیں کہ چیخیں چلائیں۔ یہی فرمان رب ہے کہ اپنے رب کو عاجزی اور آہستگی سے پکارو۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک نیک بندے کا ذکر کیا جس سے وہ خوش تھا کہ اس نے اپنے رب کو خفیہ طور پر پکارا۔ امام ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں دعا میں بلند آواز ندا اور چیخنے کو مکروہ سمجھا جاتا تھا بلکہ گریہ وزاری اور آہستگی کا حکم دیا جاتا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں دعا وغیرہ میں حد سے گذر جانے والوں کو اللہ دوست نہیں رکھتا۔ ابومجلز رحمہ اللہ کہتے ہیں مثلاً اپنے لئے نبی بن جانے کی دعا کرنا وغیرہ۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے سنا کہ ان کا لڑکا اپنی دعا میں کہہ رہا ہے کہ اے اللہ میں تجھ سے جنت اور اس کی نعمتیں اور اس کے ریشم و حریر وغیرہ وغیرہ طلب کرتا ہوں اور جہنم سے، اس کی زنجیروں اور اس کے طوق وغیرہ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا تو نے اللہ سے بہت سی بھلائیاں طلب کیں اور بہت سی برائیوں سے پناہ چاہی۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ عنقریب کچھ لوگ ہوں گے جو دعا میں حد سے گذر جایا کریں گے۔ [3] ایک سند سے مروی ہے کہ وہ دعا مانگنے میں اور وضو کرنے میں حد سے گزر جائیں گے پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا تجھے اپنی دعا میں یہی کہنا کافی ہے کہ اے اللہ میں تجھ سے جنت اور جنت سے قریب کرنے والے قول و فعل کی توفیق طلب کرتا ہوں اور جہنم اور اس سے نزدیک کرنے والے قول و فعل سے تیری پناہ

---

[1] [سورة الاعراف: آیت ۲۰۵]

[2] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب الجهاد: باب مایکره من رفع الصوت فی التکبیر (۲۹۹۲) صحیح مسلم: کتاب الذکر والدعاء: باب استحباب خفض الصوت بالذکر (۲۷۰٤)]

[3] [**حسن لغیره**: مسند احمد (۱/۱۷۲-۱۸۳) مسند ابو یعلی (۷۱۵) تفسیر ابن ابی حاتم (۸۵۹۵/۵)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (۱٤۸۳)]

چاہتا ہوں [1] (ابوداؤد) ابن ماجہ وغیرہ میں ہے ان کے صاحبزادے اپنی دعا میں کہہ رہے تھے کہ یا اللہ جنت میں داخل ہونے کے بعد جنت کی دائیں جانب کا سفید رنگ کا عالیشان محل میں تجھ سے طلب کرتا ہوں۔ [2]

پھر زمین پر امن وامان کے بعد فساد کرنے کو منع فرما رہا ہے کیونکہ اس وقت کا فساد خصوصیت سے زیادہ برائیاں پیدا کرتا ہے۔ پس اللہ اسے حرام قرار دیتا ہے اور اپنی عبادت کرنے کا' دعا کرنے کا' مسکینی اور عاجزی کرنے کا حکم دیتا ہے کہ اللہ کو اس کے عذابوں سے ڈر کر اور اس کی نعمتوں کے امیدوار بن کر پکارو۔ اللہ کی رحمت نیکو کاروں کے سروں پر منڈلا رہی ہے۔ جو اس کے احکام بجالاتے ہیں اس کے منع کردہ کاموں سے باز رہتے ہیں جیسے فرمایا ﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ [3] الخ یوں تو میری رحمت تمام چیزوں کو گھیرے ہوئے ہے لیکن میں اسے مخصوص کر دوں گا پرہیزگار لوگوں کے لئے۔ چونکہ رحمت ثواب کا ضامن ہوتی ہے اس لئے قَرِيبٌ کہا قَرِيبَةٌ نہ کہا یا اس لئے کہ وہ اللہ کی طرف مضاف ہے۔ انہوں نے اللہ کے وعدوں کا سہارا لیا۔ اللہ نے اپنا فیصلہ کر دیا کہ اس کی رحمت بالکل قریب ہے۔

وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا أَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنَاهُ لِبَلَدٍ مَيِّتٍ فَأَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاءَ فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ ۚ كَذَٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٥٧﴾ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ ۖ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا ۚ كَذَٰلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَشْكُرُونَ ﴿٥٨﴾

ع ۱۴

وہ ہے جو باران رحمت سے پہلے خوش خبری دینے والی ہوائیں چلاتا ہے' یہاں تک کہ جب وہ بوجھل بادلوں کو اٹھالاتی ہیں تو ہم اسے کسی مردہ شہر کی طرف لے جاتے ہیں پھر ہم اس میں پانی اتارتے ہیں اور اس میں سے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں' اسی طرح مردوں کو بھی نکالیں گے تاکہ تم غور وفکر کرو○ پاک شہر کی تو پیداوار اس کے رب کے حکم سے نکلتی ہے' اور جو خراب ہے اس میں ناقص ہی نکلتی ہے' اسی طرح ہم طرح طرح سے اپنی دلیلیں ان کے سامنے بیان کرتے ہیں جو شکر گذار ہیں○

اللہ تعالیٰ ہی مدبر الامور: اوپر بیان ہوا کہ زمین وآسمان کا خالق اللہ ہے۔ سب پر قبضہ رکھنے والا' حاکم' تدبیر

---

[1] [حسن صحيح : مسند احمد (١/١٧٢) ابو داؤد: كتاب الوتر : باب الدعاء (١٤٨٠) طبرانی فی الدعاء (٥٦) مسند طیالسی (٢٠٠) ابن ابی شیبة (٦٥/٧)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔[صحیح ابو داود]

[2] [صحيح : ابو داؤد : كتاب الطهارة : باب الاسراف فی الماء (٩٦) ابن ماجه : كتاب الدعاء : باب كراهية الاعتداء فی الدعاء (٣٨٦٤) مستدرك حاكم (١/١٦٢) صحيح ابن حبان (٦٧٦٤) مسند احمد (٤/٨٧) بيهقی فی السنن الكبری (١/١٩٦)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابو داود ، المشكاة (٤١٨) ارواء الغليل (١٤٠)]

[3] [سورة الاعراف: آيت ١٥٦]

کرنے والا، مطیع اور فرمانبردار رکھنے والا اللہ ہی ہے، پھر دعائیں کرنے کا حکم دیا کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اب یہاں بیان ہو رہا ہے کہ رزاق بھی وہی ہے اور قیامت کے دن مردوں کو زندہ کر دینے والا بھی وہی ہے۔ پس فرمایا کہ بارش سے پہلے بھینی بھینی خوش گوار ہوائیں وہی چلاتا ہے ﴿بُشْرًا﴾ کی دوسری قرات ﴿مُبَشِّرَاتٍ﴾ بھی ہے۔ رحمت سے مراد یہاں بارش ہے جیسے فرمان ہے ﴿وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ﴾ [1] وہ ہے جو لوگوں کی ناامیدی کے بعد بارش اتارتا ہے اور اپنی رحمت کی ریل پیل کر دیتا ہے وہ والی ہے اور قابل تعریف۔ ایک اور آیت میں ہے رحمت رب کے آثار دیکھو کہ کس طرح مردہ زمین کو وہ جلا دیتا ہے وہی مردہ انسانوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ [2] بادل جو پانی کی وجہ سے بوجھل ہو رہے ہیں انہیں یہ ہوائیں اٹھالے چلتی ہیں یہ زمین سے بہت قریب ہوتے ہیں اور سیاہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت زید بن عمرو بن نفیل رحمہ اللہ کے شعروں میں ہے میں اس کا مطیع ہوں جس کے اطاعت گذار میٹھے اور صاف پانی کے بھرے ہوئے بادل ہیں اور جس کے تابع بھاری بوجھل پہاڑوں والی زمین ہے۔ پھر ہم ان بادلوں کو مردہ زمین کی طرف لے چلتے ہیں جس میں کوئی سبزہ نہیں خشک اور بنجر ہے جیسے آیت ﴿وَآيَةٌ لَهُمُ الْأَرْضُ﴾ [3] میں بیان ہوا ہے پھر اس سے پانی برسا کر اسی غیر آباد زمین کو سرسبز بنا دیتے ہیں۔ اسی طرح ہم مردوں کو زندہ کر دیں گے حالانکہ وہ بوسیدہ ہڈیاں اور پھر ریزہ ریزہ ہو کر مٹی میں مل گئے ہوں گے۔ قیامت کے دن ان پر اللہ عزوجل بارش برسائے گا چالیس دن تک برابر برستی رہے گی جس سے جسم قبروں میں اگنے لگیں گے جیسے دانہ زمین پر اگتا ہے۔ یہ بیان قرآن کریم میں کئی جگہ ہے۔ قیامت کی مثال بارش کی پیداوار سے دی جاتی ہے۔ پھر فرمایا یہ تمہاری نصیحت کے لئے ہے۔

اچھی زمین میں سے پیداوار بھی عمدہ نکلتی ہے اور جلدی بھی جیسے فرمان ہے ﴿وَأَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا﴾ [4] اور جو زمین خراب ہے جیسے سنگلاخ زمین، شور زمین وغیرہ اس کی پیداوار بھی ایسی ہی ہوتی ہے۔ یہی مثال مومن و کافر کی ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جس علم و ہدایت کے ساتھ اللہ نے مجھے بھیجا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے زمین پر بہت زیادہ بارش ہوئی زمین کے ایک صاف عمدہ ٹکڑے نے تو پانی قبول کیا، گھاس اور چارہ بہت سا اس میں سے نکلا ان میں بعض ٹکڑے ایسے بھی تھے جن میں پانی جمع ہو گیا اور وہاں رک گیا پس اس سے بھی لوگوں نے فائدہ اٹھایا، پیا اور پلایا۔ کھیتیاں، باغات تازہ کئے، زمین کے جو چٹیل سنگلاخ ٹکڑے تھے ان پر بھی وہ پانی برسا لیکن نہ تو وہاں رکا نہ وہاں کچھ اگا۔ یہی مثال اس کی ہے جس نے دین کی سمجھ پیدا کی اور میری بعثت سے اس نے فائدہ اٹھایا خود سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے سر ہی نہ اٹھایا اور اللہ کی وہ ہدایت قبول ہی نہ کی جو میری معرفت بھیجی گئی۔ [5] (مسلم نسائی)

---

[1] [سورة الشورى : آيت ٢٨]

[2] [سورة الروم: آيت ٥٠]

[3] [سورة يس: آيت ٣٣]

[4] [سورة آل عمران: آيت ٣٧]

[5] [صحيح :صحيح بخاری : كتاب العلم : باب فضل من علم و علم (٧٩) صحيح مسلم : كتاب الفضائل : باب بيان مثل مابعث النبی من الهدى والعلم (٢٢٨٢)]

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۵۹﴾ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶۰﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۱﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾

ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا اے میری قوم کے لوگو تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا معبود کوئی نہیں، مجھے تو تم پر بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے ○ اس کی قوم کے سرداروں نے کہا کہ ہم تو تجھے کھلی گمراہی میں دیکھ رہے ہیں ○ اس نے کہا اے میری قوم مجھے کوئی گمراہی نہیں بلکہ میں تو رب العالمین کا رسول ہوں ○ تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا رہا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کر رہا ہوں اور اللہ کی وہ باتیں میں جانتا ہوں جن سے تم محض بے خبر ہو ○

نوح علیہ السلام کا تذکرہ: چونکہ سورت کے شروع میں حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ بیان ہوا تھا پھر اس کے متعلقات بیان ہوئے اور اس کے متصل اور بیانات فرما کر اب پھر اور انبیاء علیہم السلام کے واقعات کے بیان کا آغاز ہوا اور پے در پے ان کے بیانات ہوئے سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر ہوا کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے پیغمبر اہل زمین کی طرف آپ ہی آئے تھے۔ آپ نوح بن لامک بن متوشلح بن اخنوخ (یعنی ادریس علیہ السلام یہی پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے قلم سے لکھا) بن برد بن مہلیل بن قنین بن یانش بن شیث بن آدم علیہ السلام ائمہ نسب امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے آپ کا نسب نامہ اسی طرح بیان فرمایا ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں حضرت نوح علیہ السلام جیسا کوئی اور نبی امت کی طرف سے ستایا نہیں گیا۔ ہاں انبیاء قتل ضرور کئے گئے۔ انہیں نوح اسی لئے کہا گیا کہ یہ اپنے نفس کا رونا بہت روتے تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان دس زمانے تھے جو اسلام پر گذرے تھے۔ اصنام پرستی کا رواج اس طرح شروع ہوا کہ جب اولیاء اللہ فوت ہو گئے تو ان کی قوم نے ان کی قبروں پر مسجدیں بنالیں اور ان میں ان بزرگوں کی تصویریں بنالیں تا کہ ان کا حال اور ان کی عبادت کا نقشہ سامنے رہے اور اپنے آپ کو ان جیسا بنانے کی کوشش کریں لیکن کچھ زمانے کے بعد ان تصویروں کے مجسمے بنالئے کچھ اور زمانے کے بعد انہی بتوں کی پوجا کرنے لگے اور ان کے نام انہی اولیاء اللہ کے ناموں پر رکھ لئے۔ وذ سوع، یغوث، یعوق، نسر وغیرہ۔ جب بت پرستی کا رواج ہو گیا، اللہ نے اپنے رسول حضرت نوح علیہ السلام کو بھیجا آپ نے انہیں اللہ واحد کی عبادت کی تلقین کی اور کہا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں مجھے تو ڈر ہے کہ کہیں قیامت کے دن تمہیں عذاب نہ ہو۔

قوم نوح کے بڑوں نے، ان کے سرداروں نے اور ان کے چودھریوں نے حضرت نوح علیہ السلام کو جواب دیا کہ تم تو بہک گئے ہو ہمیں اپنے باپ دادوں کے دین سے ہٹا رہے ہو۔ ہر بد شخص نیک لوگوں کو گمراہ سمجھا کرتا ہے۔ قرآن میں ہے کہ جب یہ بدکار ان نیک کاروں کو دیکھتے ہیں کہتے ہیں کہ یہ تو بہکے ہوئے ہیں۔ کہا کرتے تھے کہ اگر

یہ دین اچھا ہوتا تو ان سے پہلے ہم نہ مان لیتے ؟ یہ بات ہی غلط اور جھوٹ ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں بہکا ہوا نہیں ہوں بلکہ میں اللہ کا رسول ہوں تمہیں پیغام پہنچا رہا ہوں۔ تمہارا خیر خواہ ہوں اور اللہ کی وہ باتیں جانتا ہوں جنہیں تم نہیں جانتے۔ ہر رسول مبلغ، فصیح، بلیغ، ناصح، خیر خواہ اور عالم باللہ ہوتا ہے۔ ان صفات میں اور کوئی ان کی ہمسری اور برابری نہیں کرسکتا۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفے کے دن اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا جب کہ وہ بہت بڑی تعداد میں بہت زیادہ تھے کہ اے لوگو میری بابت اللہ کے ہاں پوچھے جاؤ گے تو بتاؤ کیا جواب دو گے؟ سب نے کہا ہم کہیں گے کہ آپ نے تبلیغ کردی تھی اور حق رسالت ادا کر دیا تھا اور پوری خیر خواہی کی تھی آپ نے اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور پھر نیچے زمین کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا یا اللہ تو گواہ رہ۔ اے اللہ تو شاہد رہ' یا اللہ تو گواہ رہ۔ [1]

اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِى الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴿۶۴﴾ ع ۱۵

کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تم میں سے ایک شخص پر تمہارے رب کی طرف سے ارشاد و پند نازل ہوئی کہ وہ تمہیں آگاہ کردے تا کہ تم غضب اللہ سے بچ جاؤ اور تم پر رحم کیا جائے ○ پس انہوں نے اسے جھٹلایا آخر ہم نے اسے نجات بخشی اور اس کی کشتی کے ساتھیوں کو بھی اور ہماری آیتوں کے جھٹلانے والوں کو ڈبو دیا' وہ تھے ہی نابینا لوگ ○

نوح علیہ السلام اور ان کے اطاعت گزاروں کو طوفان سے نجات: حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم سے فرما رہے ہیں کہ تم اس بات کو انوکھا اور تعجب والا نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے کسی انسان پر اپنی وحی نازل فرمائے اور اسے اپنی پیغمبری سے ممتاز کردے تا کہ وہ تمہیں ہوشیار کردے پھر تم شرک و کفر سے الگ ہو کر عذاب الٰہی سے نجات پالو اور تم پر گوناگوں رحمتیں نازل ہوں۔

حضرت نوح علیہ السلام کی ان دلیلوں اور وعظوں سے ان سنگدلوں پر کوئی اثر نہ ہوا یہ انہیں جھٹلاتے رہے مخالفت سے باز نہ آئے ایمان قبول نہ کیا صرف چند لوگ سنور گئے۔ پس ہم نے ان لوگوں کو اپنے نبی علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں بٹھا کر طوفان سے نجات دی اور باقی لوگوں کو تہہ آب غرق کر دیا۔ جیسے سورہ نوح میں فرمایا ہے کہ وہ اپنے گناہوں کے باعث غرق کر دیئے گئے پھر دوزخ میں ڈال دیئے گئے اور کوئی ایسا نہیں تھا جو ان کی کسی قسم کی مدد کرتا۔ یہ لوگ حق سے آنکھیں بند کئے ہوئے تھے' نابینا ہو گئے تھے۔ راہ حق انہیں آخر تک سجھائی نہ دی۔ پس اللہ نے اپنے نبی علیہ السلام کو اپنے دوستوں کو نجات دی۔ اپنے اور ان کے دشمنوں کو تہہ آب برباد کر دیا۔ جیسے اس کا وعدہ ہے کہ ہم اپنے رسولوں کی اور ایمانداروں کی ضرور مدد فرمایا کرتے ہیں دنیا میں ہی نہیں بلکہ آخرت میں بھی وہ ان کی امداد کرتا ہے ان پرہیزگاروں کے لئے ہی عافیت ہے۔ انجام کار غالب اور مظفر و منصور یہی رہتے ہیں جیسے کہ

---

[1] [**صحیح**: صحیح مسلم : کتاب الحج : باب حجة النبی (۱۲۱۸)]

نوح علیہ السلام آخر کار غالب رہے اور کفار ناکام و نامراد ہوئے۔ یہ لوگ تنگ پکڑ میں آ گئے۔ اور غارت کر دیئے گئے۔ صرف اللہ کے رسول علیہ السلام کے اسّی (۸۰) آدمیوں نے نجات پائی ان ہی میں ایک صاحب جرہم نامی تھے جن کی زبان عربی تھی۔ ابن ابی حاتم میں یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ سے متصلاً مروی ہے۔

وَ اِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ
غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ
سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۶﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّ لٰكِنِّيْ
رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۷﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ
اَمِيْنٌ ﴿۶۸﴾ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ؕ
وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ
بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾

عادیوں کی طرف ہم نے ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔ جس نے کہا کہ اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا اور کوئی معبود نہیں کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟○ اس کی قوم کے کافر سرداروں نے جواب دیا کہ ہم تو دیکھتے ہیں کہ تو نری بیوقوفی میں ہے اور ہمارے خیال میں تو تو ہے ہی جھوٹے لوگوں میں سے○ ہود نے کہا میری قوم کے لوگو مجھ میں کوئی بیوقوفی نہیں بلکہ میں تو تمام جہاں کے پروردگار کا بھیجا ہوا ہوں○ تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا رہا ہوں اور ہوں بھی تمہارا دلی خیر خواہ اور امانت دار○ کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو؟ کہ تم میں سے ایک کی معرفت ذکر اللہ تم تک پہنچا کہ وہ تمہیں ہوشیار کر دے؟ تم اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ اس نے تمہیں قوم نوح کے بعد خلیفہ بنایا اور تن و توش کا پھیلاؤ بھی تم کو زیادہ دیا' پس تم اللہ کے احسانات یاد رکھو تا کہ تم فلاح و نجات پاؤ○

ہود علیہ السلام کا تذکرہ: فرماتا ہے کہ جیسے قوم نوح کی طرف حضرت نوح علیہ السلام کو ہم نے بھیجا تھا قوم عاد کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو ہم نے نبی بنا کر بھیجا یہ لوگ عاد بن ارم بن عوص بن سام بن نوح کی اولاد تھے۔ یہ عاد اولیٰ ہیں۔ یہ جنگل میں ستونوں میں رہتے تھے۔ فرمان ہے ﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ○ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ○ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ﴾ [1] یعنی کیا تو نے نہیں دیکھا کہ عاد ارم کے ساتھ تیرے رب نے کیا کیا؟ جو بلند قامت تھے دوسرے شہروں میں جن کی مانند لوگ پیدا ہی نہیں کئے گئے۔ یہ لوگ بڑے قوی طاقتور اور لانبے چوڑے قد کے تھے جیسے فرمان ہے کہ عادیوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور نعرہ لگایا کہ ہم سے زیادہ قوی کون ہے؟ کیا انہیں اتنی بھی تمیز نہیں کہ ان کا پیدا کرنے والا یقیناً ان سے زیادہ قوت و طاقت والا ہے۔ وہ ہماری آیتوں سے انکار کر بیٹھے ان کے شہر یمن میں احقاف تھے' یہ ریتلے پہاڑ تھے' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضر موت کے ایک شخص سے کہا کہ تو نے ایک سرخ ٹیلہ دیکھا ہو گا جس میں سرخ رنگ کی راکھ جیسی مٹی ہے اس کے آس پاس پیلو اور بیری کے

---

[1] [سورة الفجر: آیت ٦، ٨]

درخت بکثرت ہیں وہ ٹیلہ فلاں جگہ حضرموت میں ہے اس نے کہا امیرالمومنین رضی اللہ عنہ آپ تو اس طرح اس کے نشان بتا رہے ہیں گویا آپ نے بچشم خود دیکھا ہے آپ نے فرمایا نہیں دیکھا تو نہیں لیکن ہاں مجھ تک حدیث پہنچی ہے کہ وہیں حضرت ہود علیہ السلام کی قبر ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی بستیاں یمن میں تھیں اس لئے ان کے پیغمبر وہیں مدفون ہیں آپ ان سب میں شریف قبیلے کے تھے اس لئے کہ انبیاء ہمیشہ حسب نسب کے اعتبار سے عالی خاندان میں ہی ہوتے رہے ہیں لیکن آپ کی قوم جس طرح جسمانی طور سے سخت اور زور دار تھی اسی طرح دلوں کے اعتبار سے بھی بہت سخت تھی جب اپنے نبی کی زبانی اللہ کی عبادت اور تقویٰ کی نصیحت سنی تو لوگوں کی بھاری اکثریت اور ان کے سردار اور بڑے بول اٹھے کہ تو تو پاگل ہوگیا ہے کہ ہمیں اپنے بتوں کی ان خوبصورت تصویروں کی عبادت سے ہٹا کر اللہ واحد کی عبادت کی طرف بلا رہا ہے۔ یہی تعجب قریش کو ہوا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ اس نے سارے معبودوں کی عبادت سے ہٹا کر ایک کی دعوت کیوں دی؟ حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں جواب دیا کہ مجھ میں تو بیوقوفی کی بفضلہ کوئی بات نہیں میں جو کہہ رہا ہوں وہ اللہ کا فرمودہ ہے اس لئے کہ میں رسول اللہ ہوں۔ رب کی طرف سے حق لایا ہوں وہ رب ہر چیز کا مالک سب کا خالق ہے۔

میں تو تمہیں کلام اللہ پہنچا رہا ہوں تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور امانت داری سے حق رسالت ادا کر رہا ہوں۔ یہی وہ صفتیں ہیں جو تمام رسولوں میں یکساں ہوتی ہیں یعنی پیغام حق پہنچانا' لوگوں کی بھلائی چاہنا اور امانتداری کا نمونہ بننا۔

تم میری رسالت پر تعجب نہ کرو بلکہ اللہ کا شکر بجالاؤ کہ اس نے تم میں سے ایک فرد کو پیغمبر بنایا کہ وہ تمہیں عذاب الٰہی سے ڈرا دے۔ تمہیں رب کے اس احسان کو بھی فراموش نہ کرنا چاہئے کہ اس نے تمہیں ہلاک ہونے والوں کے بقایا میں سے بنایا۔ تمہیں باقی رکھا اتنا ہی نہیں بلکہ تمہیں قوی ہیکل' مضبوط اور طاقتور کر دیا' یہی نعمت حضرت طالوت پر تھی کہ انہیں جسمانی اور عملی کشادگی دی گئی تھی۔ (1) تم اللہ کی نعمتوں کو یاد رکھو تا کہ نجات حاصل کر سکو۔

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ۭ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَاۗءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَاۗؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝

---

(1) [سورة البقرہ: آیت ۲۴۷]

وہ کہنے لگے کہ کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں اور اپنے باپ دادوں کے معبودوں کو چھوڑ دیں؟ جا اگر تو سچا ہے تو جن عذابوں سے تو ہمیں دھمکا رہا ہے انہیں لے آ ○ ہود نے کہا یقیناً تم پر تمہارے رب کی جانب سے بلا اور غضب پڑ ہی چکا ہے' کیا تم مجھ سے ان چند ناموں کی خاطر لڑ بھڑ رہے ہو جنہیں تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے مقرر کر لئے ہیں جن کی کوئی سند اللہ نے نہیں اتاری' اچھا تو اب تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں ○ آخر ہم نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو اپنی رحمت سے نجات دی اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے اور ایمان قبول کرنے والے نہ تھے ○

قوم عاد کی سرکشی: قوم عاد کی سرکشی' تکبر ضد اور عناد کا بیان ہو رہا ہے کہ انہوں نے حضرت ہود علیہ السلام سے کہا کہ کیا آپ کی تشریف آوری کا مقصد یہی ہے کہ ہم اللہ واحد کے پرستار بن جائیں اور باپ دادوں کے پرانے معبودوں سے روگردانی کر لیں؟ سنو اگر یہی مقصود ہے تو اس کا پورا ہونا محال ہے۔ ہم تیار ہیں اگر تم سچے ہو تو اپنے اللہ سے ہمارے لئے عذاب طلب کرو۔ یہی کفار مکہ نے کہا تھا کہنے لگے کہ یا اللہ محمد ﷺ کا کہا حق ہے اور واقعی تیرا کلام ہے اور ہم نہیں مانتے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی اور سخت المناک عذاب ہمیں کر۔ [1] قوم عاد کے بتوں کے نام یہ ہیں صمد' صمو دھبا۔

ان کی اس ڈھٹائی کے مقابلے میں اللہ کے پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہاری ان باتوں سے بے شک تم پر اللہ کے عذاب اور اس کا غضب ثابت ہو گیا۔ رجس سے مراد رجز یعنی عذاب ہے ناراضی اور غصے کے معنی یہی ہیں۔ پھر فرمایا کہ تم ان بتوں کی بابت مجھ سے جھگڑ رہے ہو جن کے نام بھی تم نے خود رکھے ہیں یا تمہارے بڑوں نے۔ اور خواہ مخواہ بے وجہ انہیں معبود سمجھ بیٹھے ہو یہ پتھر کے ٹکڑے محض بے ضرر اور بے نفع ہیں۔ نہ اللہ نے ان کی عبادت کی کوئی دلیل اتاری ہے۔ ہاں اگر مقابلے پر اتر ہی آئے ہو تو منتظر رہو میں بھی منتظر ہوں ابھی معلوم ہو جائے گا کہ مقبول بارگاہ رب کون ہے اور مردود بارگاہ کون ہے؟ کون مستحق عذاب ہے اور کون قابل ثواب ہے؟ آخر ہم نے اپنے نبی علیہ السلام کو اور ان کے ایماندار ساتھیوں کو نجات دی اور کافروں کی جڑیں کاٹ دیں۔ قرآن کریم کے کئی مقامات پر جناب باری عزوجل نے ان کی تباہی کی صورت بیان فرمائی ہے کہ ان پر خیر سے خالی' تند اور تیز ہوائیں بھیجی گئیں جس نے انہیں اور ان کی تمام چیزوں کو غارت اور برباد کر دیا۔ عاد لوگ بڑے زناٹے کی سخت آندھی سے ہلاک کر دئے گئے جو ان پر برابر سات رات اور آٹھ دن چلتی رہی۔ سارے کے سارے اس طرح ہو گئے جیسے کھجور کے درختوں کے تنے الگ ہوں اور شاخیں الگ ہوں۔ دیکھ لے ان میں سے ایک بھی اب نظر آ رہا ہے؟ ان کی سرکشی کی سزا میں سرکش ہوا ان پر مسلط کر دی گئی جو ان میں سے ایک ایک کو اٹھا کر آسمان کی بلندی کی طرف لے جاتی اور وہاں سے گراتی جس سے سر الگ ہو جاتا دھڑ الگ گر جاتا۔ یہ لوگ یمن کے ملک میں' عمان اور حضر موت میں رہتے تھے۔ ادھر ادھر نکلتے لوگوں کو مار پیٹ کر جبراً وقہراً ان کے ملک و مال پر غاصبانہ قبضہ کر لیتے۔ سارے کے سارے بت پرست تھے۔ حضرت ہود علیہ السلام جو ان کے شریف خاندانی شخص تھے ان کے پاس رب کی

---

[1] [سورۃ الانفال: آیت ۳۲]

رسالت لے کر آئے اللہ کی توحید کا حکم دیا' شرک سے روکا لوگوں پر ظلم کرنے کی برائی سمجھائی لیکن انہوں نے اس نصیحت کو قبول نہ کیا۔ مقابلے پر تن گئے اور اپنی قوت سے حق کو دبانے لگے۔ گو بعض لوگ ایمان لائے تھے لیکن وہ بھی بیچارے جان کے خوف سے پوشیدہ رکھے ہوئے تھے۔ باقی لوگ بدستور اپنی بے ایمانی اور ناانصافی پر جمے رہے' خواہ مخواہ فوقیت ظاہر کرنے لگے' بیکار عمارتیں بناتے اور پھولے نہ سماتے۔ ان کاموں کو اللہ کے رسول ناپسند فرماتے' انہیں روکتے۔ تقوے کی' اطاعت کی ہدایت کرتے لیکن یہ کبھی تو انہیں بے دلیل بتاتے' کبھی انہیں مجنون کہتے آپ اپنی برات ظاہر کرتے اور ان سے صاف فرماتے کہ مجھے تمہاری قوت طاقت کا مطلقاً خوف نہیں جاؤ تم سے جو ہو سکے کر لو۔ میرا بھروسہ اللہ پر ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی بھروسے کے لائق نہ عبادت کے قابل ساری مخلوق اس کے سامنے عاجز پست اور لاچار ہے۔ سچی راہ اللہ کی راہ ہے۔ آخر جب یہ اپنی برائیوں سے باز نہ آئے تو ان پر بارش نہ برسائی گئی تین سال تک قحط سالی رہی۔ زچ ہو گئے تنگ آ گئے آخر یہ سوچا کہ چند آدمیوں کو بیت اللہ شریف بھیجیں وہ وہاں جا کر اللہ سے دعائیں کریں۔ یہی ان کا دستور تھا کہ جب کسی مصیبت میں پھنس جاتے تو وہاں وفد بھیجتے اس وقت ان کا قبیلہ عمالیق حرم شریف میں بھی رہتا تھا یہ لوگ عملیق بن لاوذ بن سام بن نوح کی نسل میں سے تھے ان کا سردار اس زمانے میں معاویہ بن بکر تھا۔ اس کی ماں قوم عاد سے تھی جس کا نام کلھدہ بنت خیبری تھا عادیوں نے اپنے ہاں سے ستر شخصوں کو منتخب کر کے بطور وفد مکے شریف کو روانہ کیا۔ یہاں آ کر یہ معاویہ کے مہمان بنے۔ پرتکلف دعوتوں کو اڑانے' شراب خوری کرنے اور معاویہ کی دو لونڈیوں کا گانا سننے میں اس بے خودی سے مشغول ہو گئے کہ کامل ایک مہینہ گذر گیا انہیں اپنے کام کی طرف مطلق توجہ نہ ہوئی۔ معاویہ ان کی یہ روش دیکھ کر اور اپنی قوم کی بری حالت سامنے رکھ کر بہت کڑھتا تھا لیکن یہ مہمان نوازی کے خلاف تھا کہ خود ان سے کہتا کہ جاؤ۔ اس لئے اس نے کچھ اشعار لکھے اور ان ہی دونوں کنیزوں کو یاد کرائے کہ وہ یہی گا کر انہیں سنائیں۔ ان شعروں کا مضمون یہ تھا کہ اے لوگو جو قوم کی طرف سے اللہ سے دعائیں کرنے کے لئے بھیجے گئے ہو کہ اللہ عادیوں پر بارش برسائے جو آج قحط سالی کی وجہ سے تباہ ہو گئے ہیں بھوکے پیاسے مر رہے ہیں بڈھے بچے مرد عورتیں تباہ حال میں پھر رہے ہیں یہاں تک کہ بولنا چالنا ان پر دوبھر ہو گیا ہے۔ جنگلی جانور ان کی آبادیوں میں پھر رہے ہیں کیونکہ کسی عادی میں اتنی قوت کہاں کہ وہ تیر چلا سکے۔ لیکن افسوس کہ تم یہاں اپنے من مانے مشغلوں میں منہمک ہو گئے اور بے فائدہ وقت ضائع کرنے لگے۔ تم سے زیادہ برا وفد دنیا میں کوئی نہ ہو گا یاد رکھو اگر اب بھی تم نے مستعدی سے قومی خدمت نہ کی تو تم برباد اور غارت ہو جاؤ گے۔ یہ سن کر ان کے کان کھڑے ہوئے یہ حرم میں گئے اور دعائیں مانگنا شروع کیں اللہ تعالیٰ نے تین بادل ان کے سامنے پیش کئے ایک سفید ایک سیاہ ایک سرخ۔ اور ایک آواز آئی کہ ان میں سے کسی ایک کو اختیار کر لو اس نے سیاہ بادل پسند کیا آواز آئی کہ تو نے سیاہ بادل پسند کیا وہ عادیوں میں سے کسی کو بھی باقی نہ چھوڑے گا نہ باپ کو نہ بیٹے کو۔ سب کو غارت کر دے گا سوائے بنی لوذید کے۔ یہ بنی لوذید بھی عادیوں کا ایک قبیلہ تھا جو مکے میں مقیم تھے ان پر وہ عذاب نہیں آئے تھے یہی باقی رہے اور انہی میں سے عاد اخریٰ ہوئے۔ اس وفد کے سردار نے سیاہ بادل پسند کیا تھا جو اسی وقت عادیوں کی طرف چلا۔ اس شخص کا نام قیل بن عنز

تھا۔ جب یہ بادل عادیوں کے میدان میں پہنچا جس کا نام مغیث تھا تو اسے دیکھ کر لوگ خوشیاں منانے لگے کہ اس ابر سے پانی ضرور برسے گا حالانکہ یہ وہ تھا جس کی یہ لوگ نبی کے مقابلے میں جلدی مچا رہے تھے جس میں المناک عذاب تھا جو تمام چیزوں کو فنا کر دینے والا تھا۔ سب سے پہلے اس عذاب الٰہی کو ایک عورت نے دیکھا جس کا نام ممید تھا یہ چیخ مار کر بیہوش ہوگئی۔ جب ہوش آئی تو لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تو نے کیا دیکھا اس نے کہا آگ کا بگولہ۔ جو بصورت ہوا کے تھا جسے فرشتے گھسیٹے لئے چلے آتے تھے۔ برابر سات راتیں اور آٹھ دن تک یہ آگ والی ہوا ان پر چلتی رہی اور عذاب کا بادل ان پر برستا رہا۔ تمام عادیوں کا ستیاناس ہو گیا۔ حضرت ہود اور آپ کے مومن ساتھی ایک باغیچے میں چلے گئے وہاں اللہ نے انہیں محفوظ رکھا وہی ہوا ٹھنڈی اور بھینی بھینی ہو کر ان کے جسموں کو لگتی رہی جس سے روح کو تازگی اور آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی رہی۔ ہاں عادیوں پر اس ہوا نے سنگباری شروع کر دی' ان کے دماغ پھٹ گئے۔ آخر انہیں اٹھا اٹھا کر دے پٹخا' سر الگ ہو گئے دھڑ الگ جا پڑے یہ ہوا سوار کو سواری سمیت اٹھا لیتی تھی اور بہت اونچے لے جا کر اسے اوندھا دے پٹختی تھی الخ۔ یہ سیاق بہت غریب ہے اور اس میں بہت سے فوائد ہیں۔ عذاب الٰہی کے آجانے کے بعد حضرت ہود علیہ السلام کو اور مومنوں کو نجات مل گئی رحمت حق ان کے شامل حال رہی اور باقی کفار اس بدترین سزا میں گرفتار ہوئے۔

مسند احمد میں ہے حضرت حارث بکری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اپنے ہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں علا بن حضرمی کی شکایت لے کر چلا جب میں ربذہ میں پہنچا تو بنو تمیم کی ایک بڑھیا لاچار ہو کر بیٹھی ہوئی ملی۔ مجھ سے کہنے لگی اے اللہ کے بندے مجھے سرکار رسالت مآب میں پہنچنا ہے۔ کیا تو میرے ساتھ اتنا سلوک کرے گا کہ مجھے دربار رسالت میں پہنچا دے؟ میں نے کہا آؤ چنانچہ میں نے اسے اپنے اونٹ پر بٹھا لیا اور مدینے پہنچا دیکھا کہ مسجد لوگوں سے بھری ہوئی ہے سیاہ جھنڈے لہرا رہے ہیں اور حضرت بلال علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تلوار لٹکائے کھڑے ہیں میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں کہیں لشکر بھیجنے والے ہیں۔ میں تھوڑی دیر بیٹھا رہا اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی منزل میں تشریف لے گئے۔ میں آپ کے پیچھے ہی گیا۔ اجازت طلب کی اجازت ملی جب میں نے اندر جا کر سلام کیا تو آپ نے مجھ سے دریافت کیا تم میں اور بنو تمیم میں کچھ چشمک ہے؟ میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ذمہ دار وہی ہیں۔ میں اب حاضر خدمت ہو رہا تھا تو راستے میں قبیلہ تمیم کی ایک بڑھیا عورت مل گئی جس کے پاس سواری وغیرہ نہ تھی اس نے مجھ سے درخواست کی اور میں اسے اپنی سواری پر بٹھا کر یہاں لایا ہوں وہ دروازے پر بیٹھی ہے۔ آپ نے اسے بھی اندر آنے کی اجازت دی۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں اور بنو تمیم میں کوئی روک کر دیجئے۔ اس پر بڑھیا تیز ہو کر بولی اگر آپ نے ایسا کر دیا تو آپ کے ہاں کے بے بس کہاں پناہ لیں گے؟ میں نے کہا سبحان اللہ! تیری اور میری تو وہی مثل ہوئی کہ بکری اپنی موت کو آپ اٹھا کر لے گئی۔ میں نے ہی تجھے یہاں پہنچایا ہے۔ مجھے اس کے انجام کی کیا خبر تھی اللہ نہ کرے کہ میں عادی قبیلے کے وفد کی طرح ہو جاؤں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ بھئی عادیوں کے وفد کا قصہ کیا ہے؟ باوجود یہ کہ آپ کو مجھ سے زیادہ اس کا علم تھا لیکن یہ سمجھ کر کہ اس وقت

آپ باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے قصہ شروع کر دیا کہ حضور ﷺ جس وقت عادیوں میں قحط سالی نمودار ہوئی تو انہوں نے قیل نامی ایک شخص کو بطور اپنے قاصد کے بیت اللہ شریف دعا وغیرہ کرنے کے لئے بھیجا۔ یہ معاویہ بن بکر کے ہاں آ کر مہمان بنا۔ یہاں شراب وکباب اور راگ رنگ میں ایسا مشغول ہوا کہ مہینے بھر تک جام لنڈھاتا رہا اور معاویہ کی دو لونڈیوں کے گانے سنتا رہا ان کا نام جرادہ تھا۔ مہینے بھر کے بعد مہرہ کے پہاڑوں پر گیا اور اللہ سے دعا مانگنے لگا کہ باری تعالیٰ میں کسی بیمار کی دوا کے لئے یا کسی قیدی کے فدیئے کے لئے نہیں آیا یا اللہ عادیوں کو تو وہ پلا جو پلایا کرتا تھا اتنے میں وہ دیکھتا ہے کہ چند سیاہ رنگ کے بادل اس کے سر پر منڈلا رہے ہیں ان میں سے ایک غیبی صدا آئی کہ ان میں سے جو تجھے پسند ہو قبول کر لے۔ اس نے سخت سیاہ بادل اختیار کیا اسی وقت دوسری آواز آئی کہ لے لے خاک راکھ جو عادیوں میں سے ایک کو بھی نہ چھوڑے۔ عادیوں پر ہوا کے خزانے میں سے صرف بقدر انگوٹھی کے حلقے کے ہوا چھوڑی گئی تھی جس نے سب کو غارت اور تہ وبالا کر دیا۔ ابو وائل کہتے ہیں۔ یہ واقعہ سارے عرب میں ضرب المثل ہو گیا تھا جب لوگ کسی کو بطور وفد کے بھیجتے تھے تو کہہ دیا کرتے تھے کہ عادیوں کے وفد کی طرح نہ ہو جانا۔ [1] اسی طرح مسند احمد میں بھی یہ روایت موجود ہے سنن کی اور کتابوں میں بھی یہ واقعہ موجود ہے۔ واللہ اعلم۔

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِى الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا بِالَّذِيْۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝

---

[1] [حسن : مسند احمد (۴۸۲/۳) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة الذاریات (۳۲۷۴) ابن ماجه : کتاب الجهاد : باب الرایات والالویة (۲۸۱۶) ابن ابی شیبة فی مسنده (۶۵۹) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۴۸۱۴) طبرانی کبیر (۳۳۲۵/۳) نسائی فی السنن الکبری (۸۶۰۷/۵)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۱۵۳۸۸)]

ثمودیوں کی طرف ہم نے ان کے بھائی صالح کو بھیجا' جس نے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو اللہ کی عبادت کرو تمہارا معبود کوئی اس کے سوا نہیں' یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیل بھی آ چکی' اللہ کی یہ اونٹنی تمہارے لئے نشان ہے اسے آزاد کر دو کہ یہ اللہ کی زمین میں چرتی چگتی رہے خبردار اسے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچانا کہ تمہیں دردناک عذاب آ دبوچیں ○ یاد کر لو کہ اللہ نے عادیوں کے بعد تمہیں خلیفہ بنایا ہے اور تمہیں ایسی زمین میں بسایا ہے کہ تم اس کے نرم حصے میں محلات بنا رہے ہو اور پہاڑوں کو تراش کر مکانات بناتے ہو' پس تم اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور فسادی بن کر زمین میں تباہی برپا کرتے نہ پھرو ○ اس کی قوم کے سرکش سرداروں نے قوم کے کمزور ایمان داروں سے کہا کہ کیا تمہیں صالح کے رسول اللہ ہونے کا پورا علم ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں ہاں تو جس شریعت کے ساتھ وہ بھیجے گئے ہیں' ہم اس پر ایمان رکھنے والے ہیں ○ جن لوگوں نے سرکشی کی تھی انہوں نے کہا کہ تم جس پر ایمان لائے ہو ہم اس کے منکر ہیں ○ پس انہوں نے اونٹنی کو مار ڈالا اور اپنے پروردگار کے حکم سے سرتابی کی اور کہنے لگے کہ اے صالح جن عذابوں سے تو ہمیں دھمکا تا رہتا ہے اگر تو فی الواقع پیغمبروں میں سے ہے تو انہیں ہم پر نازل کر دے ○ پس انہیں زلزلے نے آ پکڑا جس سے وہ اپنے گھروں میں ہی زانو پر اوندھے گرے ہوئے مردے رہ گئے ○

قوم ثمود کا تذکرہ: علمائے نسب نے بیان کیا ہے کہ ثمود بن عاثر بن ارم بن سام بن نوح ۔ یہ بھائی تھا جدلیس بن عامر کا ۔ اسی طرح قبیلہ طسم یہ سب خالص عرب تھے ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے ثمودی عادیوں کے بعد ہوئے ہیں ان کے شہر حجاز اور شام کے درمیان وادی القری اور اس کے اردگرد مشہور ہیں ۔ سنہ ۹ ھ میں تبوک جاتے ہوئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اجاڑ بستیوں میں سے گذرے تھے ۔ مسند احمد میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کے میدان میں اترے لوگوں نے ثمودیوں کے گھروں کے پاس ڈیرے ڈالے اور انہی کے کنوؤں کے پانی سے آٹے گوندھے ہنڈیاں چڑھائیں تو آپ نے حکم دیا کہ سب ہنڈیاں الٹ دی جائیں اور گندھے ہوئے آٹے اونٹوں کو کھلا دیئے جائیں ۔ پھر فرمایا یہاں سے کوچ کرو اور اس کنوئیں کے پاس ٹھہرو جس سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پیتی تھی اور فرمایا آئندہ عذاب والی بستیوں میں پڑاؤ نہ کیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ اسی عذاب کے شکار تم بھی بن جاؤ ۔ [1] ایک روایت میں ہے کہ ان کی بستیوں سے روتے اور ڈرتے ہوئے گذرو کہ مبادا وہی عذاب تم پر آ جائیں جو ان پر آئے تھے ۔ [2] اور روایت میں ہے غزوہ تبوک میں لوگ بہ عجلت حجر کے لوگوں کے گھروں کی طرف لپکے ۔ آپ نے اسی وقت یہ آواز بلند کرنے کا کہا ﴿اَلصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ﴾ جب لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں کے گھروں میں کیوں گھسے جا رہے ہو جن پر غضب الٰہی نازل ہوا ۔ راوی حدیث ابو کبشہ انماری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا ۔ میں نے یہ سن کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم تو صرف تعجب کے طور

---

[1] [صحيح : مسند احمد (۲/۱۱۷) صحيح ابن حبان (۶۲۰۳) صحيح بخاري : كتاب الانبياء : باب قول الله تعالى والى ثمود أخاهم صالحا (۳۳۷۹) مسلم : كتاب الزهد و الرقائق : باب لا تدخلوا مساكن الذين ظلموا أنفسهم الا ان تكونوا باكين (۴۰) ، (۲۹۸۱)]

[2] [صحيح : مسند احمد (۲/۷۴) صحيح بخاري : كتاب المغازي : باب نزول النبي الحجر (۴۴۲۰) صحيح مسلم : كتاب الزهد : باب النهي عن الدخول على اهل الحجر (۲۹۸۰)]

پرانہیں دیکھنے چلے گئے تھے آپ نے فرمایا میں تمہیں اس سے بھی تعجب خیز چیز بتا رہا ہوں تم میں سے ہی ایک شخص ہے جو تمہیں وہ چیز بتا رہا ہے جو گذر چکیں اور وہ خبریں دے رہا ہے جو تمہارے سامنے ہیں اور جو تمہارے بعد ہونے والی ہیں پس تم ٹھیک ٹھاک رہو اور سیدھے چلے جاؤ تمہیں عذاب کرتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں یاد رکھو ایسے لوگ آئیں گے جو اپنی جانوں سے کسی چیز کو دفع نہ کر سکیں گے۔ [1] حضرت ابو کبشہ رضی اللہ عنہ کا نام عمر بن سعد ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ عامر بن سعد ہے واللہ اعلم۔ ایک روایت میں ہے کہ حجر کی بستی کے پاس آتے ہی حضور ﷺ نے فرمایا معجزے نہ طلب کرو دیکھو قوم صالح نے معجزہ طلب کیا جو ظاہر ہوا یعنی اونٹنی جو اس راستے سے آتی تھی اور اس راستے سے جاتی تھی لیکن ان لوگوں نے اپنے رب کے حکم سے سرتابی کی اور اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں ایک دن اونٹنی ان کا پانی پیتی تھی اور ایک دن یہ سب اس کا دودھ پیتے تھے اس اونٹنی کو مار ڈالنے پر ان پر ایک چیخ آئی اور یہ جتنے بھی تھے سب کے سب ڈھیر ہو گئے۔ بجز اس ایک شخص کے جو حرم شریف میں تھا لوگوں نے پوچھا اس کا نام کیا تھا؟ فرمایا ابو رغال یہ بھی جب حد حرم سے باہر آیا تو اسے بھی وہی عذاب ہوا۔ [2] یہ حدیث صحاح ستہ میں تو نہیں لیکن ہے مسلم شریف کی شرط پر۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ ثمودی قبیلے کی طرف سے ان کے بھائی حضرت صالح علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا۔ تمام نبیوں کی طرح آپ نے بھی اپنی امت کو سب سے پہلے توحید الٰہی سکھائی۔ کہ فقط اس کی عبادت کریں اس کے سوا اور کوئی لائق عبادت نہیں۔ اللہ کا فرمان ہے جتنے بھی رسول آئے سب کی طرف یہی وحی کی جاتی رہی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، صرف میری ہی عبادت کرو۔ اور ارشاد ہے، ہم نے ہر امت میں رسول بھیجے کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے سوا اوروں کی عبادت سے بچو۔ حضرت صالح علیہ السلام فرماتے ہیں لوگو تمہارے پاس دلیل الٰہی آ چکی جس میں میری سچائی ظاہر ہے۔ ان لوگوں نے حضرت صالح علیہ السلام سے معجزہ طلب کیا تھا کہ ایک سنگلاخ چٹان جو ان کی بستی کے ایک کنارے پڑی تھی جس کا نام کاتبہ تھا اس سے آپ ایک اونٹنی نکالیں جو گابھن (دودھ دینے والی اونٹنی جو دس ماہ کی حاملہ ہو) حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ اگر ایسا ہو جائے تو تم ایمان قبول کر لو گے؟ انہوں نے پختہ وعدے کئے اور مضبوط عہد و پیمان کئے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے نماز پڑھی دعا کی ان سب کے دیکھتے ہی چٹان نے ہلنا شروع کیا اور چیخ گئی اس کے پیچھے سے ایک اونٹنی نمودار ہوئی۔ اسے دیکھتے ہی ان کے سردار جندع بن عمرو نے تو اسلام قبول کر لیا اور اس کے ساتھیوں نے بھی۔ باقی جو اور

---

[1] [حسن: مسند احمد (۲۳۱/٤)] امام ابن کثیرؒ نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ [البدایة والنهایة (۱۵۹/۱)] امام ہیثمیؒ نے بھی اس کی ایک سند کو حسن کہا ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۹٤/٦)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[2] [حسن: مسند احمد (۲۹٦/۳) بزار فی کشف الاستار (۱۸٤٤) صحیح ابن حبان (٦۱۹۷) مستدرک حاکم (۳٤۰/۲۔ ۳٤۱) تفسیر ابن جریر الطبری (۱٤۸۲٤) تفسیر ابن ابی حاتم (۸٦۸٦/۵)] امام ابن حبانؒ، امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ احمد کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (۱۹۷/٦)] حافظ ابن حجرؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [فتح الباری (۲۷۰/٦)]

سردار تھے وہ ایمان لانے کے لئے تیار تھے مگر ذواب بن عمرو بن لبید نے اور حباب نے جو بتوں کا مجاور تھا اور رباب بن صمعر بن جلھس وغیرہ نے انہیں روک دیا۔ حضرت جندع کا بھتیجا شہاب نامی یہ ثمودیوں کا بڑا عالم فاضل اور شریف شخص تھا اس نے بھی ایمان لانے کا ارادہ کرلیا انہی بدبختوں نے اسے بھی روکا جس پر ایک مومن ثمودی مہوش بن عثمہ نے کہا کہ آل عمرو نے شہاب کو دین حق کی دعوت دی قریب تھا کہ وہ مشرف بہ اسلام ہو جائے اور اگر ہو جاتا تو اس کی عزت سوا اور ہو جاتی مگر بدبختوں نے اسے روک دیا اور نیکی سے ہٹا کر بدی پر لگا دیا۔ اس حاملہ اونٹنی کو اس وقت بچہ ہوا ایک مدت تک دونوں ان میں رہے۔ ایک دن اونٹنی ان کا پانی پیتی۔ اس دن اس قدر دودھ دیتی کہ یہ لوگ اپنے سب برتن بھر لیتے دوسرے دن نہ پیتی اور ثمودیوں کے اور جانور پانی پی لیتے۔ جیسے قرآن میں ہے ﴿وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ﴾ [1] الخ، اور آیت میں ہے ﴿قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ﴾ [2] یہ ہے اونٹنی اس کے اور تمہارے پانی پینے کے دن تقسیم شدہ اور مقررہ ہیں۔ یہ اونٹنی ثمودیوں کی بستی حجر کے ارد گرد چرتی چگتی تھی ایک راہ جاتی دوسری راہ آتی یہ بہت ہی موٹی تازی اور ہیبت والی اونٹنی تھی جس راہ سے گذرتی سب جانور ادھر ادھر ہو جاتے کچھ زمانہ گذرنے کے بعد ان اوباشوں نے ارادہ کیا کہ اس کو مار ڈالیں تا کہ ہر دن ان کے جانور برابر پانی پی سکیں ان اوباشوں کے ارادوں پر سب نے اتفاق کیا یہاں تک کہ عورتوں اور بچوں نے بھی ان کی ہاں میں ہاں ملائی اور انہیں شہ دی کہ ہاں اس پاپ کو کاٹ دو۔ اس اونٹنی کو مار ڈالو۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے ﴿فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا﴾ [3] الخ، قوم صالح نے اپنے نبی کو جھٹلایا اور اونٹنی کی کوچیں کاٹ کر اسے مار ڈالا تو ان کے پروردگار نے ان کے گناہوں کے بدلے ان پر ہلاکت نازل فرمائی اور ان سب کو یکساں کر دیا۔ اور آیت میں ہے کہ ہم نے ثمودیوں کو اونٹنی دی جو ان کے لئے پوری سمجھ بوجھ کی چیز تھی لیکن انہوں نے اس پر ظلم کیا یہاں بھی فرمایا کہ انہوں نے اس اونٹنی کو مار ڈالا۔ پس اس فعل کی اسناد سارے ہی قبیلے کی طرف ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ چھوٹے بڑے سب اس امر پر متفق تھے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ وغیرہ کا فرمان ہے کہ اس کے قتل کی وجہ یہ ہوئی کہ عنیزہ بنت مجلز جو ایک بڑھیا کافرہ تھی اور حضرت صالح علیہ السلام سے بڑی دشمنی رکھتی تھی اس کی لڑکیاں بہت خوبصورت تھیں اور تھی بھی یہ عورت مالدار۔ اس کے خاوند کا نام ذواب بن عمرو تھا جو ثمودیوں کا ایک سردار تھا یہ بھی کافر تھا۔ اسی طرح ایک اور عورت تھی جس کا نام صدوف بنت محیا بن مختار تھا۔ یہ بھی حسن کے علاوہ مال اور حسب نسب میں بڑھی ہوئی تھی اس کے خاوند مسلمان ہو گئے تھے رضی اللہ عنہ اس سرکش عورت نے ان کو چھوڑ دیا۔ اب یہ دونوں عورتیں لوگوں کو اکساتی تھیں کہ کوئی آمادہ ہو جائے اور حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو قتل کر دے۔ صدوف نامی عورت نے ایک شخص حباب کو بلایا اور اس سے کہا کہ میں تیرے گھر آ جاؤں گی اگر تو اس اونٹنی کو قتل کر دے۔ لیکن اس نے انکار کر دیا۔ اس پر اس نے مصدع بن مہرج بن محیا کو بلایا جو اس کے چچا کا لڑکا تھا اور اسے بھی اسی بات پر

---

[1] [سورۃ القمر: آیت ۲۸]

[2] [سورۃ الشعراء: آیت ۱۵۵]

[3] [سورۃ الشمس: آیت ۱۴]

آمادہ کیا۔ یہ خبیث اس کے حسن و جمال کا مفتون تھا اس برائی پر آمادہ ہو گیا۔ ادھر عنیزہ نے قدار بن سالف بن جذع کو بلا کر اس سے کہا کہ میری ان خوبصورت نوجوان لڑکیوں میں سے جسے تو پسند کرے اسے میں تجھے دے دوں گی اسی شرط پر کہ تو اس اونٹنی کی کوچیں کاٹ ڈال۔ یہ خبیث بھی آمادہ ہو گیا یہ تھا بھی زنا کاری کا بچہ۔ سالف کی اولاد میں نہ تھا۔ صھیا دنامی ایک شخص سے اس کی بدکار ماں نے زنا کاری کی تھی اسی سے یہ پیدا ہوا تھا۔ اب دونوں چلے اور اہل ثمود اور دوسرے شریروں کو بھی اس پر آمادہ کیا چنانچہ سات شخص اور بھی اس پر آمادہ ہو گئے اور یہ نو فسادی شخص اس بدارادے پر تل گئے تھے۔ جیسے قرآن کریم میں ہے ﴿وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ﴾ [1] اس شہر میں نو شخص تھے جن میں اصلاح کا مادہ ہی نہ تھا سراسر فسادی ہی تھے۔ چونکہ یہ لوگ قوم کے سردار تھے ان کے کہنے سننے سے تمام کفار بھی اسی پر راضی ہو گئے اور اونٹنی کے واپس آنے کے راستے میں یہ دونوں شریر اپنی اپنی کمین گاہوں میں بیٹھ گئے جب اونٹنی نکلی تو پہلے مصدع نے اسے تیر مارا جو اس کی ران کی ہڈی میں پیوست ہو گیا اسی وقت عنیزہ نے اپنی خوبصورت لڑکی کو کھلے منہ قدار کے پاس بھیجا اس نے کہا قدار کیا دیکھتے ہو اٹھو اور اس کا کام تمام کر دو۔ یہ اس کا منہ دیکھتے ہی دوڑا اور اس کے دونوں پچھلے پاؤں کاٹ دیئے اونٹنی چکرا کر گری اور ایک آواز نکالی جس سے اس کا بچہ ہوشیار ہو گیا اور اس راستے کو چھوڑ کر پہاڑی پر چلا گیا یہاں قدار نے اونٹنی کا گلا کاٹ دیا اور وہ مر گئی اس کا بچہ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر تین مرتبہ بلبلایا۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس نے اللہ کے سامنے اپنی ماں کے قتل کی فریاد کی پھر جس چٹان سے نکلا تھا اسی میں سما گیا۔ یہ روایت بھی ہے کہ اسے بھی اس کی ماں کے ساتھ ہی ذبح کر دیا گیا تھا۔ واللہ اعلم۔ حضرت صالح علیہ السلام کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ گھبرائے ہوئے موقعہ پر پہنچے دیکھا کہ اونٹنی بے جان پڑی ہے آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور فرمایا بس اب تین دن میں تم ہلاک کر دیئے جاؤ گے، ہوا بھی یہی۔ بدھ کے دن ان لوگوں نے اونٹنی کو قتل کیا تھا اور چونکہ کوئی عذاب نہ آیا اس لئے اترا گئے اور ان مفسدوں نے ارادہ کر لیا کہ آج شام کو صالح کو بھی مار ڈالو اگر واقعی ہم ہلاک ہونے والے ہی ہیں تو پھر یہ کیوں بچا رہے؟ اگر ہم پر عذاب نہیں آتا تو بھی آ ئے روز کے اس جھنجھٹ سے پاک ہو جائیں۔ چنانچہ قرآن کریم کا بیان ہے کہ ان لوگوں نے مل کر مشورہ کیا اور پھر قسمیں کھا کر اقرار کیا کہ رات کو صالح کے گھر چھاپہ مارو اور اسے اور اس کے گھرانے کو تہہ تیغ کرو اور صاف انکار کر دو کہ ہمیں کیا خبر کہ کس نے مارا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کے اس مکر کے مقابل ہم نے بھی مکر کیا اور یہ ہمارے مکر سے بالکل بے خبر رہے اب انجام دیکھ لو کہ کیا ہوا؟ رات کو یہ اپنی بدنیتی سے حضرت صالح علیہ السلام کے گھر کی طرف چلے آپ کا گھر پہاڑ کی بلندی پر تھا ابھی یہ اوپر چڑھ ہی رہے تھے جو اوپر سے ایک چٹان پتھر کی لڑھکتی ہوئی آئی اور سب کو ہی پیس ڈالا۔ ان کا تو یہ حشر ہوا ادھر جمعرات کے دن تمام ثمودیوں کے چہرے زرد پڑ گئے جمعہ کے دن ان کے چہرے آگ جیسے سرخ ہو گئے اور ہفتہ کے دن جو مہلت کا آخری دن تھا ان کے منہ سیاہ ہو گئے تین دن جب گذر گئے تو

---

[1] [سورة النمل: آیت ۴۹، ۵۰]

چوتھا دن اتوار صبح ہی صبح سورج کے روشن ہوتے ہی اوپر آسمان سے سخت کڑاکا ہوا جس کی ہولناک دہشت انگیز چنگھاڑ نے ان کے کلیجے پھاڑ دیئے ساتھ ہی نیچے سے زبردست زلزلہ آیا ایک ہی ساعت میں ایک ساتھ ہی ان سب کا ڈھیر ہو گیا' مردوں سے مکانات' بازار' گلی' کوچے بھر گئے۔ مرد' عورت بچے بوڑھے اول سے آخر تک سارے کے سارے تباہ ہو گئے شان رب دیکھئے کہ اس واقعہ کی خبر دنیا کو پہنچانے کے لئے ایک کافرہ عورت بچا دی گئی۔ یہ بھی بڑی خبیثہ تھی حضرت صالح علیہ السلام کی عداوت کی آگ سے بھری ہوئی تھی اس کی دونوں ٹانگیں نہیں تھیں' لیکن ادھر عذاب آیا ادھر اس کے پاؤں کھل گئے اپنی بستی سے سرپٹ بھاگی اور تیز دوڑتی ہوئی دوسرے شہر میں پہنچی اور وہاں جا کر ان سب کے سامنے سارا واقعہ بیان کر ہی چکنے کے بعد ان سے پانی مانگا۔ ابھی پوری پیاس بھی بجھی نہ تھی کہ عذاب الٰہی آ پڑا اور وہیں ڈھیر ہو کر رہ گئی۔ ہاں ابو رغال نامی ایک شخص اور بچ گیا تھا یہ یہاں نہ تھا حرم کی پاک زمین میں تھا لیکن کچھ دنوں کے بعد جب یہ اپنے کسی کام کی غرض سے حد حرم سے باہر آیا اسی وقت آسمان سے پتھر آیا اور اسے بھی جہنم واصل کیا ثمودیوں میں سے سوائے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے مومن صحابہ رضی اللہ عنہم کے اور کوئی بھی نہ بچا۔ ابو رغال کا واقعہ اس سے پہلے حدیث میں بیان ہو چکا ہے قبیلہ ثقیف جو طائف میں ہے مذکور ہے کہ یہ اسی نسل میں سے ہیں۔ (۱) عبدالرزاق میں ہے کہ اس کی قبر کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب گذرے تو فرمایا جانتے ہو یہ کس کی قبر ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ علم ہے۔ آپ نے فرمایا یہ ابو رغال کی قبر ہے۔ یہ ایک ثمودی شخص تھا اپنی قوم کے عذاب کے وقت حرم میں تھا اس وجہ سے عذاب الٰہی سے بچ رہا لیکن حرم شریف سے نکلا تو اسی وقت اپنی قوم کے عذاب سے یہ بھی ہلاک ہوا اور یہیں دفن کیا گیا اور اس کے ساتھ اس کی سونے کی لکڑی بھی دفنا دی گئی۔ چنانچہ لوگوں نے اس گڑھے کو کھود کر اس میں سے وہ لکڑی نکال لی اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا تھا ثقیف قبیلہ اسی کی اولاد ہے۔ ایک مرسل حدیث میں بھی یہ ذکر موجود ہے۔ یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا تھا اس کے ساتھ سونے کی شاخ دفن کر دی گئی ہے یہی نشان اس کی قبر کا ہے اگر تم اسے کھودو تو وہ شاخ ضرور نکل آئے گی چنانچہ بعض لوگوں نے اسے کھودا اور وہ شاخ نکال لی۔ (۲) ابوداؤد میں بھی یہ روایت ہے اور حسن عزیز ہے لیکن میں کہتا ہوں اس حدیث کے وصل کا صرف ایک طریقہ بجیر بن ابی بجیر کا ہے اور یہ صرف اسی حدیث کے ساتھ معروف ہے اور بقول حضرت امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سوائے اسماعیل بن امیہ کے اس سے اور کسی نے روایت نہیں کیا احتمال ہے کہ کہیں اس حدیث کے مرفوع کرنے میں خطا نہ ہو یہ عبداللہ بن عمرو ہی کا قول ہو اور پھر اس صورت میں یہ بھی ممکنات سے ہے کہ انہوں نے اسے ان دو دفتروں سے لے لیا ہو جو انہیں

---

(۱) [معضل ضعیف : التفسیر لعبد الرزاق (۹۱۶)، (۲/۲۳۲) وفی المصنف (۱۱/۲۰۹۸۹) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۲/۱۴۸۲۳)]

(۲) [ضعیف : ابوداؤد : کتاب الخراج : باب نبش القبور العادیة یکون فیها المال (۳۰۸۸) بیهقی (۴/۱۵۶) صحیح ابن حبان (۶۱۹۹) الذهبی فی المیزان (۱۱۲۴)] شیخ البانی ؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابوداود ، السلسلة الضعیفة (۴۷۳۶)]

جنگ یرموک میں ملے تھے۔ میرے استاد شیخ ابوالحجاج رحمہ اللہ اس روایت کو پہلے تو حسن عزیز کہتے تھے لیکن جب میں نے ان کے سامنے یہ حجت پیش کی تو آپ نے فرمایا بیشک ان امور کا اس میں احتمال ہے۔ واللہ اعلم۔

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۷۹﴾

حضرت صالح نے ان سے منہ موڑ لیا اور فرمایا کہ میرے بھائیو میں تو تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا چکا اور تمہاری پوری خیر خواہی کی لیکن افسوس تم اپنے خیر خواہوں کو اپنا دوست نہیں سمجھتے۔

قوم کی ہلاکت پر صالح علیہ السلام کی گفتگو: قوم کی ہلاکت دیکھ کر افسوس و حسرت اور آخری ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر پیغمبر حق حضرت صالح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ نہ تمہیں رب کی رسالت نے فائدہ پہنچایا نہ میری خیر خواہی ٹھکانے لگی تم اپنی بے سمجھی سے دوست کو دشمن سمجھ بیٹھے اور آخر اس روز بد کو دعوت دے لی۔ چنانچہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی جب بدری کفار پر غالب آئے وہیں تین دن تک ٹھہرے رہے پھر رات کے آخری وقت اونٹنی پر زین کس کر آپ تشریف لے چلے اور جب اس گھاٹی کے پاس پہنچے جہاں ان کافروں کی لاشیں ڈالی گئیں تھیں تو آپ ٹھہر گئے اور فرمانے لگے اے ابوجہل' اے عتبہ' اے شیبہ' اے فلاں' اے فلاں' بتاؤ رب کے وعدے تم نے درست پائے؟ میں نے تو اپنے رب کے فرمان کی صداقت اپنی آنکھوں سے دیکھ لی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان جسموں سے باتیں کر رہے ہیں جو مردار ہو گئے؟ آپ نے فرمایا اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں جو کچھ ان سے کہہ رہا ہوں اسے یہ تم سے زیادہ سن رہے ہیں لیکن جواب کی طاقت نہیں۔ [1] سیرت کی کتابوں میں ہے کہ آپ نے فرمایا تم نے میرا خاندان ہونے کے باوجود میرے ساتھ وہ برائی کی کہ کسی خاندان نے اپنے پیغمبر کے ساتھ نہ کی۔ تم نے میرے ہم قبیلہ ہونے کے باوجود مجھے جھٹلایا اور دوسرے لوگوں نے مجھے سچا سمجھا۔ تم نے رشتہ داری کے باوجود مجھے دیس نکالا دیا اور دوسروں نے مجھے اپنے ہاں جگہ دی۔ افسوس تم اپنے ہو کر مجھ سے برسر جنگ رہے اور دوسروں نے میری امداد کی۔ پس تم اپنے نبی کے بدترین قبیلے ہو۔ [2] یہی حضرت صالح علیہ السلام اپنی قوم سے فرما رہے ہیں کہ میں نے تو ہمدردی کی انتہا کر دی اللہ کے پیغام کی تبلیغ میں تمہاری خیر خواہی میں کوئی کوتاہی نہیں کی لیکن آہ نہ تم نے اس سے کوئی فائدہ اٹھایا نہ حق کی پیروی کی نہ اپنے خیر خواہ کی مانی۔ بلکہ اسے اپنا دشمن سمجھا بعض مفسرین کا قول ہے کہ ہر نبی جب دیکھتا کہ اب میری امت پر عام عذاب آنے والا ہے انہیں چھوڑ کر نکل کھڑا ہوتا' اور حرم مکہ میں پناہ لیتا۔ واللہ اعلم۔ مسند احمد میں ہے کہ حج کے موقعہ پر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وادی عسفان پہنچے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ یہ کونسی وادی ہے۔ آپ نے جواب دیا وادی عسفان

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب قتل ابی جهل (۳۹۷۶) صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب عرض مقعد المیت من الجنة والنار علیه (۲۸۷٤)]

[2] [معضل ضعیف : سیرة ابن هشام (۲/۲۱۲)]

فرمایا میرے سامنے سے حضرت ہود اور حضرت صالح علیہما السلام ابھی ابھی گذرے اونٹنیوں پر سوار تھے جن کی نکیلیں کھجور کے پتوں کی تھیں کمبلوں کے تہ بند بندھے ہوئے تھے اور موٹی چادریں اوڑھے ہوئے تھے۔ لبیک پکارتے ہوئے بیت اللہ شریف کی طرف تشریف لے جارہے تھے۔ (۱) یہ حدیث غریب ہے۔صحاح ستہ میں نہیں۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝۸۰

اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ۝۸۱

ہم نے ہی لوط کو بھیجا اس نے اپنی قوم سے کہا کہ تم لوگ ایسی بے حیائی کا کام کر رہے ہو جو تم سے پہلے دنیا جہان میں کسی نے نہیں کیا○ کہ تم عورتوں کو چھوڑ کر اپنی شہوت رانی کے لئے مردوں کی طرف مائل ہو رہے ہو؟ بات یہ ہے کہ تم لوگ ہو ہی حد سے گذر جانے والے○

قوم لوط کا تذکرہ: فرمان ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کو بھی ہم نے ان کی قوم کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا تو ان کے واقعہ کو بھی یاد کر' حضرت لوط علیہ السلام ہاران بن آزر کے بیٹے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے آپ ہی کے ہاتھ پر ایمان قبول کیا تھا اور آپ ہی کے ساتھ شام کی طرف ہجرت کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا نبی بنا کر سدوم نامی بستی کی طرف بھیجا آپ نے انہیں اور آس پاس کے لوگوں کو اللہ کی توحید اور اپنی اطاعت کی طرف بلایا نیکیوں کے کرنے برائیوں کو چھوڑنے کا حکم دیا۔ جن میں ایک برائی اغلام بازی تھی جو ان سے پہلے دنیا سے مفقود تھی۔ اس بدکاری کے موجد یہی ملعون لوگ تھے۔ عمرو بن دینار رحمہ اللہ یہی فرماتے ہیں۔ جامع دمشق کے بانی خلیفہ ولید بن عبدالملک کہتے ہیں اگر یہ خبر قرآن میں نہ ہوتی تو اس بات کو کبھی نہ مانتا کہ مرد مرد سے حاجت روائی کر لے۔ اسی لئے حضرت لوط علیہ السلام نے ان حرام کاروں سے فرمایا کہ تم سے پہلے تو یہ ناپاک اور خبیث فعل کسی نے نہیں کیا۔ عورتوں کو جو اس کام کے لئے تھیں چھوڑ کر تم مردوں پر رتجھ رہے ہو؟ اس سے بڑھ کر اسراف اور جہالت اور کیا ہوگی؟ چنانچہ اور آیت میں ہے کہ آپ نے فرمایا یہ ہیں میری بچیاں یعنی تمہاری قوم کی عورتیں۔ (۲) لیکن انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں ان کی چاہت نہیں۔ ہم تو تمہارے ان مہمان لڑکوں کے خواہاں ہیں مفسرین فرماتے ہیں جس طرح مرد مردوں میں مشغول تھے عورتیں عورتوں میں پھنسی ہوئی تھیں۔

وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ۝۸۲

---

(۱) [ضعیف : مسند احمد (۱/۲۳۲) بیهقی فی شعب الایمان (۳/۴۰۰۳) البدایة والنهایة (۱/۱۵۸) الدر المنثور للسیوطی (۳/۱۷۶)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں ۔ [الموسوعة الحدیثیة (۲۰۶۷)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ اس میں زمعہ بن صالح ضعیف ہے۔]

(۲) [سورة الحجر: آیت ۷۱]

اس کے جواب میں قوم لوط کا صرف یہی قول تھا کہ انہیں اپنے شہر سے نکال دو' یہ تو بڑے ہی پاک باز لوگ ہیں ○

قوم لوط پر نبی کی نصیحت کارگر نہ ہوئی۔ بلکہ الٹا دشمنی کرنے لگے اور دیس سے نکال دینے پر تل گئے۔ اللہ نے اپنے نبی کو مع ایمانداروں کے وہاں سے صحیح سالم بچا لیا اور تمام بستی والوں کو ذلت و پستی کے ساتھ تباہ و غارت کر دیا۔ ان کا یہ کہنا کہ یہ بڑے پاکباز لوگ ہیں بطور طعنے کے تھا اور یہ بھی مطلب تھا کہ یہ اس کام سے جو ہم کرتے ہیں دور ہیں پھر ان کا ہم میں کیا کام؟ مجاہد رحمہ اللہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی قول ہے۔

فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿٨٣﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۭ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٨٤﴾

پس ہم نے لوط کو اور اس کے گھرانے کو بجز اس کی بیوی کے بچا لیا وہ پیچھے رہ جانے والوں میں رہ گئی ○ اور ہم نے ان پر بڑی بارش برسائی' دیکھ لے کہ ان بدکاروں کا کیسا انجام ہوا ○

قوم لوط کی ہلاکت: حضرت لوط علیہ السلام اور ان کا گھرانا اللہ کے ان عذابوں سے بچ گیا جو لوطیوں پر نازل ہوئے بجز آپ کے گھرانے کے اور کوئی آپ پر ایمان نہ لایا جیسے فرمان رب ہے ﴿فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ [1] یعنی وہاں جتنے مومن تھے ہم نے سب کو نکال دیا۔ لیکن بجز ایک گھر والوں کے وہاں ہم نے کسی مسلمان کو پایا ہی نہیں۔ بلکہ خاندان لوط میں سے بھی خود حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی ہلاک ہوئی کیونکہ یہ بدنصیب کافرہ ہی تھی بلکہ قوم کے کافروں کی طرف دار تھی اگر کوئی مہمان آتا تو اشاروں سے قوم کو خبر پہنچا دیتی اسی لئے حضرت لوط علیہ السلام سے کہہ دیا گیا تھا کہ اسے اپنے ساتھ نہ لے جانا بلکہ اسے خبر بھی نہ کرنا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ساتھ تو چلی لیکن جب قوم پر عذاب آیا تو اس کے دل میں ان کی محبت آ گئی اور رحم کی نگاہ سے انہیں دیکھنے لگی وہیں اسی وقت وہی عذاب اسی بدنصیب پر بھی آ گیا لیکن زیادہ قوی پہلا ہی ہے یعنی نہ اسے حضرت لوط علیہ السلام نے عذاب کی خبر کی نہ اسے اپنے ساتھ لے گئے یہ یہیں باقی رہ گئی اور پھر ہلاک ہو گئی۔ غابرین کے معنی بھی باقی رہ جانے والے ہیں۔ جن بزرگوں نے اس کے معنی ہلاک ہونے کے کئے ہیں وہ بطور لزوم کے ہیں۔ کیونکہ جو باقی تھے وہ ہلاک ہونے والے ہی تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے مسلمان صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ کے شہر سے نکلتے ہی عذاب الٰہی ان پر بارش کی طرح برس پڑا وہ بارش پتھروں اور ڈھیلوں کی تھی جو ہر ایک پر بالخصوص نشان زدہ اسی کے لئے آسمان سے اتر رہے تھے۔ گو اللہ کے عذاب کو بے انصاف لوگ دور سمجھ رہے ہوں لیکن حقیقتاً ایسا نہیں۔ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ خود دیکھ لیجئے کہ اللہ کی نافرمانیوں اور رسول کی تکذیب کرنے والوں کا کیا انجام ہوتا ہے؟ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں لوطی فعل کرنے والے کو اونچی دیوار سے گرا دیا جائے پھر اوپر سے پتھراؤ کر کے اسے مار ڈالنا چاہئے۔ کیونکہ لوطیوں کو اللہ کی طرف سے یہی سزا دی گئی اور علماء کرام کا فرمان ہے کہ اسے رجم کر دیا جائے خواہ

---

[1] [سورة الزاريات: آيت ٣٥، ٣٦]

وہ شادی شدہ ہو یا بے شادی شدہ ہو۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے دو قول میں سے ایک یہی ہے۔ اس کی دلیل مسند احمد' ابو داؤد' ترمذی' اور ابن ماجہ کی یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے تو لوطی فعل کرتے پاؤ اسے اور اس کے نیچے والے دونوں کو قتل کر دو۔ [1] علماء کی ایک جماعت کا قول ہے یہ بھی مثل زنا کاری کے ہے شادی شدہ ہوں تو رجم ورنہ سو کوڑے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا دوسرا قول بھی یہی ہے۔ عورتوں سے اس قسم کی حرکت کرنا بھی چھوٹی لواطت ہے اور بہ اجماع امت حرام ہے۔ بجز ایک شاذ قول کے اور بہت سی احادیث میں اس کی حرمت موجود ہے اس کا پورا بیان سورہ بقرہ کی تفسیر میں گذر چکا ہے۔

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ قَدْ جَاۗءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَاۗءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۸۵

مدین کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیب کو بھیجا' انہوں نے سمجھایا کہ اے قومی بھائیو اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا اور کوئی معبود نہیں' تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے واضح دلیل آ پہنچی' اب تم ناپ تول پوری کیا کرو لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور ملک کے صحیح انتظام کے بعد اس میں رخنہ اندازیاں نہ کرو' اگر تم ایماندار ہو تو تمہارے لئے یہی بات بہتری والی ہے ○

شعیب علیہ السلام کا تذکرہ: مشہور مورخ حضرت امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ لوگ مدین بن ابراہیم کی نسل سے ہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام میکیل بن یشجر کے لڑکے تھے ان کا نام سریانی زبان میں یژون تھا۔ یہ یاد رہے کہ قبیلے کا نام بھی مدین تھا اور اس بستی کا نام بھی یہی تھا یہ شہر معان سے ہوتے ہوئے حجاز جانے والے راستے میں آتا ہے۔ آیت قرآن ﴿ وَلَمَّا وَرَدَ مَاۗءَ مَدْيَنَ ﴾ [2] میں شہر مدین کے کنویں کا ذکر موجود ہے اس سے مراد ایکہ والے ہیں جیسا کہ انشاء اللہ بیان کریں گے۔ آپ نے بھی تمام رسولوں کی طرح انہیں توحید کی اور شرک سے بچنے کی دعوت دی اور فرمایا کہ اللہ کی طرف سے میری نبوت کی دلیلیں تمہارے سامنے آ چکی ہیں۔ خالق کا حق بتا کر پھر مخلوق کے حق کی ادائیگی کی طرف رہبری کی اور فرمایا کہ ماپ تول میں کمی کی عادت چھوڑ و لوگوں کے حقوق نہ مارو۔ کہو کچھ اور کرو کچھ یہ خیانت ہے فرمان ہے ﴿ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ﴾ [3] ان ماپ تول میں کمی کرنے والوں کے

---

[1] [صحیح : ابوداؤد : کتاب الحدود : باب فیمن عمل عمل قوم لوط (٤٤٦٢) ترمذی : کتاب الحدود : باب ماجاء فی حد اللوطی (١٤٥٦) ابن ماجه : کتاب الحدود : باب من عمل عمل قوم لوط (٢٥٦١) دارقطنی (١٢٢/٣) ابن الجارود (٨٢٠) مستدرك حاكم (٣٥٥/٤) مسند احمد (٣٠٠/١) بغوی فی شرح السنة (٣٠٨/١٠)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود، صحیح ترمذی، ارواء الغلیل (٢٣٥٠)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [سورة القصص: آیت ٢٣]

[3] [سورة المطففين: آیت ١، ٤]

لئے ویل ہے الخ۔ اللہ اس بدخصلت سے ہر ایک کو بچائے' پھر حضرت شعیب علیہ السلام کا اور وعظ بیان ہوتا ہے۔ آپ کو بہ سبب فصاحت عبارت اور عمدگی وعظ کے خطیب الانبیاء کہا جاتا تھا۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۠ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۷﴾

ہر ہر راہ پر بیٹھ کر لوگوں کو ڈرانا دھمکانا اور اللہ پر ایمان رکھنے والوں کو راہ اللہ سے روکنا اور اس میں کجی پیدا کرنے کے کوشش کرنا چھوڑ دو' اپنے اس وقت کو یاد کرو جب کہ تم بہت تھوڑے سے تھے اللہ نے تمہیں بڑھا دیا اور خود دیکھ لو کہ فساد مچانے والوں کا کیسا برا انجام ہوا؟ ○ اگر تم میں سے ایک گروہ اس چیز پر ایمان لائے جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں اور ایک گروہ ایمان نہ لائے تو تم صبر کرو سہارے سے کام لو یہاں تک کہ خود اللہ تعالیٰ ہم میں فیصلہ فرما دے' وہ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے ○

قوم شعیب کے برے اعمال: فرماتے ہیں کہ مسافروں کے راستے میں دہشت گردی نہ پھیلاؤ۔ ڈاکہ نہ ڈالو اور انہیں ڈرا دھمکا کر ان کا مال زبردستی نہ چھینو۔ میرے پاس ہدایت حاصل کرنے کے لئے جو آنا چاہتا ہے اسے خوفزدہ کر کے روک دیتے ہو۔ ایمانداروں کو اللہ کی راہ پر چلنے میں روڑے اٹکاتے ہو۔ راہ حق کو ٹیڑھا کر دینا چاہتے ہو ان تمام برائیوں سے بچو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے بلکہ زیادہ ظاہر ہے کہ ہر رستے پر نہ بیٹھنے کی ہدایت تو قتل و غارت سے روک کے لئے ہو جو ان کی عادت تھی اور پھر راہ حق سے مومنوں کو نہ روکنے کی ہدایت پھر کی ہو۔ تم اللہ کے اس احسان کو یاد کرو کہ گنتی میں قوت میں تم کچھ نہ تھے بہت ہی کم تھے اس نے اپنی مہربانی سے تمہاری تعداد بڑھا دی اور تمہیں زور آور کر دیا رب کی اس نعمت کا شکریہ ادا کرو۔ عبرت کی آنکھوں سے ان کا انجام دیکھ لو جو تم سے پہلے ابھی ابھی گذرے ہیں جن کے ظلم و جبر کی وجہ سے جن کی بدامنی اور فساد کی وجہ سے رب کے عذاب ان پر ٹوٹ پڑے۔ وہ اللہ کی نافرمانیوں میں رسولوں کے جھٹلانے میں مشغول رہے دلیر بن گئے جس کے بدلے اللہ کی پکڑ ان پر نازل ہوئی۔ آج ان کی ایک آنکھ جھپکتی ہوئی باقی نہیں رہی نیست و نابود ہو گئے مر مٹ گئے۔ دیکھو میں تمہیں صاف بے لاگ ایک بات بتا دوں تم میں سے ایک گروہ مجھ پر ایمان لا چکا ہے اور ایک گروہ نے میرا انکار اور بری طرح مجھ سے کفر کیا۔ اب تم خود دیکھ لو گے کہ مدد ربانی کس کا ساتھ دیتی ہے اور اللہ کی نظروں سے کون گر جاتا ہے؟ تم رب کے فیصلے کے منتظر رہو۔ وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے اچھا اور سچا فیصلہ کرنے والا ہے تم خود دیکھ لو کہ اللہ والے بامراد ہوں گے اور دشمنان اللہ نامراد ہوں گے۔



قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ﴿۸۸﴾ قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ﴿۸۹﴾

(الاعراف ۷، آیت ۸۸ تا ۸۹)

اس کی قوم کے متکبر سرداروں نے کہا کہ اے شعیب ہم تجھے اور ان لوگوں کو جو تجھ پر ایمان لائے ہیں اپنی بستی سے نکال دیں گے یا یہ کہ تم سب پھر سے ہمارے مذہب میں آ جاؤ۔ اس نے جواب دیا کہ کیا ہم بیزار ہوں تو بھی؟ ○ پھر تو ہم نے یقیناً اللہ تعالیٰ پر بڑی جھوٹی تہمت باندھی اگر اب ہم تمہارے مذہب میں پھر سے آ جائیں اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے نجات بخشی، ہمارا تو اس میں لوٹنا ناممکن ہی ہے ہاں یہ اور بات ہے کہ خود اللہ کی جو ہمارا پروردگار ہے یہی مرضی ہو جائے، ہمارے رب کے علم نے تمام چیزوں کا احاطہ کر رکھا ہے، اللہ ہی پر ہمارا بھروسہ ہے، اے ہمارے پروردگار تو ہم میں اور ہماری قوم میں حق کے ساتھ فیصلہ کر دے اور سب فیصلہ کرنے والوں سے تو بہتر ہے ○

قوم شعیب ہلاکت کی جانب: حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے آپ کی تمام نصیحتیں سن کر جو جواب دیا اس کا ذکر کیا جا رہا ہے ہوا یہ کہ دلیلوں سے ہار کر یہ لوگ اپنی قوت جتانے پر اتر آئے اور کہنے لگے اب تجھے اور تیرے ساتھیوں کو ہم دو باتوں میں سے ایک کا اختیار دیتے ہیں یا تو جلاوطنی قبول کرو یا ہمارے مذہب میں آ جاؤ۔ جس پر آپ نے فرمایا کہ ہم تو دل سے تمہارے ان مشرکانہ کاموں سے بیزار ہیں۔ انہیں سخت ناپسندگی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ پھر تمہارے اس دباؤ اور اس خواہش کے کیا معنی؟

اگر اللہ نہ کرے ہم پھر سے تمہارے کفر میں شامل ہو جائیں تو ہم سے بڑھ کر گنہگار کون ہوگا؟ اس کے تو صاف معنی یہ ہیں کہ ہم نے دو گھڑی پہلے محض ایک ڈھونگ رچایا تھا۔ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ اور بہتان باندھ کر نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ خیال فرمایئے کہ اس جواب میں اللہ کے نبی علیہ السلام نے ایمان داروں کو مرتد ہونے سے کس طرح دھمکایا ہے؟ لیکن چونکہ انسان کمزور ہے۔ نہ معلوم کس کا دل کیسا ہے اور آگے چل کر کیا ظاہر ہونے والا ہے؟ اس لئے فرمایا کہ اللہ کے ہاتھ سب کچھ ہے اگر وہی کسی کے خیالات الٹ دے تو میرا زور نہیں۔ ہر چیز کے آغاز انجام کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

ہمارا توکل اور بھروسہ اپنے تمام کاموں میں صرف اسی کی ذات پاک پر ہے۔ اے اللہ تو ہم میں اور ہماری قوم میں فیصلہ فرما ہماری مدد فرما تو سب حاکموں کا حاکم ہے، سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے، عادل ہے، ظالم نہیں۔

وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۹۰﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۱﴾ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۚ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۲﴾ مع

اس کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا کہ اگر تم نے شعیب کی تابعداری کی تو سمجھ لو کہ تم برباد ہونے والے بن گئے ○ آخر ان کافروں کو زلزلے نے پکڑ لیا اور وہ سب اپنے گھروں میں ہی اوندھے منہ پڑے ہوئے مردہ رہ گئے ○ گویا شعیب کو جھٹلانے والے، کبھی وہاں بستے ہی نہ تھے، درحقیقت شعیب کے جھٹلانے والے ہی برباد ہونے والے ثابت ہوئے ○

عذاب اور بربادی: اس قوم کی سرکشی بدباطنی ملاحظہ ہو کہ مسلمانوں کو اسلام سے ہٹانے کے لئے انہیں یقین دلا رہے ہیں کہ شعیب علیہ السلام کی اطاعت تمہیں غارت کر دے گی اور تم بڑے نقصان میں اتر جاؤ گے۔

ان مومنوں کے دلوں کو ڈرانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ آسمانی عذاب بصورت زلزلہ زمین سے آیا اور انہیں سچ مچ لرزا دیا اور غارت و برباد ہو کر خود ہی نقصان میں پھنس گئے۔ یہاں اس طرح بیان ہوا۔ سورہ ہود میں بیان ہے کہ آسمانی کڑاکے کی آواز سے یہ ہلاک کئے گئے۔ [1] یہ اس لیے وہاں بیان ہے کہ انہوں نے اپنے وطن سے نکل جانے کی ڈانٹ ایمان داروں کو دی تھی تو آسمانی ڈانٹ کی آواز نے ان کی آواز پست کر دی اور ہمیشہ کے لئے یہ خاموش کر دیئے گئے۔ سورہ شعراء میں بیان ہے کہ بادل ان پر عذاب بن کر برسا۔ کیونکہ وہیں ذکر ہے کہ خود انہوں نے اپنے نبی علیہ السلام سے کہا تھا کہ اگر سچے ہو تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دو الخ۔ [2] واقعہ یہ ہے کہ یہ تینوں عذاب ان پر ایک ساتھ آئے۔ ادھر ابر اٹھا جس سے شعلہ باری ہونے لگی، آگ برسنے لگی۔ ادھر تند اور سخت کڑاکے کی آواز آئی، ادھر زمین پر زلزلہ آیا۔ نیچے اوپر کے عذابوں سے دیکھتے ہی دیکھتے تہ و بالا کر دیئے گئے، اپنی اپنی جگہ ڈھیر ہو گئے۔

یا وہ وقت تھا کہ یہاں سے مومنوں کو نکالنا چاہتے تھے یا یہ وقت ہے کہ یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ کسی وقت یہاں یہ لوگ آباد بھی تھے، مسلمانوں سے کہہ رہے تھے کہ تم نقصان میں اترو گے یا یہ ہے کہ خود برباد ہو گئے۔

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۹۳﴾ ع

اس نے ان سے الگ ہوتے ہوئے کہا کہ اے میری قوم والو میں تو تمہیں اپنے رب کے پیغامات برابر پہنچا چکا اور تمہاری پوری طرح خیر خواہی کی، اب نہ ماننے والوں کا میں کہاں تک صدمہ کرتا رہوں؟ ○

قوم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آ چکنے کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام وہاں سے چلے اور بطور ڈانٹ ڈپٹ فرمایا کہ میں سبکدوش ہو چکا ہوں۔ اللہ کا پیغام سنا چکا، سمجھا بجھا چکا، غم خواری ہمدردی کر چکا۔ لیکن تم کافر کے کافر ہی رہے اب مجھے کیا پڑی کہ تمہارے افسوس میں اپنی جان ہلکان کروں؟

[1] [سورة هود: آيت ٩٤] [2] [سورة الشعراء: آيت ١٨٧]

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ﴿۹۴﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۹۵﴾

ہم نے جس بستی میں جس نبی کو بھیجا وہاں والوں کو تنگی اور سختی رنج و تکلیف میں مبتلا کر کے موقعہ دیا کہ وہ عاجزی اور زاری کرلیں○ پھر ہم نے اس تکلیف کے بدلے راحت و آسانی اس قدر دی کہ وہ پھول گئے اور کہنے لگے ہمارے باپ دادوں کو بھی تو سختی نرمی پہنچتی تھی آخر ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا اور انہیں خبر تک نہ ہوئی○

سابقہ امتوں کا ذکر: اگلی امتوں میں بھی اللہ تعالیٰ کے رسول آئے اور ان کے انکار پر وہ امتیں مختلف بلاؤں میں مبتلا کی گئیں مثلاً بیماریاں، فقیری، مفلسی، تنگی، سختی وغیرہ تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اکڑنا چھوڑ دیں اور اس کے سامنے جھک جائیں۔ مصیبتوں کے ٹالنے کی دعائیں کریں اور اس کے رسول کی مان لیں۔ لیکن انہوں نے اس موقعہ کو ہاتھ سے نکال دیا باوجود بری حالت ہونے کے دل کا کفر نہ ٹوٹا اپنی ضد سے نہ ہٹے تو ہم نے دوسری طرح پھر ایک موقعہ دیا۔ سختی کو نرمی سے، برائی کو بھلائی سے، بیماری کو تندرستی سے، فقیری کو امیری سے بدل دیا تا کہ شکر کریں اور ہماری حکمرانی کے قائل ہو جائیں لیکن انہوں نے اس موقعہ سے بھی فائدہ نہ اٹھایا۔ جیسے جیسے ڈھیل دیے گئے ویسے ویسے کفر میں پھنسے، بدمستی میں اور بڑھے اور مغرور ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ زمانہ کے اتفاقات ہیں۔ پہلے سے یہی ہوتا چلا آیا ہے کبھی دن بڑے کبھی راتیں۔ زمانہ ہمیشہ ایک حالت پر نہیں رہتا۔ الغرض اتفاق پر محمول کر کے معمولی سی بات سمجھ کر دونوں موقعے ٹال دیئے۔ ایمان والے دونوں حالتوں میں عبرت پکڑتے ہیں۔ مصیبت پر صبر، راحت پر شکر ان کا شیوہ ہوتا ہے بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مومن پر تعجب ہے اس کی دونوں حالتیں انجام کے لحاظ سے اس کے لئے بہتر ہوتی ہیں۔ یہ دکھ پر صبر کرتا ہے، انجام بہتر ہوتا ہے، سکھ پر شکر کرتا ہے، نیکیاں پاتا ہے[1] پس مومن رنج و راحت دونوں میں اپنی آزمائش کو سمجھ لیتا ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے بلاؤں کی وجہ سے مومن کے گناہ بالکل دور ہو جاتے ہیں اور پاک صاف ہو جاتا ہے۔ ہاں منافق کی مثال گدھے جیسی ہے جسے نہیں معلوم کہ کیوں باندھا گیا اور کیوں کھولا گیا[2] ((اَوْ كَمَا قَالَ)) پس ان لوگوں کو اس کے بعد

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : كتاب الزهد : باب المؤمن امره كله خير (۲۹۹۹) مسند احمد (۳۳۲/٤)]

[2] [حسن : ان لفظوں میں تو حدیث کہیں نہیں ملی البتہ یہ الفاظ ﴿ **ما يزال البلاء بالمؤمن والمؤمنة فى نفسه وولده وماله حتى يلقى الله وما عليه خطيئة** ﴾ صحیح حدیث میں موجود ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے: مسند احمد (۲۸۷/۲) الادب المفرد للبخاری (٤۹٤) ترمذی : كتاب الزهد : باب ما جاء فى الصبر على البلاء (۲٤۰۱) مستدرك حاكم (۳٤٦/۱)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ امام حاکمؒ اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہتے ہیں اور امام ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [السلسلة الصحيحة (۲۲۸۰/۵)] علاوہ ازیں اس کا آخری حصہ سلمان فارسی کا قول صحیح سند کے ساتھ موجود ہے۔ دیکھئے: الادب المفرد للبخاری (٤۹۳) ابو نعيم فى الحلية (۲۰٦/۱) المزى فى تهذيب الكمال (۹۸/۱۱) بيهقى فى شعب الايمان (۹۹۱٤/۷)]

اللہ کے عذاب نے اچانک آ پکڑا یہ محض بے خبر تھے اپنی خرمستیوں میں لگے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اچانک موت مومن کے لئے رحمت ہے اور کافروں کے لئے حسرت ہے۔ (۱)

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۶﴾ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآىِٕمُوْنَ ﴿۹۷﴾ اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿۹۸﴾ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾

اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لاتے' اور پرہیزگاری کرتے تو ہم ان پر آسمان و زمین کی برکتیں کشادہ کر دیتے لیکن انہوں نے جھٹلایا تو ہم نے بھی ان کے اعمال کے بدلے انہیں گرفتار کر لیا۔ کیا شہروں کے رہنے والے اس سے بے خوف ہو چکے ہیں؟ کہ ان کے پاس راتوں رات ہمارا عذاب آ جائے؟ اور وہ سوئے پڑے ہوں؟ ۔ یا یہ شہری پر دن چڑھے ہمارے عذاب کے آ جانے سے بے نڈر ہیں؟ کہ اس وقت یہ اپنے کھیل کود میں مشغول ہوں؟ ۔ کیا یہ اللہ کے داؤں سے مطمئن ہو چکے ہیں؟ یاد رکھو اللہ کے داؤ گھات سے بے خوف وہی ہوتے ہیں جو سخت نقصان اٹھانے والے ہوں۔

تقویٰ ہی حصولِ برکات کا ذریعہ: لوگوں سے عام طور پر جو غلطی ہو رہی ہے اس کا ذکر ہے کہ عموماً ایمان سے اور نیک کاموں سے بھاگتے رہتے ہیں۔ صرف حضرت یونس علیہ السلام کی پوری بستی ایمان لائی تھی اور وہ بھی اس وقت جب کہ عذابوں کو دیکھ لیا اور یہ بھی صرف ان کے ساتھ ہی ہوا کہ آئے ہوئے عذاب واپس کر دیئے گئے اور دنیا وآخرت کی رسوائی سے بچ گئے یہ لوگ ایک لاکھ بلکہ زائد تھے۔ اپنی پوری عمر تک پہنچے اور دنیوی فائدے بھی حاصل کرتے رہے۔ (۲) تو فرماتا ہے کہ اگر نبیوں کے آنے پر ان کے امتی صدق دل سے ان کی تابعداری کرتے' برائیوں سے رک جاتے اور نیکیاں کرنے لگتے تو ہم ان پر کشادہ طور پر بارشیں برساتے اور زمین سے پیداوار اگاتے۔ لیکن انہوں نے رسولوں کی نہ مانی بلکہ انہیں جھوٹا سمجھا اور روبرو جھوٹا کہا۔ برائیوں سے حرام کاریوں سے ایک انچ نہ ہٹے۔ اس وجہ سے تباہ کر دیئے گئے۔ کیا کافروں کو اس بات کا خوف نہیں کہ راتوں رات ان کی بے خبری میں ان کے سوتے ہوئے عذاب الٰہی آ جائے اور یہ سوئے کے سوئے رہ جائیں؟ کیا انہیں ڈر نہیں لگتا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دن دہاڑے ان کے کھیل کود اور غفلت کی حالت میں اللہ جل جلالہ کا عذاب آ جائے؟ اللہ کے عذابوں سے' اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے' اس کی بے پایاں قدرت کے اندازے سے غافل وہی ہوتے ہیں جو اپنے آپ بربادی کی

---

(۱) [ضعیف : مسند احمد (٦/١٣٦)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند کمزور ہے کیونکہ اس میں عبید اللہ بن ولید راوی متروک ہے اور عبد اللہ بن عبید اللہ بن عمیر کا عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع ثابت نہیں۔ [الموسوعة الحديثية (٢٥٠٤٢)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

(۲) [سورة الصافات: آیت ١٤٧، ١٤٨]

طرف بڑھے چلے جاتے ہوں۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مومن نیکیاں کرتا ہے اور پھر ڈرتا رہتا ہے اور فاسق شخص برائیاں کرتا ہے اور بے خوف رہتا ہے۔ نتیجے میں مومن امن پاتا ہے اور فاجر پیس دیا جاتا ہے۔

اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

اس زمین پر رہنے سہنے والوں کے بعد جو اس کے وارث بنتے ہیں کیا انہیں بھی یہ ہدایت نصیب نہیں ہوتی ؟ کہ اگر ہم چاہیں تو انہیں بھی ان کی بدکرداریوں پر عذاب کریں؟ اور ان کے دلوں پر مہر لگا دیں کہ یہ سنیں ہی نہیں ○

گناہگاروں کو تنبیہ: ارشاد ہے کہ ایک گروہ نے ہمارا مقابلہ کیا' اور ہم نے انہیں تاخت وتاراج کیا۔ دوسرا گروہ ان کے قائم مقام ہوا تو کیا اس پر بھی یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ اگر وہ بداعمالیاں کریں گے تو اپنے سے اگلوں کی طرح کھو دیئے جائیں گے؟ جیسے فرمان ہے ﴿اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ﴾ [۱] الخ' یعنی کیا انہیں اب تک سمجھ نہیں آئی کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سی آباد بستیاں اجاڑ کر رکھ دیں جن کے مکانوں میں اب یہ رہتے سہتے ہیں۔ اگر یہ عقل مند ہوتے تو ان کے لئے بہت سی عبرتیں تھیں اور اس بیان کے بعد کی آیت میں ہے کہ اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ کیا یہ سن نہیں رہے؟ ایک آیت میں فرمایا تم اس سے پہلے پورے یقین سے کہتے تھے کہ تمہیں زوال آئے گا ہی نہیں حالانکہ تم جن کے گھروں میں تھے وہ خود بھی اپنے مظالم کے سبب تباہ کر دیئے گئے تھے۔ خالی گھر رہ گئے۔ ایک اور آیت میں ہے ﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ﴾ [۲] الخ' ان سے پہلے ہم نے بہت سی بستیاں تباہ کر دیں نہ ان میں سے اب کوئی نظر آئے نہ کسی کی آواز سنائی دے۔ اور آیت میں ہے کہ وہ لوگ تو ان سے زیادہ مست تھے' مال دار تھے عیش وعشرت میں تھے' راحت وآرام میں تھے' اوپر سے ابر برستا تھا نیچے سے چشمے بہتے تھے لیکن گناہوں میں ڈوبے رہے کہ آخر تہس نہس ہو گئے اور دوسرے لوگ ان کے قائم مقام آئے۔ عادیوں کی ہلاکت کا بیان فرما کر ارشاد ہوا کہ ایسے عذاب اچانک آ گئے کہ ان کے وجود کی دھجیاں اڑ گئیں' کھنڈر کھڑے رہ گئے اور کسی چیز کا نام ونشان نہ بچا' مجرموں کا یہی حال ہوتا ہے۔ حالانکہ دنیوی وجاہت بھی ان کے پاس تھی آنکھ' کان' دل سب تھا لیکن اللہ جل شانہ کی باتوں کا تمسخر کرنے پر اور ان کے انکار پر جب عذاب آیا تو حیران وششدر رہ گئے۔ نہ عقل آئی نہ اسباب بچے۔ اپنے آس پاس کی ویران بستیاں دیکھ کر عبرت حاصل کرو۔ اگلوں نے جھٹلایا تو دیکھ لو کہ کس طرح برباد ہوئے؟ [۳] تم تو ابھی تک ان کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے۔ تم سے پہلے کے منکروں پر میرے عذاب آئے انہیں غور سے سنو۔ [۴] ظالموں کی بستیاں میں نے الٹ دیں اور ان کے محلات کھنڈر بنا دیئے۔ زمین میں چل پھر کر' آنکھیں کھول کر' کان لگا کر ذرا عبرت حاصل کرو۔ جس کی آنکھیں نہ ہوں وہی اندھا نہیں بلکہ سچ مچ اندھا وہ ہے

---

[۱] [سورة طه: آیت ۱۲۸]
[۲] [سورة مريم: آیت ۹۸]
[۳] [سورة الاحقاف: ۲۵، ۲۷]
[۴] [سورة سبا: آیت ٤٥]

جس کی دلی آنکھیں بے کار ہوں۔ ① اگلے نبیوں کے ساتھ بھی مذاق اڑائے گئے لیکن نتیجہ یہی ہوا کہ ایسے مذاق کرنے والوں کا نشان مٹ گیا۔ ایسے گھیرے گئے کہ ایک بھی نہ بچا۔ اللہ تعالیٰ کی باتیں سچی ہیں' اس کے وعدے اٹل ہیں وہ ضرور اپنے دوستوں کی مدد کرتا ہے اور اپنے دشمنوں کو نیچا دکھاتا ہے۔

تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ۚ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٠١﴾ وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ﴿١٠٢﴾

یہ ہیں وہ بستیاں جن کے کچھ حالات ہم تجھے سنا رہے ہیں' ان کے پاس ان کے پیغمبر نشانات لے کر پہنچ چکے' لیکن جسے وہ اس سے پہلے جھٹلا چکے تھے اسے مان نہ سکے' منکروں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ اسی طرح مہر کر دیا کرتا ہے ○ ہم نے ان کے اکثر لوگوں میں عہد کا پاس پایا ہی نہیں۔ بلکہ ان میں سے اکثر لوگوں کو ہم نے بے حکم اور بدکار ہی پایا ○

نافرمانوں کے مقدر میں سزا لازم: پہلے قوم نوح' ہود' صالح' لوط اور قوم شعیب کا بیان گذر چکا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ ان سب کے پاس ہمارے رسول حق لے کر پہنچے' معجزے دکھائے' سمجھایا بجھایا' دلیلیں دیں لیکن وہ نہ مانے اور اپنی بد عادتوں سے باز نہ آئے۔ جس کی پاداش میں ہلاک ہو گئے۔ صرف ماننے والے بچ گئے۔ اللہ کا طریقہ اسی طرح جاری ہے کہ جب تک رسول نہ آ جائیں' خبردار نہ کر دیئے جائیں عذاب نہیں کئے جاتے۔ ② ہم ظالم نہیں لیکن جب لوگ خود ظلم پر کمر کس لیں تو پھر ہمارے عذاب انہیں آ پکڑتے ہیں۔ ان سب نے جن چیزوں کا انکار کر دیا تھا ان پر باوجود دلیلیں دیکھ لینے کے بھی ایمان نہ لائے۔ ﴿بِمَا كَذَّبُوْا﴾ میں ((ب)) سببیہ ہے جیسے ساتویں پارے کے آخر میں فرمایا ہے کہ تم کیا جانو؟ یہ لوگ تو معجزے آنے پر بھی ایمان نہ لائیں گے۔ ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو الٹ دیں گے جیسے کہ یہ اس قرآن پر پہلی بار ایمان نہ لائے تھے اور ہم انہیں ان کی سرکشی کی حالت میں بھٹکتے ہوئے چھوڑ دیں گے۔ ③ یہاں بھی فرمان ہے کہ کفار کے دلوں پر اسی طرح ہم مہر لگا دیا کرتے ہیں۔

ان میں سے اکثر بدعہد ہیں بلکہ عموماً فاسق ہیں۔ یہ عہد وہ ہے جو روز ازل میں لیا گیا تھا اور اسی پر پیدا کئے گئے اسی فطرت اور جبلت میں رکھا گیا اسی کی تاکید انبیاء علیہم السلام کرتے رہے۔ لیکن انہوں نے اس عہد کو پس پشت ڈال دیا یا مطلق پرواہ نہ کی اور اس عہد کے خلاف غیر اللہ کی پرستش شروع کر دی۔ اللہ کو مالک خالق اور لائق عبادت مان کر آئے تھے لیکن یہاں اس کے سراسر خلاف کرنے لگے اور بے دلیل' خلاف عقل و نقل' خلاف فطرت اور خلاف شرع' اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت میں لگ گئے۔ صحیح مسلم شریف میں حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اپنے بندوں کو موحد اور یکطرفہ پیدا کیا لیکن شیطان نے آ کر انہیں بہکا دیا اور میری حلال کردہ چیزیں ان پر

---

① [سورۃ الحج: آیت ۴۵-۴۶] ② [سورۃ الاسراء: آیت ۱۵]

③ [سورۃ الانعام: آیت ۱۰۹، ۱۱۰]

حرام کردیں۔ ① بخاری ومسلم میں ہے ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اسے اس کے ماں باپ یہودی نصرانی مجوسی بنالیتے ہیں الخ۔ ② خود قرآن کریم میں ہے ہم نے تجھ سے پہلے جتنے رسول بھیجے تھے سب کی طرف یہی وحی کی تھی کہ میرے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ اے دنیا کے لوگو تم سب صرف میری ہی عبادت کرتے رہو۔ ③ اور آیت میں ہے تو اپنے سے پہلے کے رسولوں سے دریافت کرلو کہ کیا ہم نے اپنے سوا اور معبود ان کے لئے مقرر کئے تھے؟ ④ اور فرمان ہے ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ ⑤ ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ لوگو صرف اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے سوا ہر ایک کی عبادت سے الگ رہو۔ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔ اس جملے کے معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ چونکہ پہلے ہی سے اللہ کے علم میں یہ بات مقرر ہو گئی تھی کہ انہیں ایمان نصیب نہیں ہوگا۔ یہی ہو کر رہا کہ باوجود دلائل سامنے آجانے کے ایمان نہ لائے۔ میثاق والے دن گو یہ ایمان قبول کر بیٹھے لیکن ان کے دلوں کی حالت اللہ جل شانہ کو معلوم تھی کہ ان کا ایمان جبراً اور ناخوشی سے ہے۔ جیسے فرمان ہے کہ یہ اگر دوبارہ دنیا کی طرف لوٹائے جائیں تو پھر بھی وہی کام نئے سرے سے کرنے لگیں گے جن سے انہیں روکا گیا ہے۔ ⑥

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُّوسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿١٠٣﴾

ان کے بعد پھر ہم نے موسیٰ کو اپنی آیتیں دے کر فرعون اور فرعونیوں کے پاس بھیجا لیکن انہوں نے بھی ہماری نشانیوں کا انکار کردیا' اب تو آپ دیکھ کہ ان مفسدوں کا انجام کیسا ہوا؟○

موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا تذکرہ: جن رسولوں کا ذکر گذر چکا ہے یعنی نوح' ہود' صالح' لوط' شعیب صلوات اللہ علیہم اجمعین کے بعد ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی دلیلیں عطا فرما کر بادشاہ مصر فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا۔ لیکن انہوں نے بھی جھٹلایا اور ظلم وزیادتی کی اور صاف انکار کر دیا حالانکہ ان کے دلوں میں یقین گھر کر چکا تھا۔ اب تو آپ دیکھ لیں کہ اللہ کی راہ سے رکنے والوں اور اس کے رسولوں کا انکار کرنے والوں کا کیا انجام ہوا؟ وہ مع اپنی قوم ڈبو دیئے گئے' اور پھر لطف یہ ہے کہ مومنوں کے سامنے بے بسی کی پکڑ میں پکڑ لیا گیا تا کہ ان کے دل ٹھنڈے ہوں اور عبرت ہو۔

---

① [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الجنة: باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا (۲۸۶۵) مسند طیالسی (۱۰۷۹) عبد الرزاق (۲۰۰۸۸) مسند احمد (۲۶۶/٤) صحیح ابن حبان (٦٥٣)]

② [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب لا تبدیل لخلق الله (٤٧٧٥) صحیح مسلم: کتاب القدر: باب معنی کل مولود یولد علی الفطرة (۲٦٥٨) ترمذی: کتاب القدر: باب ماجآء کل مولود یولد علی الفطرة (۲۱۳۸) مسند احمد (۲/۲٥۳ـ۳۹۳)]

③ [سورة الانبیاء: آیت ۲٥] ④ [سورة الزخرف: آیت ٤٥]

⑤ [سورة النحل: آیت ۳٦] ⑥ [سورة انعام: آیت ۲۸]

وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّىْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۭ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِىَ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۰۵﴾ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۰۶﴾

موسیٰ نے کہا کہ اے فرعون میں تمام جہانوں کے پالنے والے کا پیغمبر ہوں ○ میری شان اسی قابل ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سچ ہی کہوں' میں تو تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لئے معجزہ بھی لایا ہوں تو تو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ کردے ○ اس نے کہا کہ اگر تو واقعی کوئی معجزہ لایا ہے تو اسے پیش کر اگر تو سچوں میں سے ہے ○

موسیٰ علیہ السلام فرعون کے دربار میں: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اور فرعون کے درمیان جو گفتگو ہوئی اس کا ذکر ہو رہا ہے۔ کہ اللہ کے کلیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے فرعون میں رب العالمین کا رسول ہوں۔ جو تمام عالم کا خالق و مالک ہے۔

مجھے یہی لائق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بارہ میں وہی باتیں کہوں جو سراسر حق ہوں ((ب)) اور ((علی)) یہ متعاقب ہوا کرتے ہیں جیسے ((رَمَيْتُ بِالْقَوْسِ)) اور ((رَمَيْتُ عَلَى الْقَوْسِ)) وغیرہ۔ اور بعض مفسرین کہتے ہیں حَقِيْقٌ کے معنی حَرِيْصٌ کے ہیں۔ یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ مجھ پر واجب اور حق ہے کہ اللہ ذوالمنن کا نام لے کر وہی خبر دوں جو حق و صداقت والی ہو کیونکہ میں اللہ عزوجل کی عظمت سے واقف ہوں۔ میں اپنی صداقت پر الٰہی دلیل بھی ساتھ ہی لایا ہوں۔ تو قوم بنی اسرائیل کو اپنے مظالم سے آزاد کر دے۔ انہیں اپنی زبردستی کی غلامی سے نکال دے' انہیں ان کے رب کی عبادت کرنے دے۔ یہ ایک زبردست بزرگ پیغمبر کی نسل سے ہیں یعنی حضرت یعقوب بن اسحاق بن حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہم السلام کی اولاد ہیں۔

فرعون نے کہا میں تجھے سچا نہیں سمجھتا نہ تیری طلب پوری کروں گا اور اگر تو اپنے دعوے میں واقعی سچا ہے تو کوئی معجزہ پیش کر۔

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِىَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ ع

اس پر آپ نے اپنی لاٹھی ڈال دی جو اسی وقت کھلم کھلا اژدہا بن گئی ○ اور اپنا ہاتھ کھینچ نکالا تو وہ ہر دیکھنے والے کی نگاہ میں اسی وقت چمکیلا بن گیا ○

موسیٰ علیہ السلام کا عصا اژدہا بن گیا: آپ نے فرعون کی اس طلب پر اپنے ہاتھ کی لکڑی زمین پر ڈال دی جو بہت بڑا سانپ بن گئی اور منہ پھاڑے فرعون کی طرف لپکی۔ وہ مارے خوف کے تخت پر سے کود گیا اور فریاد کرنے لگا کہ موسیٰ اللہ کے لیے اسے روک۔ اس نے اس قدر منہ کھولا تھا کہ نیچے کا جبڑا تو زمین پر تھا اور اوپر کا جبڑا محل کی بلندی پر۔ خوف کے مارے فرعون کی ہوا نکل گئی اور چیخنے لگا کہ موسیٰ اسے روک لے' میں ایمان لاتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ کر دوں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسی وقت اس پر اپنا ہاتھ رکھا اور وہ اس وقت لکڑی جیسی لکڑی بن گیا۔ حضرت وہب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہی فرعون کہنے لگا میں تجھے پہچانتا ہوں۔

آپ نے فرمایا یقیناً۔ اس نے کہا تو نے بچپن ہمارے گھر کے ٹکڑوں پر ہی تو گذارا ہے۔ اس کا جواب حضرت موسیٰ علیہ السلام دے ہی رہے تھے کہ اس نے کہا اسے گرفتار کرلو۔ آپ نے جھٹ سے اپنی لکڑی زمین پر ڈال دی جس نے سانپ بن کر ان پر حملہ کردیا اس بدحواسی میں ایک دوسرے کو کچلتے اور قتل کرتے ہوئے وہ سب کے سب بھاگے چنانچہ پچیس ہزار آدمی اسی ہنگامے میں ایک دوسرے کے ہاتھوں مارے گئے اور فرعون سیدھا اپنے گھر میں گھس گیا لیکن اس واقعہ کے بیان کی سند میں غرابت ہے۔ واللہ اعلم۔

اسی طرح دوسرا معجزہ آپ نے یہ ظاہر کیا کہ اپنا ہاتھ اپنی چادر میں ڈال کر نکالا تو بغیر اس کے کہ کوئی روگ یا برص یا داغ ہو وہ سفید چمکتا ہوا بن کر نکل آیا جسے ہر ایک نے دیکھا پھر ہاتھ اندر کیا تو یہ ویسا ہی ہوگیا۔

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۹﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۱۱۰﴾

فرعون کی قوم کے سرداروں نے کہا یہ تو کوئی بہت بڑا دانا جادوگر ہے ○ یہ تمہیں تمہارے ملک سے نکال دینا چاہتا ہے اب تم کیا مشورہ دیتے ہو؟ ○

فرعون کا درباریوں سے سوال: جب ڈر خوف جاتا رہا فرعون پھر سے اپنے تخت پر آ بیٹھا اور درباریوں کے اوسان درست ہوگئے تو فرعون نے کہا بھئی مجھے تو یہ جادوگر لگتا ہے اور ہے بھی بڑا استاد۔ ان لوگوں نے اس کی تائید کی اور کہا حضور درست فرما رہے ہیں۔ اب مشورے کرنے لگے کہ اگر یہ معاملہ یونہی رہا تو لوگ اس کی طرف مائل ہوجائیں گے اور جب یہ قوت پکڑے گا تو ہم سے بادشاہت چھین لے گا ہمیں جلاوطن کردے گا بتاؤ کیا کرنا چاہتے ہو؟ اللہ کی شان ہے جس سے خوف کھایا وہی سامنے آیا۔

قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۱۱۲﴾

کہنے لگے اسے اور اس کے بھائی کو تو چھوڑ اور تمام شہروں میں جمع کرنے والے بھیج دے ○ کہ وہ تمام دانا جادوگروں کو تیرے پاس لے آئیں ○

درباریوں کا جواب: درباریوں نے مشورہ دیا کہ ان دونوں بھائیوں کا معاملہ اس وقت رفع دفع کرو، اسے ملتوی رکھو اور اپنے ملک کے ہر حصے میں ہرکارے بھیج دو جو جادوگروں کو جمع کرکے آپ کے دربار میں لائیں۔

تو جب تمام استادانِ فن جادوگر آجائیں ان سے مقابلہ کرایا جائے تو یہ ہار جائے گا اور منہ دکھانے کے قابل نہ رہے گا۔ یہ اگر جادو جانتا ہے تو ہماری رعایا میں جادوگروں کی کیا کمی ہے؟ بڑے بڑے ماہر جادوگر ہم میں موجود ہیں جو اپنے فن میں بے نظیر ہیں اور بہت چست و چالاک ہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا کہ ہم سمجھ گئے کہ تو جادو کے زور سے ہمیں ہمارے ملک سے نکال دینے کے ارادے سے آیا ہے تو اگر تجھ میں کوئی سکت ہے تو آ ہاتھ ملا ہم تجھ سے مقابلہ کا دن اور جگہ مقرر کرتے ہیں اور جب جگہ مقرر ہوجائے پھر جو بھاگے وہی ہارا۔ آپ نے فرمایا

اچھا یہ ہوس بھی نکال لو۔ جاؤ تمہارا عید کا دن مجھے منظور ہے اور دن چڑھے اجالے کا وقت اور شرط یہ کہ یہ مقابلہ مجمع عام میں ہو۔ چنانچہ فرعون اس تیاری میں مصروف ہو گیا۔

وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

جادوگر فرعون کے پاس آ کر کہنے لگے کہ اگر ہم غالب آ جائیں تو ہمیں کچھ انعام بھی ملے گا؟○ فرعون نے کہا ہاں بلکہ تم تو میرے خاص درباری بن جاؤ گے○

جادوگروں نے پہلے ہی فرعون سے قول وقرار لے لیا تاکہ محنت خالی نہ جائے اور اگر ہم جیت جائیں تو خالی ہاتھ نہ رہ جائیں۔ فرعون نے وعدہ کیا کہ منہ مانگا انعام اور ہمیشہ کے لئے خاص درباریوں میں داخلہ دوں گا۔ جادوگر یہ قول وقرار لے کر میدان میں اتر آئے۔

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۱۶﴾

کہنے لگے اے موسیٰ یا تو تم ہی ڈالو یا ہم خود ہی ڈالنے والے بن جائیں○ آپ نے کہا نہیں تم ہی ڈالو تو وہ جب ڈال چکے لوگوں کی آنکھوں پر انہوں نے جادو کر دیا اور سب کو ہیبت زدہ کر دیا اور بہت بڑا جادو لائے○

موسیٰ علیہ السلام اور جادوگر: جادوگروں کو اپنی قوت پر بڑا گھمنڈ تھا وہ سب فی الحقیقت اپنے اس فن کے لاجواب استاد تھے اس لئے انہوں نے آتے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چیلنج دیا کہ لو ہوشیار ہو جاؤ۔ تمہیں اختیار ہے کہ میدان میں اپنے کرتب پہلے دکھاؤ اور اگر کہو تو پہل ہم کر دیں۔ آپ نے فرمایا بہتر ہے کہ تمہارے حوصلے نکل جائیں اور لوگ تمہارا کمال فن دیکھ لیں اور پھر اللہ کی قدرت کو بھی دیکھ لیں اور حق و باطل میں دیکھ بھال کر فیصلہ کر سکیں۔ وہ تو یہ چاہتے ہی تھے انہوں نے جھٹ سے اپنی رسیاں اور لکڑیاں نکال نکال کر میدان میں ڈالنی شروع کر دیں ادھر وہ میدان میں پڑتے ہی چلتی پھرتی اور بنی بنائی سانپ معلوم ہونے لگیں۔ یہ صرف نظر بندی تھی۔ فی الواقع خارج میں ان کا وجود بدل نہیں گیا تھا بلکہ اس طرح لوگوں کو دکھائی دیتی تھیں کہ گویا زندہ ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے دل میں خطرہ محسوس کرنے لگے۔ اللہ کی طرف سے وحی آئی کہ خوف نہ کر تو ہی غالب رہے گا۔ اپنے دائیں ہاتھ کی لکڑی ڈال تو سہی ان کا کیا دھرا یہ تو سب کو ہڑپ کر جائے گی۔ یہ تو سب جادوگری کا کرشمہ ہے بھلا جادو والے بھی کبھی کامیاب ہوئے ہیں؟ بڑی موٹی موٹی رسیاں اور لمبی لمبی لکڑیاں انہوں نے ڈالی تھیں جو سب چلتی پھرتی دوڑتی بھاگتی معلوم ہو رہی تھیں۔ [1] یہ جادوگر پندرہ ہزار یا تیس ہزار سے اوپر اوپر تھے یا ستر ہزار کی تعداد میں تھے۔ ہر ایک اپنے ساتھ رسیاں اور لکڑیاں لایا تھا صف بستہ کھڑے تھے اور لوگ چاروں طرف موجود تھے ہر ایک ہمہ تن

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۱/٦)]

شوق بنا ہوا تھا فرعون اپنے لاؤ لشکر اور درباریوں سمیت بڑے رعب سے اپنے تخت پر بیٹھا ہوا تھا ادھر وقت ہوا ادھر سب کی نگاہوں نے دیکھا کہ ایک درویش صفت اللہ کا نبی علیہ السلام اپنے ساتھ اپنے بھائی کو لئے ہوئے لکڑی ٹکاتے ہوئے آ رہا ہے۔ یہ تھے جن کے مقابلے کی یہ دھوم دھام تھی۔ آپ کے آتے ہی جادوگروں نے صرف یہ دریافت کر کے کہ ابتداء کس کی طرف سے ہونی چاہئے خود ابتدا کر دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پھر فرعون کی پھر تماشائیوں کی آنکھوں پر جادو کر کے سب کو ہیبت زدہ کر دیا۔ اب جو انہوں نے اپنی اپنی رسیاں اور لاٹھیاں پھینکیں تو ہزار ہا کی تعداد میں پہاڑوں کے برابر سانپ نظر آنے لگے جو اوپر تلے ایک دوسرے سے لپٹ رہے ہیں ادھر ادھر دوڑ رہے ہیں میدان بھر گیا ہے انہوں نے اپنے فن کا پورا مظاہرہ کر دکھایا۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِىَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿١١٧﴾ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١١٨﴾ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴿١١٩﴾ وَاُلْقِىَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿١٢٠﴾ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٢١﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿١٢٢﴾

ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی ڈال دے، وہ اسی وقت ان کے رچائے ہوئے تمام ڈھونگ کو نگلنے لگی ○ تو حق ثابت ہو گیا اور وہ جو کچھ کر رہے تھے محض باطل ہو گیا ○ قوم فرعون وہاں ہار گئی اور بڑی ذلیل و خوار ہوئی ○ اور سارے ہی جادوگر سجدے میں گر پڑے ○ اور صاف کہہ دیا کہ ہم رب العالمین پر ایمان لائے ○ یعنی موسیٰ اور ہارون کے رب پر ○

جادوگر سجدے میں: اسی میدان میں جادوگروں کے اس حملے کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کو بذریعہ وحی حکم فرمایا کہ اپنے دائیں ہاتھ سے لکڑی کو صرف زمین پر گرا دو اسی وقت ان کے سارے ہی لغویات ہضم کر جائے گی۔ چنانچہ یہی ہوا آپ کی لکڑی نے اژدھا بن کر سارے میدان کو صاف کر دیا جو کچھ وہاں تھا سب کو ہڑپ کر گیا۔ ایک بھی چیز اب میدان میں نہ نظر آتی تھی۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جہاں اس پر ہاتھ رکھا ویسی کی ویسی لکڑی بن گئی۔ یہ دیکھتے ہی جادوگر سمجھ گئے کہ یہ جادو نہیں۔ یہ تو سچ مچ اللہ کی طرف سے معجزہ ہے۔

حق ثابت ہو گیا باطل دب گیا۔ تمیز ہو گئی معاملہ صاف ہو گیا۔ فرعونی بری طرح ہارے اور بری طرح پسپا ہوئے۔ ادھر جادوگر اپنا ایمان چھپا نہ سکے جان کے خوف کے باوجود اسی میدان میں سجدہ ریز ہو گئے اور کہنے لگے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جادو نہیں۔ یہ تو اللہ کی طرف سے معجزہ ہے جو خود اللہ نے اسے عطا فرما رکھا ہے۔ ہم تو اس اللہ پر ایمان لائے۔ حقیقتاً رب العالمین وہی ہے۔ [1]

پھر کسی کو کچھ اور شبہ نہ ہو یا کوئی کسی طرح تاویل نہ کر سکے اور صفائی کر دی کہ ان دونوں بھائیوں اور اللہ کے سچے نبیوں یعنی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے پروردگار کو ہم نے تو مان لیا۔ حضرت قاسم کا بیان ہے کہ جب یہ سجدے میں گرے تو اٹھنے سے پہلے ہی پروردگار عالم نے دوزخ دکھائی جس سے انہیں بچایا گیا اور جنت دکھائی جو انہیں دی گئی۔

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (٢٤/٦)]

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ۚ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ۭ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ ع

فرعون کہنے لگا کہ کیا تم میری اجازت سے پہلے ہی اس پر ایمان لا چکے؟ یقیناً یہ تمہاری ایک مکاری ہے جسے اس شہر میں ظاہر کر کے تم یہاں سے یہاں والوں کو نکال دینا چاہتے ہو' خیر تمہیں ابھی معلوم ہو جائے گا○ میں تم سب کے ہاتھ پاؤں الٹی سیدھی طرف سے کٹوا کر پھر تمہیں سولی پر لٹکوا دوں گا○ انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو اپنے رب کی طرف ضرور لوٹنے والے ہیں○ تو ہم سے محض اسی بات کا انتقام لے رہا ہے کہ ہمارے رب کی نشانیاں جب ہمارے پاس آئیں تو ہم نے تسلیم کر لیں اے ہمارے پروردگار ہم پر صبر برسا دے اور ہمیں مسلمانی کی حالت میں اٹھا○

فرعون غصے میں: جادوگروں کے اس طرح عام مجمع میں ہار جانے پھر اس طرح سب کے سامنے بے دھڑک اسلام قبول کر لینے سے فرعون آگ بگولا ہو گیا اور اس اثر کو روکنے کے لئے سب سے پہلے تو ان مسلمانوں سے کہنے لگا تمہارا بھید مجھ پر کھل گیا ہے تم سب مع موسیٰ کے ایک ہی ہو یہ تمہارا استاد ہے تم اس کے شاگرد ہو۔ [1] تم نے آپس میں پہلے یہ طے کیا کہ تو پہلے چلا جا پھر ہم آ جائیں گے اس طرح میدان قائم ہو ہم مصنوعی لڑائی لڑ کر ہار جائیں گے اور اس طرح اس ملک کے اصلی باشندوں کو یہاں سے نکال باہر کریں گے۔ فرعون کے اس جھوٹ پر اللہ کی مار ہے۔ کوئی بے وقوف بھی اس کے اس بیان کو صحیح نہیں سمجھ سکتا۔ سب کو معلوم تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنا بچپن فرعون کے محل میں گذارتے ہیں' اس کے بعد مدین میں عمر کا ایک حصہ بسر کرتے ہیں۔ مدین سے سیدھے مصر کو پہنچ کر اپنی نبوت کا اعلان کرتے ہیں اور معجزے دکھاتے ہیں جن سے عاجز آ کر فرعون اپنے جادوگروں کو جمع کرتا ہے وہ براہ راست اس کی سپاہ کے ساتھ اس کے دربار میں پیش ہوتے ہیں۔ انعام واکرام کے لالچ سے ان کے دل بڑھائے جاتے ہیں۔ وہ اپنی فتح مندی کا یقین دلاتے ہیں فرعون انہیں اپنی رضا مندی کا یقین دلاتا ہے خوب تیاریاں کر کے میدان جماتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام ان میں سے ایک سے بھی واقف نہیں کبھی نہ کسی کو دیکھا ہے نہ سنا ہے نہ ملے ہیں نہ جانتے ہیں۔ لیکن وزیرے چنیں شہر یارے چناں وہاں تو ان لوگوں کا مجمع تھا کہ فرعون نے جب کہا کہ میں رب اعلیٰ ہوں تو سب نے گردنیں جھکا کر کہا بیشک حضور آپ خدا ہیں تو ایسے جہالت کے پلندوں سے کوئی بات منوا لینی کیا مشکل تھی؟ اس کے رعب میں آ کر ایمان لانے کا ارادہ بدلا اور وہ سمجھ بیٹھے کہ واقعی فرعون ٹھیک کہہ رہا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں کے امیر سے فرمایا کہ اگر میں غالب آ جاؤں تو کیا

[1] [سورہ طہ: آیت ۷۱]

تو مجھ پر ایمان لائے گا ؟اس نے کہا آج میدان میں ہماری جانب سے جو جادو پیش کیا جائے گا اس کا جواب ساری مخلوق کے پاس نہیں تو اگر اس پر غالب آ گیا تو مجھے بیشک یقین ہو جائے گا کہ وہ جادو نہیں معجزہ ہے۔ یہ گفتگو فرعون کے کانوں تک پہنچی اسے یہ دوہرا رہا ہے کہ تم نے ملی بھگت کر لی۔ [1] اس طرح لوگوں کے دل حقانیت سے ہٹا کر انہیں بدظن کرنے کے لئے دوسری چال چلتا ہے اور کہتا ہے کہ تم اپنے اتفاق اور پوشیدہ چال سے چاہتے یہ ہو کہ ہماری دولت وشوکت چھین لو' ہمیں یہاں سے نکال باہر کرو۔ اس طرح اپنی قوم کے دل ان کی طرف سے پھیر کر پھر انہیں خوفزدہ کرنے کے لئے چوتھی چال چلتا ہے کہ ان نومسلموں سے کہتا ہے کہ دیکھو تو تمہیں ابھی معلوم ہو جائے گا کہ سو میں کتنے بیس ہوتے ہیں۔

مجھے بھی قسم ہے جو تمہارے ہاتھ پاؤں نہ کٹوائے اور وہ بھی الٹی طرح یعنی پہلے اگر سیدھا ہاتھ کاٹا جائے تو پھر بایاں پاؤں اور اگر پہلے سیدھا پاؤں کاٹا جائے تو پھر الٹا ہاتھ۔ اسی طرح بے دست و پا کر کے کھجوروں کی شاخوں پر لٹکا دوں گا۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ اس ظالم بادشاہ سے پہلے ان دونوں سزاؤں کا رواج نہ تھا۔ یہ دھمکی دے کر وہ سمجھتا تھا کہ اب یہ نرم پڑ جائیں گے لیکن وہ تو ایمان میں اور پختہ ہو گئے۔ بالاتفاق جواب دیتے ہیں کہ اچھا ڈرایا؟ یہاں سے تو واپس اللہ کے پاس جانا ہی ہے اسی کے قبضہ وقدرت میں سب کچھ ہے آج اگر تیری سزاؤں سے بچ گئے تو کیا اللہ کے ہاں کی سزائیں بھی معاف ہو جائیں گی؟ ہمارے نزدیک تو دنیا کی سزائیں بھگت لینا بہ نسبت آخرت کے عذاب کے بھگتنے کے بہت ہی آسان ہیں۔ تو ہم سے اللہ کے نبی کا مقابلہ کرا چکا ہے لیکن اب ہم پر حق واضح ہو گیا ہم اس پر ایمان لے آئے تو تو چڑ رہا ہے۔ کہنے کو تو یہ سب کچھ کہہ گئے لیکن خیال آیا کہ کہیں ہمارا قدم پھسل نہ جائے اس لئے دعا میں دل کھول دیا کہ اے اللہ ہمیں صبر عطا فرما' ثابت قدمی دے' ہمیں اسلام پر ہی موت دے' تیرے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کرتے ہوئے ہی دنیا سے رخصت ہوں۔ ایسا نہ ہو اس ظالم کے رعب یا اس کی دھمکی میں آ جائیں یا سزاؤں سے ڈر جائیں یا ان کی برداشت کی تاب نہ لائیں۔ ان دعاؤں کے بعد دل بڑھ جاتے ہیں' ہمتیں دوگنی ہو جاتی ہیں فرعون کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہتے ہیں تجھے جو کرنا ہے اس میں کمی نہ کر' کسر اٹھا نہ رکھ' جو جی میں ہے کر گذر تو دنیا ہی میں سزائیں دے سکتا ہے۔ ہم صبر کر لیں گے کیا عجب کہ ہمارے ایمان کی وجہ سے اللہ ہماری خطائیں معاف فرمائے خصوصاً ابھی کی یہ خطا کہ ہم نے جھوٹ سے سچ کا مقابلہ کیا۔ بیشک اللہ بہتر ہے اور زیادہ باقی۔ گناہگاروں کے لئے اس کے ہاں جہنم کی سزا ہے جہاں نہ موت آئے نہ کارآمد زندگی ہو۔ اور مومنوں کے لئے اس کے پاس جنتیں ہیں جہاں بڑے بلند درجے ہیں [2] سبحان اللہ یہ لوگ دن کے ابتدائی حصے میں کافر اور جادوگر تھے۔ اور اسی دن کے آخری حصہ میں مومن بلکہ نیک شہید تھے۔ [3]

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۴/۶)]

[2] [سورہ طٰہٰ: آیت ۷۲_۷۵]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (۳۵/۶)]

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ ع

فرعون کے قومی سرداروں نے کہا کہ اے بادشاہ آپ موسیٰ کو اور اس کی قوم کو یوں ہی زمین میں فساد مچانے دیا کریں گے؟ کہ وہ آپ کو اور آپ کے معبودوں کو بھی چھوڑ بیٹھیں؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں ہم تو ان کے لڑکوں کو قتل کرادیا کریں گے اور ان کی لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیں گے' اور ہم ان پر ہر طرح غالب ہیں ○ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ سے مدد مانگو اور صبر سے کام لو زمین کا حقیقی مالک اللہ ہی ہے اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس کا وارث بنا دیتا ہے' انجام کار کی بہتری پرہیز گاروں ہی کا حصہ ہے ○ وہ کہنے لگے کہ آپ کے آنے سے پہلے بھی ہمیں تو تکلیفیں پہنچائی جاتی رہیں اور آپ ہمارے پاس آ چکے اس کے بعد بھی' فرمایا بہت قریب ہے کہ تمہارا پروردگار تمہارے دشمنوں کو بالکل ہی تاخت و تاراج کر دے اور خود تمہیں ہی زمین کا خلیفہ بنا دے۔ پھر دیکھ لے کہ تم کیسے کچھ اعمال کرتے ہو؟ ○

بغاوت کا الزام: فرعون اور فرعونیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور مسلمانوں کے خلاف جو منصوبے سوچے گانٹھے ان کا بیان ہو رہا ہے کہ ایک دوسرے کو ان مسلمانوں کے خلاف ابھارتے رہے کہنے لگے یہ تو آپ کی رعایا کو بہکاتے ہیں بغاوت پھیلا دیں گے ملک میں بدامنی پیدا کریں گے ان کا ضرور اور جلد کوئی انتظام کرنا چاہئے۔ اللہ کی شان دیکھئے یہ کیسے مصلح بنے ہوئے ہیں کہ اللہ کے رسول اور مومنوں کے فساد سے دنیا کو بچانا چاہتے ہیں حالانکہ مفسد اور بدنفس خود ہیں۔ ﴿وَيَذَرَكَ﴾ میں بعض تو کہتے ہیں واؤ حالیہ ہے یعنی درآنحالیکہ موسیٰ علیہ السلام اور قوم موسیٰ نے تیری پرستش چھوڑ رکھی ہے پھر بھی تو انہیں زندہ رہنے دیتا ہے؟ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرات میں ہے ﴿وَقَدْ تَرَكُوْكَ اَنْ يَعْبُدُوْكَ وَاٰلِهَتَكَ﴾ [1] اور قول ہے کہ واؤ عاطفہ ہے یعنی تو نے انہیں چھوڑ رکھا ہے۔ جس فساد کو یہ برپا کر رہے ہیں اور تیرے معبودوں کے چھوڑنے پر اکسا رہے ہیں۔ بعض کی قرات ((اِلَاهَتَكَ)) ہے یعنی تیری عبادت سے۔ بعض کا بیان ہے کہ فرعون بھی کسی کی پوجا کرتا تھا۔ ایک قول ہے کہ اسے وہ پوشیدہ راز میں رکھتا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کا بت اس کی گردن میں ہی لٹکتا رہتا تھا جسے یہ سجدہ کرتا تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ کسی بہترین گائے پر فرعون کی نگاہ پڑ جاتی تو لوگوں سے کہہ دیتا کہ اس کی پرستش کرو۔ اسی لئے سامری نے بھی

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۶/۲۶)]

بنی اسرائیل کے لئے بچھڑا نکالا۔ الغرض اپنے سرداروں کی بات سن کر فرعون جواب دیتا ہے کہ اب ان کے لئے ہم احکام جاری کریں گے کہ ان کے ہاں جو اولاد ہو دیکھ لی جائے۔ اگر لڑکا ہو تو قتل کر دیا جائے لڑکی ہو تو زندہ چھوڑ دیا جائے۔ پہلے سرکش فرعون ان مساکین کے ساتھ یہی کر چکا تھا جبکہ اسے یہ منظور تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہی نہ ہوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا ارادہ غالب آیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام باوجود اس کے حکم کے زندہ وسالم بچے رہے اب دوبارہ اس نے یہی قانون جاری کیا تاکہ بنی اسرائیل کی جمعیت ٹوٹ جائے، یہ کمزور پڑ جائیں اور بالآخران کا نام مٹ جائے لیکن قدرت نے اس کا بھی خلاف کر دکھایا۔ اس کو اور اس کی قوم کو غارت کر دیا اور بنی اسرائیل کو اوج وترقی پر پہنچا دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس تکبر کے مقابلے میں تحمل اور اس کے ظلم کے مقابلے میں صبر سے کام لیا اپنی قوم کو سمجھایا اور بتایا کہ اللہ فرما چکا ہے کہ انجام کے لحاظ سے تم ہی اچھے رہو گے تم اللہ سے مدد چاہو اور صبر کرو۔ قوم والوں نے کہا اے اللہ کے نبی علیہ السلام آپ کی نبوت سے پہلے بھی ہم اسی طرح ستائے جاتے رہے، اسی ذلت واہانت میں مبتلا رہے اور اب پھر یہی نوبت آئی ہے۔ آپ نے مزید تسلی دی اور فرمایا کہ گھبراؤ نہیں۔ یقین مانو کہ تمہارا بدخواہ ہلاک ہوگا اور تم کو اللہ تعالیٰ اوج پر پہنچا دے گا۔ اس وقت وہ دیکھے گا کہ کون کتنا شکر بجالاتا ہے؟ تکلیف کا ہٹ جانا راحت کا مل جانا انسان کو نہال نہال کر دیتا ہے۔ یہ پورے شکریئے کا وقت ہوتا ہے۔

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿١٣٠﴾ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٣١﴾

ہم نے فرعونیوں کو قحط سالی اور پھلوں کی کمی میں گرفتار کیا کہ وہ نصیحت حاصل کر لیں ○ انہیں جب راحت ملتی کہتے ہم اسی کے قابل ہیں، اور جب کبھی کوئی تکلیف پہنچتی تو موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کی نحوست سے بتاتے" آگاہ رہو کہ ان کی بدشگونی تو اللہ کے پاس ہے لیکن یہ محض بے خبر ہیں ○

آل فرعون قحط سالی سے دوچار: اب آل فرعون پر بھی سختی کے مواقع آئے تاکہ ان کی آنکھیں کھلیں اور اللہ کے دین کی طرف جھکیں۔ کھیتیاں کم آئیں، قحط سالیاں پڑ گئیں۔ درختوں میں پھل کم لگے یہاں تک کہ ایک درخت میں ایک ہی کھجور لگی یہ صرف بطور آزمائش تھا کہ وہ اب بھی ٹھیک ہو جائیں۔ لیکن ان عقل کے اندھوں کو راستی سے دشمنی ہوگئی شادابی اور فراخی دیکھ کر تو اکڑ کر کہتے کہ یہ ہماری وجہ سے ہے اور خشک سالی اور تنگی دیکھ کر آواز لگاتے کہ یہ موسیٰ علیہ السلام اور مومنوں کی وجہ سے ہے۔ غلط خیال تھا۔ جب کہ مصیبتیں اور راحتیں اللہ کی جانب سے ہیں لیکن بے عملی کی باتیں بناتے رہے ان کی بدشگونی ان کے بداعمال تھے جو اللہ کی طرف سے ان پر مصیبتیں لاتے تھے۔

وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۫ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۳۴﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۱۳۵﴾

کہنے لگے کہ موسیٰ تو ہمیں جادو کرنے کے لئے جو بھی چاہے نشان لے کر آ ہم تو تیری ماننے والے نہیں ○ پھر ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور چچڑی جوئیں اور مینڈک اور خون جدا جدا نشانات لیکن یہ اکڑتے ہی رہے یہ تھے بڑے ہی نافرمان لوگ ○ کوئی سزا جب ان پر آ جاتی تو کہنے لگتے اے موسیٰ اپنے رب سے ہمارے لیے بمطابق اس اقرار کے جو تجھ سے ہے دعا کر اگر تو نے ہم سے یہ عذاب ہٹا دیا تو ہم ضرور تجھ پر ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کو ہم تیرے ساتھ بھیج دیں گے ○ پھر جب ہم ان سے اپنے عذاب ہٹا لیتے اس مدت تک جسے وہ پہنچنے والے ہی ہیں اسی وقت فوراً ہی وہ عہد شکنی کر ڈالتے ○

فرعونی عذاب کا شکار: ان کی سرکشی اور ضد دیکھئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے صاف کہتے ہیں کہ آپ خواہ کتنی ہی دلیلیں پیش کریں، کیسے ہی معجزے بتائیں، ہم ایمان لانے والے نہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ سب آپ کے جادو کے کرشمے ہیں۔ ان پر طوفان آیا، بکثرت بارشیں برسیں جس سے پھل اور اناج تباہ ہو گئے اور اسی سے وبا اور طاعون کی بیماری پھیل پڑی۔ اسی لئے بعض مفسرین نے کہا ہے طوفان سے مراد موت ہے۔ (۱) بعض کہتے ہیں کوئی زبردست آسمانی آفت آئی تھی جس نے انہیں گھیر لیا تھا۔ ٹڈیوں کی مصیبت ان پر آئی۔ یہ ایک حلال جانور ہے۔ عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا تو آپ نے فرمایا سات غزوے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کئے۔ ہر ایک میں ہم تو ٹڈیاں کھاتے رہے۔ (۲) شافعی احمد اور ابن ماجہ میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: دو مردے اور دو خون ہمارے لئے حلال ہیں مچھلی اور ٹڈی اور کلیجی اور تلی۔ (۳) ابوداؤد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹڈی کی نسبت سوال

---

(۱) [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۵۰۰۵) تفسیر ابن ابی حاتم (۸۸۵۵/۵)]

(۲) [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب الذبائح والصید: باب اکل الجراد (۵۴۹۵) صحیح مسلم: کتاب الصید: باب اباحۃ الجراد (۱۹۵۲) نسائی: کتاب الصید: باب الجراد (۴۳۶۷) ترمذی: کتاب الاطعمۃ: باب ماجاء فی الجراد (۱۸۲۲) مسند احمد (۳۵۷/۴)]

(۳) [**صحیح**: ابن ماجہ: کتاب الاطعمۃ: باب الکبد و الطحال (۳۳۱۴)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابن ماجہ، السلسلۃ الصحیحۃ (۱۱۱۸)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

حضور ﷺ نے جی نہ ہوا تو آپ نے فرمایا اللہ کے لشکر بہت سے ہیں جنہیں نہ میں کھاتا ہوں نہ حرام کہتا ہوں۔ [1] حضور ﷺ نے جی نہ چاہنے کی وجہ سے اسے چھوڑ دیا جیسے گوہ کو آپ نے نہیں کھایا۔ حالانکہ دوسروں کو اس کے کھانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے اسے ایک مستقل رسالہ میں تصنیف فرمایا ہے اس میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ ٹڈی نہیں کھاتے تھے اور نہ گردے کھاتے تھے اور نہ گوہ۔ لیکن انہیں آپ نے حرام نہیں کیا۔ ٹڈی اس وجہ سے کہ وہ عذاب ہے' گردے اس وجہ سے کہ یہ پیشاب کے قریب ہیں اور گوہ اس وجہ سے کہ آپ کو خوف تھا کہیں یہ مسخ شدہ امت نہ ہو۔ [2] پھر یہ روایت بھی غریب ہے صرف یہی ایک سند ہے۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ٹڈی کو بڑی رغبت سے کھایا کرتے' تلاش کر کے منگوایا کرتے۔ چنانچہ کسی نے آپ سے مسئلہ پوچھا کہ ٹڈی کھائی جائے؟ آپ نے فرمایا کاش کہ ایک دو لپیں مل جاتیں تو کیسے مزے سے کھاتے۔ [3] ابن ماجہ میں ہے کہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن تو طباقوں میں لگا کر ٹڈیاں ہدیے اور تحفے کے طور پر بھیجتی تھیں۔ [4] امام بغوی ایک روایت لائے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: حضرت مریم بنت عمران علیہا السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ایسا گوشت مجھے کھلا جس میں خون نہ ہو اللہ تعالیٰ نے انہیں ٹڈی کھلائی آپ نے ان کے لئے دعا کی کہ اے اللہ اسے بغیر دودھ پینے کے زندگی دے اور اس کی اولاد کو بغیر آواز نکالے اس کے پیچھے لگا دے۔ [5] ایک بہت ہی غریب حدیث میں ہے'

---

[1] [ضعیف : ابوداؤد : کتاب الاطعمة : باب فی اکل الجراد (۳۸۱۳) ابن ماجه : کتاب الصید : باب صید الحیتان والجراد (۳۲۱۹) بیهقی فی السنن الکبری (۲۵۷/۹) طبرانی کبیر (۶۱۲۹) تاریخ بغداد للخطیب (۷۲/۱٤) ابن عساکر فی تاریخ دمشق (۳۸۹/۷)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [السلسلة الضعیفة (۱۵۳۳)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی بھی فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔]

[2] [ضعیف : اس کی سند میں یحییٰ بن خالد راوی مجہول ہے۔ [میزان (۹٤۹۳)] شیخ البانیؒ بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف الجامع الصغیر (۳۳۹۲)] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔]

[3] [صحیح : مؤطا : کتاب صفة النبی : باب ما جاء فی الطعام والشراب (۳۰)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

[4] [ضعیف : ابن ماجه : کتاب الصید : باب صید الحیتان والجراد (۳۲۲۰) ابن عدی فی الکامل (۱۲۲۰/۳) بیهقی فی السنن الکبری (۲۵۸/۹) موضح اوهام الجمع والتفریق للخطیب (۱۲۹/۲)] حافظ بوصیریؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں ابو سعد بقال راوی ضعیف ہے، اسے امام نسائیؒ اور امام عجلیؒ نے ضعیف کہا ہے اور امام بخاریؒ اسے منکر الحدیث کہتے ہیں اور امام ابو حاتمؒ نے فرمایا ہے کہ اس کی حدیث قابل حجت نہیں۔ [الزوائد (٦٤/۳)] شیخ البانیؒ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابن ماجه]

[5] [ضعیف : بیهقی فی السنن الکبری (۲۵۸/۹) طبرانی کبیر (۷٦۳۱)] اس کی سند میں نمیر بن یزید راوی مجہول ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔]

ٹڈیوں کو مارو نہیں یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا لشکر ہے۔ (۱) مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ٹڈیاں ان کے دروازوں کی کیلیں کھا جاتی تھیں اور لکڑی چھوڑ دیتی تھیں۔ اوزاعی کہتے ہیں میں ایک دن جنگل میں تھا کیا دیکھتا ہوں کہ ٹڈیاں بہت سی آسمان کی طرف ہیں اور ان میں سے ایک ٹڈی پر ایک شخص سوار ہے جو ہتھیار بند ہے جو جس طرف اشارہ کرتا ہے ساری ٹڈیاں اس طرف جھک جاتی ہیں اور وہ زبان سے برابر کہہ رہا ہے کہ دنیا باطل ہے اور اس میں جو ہے وہ بھی باطل ہے۔ شریح قاضی فرماتے ہیں اس جانور میں سات مختلف جانوروں کی شان ہے اس کا سر گھوڑے جیسا ہے گردن بیل جیسی ہے سینہ شیر جیسا ہے پر گدھ جیسے ہیں پیر اونٹ جیسے ہیں دم سانپ کی طرح کی ہے۔ پیٹ بچھو جیسا ہے آیت ﴿أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ﴾ (۲) کی تفسیر میں یہ روایت گذر چکی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج یا عمرے میں جا رہے تھے تو سامنے سے ہمیں ٹڈی دل ملا ہم نے احرام کی حالت میں انہیں لکڑیوں سے مارنا شروع کیا حضور ﷺ سے سوال کرنے پر آپ نے فرمایا دریائی شکار میں محرم کو کوئی حرج نہیں۔ (۳) حضور ﷺ جب ان ٹڈیوں کے لئے بددعا کرتے تو فرماتے اے اللہ جتنی ان میں سے بڑی ہیں تو ان سب کو ہلاک کر ڈال اور جتنی چھوٹی ہیں سب کو قتل کر ڈال ان کے انڈے خراب کر دے ان کی نسل کاٹ دے ان کے منہ ہماری روزی سے روک لے ہمیں روزیاں عطا فرما بیشک تو دعاؤں کا سننے والا ہے۔ اس پر حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اللہ کے ایک لشکر کے غارت و برباد ہو جانے کی آپ دعا کرتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ تو سمندر کے اندر کی مچھلیوں کا ناک جھاڑنا ہے۔ چنانچہ بعض لوگوں نے اسے مچھلی میں سے اسی طرح نکلتے دیکھا ہے۔ (۴) جب مچھلی سمندر کے کنارے انڈے دے جاتی ہے وہاں سے جب پانی ہٹ جاتا ہے اور دھوپ پڑنے لگتی ہے تو وہ انڈے

---

(۱) [حسن :طبرانی کبیر (۲۲/۲۹۷) ابو الشیخ فی العظمۃ (۱۲۹۳/۵) ابن ابی عاصم فی الآحاد والمثانی (۱۴۴۰/۳) بیہقی فی شعب الایمان (۱۰۱۲۷/۷) ابن مندہ (۲۴۳/۲)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں اسماعیل بن عیاش راوی ضعیف ہے۔[مجمع الزوائد (۳۹/۴)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح الجامع الصغیر (۷۳۸۸)]

(۲) [سورہ المائدہ: آیت ۹۶]

(۳) [ضعیف :ابن ماجہ : کتاب الصید : باب صید الحیتان والجراد (۳۲۲۲) ابو داؤد : کتاب الحج : باب فی الجراد للمحرم (۱۸۵۴) ترمذی : کتاب الحج : باب ماجآء فی صید البحر للمحرم (۸۵۰)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ارواء الغلیل (۱۰۳۱)]

(۴) [موضوع و باطل :ابن ماجہ : کتاب الصید : باب صید الحیتان (۳۲۲۱) ترمذی : کتاب الاطعمۃ : باب ماجآء فی الدعاء علی الجراد (۱۸۲۳) تاریخ بغداد للخطیب (۴۷۸/۸)] امام ابن جوزیؒ، امام شوکانیؒ ،علامہ طاہر پٹنیؒ اور علامہ ابن عراق کنانیؒ نے اسے ضعیف و موضوع روایات کے ضمن میں ذکر کیا ہے۔[الموضوعات (۱۴/۳) الفوائد المجموعۃ (ص : ۱۷۴) تذکرۃ الموضوعات (ص : ۱۵۵) تنزیہ الشریعۃ (۳۰۹/۲)] حافظ ابن حجرؒ نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔[فتح الباری (۶۲۱/۱)] علامہ البانیؒ اسے موضوع و باطل قرار دیتے ہیں۔[السلسلۃ الضعیفۃ (۱۱۲)]

سب کے سب پھوٹ جاتے ہیں اوران میں سے ٹڈیاں نکلتی ہیں جو پرواز کر جاتی ہیں۔آیت قرآن ﴿اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمۡثَالُکُمۡ﴾ [1] کی تفسیر میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہم نے بیان کر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار امتیں پیدا کی ہیں جن میں سے چھ سوتری میں ہیں اور چار سو خشکی میں۔سب سے پہلے ہلاکت ٹڈیوں کی ہوگی۔ [2] امام ابوبکر بن ابوداؤد ایک حدیث لائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لکڑی تلوار کے مقابلے میں کچھ نہیں اور درخت کی چھال ٹڈی کے مقابلے میں کچھ نہیں [3] یہ حدیث غریب ہے۔﴿قُمَّل﴾ کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ یہ وہ سیاہ رنگ کے چھوٹے چھوٹے جانور ہیں جو گیہوں میں سے نکلتے ہیں اور قول ہے کہ یہ بھی ایک قسم کی بے پر ٹڈیاں ہیں۔سعید کہتے ہیں سیاہ رنگ کے چھوٹے سے کیڑے ہیں۔اس کا واحد قملہ ہے۔یہ جانور جب اونٹ کو چمٹ جاتے ہیں تو اسے ہلاک کر دیتے ہیں۔الغرض ایسے ہی موذی جانور بصورت عذاب فرعونیوں کے لئے بھیجے گئے تھے۔فرعون کی سرکشی اور انکار پر طوفان آیا جس سے انہیں یقین ہو گیا کہ یہ اللہ کا عذاب ہے۔ گڑگڑا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کرنے لگے کہ اللہ سے دعا کیجئے یہ موسلا دھار پانی رک جائے تو ہم آپ پر ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ کر دیں گے۔آپ نے دعا کی طوفان ہٹ گیا تو یہ اپنے وعدے سے پھر گئے۔پھر اللہ کی شان ہے کہ کھیتیاں اور باغات اس قدر پھلے کہ اس سے پہلے کبھی ایسے نہیں پھلے تھے جب تیار ہو گئے تو ٹڈیوں کا عذاب آیا اسے دیکھ کر پھر گھبرائے اور موسیٰ علیہ السلام سے عرض کرنے لگے کہ اللہ سے دعا کیجئے کہ یہ عذاب ہٹا لے اب ہم پختہ وعدہ کرتے ہیں چنانچہ آپ کی دعا سے یہ عذاب بھی ہٹ گیا لیکن انہوں نے پھر وعدہ شکنی کی۔فصلیں کاٹ لائے کھلیان اٹھا لئے۔لیکن اللہ تعالیٰ کا عذاب پھر اور شکل میں آیا تمام اناج وغیرہ میں کیڑا لگ گیا اس قدر بکثرت یہ جانور پھیل گئے کہ دس پیمانے لے کر کوئی شخص پسوانے نکلتا تو پسوانے تک یہ جانور سات پیمانے کھا لیتے۔گھبرا کر موسیٰ علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے پھر وعدے کئے آپ نے پھر دعا کی اللہ تعالیٰ نے اس آفت کو بھی ہٹا لیا۔لیکن انہوں نے پھر بے ایمانی کی۔نہ بنی اسرائیل کو رہا کیا نہ ایمان قبول کیا۔اس پر مینڈکوں کا عذاب آیا۔دربار میں فرعون بیٹھا ہوا ہے تو وہیں مینڈک ظاہر ہو کر ٹرانے لگا سمجھ گئے کہ یہ نئی شکل کا عذاب الٰہی ہے۔اب یہ پھیلنے اور بڑھنے شروع ہوئے یہاں تک کہ آدمی بیٹھتا تو اس کی گردن تک آس پاس سے اسے مینڈک گھیر لیتے۔جہاں بات کرنے کے لئے کوئی منہ کھولتا کہ مینڈک تڑپ کر اس کے منہ میں گھس جاتا۔پھر تنگ آ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس عذاب کے ہٹنے کی درخواست کی اور اقرار کیا کہ ہم خود ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی آزاد کر دیں گے چنانچہ آپ نے دعا کی اللہ تعالیٰ نے اس مصیبت کو بھی دفع کر دیا لیکن پھر مکر گئے۔

---

[1] [سورہ الانعام: آیت ۳۸]

[2] [ضعیف جدا : دولابی (۵۲/۲) مجمع الزوائد (۱۲۴۳۳) الخطیب (۲۱۸/۱۱)] امام ابن جوزیؒ نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔[۱۴ ,۱۳/۳] شیخ البانیؒ اسے سخت ضعیف کہتے ہیں۔[السلسلۃ الضعیفۃ (۴۸۱۱)]

[3] [ضعیف : اس کی سند میں محمد بن مالک راوی ضعیف ہے۔[میزان (۱۸۰۸)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

چنانچہ ان پر خون کا عذاب آیا تمام برتنوں میں خون کھانے پینے کی چیزوں میں خون کنویں میں سے پانی نکالیں تو خون۔ تالاب سے پانی لائیں تو خون۔ پھر تڑپ اٹھے فرعون نے کہا یہ بھی جادو ہے لیکن جب تنگ آ گئے تو آخر موسیٰ علیہ السلام سے مع وعدہ درخواست کی کہ ہم تو پانی سے ترس گئے۔ چنانچہ آپ نے قول وقرار لے کر پھر دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اس عذاب کو بھی ہٹا لیا لیکن یہ پھر منکر ہو گئے۔ فرعون جب میدان سے ناکام واپس لوٹا تھا اس نے ٹھان لی تھی کہ خواہ کچھ بھی ہو میں ایمان نہ لاؤں گا۔ چنانچہ طوفان کی وجہ سے بھوکوں مرنے لگے پھر ٹڈیوں کا عذاب آیا تو درخت تو کیا گھر کی چوکھٹیں اور دروازوں تک وہ کھا گئیں مکانات گرنے لگے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے ایک پتھر پر لکڑی ماری۔ جس میں سے بے شمار چچڑیاں نکل پڑیں اور پھیل گئیں۔ کھانا' پینا' سونا' بیٹھنا' سب بند ہو گیا۔ پھر مینڈکوں کا عذاب آیا جہاں دیکھو مینڈک ہی مینڈک نظر آنے لگے۔ پھر خون کا عذاب آیا' نہریں' تالاب' کنویں' مٹکے گھڑے وغیرہ غرض بجائے پانی کے خون ہی خون سب چیزیں ہو گئیں۔ عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں مینڈک کو نہ مارو یہ جب بصورت عذاب فرعونیوں کے پاس آئے تو ایک نے اللہ کی رضا جوئی کے لئے تنور میں چھلانگ ماری۔ اللہ نے اس کے بدلے انہیں پانی کی ٹھنڈک عطا فرمائی اور ان کی آواز کو اپنی تسبیح بنایا۔ یہ بھی مروی ہے کہ خون سے مراد نکسیر پھوٹنا ہے الغرض ہر عذاب کو دیکھ کر اقرار کرتے لیکن جب موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے وہ ہٹ جاتا تو پھر انکار کر جاتے۔

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِىْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِىْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۙ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

پھر ہم نے ان سے انتقام لیا اور سب کو دریا میں ڈبو دیا اس لئے کہ وہ ہماری نشانیوں کو جھٹلاتے تھے اور ان سے غافل تھے ○ اور اس قوم کو وارث کیا جو محض ناتواں گنی جاتی تھی اس زمین کی مشرقوں اور مغربوں کا جس میں ہم نے برکت دے رکھی تھی' اور بنی اسرائیل سے تیرے رب کا بہترین وعدہ پورا ہوا صرف ان کے صبر کی وجہ سے اور ہم نے درہم برہم کر دیا ہر اس چیز کو جسے فرعون اور قوم فرعون کر رہی تھی اور جو کچھ وہ بلند و بالا عمارتیں بنا رہے تھے سب کو ○

دریا میں غرقابی: جب یہ لوگ اپنی سرکشی اور خود پسندی میں اتنے بڑھ گئے کہ باری تعالیٰ کی بار بار نشانیاں دیکھتے ہوئے بھی ایمان لانے سے برابر انکار کرتے رہے تو قدرت نے اپنے زبردست انتقام میں انہیں پھانس لیا اور سب کو دریا برد کر دیا۔ بنو اسرائیل بحکم الٰہی ہجرت کر کے چلے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے دریا ان کے لئے خشک ہو گیا پھر فرعون اور اس کے ساتھی اس میں اترے تو دریا میں پھر روانی آ گئی اور پانی کا ریلہ آیا اور وہ سب ڈوب گئے۔ یہ تھا انجام اللہ کی باتوں کو جھوٹ سمجھنے اور ان سے غافل رہنے کا۔

پھر پروردگار نے بنو اسرائیل جیسے کمزور و ناتواں لوگوں کو اس زمین کا وارث بنا دیا۔ مشرق و مغرب ان کے

قبضے میں آ گیا جیسے فرمان ہے کہ ہم نے ان بے بسوں پر احسان کرنا چاہا اور انہیں امام اور وارث بنانا چاہا۔ انہیں حکومت سونپ دی اور فرعون وہامان اور ان کے لشکریوں کو وہ نتیجہ دکھایا جس سے وہ بھاگ رہے تھے۔ اور آیتوں میں ہے کہ فرعونیوں سے ہرے بھرے باغات، چشمے، کھیتیاں، عمدہ مقامات، فراواں نعمتیں چھڑوا کر ہم نے دوسری قوم کے سپرد کر دیں۔ سرزمین شام برکت والی ہے یہ ہماری قدرت کی نشانیوں میں سے ہے۔ بنی اسرائیل کا صبر اب نیک نتیجہ لایا فرعون اور اس کی قوم کی بنی بنائی چیزیں غارت ہوئیں۔

وَ جٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِیْهِ وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾

بنی اسرائیل کو جب ہم نے دریا پار کرا دیا تو وہ ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے جو اپنے بتوں کی مجاورت کئے بیٹھی تھی کہنے لگے اے موسیٰ علیہ السلام ہمارے لئے بھی کوئی پوجنے کی چیز بنا دے جیسے کہ ان کے معبود ہیں آپ نے فرمایا تم بڑے جاہل لوگ ہو ○ یہ جس مذہب پر ہیں وہ بھی باطل اور جس عمل پر ہیں وہ بھی باطل ○

باطل معبود کا مطالبہ: اتنی ساری اللہ کی قدرت کی نشانیاں بنی اسرائیل دیکھ چکے لیکن دریا پار اترتے ہی بت پرستوں کے ایک گروہ کو اپنے بتوں کے آس پاس اعتکاف میں بیٹھے دیکھتے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ ”ہمارے لئے بھی کوئی چیز مقرر کر دیجئے تا کہ ہم بھی اس کی عبادت کریں جیسا کہ ان کے معبود ان کے سامنے ہیں“۔ یہ کافر لوگ کنعانی تھے ایک قول ہے کہ لخم قبیلہ کے تھے [1] یہ گائے کی شکل بنائے ہوئے اس کی پوجا کر رہے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال سے محض ناواقف ہو۔ تم نہیں جانتے کہ اللہ شریک ومثیل سے پاک اور بلند تر ہے۔

یہ لوگ جس کام میں مبتلا ہیں وہ تباہ کن ہے اور ان کا عمل باطل ہے۔ ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکے شریف سے حنین کو روانہ ہوئے تو راستے میں انہیں بیری کا وہ درخت ملا جہاں مشرکین مجاور بن کر بیٹھا کرتے تھے اور اپنے ہتھیار وہاں لٹکایا کرتے تھے اس کا نام ذات انواط تھا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ایک ذات انواط ہمارے لئے بھی مقرر کر دیں۔ آپ نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم نے قوم موسیٰ علیہ السلام جیسی بات کہہ دی کہ ہمارے لئے بھی معبود مقرر کر دیجئے جیسا ان کا معبود ہے۔ جس کے جواب میں حضرت کلیم اللہ علیہ السلام نے فرمایا تم جاہل لوگ ہو یہ لوگ جس شغل میں ہیں وہ ہلاکت خیز ہے اور جس کام میں ہیں وہ باطل ہے [2] (ابن جریر) مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ یہ درخواست کرنے والے حضرت ابو واقد لیثی تھے جواب سے پہلے یہ سوال سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ اکبر کہنا بھی مروی ہے اور یہ بھی کہ

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (٦/٤٦)]
[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (١٥٠٦٥)]

آپ نے فرمایا کہ تم بھی اپنے اگلوں کی سی چال چلنے لگے۔ [1]

قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۱۴۱﴾ ع

کہا کہ کیا میں تمہارے لئے اللہ کے سوا اور معبود تلاش کر دوں؟ اس نے تو تمہیں تمام جہان پر بزرگی دے رکھی ہے ○ یاد کرو جبکہ ہم نے تمہیں آل فرعون سے نجات دی جو تمہیں بدترین سزائیں دے رہے تھے' تمہارے لڑکوں کو ذبح کر ڈالتے تھے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے' دراصل اس میں تمہارے رب کی جانب سے تمہاری زبردست آزمائش تھی ○

انعامات کی یاد دہانی: انہیں اس گمراہ خیالی سے روکنے کے لئے آپ اللہ تعالیٰ کے احسانات یاد دلا رہے ہیں کہ فرعونیوں کی غلامی سے اللہ نے تمہیں آزادی دلوائی' ذلت و رسوائی سے چھٹکارا دیا۔ پھر اوج و عزت عطا فرمائی تمہارے دیکھتے ہوئے تمہارے دشمنوں کو غارت کر دیا۔ ایسے رب کے سوا اور کون لائق عبادت ہو سکتا ہے؟

فرعون کے وقت کی اپنی ابتری کو بھول گئے جس سے اللہ نے نجات دی۔ اس کی پوری تفسیر سورۂ بقرہ میں گذر چکی ہے۔

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴۲﴾

ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا اور اس وعدے کو دس روز سے پورا فرمایا اور یوں اس کے رب کا چالیس راتوں کا وعدہ پورا ہو گیا' موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا کہ تو میری قوم میں میرا جانشین رہ میل جول قائم رکھ اور مفسدوں کی راہ نہ چل ○

احسانات پہ احسانات: اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو اپنا وہ احسان یاد دلاتا ہے جس کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام کو شرف ہم کلامی حاصل ہوا اور تورات ملی جو ان سب کے لئے باعث ہدایت و نور تھی جس میں ان کی شریعت کی تفصیل تھی اور اللہ کے تمام احکام موجود تھے۔ تیس راتوں کا وعدہ ہوا' آپ نے یہ دن روزوں سے گزارے۔ وقت پورا کر کے ایک درخت کی چھال کو چبا کر مسواک کی۔ حکم ہوا کہ دس اور پورے کر کے پورے چالیس کرو۔ کہتے ہیں کہ ایک مہینہ تو ذوالقعدہ کا تھا اور دس دن ذوالحجہ کے۔ تو عید والے دن وہ وعدہ پورا ہوا اور اسی دن اللہ کے کلام سے آپ کو

---

[1] [صحیح :ترمذی : کتاب الفتن : باب ماجآء لترکبن سنن من کان قبلکم (۲۱۸۰) نسائی فی السنن الکبری (۱۱۱۸۵) صحیح ابن حبان (۶۷۰۲) والبغوی فی التفسیر (۹۳۹) ابن ابی شیبة (۱۵/۱۰۱) مسند احمد (۲۱۸/۵) مسند ابویعلی (۱۴۴۱)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

شرف ملا اسی دن دین محمدی بھی کامل ہوا ہے۔ جیسے اللہ کا فرمان ہے ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾ [1] الخ،
وعدہ پورا کرنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طور کا قصد کیا جیسے اور آیت میں ہے کہ اے گروہ بنی اسرائیل ہم نے تمہیں دشمن سے نجات دی اور طور ایمن کا وعدہ کیا الخ۔ [2] آپ نے جاتے ہوئے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنایا اور انہیں اصلاح کی اور فساد سے بچنے کی ہدایت کی۔ یہ صرف بطور وعظ کے تھا ورنہ خود حضرت ہارون علیہ السلام بھی اللہ کے شریف و کریم اور ذی عزت پیغمبر تھے۔ صلوات اللہ علیہم اجمعین

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا وَکَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۴۳﴾

جب موسیٰ ہمارے وعدے پر حاضر ہوا اور اس کے رب نے اس سے باتیں کیں کہنے لگا کہ میرے رب مجھے اپنا دیدار کرا کہ میں تجھے دیکھوں، ارشاد ہوا کہ تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا اچھا اس پہاڑ کی طرف نظریں اٹھا اگر یہ اپنی جگہ ٹھہرا رہے تو تو مجھے دیکھ سکے گا، پھر جب اس کے رب نے اپنی تجلی پہاڑ پر ڈالی تو اسے ریزہ ریزہ کر کے زمین دوز کر دیا اور موسیٰ بھی غش کھا کر گر پڑا ہوش آتے ہی کہنے لگا کہ تیری ذات پاک ہے۔ میں تیری جناب میں توبہ کرتا ہوں اور تجھ پر ایمان لانے والوں میں اوّل ہوں ○

دیدار الٰہی کا مطالبہ: وعدے کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پہاڑ پر پہنچے اللہ کا کلام سنا تو دیدار کی آرزو کی، جواب ملا کہ یہ تیرے لئے ناممکن ہے۔ اس سے معتزلہ نے استدلال کیا ہے کہ دنیا اور آخرت میں اللہ کا دیدار نہ ہوگا کیونکہ ((لن)) ابدی نفی کے لئے آتا ہے لیکن یہ قول بالکل ہی بودا ہے کیونکہ متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ مومنوں کو قیامت کے دن اللہ کا دیدار ہوگا۔ وہ حدیثیں آیت ﴿وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ○ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ [3] اور آیت ﴿كَلَّاۤ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ﴾ [4] کی تفسیر میں آئیں گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ایک قول اس آیت کی تفسیر میں یہ ہے کہ یہ نفی ابدی ہے لیکن دنیاوی زندگی کے لئے نہ کہ آخرت کے لئے۔ کیونکہ آخرت میں دیدار باری تعالیٰ مومنوں کو قطعاً ہوگا جیسا کہ آیات واحادیث سے ثابت ہے اس طرح کوئی معارضہ بھی باقی نہیں رہتا۔ یہ آیت مثل ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ﴾ [5] کے ہے جس کی تفسیر سورہ انعام میں گذر چکی ہے۔ اگلی کتابوں میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس درخواست پر ان سے کہا گیا تھا کہ اے موسیٰ مجھے جو زندہ شخص دیکھ لے وہ مر جائے۔ میرے دیدار کی تاب کوئی زندہ نہیں لا سکتا۔ خشک چیزیں بھی میری تجلی سے تھرا اٹھتی ہیں چنانچہ پہاڑ کا حال خود کلیم اللہ علیہ السلام نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور خود بھی بے ہوش ہو گئے۔ امام ابو جعفر طبری رحمہ اللہ

---

[1] [سورہ المائدہ: آیت ۳]
[2] [سورہ طٰہٰ: آیت ۸۰]
[3] [سورۃ القیامۃ: آیت ۲۲، ۲۳]
[4] [سورۃ المطففین: آیت ۱۵]
[5] [سورۃ الانعام: آیت ۱۰۳]

نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جب اس کے رب نے پہاڑ پر تجلی ڈالی' اپنی شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا تو وہ چکنا چور ہوگیا۔ راوی حدیث ابو اسماعیل نے اپنے شاگردوں کو اپنی شہادت کی انگلی سے اشارہ کر کے بتایا۔ [1] لیکن اس حدیث کی سند میں ایک روای مبہم ہے جس کا نام واضح نہیں کیا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اپنے انگوٹھے کو اپنی چھنگلیا کی اوپر کی پور پر رکھ کر بتایا کہ اتنے سے جمال سے پہاڑ زمین کے ساتھ ہموار ہوگیا۔ مسند کی روایت میں ہے کہ حمید نے اپنے استاد سے کہا اس سے آپ کی کیا مراد ہے؟ تو استاد نے ان کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا بلکہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے میں نے سنا اور انہوں نے آنحضرت رسول مقبول ﷺ سے۔ ترمذی میں بھی یہ روایت ہے اور امام صاحب رحمہ اللہ نے اسے حسن صحیح غریب فرمایا ہے۔ [2] مستدرک میں اسے وارد کر کے کہا ہے کہ یہ شرط مسلم پر ہے اور صحیح ہے۔ خلال کہتے ہیں اس کی سند صحیح ہے اس میں کوئی علت نہیں۔ ابن مردویہ میں بھی مرفوعاً مروی ہے لیکن اس کی بھی سند صحیح نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں صرف بقدر چھنگلی کے تجلی ہوئی تھی جس سے وہ مٹی کی طرح چور چور ہوگیا اور کلیم اللہ علیہ السلام بھی بیہوش ہوگئے۔ کہتے ہیں وہ پہاڑ دھنس گیا سمندر میں چلا گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے بعض بزرگ فرماتے ہیں وہ پہاڑ اب قیامت تک ظاہر نہ ہوگا بلکہ زمین میں اترتا چلا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے اس تجلی سے چھ پہاڑ اپنی جگہ سے اڑ گئے جن میں سے تین مکے میں ہیں اور تین مدینے میں۔ احد' ورقان اور رضوی مدینے میں۔ حرا' ثبیر اور ثور مکے میں۔ [3]

لیکن یہ حدیث غریب ہے بلکہ منکر ہے۔ کہتے ہیں کہ طور پر تجلی کے ظہور سے پہلے پہاڑ بالکل صاف تھے اس کے بعد ان میں غار اور کھڈ اور شاخیں قائم ہوگئیں۔ جناب کلیم اللہ علیہ السلام کی آرزو کے جواب میں انکار ہوا اور پھر مزید تشفی کے لئے فرمایا گیا کہ میری ادنیٰ سی تجلی کی برداشت تجھ سے تو کیا بہت زیادہ قوی مخلوق میں بھی نہیں۔ دیکھ پہاڑ کی جانب خیال رکھ پھر اس پر اپنی تجلی ڈالی جس سے پہاڑ جھک گیا اور موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہوگئے۔ صرف اللہ کی نظر نے پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا اور وہ بالکل مٹی ہو کر ریت کا میدان ہوگیا۔ بعض قراتوں میں اسی طرح ہے اور ابن مردویہ میں ایک مرفوع حدیث بھی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غشی آ گئی یہ ٹھیک نہیں کہ موت آ گئی گو لغتہً یہ بھی ہو سکتا ہے جیسے ﴿فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ﴾ [4] میں موت کے معنی ہیں۔ لیکن وہاں قرینہ موجود ہے جو اس لفظ سے اسی معنی کے ہونے کی تائید کرتا ہے اور یہاں کا قرینہ بے ہوشی کی تائید کرتا ہے کیونکہ آگے فرمان ﴿فَلَمَّآ

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (١٥٠٩٦)]

[2] [صحیح :ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة الاعراف (٣٠٧٤) مستدرك حاكم (٢/٣٢٠) تفسیر ابن جریر الطبری (١٥٠٩٨) مسند احمد (٣/١٢٥) ابن عدی فی الکامل (٢/٢٦٠)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی ، ظلال الجنة (٤٨٠)]

[3] [موضوع :الخطیب (١٠/٤٤١) المجروحین لابن حبان (١/٢١١) الموضوعات لابن الجوزی (١/١٢٠) اللآلی المصنوعة للسیوطی (١/٢٨) الفوائد المجموعة للشوکانی (ص : ٤٤٥)]

[4] [سورہ الزمر: آیت ٦٨]

آفَاق ظاہر ہے کہ افاقہ بیہوشی سے ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہوش میں آتے ہی اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی اور تعظیم وجلال بیان فرمانے لگے کہ واقعی وہ ایسا ہی ہے کہ کوئی زندہ اس کے جمال کی تاب نہیں لاسکتا۔ پھر اپنے سوال سے توبہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ سب بنی اسرائیل سے پہلے میں ایمان لانے والا بنتا ہوں۔ میں اس پر سب سے پہلے ایمان لاتا ہوں کہ واقعی کوئی زندہ آنکھ تجھے دیکھ نہیں سکتی۔ یہ مطلب نہیں کہ آپ سے پہلے کوئی مومن ہی نہ تھا بلکہ مراد یہ ہے کہ اللہ کا دیدار زندوں کے لئے ناممکن ہے۔ اس فرمان کو سنتے ہی سب سے پہلے ماننے والا میں ہوں کہ واقعی مخلوق میں سے کوئی قیامت تک اللہ کو دیکھ نہیں سکتا۔ ابن جریر میں اس آیت کی تفسیر میں محمد بن اسحاق بن یسار کی روایت سے ایک عجیب وغریب مطول اثر نقل کیا گیا ہے عجب نہیں کہ یہ اسرائیلی روایتوں میں سے ہو واللہ اعلم۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ایک یہودی کو کسی نے تھپڑ مارا تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت لایا کہ آپ کے فلاں انصاری نے مجھے تھپڑ مارا ہے۔ آپ نے اسے بلوایا اور اس سے پوچھا اس نے کہا سچ ہے وجہ یہ ہوئی کہ یہ کہہ رہا تھا اس اللہ کی قسم جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام جہان پر فضیلت دی تو میں نے کہا کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی؟ اور غصے میں آ کر میں نے اسے تھپڑ مار دیا۔ آپ نے فرمایا سنو نبیوں کے درمیان تم مجھے فضیلت نہ دیا کرو قیامت میں سب بیہوش ہوں گے سب سے پہلے مجھے ہوش آئے گا تو میں دیکھوں گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش الٰہی کا پایہ تھامے ہوئے ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ انہیں مجھ سے پہلے افاقہ ہوا؟ یا طور کی بیہوشی کے بدلے یہاں بیہوش ہی نہیں ہوئے؟ [1] یہ حدیث بخاری شریف میں کئی جگہ ہے اور مسلم شریف میں بھی ہے اور ابوداؤد میں بھی ہے۔ بخاری و مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ ایک مسلمان اور ایک یہودی کا جھگڑا ہو گیا اس پر مسلمان نے کہا اس کی قسم جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہان پر فضیلت دی اور یہودی نے کہا اس کی قسم جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تمام جہان پر فضیلت دی۔ اس پر مسلمان نے اسے تھپڑ مارا۔ اس روایت میں ہے کہ شاید موسیٰ علیہ السلام ان میں سے ہوں جن کا اللہ تعالیٰ نے بیہوشی سے استثنا کر لیا [2] حافظ ابوبکر بن ابی الدنیا رحمہ اللہ کی روایت میں ہے کہ یہ تھپڑ مارنے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ لیکن بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ یہ کوئی انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ یہی زیادہ صحیح اور زیادہ صریح ہے واللہ اعلم۔ اور حدیث میں بھی فرمان ہے کہ نبیوں میں مجھے فضیلت نہ دو۔ نہ حضرت یونس بن متی علیہ السلام پر فضیلت دو۔ [3] یہ فرمان بطور تواضع کے ہے یا یہ فرمان اس سے پہلے ہے کہ آپ کو اپنی فضیلت کا علم اللہ کی طرف سے ہوا ہو۔ یا یہ مطلب ہے کہ غصے میں آ کر یا تعصب کی بنا پر مجھے فضیلت نہ دو یا یہ کہ صرف اپنی رائے سے میری فضیلت قائم نہ کرو۔ واللہ اعلم۔ لوگ قیامت کے دن بیہوش ہوں گے۔ یہ بیہوشی میدان قیامت کی بعض ہولناکیوں کی وجہ سے

---

[1] [**صحیح** :صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب ولما جآء موسی لمیقتنا و کلمه ربه (٤٦٣٨) صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب فی ذکر یونس (٢٣٧٤)]

[2] [**صحیح** :صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء : باب وفاة موسی و ذکره بعد (٣٤٠٨) صحیح مسلم (٢٣٧٣)]

[3] [**صحیح** :صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء : باب قول الله تعالی وان یونس لمن المرسلین (٣٤١٢ـ ٣٤١٤) صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب فی ذکر یونس (٢٣٧٦)]

ہوگی واللہ اعلم۔ بہت ممکن ہے یہ اس وقت کا حال ہو جب مالک الملک تبارک وتعالیٰ لوگوں کے درمیان حق فیصلے کرنے کے لئے تشریف لائے گا تو اس کی تجلی سے لوگ بیہوش ہو جائیں گے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے جمال کی برداشت کو طور پہاڑ پر نہ لا سکے۔ اسی لئے آپ کا فرمان ہے کہ نہ معلوم مجھ سے پہلے انہیں افاقہ ہوا یا طور کی بیہوشی کے بدلے یہاں بیہوش نہ ہوئے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ اپنی کتاب الشفا کے شروع میں لکھتے ہیں کہ دیدار الٰہی کی اس تجلی کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اس چیونٹی کو بھی دیکھ لیا کرتے تھے جو دس فرسخ دور رات کے اندھیرے میں کسی پتھر پر چل رہی ہو [1] اور بہت ممکن ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں سے جن کا ہم نے ذکر کیا معراج کے واقعہ کے بعد مخصوص ہوئے ہوں اور آپ نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں ملاحظہ فرمائیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا قاضی صاحب کے نزدیک یہ روایت صحیح ہے حالانکہ اس کی سند غور طلب ہے۔ اس میں مجہول راوی ہیں اور ایسی باتیں جب تک ثقہ راویوں کے سلسلے سے نہ ثابت ہوں قابل قبول نہیں ہوتیں واللہ اعلم۔

قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ ۖ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿١٤٤﴾ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَىْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ۚ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿١٤٥﴾

ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ میں نے تجھے اور لوگوں سے ممتاز کیا اپنی رسالت کے ساتھ بھی اور اپنے کلام سے بھی پس جو کچھ میں نے تجھے عطا فرمایا ہے لے لے اور شکر گذاروں میں شامل رہ ○ اور ہم نے موسیٰ کے لئے توراۃ کی تختیوں میں ہر طرح کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی، اب تو اسے مضبوطی سے پکڑے رہ اور اپنی قوم کو بھی حکم دے کہ اس کی عمدہ باتیں مضبوطی سے لئے رہیں، میں عنقریب تمہیں نافرمانوں کے گھر بھی دکھا دوں گا ○

انبیاء علیہم السلام کی فضیلت پر ایک تبصرہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جناب باری فرماتا ہے کہ دوہری نعمت آپ کو عطا ہوئی یعنی رسالت اور ہم کلامی۔ مگر چونکہ ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام اول و آخر نبیوں کے سردار ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے رسالت ختم کرنے والا آپ کو بنایا کہ قیامت تک آپ ہی کی شریعت جاری رہے گی اور تمام انبیاء اور رسولوں سے آپ کے تابعدار تعداد میں زیادہ ہوں گے فضیلت کے اعتبار سے آپ کے بعد سب سے افضل حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں جو خلیل اللہ تھے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں جو کلیم اللہ تھے۔ اے موسیٰ جو مناجات اور کلام تجھے میں نے دیا ہے وہ لے لے اور مضبوطی سے اس پر استقامت رکھ اور اس پر جتنا تجھ سے ہو سکے شکر بجا لایا کر۔ کہا گیا ہے کہ تورات کی تختیاں جواہر کی تھیں، اور ان میں اللہ تعالیٰ نے تمام احکام حلال حرام کے تفصیل کے ساتھ لکھ دیئے تھے انہی تختیوں میں تورات تھی جس کے متعلق فرمان ہے کہ اگلے لوگوں کی ہلاکت کے بعد ہم نے موسیٰ کو لوگوں کی ہدایت کے لئے

---

[1] [ضعیف: کتاب الشفاء للقاضی عیاض (٦٩/١) الدر المنثور للسیوطی (٢٢٢/٣)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔]

کتاب عطا فرمائی۔ یہ بھی مروی ہے کہ تورات سے پہلے یہ تختیاں ملی تھیں واللہ اعلم۔ الغرض دیدار الٰہی جس کی تمنا آپ نے کی تھی اس کے عوض یہ چیز آپ کو ملی۔ کہا گیا اسے ماننے کے ارادے سے لے لو اور اپنی قوم کو ان اچھائیوں پر عمل کرنے کی ہدایت کرو۔ آپ کو زیادہ تاکید ہوئی اور قوم کو ان سے کم۔ تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میری حکم عدولی کرنے والے کا کیا انجام ہوتا ہے؟ جیسے کوئی کسی کو دھمکاتے ہوئے کہے کہ تم میری مخالفت کا انجام بھی دیکھ لو گے۔ یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ میں تمہیں شام کے بدکاروں کے گھروں کا مالک بنا دوں گا۔ یا مراد اس سے فرعونیوں کا ترکہ ہو۔ لیکن پہلی بات ہی زیادہ ٹھیک معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہ فرمان تیہ کے میدان سے پہلے اور فرعون سے نجات پا لینے کے بعد کا ہے۔ واللہ اعلم۔

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ ع

میں اپنی آیتوں کی سوچ سمجھ سے ان لوگوں کو برگشتہ کئے رہوں گا جو ناحق زمین پر اکڑتے پھرتے ہیں، وہ اگرچہ تمام نشانات دیکھ لیں انہیں ماننے کے نہیں، راہ راست دیکھ کر اسے راہ نہیں بنانے کے، اور اگر گمراہی کی راہ دیکھ لیں تو اسے فوراً اپنا مسلک بنا لیتے ہیں، یہ وبال ہے اس بات کا کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے بے پرواہ رہے ○ جو لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلائیں اور آخرت کے پیش آنے کو نہ مانیں ان کے اعمال غارت ہیں، انہیں بدلہ صرف ان اعمال کا ہی ملے گا جو وہ کرتے رہے ○

تکبر کا انجام: تکبر کا نتیجہ ہمیشہ جہالت ہوتا ہے ایسے لوگوں کو حق کو سمجھنے، اسے قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔ ان کی بے ایمانی کی وجہ سے ان کے دل الٹ جاتے ہیں، آنکھ کان بے کار ہو جاتے ہیں۔ ان کی کجی ان کے دلوں کو بھی کج کر دیتی ہے۔ علماء کا مقولہ ہے کہ متکبر اور پوچھنے سے جی چرانے والا کبھی عالم نہیں ہو سکتا۔ جو شخص تھوڑی دیر کے لئے علم کے حاصل کرنے میں اپنے آپ کو دوسرے کے سامنے نہ جھکائے وہ عمر بھر ذلت و رسوائی میں رہتا ہے۔ متکبر لوگوں کو قرآن کی سمجھ کہاں؟ وہ تو رب کی آیتوں سے بھاگتے رہتے ہیں۔ اس امت کے لوگ ہوں یا دوسری امتوں کے سب کے ساتھ اللہ کا طریقہ یہی رہا ہے کہ تکبر کی وجہ سے حق کی پیروی نصیب نہیں ہوتی۔ چونکہ یہ لوگ اللہ کے عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں اگرچہ یہ بڑے بڑے معجزے بھی دیکھ لیں انہیں ایمان نصیب نہیں ہو گا۔ گو نجات کے راستے ان پر کھل جائیں لیکن اس راہ پر چلنا ان کے لئے دشوار ہے۔ ہاں بری راہ سامنے آتے ہی یہ بے طرح اس پر لپکتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کے دلوں میں جھٹلانا ہے اور اپنے اعمال کے نتیجوں سے بے خبر ہیں۔

جو لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلائیں، آخرت کا یقین نہ رکھیں، اسی عقیدے پر مریں ان کے اعمال اکارت ہیں۔ ہم کسی

پر ظلم نہیں کرتے بدلہ صرف کئے ہوئے اعمال کا ہی ملتا ہے۔ بھلے کا بھلا اور برے کا برا جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰی مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ وَلَمَّا سُقِطَ فِيْۤ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾

موسیٰ کے جانے کے بعد قوم نے قبطیوں کے زیوروں سے بچھڑے کا بے روح ڈھانچہ بنالیا کہ اس کی گائے جیسی آواز تھی‘ کیا انہوں نے یہ بھی نہ دیکھا کہ نہ تو وہ ان سے بولتا ہے اور نہ انہیں راہ دکھا سکتا ہے۔ اسے لے بیٹھے اور تھے وہ پورے ظالم ○ اور جب اپنے کئے پر پشیمان ہوئے اور دیکھ لیا کہ وہ بہک گئے ہیں تو کہنے لگے کہ اب اگر ہم پر ہمارے پروردگار نے رحم نہ کیا اور ہمیں نہ بخشا تو بیشک ہم نقصان پانے والوں میں ہو جائیں گے ○

بنی اسرائیل اور بچھڑے کی پوجا: حضرت موسیٰ علیہ السلام تو اللہ کے وعدے کے مطابق تورات لینے گئے ادھر فرعونیوں کے جو زیور بنی اسرائیل کے پاس رہ گئے تھے سامری نے انہیں جمع کیا اور اپنے پاس سے اس میں خاک کی مٹھی ڈال دی جو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کی ٹاپ تلے سے اس نے اٹھالی تھی اللہ کی قدرت سے وہ سونا گل کر مثل ایک گائے کے جسم کے ہو گیا اور چونکہ کھوکھلا تھا اس میں سے آواز بھی آنے لگی اور وہ بالکل ہو بہو گائے کی سی آواز تھی۔ اس نے بنی اسرائیل کو بہکا کر اس کی عبادت کرانی شروع کر دی بہت سے لوگ اسے پوجنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس فتنے کی خبر دی۔ یہ بچھڑا یا تو سچ مچ خون گوشت بن گیا تھا یا سونے کا ہی تھا مگر شکل گائے کی تھی یہ اللہ ہی جانے۔ بنی اسرائیل تو آواز سنتے ہی ناچنے لگے اور اس پر ریجھ گئے۔ سامری نے کہہ دیا کہ اللہ تو یہی ہے موسیٰ علیہ السلام بھول گئے ہیں۔ انہیں اتنی بھی تمیز نہ آئی کہ وہ اللہ تو کسی بات کا جواب بھی نہیں دے سکتا اور نفع ونقصان کا اختیار بھی نہیں رکھتا۔ اس بچھڑے کو اس اللہ کو چھوڑ کر پوجو جو سب کا مالک اور سب کا خالق ہے۔ اس کی وجہ سوائے اندھے پن اور بے عقلی کے اور کیا ہو سکتی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا کسی چیز کی محبت انسان کو اندھا بہرا کر دیتی ہے۔ [1] پھر جب اس محبت میں کمی آئی آنکھیں کھلیں تو اپنے اس فعل پر نادم ہونے لگے اور یقین کر لیا کہ

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۵/۱۹٤) ابوداؤد : کتاب الادب : باب فی الھوی (۵۱۳۰)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ابوبکر بن ابی مریم راوی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۲۱٦۹٤)] شیخ البانیؒ بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [السلسلة الضعیفة (۱۸٦۸)] اس روایت کے متعلق مزید تحقیق کے لیے ملاحظہ فرمائیے: الاسرار المرفوعة للقاری (ص : ۱۷۷) الحد الحثیث فی بیان ما لیس بحدیث (ص : ۲۰۲) الدرر المنتثرة (ص : ۹) اللؤلؤ المرصوع (ص : ۱٦٦) المغنی عن حمل الاسفار (۲/۷۲۰) المقاصد الحسنة (ص : ۲۹٤) تخریج احادیث الاحیاء (٦/۲٦۸) ذخیرة الحفاظ (۲٦۵۳) المشکاة للألبانی (٤۹۰۸) ضعیف ابوداود (۱۰۹۷) ضعیف الجامع الصغیر (۲٦۸۸)]

واقعی ہم گمراہ ہو گئے تو اللہ سے بخشش مانگنے لگے۔ ایک قرات میں ((تَغْفِرْ)) ''ت'' سے بھی ہے۔ جان گئے کہ اگر معافی نہ ملی تو بڑے نقصان سے دوچار ہو جائیں گے۔ غرض اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ سے جھکے اور التجا کرنے لگے۔

وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُونِي مِن بَعْدِي ۖ أَعَجِلْتُمْ أَمْرَ رَبِّكُمْ ۖ وَأَلْقَى الْأَلْوَاحَ وَأَخَذَ بِرَأْسِ أَخِيهِ يَجُرُّهُ إِلَيْهِ ۚ قَالَ ابْنَ أُمَّ إِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُونِي وَكَادُوا يَقْتُلُونَنِي فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْأَعْدَاءَ وَلَا تَجْعَلْنِي مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿١٥٠﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِأَخِي وَأَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ ۖ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ﴿١٥١﴾

جب موسیٰ اپنی قوم کی طرف غصے اور رنج میں بھرا ہوا لوٹا کہنے لگا کہ تم نے میرے بعد میری بڑی ہی بری نیابت کی' کیا تم لوگوں نے اپنے رب کے امر میں جلد بازی کی' اور اپنے بھائی کا سر پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹنے لگا' اس نے کہا اے میرے ماں جائے بھائی یہ لوگ مجھے تو کمزور سمجھ کر میرے قتل کے درپے ہو گئے تھے پس آپ میرے دشمنوں کو مجھ پر نہ ہنسائیں اور میرا شمار بھی ان ظالم لوگوں میں نہ کیجئے ○ موسیٰ کہنے لگا کہ اے میرے رب تو مجھے اور میرے بھائی کو معاف فرما اور ہمیں اپنی رحمت میں لے لے تو تو تمام رحمت کرنے والوں سے بڑا رحم کرنے والا ہے ○

موسیٰ علیہ السلام کی کوہ طور سے واپسی اور اظہار ناراضگی: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چونکہ طور پر ہی اپنی قوم کا یہ کفر معلوم ہو چکا تھا اس لئے سخت غضبناک ہو کر واپس آئے اور فرمانے لگے کہ تم نے تو میرے بعد سخت نالائقی کی۔ تم نے میرا انتظار بھی نہ کیا میری ذرا سی تاخیر میں یہ ظلم ڈھایا غصے کے مارے تختیاں ہاتھ سے پھینک دیں۔ کہا گیا ہے کہ یہ زمرد یا یاقوت یا کسی اور چیز کی تھیں۔ سچ ہے جو حدیث میں ہے کہ دیکھنا سننا برابر نہیں۔ [1] اپنی قوم پر غصے ہو کر الواح ہاتھ سے گرا دیں۔ ٹھیک بات یہی ہے اور جمہور سلف کا قول بھی یہی ہے لیکن ابن جریر نے قتادہ سے ایک عجیب قول نقل کیا ہے جس کی سند بھی صحیح نہیں۔ [2] ابن عطیہ وغیرہ نے اس کی بہت تردید کی ہے اور وہ واقعی تردید کے قابل بھی ہے۔ بہت ممکن ہے کہ قتادہ نے یہ اہل کتاب سے لیا ہو اور ان کا کیا اعتبار ہے؟ ان میں جھوٹے' بناوٹ کرنے والے' گھڑ لینے والے' بددین بے دین طرح طرح کے لوگ ہیں۔ اس خوف سے کہ کہیں حضرت ہارون علیہ السلام نے انہیں باز رکھنے کی پوری کوشش نہ کی ہو آپ نے ان کے سر کے بالوں کے بل انہیں گھسیٹ لیا اور فرمانے لگے انہیں گمراہ ہوتے ہوئے دیکھ کر بھی تو نے میری ماتحتی میں انہیں کیوں نہ روکا؟ کیا تو بھی میرے فرمان کا منکر بن گیا؟ اس پر حضرت ہارون علیہ السلام نے جواب دیا کہ بھائی جان میرے سر کے اور داڑھی کے بال نہ پکڑیں میں نے تو ہر ممکن

---

[1] **[صحیح :** مستدرك حاكم (۲/۳۲۱) مسند احمد (۱/۲۷۱) صحیح ابن حبان (۶۲۱۳)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۱۸۴۲)] شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [صحيح الجامع الصغير (۵۳۷۴)]

[2] **[باطل :** تفسير ابن جرير الطبری (۱۵۱۴۲۔ ۱۵۱۴۳)]

طریقے سے انہیں روکا زیادہ اس لئے نہ الجھا کہیں آپ یہ نہ فرمادیں کہ تو نے بنی اسرائیل میں تفریق ڈال دی؟ تو نے میرا انتظار کیوں نہ کیا؟ ورنہ میں تو ان گمراہوں سے اب تک زمین کو پاک کر چکا ہوتا۔ انہوں نے تو مجھے کچھ بھی نہ سمجھا بلکہ میرے قتل کے درپے ہو گئے' آپ مجھے ان ہی کی طرح نہ سمجھیں نہ ان میں ملائیں۔ حضرت ہارون علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ اے میرے ماں جائے بھائی' یہ صرف اس لئے تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رحم آ جائے۔ ماں باپ دونوں کے ایک ہی تھے۔ جب آپ کو اپنے بھائی ہارون کی برأت کی تحقیق ہو گئی اور اللہ کی طرف سے بھی ان کی پاک دامنی اور بے قصوری معلوم ہو گئی کہ انہوں نے اپنی قوم سے پہلے ہی یہ فرمادیا تھا کہ افسوس تم فتنے میں پڑ گئے اب بھی کچھ نہیں بگڑا پروردگار بڑا ہی رحیم وکریم ہے تم میری مان لو اور پھر سے میرے تابع دار بن جاؤ تو آپ اللہ سے دعائیں کرنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ موسیٰ پر رحم کرے واقعی دیکھنے والے میں اور خبر سننے والے میں بہت فرق ہوتا ہے۔ قوم کی گمراہی کی خبر سنی تو تختیاں ہاتھ سے نہ گرائیں لیکن اسی منظر کو دیکھ کر قابو میں نہ رہے تختیاں پھینک دیں۔ [1]

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ﴿۱۵۲﴾ وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْٓا ؗ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۵۳﴾

یقیناً جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنالیا ان پر ان کے رب کا غضب نازل ہو گا ہی اور دنیا کی زندگی کی رسوائی بھی' ہم اسی طرح جھوٹ باندھنے والوں کو سزا دیتے ہیں ○ ہاں جو لوگ برائیاں کرنے کے بعد توبہ کر لیں اور ایمان لائیں تو بیشک تیرا رب اس کے بعد بھی بڑا ہی معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے ○

بطورِ سزا ایک دوسرے کا قتل: ان گوسالہ پرستوں پر اللہ کا غضب نازل ہوا۔ جب تک ان لوگوں نے آپس میں ایک دوسرے کو قتل نہ کر لیا ان کی توبہ قبول نہ ہوئی جیسا کہ سورۂ بقرہ کی تفسیر میں تفصیل وار بیان ہو چکا ہے کہ انہیں حکم ہوا تھا کہ اپنے خالق سے توبہ کرو اور آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرو یہی تمہارے حق میں ٹھیک ہے پھر وہ تمہاری توبہ قبول فرمائے گا وہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم وکرم والا ہے۔ اسی طرح دنیا میں بھی ان یہودیوں پر ذلت نازل ہوئی۔ ہر بدعتی کی جو اللہ کے دین میں جھوٹا طوفان اٹھائے یہی سزا ہے۔ رسول کی مخالفت اور بدعت کا بوجھ اس کے دل سے نکل کر اس کے کندھوں پر آ پڑتا ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں گو وہ دنیوی ٹھاٹھ رکھتا ہو لیکن ذلت اس کے چہرے پر برستی ہے۔ قیامت تک یہی سزا ہر جھوٹے افترا باز کی اللہ کی طرف سے مقرر ہے۔ حضرت سفیان

---

[1] [**صحیح**: مسند احمد (۱/۲۷۱) تفسیر ابن ابی حاتم (۸۹۹۸/۵) بزار فی کشف الاستار (۲۰۰) ابن حبان (۶۲۱۴/۱۴) طبرانی کبیر (۱۲۴۵۱/۱۲) ابن عدی فی الکامل (۲۵۹۶/۷) مستدرک حاکم (۳۸۰/۲) خطیب بغدادی فی موضع اوهام الجمع والتفریق (۵۳۰/۱)] امام حاکمؒ نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے ان کی موافقت کی ہے۔]

بن عیینہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر بدعتی ذلیل ہے۔

پھر فرمایا ہے کہ اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے خواہ کیسا ہی گناہ ہو لیکن توبہ کے بعد وہ معاف فرما دیتا ہے گو کفر وشرک اور نفاق وشقاق ہی کیوں نہ ہو۔ فرمان ہے کہ جو لوگ برائیوں کے بعد توبہ کر لیں اور ایمان لائیں تو اے رسول رحمت اور اے نبی کریم تیرا رب اس فعل کے بعد بھی غفور ورحیم ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کاری کرے پھر اس سے نکاح کر لے؟ تو آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی کوئی دس مرتبہ اسے تلاوت کیا اور کوئی حکم یا منع نہیں کیا۔

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۖ وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

جب موسیٰ (علیہ السلام) کا غصہ ٹھنڈا ہوا اس نے تختیاں اٹھالیں، ان میں جو لکھا ہوا تھا وہ ہدایت ورحمت تھی ان کے لیے جو اپنے پروردگار سے خوف کھاتے رہتے ہیں○

جب موسیٰ علیہ السلام کا غصہ ٹھنڈا ہوا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قوم پر جو غصہ تھا جب وہ جاتا رہا تو سخت غصے کی حالت میں جن تختیوں کو انہوں نے زمین پر ڈال دیا تھا اب اٹھالیں۔ یہ غصہ صرف اللہ کی راہ میں تھا کیونکہ آپ کی قوم نے بچھڑے کی پوجا کی تھی۔ ان تختیوں میں ہدایت ورحمت تھی۔ کہتے ہیں کہ جب کلیم اللہ نے تختیاں زمین پر ڈال دیں تو وہ ٹوٹ گئیں پھر انہیں جمع کیا۔ تو ان میں رہبری اور رحم پایا اور تفصیل اٹھالی گئی تھی۔ کہتے ہیں کہ ان تختیوں کے ٹکڑے شاہی خزانوں میں بنی اسرائیل کے پاس دولت اسلامیہ کے ابتدائی زمانے تک محفوظ رہے واللہ اعلم۔ اس کی صحت کا کوئی پتہ نہیں حالانکہ یہ بات مشہور ہے کہ وہ تختیاں جنتی جوہر کی تھیں اور اس آیت میں ہے کہ پھر حضرت موسیٰ نے خود ہی انہیں اٹھالیا اور ان میں رحمت وہدایت پائی چونکہ رہبت متضمن ہے خشوع وخضوع کو اس لیے اسے لام سے متعدی کیا۔ قتادہ رحمۃ اللہ کہتے ہیں ان میں آپ نے لکھا دیکھا کہ ایک امت تمام امتوں سے بہتر ہوگی جو لوگوں کے لیے قائم کی جائے گی جو بھلی باتوں کا حکم کرے گی اور برائیوں سے روکے گی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ اے اللہ میری امت کو یہی امت بنادے جواب ملا کہ یہ امت امت احمد ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) پھر پڑھا کہ ایک امت ہوگی جو دنیا میں سب سے آخر آئے گی اور جنت میں سب سے پہلے جائے گی تو بھی آپ نے یہی درخواست کی اور یہی جواب پایا پھر پڑھا کہ ایک امت ہوگی جن کی کتاب ان کے سینوں میں ہوگی جس کی وہ تلاوت کریں گے یعنی حفظ کریں گے اور دوسرے لوگ دیکھ کر پڑھتے ہیں۔ اگر ان کی کتابیں اٹھ جائیں تو علم جاتا رہے کیونکہ انہیں حفظ نہیں۔ اس طرح کا حافظہ اسی امت کے لیے مخصوص ہے۔ کسی اور امت کو نہیں ملا۔ اس پر بھی آپ نے یہی درخواست کی اور یہی جواب پایا۔ پھر دیکھا کہ اس میں لکھا ہوا ہے کہ ایک امت ہوگی جو اگلی پچھلی تمام کتابوں پر ایمان لائے گی اور گمراہوں سے جہاد کرے گی یہاں تک کہ کانے دجال سے جہاد کرے گی۔ اس پر بھی آپ نے یہی دعا کی اور یہی

جواب پایا۔ پھر دیکھا کہ ایک امت ہوگی جو اپنے صدقے آپ کھائے گی اور اجر بھی پائے گی حالانکہ اور امتیں جو صدقہ کرتی رہیں اگر قبول ہوا تو آگ آ کر اسے کھا گئی اور اگر نامقبول ہوا تو اسے درندوں پرندوں نے کھالیا۔ اللہ نے تمہارے صدقے تمہارے مالداروں سے تمہارے مفلسوں کے لئے لیے ہیں۔ اس پر بھی کلیم اللہ علیہ السلام نے یہی دعا کی اور یہی جواب ملا۔ پھر پڑھا کہ ایک امت ہوگی جو اگر نیکی کا ارادہ کر لے پھر نہ کرے تو بھی نیکی لکھ لی جائے گی اور اگر کر بھی لی تو دس نیکیاں لکھی جائیں گی سات سو تک اسی طرح بڑھتی چلی جائیں گی اس پر بھی آپ نے یہی دعا کی اور یہی جواب پایا۔ پھر ان تختیوں میں آپ نے پڑھا کہ ایک امت ہوگی جو خود بھی شفاعت کرے گی اور ان کی شفاعت دوسرے بھی کریں گے آپ نے پھر یہی دعا کی کہ اے اللہ یہ مرتبہ میری امت کو دے۔ جواب ملا یہ امت امت احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے اس پر آپ نے تختیاں لے لیں اور کہنے لگے اے اللہ مجھے امت احمد میں کر دے۔

وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ۭ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاۗءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِىَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ۭ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَاۗءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَاۗءُ ۭ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ۝ وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ۭ

موسیٰ نے اپنی قوم میں سے ہمارے وعدے کی حاضری کے لیے ستر شخص چھانٹ لیے۔ پھر جب انہیں زلزلے نے پکڑ لیا تو کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار اگر تیری یہی چاہت تھی تو انہیں اور مجھے اس سے پہلے ہی ہلاک کر دیتا ہم میں سے بعض احمق لوگوں کے کیے ہوئے کاموں پر کیا تو ہمیں ہلاک کر دے گا؟ یہ حادثہ تو صرف تیری طرف کا ایک امتحان ہے اس سے جسے تو چاہے گمراہ کر دے اور جسے چاہے ہدایت پر لے آئے، تو ہی ہمارا کارساز ہے پس ہمارے قصور معاف فرما اور ہم پر مہربانی فرما تو تمام بخشنے والوں سے بہتر بخشنے والا ہے ۝ تو ہمارے لیے اس دنیا کی بہتری لکھ دے اور آخرت کی بھی ہم سب تیری طرف رجوع کر رہے ہیں ۝

موسیٰ علیہ السلام ستر افراد کے ہمراہ کوہ طور پر: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حسب فرمان الٰہی اپنی قوم میں سے ستر شخصوں کو منتخب کیا اور جناب باری سے دعائیں مانگنا شروع کیں۔ لیکن یہ لوگ اپنی دعا میں حد سے تجاوز کر گئے کہنے لگے اللہ تو ہمیں وہ دے جو نہ ہم سے پہلے کسی کو دیا ہو نہ ہمارے بعد کسی کو دے۔ یہ دعا اللہ تعالیٰ کو ناپسند آئی اور ان پر بھونچال آ گیا۔ [1] جس سے گھبرا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ سے دعائیں کرنے لگے۔ سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں انہیں لے کر آپ اللہ تعالیٰ سے بنی اسرائیل کی گوسالہ پرستی کی معذرت کرنے کے لیے گئے تھے یہاں جب وہ پہنچے تو

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۶/۷۴)]

کہنے لگے ہم تو جب تک خود اللہ تعالیٰ کو کھلم کھلا اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں ایمان نہ لائیں گے۔ ہم کلام سن رہے ہیں لیکن دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس پر کڑاکے کی آواز ہوئی اور یہ سب مرکھپ گئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رونا شروع کیا کہ میں بنی اسرائیل کو کیا منہ دکھاؤں گا؟ ان کے یہ بہترین لوگ تھے اگر یہی منشاء تھی تو اس سے پہلے ہی ہمیں ہلاک کر دیا ہوتا۔ [1] امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کا قول ہے کہ انہیں اس بت پرستی سے توبہ کرنے کے لیے بطور وفد کے آپ لے چلے تھے۔ ان سے فرما دیا تھا کہ پاک صاف ہو جاؤ پاک کپڑے پہن لو اور روزے سے چلو یہ اللہ کے بتائے ہوئے وقت پر طور سینا پہنچے۔ مناجات میں مشغول ہوئے تو انہوں نے خواہش کی کہ اللہ سے دعا کیجئے کہ ہم بھی اللہ کا کلام سنیں آپ نے دعا کی جب حسب عادت بادل آیا اور موسیٰ علیہ السلام آگے بڑھ گئے اور بادل میں چھپ گئے قوم سے فرمایا تم بھی قریب آ جاؤ یہ بھی اندر چلے گئے اور حسب عادت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیشانی پر ایک نور چمکنے لگا جو اللہ کے کلام کے وقت برابر چمکتا رہتا تھا اس وقت کوئی انسان آپ کے چہرے پر نگاہ نہیں ڈال سکتا تھا آپ نے حجاب کر لیا لوگ سجدے میں گر پڑے اور اللہ کا کلام شروع ہوا جو یہ لوگ سن رہے تھے کہ فرمان ہو رہا ہے' یہ نہ کرو غیرہ۔ جب باتیں ہو چکیں اور ابر اٹھ گیا تو ان لوگوں نے کہا ہم تو جب تک اللہ کو خوب ظاہر نہ دیکھ لیں ایمان نہیں لائیں گے تو ان پر کڑاکا نازل ہوا اور سب کے سب ایک ساتھ مر گئے موسیٰ علیہ السلام بہت گھبرائے اور مناجات شروع کر دی اس میں یہاں تک کہا کہ اگر ہلاک ہی کرنا تھا تو اس سے پہلے ہلاک کیا ہوتا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کو اور شبر شبیر کو لے کر پہاڑ کی گھاٹی میں گئے۔ ہارون ایک بلند جگہ کھڑے تھے کہ ان کی روح قبض کر لی گئی جب آپ واپس بنی اسرائیل کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا کہ چونکہ آپ کے بھائی بڑے ملنسار اور نرم آدمی تھے آپ نے ہی انہیں الگ لے جا کر قتل کر دیا۔ اس پر آپ نے فرمایا اچھا تم اپنے میں سے ستر آدمی چھانٹ کر میرے ساتھ کر دو انہوں نے کر دیئے جنہیں لے کر آپ گئے اور حضرت ہارون علیہ السلام کی لاش سے پوچھا کہ آپ کو کس نے قتل کیا؟ اللہ کی قدرت سے وہ بولے کسی نے نہیں بلکہ میں اپنی موت مرا ہوں انہوں نے کہا بس موسیٰ اب سے آپ کی نافرمانی ہرگز نہ کی جائے گی اسی وقت زلزلہ آیا جس سے وہ سب مر گئے اب تو حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت گھبرائے دائیں بائیں گھومنے لگے اور وہ عرض کرنے لگے جو قرآن میں مذکور ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی التجا قبول کر لی ان سب کو زندہ کر دیا اور بعد میں وہ سب انبیاء بنے [2] لیکن یہ اثر بہت ہی غریب ہے اس کا ایک راوی عمارہ بن عبد غیر معروف ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ ان پر اس زلزلے کے آنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ بچھڑے کی پرستش کے وقت خاموش تھے ان پجاریوں کو روکتے نہ تھے اس قول کی دلیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمان بالکل ٹھیک اترتا ہے کہ اے اللہ ہم میں سے چند بیوقوفوں کے فعل کی وجہ سے تو ہمیں ہلاک کر رہا ہے؟ پھر فرماتے ہیں یہ تو تیری طرف کی آزمائش ہی ہے تیرا حکم چلتا ہے اور تیری ہی چاہت کامیاب ہے۔ ہدایت و ضلالت تیرے ہی ساتھ ہے جس کو تو ہدایت دے اسے کوئی بہکا نہیں سکتا اور جسے تو بہکائے اس کی کوئی

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (٦/٧٣)]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (٦/٧٤)]

رہبری نہیں کر سکتا۔ تو جس سے روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا اور جسے دے دے اس سے کوئی چھین نہیں سکتا۔ ملک کا مالک تو اکیلا' حکم کا حاکم صرف تو ہی۔ خلق وامر تیرا ہی ہے۔ تو ہمارا ولی ہے' ہمیں بخش ہم پر رحم فرما' تو سب سے اچھا معاف فرمانے والا ہے۔ غفر کے معنی ہیں چھپا دینا اور پکڑ نہ کرنا جب رحمت بھی اس کے ساتھ مل جائے تو یہ مطلب ہوتا ہے کہ آئندہ اس گناہ سے بچاؤ ہو جائے۔ گناہوں کا بخش دینے والا صرف تو ہی ہے۔ پس جس چیز سے ڈر تھا اس کا بچاؤ کرنے کے بعد اب مقصود حاصل کرنے کے لئے دعا کی جاتی ہے کہ ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اسے ہمارے نام لکھ دے واجب و ثابت کر دے۔ حسنہ کی تفسیر سورہ بقرہ میں گذر چکی ہے۔ ہم تیری طرف رجوع کرتے ہیں' رغبت ہماری تیری ہی جانب ہے' ہماری توبہ اور عاجزی تیری طرف ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ چونکہ انہوں نے ﴿هُدْنَا﴾ کہا تھا اس لئے انہیں یہودی کہا گیا ہے لیکن اس روایت کی سند میں جابر بن یزید جعفی ہیں جو ضعیف ہیں۔

قَالَ عَذَابِيٓ أُصِيبُ بِهِۦ مَنْ أَشَآءُ ۖ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ وَٱلَّذِينَ هُم بِـَٔايَٰتِنَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٥٦﴾

جناب باری کا ارشاد ہوا کہ میں اپنے عذاب تو صرف انہیں ہی پہنچاتا ہوں جنہیں چاہوں' ہاں میری رحمت نے تمام چیزوں کو سما لیا ہے' پس میں اسے خصوصیت کے ساتھ ان کے نام لکھ دوں گا جو پرہیز گاری کریں زکوٰۃ ادا کرتے رہیں اور جو ہماری آیتوں پر یقین اور ایمان رکھیں ○

رحمت باری تعالیٰ کی وسعت: چونکہ کلیم اللہ علیہ السلام نے اپنی دعا میں کہا تھا کہ یہ محض تیری طرف سے آزمائش ہے اس کے جواب میں فرمایا جا رہا ہے کہ عذاب تو صرف گنہگاروں کو ہی ہوتا ہے اور گنہگاروں میں سے بھی انہی کو جو میری نگاہ میں گنہگار ہیں نہ کہ ہر گنہگار کو۔ میں اپنی حکمت عدل اور پورے علم کے ذریعے سے جانتا ہوں کہ مستحق عذاب کون ہے؟ صرف اسی کو عذاب پہنچاتا ہوں۔ ہاں البتہ میری رحمت بڑی وسیع چیز ہے جو سب کو شامل' سب پر حاوی اور سب پر محیط ہے۔ چنانچہ عرش کے اٹھانے والے اور اس کے اردگرد رہنے والے فرشتے فرماتے رہتے ہیں کہ اے رب تو نے اپنی رحمت اور اپنے علم سے تمام چیزوں کو گھیر رکھا ہے۔ مسند امام احمد میں ہے کہ ایک اعرابی آیا اونٹ بٹھا کر اسے باندھ کر نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑا ہو گیا نماز سے فارغ ہو کر اونٹ کو کھول کر اس پر سوار ہو کر اونچی آواز سے دعا کرنے لگا کہ اے اللہ مجھ پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحم کر اور اپنی رحمت میں کسی اور کو ہم دونوں کا شریک نہ کر۔ آپ یہ سن کر فرمانے لگے بتاؤ یہ خود راہ گم کردہ ہونے میں بڑھا ہوا ہے یا اس کا اونٹ؟ تم نے سنا بھی اس نے کیا کہا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سن لیا آپ نے فرمایا اے شخص تو نے اللہ کی بہت ہی کشادہ رحمت کو بہت تنگ چیز سمجھ لیا سن اللہ نے اپنی رحمت کے سو حصے کئے جن میں سے صرف ایک حصہ مخلوق میں اتارا جو تمام مخلوق میں تقسیم ہوا یعنی انسان حیوان جنات سب میں اور ننانوے حصے اپنے لئے باقی رکھے۔ لوگو بتاؤ یہ زیادہ

راہ بہکا ہوا ہے یا اس کا اونٹ؟ (۱) مسند کی اور حدیث میں ہے اللہ عزوجل نے اپنی رحمت کے سو حصے کئے جن میں سے صرف ایک ہی حصہ دنیا میں اتارا اسی سے مخلوق ایک دوسرے پر ترس کھاتی ہے اور رحم کرتی ہے۔ اسی سے حیوان بھی اپنی اولاد کے ساتھ نرمی اور رحم کا برتاؤ کرتے ہیں باقی ننانوے حصے تو اس کے پاس ہی ہیں جن کا اظہار قیامت کے دن ہوگا (۲) اور روایت میں ہے کہ بروز قیامت اسی ایک حصے کے ساتھ اور ننانوے حصے جو موخر ہیں ملا دیئے جائیں گے (۳) ایک اور روایت میں ہے کہ اسی نازل کردہ ایک حصے میں پرند بھی شریک ہیں۔ (۴) طبری میں ہے قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ جو اپنے دین میں فاجر ہے جو اپنی معاش میں احمق ہے وہ بھی اس میں داخل ہے۔ اس کی قسم جو میری جان اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے وہ بھی جنت میں جائے گا جو مستحق جہنم ہوگا۔ اس کی قسم جس کے قبضے میں میری روح ہے قیامت کے دن اللہ کی رحمت کے کرشمے دیکھ کر ابلیس بھی امیدوار ہو کر ہاتھ پھیلا دے گا۔ (۵) یہ حدیث بہت ہی غریب ہے اس کا راوی سعد غیر معروف ہے۔ پس میں اپنی اس رحمت کو ان کے لئے واجب کردوں گا اور یہ بھی محض اپنے فضل وکرم سے۔ جیسے فرمان ہے تمہارے رب نے اپنی ذات پر رحمت کو واجب کرلیا ہے۔ (۶) پس جن پر رحمت رب واجب ہو جائے گی ان کے جو اوصاف بیان فرمائے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مراد اس سے امت محمد (ﷺ) ہے جو تقویٰ کریں یعنی شرک سے اور کبیرہ گناہوں سے بچیں زکوٰۃ دیں یعنی اپنے ضمیر کو پاک رکھیں اور مال کی زکوٰۃ بھی ادا کریں (کیونکہ یہ آیت مکی ہے) اور ہماری آیتوں کو مان لیں ان پر ایمان لائیں اور انہیں سچ سمجھیں۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ

(۱) [ضعیف : مسند احمد (٣١٢/٤) ابو داؤد : کتاب الادب : باب من لیست له غیبة (٤٨٨٥) طبرانی کبیر (١٦٦٧/٢) المزی فی تهذیب الکمال (٧٤٧٢/٣٤) مستدرك حاکم (٢٤٨/٤)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند اضطراب کی وجہ سے ضعیف ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (١٨٧٩٩)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں جہالت ہے۔]

(۲) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب التوبة : باب فی سعة رحمة الله تعالی (٢٧٥٣) مسند احمد (٤٣٩/٥)]

(۳) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب التوبة : باب فی سعة رحمة الله تعالی (٢٧٤٢)]

(۴) [صحیح : ابن ماجه : کتاب الزهد : باب ما یرجی من رحمة الله تعالی یوم القیامة (٤٢٩٤) مسند احمد (٥٥/٣)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابن ماجه ، السلسلة الصحیحة (١٦٣٤)]

(۵) [ضعیف : طبرانی کبیر (٣٠٢٢) مجمع الزوائد (٢١٦/١٠)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ یہ روایت حماد بن ابی سلیمان اور تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔]

(۶) [سورہ الانعام: آیت ١٢]

الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

جو اس پیغمبر نبی امی کی پیروی کرتے ہیں جس کے اوصاف اپنے پاس تورات وانجیل میں لکھے ہوئے پاتے ہیں جو انہیں اچھائیوں کا حکم دیتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے اور پاک چیزیں ان پر حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام کرتا ہے اور ان سے ان کے بوجھ اتارتا ہے اور وہ طوق بھی جو ان کی گردنوں میں پڑے ہوئے تھے، پس جو لوگ اس پر ایمان لائیں اور اس کی عزت اور مدد کریں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اتارا گیا ہے وہی کامیاب نجات یافتہ ہیں ○

یہود و نصاریٰ کی کتب میں خاتم الانبیاء کے تذکرے: سابقہ کتابوں میں آخری پیغمبر خاتم الانبیاء ﷺ کے جو اوصاف بیان ہوئے تھے جس سے ان نبیوں کی امت آپ کو پہچان جائے وہ بیان ہو رہے ہیں سب کو حکم تھا کہ ان صفات کا پیغمبر اگر تمہارے زمانہ میں ظاہر ہو تو تم اس کی تابعداری میں لگ جانا۔ مسند احمد میں ہے ایک صاحب فرماتے ہیں میں کچھ خرید و فروخت کا سامان لے کر مدینے آیا جب اپنی تجارت سے فارغ ہوا تو میں نے کہا اس شخص سے بھی مل لوں میں چلا تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ کہیں جا رہے ہیں میں بھی پیچھے پیچھے چلنے لگا آپ ایک یہودی عالم کے گھر گئے اس کا نوجوان تنومند بیٹا نزع کی حالت میں تھا اور وہ اپنے دل کو تسکین دینے کے لئے تورات کھولے ہوئے اس کے پاس بیٹھا ہوا تلاوت کر رہا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا کہ تجھے اس کی قسم جس نے یہ تورات نازل فرمائی ہے کیا میری صفت اور میرے مبعوث ہونے کی خبر اس میں تمہارے پاس ہے یا نہیں؟ اس نے اپنے سر کے اشارے سے انکار کیا۔ اسی وقت اس کا بچہ بول اٹھا کہ اس کی قسم جس نے تورات نازل فرمائی ہے ہم آپ کی صفات اور آپ کے آنے کا پورا حال اس تورات میں موجود پاتے ہیں اور میری تہ دل سے گواہی ہے کہ معبود برحق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور آپ اس کے سچے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا اس یہودی کو اپنے بھائی کے پاس سے ہٹاؤ پھر آپ ہی اس کے کفن دفن کے والی بنے اور اس کے جنازے کی نماز پڑھائی۔ [1]

مستدرک حاکم میں ہے حضرت ہشام بن عاص اموی فرماتے ہیں کہ میں اور ایک صاحب روم کے بادشاہ ہرقل کو دعوت اسلام دینے کے لئے روانہ ہوئے غوطہ دمشق پہنچ کر ہم جبلہ بن ایہم غسانی کے گھر گئے اس نے اپنا قاصد بھیجا کہ ہم اس سے باتیں کر لیں۔ ہم نے کہا واللہ ہم تم سے کوئی بات نہ کریں گے ہم بادشاہ کے پاس بھیجے گئے ہیں اگر وہ چاہیں تو ہم سے خود سنیں اور خود جواب دیں ورنہ ہم قاصدوں سے گفتگو کرنا نہیں چاہتے۔ قاصدوں نے یہ خبر بادشاہ کو پہنچائی اس نے اجازت دی اور ہمیں اپنے پاس بلا لیا چنانچہ میں نے اس سے باتیں کیں اور اسلام

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۵/۴۱۱) مجمع الزوائد (۸/۲۳۴)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ابو صخر عقیلی کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۲۳۴۹۲)]

کی دعوت دی۔ وہ اس وقت سیاہ لباس پہنے ہوئے تھا کہنے لگا کہ دیکھ میں نے یہ لباس پہن رکھا ہے اور حلف اٹھایا ہے کہ جب تک تم لوگوں کو شام سے نہ نکال دوں گا اس سیاہ لبادے کو نہ اتاروں گا قاصد اسلام نے یہ سن کر پھر کہا بادشاہ ہوش سنبھالو اللہ کی قسم یہ آپ کے تخت کی جگہ اور آپ کے بڑے بادشاہ کا پائے تخت بھی ان شاء اللہ ہم اپنے قبضے میں کر لیں گے۔ یہ کوئی ہماری ہوس نہیں بلکہ ہمارے نبی ﷺ سے ہمیں یہ پختہ خبر مل چکی ہے۔ اس نے کہا تم وہ لوگ نہیں ہاں ہم سے ہمارا یہ تخت و تاج وہ قوم چھینے گی جو دنوں کو روزے سے رہتے ہوں اور رات کو تہجد پڑھتے ہوں۔ اچھا تم بتاؤ تمہارے روزے کے احکام کیا ہیں؟ اب جو ہم نے بتائے تو اس کا منہ کالا ہو گیا۔ اس نے اسی وقت ہمارے ساتھ اپنا ایک آدمی کر دیا اور کہا انہیں شاہ روم کے پاس لے جاؤ۔ جب ہم اس کے ساتھ پائے تخت کے پاس پہنچے تو وہ کہنے لگا تم اس حال میں تو اس شہر میں نہیں جا سکتے اگر تم کہو تو میں تمہارے لئے عمدہ سواریاں لا دوں ان پر سوار ہو کر تم شہر میں چلو ہم نے کہا ناممکن ہے ہم تو اسی حالت میں انہی سواریوں پر چلیں گے انہوں نے بادشاہ سے کہلوا بھیجا وہاں سے اجازت آئی کہ اچھا انہیں اونٹوں پر ہی لے آؤ ہم اپنے اونٹوں پر سوار گلے میں تلواریں لٹکائے شاہی محل کے پاس پہنچے وہاں ہم نے اپنی سواریاں بٹھائیں بادشاہ دریچے میں سے ہمیں دیکھ رہا تھا ہمارے منہ سے بے ساختہ ﴿لَآ اِلٰـهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ﴾ کا نعرہ نکل گیا۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ اسی وقت شاہِ روم کا محل تھرا اٹھا اس طرح جس طرح کسی خوشے کو تیز ہوا کا جھونکا ہلا رہا ہو اسی وقت محل سے شاہی قاصد دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا آپ کو یہ نہیں چاہیے کہ اپنے دین کا اس طرح ہمارے سامنے اعلان کرو، چلو تم کو بادشاہ سلامت یاد کر رہے ہیں چنانچہ ہم اس کے ساتھ دربار میں گئے دیکھا کہ چاروں طرف سرخ مخمل اور سرخ ریشم ہے خود بھی سرخ لباس پہنے ہوئے ہے تمام دربار پادریوں اور ارکان سلطنت سے بھرا ہوا ہے۔ جب ہم پاس پہنچ گئے تو مسکرا کر کہنے لگا جو سلام تم میں آپس میں مروج ہے تم نے مجھے وہ سلام کیوں نہ کیا؟ ترجمان کی معرفت ہمیں بادشاہ کا یہ سوال پہنچا تو ہم نے جواب دیا کہ جو سلام ہم میں ہے اس کے لائق تم نہیں اور جو آداب کا دستور تم میں ہے وہ ہمیں پسند نہیں۔ اس نے کہا اچھا تمہارا سلام آپس میں کیا ہے؟ ہم نے کہا السلام علیکم اس نے کہا اپنے بادشاہ کو تم کس طرح سلام کرتے ہو؟ ہم نے کہا صرف ان ہی الفاظ سے۔ پوچھا اچھا وہ بھی تمہیں کوئی جواب دیتے ہیں ہم نے کہا یہی الفاظ وہ کہتے ہیں۔ بادشاہ نے دریافت کیا کہ تمہارے ہاں سب سے بڑا کلمہ کون سا ہے؟ ہم نے کہا ﴿لَآ اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَاللّٰـهُ اَكْبَرُ﴾ اللہ عزوجل کی قسم ادھر ہم نے یہ کلمہ کہا ادھر پھر سے محل میں زلزلہ پڑا یہاں تک کہ سارا دربار چھت کی طرف نظریں کر کے سہم گیا۔ بادشاہ ہیبت زدہ ہو کر پوچھنے لگا کیوں جی اپنے گھروں میں بھی جب کبھی تم یہ کلمہ پڑھتے ہو تمہارے گھر بھی اسی طرح زلزلے میں آ جاتے ہیں؟ ہم نے کہا کبھی نہیں ہم نے تو یہ بات یہیں آپ کے ہاں ہی دیکھی ہے، بادشاہ کہنے لگا کاش کہ تم جب کبھی اس کلمے کو کہتے تمام چیزیں اسی طرح ہل جاتیں اور میرا آدھا ملک ہی رہ جاتا۔ ہم نے پوچھا یہ کیوں؟ اس نے جواب دیا اس لئے کہ یہ آسان تھا بہ نسبت اس بات کے کہ یہ امر نبوت ہو۔ پھر اس نے ہمارا ارادہ دریافت کیا ہم نے صاف بتایا۔ اس نے کہا اچھا یہ بتاؤ کہ تم نماز کس

طرح پڑھتے ہو اور روزہ کس طرح رکھتے ہو؟ ہم نے دونوں باتیں بتا دیں اس نے اب ہمیں رخصت کیا اور بڑے اکرام واحترام سے ہمیں شاہی معزز مہمانوں میں رکھا۔ تین دن جب گذرے تو رات کے وقت ہمیں قاصد بلانے آیا ہم پھر دربار میں گئے تو اس نے ہم سے پھر ہمارا مطلب پوچھا ہم نے اسے دوہرایا پھر اس نے ایک حویلی کی شکل کی سونا مڑھی ہوئی ایک چیز منگوائی جس میں بہت سارے مکانات تھے اور ان کے دروازے تھے اس نے اسے کنجی سے کھول کر ایک سیاہ رنگ کا ریشمی جامہ نکالا ہم نے دیکھا کہ اس میں ایک شخص ہے جس کی بڑی بڑی آنکھیں ہیں بڑی رانیں ہیں۔ بڑی لمبی اور گھنی داڑھی ہے اور سر کے بال دو حصوں میں نہایت خوبصورت لمبے ہیں اس نے ہم سے پوچھا انہیں جانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں۔ کہا یہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں ان کے جسم پر بال بہت ہی تھے۔ پھر دوسرا دروازہ کھول کر اس میں سے سیاہ رنگ ریشم کا پارچہ نکالا جس میں ایک سفید صورت تھی جس کے گھنگریالے بال تھے سرخ رنگ آنکھیں تھیں بڑے کلے کے آدمی تھے اور بڑی خوش وضع داڑھی تھی اس نے ہم سے پوچھا انہیں پہچانتے ہو؟ ہم نے انکار کیا تو کہا یہ حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک دروازہ کھول کر اس میں سے سیاہ ریشمی کپڑا نکالا اس میں ایک شخص تھا نہایت ہی گورا چٹا رنگ، بہت خوبصورت آنکھیں، کشادہ پیشانی، لمبے رخسار، سفید داڑھی، یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ مسکرا رہے ہیں اس نے ہم سے پوچھا انہیں پہچانا؟ ہم نے انکار کیا تو کہا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں پھر ایک دروازہ کھولا اس میں سے ایک خوبصورت سفید شکل دکھائی دی جو ہو بہو رسول اللہ ﷺ کی تھی۔ ہم سے پوچھا انہیں پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا یہ حضرت محمد ﷺ ہیں اور ہمارے آنسو نکل آئے۔ بادشاہ اب تک کھڑا ہوا تھا اب وہ بیٹھ گیا، اور ہم سے دوبارہ پوچھا کہ یہی شکل حضور ﷺ کی ہے، ہم نے کہا واللہ یہی ہے اسی طرح کہ گویا تو آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی زندگی میں دیکھ رہا ہے۔ پس وہ تھوڑی دیر تک تو غور سے اسے دیکھتا رہا پھر ہم سے کہنے لگا کہ یہ آخری گھر تھا لیکن میں نے اور گھروں کو چھوڑ کر اسے بیچ میں ہی کھول دیا کہ تمہیں آزمالوں کہ تم پہچان جاتے ہو یا نہیں۔ پھر ایک اور دروازہ کھول کر اس میں سے بھی سیاہ رنگ ریشمی کپڑا نکالا جس میں ایک گندم گوں نرمی والی صورت تھی۔ بال گھنگریالے، آنکھیں گہری نظر میں تیز تیور تیکھے دانت پر دانت ہونٹ موٹے ہو رہے تھے جیسے کہ غصے میں بھرے ہوئے ہیں اس نے ہم سے پوچھا انہیں پہچانا؟ ہم نے انکار کیا بادشاہ نے کہا یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اسی کے متصل ایک اور صورت تھی جو قریب قریب اسی کی سی تھی۔ مگر ان کے سر کے بال گویا تیل لگے ہوئے تھے۔ ماتھا کشادہ تھا، آنکھوں میں کچھ فراخی تھی اس ہم سے پوچھا انہیں جانتے ہو؟ ہمارے انکار پر کہا یہ حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک دروازہ کھول کر اس میں سے ایک سفید رنگ ریشم کا ٹکڑا نکالا جس میں ایک گندم گوں رنگ میانہ قد سیدھے بالوں والا ایک شخص تھا گویا وہ غضبناک ہے اس نے پوچھا انہیں پہچانا؟ ہم نے کہا نہیں۔ کہا یہ حضرت لوط علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک دروازہ کھول کر اس میں سے ایک سفید ریشمی کپڑا نکال کر دکھایا جس میں سنہرے رنگ کے ایک آدمی تھے جن کا قد طویل نہ تھا رخسار ہلکے تھے چہرہ خوبصورت تھا اس نے ہم سے پوچھا انہیں جانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں، کہا یہ حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک اور دروازہ کھول کر اس

میں سے سفید ریشمی کپڑا نکال کر ہمیں دکھایا اس میں جو صورت تھی وہ پہلی صورت کے بالکل مشابہ تھی مگر ان کے ہونٹ پر تل تھا اس نے ہم سے پوچھا اسے پہچان لیا؟ ہم نے کہا نہیں، کہا یہ حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک دروازہ کھول کر اس میں سے سیاہ رنگ کا ریشمی کپڑا نکالا جس میں ایک شکل تھی سفید رنگ، خوبصورت اونچی ناک والے، نورانی چہرے والے، جس میں خوف الٰہی ظاہر تھا رنگ سرخی مائل تھا پوچھا اس نے انہیں جانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں، کہا یہ تمہارے نبی ﷺ کے دادا حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ پھر اور دروازہ کھول کر سفید ریشمی کپڑے کا ٹکڑا نکال کر دکھایا جس میں ایک صورت تھی جو حضرت آدم علیہ السلام کی صورت سے بہت ہی ملتی جلتی تھی اور چہرہ تو سورج کی طرح روشن تھا، اس نے پوچھا انہیں پہچانا؟ ہم نے لاعلمی ظاہر کی تو کہا یہ حضرت یوسف علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک دروازہ کھول کر اس میں سے سفید ریشم کا پارچہ نکال کر ہمیں دکھایا جس میں ایک صورت تھی سرخ رنگ بھری پنڈلیاں، کشادہ آنکھیں، اونچا پیٹ، قدرے چھوٹا قد، تلوار لٹکائے ہوئے۔ اس نے پوچھا انہیں جانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں۔ کہا یہ حضرت داؤد علیہ السلام ہیں پھر اور دروازہ کھول کر سفید ریشم کا کپڑا نکالا جس میں ایک صورت تھی موٹی رانوں والی لمبے پیروں والی، گھوڑے پر سوار۔ اس نے پوچھا انہیں پہچانا؟ ہم نے کہا نہیں، کہا یہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں پھر ایک اور دروازہ کھولا اور اس میں سے سیاہ رنگ حریری پارچہ نکالا جس میں ایک صورت تھی۔ سفید رنگ، نوجوان، سخت سیاہ داڑھی، بہت زیادہ بال، خوشنما آنکھیں، خوبصورت چہرہ۔ اس نے پوچھا انہیں جانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں، کہا یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم ہیں۔ ہم نے پوچھا آپ کے پاس یہ صورتیں کہاں سے آئیں؟ یہ تو ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ یہ تمام انبیاء کی اصلی صورتوں کے بالکل ٹھیک نمونے ہیں۔ کیونکہ ہم نے اپنے پیغمبر ﷺ کی صورت کو بالکل ٹھیک اور درست پایا۔ بادشاہ نے جواب دیا بات یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے رب العزت سے دعا کی کہ آپ کی اولاد میں سے جو انبیاء علیہم السلام ہیں وہ سب آپ کو دکھائے جائیں پس ان کی صورتیں آپ پر نازل ہوئیں جو حضرت آدم علیہ السلام کے خزانے میں جو سورج کے غروب ہونے کی جگہ پر تھا، محفوظ تھیں ذوالقرنین نے وہاں سے لے لیں اور حضرت دانیال کو دیں۔ پھر بادشاہ کہنے لگا کہ میں تو اس پر خوش ہوں کہ اپنی بادشاہی کو چھوڑ دوں میں اگر غلام ہوتا تو تمہارے ہاتھوں ایک جاتا اور تمہاری غلامی میں اپنی پوری زندگی بسر کرتا۔ پھر اس نے ہمیں بہت کچھ تحفے تحائف دے کر اچھی طرح رخصت کیا۔ جب ہم خلیفۃ المسلمین امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دربار میں پہنچے اور یہ سارا واقعہ بیان کیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رو دیئے اور فرمانے لگے اس مسکین کے ساتھ اللہ کی توفیق رفیق ہوتی تو یہ ایسا کر گذرتا۔ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے بتلایا ہے کہ نصرانی اور یہودی حضرت محمد ﷺ کے اوصاف اپنی کتابوں میں برابر پاتے ہیں۔ [1] یہ روایت امام بیہقی رحمہ اللہ کی کتاب دلائل النبوہ میں بھی ہے۔ اس کی اسناد بھی خوف وخطر سے خالی ہے۔ حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کی جو صفتیں تورات میں ہوں وہ مجھے بتاؤ تو انہوں نے فرمایا ہاں واللہ آپ کی صفتیں

---

[1] [بیھقی فی دلائل النبوۃ (۱/۳۸۵۔ ۳۹۰)]

تورات میں ہیں جو قرآن میں بھی ہیں کہ اے نبی ہم نے آپ کو گواہ اور خوشخبری سنانے والا اور آگاہ کرنے والا اور ان پڑھوں کو گمراہی سے بچانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ آپ میرے بندے اور رسول ہیں آپ کا نام متوکل ہے آپ بدگو اور بدخلق نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو قبض نہ کرے گا جب تک کہ آپ کی وجہ سے لوگوں کی زبان سے ﴿لَا اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰـــهُ﴾ کہلوا کر ٹیڑھے دین کو درست نہ کر دے۔ بند دلوں کو کھول نہ دے بہرے کانوں کو سننے والا نہ بنا دے اندھی آنکھوں کو دیکھتی نہ کر دے۔ یہ روایت صحیح بخاری شریف میں بھی ہے۔ [1] حضرت عطا رحمہ اللہ فرماتے ہیں پھر میں حضرت کعب رحمہ اللہ سے ملا اور ان سے بھی یہی سوال کیا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا ایک حرف کی بھی کمی بیشی دونوں صاحبوں کے بیان میں نہ تھی یہ اور بات ہے کہ آپ نے اپنی لغت میں دونوں کے الفاظ بولے۔ بخاری شریف کی اس روایت میں اس ذکر کے بعد کہ آپ بدخلق نہیں یہ بھی ہے کہ آپ بازاروں میں شورغل کرنے والے نہیں آپ برائی کے بدلے برائی کرنے والے نہیں بلکہ معافی اور درگذر کرنے والے ہیں۔ [2] عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی حدیث کے ذکر کے بعد ہے کہ سلف کے کلام میں عموماً تورات کا لفظ اہل کتاب کی کتابوں پر بولا جاتا ہے۔ اس کے مشابہ اور بھی روایتیں ہیں واللہ اعلم۔ طبرانی میں حضرت جبیر بن مطعم سے مروی ہے کہ میں تجارت کی غرض سے شام میں گیا وہاں میری ملاقات اہل کتاب کے ایک عالم سے ہوئی۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ نبی تم میں ہوئے ہیں؟ میں نے کہا ہاں اس نے کہا اگر تمہیں ان کی صورت دکھائیں تو تم پہچان لو گے؟ میں نے کہا ضرور چنانچہ وہ مجھے ایک گھر میں لے گیا جہاں بہت سی صورتیں تھیں لیکن ان میں میری نگاہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی شبیہ نہ آئی اسی وقت ایک اور عالم آیا ہم سے پوچھا کیا بات ہے؟ جب اسے ساری بات معلوم ہوئی تو وہ ہمیں اپنے مکان لے گیا وہاں جاتے ہی میری نگاہ آپ کی شبیہ پر پڑی اور میں نے دیکھا کہ گویا کوئی آپ کے پیچھے ہی آپ کو تھامے ہوئے ہے میں نے یہ دیکھ کر اس سے پوچھا یہ دوسرے صاحب پیچھے کیسے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ جو نبی آیا اس کے بعد بھی نبی آیا لیکن اس نبی کے بعد کوئی نبی نہیں اس کے پیچھے کا یہ شخص اس کا خلیفہ ہے۔ اب جو میں نے غور سے دیکھا تو وہ بالکل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شکل تھی۔ [3] امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اپنے موذن اقرع کو ایک پادری کے پاس بھیجا آپ اسے بلا لائے امیر المومنین نے اس سے پوچھا بتاؤ تم میری صفت اپنی کتابوں میں پاتے ہو؟ اس نے کہا ہاں کہا کیا؟ اس نے جواب دیا کہ قرن۔ آپ نے کوڑا اٹھا کر فرمایا قرن کیا ہے؟ اس نے کہا گویا کہ وہ لوہے کا سینگ ہے وہ امیر ہے دین میں بہت سخت۔ فرمایا اچھا میرے بعد والے کی صفت کیا ہے؟

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب انا ارسلنك شاهدا (٤٨٣٨) تفسیر ابن جریر الطبری (١٥٢٢٥/١٣) فتح الباری (٣٤٣/٤)]

[2] [أیضا]

[3] [ضعیف: طبرانی کبیر (١٥٣٧) والاوسط (٨٢٢٧)] امام ہیثمیؒ کے بیان کے مطابق اس کی سند میں مجہول راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (٢٣٣/٨ - ٢٣٤)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں جہالت ہے اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

اس نے کہا کہ خلیفہ تو وہ نیک صالح ہے لیکن اپنے قرابتداروں کو وہ دوسروں پر ترجیح دے گا۔ آپ نے فرمایا اللہ عثمان پر رحم کرے تین بار یہ فرمایا پھر فرمایا اچھا ان کے بعد؟ اس نے کہا لوہے کے ٹکڑے جیسا۔ حضرت عمر نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لیا اور افسوس کرنے لگے اس نے کہا اے امیر المومنین ہوں گے تو وہ نیک خلیفہ لیکن بنائے ہی اس وقت جائیں گے جب تلوار کھچی ہو اور خون بہہ رہا ہو [1] (ابوداؤد) ان کتابوں میں آنحضرت ﷺ کی ایک صفت یہ بھی تھی کہ آپ نیکیوں کا حکم دیں گے برائیوں سے روکیں گے۔ فی الواقع آپ ایسے ہی تھے کونسی بھلائی ہے جس کا آپ نے حکم نہ دیا ہو؟ کونسی برائی ہے جس سے آپ نے نہ روکا ہو؟ جیسے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تم جب قرآن کے یہ لفظ سنو کہ اے ایمان والو تو اسی وقت ہمہ تن گوش ہو جاؤ کیونکہ یا تو کسی خیر کا تمہیں حکم کیا جائے گا یا کسی شر سے تمہیں بچایا جائے گا۔ ان میں سب سے زیادہ تاکید اللہ کی وحدانیت کی تھی جس کا حکم برابر ہر نبی کو ہوتا رہا۔ قرآن شاہد ہے کہ ہر امت کے رسول کو پہلا حکم یہی ملا کہ وہ لوگوں سے کہہ دیں کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ماسوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ مسند امام احمد میں فرمان رسول اللہ ﷺ ہے کہ جب تم میری کسی حدیث کو سنو جسے تمہارے دل پہچان لیں تمہارے جسم اس کی قبولیت کے لئے تیار ہو جائیں اور تمہیں یہ معلوم ہو کہ وہ میرے لائق ہے تو میں اس سے بہ نسبت تمہارے زیادہ لائق ہوں اور جب تم میرے نام سے کوئی ایسی بات سنو جس سے تمہارے دل انکار کریں اور تمہارے جسم نفرت کریں اور تم دیکھو کہ وہ تم سے بہت دور ہے پس میں بہ نسبت تمہارے بھی اس سے بہت دور ہوں۔ [2] اس کی سند بہت پکی ہے۔ اس کی ایک اور روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جب تم رسول اللہ ﷺ سے منقول کوئی حدیث سنو تو اس کے ساتھ وہ خیال کرو جو خوب راہ والا بہت مبارک اور بہت پرہیزگاری والا ہو۔ [3] پھر حضور ﷺ کی ایک صفت بیان ہو رہی ہے کہ آپ کل پاک صاف اور طیب چیزوں کو حلال کرتے ہیں بہت سی چیزیں ان میں ایسی تھیں جنہیں لوگوں نے از خود حرام قرار دے لیا تھا جیسے جانوروں کو بتوں کے نام کر کے نشان ڈال کر انہیں حرام سمجھنا وغیرہ اور خبیث اور گندی چیزیں آپ لوگوں پر حرام کرتے ہیں جیسے سور کا گوشت سود وغیرہ اور جو حرام چیزیں لوگوں نے از خود حلال کر لی تھیں۔ بعض علماء کا فرمان ہے

---

[1] [ضعیف : ابوداؤد : کتاب السنة : باب فی الخلفاء (٤٦٥٦) اللالکائی فی شرح اصول الاعتقاد (٢٦٥٨)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابوداود]

[2] [حسن : مسند احمد (٤٢٥/٥)، (٤٩٧/٣) بزار (٧٣١٨/٩۔ البحر الزخار) ابن حبان (٦٣/١) ابن سعد فی الطبقات (٢٩٥/١)] امام ہیثمیؒ نے اس کے راویوں کو صحیح کے راوی کہا ہے۔ [مجمع الزوائد (١٤٩/١)] شیخ شعیب ارناؤط فرماتے ہیں کہ اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعة الحديثية (٢٣٦٠٦)] شیخ البانیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [السلسلة الصحيحة (٧٣٢)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

[3] [مرسل صحیح : مسند احمد (١٢٢/١)] شیخ شعیب ارناؤط نے اس کی سند کو صحیح مگر مرسل کہا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (١٠٨٠)]

کہ اللہ کی حلال کردہ چیزیں کھاؤ وہ دین میں بھی ترقی کرتی ہیں اور بدن میں بھی فائدہ پہنچاتی ہیں اور جو چیزیں حرام کردی ہیں ان سے بچو کیونکہ ان سے دین کے نقصانات کے علاوہ صحت میں بھی نقصان ہوتا ہے۔ اس آیت کریمہ سے بعض لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ چیزوں کی اچھائی برائی دراصل عقلی ہے۔ اس کے بہت سے جواب دیئے گئے ہیں لیکن یہ جگہ اس کے بیان کی نہیں اسی آیت کو زیر نظر رکھ کر بعض اور علماء نے کہا ہے کہ جن چیزوں کا حلال حرام ہونا کسی کو نہ پہنچا ہو اور کوئی آیت یا حدیث اس کے بارے میں نہ ملی ہو تو دیکھنا چاہیے کہ عرب اسے اچھی چیز سمجھتے ہیں یا اس سے کراہت کرتے ہیں اگر اسے اچھی چیز جان کر استعمال میں لاتے ہیں تو حلال ہے اور اگر بری چیز سمجھ کر نفرت کر کے اسے نہ کھاتے ہوں تو وہ حرام ہے۔ اس اصول میں بھی بہت کچھ گفتگو ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ آپ بہت صاف آسان اور سہل دین لے کر آئیں گے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ میں ایک طرف آسان دین دے کر مبعوث کیا گیا ہوں۔ [1] حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب حضور ﷺ یمن کا امیر بنا کر بھیجتے ہیں تو فرماتے ہیں تم دونوں خوش خبری دینا' نفرت نہ دلانا' آسانی کرنا' سختی نہ کرنا' مل کر رہنا اختلاف نہ کرنا۔ [2] آپ کے صحابی ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضور ﷺ کے ساتھ رہا ہوں اور آپ کی آسانیوں کا خوب مشاہدہ کیا ہے [3] پہلی امتوں میں بہت سختیاں تھیں لیکن پروردگار عالم نے اس امت سے وہ تمام تنگیاں دور فرما دیں۔ آسان دین اور سہولت والی شریعت انہیں عطا فرمائی۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میری امت کے دلوں میں جو وسوسے گذریں ان پر انہیں پکڑ نہیں جب تک کہ زبان سے نہ نکالیں یا عمل میں نہ لائیں۔ [4] فرماتے ہیں میری امت کی بھول چوک اور غلطی سے اور جو کام ان سے جبراً کرائے جائیں ان سے اللہ تعالیٰ نے قلم اٹھا لیا ہے۔ [5] یہی وجہ ہے کہ اس امت کو خود اللہ تعالیٰ نے یہ تعلیم فرمائی کہ کہو اے ہمارے پروردگار تو ہماری بھول چوک پر ہماری پکڑ نہ کر۔ اے ہمارے رب ہم پر وہ بوجھ نہ لاد جو ہم سے پہلوں پر تھا۔ اے ہمارے

---

[1] [صحیح : مسند احمد (٦/١١٦)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[السلسلة الصحيحة (٢٩٢٤)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الادب : باب قول النبی یسرو اولا تعسروا (٦١٢٤) صحیح مسلم : کتاب الجهاد : باب فی الامر بالتیسیر وترک التنفیر (١٧٣٣)]

[3] [صحیح : مسند احمد (٤/٤٢٠ ، ٤٢٣) صحیح بخاری : کتاب العمل فی الصلاة : باب اذا انفلتت الدابة فی الصلاة (١٢١١)]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب العتق : باب الخطاء والنسیان فی العتاقه (٢٥٢٨) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب تجاوز الله فی حدیث النفس (١٢٧) ابوداؤد : کتاب الطلاق : باب فی الوسوسة بالطلاق (٢٢٠٩) ابن ماجه : کتاب الطلاق : باب من طلق فی نفسه ولم یتکلم (٢٠٤٠) ترمذی : کتاب الطلاق (١١٨٣) نسائی : کتاب الطلاق (٣٤٣٤)]

[5] [صحیح : ابن ماجه : کتاب الطلاق : باب طلاق المکره والناسی (٢٠٤٣)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابن ماجه ، المشکاة (٦٢٨٤)] شیخ عبدالرزاق مہدی، حافظ زبیر علی زئی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

رب ہمیں ہماری طاقت سے زیادہ بوجھل نہ کر۔ ہمیں معاف فرما، ہمیں بخش، ہم پر رحم فرما۔ تو ہی ہمارا کارساز مولیٰ ہے۔ پس ہمیں کافروں پر مدد عطا فرما۔ (۱) صحیح مسلم شریف میں ہے کہ جب مسلمانوں نے یہ دعائیں کیں تو ہر جملے پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے یہ قبول فرمایا۔ (۲) پس جو لوگ اس نبی آخر الزمان ﷺ پر ایمان لائیں اور آپ کا ادب عزت کریں اور جو وحی آپ پر اتری ہے اس نور کی پیروی کریں وہی دنیا وآخرت میں فلاح پانے والے ہیں۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَاﰳ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْیٖ وَيُمِيْتُ ۖ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝

اعلان کر دے کہ اے لوگو میں تم سب کی جانب اس اللہ کا رسول ہوں جس کے قبضے میں آسمان و زمین کی بادشاہت ہے، جس کے سوا کوئی اور معبود نہیں وہی جلاتا اور مارتا ہے پس تم سب اللہ پر اور اس کے رسول نبی امی پر ایمان لاؤ جو اس پر اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے تم اسی کی پیروی کرو تا کہ راہ راست پاؤ○

نبی کریم ﷺ کی بعثت ساری انسانیت کی طرف: اللہ تعالیٰ اپنے نبی و رسول حضرت محمد ﷺ کو حکم فرماتا ہے کہ تمام عرب عجم، گوروں، کالوں سے کہہ دو کہ میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔ آپ کی شرافت وعظمت ہے کہ آپ خاتم الانبیاء ہیں اور تمام دنیا کے لئے صرف آپ ہی نبی ہیں۔ جیسے فرمان قرآن ہے ﴿قُلِ اللّٰهُ شَهِيْدٌۢ بَيْنِیْ وَبَيْنَكُمْ وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ﴾ (۳) یعنی اعلان کر دے کہ مجھ میں اور تم میں اللہ گواہ ہے اس پاک قرآن کی وحی میری جانب اس لئے اتاری گئی ہے کہ میں اس سے تمہیں اور جن لوگوں تک یہ پہنچے سب کو ہوشیار کر دوں اور آیت میں ہے ﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ﴾ (۴) یعنی مخلوق کے مختلف گروہوں میں سے جو بھی آپ کا انکار کرے اس کی وعدہ گاہ جہنم ہے اور آیت میں ہے ﴿وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ﴾ (۵) یعنی اہل کتاب اور غیر اہل کتاب سے کہہ دو کہ کیا تم مانتے ہو؟ اگر تسلیم کر لیں مسلمان ہو جائیں تو راہ پر ہیں ورنہ تیرے ذمے تو صرف پہنچا دینا ہی ہے۔ اس مضمون کی اور بھی قرآنی آیتیں بکثرت ہیں اور حدیثیں تو اس بارے میں بے شمار ہیں۔ دین اسلام کی ذرا سی بھی سمجھ جسے ہے وہ بالیقین جانتا اور مانتا ہے کہ آپ تمام جہان کے لوگوں کی طرف رسول اللہ ہیں۔ (ﷺ) اس آیت کی تفسیر میں صحیح بخاری شریف میں ہے کہ اتفاق سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں کچھ چشمک ہوگئی۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے

---

(۱) [سورة البقرة: آیت ۲۸۶]

(۲) [صحیح: صحيح مسلم: كتاب الايمان: باب تجاوز الله من حديث النفس (۱۲٦) ترمذى: كتاب تفسير القرآن (۲۹۹۲) نسائى (۷۹)]

(۳) [سورة الانعام: آیت ۱۹] (۴) [سورة هود: آیت ۱۷] (۵) [آل عمران: ۲۰]

حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کو ناراض کر دیا حضرت فاروق اسی حالت میں چلے گئے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ آپ معاف فرمائیں اور اللہ سے میرے لئے بخشش چاہیں لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ راضی نہ ہوئے بلکہ کواڑ بند کر لئے۔ آپ لوٹ کر دربار محمدی میں آئے اور اس وقت اور صحابہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں موجود تھے آپ نے فرمایا تمہارے اس ساتھی نے انہیں ناراض اور غضبناک کر دیا۔ حضرت عمر حضرت صدیق رضی اللہ عنہما کی واپسی کے بعد بہت ہی نادم ہوئے اور اسی وقت دربار رسالت مآب میں حاضر ہو کر تمام بات کہہ سنائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سخت ناراض ہوئے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بار بار کہتے جاتے تھے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ ظلم تو مجھ سے سرزد ہوا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میرے ساتھی کو میری وجہ سے چھوڑتے نہیں؟ سنو جب میں نے اس آواز حق کو اٹھایا کہ لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں تو تم نے کہا تو جھوٹا ہے لیکن اس ابوبکر نے کہا آپ سچے ہیں۔ [1] ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔ یاد رہے کہ میں اسے فخراً نہیں کہتا میں تمام سرخ و سیاہ لوگوں کی جانب بھیجا گیا ہوں اور میری مدد مہینے بھر کے فاصلے سے صرف رعب کے ساتھ کی گئی ہے اور میرے لئے غنیمتوں کے مال حلال کر دیئے گئے ہیں حالانکہ مجھ سے پہلے وہ کسی کے لئے حلال نہیں کئے گئے تھے اور میرے لئے ساری زمین مسجد اور وضو کے لئے حلال کر دی گئی ہے اور مجھے اپنی امت کی شفاعت عطا فرمائی گئی ہے جسے میں نے ان لوگوں کے لئے مخصوص کر رکھا ہے جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ (مسند امام احمد) [2] عمرو بن شعیب اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ تبوک والے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تہجد کی نماز کے لئے کھڑے ہوئے پس بہت سے صحابہ آپ کے پیچھے جمع ہو گئے کہ آپ کی چوکیداری کریں نماز کے بعد آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے' اور فرمایا اس رات مجھے پانچ چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے اور کسی کو نہیں دی گئیں میں تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں مجھ سے پہلے کے تمام رسول صرف اپنی اپنی قوم کی طرف ہی نبی بنا کر بھیجے جاتے رہے مجھے اپنے دشمنوں پر رعب کے ساتھ مدد دی گئی ہے گو وہ مجھ سے مہینے بھر کے فاصلے پر ہوں وہیں وہ مرعوب ہو جاتے ہیں۔ میرے لئے مال غنیمت حلال کیا گیا حالانکہ مجھ سے پہلے کے لوگ ان کی بہت عظمت کرتے تھے وہ اس مال کو جلا دیا کرتے تھے اور میرے لئے ساری زمین مسجد اور وضو کی پاک چیز بنا دی گئی ہے جہاں کہیں میرے امتی کو نماز کا وقت آ جائے وہ تیمّم کر لے اور نماز ادا کر لے مجھ سے پہلے کے لوگ اس کی عظمت کرتے تھے سوائے ان جگہوں کے جو نماز کے لئے مخصوص تھیں اور جگہ نماز نہیں پڑھ سکتے تھے اور پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ مجھ سے فرمایا گیا آپ دعا کیجئے مانگئے کیا مانگتے ہیں؟ ہر نبی مانگ چکا ہے تو میں نے اپنے اس سوال کو قیامت پر اٹھا رکھا ہے پس وہ تم سب کے لئے ہے اور ہر اس شخص کے لئے جو ﴿لا الـــه الا

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قل یآ ایها الناس انی رسول الله (٤٦٤٠)]

[2] [حسن : مسند احمد (١/٣٠١) ابن ابی شیبة (٣١٠/٧) طبرانی کبیر (١١٠٤٧/١١) بزار (٣٤٦٠) مجمع الزوائد (٦٥٨/٨)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (٢٧٤٢)]

اللہ ﷺ کی گواہی دے۔ (۱) اس کی اسناد بہت پختہ ہے اور مسند احمد میں یہ حدیث موجود ہے۔ مسند کی اور حدیث میں ہے کہ میری امت میں سے جس یہودی یا نصرانی کے کان میں میرا ذکر پڑے اور وہ مجھ پر ایمان نہ لائے وہ جنت میں نہیں جاسکتا (۲) یہ حدیث اور سند سے صحیح مسلم شریف میں بھی ہے۔ (۳) مسند احمد میں ہے کہ اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میرا ذکر اس امت کے جس یہودی نصرانی کے پاس پہنچے اور وہ مجھ پر اور میری وحی پر ایمان نہ لائے اور مر جائے وہ جہنمی ہے۔ (۴) مسند کی ایک اور حدیث میں آپ نے ان پانچوں چیزوں کا ذکر فرمایا جو صرف آپ کو ہی ملی ہیں پھر فرمایا ہر نبی نے شفاعت کا سوال کر لیا ہے اور میں نے اپنے سوال کو چھپا رکھا ہے اور ان کے لئے اٹھا رکھا ہے جو میری امت میں سے توحید پر مرے۔ (۵) یہ حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بخاری و مسلم میں بھی موجود ہے کہ مجھے پانچ چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کے انبیاء کو نہیں دی گئیں مہینے بھر کی مسافت تک رعب سے امداد و نصرت' ساری زمین کا مسجد وطہور ہونا کہ میری امت کو جہاں وقت نماز آ جائے ادا کرلے' غنیمتوں کا حلال کیا جانا جو پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھیں۔ شفاعت کا دیا جانا' تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا جانا۔ حالانکہ پہلے انبیاء صرف اپنی قوم کی طرف ہی بھیجے جاتے تھے۔ (۶)

پھر فرماتا ہے کہ کہو مجھے اس اللہ نے بھیجا ہے جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے سب چیزوں کا خالق مالک ہے جس کے ہاتھ میں ملک ہے جو مارنے جلانے پر قادر ہے جس کا حکم چلتا ہے۔ پس اے لوگو تم اللہ پر اور اس کے رسول و نبی ﷺ پر ایمان لاؤ جو ان پڑھ ہونے کے باوجود دنیا کو پڑھا رہے ہیں انہی کا تم سے وعدہ تھا اور ان ہی کی بشارت تمہاری کتابوں میں بھی ہے۔ انہیں کی صفتیں اگلی کتابوں میں ہیں۔ یہ خود اللہ کی ذات پر اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتے ہیں۔ قول و فعل سب میں اللہ کے کلام کے مطیع ہیں۔ تم سب ان کے ماتحت اور فرمانبردار ہو جاؤ۔ انہی کے طریقے پر چلو انہی کی فرمانبرداری کرو' تم راہ راست پر آ جاؤ گے۔

---

(۱) [صحیح : مسند احمد (۲/۲۲۲)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ احمد کے راوی ثقہ ہیں۔ [مجمع الزوائد (۳۶۷/۱۰)] امام منذریؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ [الترغیب (۴۳۲/۴)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۷۰۶۸)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

(۲) [صحیح لغیرہ : مسند احمد (۳۹۸/۴)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۱۹۵۳۶)]

(۳) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب وجوب الایمان برسالة نبینا محمد (۱۵۳)]

(۴) [صحیح : مسند احمد (۳۵۰/۲) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب وجوب الایمان برسالة نبینا محمد الی جمیع الناس ونسخ الملل بملته (۲۴۰) ، (۱۵۳)]

(۵) [صحیح : مسند احمد (۴۱۶/۴)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (۲۵۸/۸)]

(۶) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التیمم (۳۳۵) صحیح مسلم : کتاب المساجد : باب المساجد ومواضع الصلاة (۵۲۱) مسند احمد (۳۰۴/۳)]

وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾

قوم موسیٰ میں سے ایک جماعت ایسی بھی ہے جو حق کی رہبری کرتی ہے اور حق کے ساتھ انصاف وعدل کرتی ہے ○

قوم موسیٰ میں بھی ایک جماعت حق پر: اللہ تعالیٰ خبر دیتے ہیں کہ امت موسیٰ میں بھی ایک گروہ حق کا ماننے والا ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ﴾ [1] الخ' اہل کتاب میں سے ایک جماعت حق پر قائم ہے' راتوں کو اللہ کے کلام کی تلاوت کرتی رہتی ہے اور برابر سجدے کیا کرتی ہے اور آیت میں ہے ﴿وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ﴾ [2] الخ' یعنی اہل کتاب میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ پر اور اس پر جو تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے اور اس پر جو ان کی طرف اتارا گیا ہے ایمان لاتے ہیں اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں اللہ کی باتوں کو دنیوی نفع کی خاطر فروخت نہیں کرتے ان کا اجران کے رب کے پاس ہے۔ اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے اور آیت میں ہے ﴿اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ﴾ [3] الخ' جنہیں ہم نے اس قرآن سے پہلے اپنی کتاب دی ہے وہ اس قرآن پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی آیتیں سن کر اپنے ایمان کا اور اس کی حقانیت کا اعلان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اس سے پہلے ہی مسلمان تھے انہیں ان کے صبر کا دوہرا اجر ہے اور آیت میں ہے ﴿اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ﴾ [4] الخ' جو لوگ ہماری کتاب پائے ہوئے ہیں اور اسے حق کی ادائیگی کے ساتھ پڑھتے ہیں اور اس قرآن پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور فرمان ہے ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖ﴾ [5] الخ' جو لوگ پہلے علم دیئے گئے ہیں وہ ہمارے پاک قرآن کی آیتیں سن کر سجدوں میں گر پڑتے ہیں۔ ہماری پاکیزگی کا اظہار کر کے ہمارے وعدوں کی سچائی بیان کرتے ہیں۔ اپنی ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے سجدے کرتے ہیں' اور عاجزی اور اللہ سے خوف کھانے میں سبقت لے جاتے ہیں امام ابن جریر نے اپنی تفسیر میں اس جگہ ایک عجیب خبر لکھی ہے کہ ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب بنی اسرائیل نے کفر کیا اور اپنے نبیوں کو قتل کیا ان کے بارہ گروہ تھے ان میں سے ایک گروہ اس نالائق گروہ سے الگ رہا اللہ تعالیٰ سے معذرت کی اور دعا کی کہ ان میں اور ان گیارہ گروہوں میں تفریق کر دے۔ چنانچہ زمین میں ایک سرنگ ہوگئی یہ اس میں چلے گئے اور چین کے پرلے پار نکل گئے وہاں پر سچے سیدھے مسلمان انہیں ملے جو ہمارے قبلہ کی طرف نمازیں پڑھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ آیت ﴿وَقُلْنَا مِنْ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ﴾ [6] الخ' کا یہی مطلب ہے۔ اس آیت میں جس دوسرے وعدے کا ذکر ہے یہ آخرت کا وعدہ ہے۔ کہتے ہیں اس سرنگ میں ڈیڑھ سال تک وہ چلتے رہے۔ کہتے ہیں اس قوم کے اور تمہارے درمیان ایک نہر ہے۔

---

[1] [آل عمران: ۱۱۳]
[2] [آل عمران: ۱۹۹]
[3] [القصص: ۵۲، ۵۳]
[4] [البقرۃ: ۱۲۱]
[5] [الاسراء: ۱۰۷]
[6] [الاسراء: ۱۰۴]

وَ قَطَّعۡنٰهُمُ اثۡنَتَیۡ عَشۡرَةَ اَسۡبَاطًا اُمَمًا ؕ وَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسٰۤی اِذِ اسۡتَسۡقٰهُ قَوۡمُهٗۤ
اَنِ اضۡرِبۡ بِّعَصَاكَ الۡحَجَرَ ۚ فَانۡۢبَجَسَتۡ مِنۡهُ اثۡنَتَا عَشۡرَةَ عَیۡنًا ؕ قَدۡ عَلِمَ
كُلُّ اُنَاسٍ مَّشۡرَبَهُمۡ ؕ وَظَلَّلۡنَا عَلَیۡهِمُ الۡغَمَامَ وَ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡهِمُ الۡمَنَّ وَالسَّلۡوٰی ؕ
كُلُوۡا مِنۡ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقۡنٰكُمۡ ؕ وَمَا ظَلَمُوۡنَا وَلٰكِنۡ كَانُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ یَظۡلِمُوۡنَ ﴿۱۶۰﴾
وَاِذۡ قِیۡلَ لَهُمُ اسۡكُنُوۡا هٰذِهِ الۡقَرۡیَةَ وَكُلُوۡا مِنۡهَا حَیۡثُ شِئۡتُمۡ وَقُوۡلُوۡا حِطَّةٌ
وَّادۡخُلُوا الۡبَابَ سُجَّدًا نَّغۡفِرۡ لَكُمۡ خَطِیۡٓـٰٔتِكُمۡ ؕ سَنَزِیۡدُ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۶۱﴾ فَبَدَّلَ الَّذِیۡنَ
ظَلَمُوۡا مِنۡهُمۡ قَوۡلًا غَیۡرَ الَّذِیۡ قِیۡلَ لَهُمۡ فَاَرۡسَلۡنَا عَلَیۡهِمۡ رِجۡزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا
كَانُوۡا یَظۡلِمُوۡنَ ﴿۱۶۲﴾ ع

ہم نے انہیں بارہ قبیلوں اور گروہ میں بانٹ دیا' اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی جب اس کی قوم نے اس سے پانی طلب کیا کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مار دے' پس اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے ہر گروہ نے اپنا اپنا گھاٹ معلوم کر لیا' اور ہم نے ان پر ابر کا سایہ کیا اور ان پر من و سلویٰ اتارا جو ستھری روزی ہم نے تم کو دے رکھی ہے کھاؤ' انہوں نے ہمارا تو کوئی بگاڑ نہیں کیا ہاں بیشک اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے ○ اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے ان سے فرمایا کہ تم اس بستی میں رہو اور جہاں جی چاہے یہاں کھاؤ پیو اور زبان سے حطۃ کہو یعنی ہمارے گناہ اتار دے اور اس دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے جاؤ تو ہم تمہارے گناہ معاف فرما دیں گے' نیکی کرنے والوں کو ہم زیادتی دیا کرتے ہیں ○ پھر بھی ان میں سے جو ظالم تھے انہیں جو بات کہی گئی تھی اس کے سوا انہوں نے اور بدل ڈالی پھر تو ہم نے بھی ان پر آسمان سے عذاب نازل فرمایا اس لئے کہ وہ ظلم پر کمر بستہ تھے ○

یہ سب آیتیں سورہ بقرہ میں گزر چکی ہیں اور وہیں ان کی پوری تفسیر بھی بحمد اللہ ہم نے بیان کر دی ہے وہ سورت مدنیہ ہے اور یہ مکیہ ہے۔ ان آیتوں اور ان آیتوں کا فرق بھی مع لطافت کے ہم نے وہیں ذکر کر دیا ہے دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

وقف لازم

وَسۡـَٔلۡهُمۡ عَنِ الۡقَرۡیَةِ الَّتِیۡ كَانَتۡ حَاضِرَةَ الۡبَحۡرِ ۘ اِذۡ یَعۡدُوۡنَ فِی السَّبۡتِ
اِذۡ تَاۡتِیۡهِمۡ حِیۡتَانُهُمۡ یَوۡمَ سَبۡتِهِمۡ شُرَّعًا وَّیَوۡمَ لَا یَسۡبِتُوۡنَ ۙ لَا تَاۡتِیۡهِمۡ ۛۚ
كَذٰلِكَ ۛۚ نَبۡلُوۡهُمۡ بِمَا كَانُوۡا یَفۡسُقُوۡنَ ﴿۱۶۳﴾

معانقۃ المصف

ان سے اس گاؤں کا حال تو دریافت کر جو دریا کے کنارے تھا' جبکہ وہاں کے لوگ ہفتہ کے دن احکام میں حد سے گزرنے لگے جبکہ ان کی مچھلیاں ان کے پاس ان کے ہفتے والے دن تو کھلم کھلا چڑھی چلی آتی تھیں اور جس دن وہ ہفتہ نہ مناتے مچھلیاں بھی ان کے پاس نہ آتیں' ہم انہیں یوں ہی آزمانے لگے کیونکہ وہ نافرمانیاں کرتے تھے ○

مچھلی والوں کا تذکرہ: پہلے آیت ﴿ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ ﴾ [1] گزر چکی ہے اسی واقعہ کا تفصیلی بیان اس آیت میں ہے اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلوات اللہ وسلامہ علیہ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اپنے زمانے کے یہودیوں سے ان کے پہلے باپ دادوں کی بابت سوال کیجئے جنہوں نے اللہ کے فرمان کی مخالفت کی تھی پس ان کی سرکشی اور حیلہ جوئی کی وجہ سے ہماری اچانک پکڑ ان پر مسلط ہوئی۔ اس واقعہ کو یاد دلاتا کہ یہ بھی میری ناگہانی سزا سے ڈر کر اپنی اس ملعون صفت کو بدل دیں اور آپ کے جو اوصاف ان کی کتابوں میں ہیں انہیں نہ چھپائیں ایسا نہ ہو کہ ان کی طرح ان پر بھی ہمارے عذاب بے خبری میں برس پڑیں۔ ان لوگوں کی یہ بستی بحر قلزم کے کنارے واقع تھی جس کا نام آیلہ تھا۔ مدین اور طور کے درمیان یہ شہر تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس بستی کا نام مدین تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام معنا تھا۔ یہ مدین اور عینونا کے درمیان تھا انہیں حکم ملا کہ یہ ہفتہ کے دن کی حرمت کریں اور اس دن شکار نہ کریں، مچھلی نہ پکڑیں۔ ادھر مچھلیوں کی بحکم الٰہی یہ حالت ہوئی کہ ہفتے والے دن تو چڑھی چلی آتیں کھلم کھلا ہاتھ لگتیں تیرتی پھرتیں سب طرف سے سمٹ کر آ جاتیں اور جب ہفتہ نہ ہوتا ایک مچھلی بھی نظر نہ آتی بلکہ تلاش پر بھی ہاتھ نہ لگتی۔ یہ ہماری آزمائش تھی کہ مچھلیاں ہیں تو شکار منع اور شکار جائز ہے تو مچھلیاں ندارد۔ چونکہ یہ لوگ فاسق اور بے حکم تھے اس لئے ہم نے بھی ان کو اس طرح آزمایا آخر ان لوگوں نے حیلہ جوئی شروع کی ایسے اسباب جمع کرنے شروع کئے جو باطن میں اس حرام کام کا ذریعہ بن جائیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ یہودیوں کی طرح حیلے کر کے ذرا سی دیر کے لئے اللہ کے حرام کو حلال نہ کر لینا۔ [2] اس حدیث کو امام ابو عبداللہ بن بطہ رحمہ اللہ لائے ہیں اور اس کی سند نہایت عمدہ ہے اس کے راوی احمد بن محمد بن مسلم کا ذکر امام خطیب رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں کیا ہے اور انہیں ثقہ کہا ہے باقی سب راوی بہت مشہور ہیں اور سب کے سب ثقہ ہیں ایسی بہت سی سندوں کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔

وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَاۨ ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْۗءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۢ بَـــِٕيْسٍۢ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۵﴾ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ﴿۱۶۶﴾

اور جب ان کے ایک گروہ نے کہا کہ تم ان لوگوں کو کیوں نصیحت کر رہے ہو جنہیں اللہ غارت کرنے والا ہے یا جنہیں سخت تر عذاب کرنے والا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کے ہاں کا اپنے اوپر کا الزام اتارنے کے لئے اور اس خیال سے بھی کہ

---

[1] [سورہ البقرہ : آیت ٦٥]

[2] [جزء فی الخلع و ابطال الحیل (ص : ٢٤) لابی عبد اللہ بن بطۃ کما فی ارواء الغلیل (١٥٣٥)]

شاید یہ باز آجائیں○ آخران لوگوں نے جب وہ تمام باتیں بھلادیں جوانہیں بطور نصیحت کے کی گئیں تھیں تو ہم نے برائی سے روکنے والوں کو بچا کر ان ظالموں کو ان کی نافرمانیوں کی پاداش میں سخت بدترین عذابوں میں پھانس لیا○ جس کام سے وہ روکے گئے تھے جب اس میں حد سے تجاوز کر گئے تو آخر ہم نے حکم دے دیا کہ تم سب ذلیل بندر بن جاؤ○

نجات صرف برائی سے روکنے والوں کے لیے: جس بستی کے لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے ان کے تین گروہ ہو گئے تھے ایک تو حرام شکار کھیلنے والا اور حیلے بہانوں سے مچھلی پکڑنے والا۔ دوسرا گروہ انہیں روکنے والا ان سے بیزاری ظاہر کر کے ان سے الگ ہو جانے والا اور تیسرا گروہ چپ چاپ رہ کر نہ اس کام کو کرنے والا نہ اس سے روکنے والا جیسا کہ سورہ بقرہ کی تفسیر میں ہم خلاصہ وار بیان کر آئے ہیں۔ جو لوگ خاموش تھے نہ برائی کرتے تھے نہ بروں کو برائی سے روکتے تھے انہوں نے روکنے والوں کو سمجھانا شروع کیا کہ میاں ان لوگوں کو کہنے سننے سے کیا فائدہ؟ انہوں نے تو اللہ کے عذاب مول لے لئے ہیں رب کے غضب کے لئے تیار ہو گئے ہیں اب تم ان کے پیچھے کیوں پڑے ہو؟ تو اس پاک گروہ نے جواب دیا کہ اس میں دو فائدے ہیں ایک تو یہ کہ اللہ کے پاس ہم معذرت خواہ ہو جائیں کہ ہم اپنا فرض برابر ادا کرتے رہے انہیں ہر وقت سمجھاتے بجھاتے رہے۔ ((معذرۃ)) ت کے پیش سے بھی ایک قرات ہے تو گویا ھذا کا لفظ یہاں مقدر ماننا یعنی انہوں نے کہا یہ ہماری معذرت ہے اور زبر کی قرات پر یہ مطلب ہے کہ ہم جو انہیں روک رہے ہیں یہ کام اس لیے کر رہے ہیں کہ اللہ کے ہاں ہم پر الزام نہ آئے کیونکہ اللہ کا حکم ہے کہ ہمیشہ نیکی کا حکم کرتے رہو اور برائی سے روکتے رہو۔ دوسرا فائدہ اس میں یہ ہے کہ بہت ممکن ہے کسی وقت کی نصیحت ان پر اثر کر جائے۔ یہ لوگ اپنی اس حرام کاری سے باز آجائیں اللہ سے توبہ کریں تو اللہ تعالیٰ بھی ان پر مہربانی کرے اور ان کے گناہ معاف فرمادے۔ آخر کار ان کی نصیحت خیر خواہی بھی بے نتیجہ ثابت ہوئی۔ ان بدکاروں نے ایک نہ مانی تو ہم نے اس مسلم گروہ کو جو برابر ان سے نالاں رہا ان سے الگ رہا اور انہیں سمجھاتا بجھاتا رہا نجات دے دی اور باقی کے ظالموں کو جو ہماری نافرمانیوں کے مرتکب تھے اپنے بدترین عذابوں سے پکڑ لیا۔ عبارت کی عمدگی ملاحظہ ہو کہ روکنے والوں کو نجات کا کھلے لفظوں میں اعلان کیا ظالموں کی ہلاکت کا بھی غیر مشتبہ الفاظ میں بیان کیا اور چپ رہنے والوں کی حالت سے سکوت کیا گیا۔ اس لئے کہ ہر عمل کی جزا اسی کی ہم جنس ہے۔ یہ لوگ نہ تو اس ظلم عظیم میں شریک تھے کہ ان کی مذمت اعلانیہ کی جائے نہ دلیری سے روکتے تھے کہ صاف طور پر قابل تعریف ٹھہریں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جو گروہ ممانعت کرنے کے بعد تھک کر بیٹھ گیا اور پھر روکنا چھوڑ دیا تھا اللہ کا عذاب جب آیا تو یہ گروہ بھی اس عذاب سے بچ گیا صرف وہی ہلاک ہوئے جو گناہ میں مبتلا تھے۔ آپ کے شاگرد حضرت عکرمہ کا بیان ہے کہ پہلے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس میں بڑا تردد تھا کہ آیا یہ لوگ ہلاک ہوئے یا بچ گئے یہاں تک کہ ایک روز میں آیا تو دیکھا کہ قرآن گود میں رکھے ہوئے رو رہے ہیں۔ اول اول تو میرا حوصلہ نہ پڑا کہ سامنے آؤں لیکن دیر تک جب یہی حالت رہی تو میں نے قریب آ کر سلام کیا بیٹھ گیا اور رونے کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا دیکھو یہ سورہ اعراف ہے اس میں ایلہ کے یہودیوں کا ذکر ہے کہ انہیں

ہفتے کے روز مچھلی کے شکار کی ممانعت کر دی گئی اور ان کی آزمائش کے لئے مچھلیوں کو حکم ہوا کہ وہ صرف ہفتے کے دن ہی نکلیں ہفتے کے دن دریا مچھلیوں سے بھرے رہتے تھے۔ تر و تازہ موٹی اور عمدہ بکثرت مچھلیاں پانی کے اوپر اچھلتی کودتی رہتی تھیں۔ اور دنوں میں سخت کوشش کے باوجود بھی نہ ملتی تھیں۔ کچھ دنوں تک تو ان کے دلوں کے اندر حکم الٰہی کی عظمت رہی اور یہ ان کے پکڑنے سے رکے رہے لیکن پھر شیطان نے ان کے دل میں یہ قیاس ڈال دیا کہ اس دن منع کھانے سے ہے تم نے آج کھانا نہیں۔ پکڑ لو اور جائز دن کھا لینا۔ سچے مسلمانوں نے انہیں اس حیلہ جوئی سے ہر چند روکا اور سمجھایا کہ دیکھو شکار کھیلنا شروع نہ کرو شکار اور کھانا دونوں ممنوع ہیں۔ اگلے جمعہ کے دن جو جماعت شیطانی پھندے میں پھنس چکی تھی وہ اپنے بال بچوں سمیت شکار کو نکل کھڑی ہوئی۔ باقی کے لوگوں کی دو جماعتیں بن گئیں ایک ان کے دائیں ایک بائیں۔ دائیں جانب والی تو برابر انہیں روکتی رہی کہ اللہ سے ڈرو اور اللہ کے عذابوں کے لئے تیاری نہ کرو۔ بائیں والوں نے کہا میاں تمہیں کیا پڑی؟ یہ تو خراب ہونے والے ہیں اب تم انہیں نصیحت کر کے کیا لو گے؟ انہوں نے جواب دیا کہ خیر اللہ کے ہاں ہم تو چھوٹ جائیں گے اور ہمیں تو اب تک مایوسی بھی نہیں کیا عجب کہ یہ لوگ سنور جائیں تو ہلاکت اور عذاب سے محفوظ رہیں۔ ہماری تو عین منشا یہ ہے لیکن یہ بدکار اپنی بے ایمانی سے باز نہ آئے اور نصیحت انہیں کارگر نہ ہوئی تو دائیں طرف کے لوگوں نے کہا تم نے ہمارا کہا نہ مانا۔ اللہ کی نافرمانی کی، ارتکاب حرمت کیا۔ عجب نہیں راتوں رات تم پر کوئی عذاب رب آئے۔ اللہ تمہیں زمین میں دھنسا دے یا تم پر پتھر برسا دے یا کسی اور طرح تمہیں سزا دے۔ رات ہم تو یہیں گزاریں گے تمہارے ساتھ شہر میں نہیں رہیں گے۔ جب صبح ہوگئی اور شہر کے دروازے نہ کھلے تو انہوں نے کواڑ کھٹ کھٹائے، آوازیں دیں لیکن کوئی جواب نہ آیا آخر سیڑھی لگا کر ایک شخص کو قلعہ کی دیوار پر چڑھایا اس نے دیکھا تو حیران ہوگیا کہ سب لوگ بندر بنا دیئے گئے۔ اس نے ان سب مسلمانوں کو خبر دی۔ یہ دروازے توڑ کر اندر گئے تو دیکھا کہ سب دم دار بندر بن گئے ہیں یہ تو کسی کو پہچان نہ سکے لیکن وہ پہچان گئے ہر بندر اپنے اپنے رشتے دار کے قدموں میں لوٹنے لگا ان کے کپڑے پکڑ پکڑ کر رونے لگے تو انہوں نے کہا دیکھو ہم تو تمہیں منع کر رہے تھے لیکن تم نے مانا ہی نہیں۔ وہ اپنا سر ہلاتے تھے کہ ہاں ٹھیک ہے ہمارے اعمال کی شامت نے ہی ہمیں برباد کیا ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ تو قرآن میں ہے کہ روکنے والے نجات یافتہ ہوئے لیکن یہ بیان نہیں کہ جو روکنے والوں کو منع کرتے تھے ان کا کیا حشر ہوا؟ اب ہم بھی بہت سی خلاف شرع باتیں دیکھتے ہیں اور کچھ نہیں کر سکتے۔ حضرت عکرمہ کہتے ہیں میں نے آپ سے یہ سن کر کہا اللہ مجھے آپ پر نثار کر دے آپ یہ تو دیکھئے کہ وہ لوگ ان کے اس فعل کو برا سمجھتے رہے تھے ان کی مخالفت کرتے تھے جانتے تھے کہ یہ ہلاک ہونے والے ہیں ظاہر ہے کہ یہ بچ گئے۔ آپ کی سمجھ میں آ گیا اور اسی وقت حکم دیا کہ مجھے دو چادریں انعام میں دی جائیں۔ الغرض اس بیچ کی جماعت کی نسبت ایک قول تو یہ ہے کہ عذاب سے بچ گئی دوسرا قول یہ بھی ہے کہ عذاب ان پر بھی آیا۔ ابن رومان فرماتے ہیں کہ ہفتے والے دن خوب مچھلیاں آتیں پانی ان سے بھر جاتا پھر بیچ کے کسی دن نظر نہ آتیں دوسرے ہفتے کو پھر یہی حال ہوتا۔ سب سے پہلے

ایک شخص نے یہ حیلہ نکالا کہ ڈور اور کانٹا تیار کیا' مچھلی کو اس میں پھنسالیا اور پانی میں ہی چھوڑ دیا اتوار کی رات کو جا کر نکال لیا بھونا لوگوں کو مچھلی کی خوشبو پہنچی تو سب نے گھیر لیا۔ ہر چند پوچھا لیکن اول تو یہ سختی سے انکار کرتا رہا آخر بات بنا دی کہ دراصل ایک مچھلی کا چھلکا مجھے مل گیا تھا میں نے اسے بھونا تھا۔ دوسرے ہفتے کے دن اس نے اسی طرح دو مچھلیاں پھانس لیں اتوار کی رات کو نکال کر بھوننے لگا لوگ آ گئے تو اس نے کہا میں نے ایک ترکیب نکال لی ہے جس سے نافرمانی بھی نہ ہو اور کام بھی نہ رکے اب جو حیلہ بیان کیا تو ان سب نے اسے پسند کیا اور بکثرت لوگ یونہی کرنے لگے۔ یہ لوگ رات کو شہر پناہ کا پھاٹک بند کر کے سوتے تھے جس رات عذاب آیا حسب دستور یہ شہر پناہ کا پھاٹک لگا کر سوئے تھے۔ صبح کو جب باہر والے شہر میں داخل ہونے کو آئے تو خلاف معمول اب تک دروازے بند پائے آوازیں دیں کوئی جواب نہ ملا قلعہ پر چڑھ گئے دیکھا تو بندر بنا دیئے گئے ہیں کھول کر اندر گئے تو بندر اپنے اپنے رشتہ داروں کے قدموں میں لوٹنے لگے اس سے پہلے سورہ بقرہ کی ایسی ہی آیت کی تفسیر کے موقعہ پر بالتفصیل ان واقعات کو اچھی طرح بیان کر چکے ہیں وہیں دیکھ لیجئے۔ فالحمد للہ' دوسرا قول یہ ہے کہ جو چپ رہے تھے وہ بھی ان گنہگاروں کے ساتھ ہلاک ہوئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ پہلے ہفتے کے دن کی تعظیم بطور بدعت خود ان لوگوں نے نکالی اب اللہ کی طرف سے بطور آزمائش کے وہ تعظیم ان پر ضروری قرار دے دی گئی اور حکم ہو گیا کہ اس دن مچھلی کا شکار نہ کرو۔ پھر مچھلیوں کا اس دن نمایاں ہونا اور دوسرے دنوں میں نہ نکلنا وغیرہ بیان فرما کر فرمایا کہ پھر ان میں سے ایک شخص نے ایک مچھلی ہفتے کے دن پکڑی اس کی ناک میں سوراخ کر کے ڈور باندھ کر ایک کیل کنارے گاڑ کر اس میں ڈور اٹکا کر مچھلی کو دریا میں ڈال دیا دوسرے دن جا کر پانی میں سے نکال لایا اور بھون کر کھا لی سوائے اس پاک باز حق گو جماعت کے لوگوں کے کسی نے نہ اسے روکا نہ منع کیا نہ سمجھایا لیکن ان کی نصیحت کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اس ایک کی دیکھا دیکھی اور بھی یہی کام کرنے لگے یہاں تک کہ بازاروں میں مچھلی آنے لگی اور اعلانیہ یہ کام ہونے لگا۔ ایک اور جماعت کے لوگوں نے اس حق والی جماعت سے کہا کہ تم ان لوگوں کو کیوں وعظ کرتے ہو اللہ تو انہیں ہلاک کرنے والا یا سخت عذاب کرنے والا ہے تو انہوں نے یہ جواب دیا یعنی اللہ کا فرمان دہرایا۔ لیکن لوگ فرمان ربانی کو بھول بیٹھے اور عذاب رب کے خود شکار ہو گئے۔ یہ تین گروہوں میں بٹ گئے تھے ایک تو شکار کھیلنے والا' ایک منع کرنے والا۔ ایک ان منع کرنے والوں سے کہنے لگا کہ اب نصیحت بیکار ہے۔ بس وہ تو بچ گئے جو برابر روکتے رہے تھے اور باقی دونوں جماعتیں ہلاک کر دی گئیں۔ سند اس کی نہایت عمدہ ہے لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کے قول کی طرف رجوع کرنا اس قول کے کہنے سے اولیٰ ہے اس لئے کہ اس قول کے بعد ان پر ان کے حال کی حقیقت کھل گئی واللہ اعلم۔ پھر فرمان ہے کہ ہم نے ظالموں کو سخت عذابوں سے دبوچ لیا۔ مفہوم کی دلالت تو اس بات پر ہے کہ جو باقی رہے بچ گئے۔ ﴿بَئِيسٍ﴾ کی کئی ایک قراتیں ہیں اس کے معنی سخت کے' دردناک کے' تکلیف دہ کے ہیں اور سب کا مطلب قریب قریب یکساں ہے۔ ان کی سرکشی اور ان کے حد سے گذر جانے کے باعث ہم نے ان سے کہہ دیا کہ تم ذلیل حقیر اور ناقدرے بندر بن جاؤ چنانچہ وہ ایسے ہی ہو گئے۔

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ
اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖۚ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۷﴾

اور یاد کرو جب تیرے رب نے صاف صاف خبر کر دی کہ وہ ان پر قیامت تک ایسے لوگوں کو کھڑا کرتا رہے گا جو انہیں بدترین سزائیں دیتے رہیں گے، بیشک تیرا رب بہت جلد سزاؤں کا کرنے والا ہے اور بیشک وہ بڑا ہی بخشنے اور مہربانی کرنے والا ہے ○

نافرمان عذاب میں: اللہ تعالیٰ نے یہود کو اطلاع کر دی کہ ان کی اس سخت نافرمانی و بار بار کی بغاوت اور ہر موقعہ پہ نافرمانی، رب سے سرکشی اور اللہ کے حرام کو اپنے کام میں لانے کے لئے حیلہ جوئی کر کے اسے حلال کی جامہ پوشی کا بدلہ یہ ہے کہ قیامت تک یہ دبے رہیں گے، ذلت میں رہیں گے، لوگ ان کو پست کرتے چلے جائیں گے۔ خود حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی ان پر تاوان مقرر کر دیا تھا سات سال یا تیرہ سال تک یہ اسے ادا کرتے رہے۔ سب سے پہلے خراج کا طریقہ آپ نے ہی ایجاد کیا پھر ان پر یونانیوں کی حکومت ہوئی پھر کشدانیوں اور کلدانیوں کی پھر نصرانیوں کی۔ سب کے زمانے میں ذلیل اور حقیر رہے ان سے جزیہ لیا جاتا رہا اور انہیں پستی سے ابھرنے کا کوئی موقعہ نہ ملا پھر اسلام آیا اور اس نے بھی انہیں پست کیا جزیہ اور خراج برابر ان سے وصول ہوتا رہا۔ غرض یہ ذلیل رہے اس امت کے ہاتھوں بھی حقارت کے گڑھے میں گرے رہے۔ بالآخر یہ دجال کے ساتھ مل جائیں گے لیکن مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جا کر پھر ان کی تخم ریزی کر دیں گے۔ جو بھی اللہ کی شریعت کی مخالفت کرتا ہے، اللہ کے فرمان کی تحقیر کرتا ہے اللہ اسے جلد ہی سزا دے دیتا ہے۔ ہاں جو اس کی طرف رغبت و رجوع کرے، توبہ کرے، جھکے تو وہ بھی اس کے ساتھ بخشش و رحمت سے پیش آتا ہے۔ چونکہ ایمان نام ہے خوف اور امید کا اسی لئے یہاں اور اکثر جگہ عذاب و ثواب، پکڑ دھکڑ اور بخشش، ڈراوا اور لالچ دونوں کا ایک ساتھ بیان ہوا ہے۔

وَقَطَّعْنٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۡ وَبَلَوْنٰهُمْ
بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۶۸﴾ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا
الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ يَّاْتِهِمْ
عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى
اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا
تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ
الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۷۰﴾

ہم نے بنی اسرائیل کے گروہ گروہ کر کے انہیں ملک میں پھیلا دیا، ان میں سے بعض تو نیکوکار ہیں اور بعض اور طرح کے، ہم نے انہیں سکھ دکھ میں دونوں طرح آزما لیا کہ وہ لوٹ آئیں ○ پھر ان کے بعد ان کے جانشین ایسے ناخلف ہوئے کہ کتاب

کے وارث بن کر اس خسیس دنیا کا اسباب اختیار کرتے ہیں اس پر بھی دعویٰ یہ ہے کہ ہمیں تو ضرور بخش دیا جائے گا' حالانکہ اگر پھر بھی ان کے پاس اسی طرح کا اسباب آ جائے تو یہ اسے بھی لے لیں' کیا ان سے کتاب کا یہ مضبوط عہد نہیں لیا گیا کہ وہ سوائے حق کے کوئی بات اللہ کی طرف منسوب کر کے نہ کہیں گے انہوں نے تو جو کچھ اس کتاب میں ہے خود پڑھا ہے' آخرت کا گھر پرہیز گار لوگوں کے لئے بہت ہی بہتر ہے' کیا تم نہیں سمجھتے ؟○ جو کتاب اللہ کو مضبوطی سے لئے رہیں اور نماز کی پابندی کریں' یقیناً ہم نیکی اور اصلاح کرنے والوں کا ثواب برباد نہیں کرتے ○

رشوت خور ذلیل و رسوا: بنو اسرائیل مختلف فرقے اور گروہ کر کے زمین میں پھیلا دیئے گئے۔ جیسے فرمان ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل سے کہا تم زمین میں رہو سہو۔ جب آخرت کا وعدہ آئے گا ہم تمہیں جمع کر کے لائیں گے ان میں کچھ تو نیک لوگ تھے کچھ بد تھے۔ [1] جنات میں بھی یہی حال ہے جیسے سورہ جن میں ان کا قول ہے کہ ہم میں کچھ تو نیک ہیں اور کچھ اور طرح کے ہیں ہمارے بھی مختلف فرقے ہوتے آئے ہیں۔ [2] پھر فرمان ہے کہ ہم نے انہیں سختی نرمی سے' لالچ اور خوف سے' عافیت اور بلا سے غرض ہر طرح پرکھ لیا تاکہ وہ اپنے کرتوت سے ہٹ جائیں۔

جب یہ زمانہ بھی گزرا جس میں نیک و بد ہر طرح کے لوگ تھے ان کے بعد تو ایسے ناخلف اور نالائق آئے جن میں کوئی بھلائی اور خیریت تھی ہی نہیں۔ یہ اب تورات کی تلاوت کرنے والے رہ گئے ممکن ہے اس سے مراد صرف نصرانی ہوں اور ممکن ہے کہ یہ خبر عام نصرانی غیر نصرانی سب پر مشتمل ہو وہ حق بات کے بدلنے اور دنیا سمیٹنے کی فکر میں لگ گئے' جیب بھر دو جو چاہو کہلوا لو۔ پس ہوس یہ ہے کہ ہے کیا؟ توبہ کر لیں گے معاف ہو جائے گا پھر موقعہ آیا پھر دنیا لے کر اللہ کی باتیں بدل دیں۔ گناہ کیا توبہ کی پھر موقعہ ملتے ہی لپک کر گناہ کر لیا۔ مقصود ان کا دنیا طلبی ہے حلال سے ملے چاہے حرام سے ملے پھر بھی مغفرت کی تمنا ہے۔ یہ ہیں جو وارث رسول کہلواتے ہیں اور جن سے اللہ نے عہد لیا ہے جیسے دوسری آیت میں ہے کہ ان کے بعد ایسے ناخلف آئے جنہوں نے نماز تک ضائع کر دی۔ [3] بنی اسرائیل کا آوے کا آوا بگڑ گیا آج ایک کو قاضی بناتے ہیں وہ رشوتیں کھانے اور احکام بدلنے لگتا ہے وہ اسے ہٹا کر دوسرے کو قائم مقام کرتے ہیں اس کا بھی یہی حال ہوتا ہے پوچھتے ہیں بھئی ایسا کیوں کرتے ہو؟ جواب ملتا ہے اللہ غفور رحیم ہے پھر وہ ان لوگوں میں سے کسی کو اس عہد پر لاتے ہیں جو اگلے قاضیوں حاکموں اور ججوں کا شاکی تھا لیکن وہ بھی رشوتیں لینے لگتا ہے اور ناحق فیصلے کرنے لگتا ہے پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ حالانکہ تم سے مضبوط عہد و پیمان ہم نے لے لیا ہے کہ تم حق کو ظاہر کیا کرو اسے نہ چھپاؤ لیکن ذلیل دنیا کے لالچ میں آ کر عذاب رب مول لے رہے ہو اسی وعدے کا بیان آیت ﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ﴾ [4] الخ' میں ہوا ہے یعنی اللہ نے یہود و نصاریٰ سے عہد لیا تھا کہ وہ کتاب اللہ لوگوں کے سامنے بیان کرتے رہیں گے' اور اس کی کوئی بات نہ چھپائیں گے۔ یہ بھی اس کے خلاف تھا کہ گناہ کرتے چلے جائیں توبہ نہ

---

[1] [الاسراء: ١٠٤] [2] [الجن: ١١]
[3] [مریم: ٥٩] [4] [سورہ آل عمران: آیت ١٨٧]

کریں اور بخشش کی امید رکھیں پھر اللہ تعالیٰ انہیں اپنے پاس کے اجر وثواب کا لالچ دکھاتا ہے کہ اگر تقویٰ کیا حرام سے بچے خواہش نفسانی کے پیچھے نہ لگے رب کی اطاعت کی تو آخرت کا بھلا تمہیں ملے گا جو اس فانی دنیا کے ٹھاٹھ سے بہت ہی بہتر ہے۔ کیا تم میں اتنی بھی سمجھ نہیں کہ گراں بہا چیز کو چھوڑ کر ردی چیز کے پیچھے پڑے ہو؟

پھر جناب باری عزوجل ان مومنوں کی تعریف کرتا ہے جو کتاب اللہ پر قائم ہیں اور اس کتاب کی راہنمائی کے مطابق اس پیغمبر آخرالزمان ﷺ کی اتباع کرتے ہیں، کلام رب پر جم کر عمل کرتے ہیں، احکام الٰہی کو دل سے مانتے ہیں اور بجالاتے ہیں اس کے منع کردہ کاموں سے رک گئے ہیں، نماز کو پابندی، دلچسپی، خشوع اور خضوع سے ادا کرتے ہیں حقیقتاً یہی لوگ اصلاح پر ہیں اور ناممکن ہے کہ ان نیک اور پاکباز لوگوں کا بدلہ اللہ ضائع کر دے۔

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿١٧١﴾

ع ۲۱ ۹ ۱۱

اور جبکہ ہم نے ان کے سروں پر پہاڑ کو مثل سائبان کے لٹکا دیا اس طرح کہ سمجھنے لگے کہ وہ ان پر گر پڑنے والا ہی ہے، کہ جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے مضبوطی سے لئے رہو اور جو کچھ اس میں ہے اسے یاد رکھو تا کہ تمہارا بچاؤ ہو جائے ○

اسی طرح کی آیت ﴿وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ﴾ [1] الخ، ہے یعنی ہم نے ان کے سروں پر طور پہاڑ لا کھڑا کیا۔ اسے فرشتے اٹھا لائے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ''جب موسیٰ علیہ السلام انہیں ارض مقدس کی طرف لے چلے اور غصہ اتر جانے کے بعد تختیاں اٹھالیں اور ان میں جو حکم احکام تھے، وہ انہیں سنائے تو انہیں وہ سخت معلوم ہوئے اور تسلیم وتعمیل سے صاف انکار کر دیا تو بحکم الٰہی فرشتوں نے پہاڑ اٹھا کر ان کے سروں پر لا کھڑا کر دیا۔ (نسائی)۔ مروی ہے کہ جب کلیم اللہ علیہ صلوات اللہ نے ان سے فرمایا کہ لو اللہ کی کتاب کے احکام قبول کرو تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں سناؤ اس میں کیا احکام ہیں؟ اگر آسان ہوئے تو ہم منظور کرلیں گے ورنہ نہ مانیں گے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بار بار کے اصرار پر بھی یہ لوگ کہتے رہے آخر اسی وقت اللہ کے حکم سے پہاڑ اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کے سروں پر معلق کھڑا ہو گیا اور اللہ کے پیغمبر نے فرمایا بولو اب مانتے ہو یا اللہ تعالیٰ تم پر پہاڑ گرا کر تمہیں فنا کر دے؟ اسی وقت یہ سب کے سب مارے ڈر کے سجدے میں گر پڑے لیکن بائیں آنکھیں سجدے میں تھی اور دائیں سے اوپر دیکھ رہے تھے کہ کہیں پہاڑ گر نہ پڑے۔ چنانچہ یہودیوں میں اب تک سجدے کا طریقہ یہی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ اسی طرح کے سجدے نے ہم پر سے عذاب الٰہی دور کر دیا ہے۔ پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان تختیوں کو کھولا تو ان میں کتاب تھی جسے خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا اسی وقت تمام پہاڑ درخت پتھر سب کانپ اٹھے۔ آج بھی یہودی تلاوت تورات کے وقت کانپ اٹھتے ہیں اور ان کے سر جھک جاتے ہیں۔

---

[1] [سورہ النسآء : آیت ۱۵۴]

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ۚ شَهِدْنَا ۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴿١٧٢﴾ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَاۗؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿١٧٣﴾ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿١٧٤﴾

جب تیرے پروردگار نے بنی آدم کی پیٹھ سے ان کی اولادیں نکالیں اور خود ان ہی کو ان کا گواہ بنا دیا کہ کیا میں تمہارا پرورش کرنے والا نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا کہ بیشک ہے ہم گواہ ہیں' یہ اس لئے کہ کہیں قیامت کے دن تم یہ نہ کہہ دو کہ ہم تو اس سے بالکل بے خبر تھے ○ یا کہنے لگو کہ شرک تو پہلے ہی سے ہمارے بڑے کرتے رہے اور ہم تو ان کی نسلوں میں سے تھے تو کیا تو ہمیں ان خطا کاروں کے جرم کی سزا میں ہلاک کر رہا ہے؟ ○ ہم اسی طرح تفصیل وار آیتوں کو بیان فرما دیتے ہیں تا کہ لوگ باز آ جائیں ○

عہد الست کا تذکرہ: اولاد آدم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے ان کی نسلیں ان کی پیٹھوں سے روز اول میں نکالیں۔ پھر ان سب سے اس بات کا اقرار لیا کہ رب' خالق' مالک' معبود' صرف وہی ہے۔ اسی فطرت پر پھر دنیا میں ان سب کو ان کے وقت پر اس نے پیدا کیا ہے۔ یہی وہ فطرت ہے جس کی تبدیلی ناممکن ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ [1] ایک روایت میں ہے کہ اس دین پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جیسا کہ بکری کا بچہ صحیح سالم پیدا ہوتا ہے لیکن پھر لوگ اس کے کان کاٹ دیتے ہیں۔ [2] حدیث قدسی میں ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو موحد و مخلص پیدا کیا پھر شیطان نے آ کر انہیں ان کے سچے دین سے بہکا کر میری حلال کردہ چیزیں ان پر حرام کر دیں۔ [3] قبیلہ بنو سعد کے ایک صحابی حضرت اسود بن سریع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چار غزوے کئے لوگوں نے لڑنے والے کفار کے قتل کے بعد ان کے بچوں کو بھی پکڑ لیا جب آپ کو اس کا علم ہوا تو بہت ناراض ہوئے اور فرمایا لوگ ان بچوں کو کیوں پکڑ رہے ہیں؟ کسی نے کہا حضور وہ بھی تو مشرکوں کے ہی بچے ہیں؟ فرمایا سنو تم میں سے بہتر لوگ مشرکین کی اولاد میں ہیں یاد رکھو ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر زبان چلنے پر اس کے ماں باپ یہودیت یا نصرانیت کی تعلیم دینے لگتے ہیں۔ اس کے راوی حضرت حسن

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الجنائز: باب ماقیل فی اولاد المشرکین (١٣٨٥) صحیح مسلم: کتاب القدر: باب معنی کل مولود یولد علی الفطرة (٢٦٥٨)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب لا تبدیل لخلق الله (٤٧٧٥) صحیح مسلم: کتاب القدر: باب معنی کل مولود یولد علی الفطرة (٢٦٥٨) ترمذی: کتاب القدر: باب ماجآ کل مولود یولد علی الفطرة (٢١٣٨) مسند احمد (٢/٢٥٣)]

[3] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الجنة: باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا (٢٨٦٥) مسند احمد (٢٦٦/٤)]

فرماتے ہیں اسی کا ذکر اس آیت میں ہے کہ اللہ نے اولاد آدم سے اپنی توحید کا اقرار لیا ہے (ابن جریر) [1] اس اقرار کے بارے میں کئی ایک حدیثیں مروی ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ قیامت کے دن دوزخی سے کہا جائے گا اگر تمام دنیا تیری ہو تو کیا تو خوش ہے کہ اسے اپنے فدیئے میں دے کر میرے عذابوں سے آج بچ جائے؟ وہ کہے گا ہاں اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تو اس سے بہت ہلکے درجے کی چیز تجھ سے طلب کی تھی اور اس کا وعدہ بھی تجھ سے لے لیا تھا کہ میرے سوا تو کسی اور کی عبادت نہ کرے۔ لیکن تو اسے توڑے بغیر نہ رہا اور دوسرے کو میرا شریک عبادت ٹھہرایا۔ [2] مسند میں ہے نعمان نامی میدان میں اللہ تعالیٰ نے پشت آدم میں سے عرفے کے دن ان کی تمام اولاد ظاہر فرمائی سب کو اس کے سامنے پھیلا دیا اور فرمایا کیا میں تم سب کا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا ہم گواہ ہیں پھر آپ نے ﴿مُبْطِلُوْنَ﴾ تک آیت تلاوت فرمائی۔ [3] یہ روایت موقوف ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے واللہ اعلم۔

اس وقت لوگ چیونٹیوں کی طرح تھے اور تر زمین پر تھے۔ حضرت ضحاک بن مزاحم کے چھ دن کی عمر کے صاحبزادے کا انتقال ہو گیا تو آپ نے فرمایا جابر اسے دفن کر کے اس کا منہ کفن سے کھول دینا اور گرہ بھی کھول دینا کیونکہ میرا یہ بچہ بٹھا دیا جائے گا اور اس سے سوال کیا جائے گا جابر نے حکم کی بجا آوری کی پھر میں نے پوچھا کہ آپ کے بچے سے کیا سوال ہوگا؟ اور کون سوال کرے گا؟ فرمایا اس میثاق کے بارے میں جو صلب آدم میں لیا گیا ہے سوال کیا جائے گا۔ میں نے پوچھا وہ میثاق کیا ہے؟ فرمایا میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا تو جتنے انسان قیامت تک پیدا ہونے والے ہیں سب کی روحیں آ گئیں اللہ نے ان سے عہد و پیمان لیا کہ وہ اسی کی عبادت کریں گے اس کے سوا کسی اور کو معبود نہیں مانیں گے خود ان کے رزق کا کفیل بنا پھر انہیں صلب آدم میں لوٹا دیا۔ پس یہ سب قیامت سے پہلے ہی پیدا ہوں گے۔ جس نے اس وعدے کو پورا کیا' اور اپنی زندگی میں اس پر قائم رہا اسے وہ وعدہ نفع دے گا اور جس نے اپنی زندگی میں اس کی خلاف ورزی کی اسے پہلے کا وعدہ کچھ فائدہ نہ دے گا۔ اور جو بچپن میں ہی مر گیا وہ میثاق اول پر اور فطرت پر مرا۔ ان آثار سے بھی بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اوپر والی حدیث کا موقوف ہونا ہی اکثر اور زیادہ ثبوت والا ہے۔ ابن جریر رحمہ اللہ کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بنی آدم کی پیٹھ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی نسلیں ایسے

---

[1] [ضعیف: مسند احمد (۴۳۵/۳) مستدرك حاكم (۱۲۳/۲) تفسير ابن جرير الطبرى (۱۵۳۶۴) دارمى (۲۴۶۶) ابو نعيم فى الحلية (۲۶۳/۸) طبرانى كبير (۸۲۹) بيهقى فى السنن الكبرى (۷۷/۹)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۶۳۰۳)]

[2] [صحیح: صحيح بخارى: كتاب احاديث الانبياء: باب خلق آدم وذريته (۳۳۳۴) صحيح مسلم: كتاب صفات المنافقين: باب طلب الكافر الفداء بملأ الارض (۲۸۰۵)]

[3] [صحیح: مسند احمد (۲۷۲/۱) تفسير ابن جرير الطبرى (۱۵۳۴۹) مستدرك حاكم (۲۷/۱) نسائى فى السنن الكبرى (۱۱۱۹۱) ابن ابى عاصم فى السنة (۲۰۲/۱)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [السلسلة الصحيحة (۱۶۲۳) تخريج الطحاوية (ص: ۲۶۲) صحيح الجامع الصغير (۱۷۰۱)]

نکالیں جیسے کنگھی بالوں میں سے نکلتی ہے ان سے اپنی ربوبیت کا سوال کیا انہوں نے اقرار کیا فرشتوں نے شہادت دی اس لئے کہ یہ لوگ قیامت کے دن اس سے غفلت کا بہانہ نہ کریں۔ [1] حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا یہی سوال رسول اللہ ﷺ سے ہوا تھا تو آپ نے میرے سنتے ہوئے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اپنے داہنے ہاتھ سے ان کی پیٹھ کو چھوا اس سے اولاد نکلی فرمایا میں نے انہیں جہنم کے لئے پیدا کیا ہے یہ جہنمیوں کے اعمال کریں گے تو آپ سے سوال ہوا کہ پھر عمل کس گنتی میں ہیں؟ آپ نے فرمایا جو جنتی ہے اس سے مرتے دم تک جنتیوں کے ہی اعمال سرزد ہوں گے اور جنت میں جائے گا ہاں جو جہنم کے لیے پیدا کیا گیا ہے اس سے وہی اعمال سرزد ہوں گے انہی پر مرے گا اور جہنم میں داخل ہوگا [2] (ابوداؤد) اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو نکال کر ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نور رکھ کر حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کیا حضرت نے پوچھا کہ یا اللہ یہ کون ہیں؟ فرمایا یہ تیری اولاد ہے ان میں سے ایک کے ماتھے کی چمک حضرت آدم علیہ السلام کو بہت اچھی لگی پوچھا یا اللہ یہ کون ہے؟ جواب ملا کہ یہ تیری اولاد میں سے بہت دور جا کر ہیں ان کا نام داؤد ہے پوچھا ان کی عمر کیا ہے؟ فرمایا ساٹھ سال کہا یا اللہ چالیس سال میری عمر میں سے ان کی عمر میں زیادہ کر پس جب حضرت آدم علیہ السلام کی روح کو قبض کرنے کے لئے فرشتہ آیا تو آپ نے فرمایا میری عمر میں سے تو ابھی چالیس سال باقی ہیں، فرشتے نے کہا آپ کو یاد نہیں کہ آپ نے یہ چالیس سال اپنے بچے حضرت داؤد کو ہبہ کر دیئے ہیں۔ بات یہ ہے کہ چونکہ حضرت آدم علیہ السلام نے انکار کیا تو ان کی اولاد بھی انکار کی عادی ہے آدم علیہ السلام خود بھول گئے ان کی اولاد بھی بھولتی ہے آدم علیہ السلام نے خطا کی ان کی اولاد بھی خطا کرتی ہے۔ [3] یہ حدیث ترمذی میں ہے امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح لکھتے ہیں اور روایت میں ہے کہ جب آدم علیہ السلام نے دیکھا کہ کوئی ان میں جذامی ہے کوئی کوڑھی ہے کوئی اندھا ہے کوئی بیمار ہے تو پوچھا کہ یا اللہ اس میں کیا مصلحت ہے؟ فرمایا یہ کہ میرا شکر یہ ادا کیا جائے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا کہ یا اللہ ان میں سے یہ زیادہ روشن اور نورانی چہروں والے کون ہیں؟ فرمایا یہ انبیاء ہیں الخ۔ [4] کسی شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ ہم جو کچھ کرتے ہیں یہ ہمارا ذاتی عمل ہے یا کہ فیصل شدہ ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کو ان کی پیٹھوں سے نکالا ہے انہیں گواہ بنایا پھر اپنی

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (١٥٣٦٥)]

[2] [ضعیف :ابوداؤد : کتاب السنة : باب فی القدر (٤٧٠٣) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة الاعراف (٣٠٧٥) مستدرك حاكم (١/٢٧)، (٢/٥٤٤) صحیح ابن حبان (٦١٦٦) مسند احمد (١/٤٤-٤٥) تفسیر ابن جریر الطبری (١٥٣٦٨)] شیخ البانی ؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔[ضعیف ابوداود ، السلسلة الضعيفة (٣٠٧١)]

[3] [صحیح :ترمذی : کتاب التفسیر : باب ومن سورة الاعراف (٣٠٧٦) مستدرك حاكم (٢/٢٨٩) ابن سعد فی الطبقات (١/٢٧-٢٨)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی ، تخریج الطحاوية (٣٤٢)]

[4] [ضعیف :تفسیر ابن ابی حاتم (٨٥٣٥/٥)] اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن زید راوی کمزور ہے۔]

دونوں مٹھیوں میں لے لیا اور فرمایا یہ جنتی ہیں اور یہ جہنمی ہیں۔ پس اہل جنت پر تو نیک کام آسان ہوتے ہیں اور دوزخیوں پر برے کام آسان ہوتے ہیں۔ (۱) رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور قصہ ختم کیا تو جن کے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال ملنے والا ہے انہیں اپنی داہنی مٹھی میں لیا اور بائیں والوں کو بائیں مٹھی میں لیا پھر فرمایا اے دائیں طرف والو! انہوں نے کہا لبیک وسعدیک فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا: ہاں پھر فرمایا اے بائیں طرف والو! انہوں نے کہا لبیک وسعدیک فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا ہاں پھر سب کو ملا دیا کسی نے پوچھا یہ کیوں کیا؟ فرمایا اس لئے کہ ان کے لئے اور اعمال ہیں جنہیں یہ کرنے والے ہیں۔ یہ تو صرف اس لئے کہلوایا گیا ہے کہ انہیں یہ عذر نہ رہے کہ ہم اس سے غافل تھے۔ پھر سب کو صلب آدم علیہ السلام میں لوٹا دیا۔ (۲) حضرت ابی بن کعب فرماتے ہیں کہ اس دن سب کو جمع کیا، صورتیں دیں، بولنے کی طاقت دی، پھر عہد و میثاق لیا اور اپنے رب ہونے پر خود انہیں گواہ بنایا اور ساتوں آسمانوں، ساتوں زمینوں اور حضرت آدم علیہ السلام کو گواہ کیا کہ قیامت کے دن کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہمیں علم نہ تھا جان لو کہ میرے سوا کوئی اور معبود نہیں نہ میرے سوا کوئی اور مربی ہے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا میں اپنے رسولوں کو بھیجوں گا جو تمہیں یہ وعدہ یاد دلائیں گے میں اپنی کتابیں اتاروں گا تا کہ تمہیں یہ عہد و میثاق یاد دلاتی رہیں سب نے جواب میں کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو ہی ہمارا رب ہے تو ہی ہمارا معبود ہے تیرے سوا ہمارا کوئی مربی نہیں۔ پس سب سے اطاعت کا وعدہ لیا اب جو حضرت آدم علیہ السلام نے نظر اٹھا کر دیکھا تو امیر غریب خوبصورت اور اس کے سوا مختلف لوگوں پر نظر پڑی تو آپ کہنے لگے کیا اچھا ہوتا کہ سب برابر ایک ہی حالت میں ہوتے تو جواب ملا کہ یہ اس لئے ہے کہ ہر شخص میری شکر گزاری کرے۔ آپ نے دیکھا کہ ان میں اللہ کے پیغمبر بھی ہیں ان سے پھر علیحدہ ایک اور میثاق لیا گیا۔ جس کا بیان آیت ﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ﴾ (۳) الخ، میں ہے۔ اسی عام میثاق کا بیان آیت ﴿فِطْرَتَ اللّٰهِ﴾ (۴) میں ہے اسی لئے فرمان ہے۔ ﴿هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى﴾ (۵) اسی کا بیان اس آیت میں ہے ﴿وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ﴾ (۶) (مسند احمد) حضرت مجاہد، حضرت عکرمہ، حضرت سعید بن جبیر، حضرت حسن، حضرت قتادہ، حضرت سدی اور بہت سے سلف رحمہم اللہ سے ان احادیث کے مطابق اقوال مروی ہیں جن سب کے وارد کرنے سے بہت طول ہو جائے گا ماحصل سب کا یہی ہے جو ہم نے بیان کر دیا اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو آپ کی پیٹھ سے نکالا جنتی دوزخی الگ الگ کئے اور وہیں ان کو اپنے رب ہونے پر گواہ کر لیا یہ جن دو احادیث میں ہے وہ دونوں مرفوع نہیں بلکہ موقوف ہیں اسی لئے سلف و خلف میں اس بات کے قائل گزرے ہیں کہ اس سے

---

(۱) [حسن بالشواهد: تفسير ابن جرير الطبرى (۱۵۳۷۷) مسند بزار (۲۱۴۱) مجمع الزوائد (۷/۱۶۸)]

(۲) [ضعيف جدا: الدر المنثور للسيوطى (۳/۲۶۲) مسند طيالسى (۱۱۳۰) طبرانى كبير (۷۹۴۳) ابن عدى فى الكامل (۷/۲۷۲۳)] اس کی سند میں جعفر بن زبیر راوی سخت ضعیف ہے۔]

(۳) [سوره الاحزاب: ۷]

(۴) [سوره الروم: ۳۰]

(۵) [سوره النجم: ۵۶]

(۶) [سوره الاعراف: ۱۰۲]

مراد فطرت پر پیدا کرنا ہے جیسے کہ مرفوع اور صحیح احادیث میں وارد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ﴿مِنْ بَنِي آدَمَ﴾ فرمایا اور ﴿مِنْ ظُهُورِهِمْ﴾ کہا ورنہ ﴿مِنْ آدَمَ﴾ اور ﴿مِنْ ظَهْرِهِ﴾ ہوتا۔ ان کی نسلیں اس روز نکالی گئیں جو کہ یکے بعد دیگرے مختلف قرنوں میں ہونے والی تھیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ﴾ [1] اللہ ہی نے تمہیں زمین میں دوسروں کا جانشین کیا ہے اور جگہ ہے وہی تمہیں زمین کا خلیفہ بنا رہا ہے اور آیت میں ہے جیسے تمہیں دوسرے لوگوں کی اولاد میں کیا۔ الغرض حال وقال سے سب نے اللہ کے رب ہونے کا اقرار کیا۔ شہادت قولی ہوتی ہے جیسے آیت ﴿شَهِدْنَا عَلَى أَنْفُسِنَا﴾ [2] میں اور شہادت کبھی حالی ہوتی ہے جیسے آیت ﴿شَاهِدِينَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ﴾ [3] میں یعنی ان کا حال ان کے کفر کی کھلی اور کافی شہادت ہے اسی طرح کی آیت ﴿وَإِنَّهُ عَلَى ذَلِكَ لَشَهِيدٌ﴾ [4] ہے۔ اسی طرح سوال بھی کبھی زبان سے ہوتا ہے کبھی حال سے۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَآتَاكُمْ مِنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ﴾ [5] اس نے تمہیں تمہارا منہ مانگا دیا۔ کہتے ہیں کہ اس بات کی دلیل بھی ہے کہ ان کے شرک کرنے پر یہ حجت ان کے خلاف پیش کی۔ پس اگر یہ واقع میں ہوا ہوتا جیسا کہ ایک قول ہے تو چاہئے تھا کہ ہر ایک کو یاد ہوتا تا کہ اس پر حجت رہے۔ اگر اس کا جواب یہ ہو کہ فرمان رسول ﷺ سے خبر پالینا کافی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ رسولوں کو ہی نہیں مانتے وہ رسولوں کی دی ہوئی خبروں کو کب صحیح جانتے ہیں؟ حالانکہ قرآن کریم نے رسولوں کی تکذیب کے علاوہ خود اس شہادت کو مستقل دلیل ٹھہرایا ہے پس اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس سے مراد فطرت ربانی ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق کو پیدا کیا ہے اور وہ فطرت توحید باری تعالیٰ ہے۔ اسی لئے فرمایا ہے کہ یہ اس لئے کہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکو کہ ہم توحید سے غافل تھے اور یہ بھی نہ کہہ سکو کہ شرک تو ہمارے اگلے باپ دادوں نے کیا تھا ان کے اس ایجاد کردہ گناہ پر ہمیں سزا کیوں؟

پھر تفصیل وار آیات کا بیان فرمانے کا راز ظاہر کیا کہ اس کو سن کر برائیوں سے باز آ جانا ممکن ہو جاتا ہے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ ۝ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ ۚ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ۚ ذَلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۝ سَاءَ مَثَلًا الْقَوْمُ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَأَنْفُسَهُمْ كَانُوا يَظْلِمُونَ ۝

انہیں اس شخص کا واقعہ بھی پڑھ سناؤ جسے ہم نے اپنی نشانیاں دی تھیں۔ لیکن وہ ان سے الگ ہٹ گیا اور شیطان اس کے درپے ہو گیا پس انجام کار وہ گمراہوں میں جاملا ○ اگر ہم چاہتے تو نشانیوں کی وجہ سے اس کا مرتبہ بلند کر دیتے لیکن اس نے

---

[1] [سورہ الانعام : ۱۶۵] [2] سورہ الانعام: ۱۳۰] [3] [سورہ التوبہ: ۱۷]
[4] [سورہ العادیات: ۷] [5] [سورہ ابراھیم: ۳۴]

تو پستی ہی کی طرف میلان کیا اور خواہش کے پیچھے لگ گیا' اس کی مثال کتے کی سی ہے' کہ اگر اس پر مشقت لا دے تو بھی ہانپتا رہے اور چھوڑ دے تب بھی ہانپتا ہی رہے' یہی مثال ہے ان لوگوں کی جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے رہتے ہیں تو ان واقعات کو بیان کرتا رہ تا کہ یہ غور و فکر کر سکیں ○ بڑی بری مثال ہے ان لوگوں کی جو ہماری آیتوں کو جھوٹ سمجھتے ہیں درحقیقت وہ اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں ○

بلعم بن باعوراء: روی ہے کہ جس کا واقعہ ان آیتوں میں بیان ہو رہا ہے اس کا نام بلعم بن باعوراء ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا نام صیفی بن راہب تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ بلقاء کا ایک شخص تھا جو اسم اعظم جانتا تھا اور جبارین کے ساتھ بیت المقدس میں رہا کرتا تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ یمنی شخص تھا جس نے کلام اللہ کو ترک کر دیا تھا۔ یہ شخص بنی اسرائیل کے علماء میں سے تھا۔ اس کی دعا مقبول ہو جایا کرتی تھی۔ بنی اسرائیل سختیوں کے وقت اسے آگے کر دیا کرتے تھے اللہ اس کی دعا مقبول فرما لیا کرتا تھا' اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مدین کے بادشاہ کی طرف اللہ کے دین کی دعوت دینے کے لئے بھیجا تھا اس عقلمند بادشاہ نے اسے مکر و فریب سے اپنا کر لیا۔ اس کے نام کئی گاؤں کر دیئے اور بہت کچھ انعام و اکرام دیا۔ یہ بدنصیب دین موسوی کو چھوڑ کر اس کے مذہب میں جا ملا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا نام بلعام تھا۔ یہ بھی ہے کہ یہ امیہ بن ابوصلت ہے۔ ممکن ہے کہ یہ کہنے والے کی یہ مراد ہو کہ یہ امیہ بھی اسی کے مشابہ تھا۔ اسے بھی اگلی شریعتوں کا علم تھا لیکن یہ ان سے فائدہ نہ اٹھا سکا۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کو بھی اس نے پایا آپ کی آیات و بینات دیکھیں' معجزے اپنی آنکھوں سے دیکھ لئے' ہزار ہا کو دین حق میں داخل ہوتے دیکھا' لیکن مشرکین کے میل جول' ان میں امتیاز' ان میں دوستی اور وہاں کی سرداری کی ہوس نے اسے اسلام اور قبول حق سے روک دیا۔ اسی نے بدری کافروں کے ماتم میں مرثیے کہے۔ لعنۃ اللہ۔ بعض احادیث میں وارد ہے کہ اس کی زبان تو ایمان لا چکی تھی لیکن دل مومن نہیں ہوا تھا کہتے ہیں کہ اس شخص سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا کہ اس کی تین دعائیں جو بھی یہ کرے گا مقبول ہوں گی اس کی بیوی نے ایک مرتبہ اس سے کہا کہ ان تین دعاؤں میں سے ایک دعا میرے لئے کر۔ اس نے منظور کر لیا اور پوچھا کیا دعا کرانا چاہتی ہو؟ اس نے کہا یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس قدر حسن و خوبصورتی عطا فرمائے کہ مجھ سے زیادہ حسین عورت بنی اسرائیل میں کوئی نہ ہو۔ اس نے دعا کی اور وہ ایسی ہی حسین ہو گئی۔ اب تو اس نے پر نکالے اور اپنے میاں کو محض بے حقیقت سمجھنے لگی بڑے بڑے لوگ اس کی طرف جھکنے لگے اور یہ بھی ان کی طرف مائل ہو گئی اس سے یہ بہت کڑھا اور اللہ سے دعا کی کہ یا اللہ اسے کتیا بنا دے۔ یہ بھی منظور ہوئی وہ کتیا بن گئی۔ اب اس کے بچے آئے انہوں نے گھیر لیا کہ آپ نے غضب کیا لوگ ہمیں طعنہ دیتے ہیں اور ہم کتیا کے بچے مشہور ہو رہے ہیں۔ آپ دعا کیجئے کہ اللہ اسے اس کی اصلی حالت میں پھر سے لا دے۔ اس نے وہ تیسری دعا بھی کر لی تینوں دعائیں یوں ہی ضائع ہو گئیں اور یہ خالی ہاتھ بے خیر رہ گیا۔ [1] مشہور بات تو یہی ہے کہ بنی اسرائیل کے بزرگوں میں سے یہ ایک شخص تھا۔ بعض لوگوں نے یہ بھی کہہ دیا

[1] [الدر المنثور للسیوطی (۳/۲٦٦)]

ہے کہ یہ نبی تھا۔ یہ محض غلط ہے' بالکل جھوٹ ہے اور کھلا افتراء ہے۔ مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب قوم جبارین سے لڑائی کے لئے بنی اسرائیل کی ہمراہی میں گئے انہی جبارین میں بلعام نامی یہ شخص تھا اس کی قوم اور اس کے قرابت دار چچا وغیرہ سب اس کے پاس آئے اور کہا کہ موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم کے لئے آپ بد دعا کیجئے۔ اس نے کہا یہ نہیں ہوسکتا اگر میں ایسا کروں گا تو میری دنیا و آخرت دونوں خراب ہو جائیں گی لیکن قوم سر ہو گئی۔ یہ بھی لحاظ مروت میں آ گیا۔ بد دعا کی' اللہ تعالیٰ نے اس سے کرامت چھین لی اور اسے اس کے مرتبے سے گرا دیا۔ [1] سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب بنی اسرائیل کو وادی تیہ میں چالیس سال گذر گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا انہوں نے فرمایا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں تمہیں لے کر جاؤں اور ان جبارین سے جہاد کروں۔ یہ آمادہ ہو گئے۔ بیعت کر لی۔ انہی میں بلعام نامی ایک شخص تھا جو بڑا عالم تھا اسم اعظم جانتا تھا۔ یہ بدنصیب کافر ہو گیا' قوم جبارین میں جا ملا اور ان سے کہا تم نہ گھبراؤ جب بنی اسرائیل کا لشکر آ جائے گا میں ان پر بد دعا کروں گا تو وہ دفعتاً ہلاک ہو جائے گا۔ اس کے پاس تمام دنیوی ٹھاٹھ تھے لیکن عورتوں کی عظمت کی وجہ سے یہ ان سے نہیں ملتا تھا بلکہ ایک گدھی پال رکھی تھی۔ اسی بدقسمت کا ذکر اس آیت میں ہے۔ شیطان اس پر غالب آ گیا اسے اپنے پھندے میں پھانس لیا جو وہ کہتا تھا یہ کرتا تھا آخر ہلاک ہو گیا۔ مسند ابو یعلی موصلی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم پر سب سے زیادہ اس سے ڈرتا ہوں جو قرآن پڑھ لے گا اور اسلام کی چادر اوڑھے ہوئے ہوگا اور دینی ترقی پر ہوگا کہ ایک دم اس سے ہٹ جائے گا' اسے پس پشت ڈال دے گا' اپنے پڑوسی پر تلوار لے دوڑے گا اور اسے شرک کی تہمت لگائے گا۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر دریافت کیا کہ یا رسول اللہ مشرک ہونے کے زیادہ قابل کون ہوگا؟ یہ تہمت لگانے والا؟ یا وہ جسے تہمت لگا رہا ہے فرمایا نہیں بلکہ تہمت دھرنے والا۔ [2] پھر فرمایا کہ اگر ہم چاہتے تو قادر تھے کہ اسے بلند مرتبے پر پہنچائیں' دنیا کی آلائشوں سے پاک رکھیں' اپنی دی ہوئی آیتوں کی تابعداری پر قائم رکھیں۔ لیکن وہ دنیوی لذتوں کی طرف جھک پڑا یہاں تک کہ شیطان کا پورا مرید ہو گیا۔ اسے سجدہ کر لیا۔ کہتے ہیں کہ اس بلعام سے لوگوں نے درخواست کی کہ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے حق میں بد دعا کیجئے۔ اس نے کہا اچھا میں اللہ سے حکم لے لوں۔ جب اس نے اللہ تعالیٰ سے مناجات کی تو اسے معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل مسلمان ہیں اور ان میں اللہ کے نبی موجود ہیں اس نے سب سے کہا کہ مجھے بد دعا کرنے سے روک دیا گیا ہے انہوں نے بہت سارے تحفے تحائف جمع کر کے اسے دیئے اس نے سب رکھ لیے۔ پھر دوبارہ درخواست کی کہ ہمیں ان سے بہت خوف ہے آپ ضرور ان پر بد دعا کیجئے اس نے جواب دیا کہ جب تک میں اللہ تعالیٰ سے اجازت نہ لے لوں میں ہرگز یہ نہ کروں گا۔ اس نے پھر اللہ سے مناجات کی لیکن اسے معلوم نہ ہو سکا اس نے یہی جواب انہیں دیا تو انہوں نے کہا دیکھو اگر منع ہی مقصود ہوتا تو آپ کو روک دیا جاتا جیسا کہ اس سے پہلے اس سے

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (٦/١٢٢)]

[2] [المطالب العالیه لابن حجر (٤/٢٧٣۔ ٢٧٤)]

روک دیا گیا۔ اس کی بھی سمجھ میں آ گیا اٹھ کر بد دعا شروع کی۔ اللہ کی شان سے بد دعا ان پر کرنے کے بجائے اس کی زبان سے اپنی ہی قوم کے لئے بد دعا نکلی اور جب اپنی قوم کی فتح کی دعا مانگنا چاہتا تو بنی اسرائیل کی فتح و نصرت کی دعا نکلتی۔ قوم نے کہا آپ کیا غضب کر رہے ہیں؟ اس نے کہا کیا کروں؟ میری زبان میرے قابو میں نہیں۔ سنو اگر سچ مچ میری زبان سے ان کے لئے بد دعا نکلی تو قبول نہ ہو گی۔ سنو اب میں تمہیں ایک ترکیب بتاتا ہوں اگر تم اس میں کامیاب ہو گئے تو سمجھ لو کہ بنی اسرائیل برباد ہو جائیں گے تم اپنی نوجوان لڑکیوں کو بناؤ سنگھار کرا کے ان کے لشکروں میں بھیجو اور انہیں ہدایت کر دو کہ کوئی ان کی طرف جھکے تو یہ انکار نہ کریں ممکن ہے کہ بوجہ مسافرت یہ لوگ زنا کاری میں مبتلا ہو جائیں اگر یہ ہوا تو چونکہ حرام کاری اللہ کو سخت ناپسند ہے اسی وقت ان پر عذاب آ جائے گا اور یہ تباہ ہو جائیں گے۔ ان بے غیرتوں نے اس بات کو مان لیا اور یہی کیا۔ خود بادشاہ کی بڑی حسین و جمیل لڑکی بھی بن ٹھن کر نکلی اسے ہدایت کر دی تھی کہ سوائے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اور کسی کو اپنا نفس نہ سونپے۔ یہ عورتیں جب بنی اسرائیل کے لشکر میں پہنچیں تو عام لوگ بے قابو ہو گئے حرام کاری سے بچ نہ سکے۔ شہزادی بنی اسرائیل کے ایک سردار کے پاس پہنچی۔ اس سردار نے اس لڑکی پر ڈورے ڈالے لیکن اس لڑکی نے انکار کیا۔ اس نے بتایا کہ میں فلاں فلاں ہوں' اس نے اپنے باپ سے یا بلعام سے پچھوایا اس نے اجازت دی۔ یہ خبیث اپنا منہ کالا کر رہا تھا جسے حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے کسی صاحب نے دیکھ لیا اپنے نیزے سے ان دونوں کو پرو دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دست و باز و قوی کر دیئے اس نے یونہی ان دونوں کو چھدے ہوئے اٹھا لیا لوگوں نے بھی انہیں دیکھ لیا۔ اب اس لشکر پر عذاب رب بشکل طاعون آیا اور ستر ہزار آدمی فوراً ہلاک ہو گئے۔ بلعام اپنی گدھی پر سوار ہو کر چلا وہ ایک ٹیلے پر چڑھ کر رک گئی اب بلعام اسے مارتا پیٹتا ہے لیکن وہ قدم نہیں اٹھاتی۔ آخر گدھی نے اس کی طرف دیکھا اور کہا مجھے کیوں مارتا ہے سامنے دیکھ کون ہے؟ اس نے دیکھا تو شیطان لعین کھڑا ہوا تھا یہ اتر پڑا اور سجدے میں گر گیا۔ الغرض ایمان سے خالی ہو گیا اس کا نام تو بلعام تھا۔ یا بلعم بن باعوراء یا ابن ابریا ابن باعور بن شہتوم بن قوشتم بن ماب بن لوط بن ہاران یا ابن حران بن آزر۔ یہ بلقا کا رئیس تھا' اسم اعظم جانتا تھا لیکن اخیر میں دین حق سے ہٹ گیا۔ واللہ اعلم۔ ایک روایت میں ہے کہ قوم کے زیادہ کہنے سننے سے جب یہ اپنی گدھی پر سوار ہو کر بد دعا کے لئے چلا تو اس کی گدھی بیٹھ گئی اس نے اسے مار پیٹ کر اٹھایا کچھ دور چل کر پھر بیٹھ گئی۔ اس نے اسے پھر مار پیٹ کر اٹھایا' اسے اللہ نے زبان دی۔ اس نے کہا تیرا ناس جائے تو کہاں اور کیوں جا رہا ہے اللہ کے مقابلے کو اس کے رسول سے لڑنے اور مومنوں کو نقصان دلانے جا رہا ہے؟ دیکھو تو سہی فرشتے میری راہ روکے کھڑے ہیں۔ اس نے پھر بھی کچھ خیال نہ کیا آگے بڑھ گیا۔ سبان نامی پہاڑی پر چڑھ گیا جہاں سے بنو اسرائیل کا لشکر سامنے سے ہی نظر آتا تھا۔ اب ان کے لئے بد دعا اور اپنی قوم کے لیے دعائیں کرنے لگا لیکن زبان الٹ گئی دعا کی جگہ بد دعا اور بد دعا کی جگہ دعا نکلنے لگی۔ قوم نے کہا کیا کر رہے ہو؟ کہا بے بس ہوں۔ اسی وقت اس کی زبان نکل پڑی سینے پر لٹکنے لگی اس نے کہا لو میری دنیا بھی خراب ہوئی اور دین تو بالکل برباد ہو گیا پھر اس نے خوبصورت لڑکیاں بھیجنے کی

ترکیب بتائی جیسے کہ اوپر بیان ہوا اور کہا کہ اگر ان میں سے ایک نے بھی بدکاری کر لی تو ان پر عذاب رب آ جائے گا ان عورتوں میں سے ایک بہت ہی حسین عورت جو کنعانیہ تھی اور جس کا نام کسبیٰ تھا جو صور نامی ایک رئیس کی بیٹی تھی جب وہ بنی اسرائیل کے ایک بہت بڑے سردار زمری بن شلوم کے پاس سے گزری جو شمعون بن یعقوب کی نسل میں سے تھا وہ اس پر فریفتہ ہو گیا۔ دلیری کے ساتھ اس کا ہاتھ تھامے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا اور کہنے لگا آپ تو شاید کہہ دیں گے کہ یہ مجھ پر حرام ہے؟ آپ نے کہا بیشک۔ اس نے کہا اچھا میں آپ کی یہ بات تو نہیں مان سکتا' اسے اپنے خیمے میں لے گیا اور اس سے منہ کالا کرنے لگا۔ وہیں اللہ تعالیٰ نے ان پر طاعون بھیج دیا حضرت فنحاص بن عیزار بن ہارون اس وقت لشکر گاہ سے کہیں باہر گئے ہوئے تھے جب آئے تو تمام حقیقت سنی تو بیتاب ہو کر غصے کے ساتھ اس بدکردار کے خیمے میں پہنچے اور اپنے نیزے میں ان دونوں کو پرو لیا اور اپنے ہاتھ میں نیزہ لیے ہوئے انہیں اوپر اٹھائے ہوئے باہر نکلے کہنی کوکھ پر لگائے ہوئے کہنے لگے یا اللہ ہمیں معاف فرما ہم پر سے یہ وبا دور فرما دیکھ لے ہم تیرے نافرمانوں کے ساتھ یہ کرتے ہیں۔ ان کی دعا اور اس فعل سے طاعون اٹھ گیا لیکن اتنی دیر میں جب حساب لگایا گیا تو ستر ہزار آدمی اور ایک روایت کی رو سے بیس ہزار مر چکے تھے۔ دن کا وقت تھا اور کنعانیوں کی یہ لڑکیاں سودا بیچنے کے بہانے صرف اس لئے آئی تھیں کہ بنو اسرائیل بدکاری میں پھنس جائیں اور ان پر اللہ کے عذاب آ جائیں۔ بنو اسرائیل میں اب تک یہ دستور چلا آتا ہے کہ وہ اپنے ذبیحہ میں سے گردن اور دست اور سری اور ہر قسم کا سب سے پہلے پھل فنحاص کی اولاد کو دیا کرتے ہیں۔ اسی بلعام بن باعوراء کا ذکر ان آیتوں میں ہے۔ فرمان ہے کہ اس کی مثال کتے کی سی ہے کہ خالی ہے تو ہانپتا ہے اور دھتکارا جائے تو ہانپتا رہتا ہے۔ یا تو اس مثال سے یہ مطلب ہے کہ بلعام کی زبان نیچے کو لٹک پڑی تھی جو پھر اندر کو نہ ہوئی کتے کی طرح ہانپتا رہتا تھا اور زبان باہر لٹکائے رہتا تھا۔ یہ بھی معنی ہیں کہ اس کی ضلالت اور اس پر جمے رہنے کی مثال دی کہ اسے ایمان کی دعوت' علم کی دولت غرض کسی چیز نے برائی سے نہ ہٹایا جیسے کتے کی زبان لٹکنے کی حالت برابر قائم رہتی ہے خواہ اسے پاؤں تلے روندو خواہ چھوڑ دو۔ جیسے بعض کفار مکہ کی نسبت فرمان ہے کہ انہیں وعظ و پند کہنا نہ کہنا سب برابر ہے انہیں ایمان نصیب نہیں ہونے کا (۱) اور جیسے بعض منافقوں کی نسبت فرمان ہے کہ ان کے لئے تو استغفار کر یا نہ کر اللہ انہیں نہیں بخشے گا۔ (۲) یہ بھی مطلب اس مثال کا بیان کیا گیا ہے کہ ان کافروں منافقوں اور گمراہ لوگوں کے دل بودے اور ہدایت سے خالی ہیں۔ یہ کبھی مطمئن نہیں ہوتے۔ پھر اللہ عزوجل اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ تو انہیں پند و نصیحت کرتا رہ تاکہ ان میں سے جو عالم ہیں' وہ غور و فکر کر کے اللہ کی راہ پر آ جائیں یہ سوچیں کہ بلعام ملعون کا کیا حال ہوا دینی علم جیسی زبردست دولت کو جس نے دنیا کی سفلی راحت پر کھو دیا۔ آخر نہ یہ ملا نہ وہ۔ دونوں ہاتھ خالی رہ گئے۔ اسی طرح یہ علماء یہود جو اپنی کتابوں میں اللہ کی ہدایتیں پڑھ رہے ہیں' آپ کے اوصاف لکھے پاتے ہیں' انہیں چاہے کہ دنیا کی طمع میں پھنس کر اپنے مریدوں کو پھانس کر پھول نہ جائیں ورنہ یہ بھی اسی کی طرح دنیا میں

---

(۱) [سورہ البقرہ: آیت ٦] (۲) [سورہ التوبہ: آیت ۸۰]

کھود یئے جائیں گے انہیں چاہے کہ اپنی علیت سے فائدہ اٹھائیں۔ سب سے پہلے تیری اطاعت کی طرف جھکیں اور اوروں پر حق کو ظاہر کریں۔

دیکھو لوکہ کفار کی کیسی بری مثالیں ہیں کہ کتوں کی طرح صرف نگلنے اگلنے اور شہوت زنی میں پڑے ہوئے ہیں۔ پس جو بھی علم وہدایت کو چھوڑ کر خواہش نفس کے پورا کرنے میں لگ جائے وہ بھی کتے جیسا ہی ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں ہمارے لئے بری مثالیں نہیں اپنی ہبہ کی ہوئی چیز کو پھر لے لینے والا کتے کی طرح ہے جو قے کر کے چاٹ لیتا ہے۔ [1] پھر فرماتا ہے کہ گنہگار لوگ اللہ کا کچھ بگاڑتے نہیں۔ یہ تو اپنا ہی خسارہ کرتے ہیں۔ طاعت مولیٰ اتباع ہدیٰ سے ہٹ کر خواہش کی غلامی دنیا کی چاہت میں پڑ کر اپنے دونوں جہان خراب کرتے ہیں۔

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾

راہ راست پر تو وہی ہیں جنہیں اللہ ہدایت دے دے اور جنہیں وہ بے راہ کر دے وہ سخت نقصان اٹھانے والے ہیں ○

ہدایت صرف اللہ کی توفیق سے: رب جنہیں راہ دکھائے انہیں کوئی بے راہ نہیں کر سکتا اور جسے وہی غلط راہ پر ڈال دے اس کی شومی قسمت میں کیا شک ہے؟ اللہ کا چاہا ہوتا ہے اس کا نہ چاہا کبھی نہیں ہو سکتا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ ہم اس کی حمد وثنا بیان کرتے ہیں اور اسی سے مدد چاہتے ہیں اور اسی سے ہدایت طلب کرتے ہیں اور اسی سے بخشش مانگتے ہیں۔ ہم اپنے نفس کی شرارتوں سے اللہ کی پناہ لیتے ہیں۔ اور اپنے اعمال کی برائیوں سے بھی۔ اللہ کے راہ دکھائے ہوئے کو کوئی بہکا نہیں سکتا اور اس کے گمراہ کئے ہوئے کو کوئی راہ راست پر لا نہیں سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ معبود صرف اللہ ہی ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میری گواہی ہے کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں الخ۔ [2] (مسند احمد)

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۭ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۭ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

اور ہم نے بہت انسان اور جنات جہنم کے لئے پیدا کئے ہیں ان کے دل تو ہیں لیکن ان سے سمجھتے بوجھتے نہیں ان کی آنکھیں بھی ہیں، لیکن ان سے دیکھتے بھالتے نہیں ان کے کان بھی ہیں لیکن سن گن ان میں بھی نہیں۔ یہ تو چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری : کتاب الهبة : باب لا یحل لا حد ان یرجع فی هبته (۲۶۲۲) نسائی : کتاب الهبة (۳۷۰۰) ترمذی : کتاب البیوع (۱۲۹۸) مسند احمد (۲۱۷/۱)]

[2] [صحیح: ابوداؤد : کتاب النکاح : باب فی خطبة النکاح (۲۱۱۸) ترمذی : کتاب النکاح : باب ماجآء فی خطبة النکاح (۱۱۰۵) نسائی : کتاب التطبیق (۱۱۶۳) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلاة (۸۹۹) مسند احمد (۴۳۲/۱)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابوداود ، صحیح ترمذی]

ان سے بھی گئے گزرے، یہی لوگ تو پورے غافل اور بے خبر رہے ہیں ○

بعض انسان جانوروں سے بدتر: بہت سے انسان اور جن جہنمی ہونے والے ہیں اور ان سے ویسے ہی اعمال سرزد ہوتے ہیں۔ مخلوق میں سے کون کیسے عمل کرے گا؟ یہ علام الغیوب کو ان کی پیدائش سے پہلے ہی معلوم تھا۔ پس اپنے علم کے مطابق اپنی کتاب میں آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار برس پہلے ہی لکھ لیا۔ جب کہ اس کا عرش پانی پر تھا یہ صحیح مسلم شریف کی حدیث ہے۔ [1] ایک اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ ایک انصاری نابالغ بچے کے جنازے پر بلوائے گئے تو میں نے کہا مبارک ہو اس کو یہ تو جنت کی چڑیا ہے نہ برائی کی نہ برائی کا وقت پایا آپ نے فرمایا کچھ اور بھی؟ سن اللہ تعالیٰ نے جنت اور جنت والوں کو پیدا کیا ہے اور انہیں جنتی مقرر کر دیا ہے حالانکہ وہ ابھی تو اپنے باپوں کی پیٹھوں میں ہی تھے اسی طرح اس نے جہنم بنائی ہے اور اس کے رہنے والے پیدا کئے ہیں انہیں اسی لئے مقرر کر دیا درآں حالیکہ اب تک وہ اپنے باپوں کی پشتوں میں ہی ہیں۔ [2] بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے ماں کے رحم میں اللہ تعالیٰ اپنا فرشتہ بھیجتا ہے جو اس کے حکم سے چاروں چیزوں یعنی روزی، عمر، عمل اور نیکی یا بدی لکھ لیتا ہے۔ [3] یہ بھی بیان گزر چکا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو پشت آدم سے نکالا تو ان کے دو حصے کر دیئے دائیں والے اور بائیں والے اور فرما دیا یہ جنتی ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں اور یہ جہنمی ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ اس بارے میں بہت سی حدیثیں ہیں اور تقدیر کا مسئلہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں کہ یہاں پورا بیان ہو جائے۔ یہاں مقصد یہ ہے کہ ایسے خالی از خیر محروم قسمت لوگ کسی چیز سے فائدہ نہیں اٹھاتے تمام اعضاء ہوتے ہیں لیکن قوتیں سب سے چھن جاتی ہیں۔ اندھے بہرے گونگے بن کر زندگی گڑھے میں ہی گزار دیتے ہیں اگر ان میں خیر باقی ہوتی تو اللہ اپنی باتیں انہیں سنا تا بھی۔ یہ تو خیر سے بالکل خالی ہو گئے سنتے ہیں اور ان سنی کر جاتے ہیں آنکھیں ہی نہیں بلکہ دل کی آنکھیں اندھی ہو گئی ہیں۔ رحمان کے ذکر سے منہ موڑنے کی سزا یہ ملی ہے کہ شیطان کے بھائی بن گئے ہیں، راہ حق سے دور جا پڑے ہیں مگر سمجھ یہی رہے ہیں کہ ہم سچے اور صحیح راستے پر ہیں۔ ان میں اور چوپائے جانوروں میں کوئی فرق نہیں۔ نہ یہ حق کو دیکھیں، نہ ہدایت کو دیکھیں، نہ اللہ کی باتوں کو سوچیں۔ چوپائے بھی تو اپنے حواس کو دنیا کے کام میں لاتے ہیں اسی طرح یہ بھی فکر عقبیٰ سے، ذکر رب سے، راہ مولا سے غافل، گونگے اور

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب القدر : باب حجاج آدم و موسیٰ (۲۶۵۳) ترمذی : کتاب القدر (۲۱۵۶) مسند احمد (۲/۱۶۹)]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب القدر : باب معنی کل مولود یولد علی الفطرۃ (۲۶۶۲) نسائی : کتاب الجنائز : باب الصلاۃ علی الصبیان (۱۹۴۶) ابوداؤد : کتاب السنۃ : باب فی ذراری المشرکین (۴۷۱۳) ابن ماجہ : مقدمۃ : باب فی القدر (۸۲) مسند احمد (۶/۴۱)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب بدء الخلق : باب ذکر الملائکۃ (۳۲۰۸) صحیح مسلم : کتاب القدر : باب کیفۃ الخلق الآدمی (۲۶۴۳) ابن ماجہ : مقدمہ (۷۶) ابوداؤد : کتاب السنۃ (۴۷۰۸) ترمذی : کتاب القدر (۲۱۳۷) مسند احمد (۱/۳۸۲)]

اندھے ہیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِـدَآءً﴾ [1] الخ، یعنی ان کافروں کی مثال تو اس شخص کی سی ہے جو اس کے پیچھے چلا رہا ہے جو درحقیقت سنی ونتی خاک بھی نہیں صرف شور وغل تو اس کے کان میں پڑتا ہے۔ چوپائے آواز تو سنتے ہیں لیکن کیا کہا؟ اسے سمجھے ان کی بلا۔ پھر ترقی کر کے فرماتا ہے کہ یہ ظالم تو چوپایوں سے بھی بدترین ہیں کہ چوپائے گو نہ سمجھیں لیکن آواز پر کان تو کھڑے کر دیتے ہیں، اشاروں پر حرکت تو کرتے ہیں، یہ تو اپنے مالک کو اتنا بھی نہیں سمجھتے، اپنی پیدائش کی غایت کو آج تک معلوم ہی نہیں کیا، جبھی تو اللہ سے کفر کرتے ہیں اور غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ اس کے برخلاف جو اللہ کا مطیع انسان ہو وہ اللہ کے اطاعت گذار فرشتے سے بہتر ہے اور کفار انسان سے چوپائے جانور بہتر ہیں ایسے لوگ پورے غافل ہیں۔

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ۭ
سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۸۰

اللہ ہی کے لئے ہیں تمام بہترین نام پس ان ناموں سے تم اسے پکارا کرو انہیں چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں کج روی کرتے ہیں، وہ اپنے کئے کو تک کا بدلہ ضرور دیئے جائیں گے ○

اسمائے حسنیٰ: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ کے ایک کم ایک سو نام ہیں انہیں جو محفوظ کر لے وہ جنتی ہے۔ وہ وتر ہے طاق کو ہی پسند فرماتا ہے۔ [2] (بخاری وغیرہ) ترمذی میں یہ ننانوے (۹۹) نام اس طرح ہیں۔ ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ الْغَفَّارُ الْقَهَّارُ الْوَهَّابُ الرَّزَّاقُ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الْخَافِضُ الرَّافِعُ الْمُعِزُّ الْمُذِلُّ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ الْحَكَمُ الْعَدْلُ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ الْحَلِيْمُ الْعَظِيْمُ الْغَفُوْرُ الشَّكُوْرُ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ الْحَفِيْظُ الْمُقِيْتُ الْحَسِيْبُ الْجَلِيْلُ الْكَرِيْمُ الرَّقِيْبُ الْمُجِيْبُ الْوَاسِعُ الْحَكِيْمُ الْوَدُوْدُ الْمَجِيْدُ الْبَاعِثُ الشَّهِيْدُ الْحَقُّ الْوَكِيْلُ الْقَوِيُّ الْمَتِيْنُ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ الْمُحْصِيُّ الْمُبْدِئُ الْمُعِيْدُ الْمُحْيِيُّ الْمُمِيْتُ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ الْوَاجِدُ الْمَاجِدُ الْوَاحِدُ الْاَحَدُ الْفَرْدُ الصَّمَدُ الْقَادِرُ الْمُقْتَدِرُ الْمُقَدِّمُ الْمُؤَخِّرُ الْاَوَّلُ الْاٰخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْوَالِيُّ الْمُتَعَالِيُّ الْبَرُّ التَّوَّابُ الْمُنْتَقِمُ الْعَفُوُّ الرَّؤُوْفُ مَالِكُ الْمُلْكِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ الْمُقْسِطُ الْجَامِعُ الْغَنِيُّ الْمَانِعُ الضَّارُّ النَّافِعُ النُّوْرُ الْهَادِيْ الْبَدِيْعُ

---

[1] [سورہ البقرہ : آیت ۱۷۱]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الدعوات : باب لله مائة اسم غير واحد (۶۴۱۰) صحیح مسلم : کتاب الذکر والدعاء : باب فی اسماء الله تعالی و فضل من احصاها (۲۶۷۷) مسند احمد (۲/۲۶۷)]

الْبَاقِيُّ الْوَارِثُ الرَّشِيْدُ الصَّبُوْرُ﴾ [1] یہ حدیث غریب ہے کچھ کمی زیادتی کے ساتھ اسی طرح یہ نام ابن ماجہ کی حدیث میں بھی وارد ہیں۔ بعض بزرگوں کا خیال ہے کہ یہ نام راویوں نے قرآن میں سے چھانٹ لئے ہیں۔ واللہ اعلم۔ یہ یاد رہے کہ یہی ننانوے نام ہی اللہ کے ہوں اور نہ ہوں یہ بات نہیں۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جسے کبھی بھی کوئی غم و رنج پہنچے اور وہ یہ دعا کرے۔ ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ ابْنُ عَبْدِكَ ابْنُ اَمَتِكَ نَاصِيَتِیْ بِيَدِكَ مَاضٍ فِیَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ فِیَّ قَضَاؤُكَ اَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْ اَنْزَلْتَهُ فِیْ كِتَابِكَ اَوْ عَلَّمْتَهُ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ اَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهٖ فِیْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ رَبِيْعَ قَلْبِیْ وَنُوْرَ صَدْرِیْ وَجِلَاءَ حُزْنِیْ وَذَهَابَ هَمِّیْ﴾ تو اللہ تعالیٰ اس کے غم و رنج کو دور کر دے گا اور اس کی جگہ راحت و خوشی عطا فرمائے گا۔ آپ سے سوال کیا گیا کہ پھر کیا ہم اسے اوروں کو بھی سکھائیں؟ آپ نے فرمایا ہاں بیشک جو اسے سنے اسے چاہیے کہ دوسروں کو بھی سکھائے۔ [2] امام ابو حاتم بن حبان بستی رحمہ اللہ بھی اس روایت کو اسی طرح اپنی صحیح میں لائے ہیں۔ امام ابو بکر بن عربی رحمہ اللہ بھی اپنی کتاب الاحوذی فی شرح الترمذی میں لکھتے ہیں کہ بعض لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کتاب و سنت سے جمع کئے ہیں جن کی تعداد ایک ہزار تک پہنچ گئی ہے واللہ اعلم۔ اللہ کے ناموں میں الحاد کرنے والوں کو چھوڑ دو جیسے کہ لفظ اللہ سے کافروں نے اپنے بت کا نام لات رکھا اور عزیز سے مشتق کر کے عزیٰ نام رکھا۔ یہ بھی معنی ہیں کہ جو اللہ کے ناموں میں شریک کرتے ہیں انہیں چھوڑو۔ جو انہیں جھٹلاتے ہیں ان سے منہ موڑ لو۔ الحاد کے لفظی معنی ہیں درمیانے سیدھے راستے سے ہٹ جانا اور گھوم جانا۔ اسی لئے بغلی قبر کو لحد کہتے ہیں کیونکہ سیدھی کھدائی سے ہٹا کر بنائی جاتی ہے۔

وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾

ہماری مخلوق میں ایک ایسی جماعت بھی ہے جو دین حق کی ہدایت کرتے ہیں اور اسی پر انصاف کرتے ہیں ○

امت محمد کے اوصاف: یعنی بعض لوگ حق و عدل پر قائم ہیں۔ حق بات ہی زبان سے نکالتے ہیں۔ حق کام ہی

---

[1] [**ضعیف**: ترمذی: کتاب الدعوات (۳۵۰۷) صحیح ابن خزیمة کما فی تلخیص الحبیر (۱۹۰/٤) شرح السنة للبغوی (۱۲۵۷) بیهقی فی السنن الکبری (۲۷/۱۰)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی، السلسلة الضعیفة (۲۵٦۳)] شیخ عبدالقادر ارناؤط بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [التعلیق علی الاذکار للنووی (۸۵/۱)] حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے، ولید بن مسلم مدلس کے سماع مسلسل کی تصریح نہیں ہے۔]

[2] [**صحیح بالشواهد**: مسند احمد (۳۹۱/۱ ـ ٤۵۲) ابن ابی شیبة (٤۷/۷) مسند ابویعلی (۵۲۹۷) صحیح ابن حبان (۹۷۲) مستدرك حاكم (۵۰۹/۱)] شیخ البانیؒ نے اسے شواہد کی وجہ سے صحیح کہا ہے۔ [السلسلة الصحیحة (۱۹۹)، (۳۵۲۸)]

کرتے ہیں، حق کی طرف ہی اوروں کو بلاتے ہیں، حق کے ساتھ ہی انصاف کرتے ہیں اور بعض آثار میں مروی ہے کہ اس سے مراد امت محمد یہ ہے چنانچہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ نبی ﷺ جب اس آیت کی تلاوت فرماتے تو فرماتے کہ یہ تمہارے لئے ہے تم سے پہلے یہ وصف قوم موسیٰ علیہ السلام کا تھا۔ [1] ربیع بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے میری امت میں سے ایک جماعت حق پر قائم رہے گی یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم اتریں وہ خواہ کبھی بھی اتریں۔ [2] بخاری و مسلم میں ہے آپ فرماتے ہیں میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر ظاہر رہے گا انہیں ان کی دشمنی کرنے والے کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ قیامت آجائے [3] ایک اور روایت میں ہے کہ یہاں تک کہ اللہ کا امر آجائے گا وہ اسی پر رہیں گے۔ [4] ایک روایت میں ہے (اس وقت) وہ شام میں ہوں گے۔ [5]

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۚ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿۱۸۳﴾

اور جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں ہم ان کو بتدریج لئے جارہے ہیں اس طور پر کہ ان کو خبر بھی نہیں ○ اور میں ان کو مہلت دیتا ہوں بیشک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے ○

دنیوی ترقی وخوشحالی نجات کی ضامن نہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے لئے ابواب رزق کھل جائیں گے۔ دنیوی مفاد زیادہ ہو جائے گا۔ حتیٰ کہ وہ اسی دھوکے میں رہیں گے اور یہ گمان کرنے لگیں گے کہ ان کی ہمیشہ یہی حالت رہے گی۔ جیسا کہ فرمایا ''انہوں نے جب ہماری یاد بھلا دی تو ہم نے ابواب رزق ان پر کھول دیئے اور جب وہ غرور میں اتر آئے تو اچانک ہم نے انہیں پکڑ لیا اور وہ مایوس ہو کر رہ گئے''۔ ان ظالموں کی نسل ہی قطع کر دی گئی۔ حمد کے لائق تو اللہ رب العالمین ہی ہے۔ [6] اسی لئے فرمایا کہ ہم انہیں ڈھیل دیتے ہیں۔ ہماری سیاست بہت قوی ہوتی ہے۔

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ٚ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸۴﴾

کیا ان لوگوں نے اس بات پر غور نہ کیا کہ ان کا جن سے سابقہ ہے ان کو ذرا بھی جنوں نہیں وہ تو صرف ایک صاف صاف ڈرانے والے ہیں ○

---

[1] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۵٤۷۰) الدر المنثور للسیوطی (۲۷۲/۳)]
[2] [مرسل وضعیف: الدر المنثور للسیوطی (۲۷۲/۳) تفسیر ابن ابی حاتم (۸۵۸۹/۵)]
[3] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الامارۃ: باب قولہ لا تزال طائفۃ من امتی ظاھرین علی الحق (۱۹۲۳)]
[4] [صحیح: صحیح مسلم (۱۷٤)]
[5] [صحیح: بخاری: کتاب التوحید (۷٤٦۰)]
[6] [سورہ الانعام: آیت ٤۵]

QLRF

نبی کریم ﷺ اللہ کے سچے پیغمبر: ان تکذیب کرنے والوں نے یہ بھی غور نہ کیا کہ ان کے رفیق (محمد ﷺ) کو در حقیقت کوئی جنون نہیں، جیسے فرمان ہے ﴿قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ﴾ [1] الخ آؤ میری ایک بات تو مان لو ذرا سی دیر خلوص کے ساتھ اللہ کو حاضر جان کر اکیلے اکیلے غور تو کرو کہ مجھ میں کون سا دیوانہ پن ہے؟ میں تو تمہیں آنے والے سخت خطرے کی اطلاع دے رہا ہوں کہ اس سے ہوشیار رہو جب تم یہ کرو گے تو خود اس نتیجے پر پہنچ جاؤ گے کہ میں مجنون نہیں بلکہ اللہ کا پیغام لے کر تم میں بھیجا گیا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ ایک مرتبہ صفا پہاڑی پر چڑھ گئے۔ قریش کو جمع کیا اور ایک ایک قبیلہ کا نام لے لے کر بلانے لگے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے عذاب اور حادثات متوقعہ سے انہیں ڈرایا تو بعض بیوقوف کہنے لگے کہ یہ تو کچھ دیوانے سے معلوم ہوتے ہیں۔ صبح تک بکواس کرتے رہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت اتری تھی۔ [2]

اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۵﴾

اور کیا ان لوگوں نے غور نہیں کیا آسمانوں اور زمین کے عالم میں اور دوسری چیزوں میں جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں اور اس بات پر کہ ممکن ہے ان کی اجل قریب ہی آ پہنچی ہو۔ پھر قرآن کے بعد کونسی بات پر یہ لوگ ایمان لائیں گے؟○

موت کسی لمحہ بھی آ سکتی ہے: ارشاد ہوتا ہے کہ ہماری نشانیوں کو جھٹلانے والے کیا اس بات پر غور نہیں کرتے کہ ہمیں کیسا غلبہ حاصل ہے آسمانوں اور زمین پر اور ان میں جو کچھ ہے ان سب پر۔ انہیں چاہیے تھا کہ اس پر تدبر وتفکر کرتے اور عبرت لیتے اور اس نتیجہ پر پہنچتے کہ یہ سب اس کا ہے جس کا کوئی نظیر وشبیہ نہیں وہی اس بات کا مستحق ہے کہ عبادت اور خلوص صرف اسی سے برتیں اور اس کے رسول کی تصدیق کریں، اس کی اطاعت کی طرف جھک جائیں، بتوں کو نکال پھینکیں، اور اس بات سے ڈریں کہ موت قریب ہے اگر کفر ہی پر مر جائیں گے۔ تو عذاب الیم کے مستحق ہوں گے۔ پھر فرمایا کہ اب اس کے بعد پھر اور کونسی تخویف اور ترہیب چاہیے کہ جو دھمکی آئی ہوئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی ہے اگر وہ اس وحی وقرآن کی تصدیق نہ کریں جو محمد ﷺ نے پیش کی ہے تو پھر کس بات کی تصدیق کریں گے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا شب معراج میں میں نے دیکھا کہ آسمان ہفتم تک جب میں پہنچا اور اوپر نظر کی تو رعد وبرق دیکھے۔ اور ایسی قوم پر سے میرا گذر ہوا جن کے پیٹ مٹکوں کی طرح پھولے ہوئے تھے ان میں سانپ بھرے ہوئے تھے جو باہر سے بھی دکھائی دے رہے تھے۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ یہ سود کھانے والے لوگ ہیں اور جب اس سے پہلے آسمان پر اترا تو میں نے اپنے سے نیچے کی طرف نظر ڈالی تو ایک دھند اور دھواں تھا اور شور وغوغا برپا تھا۔ میں نے پوچھا کہ اے جبرائیل علیہ السلام یہ کیا

---

[1] [سورہ سبا: آیت ٤٦]

[2] [مرسل وضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (١٥٤٧٢)]

ہے؟ تو کہا یہ وہ شیاطین ہیں جو انسانوں کی آنکھوں کے سامنے گھومتے رہتے تھے۔ اور آڑ بن جاتے ہیں کہ ارض واسماء کے ملکوت میں انسان نظر ہی نہ کر سکے اگر یہ حائل نہ ہوتے تو انسان آسمان کی عجیب عجیب باتیں دیکھتا۔ [1] اس کے ایک راوی علی بن زید بن جدعان سے بہت سی منکر روایات بھی منسوب ہیں۔

مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۭ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۸۶﴾

جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرے اس کو کوئی راہ پر نہیں لا سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو ان کی گمراہی میں بھٹکتے ہوئے چھوڑ دیتا ہے ○

جسے اللہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں: اللہ تعالیٰ نے جس کے نام گمراہی لکھ دی اس کو کوئی ہدایت نہیں کر سکتا' وہ کتنی ہی نشانیاں دیکھے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ جس کو اللہ تعالیٰ فتنے میں ڈالے اس کو کون راہ راست پر لائے۔ [2] جیسا کہ فرمایا دیکھو آسمانوں اور زمین میں ہماری کیا کچھ نشانیاں ہیں۔ لیکن نشانیاں' معجزات' اور دھمکیاں کوئی چیز بھی ان کافروں کو مفید نہیں پڑتی۔ [3]

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ۘ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ۭ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم صرف میرے رب ہی کے پاس ہے۔ اس کے وقت پر اس کو سوا اللہ تعالیٰ کے کوئی اور ظاہر نہ کرے گا۔ وہ آسمانوں اور زمین میں بڑا بھاری حادثہ ہوگا۔ وہ تم پر محض اچانک آ پڑے گی۔ وہ آپ سے اس طرح پوچھتے ہیں جیسے گویا آپ اس کی تحقیقات کر چکے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم خاص اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ○

وقوعِ قیامت اور علاماتِ قیامت: یہ آیت قریش کے متعلق اتری ہے' یا یہود کی ایک جماعت سے متعلق۔ لیکن پہلی بات زیادہ درست ہے کیونکہ یہ آیت مکی ہے اور یہود تو مدینے میں رہتے تھے۔ یہ لوگ قیامت کا وقت تم سے پوچھتے ہیں سو اس کا یقین نہ کریں گے' تکذیب کے انداز میں پوچھتے ہیں جیسا کہ اس آیت کے انداز بیان سے نتیجہ نکلتا ہے۔ ''یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو بتاؤ کہ وہ ہوگی کب اور کس تاریخ کو؟ اور فرمایا کہ یہ کافر قیامت کو جلدی مانگتے ہیں'' حالانکہ مومن تو قیامت کی ہولناکیوں سے ڈرتے ہیں اور یقین رکھے ہوئے ہیں کہ اس کا آنا حق

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۲/۳۵۳) المزی فی تهذیب الکمال (۳۳/۷۴۴۴) ابن ابی شیبة (۸/۴۴۶)] حافظ بوصیریؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [مصباح الزجاجة (۲/۱۹۷)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں ابوصلت راوی مجہول اور علی بن زید ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۳۳۶۰)] شیخ شعیب ارناؤوط بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۸۶۴۰)]

[2] [سورہ المائدہ: آیت ۴۱]

[3] [سورہ یونس: آیت ۱۰۱]

ہے اور جو لوگ قیامت میں شک کرتے ہیں، بڑی گمراہی میں ہیں' [1] اور فرمایا ''بتاؤ وہ کس تاریخ کو ہوگی۔ اور دنیا کب ختم ہو جائے گی، اور پھر گھڑی قیامت کی کونسی ہے؟'' تو اے نبی (ﷺ) کہہ دو کہ اس کا علم تو میرے رب ہی کو ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں معلوم کہ کب آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مشورہ دیا کہ اے نبی اکرم (ﷺ) وہ وقت قیامت پوچھیں تو بات کو اللہ تعالیٰ کی طرف پھیر دو کہ اس کے وقت کی تحدید تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ اسی لئے فرمایا ﴿ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ یعنی زمین و آسمان والے اس کے علم سے بے بہرہ ہیں۔ حسن رحمہ اللہ یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ جب قیامت آئے گی تو اہل ارض و سماء پر بہت بھاری گزرے گی۔ [2] ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہوگی جس کو قیامت کا ضرر نہ پہنچے گا۔ آسمان پھٹ جائیں گے ستارے ٹوٹ پڑیں گے، سورج تاریک ہو جائے گا، پہاڑ اڑ جائیں گے اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ کہا ہے وہ سب ہوگا۔ آسمان والوں کو بھی اس کا علم نہیں۔ جیسا کہ فرمایا کہ وہ اچانک آ جائے گی، لوگوں کو اس کا سان و گمان بھی نہ ہوگا۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک نہ آئے گی کہ ایک وقت سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔ کافر یہ عجیب بات اور اس پیش گوئی کی صداقت دیکھ کر ایمان لائیں گے۔ لیکن کسی کو بھی اس وقت کا ایمان کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ یا گنہگاروں کو اب نیک کام کرنا کوئی نتیجہ نہ بخشے گا۔ دو آدمی کپڑے کا لین دین کر رہے ہوں گے اس غرض سے کپڑے کا تھان کھولا جا رہے ہوں گے۔ دودھ دوھ کر پیا بھی نہ گیا ہوگا۔ لوگ پینے کے پانی کی ٹینکی صاف ہی کر رہے ہوں گے، نوالہ منہ کی طرف لے جا رہا ہوگا کہ ناگہاں قیامت شروع ہو جائے گی۔ [3]

﴿يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا﴾ کے معنی میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ یعنی وہ قیامت کا راز تم سے ایسے پوچھتے ہیں گویا تم ان کے بڑے دوست ہو اور اس انداز میں پوچھتے ہیں گویا قیامت کی تاریخ وقوع سے تم واقف ہو۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو اس راز کو کسی مقرب ترین فرشتے یا اپنے کسی رسول پر بھی ظاہر نہیں کیا۔ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ قریش حضرت ﷺ سے کہتے تھے کہ تمہارے ہمارے درمیان تو رشتہ داری ہے، ہمیں تو بتا دیجئے کہ قیامت کب آ رہی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ کہہ دو کہ اس کا علم فقط اللہ تعالیٰ کو ہے۔

جو لوگ نبی کریم ﷺ سے وقت قیامت پوچھتے ہیں وہ نہیں جانتے کہ نبی کو بھی اس کا علم نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اس کا علم نہیں رکھتا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک اعرابی کی شکل میں حضرت ﷺ کے پاس آئے تا کہ امور دین کی تعلیم لوگوں کو حاصل ہو سکے۔ اور ایک طالب ہدایت سائل کے انداز میں حضرت ﷺ کے پاس بیٹھ گئے اور آپ ﷺ سے اسلام کے بارے میں پوچھا۔ پھر ایمان اور احسان سے متعلق دریافت کیا۔ پھر پوچھا کہ قیامت

[1] [سورہ الشوریٰ: آیت ۱۸] [2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۳۸/٦)]

[3] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الرقاق (٦٥٠٦) مسند احمد (۳٦۹/۲)]

کب آنے والی ہے۔اس چوتھے سوال کے جواب میں حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس بارے میں مجھ کو تم سے زیادہ علم نہیں، یعنی جیسے تم ناواقف ہو، میں بھی ناواقف۔اور کوئی شخص بھی اس بارے میں کچھ نہیں جان سکتا۔ پھر حضرت ﷺ نے یہ آیت پڑھی ﴿إِنَّ اللهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ [1] اور ایک روایت میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے بہ شکل اعرابی آپ سے قیامت کی نشانیاں پوچھیں۔آپ نے نشانیاں بتا دیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں رکھتا۔حضرت ﷺ کے ہر جواب پر وہ اعرابی کہتا گیا کہ آپ صحیح فرما رہے ہیں۔گویا کہ وہ جانتا ہے اور بات کی صداقت کا اعتراف کر رہا ہے۔اس انداز تصدیق پر صحابہ نے تعجب کیا کہ یہ کیسا سائل ہے کہ خود ہی سوال کر رہا ہے اور خود ہی جواب پر تصدیق کر رہا ہے۔ پھر یہ سائل چلا گیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ جبرائیل (علیہ السلام) تھے اور اس بہانے تم لوگوں کو مسائل دین اور معتقدات کی تعلیم دینے کے لئے آئے تھے۔ [2] اس سے پہلے جب کبھی یہ صورت بدل کر آتے رہے میں پہچانتا رہا اور اس دفعہ تو میں نے نہیں پہچانا تھا۔میں نے آغاز شرح بخاری میں اس حدیث کو بیان کر دیا ہے۔اور جب ایک اعرابی نے آپ سے پوچھا اور بلند آواز میں آپ کو پکارا کہ یا محمد ﷺ! تو آپ ﷺ نے بھی بلند آواز میں جواب دیا ''ہاں کیا ہے؟'' تو اس نے کہا قیامت کب آنے والی ہے۔تو آپ ﷺ نے فرمایا اے ناداں! قیامت جب آئے گی ضرور آئے گی۔ لیکن تم بتاؤ کہ اس کے لئے تم نے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ کہا بڑی بڑی نمازیں اور روزے تو خیر نہیں ہو سکے۔لیکن اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے مجھے بہت محبت اور شغف ہے۔تو آپ ﷺ نے فرمایا آدمی قیامت میں اسی کے ساتھ رہے گا کہ جس کو زیادہ چاہتا ہو۔ [3] اس حدیث کو سن کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین بے انتہا خوش ہو گئے۔ بخاری و مسلم میں اکثر صحابہ کی روایتوں سے یہ حدیث متعدد طریقوں سے بیان ہوئی ہے۔حضرت نبی اکرم ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ جب کوئی شخص ایسا سوال کرتا جس کی اس کو چنداں ضرورت نہیں اور اس کے لئے عبث ہے۔تو آپ ﷺ جواب میں اس بات کی طرف اس کا رخ پھیر دیتے جس کا جاننا اس کے لئے اپنے سوال سے کہیں ضروری ہوتا۔تاکہ وہ اپنی ذات کو اس سے نمٹنے کا اہل بنالے اور پہلے سے تیاری کر رکھے اگرچہ اس کے تعین وقت سے واقف نہ ہو۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ دیہاتی عرب لوگ حضرت ﷺ کے پاس آتے تو اکثر سوال کرتے رہتے کہ قیامت کب ہوگی۔تو آپ ﷺ ان کے کسی بچہ کی طرف اشارہ کر کے کہتے کہ اگر اللہ

---

[1] [سورہ لقمان: آیت ٣٤]

[2] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الایمان : باب سؤال جبریل النبی (٥٠) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب الایمان وخصاله (٩۔ ١٠) ابو داؤد: کتاب السنة : باب القدر (٤٦٩٥) ترمذی : کتاب الایمان : باب ماجآء فی وصف جبریل للنبی الایمان والاسلام (٢٦١٠)]

[3] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الادب : باب ماجآء فی قول الرجل ویلك (٦٥٦٧) صحیح مسلم : کتاب البروالصلة : باب المرء مع من احب (٢٦٣٩) ترمذی : کتاب الزهد : باب ماجآء ان المرا مع من احب (٢٣٨٥) مسند طیالسی (١١٦٧)]

تعالیٰ نے اس کو زندگی دی تو یہ بوڑھا بھی نہ ہونے پائے گا کہ تمہاری قیامت تو آ جائے گی۔ گویا قیامت سے مراد موت ہوئی جو یہاں سے ہٹا کر تمہیں عالم برزخ میں لے جا چھوڑے گی۔ [1] اور بہت سی احادیث اسی مضمون کی الفاظ کے تھوڑے سے تغیر کے ساتھ پیش کی گئی ہیں' جو سب کی سب ایک ہی مضمون کی ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ مقصد ان سب حدیثوں کا یہی ہے کہ قیامت آئے گی اور ضرور آئے گی۔ لیکن وقت کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔ ''اس بچے کے بڑھاپے سے پہلے قیامت آجائے گی'' یہ اطلاق بھی اسی تقید پر محمول ہے۔ یعنی مراد اس سے لوگوں کی موت کا وقت ہے۔ اپنی وفات سے ایک ماہ قبل آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ قیامت کے بارے میں مجھ سے تم لوگ پوچھتے رہتے ہو۔ اس کا علم تو خیر اللہ تعالیٰ کو ہے کہ قیامت آنے میں اور کتنی مدت ہے۔ لیکن میں قسم کھا کر بیان کرتا ہوں کہ اس وقت زمین پر جتنے متنفس آباد ہیں سو سال بعد ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہے گا۔ [2] تو گویا یہ مطلب ہوا کہ جیسے قیامت میں سب لوگ مر جائیں گے اسی طرح سو سال میں موجود سب لوگوں پر قیامت آ جائے گی۔ [3] گویا تعین وقت ہی اگر چاہتے ہو تو لو یہ تعین وقت ہے۔ اس طرح قیامت سے مراد اس ایک صدی کا اختتام تھا کہ بات کو اس ڈھنگ سے بیان کیا گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا [4] کہ شب معراج میں ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام پر میرا گزر ہوا لوگ قیامت کا ذکر کر رہے تھے۔ یہ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے آ کر پوچھنے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے تو اس کا کوئی علم نہیں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گئے۔ آپ نے بھی یہی فرمایا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس گئے آپ نے بھی فرمایا کہ اس کا علم تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو ہے ہی نہیں۔ لیکن علامت یہ ہے کہ دجال نکلے گا۔ میرے ساتھ ایک دو شاخہ ہوگا وہ مجھے دیکھے گا تو سیسے کی طرح پگھل جائے گا اور اللہ پاک اس کو ہلاک کر دے گا۔ حتیٰ کہ شجر اور حجر بھی بول اٹھیں گے کہ اے مسلمان میری آڑ میں ایک کافر چھپا ہوا ہے۔ آ اور اس کو قتل کر دے۔ پس اللہ تعالیٰ ان سب کافروں کو ہلاک کر دے گا پھر لوگ اپنے اپنے شہروں اور وطنوں کو واپس ہو جائیں گے۔ ایسے وقت میں یاجوج اور ماجوج نکلیں گے ہر گوشے میں ابل پڑیں گے۔ شہروں کو پامال کرتے پھریں گے ہر چیز ان کے

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب سکرات الموت (۶۵۱۱) صحیح مسلم : کتاب الفتن : باب قرب الساعة (۲۹۵۲)]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابه : باب بیان معنی قوله (۲۵۳۸) ترمذی : کتاب الفتن (۲۲۵۰) مسند احمد (۳/۳۲۲)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب مواقیت الصلاة : باب السمر فی الفقه والخیر بعد العشاء (۶۰۱) صحیح مسلم (۲۵۳۷) ترمذی : کتاب الفتن (۲۲۵۱) ابوداؤد : کتاب الملاحم : باب قیام الساعة (۴۳۴۸) مسند احمد (۲/۸۸)]

[4] [مسند احمد (۱/۳۷۵) تفسیر ابن جریر الطبری (۹۱/۱۷) ابی ابن شیبة (۶۶۰/۸) مستدرك حاكم (۳۸٤/۲)] امام حاکم ؒ نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔ شیخ احمد شاکر نے بھی اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ تاہم شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس کے کچھ حصے کے شواہد بھی موجود ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۳۵۵۶)]

آنے اور پھرنے سے برباد اور تلف ہوتی رہے گی۔ حتیٰ کہ چشموں پر پہنچیں گے تو چشموں کو خالی کر دیں گے۔ لوگ میرے پاس ان کی شکایت لے کر آئیں گے میں ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے بددعا کروں گا۔ اللہ تعالیٰ ان سب یاجوج اور ماجوج کو ہلاک کر دے گا حتیٰ کہ ہر جگہ کی فضا ان کی لاشوں کی سڑان کی بدبو سے مسموم ہو جائے گی۔ تو اللہ تعالیٰ بارش برسائے گا کہ پانی کا بہاؤ ان کی لاشوں کو بہا کر سمندر میں لے جائے گا۔ اس وقت پہاڑ اکھڑ جائیں گے زمین پھیل جائے گی۔ اس وقت قیامت ایسی قریب ہو جائے گی جیسے نو مہینہ کی حاملہ کی جس کو لوگ نہیں جانتے کہ دن رات میں کس وقت زچگی ہو جائے۔ (۱) بڑے بڑے پیغمبر علیہم السلام بھی قیامت کا وقت نہیں جانتے تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے بھی صرف اس کی علامتیں بتا دیں۔ کیونکہ اس امت کے آخری زمانے میں وہ اتریں گے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام نافذ فرمائیں گے۔ مسیح دجال کو قتل کریں گے اور یاجوج وماجوج کو اللہ تعالیٰ ان کی دعا کی برکت سے ہلاک کر دے گا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں اس کی علامتیں بتاؤں وہ یہ کہ اس کے سامنے بڑے فتنے اور ہرج مرج واقع ہوں گے۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم فتنہ کا مفہوم تو سمجھتے ہیں، لیکن ہرج کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حبش کی عربی زبان میں اس کے معنی قتل پھر فرمایا کہ لوگوں میں اجنبیت اور بے پروائی اتنی بڑھ جائے گی کہ ایک شخص دوسرے کو کہے گا کہ میں نہیں پہچانتا۔ (۲) صحاح ستہ میں بات کو اس طریقے سے روایت نہیں کیا گیا ہے۔

ہمارے نبی امی سید المرسلین خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نبی الرحمۃ اور نبی التوبہ ہیں، فرمایا ہے کہ ”میں اور قیامت دو انگلیوں کی طرح ہیں۔“ چنانچہ آپ نے کلمہ کی اور بیچ کی انگلی کو جوڑ کر بتایا (۳) گویا کہ میرے ساتھ قیامت لگی ہوئی ہے یعنی دونوں کے درمیان کوئی نبی ہونے والا نہیں۔ غرض یہ ہے کہ ﴿عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ صرف اللہ پاک کو ہے۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۸﴾

معانقہ ۱۴/۱۷

آپ کہہ دیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ تعالیٰ نے

---

(۱) [ضعیف : ابن ماجه : كتاب الفتن : باب فتنة الدجال وخروج عيسى ابن مريم (٤٠٨١) مسند احمد (٣٧٥/١) مستدرك حاكم (٤٨٨/٤)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعيف ابن ماجه ، السلسلة الضعيفة (٤٣١٨)] البتہ حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے اور اسے ضعیف کہنے والے خطا پر ہیں۔]

(۲) [صحيح لغيره : مسند احمد (٣٨٩/٥) مجمع الزوائد (٣١٢/٧)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (٢٣٣٠٦)]

(۳) [صحيح : صحيح بخاری : كتاب الرقاق : باب قول النبی بعثت انا والساعة كهاتين (٦٥٠٤) صحيح مسلم : كتاب الفتن : باب قرب الساعة (٢٩٥١) ترمذی : كتاب الفتن (٢٢١٤) مسند ابو يعلى (٢٩٢٥) مسند احمد (٢٢٢/٣)]

چاہا۔اوراگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کرلیا کرتا۔اور کوئی مضرت ہی مجھ پر واقع نہ ہوتی۔ میں تو محض بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں○

نفع ونقصان کا مالک صرف اللہ: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا ہے کہ سارے امور کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف پھیر دو اور اپنے بارے میں کہہ دو کہ مستقبل کا علم مجھے بھی نہیں' ہاں اللہ تعالیٰ نے کچھ بتا دیا تو بتا دیتا ہوں۔ جیسا کہ سورۂ جن میں فرمایا ''عالم الغیب کے علم غیب کو کوئی نہیں پا سکتا'' [1] اور اے نبی (ﷺ) کہہ دو کہ اگر میں غیب کی بات جانتا تو اپنے لئے بہت سا خیر جمع کر لیتا۔یعنی اگر مجھ کو اپنی موت کی خبر ہوتی کہ کب مروں گا تو کوشش کرتا کہ جلد تر بہت سے اعمال صالحہ کرلوں'' ۔ یہ قول مجاہد رحمہ اللہ کا ہے اور ابن جریج رحمہ اللہ بھی یہی کہتے ہیں۔ لیکن یہ بات غور طلب ہے اس لئے کہ حضرت ﷺ کا ہر عمل اچھا ہی تھا اور جو عمل کرتے وہ مستقل طور پر پائیدار ہوتا۔ [2] سارے اعمال ایک ہی ڈھنگ کے تھے۔ ہر عمل میں آپ ﷺ کی نظر اللہ تعالیٰ پر ہی ہوتی۔غرض یہ کہ کوئی عمل بھی غیر عمل صالح نہ ہوتا۔ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ یہ مراد ہو کہ غیب کی باتیں جان لیتا تو لوگوں کی کس نوع کی بھلائی کس کام کے اندر ہوتی' تو اس سے ان کو آگاہ کر دیتا۔ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خیر کے معنی مال کے لئے ہیں اور یہ مفہوم احسن ہے۔یا یہ کہ جس خریداری میں فائدہ کا علم ہوتا تو وہ ضرور خریدتا اور کوئی چیز نہ بیچتا جب تک اس میں فائدہ کا علم نہ ہوتا۔غرض یہ کہ تجارت میں کبھی نقصان نہ اٹھاتا یا نہ اٹھانے دیتا۔یا مجھے فقر و تنگ دستی کبھی نہ آنے پاتی۔بعض لوگوں نے یہ مطلب بھی لیا ہے کہ قحط آنے والا ہوتا تو بہت کچھ غلہ جمع کر رکھتا۔سستے زمانے میں خرید لیتا اور گرانی کے زمانے میں بیچتا اور مجھے غربت ومسکنت کبھی نہ چھوتی اور نقصان آنے سے پہلے اس سے بچ جاتا۔پھر آپ نے کہا میں صرف نذیر اور بشیر ہوں عذاب سے ڈرانے والا اور جنت کی بشارت دینے والا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے قرآن کو تمہاری زبان پر آسان بنا دیا ہے تا کہ ارادۂ تقوی رکھنے والوں کو تم بشارت دو اور جھگڑنے والے سرکش لوگوں کو ڈراؤ۔ [3]

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَىِٕنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۸۹﴾ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَاۗءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾

وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس نے تم کو ایک تن واحد سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تا کہ وہ اس اپنے جوڑے سے انس حاصل کرے پھر جب میاں نے بیوی سے قربت کی تو اس کو حمل رہ گیا ہلکا سا سو وہ اس کو لئے ہوئے چلتی پھرتی رہی پھر

---

[1] [سورة الجن : آیت ٢٦]

[2] **[صحیح** : صحیح بخاری (١٩٨٧) صحیح مسلم (٧٨٣) ابو داؤد (١٣٧٠) مسند احمد (٤٣/٦)]

[3] [سوره مریم: آیت ٩٧]

جب وہ بوجھل ہوگئی تو دونوں میاں بیوی اللہ تعالیٰ سے جو کہ ان کا مالک ہے دعا کرنے لگے کہ اگر آپ نے ہم کو صحیح سالم اولاد دے دی تو ہم خوب شکر گزاری کریں گے ○ سو جب اللہ تعالیٰ نے دونوں کو صحیح سالم اولاد دی تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی چیز میں وہ دونوں اللہ کے شریک قرار دینے لگے۔ سو اللہ تعالیٰ پاک ہے ان کے شرک سے ○

اولاد دینے والا اللہ مگر مشرک کے نزدیک غیر اللہ: ارشاد ہوتا ہے کہ دنیا جہان کے لوگ آدم علیہ السلام کی نسل سے پیدا کئے گئے ہیں اور آدم علیہ السلام ہی سے ان کی بیوی حوا پیدا کی گئیں۔ انہیں دونوں سے نسل بڑھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور اتنا بڑھایا کہ تم لوگ خاندان اور قبیلے بن گئے اب تمہیں ایک دوسرے کے حقوق پہچاننا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی نظروں میں تم میں شریف تر وہی ہوگا جو سب سے زیادہ محتاط عمل کرے۔ [1] ﴿لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا﴾ کے معنی ہیں تا کہ ایک دوسرے میں الفت پذیری رہے۔ اسی لئے فرمایا کہ ﴿وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَّرَحْمَةً﴾ [2] یعنی تم دونوں کے دلوں میں محبت اور رحمت ڈال دی۔ دو روحوں میں جو محبت و رحمت ہوتی ہے وہ روجین کی باہمی الفت و موانست سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ ساحر اکثر اپنے سحر کے ذریعہ اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ میاں بیوی میں تفرقہ ڈال دیں غرض شوہر جب اپنی بیوی کے ساتھ فطری محبت کی بنا پر موانست و قربت اختیار کرتا ہے تو ابتداء وہ اپنے پیٹ میں ایک ہلکا سا بوجھ محسوس کرنے لگتی ہے۔ یہ آغاز حمل کا زمانہ ہوتا ہے اس وقت تو عورت کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی کیونکہ یہ حمل تو ابھی نطفہ یا علقہ اور مضغہ ہے یعنی نطفہ یا گوشت کا چھوٹا سا لوتھڑا۔ ابھی وہ ہلکی پھلکی ہوتی ہے۔

ایوب کہتے ہیں کہ میں نے حسن رحمہ اللہ سے ((مرت بہ)) کے معنی پوچھے تو کہا اگر میں عرب ہوتا اور اہل زبان ہوتا تو جانتا کہ اس کے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ اسی طرح وہ اس حمل کو چندے لئے پھرتی رہتی ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ اس کے معنی یہ بتاتے ہیں کہ حمل نمایاں ہو گیا۔ ابن جریر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حمل لئے ہوئے آسانی سے اٹھ بیٹھ سکتی ہے۔ [3] ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ یہ ابتدائی زمانہ وہ ہے جب کہ خود اس کو شک ہے کہ مجھے حمل ہے بھی کہ نہیں۔ [4]

غرض یہ کہ اس کے بعد جو عورت کو بوجھ اچھا خاصا محسوس ہونے لگتا ہے اور یقین حمل ہو جاتا ہے تو یہ ماں باپ دونوں اللہ تعالیٰ سے تمنا کرنے لگتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ انہیں صحیح سالم بچہ دے تو اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ماں باپ کو ڈر لگا ہوتا ہے کہ کہیں جانور کی شکل یا اعضاء کٹا غیر سالم بچہ نہ ہو جائے جیسا کہ بعض مرتبہ ہو جایا کرتا ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ یہ مطلب لیتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ہم کو لڑکا دے' کیونکہ مولود میں زیادہ صلاحیت والا مولود لڑکا ہی ہوتا ہے۔ غرض یہ کہ جب اللہ تعالیٰ ان کو صحیح سالم بچہ دیتا ہے تو اس کو بتوں کا حصہ بنا ڈالتے ہیں۔ اللہ کی ذات ایسے شرک سے بے نیاز ہے مفسرین نے یہاں بہت سے آثار و احادیث بیان کی ہیں جن کا ہم ذکر کریں گے ان پر روشنی ڈالیں گے۔ پھر ان شاء اللہ صحیح بات کی طرف رہنمائی کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ ہے۔

---

[1] [سورہ الحجرات: آیت ۱۳] [2] [سورہ روم: آیت ۲۱]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (۶/۱۴۱-۱۴۳)] [4] [ایضاً]

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ حوا کو جب وضع حمل ہوا تو ابلیس ان کے پاس آیا۔ ان کا بچہ زندہ نہیں رہتا تھا تو حوا کو مشورہ دیا کہ بچہ کا نام عبدالحارث رکھو تو وہ زندہ رہے گا۔ چنانچہ انہوں نے بچہ کا نام عبدالحارث رکھا اور وہ زندہ رہا۔ یہ شیطان کی طرف کی وحی تھی اور حارث شیطان کا نام ہوتا ہے۔ [1] اس حدیث میں تین علتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کا راوی عمر بن ابراہیم ایک بصری شخص ہے۔

اگرچہ ابن معین نے اس کی توثیق کی ہے لیکن ابوحاتم نے کہا ہے کہ اس سے حجت نہیں پکڑی جا سکتی۔ دوسرے یہ کہ یہی روایت موقوفاً حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کے اپنے قول سے مروی ہوئی ہے جو مرفوع نہیں۔ ابن جریر میں خود حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کا نام عبدالحارث رکھا۔ تیسرے یہ کہ اس کے راوی حسن سے بھی اس آیت کی تفسیر اس کے سوا بیان کی گئی ہے تو ظاہر ہے کہ اگر یہ مرفوع حدیث ان کی روایت کردہ ہوتی تو یہ خود اس کے خلاف تفسیر نہ کرتے۔ ابن جریر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ نہیں بلکہ بعض دوسرے مذہب والوں کا ہے۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ اس سے مراد بعض مشرک انسان ہیں جو ایسا کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ یہود اور نصاریٰ کا فعل بیان ہوا ہے کہ اپنی اولاد کو اپنی روش پر ڈال لیتے ہیں۔ اس آیت کی جو تفسیریں بیان کی گئی ہیں ان سب میں بہتر یہی تفسیر ہے۔ غرض تعجب کے لئے گنجائش یہ تھی کہ ایسا متقی اور پرہیزگار آدمی ایک آیت کی تفسیر میں ایک مرفوع حدیث قول پیغمبر روایت کرے پھر اس کے خلاف خود تفسیر کرے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ حدیث مرفوع نہیں بلکہ وہ سمرہ کا اپنا قول ہے۔ اس کے بعد یہ خیال ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ سمرہ نے اہل کتاب سے ماخوذ کیا ہے، جیسے کعب اور وہب وغیرہ جو مسلمان ہو گئے تھے۔ انشاء اللہ اس کا بیان عنقریب آئے گا۔

غرض اس حدیث کا مرفوع ہونا تسلیم نہیں ہوسکتا۔ اب دوسری احادیث بھی اس بارے میں ہیں، یہ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حوا سے جو اولاد ہوتی تھی۔ ان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے مخصوص کر دیتی تھیں اور ان کا نام عبداللہ، عبیداللہ وغیرہ رکھتی تھیں۔ یہ بچے مرجاتے تھے۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام و حوا کے پاس ابلیس آیا اور کہنے لگا کہ اگر اپنی اولاد کا کچھ دوسرا نام رکھا کرو گے تو وہ زندہ رہے گا۔ اب حوا کا بچہ ہوا تو نام عبدالحارث رکھا۔ اسی سے متعلق اللہ پاک فرماتا ہے ﴿هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ﴾ تا آخر۔ حوا علیہا السلام کو شک تھا کہ حمل ہے یا نہیں۔ غرض جب وہ حمل سے بوجھل ہو گئی تو ان دونوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اگر جیتا جاگتا صالح بچہ ہوگا تو ہم بڑا شکر کریں گے۔ اب شیطان ان دونوں کے پاس آیا اور کہنے لگا تمہیں کیا خبر کہ کیسا بچہ پیدا ہوگا، جانور کی شکل وصورت کا ہوگا یا انسان۔ ایک غلط بات ان کی نگاہوں میں اچھی بنا کر پیش کی اور شیطان تو دھوکا دینے والا ہے ہی۔ اس سے پہلے دو بچے ہو چکے تھے اور مر چکے تھے۔ شیطان نے انہیں سمجھایا کہ اگر تم میرے نام پر اسی کا نام نہ رکھو گے تو نہ وہ ٹھیک پیدا ہوگا اور نہ زندہ رہے گا۔ چنانچہ انہوں نے اس بچہ کا نام عبدالحارث رکھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

---

[1] [ضعیف : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة الاعراف (٣٠٧٧)، تفسیر ابن جریر الطبری (١٥٥٢٤) تفسیر ابن ابی حاتم (٨٦٣٧/٥) طبرانی (٦٨٩٥/٧) مستدرك حاكم (٥٤٥/٢) ابن عدی فی الكامل (١٧٠٠/٥)] شیخ البانی ؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی ، السلسلة الضعیفة (٣٤٢)]

جب اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا پر صحیح سالم بچہ دیا تو اس کا نام عبدالحارث رکھ کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا۔ ان آیتوں میں اسی کا بیان ہے اور ایک روایت میں ہے کہ پہلی دفعہ کے حمل کے وقت یہ (شیطان) آیا اور انہیں ڈرایا کہ میں وہی ہوں جس نے تمہیں جنت سے نکلوایا اب تم میری اطاعت کرو ورنہ میرے کرتب سے اس کے سینگ پیدا ہو جائے گا اور وہ پیٹ پھاڑ کر نکلے گا اور یہ ہوگا وہ ہوگا' غرض انہیں بہت خوف زدہ کر دیا مگر انہوں نے اس کی بات نہ مانی اللہ تعالیٰ کی مصلحت بچہ مردہ پیدا ہوا۔ دوسرا حمل ہوا پھر بھی بچہ مردہ پیدا ہوا۔ اب کے ابلیس نے آ کر اپنی بہت خیر خواہی جتلائی۔ بچے کی محبت غالب آ گئی اور اس کا نام انہوں نے عبدالحارث رکھ دیا۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿جَعَلَا لَهُ شُرَكَآءَ فِيمَآ اٰتٰهُمَا﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس حدیث کو لے کر ان کے شاگردوں کی ایک جماعت نے بھی یہی کہا ہے۔ جیسے مجاہد' سعید بن جبیر' عکرمہ' قتادہ اور سدی۔ اسی طرح سلف سے لے کر خلف تک بہت سے مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں یہی کہا ہے۔ لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہ واقعہ اہل کتاب سے لیا گیا ہے۔ اس کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں جیسے کہ ابن ابی حاتم میں ہے۔ پس ظاہر ہے کہ یہ بات اہل کتاب سے نقل کی گئی ہے جن کی بابت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان کی باتوں کو نہ سچی کہو نہ جھوٹی۔ [1] ان کی روایتیں تین طرح کی ہوتی ہیں ایک تو وہ جن کی صحت کسی آیت یا حدیث سے ہوتی ہے۔ دوسری وہ جن کی تکذیب کسی آیت وحدیث سے ہوتی ہے۔ تیسری وہ جن کی بابت کوئی ایسا فیصلہ ہمارے دین میں نہ ملے تو بقول حکم حدیث اس کے بیان میں تو کوئی حرج نہیں۔ [2] لیکن اس کی تصدیق وتکذیب نہیں کرنی چاہیے۔ میرے نزدیک تو یہ اثر دوسری قسم کا ہے یعنی ماننے کے قابل نہیں اور جن صحابہ یا تابعین سے یہ مروی ہے انہوں نے اسے تیسری قسم کا سمجھ کر روایت کر دیا ہے۔ لیکن ہم تو وہی کہتے ہیں کہ جو حضرت حسن رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مشرکوں کا اپنی اولاد میں اللہ کا شریک بنانے کا بیان ان آیتوں میں ہے نہ کہ حضرت آدم وحوا علیہما السلام کا۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شرک سے بلند وبالا ہے۔ ان آیتوں کا ذکر کر کے اس سے پہلے آدم وحوا علیہما السلام کا ذکر مثل تمہید کے ہے کہ ان اصلی ماں باپ کا ذکر کر کے پھر اور ماں باپ کا ذکر ہوا اور انہیں کا شرک بیان ہوا۔

اب شخصی وانفرادی ذکر ختم کر کے جنس کے ذکر کی طرف بات کا رخ پھیرا جاتا ہے۔ جیسے ''ہم نے آسمان کی دنیا کو ستاروں سے زینت دی اور پھر انہیں ستاروں کو شیطان مار بھگانے کے کام میں لایا''۔ [3] اور یہ ظاہر ہے کہ جو ستارے زینت کے ہیں وہ جھڑتے نہیں' ان سے شیطانوں پر مار نہیں پڑتی' یہاں بھی بات کا رخ یوں پھیرا جاتا ہے کہ تاروں کی شخصیت سے تاروں کی جنس کی طرف۔ اس کی اور بہت سی نظیریں قرآن میں موجود ہیں۔ واللہ اعلم۔''

---

[1] [ضعیف : ابو داؤد : كتاب العلم : باب رواية حديث اهل الكتاب (٣٦٤٤) مسند احمد (١٣٦/٤)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعيف ابو داود ، السلسلة الضعيفة (١٩٩١)]

[2] [صحیح : صحيح بخارى : كتاب احاديث الانبياء : باب ماذكر عن بنى اسرائيل (٣٤٦١) ترمذى : كتاب العلم : باب ماجاء فى الحديث عن بنى اسرائيل (٢٦٦٩) مسند احمد (٢٠٢/٢)]

[3] [سورہ الملك : آیت ٥]

اَیُشۡرِکُوۡنَ مَا لَا یَخۡلُقُ شَیۡـًٔا وَّہُمۡ یُخۡلَقُوۡنَ ﴿۱۹۱﴾ وَلَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ لَہُمۡ نَصۡرًا وَّلَاۤ اَنۡفُسَہُمۡ یَنۡصُرُوۡنَ ﴿۱۹۲﴾ وَاِنۡ تَدۡعُوۡہُمۡ اِلَی الۡہُدٰی لَا یَتَّبِعُوۡکُمۡ ؕ سَوَآءٌ عَلَیۡکُمۡ اَدَعَوۡتُمُوۡہُمۡ اَمۡ اَنۡتُمۡ صَامِتُوۡنَ ﴿۱۹۳﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ عِبَادٌ اَمۡثَالُکُمۡ فَادۡعُوۡہُمۡ فَلۡیَسۡتَجِیۡبُوۡا لَکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۱۹۴﴾ اَلَہُمۡ اَرۡجُلٌ یَّمۡشُوۡنَ بِہَاۤ ۫ اَمۡ لَہُمۡ اَیۡدٍ یَّبۡطِشُوۡنَ بِہَاۤ ۫ اَمۡ لَہُمۡ اَعۡیُنٌ یُّبۡصِرُوۡنَ بِہَاۤ ۫ اَمۡ لَہُمۡ اٰذَانٌ یَّسۡمَعُوۡنَ بِہَا ؕ قُلِ ادۡعُوۡا شُرَکَآءَکُمۡ ثُمَّ کِیۡدُوۡنِ فَلَا تُنۡظِرُوۡنِ ﴿۱۹۵﴾ اِنَّ وَلِیِّۦَ اللّٰہُ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡکِتٰبَ ۫ۖ وَہُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۱۹۶﴾ وَالَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖ لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ نَصۡرَکُمۡ وَلَاۤ اَنۡفُسَہُمۡ یَنۡصُرُوۡنَ ﴿۱۹۷﴾ وَاِنۡ تَدۡعُوۡہُمۡ اِلَی الۡہُدٰی لَا یَسۡمَعُوۡا ؕ وَتَرٰىہُمۡ یَنۡظُرُوۡنَ اِلَیۡکَ وَہُمۡ لَا یُبۡصِرُوۡنَ ﴿۱۹۸﴾

کیا ایسوں کو شریک ٹھہراتے ہیں جو کسی کو بنا نہ سکیں اور وہ خود ہی بنائے جاتے ہیں○ اور وہ ان کو کسی قسم کی مدد نہیں دے سکتے اور وہ خود اپنی بھی مدد نہیں کر سکتے○ اور اگر تم ان کو صحیح بات بتلانے کو پکارو تو تمہارے کہنے پر نہ چلیں تمہارے اعتبار سے دونوں امر برابر ہیں خواہ تم ان کو پکارو یا تم خاموش رہو○ واقعی تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو وہ بھی تم ہی جیسے بندے ہیں۔ سو تم ان کو پکارو' پھر ان کو چاہیے کہ تمہارا کہنا کر دیں اگر تم سچے ہو۔ کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہیں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ کسی چیز کو تھام سکیں۔ یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہوں' یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہوں۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم اپنے شرکاء کو بلا لو پھر میری ضرر رسانی کی تدبیر کرو پھر مجھ کو ذرا مہلت مت دو○ یقیناً میرا مددگار اللہ تعالیٰ ہے جس نے یہ کتاب نازل فرمائی۔ اور وہ نیک بندوں کی مدد کرتا ہے○ اور تم جن لوگوں کی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو وہ تمہاری کچھ مدد نہیں کر سکتے اور نہ وہ اپنی مدد کر سکتے ہیں○ اور ان کو اگر کوئی بات بتلانے کو پکارو اس کو نہ سنیں۔ اور ان کو آپ دیکھتے ہیں کہ گویا وہ آپ کو دیکھ رہے ہیں اور وہ کچھ بھی نہیں دیکھتے○

غیر اللہ سے مدد مانگنے والے خسارے میں: وہ مشرکین جو اللہ تعالیٰ کے بجائے اوثان واصنام کی عبادت کرتے ہیں انہیں تنبیہ ہو رہی ہے کہ یہ اصنام بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں ایک بنائی ہوئی چیز ہیں۔ کسی بات کی بھی ان کو مقدرت نہیں نہ وہ کسی کو مضرت پہنچا سکتے ہیں۔ نہ نفع نہ ان میں دیکھنے کی طاقت ہے نہ وہ اپنے عبادت کرنے والوں کی مدد کر سکتے ہیں' بلکہ یہ بت تو جمادات میں سے ہیں حرکت تک نہیں کر سکتے بلکہ ان کی عبادت کرنے والے ان سے کہیں افضل ہیں کہ سن سکتے ہیں' چھو سکتے ہیں' پکڑ سکتے ہیں اسی لئے فرمایا کہ وہ کیا ان پتھروں کے بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کئے ہوئے ہیں جیسا کہ فرمایا' اے لوگو! ایک مثل بیان کی جاتی ہے' سنو یہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی پرستش کرتے ہیں وہ ایک مکھی تک نہیں بنا سکتے

خواہ سب کے سب ہی مل کر کیوں نہ کوشش کریں' بلکہ مکھی اگر ان کے کھانے کی کوئی چیز لے اڑے تو وہ اس سے واپس تک نہیں لے سکتے' طالب اور مطلوب دونوں کس قدر ضعیف و بے قدرت ہیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں پہچانی۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا قوی اور عزیز ہے۔ (۱) مکھی ایک حقیر غذا بھی ان سے لے اڑے تو اس سے چھڑانے کی طاقت نہیں رکھتے۔ جس کی یہ صفت ہو وہ کیسے رزق دے گا یا مدد کرے گا۔ جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا ﴿أَتَعْبُدُونَ مَا تَنْحِتُونَ﴾ (۲) کیا تم اس کی عبادت کرتے ہو جس کو خود گھڑتے ہو۔ پھر فرمایا کہ وہ اپنے عبادت کرنے والوں کی ذرا بھی مدد نہیں کر سکتے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی ان کے ساتھ برابر تاؤ کرے تو خود اپنا بچاؤ نہیں کر سکتے۔ جیسے حضرت خلیل علیہ السلام اپنی قوم کے بتوں کو توڑ پھوڑ دیتے تھے اور ان کی انتہائی اہانت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے مار مار کر ان بتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے لیکن بت خانہ کے سب سے بڑے بت کو چھوڑ دیا تاکہ لوگ آ کر اس بڑے بت سے پوچھ لیں کہ یہ کیا ہوا اور کس نے کیا۔ (۳)

معاذ بن عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ دونوں جوان تھے' مسلمان ہو چکے تھے۔ مدینہ میں رات کے وقت مشرکین کے بتوں کے پاس جاتے اور ان کو توڑ دیتے۔ اگر وہ لکڑی کے بنے ہوئے ہوتے تو ان کو توڑ کر جلانے کے لئے بیوہ غریب عورتوں کو دے دیتے۔ تاکہ ان کمبخت مشرکین کو کچھ عبرت ہو اور اپنے عمل اور عقیدے پر کچھ غور کریں۔ عمرو بن جموح اپنی قوم کا سردار تھا۔ اس کا ایک بت تھا وہ اس بت کی عبادت کرتا تھا اس کو خوشبوئیں ملتا تھا۔ وہ دونوں نوجوان رات کے وقت اس کے بت خانے میں جاتے' اس کے سر پر غلاظت کرتے۔ عمرو بن جموح آتا تو بت کو اس کیفیت میں دیکھتا تو اس کو دھوتا خوشبوئیں ملتا اور اس کے پاس تلوار رکھ دیتا اور کہتا کہ اس سے مدافعت کر۔ دوبارہ یہ لوگ ایسا ہی کرتے اور ابن جموح پھر دھوتا صاف کرتا پھر اس کے پاس تلوار رکھتا۔ آخر کار ایک دن ان دونوں نے اس بت کو نکالا اور ایک کتے کی لاش سے باندھ دیا اور ایک رسی کے ذریعہ ایک کنویں میں لٹکا دیا۔ جب عمرو بن الجموح آیا اور یہ کیفیت دیکھی تو اس کو عقل آ گئی کہ وہ بت پرستی کے اندر اعتقاد باطل رکھتا ہے' چنانچہ وہ کہنے لگا کہ۔ ''اگر تو سچ مچ رب ہوتا تو کنویں میں کتے کے ساتھ پڑا نہ ہوتا'' پھر وہ اسلام لے آیا اور اچھا مسلم رہا اور جنگ احد میں شہید ہوا۔ (۴)

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اگر تم انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ کبھی تمہاری پیروی نہ کریں۔ یعنی یہ بت کسی کی پکار کو نہیں سن سکتے' ان کو پکارنا نہ پکارنا برابر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا کہ ''اے باپ! عبادت نہ کر ایسی مورتی کی جو نہ سنتی ہے نہ دیکھتی ہے نہ تمہارا کچھ کام نکالتی ہے۔'' (۵) پھر فرمایا وہ بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے جیسے یہ بت پرست' بلکہ یہ بت پرست ہی ان بتوں سے اچھے کہ سنتے' دیکھتے اور چھوتے تو ہیں' پھر فرمایا کہ اچھا اپنی مدد کے

---

(۱) [الحج: ۷۳، ۷٤] (۲) [الصافات: ۹۵] (۳) [الانبیاء: ۵۸]

(۴) [سیرۃ ابن ھشام (۳۵٤/۱) دلائل النبوۃ للبیھقی (٤۵٦/۲) الاصابۃ لابن حجر (۹٤/۷)]

(۵) [سورہ مریم: آیت ٤۲]

لئے اپنے شریکوں کو بلاؤ اور مجھے چشم زدن کی بھی مہلت نہ دو اور میرے خلاف جی کھول کے کوشش کر دیکھو۔ میرا مدد گار وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے کتاب نازل فرمائی وہ نیکو کاروں کا والی ہے وہی اللہ تعالیٰ میرے لئے کافی ووافی ہے وہی میری مدد کرے گا اسی پر میرا بھروسہ ہے میں مجبور ہوں تو اسی کا ہوں۔ وہ دنیا و آخرت میں نہ صرف میرا بلکہ میرے بعد بھی ہر نیکوکار کا سرپرست ہے۔ جیسا کہ ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کے جواب میں فرمایا تھا جب کہ آپ کی قوم نے آپ پر یوں تہمت باندھتی کہ تم پر ہمارے خداؤں کی کچھ مار پڑی ہے جبھی تو تم ایسی بہکی بہکی باتیں کرنے لگے ہو۔ تو آپ نے جواب دیا کہ میں تو اللہ تعالیٰ کی گواہی دیتا ہوں اور صاف صاف کہے دیتا ہوں کہ میں تمہارے شرکاء سے نفرت و بیزاری ظاہر کرتا ہوں اچھا تم سب مل کر میرے ساتھ کچھ شرارت کر دیکھو اور ہاں دم بھر کے لئے مجھے بچاؤ کی مہلت نہ دینا۔ تم میرا کیا بگاڑو گے۔ میرا بھروسہ تو اللہ تعالیٰ پر ہے وہ میرا اور تمہارا سب کا رب ہے۔ زمین پر کوئی جاندار ایسا نہیں جس کی نکیل اس کے ہاتھ میں نہ ہو۔ میرا رب سیدھے اور سچے طریق پر ہے۔ اور خلیل علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ ان بتوں کے بارے میں جن کی تم اور تمہارے آباء واجداد پرستش کرتے تھے۔ یہ لوگ تو میرے دشمن ہیں مگر پروردگار میرا دوست ہے۔ اسی نے مجھے پیدا کیا اور وہی مجھے ٹھیک راہ پر چلائے گا۔ اور جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا تھا کہ میں تو بری ہوں تمہارے خداؤں سے مگر اپنے رب کا میں عبادت گزار ہوں جس نے مجھے خلق کیا اور پھر میری ہدایت فرمائی اور اس کے پیچھے اس کو ایک کلمہ یادگار بنا چھوڑا شاید کہ یہ اپنی بات سے رجوع کریں[1] اور اسی لئے فرمایا کہ وہ نہ تو تمہاری مدد کر سکتے ہیں نہ اپنی اور اگر تم انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ خاک نہیں سنتے۔ تم ایسا سمجھتے ہو کہ وہ تمہاری طرف نظر کر رہے ہیں لیکن خاک کچھ نہیں دیکھتے۔ وہ اپنی تصویری آنکھیں تم سے دو چار کر رہے ہیں جیسے واقعی دیکھ رہے ہیں لیکن وہ تو بے جان چیز ہے۔ اسی لئے ان سے ایسا معاملہ کیا جو ایک صاحب عقل کرتا ہو۔ ان بتوں کی شکل تو تصویری شکل ہے اور انسان جیسے معلوم ہوتے ہیں تم دیکھتے ہو کہ گویا وہ تم کو گھور رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی طرف ھم کی ضمیر پھیر دی جو انسان کی طرف پھیری جاتی ہے۔ حالانکہ بے جان چیز ھا کی ضمیر کی مستحق ہوتی ہے۔ سدی اس سے بتوں کے بجائے مشرکین مراد لیتے ہیں لیکن پہلا ہی خیال صحیح ہے۔

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ إِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۰۰﴾

سرسری برتاؤ کو قبول کر لیا کیجئے اور نیک کام کی تعلیم کر دیا کیجئے اور جاہلوں سے ایک کنارہ ہو جایا کیجئے ○ اور اگر آپ کو کوئی وسوسہ شیطان کی طرف سے آنے لگے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لیا کیجئے بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے ○

عفو و درگزر کی ترغیب: ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ﴿خُذِ الْعَفْوَ﴾ کا یہ مطلب ہے کہ ان کے وہ اموال جو ان کی ضروریات سے مستزاد ہیں اور وہ مال جو تمہیں لا دیں وہ لے لو۔ اور یہ عمل در آمد سورہ برات میں فرائض صدقات

[1] [سورہ الزخرف: آیت ۲۶، ۲۸]

کی توضیح وتشریح سے پہلے تھا کہ صدقات آپ کے پاس پیش کیے جاتے تھے۔ اور ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ﴿خُذِ الْعَفْوَ﴾ کے معنی ہیں جو زیادتی ہے وہ خرچ کردو۔ عفو کے معنی زیادتی کے کیے گئے ہیں۔ زید بن اسلم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس میں مشرکین سے عفو و درگزر کا حکم ہے۔ دس سال تک یہ عفو و درگزر رہا پھر ان پر سختی کرنے کا حکم ہوا۔ یہ ابن جریر رحمہ اللہ کا قول ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ لوگوں کے اخلاق اور اعمال سے درگزر کرو یعنی ان کے اعمال و اخلاق کا کھوج نہ کرو۔ مراد یہ ہے کہ لوگوں سے درگزر کرو اور بری صحبت اختیار کرنے سے بچو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم جس کی صحبت میں اختیار کروں گا ضرور اس کی خو بو پکڑ لوں گا۔ سب اقوال میں یہی قول زیادہ بہتر ہے۔

عیینہ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم ﷺ پر یہ آیت اتاری ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ﴾ تو حضرت ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ اس سے کیا مقصد ہوا' تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ جو تمہاری ذات پر کوئی زیادتی کرے تو اس کو معاف کر دیا کرو۔ جو تم کو نہ دے تم اس کو دو جو تم سے تعلق توڑے تم اس سے تعلق جوڑو۔ [1] اسی مضمون کی حدیث سے متعلق ابن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ﷺ سے ملاقات کی۔ میں نے آپ کا ہاتھ تھام لیا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ! بہترین اعمال مجھے بتایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا' اے عقبہ بن عامر! جو تم سے ہمدردی نہیں کرتا تم اس سے ہمدردی کرو' جو تم کو محروم رکھتا ہے تم اس کو عطا سے محروم نہ رکھو۔ جو تمہاری ذات سے متعلق زیادتی کرے تم اس سے درگزر کرو اور بخش دو [2] ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ﴾ (معاف کر دیا کرو اور نیک کاموں کی رہنمائی کیا کرو اور جاہل لوگوں سے انجان بن جاؤ) عرف کے معنی معروف کے ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ عیینہ اپنے بھتیجے حر بن قیس کے ہاں آ کر ٹھہرے۔ حر بن قیس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درباری آدمی تھے وہ قرآن کریم کے ماہر تھے اور قاری علماء حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس مشاورت کے رکن تھے یہ علماء جوان بھی ہوتے تھے اور بوڑھے بھی۔ عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا' اے بھتیجے تم کو امیر المومنین کے پاس رسوخ حاصل ہے' امیر سے اجازت لے لو میں ان سے مل لوں۔ تو حر نے عیینہ کے لئے اجازت حاصل کر لی اور عمر رضی اللہ عنہ نے حاضری کی اجازت دے دی۔ جب عیینہ امیر المومنین سے ملے تو کہنے لگے یا ابن خطاب! تم نے ہم کو کافی روپیہ نہیں دیا نہ ہمارے ساتھ عدل سے کام لیا۔ عدل کا نام سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ غضبناک ہو گئے اور قریب تھا کہ عیینہ کو مار بیٹھیں۔ تو حر کہنے لگے اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا ہے کہ ''معاف کر دیا کرو اور نیک مشورہ دیا کرو اور جاہلوں سے اعراض کیا کرو اور یہ جاہلوں میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم جب عمر رضی اللہ عنہ کے آگے یہ آیت تلاوت کی گئی تو وہیں رک گئے کوئی عقوبت نہیں کی'' وہ کتاب اللہ کے بڑے

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۵۵۵۹) الدرالمنثور للسیوطی (۲۸۰/۳) فتح الباری (۳۰۵/۸)]

[2] [صحیح لغیرہ مسند احمد (۱۴۸/۴) بیهقی فی شعب الایمان (۷۹۵۹) طبرانی کبیر (۲۶۹/۱۷)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [السلسلة الصحیحة (۸۹۱) صحیح الترغیب (۲۵۳۶)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۱۷۳۳۴)]

واقف کار تھے۔ (۱) صرف بخاری نے اس کی روایت کی ہے۔ مروی ہے کہ سالم بن عبداللہ کا گزر اہل شام کے ایک قافلہ پر سے ہوا۔ قافلہ میں گھنٹیاں بج رہی تھیں۔ تو کہا کہ گھنٹی بجانا ممنوع ہے کفار مندروں میں گھنٹی بجاتے ہیں تو اہل قافلہ نے کہا کہ اس بارے میں ہمیں تم سے زیادہ معلومات ہیں۔ ممانعت بڑے بڑے گھنٹوں کی ہے ان چھوٹی چھوٹی گھنٹیوں میں کوئی حرج نہیں۔ تو سالم خاموش ہو گئے اور صرف اتنا کہا کہ ﴿اَعْرِضْ عَنَ الْجَاهِلِيْنَ﴾ یعنی جاہلوں کے منہ نہ لگنا ہی بہتر ہے۔ کہا جاتا ہے ((اولیته معروفا" عارفا" وعارفة)) سب کے ایک ہی معنی ہیں یعنی کار نیک۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے کہ بندوں کو نیک کام کا حکم دو۔ لفظ معروف کے اندر جمیع طاعات داخل ہیں اور جاہلوں سے اعراض کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔ اگر چہ اس کے مامور بہ ظاہر نبی اکرم ﷺ ہیں لیکن درحقیقت سب ہی بندے مامور ہیں۔ اس کے ذریعہ بندوں کو ادب سکھایا جا رہا ہے کہ اگر کوئی تم پر ظلم کرے تو اس کو برداشت کر لو۔ یہ مطلب نہیں کہ کوئی اللہ تعالیٰ کے حقوق واجبی میں قصور کرے تو بھی اعراض کر جاؤ یا اللہ تعالیٰ سے کفر کرے یا وحدانیت سے جاہل رہے تو بھی درگزر کرو مسلمانوں سے اپنی جہالت کے سبب لڑے تو بھی خاموش ہو جاؤ غرض یہ کہ ایسی غلط فہمی نہ ہونا چاہیے یہ وہ اخلاق ہیں جن کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو دی ہے۔ اس مضمون کو ایک عقلمند نے بہت عمدگی سے شعر میں لکھا ہے کہتا ہے۔

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِعُرْفٍ كَمَا اُمِرْتَ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ
وَلِنْ فِي الْكَلَامِ بِكُلِّ الْاَنَامِ فَمُسْتَحْسَنٌ مِّنْ ذَوِي الْجَاهِ لِيْنَ

"معاف کرنے کی عادت رکھو، نیک کاموں کی رہبری کیا کرو، اور جاہلوں سے اعراض کرو، ہر شخص کے ساتھ بات میں نرمی برتو اور بلند مرتبے والوں کے لئے بات میں نرمی برتنا اور بھی زیادہ مستحسن ہے۔"

بعض علماء کا مقولہ ہے کہ لوگ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو مرد محسن کہ جو کچھ وہ خوشی سے تجھ پر احسان کرے۔ شکریہ کے ساتھ قبول کر لے اور اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بار نہ ڈال کہ وہ خود دب کر رہ جائے۔ دوسرا بد قسم کا آدمی اس کو امر نیک کا مشورہ دیتا رہ۔ لیکن اگر اس کی گمراہی بڑھتی ہی جائے اور وہ اپنی جاہلیت پر قائم رہے تو اس سے اعراض کر لو۔ شاید یہی درگزر اس کی برائی سے اس کو روک دے، جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا کہ بہترین طریق سے مدافعت کرو، اس طرح دشمن بھی تمہارے دوست بن جائیں گے، ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ اظہار خیال کرتے ہیں اور کہا کرو کہ اے اللہ تعالیٰ میں شیطان کے بہکاوے سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس سے تیری پناہ کہ شیطانوں کا عمل دخل میرے پاس ہو۔ (۲) اور فرمایا کہ نیکی اور بدی برابر نہیں ہوا کرتے۔ مدافعت اور رد جواب اچھے ڈھنگ سے کیا کرو۔ یہ عمل وہی لوگ اختیار کر سکتے ہیں جو طبیعت کے صابر ہیں۔ نتیجہ میں ان کو بڑی کامیابی حاصل رہے گی، خوش قسمت ہی اس پر عمل پیرا ہوں گے۔ (۳) اگر شیطان تمہارے دل میں وسوسے ڈالے اور

---

(۱) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب خذ العفو وامر بالعروف (٤٦٤٢)]

(۲) [المومنون: ٩٦ ـ ٩٧ ـ ٩٨] (۳) [فصلت: ٣٤، ٣٥]

بہکانے لگے یا تمہیں دشمن سے نمٹنے کے وقت غضب میں لائے اور اس جاہل سے اعراض کرنے سے تمہیں روک دے اور اس سے تصادم پر تمہیں آمادہ کرے تو اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنے لگو جاہل کی تم پر زیادتی کو بھی اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے اور تمہارے پناہ مانگنے کو بھی سن رہا ہے اس پر کوئی بات پوشیدہ نہیں شیطان کے بہکاوے اور فساد انگیزیاں تم کو جس قدر نقصان پہنچا سکتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے علیم و واقف ہے۔

جب ﴿ خُذِ الْعَفْوَ ﴾ والی آیت اتری تو بندے نے کہا' یا الٰہی غصہ چڑھ جائے تو کس طرح عفو کیا جائے؟ تو ﴿ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ﴾ [1] والی آیت نازل ہوئی۔ ان دو آدمیوں کا واقعہ سابق میں بیان ہو چکا ہے کہ یہ دونوں آپس میں نبی اکرم ﷺ کے سامنے لڑ بیٹھے حتیٰ کہ ایک کے غصہ کے مارے نتھنے پھول گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں اگر وہ پڑھے تو اس کا غصہ تھم جائے' وہ کلمہ یہ ہے ﴿ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴾ اس کو یہ بات بتا دی گئی تو کہا مجھے کچھ جنون نہیں ہے [2] نزغ کے اصلی معنی فساد کے ہیں یہ فساد خواہ غضب کی وجہ سے ہو یا غیر غضب سے۔ اللہ پاک فرماتا ہے کہ "اے نبی (ﷺ) میرے بندوں سے کہہ دو کہ بات اچھے ڈھنگ سے کیا کرو' شیطان آپس میں فساد ڈالنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ [3] عیاذ کے معنی ہیں شر سے پناہ مانگنا اور ملاذ طلب خیر میں ہوا کرتا ہے استعاذہ کی حدیثیں اول تفسیر میں پہلے گذر چکی ہیں اعادہ کی ضرورت نہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴿٢٠١﴾
وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ﴿٢٠٢﴾

یقیناً جو لوگ رب ترس ہیں جب ان کو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آ جاتا ہے تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں' سو یکایک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں ○ اور جو شیاطین کے تابع ہیں وہ ان کو گمراہی میں کھینچے لے جاتے ہیں پس وہ باز نہیں آتے ○

اللہ کے ذکر کے ساتھ شیطان سے بچاؤ: جن بندوں نے امر الٰہی کی اطاعت کی اور ممنوعات سے باز رہے ہیں اگر شیطانی وسوسے انہیں دامن گیر ہوتے ہیں تو فوراً انہیں اللہ ہی کی یاد آ جاتی ہے۔ اس لفظ کو بعض طیف اور بعض طائف کہتے ہیں۔ یہ دونوں قراتیں مشہور ہیں اور معنی ایک ہی ہیں اور کہا جاتا ہے کہ کچھ فرق بھی ہے۔ بعض نے اس کے معنی غضب بتائے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ شیطان نے اگر آسیب زدہ کر دیا ہو۔ اور بعض نے کہا ہے کہ گناہ کی وجہ سے ندامت اور رنج۔ بعض نے کہا ہے کہ ارتکاب گناہ۔ ایسے لوگوں کو اللہ کی عقوبت' عطاء ثواب' اللہ کے وعدے اور وعید یاد آ جاتے ہیں تو وہ توبہ کرنے لگتے ہیں' اللہ تعالیٰ کی طرف جھک جاتے ہیں اور فوراً اس کی طرف رجوع کر

---

[1] [فصلت: ٣٦]

[2] [صحيح : صحيح بخاری : كتاب بدء الخلق : باب صفة ابليس وجنوده (٣٢٨٢) صحيح مسلم: كتاب البر و الصلة : باب فضل من يملك نفسه عند الغضب (٢٦١٠) ابو داؤد : كتاب الادب : باب ما يقال عند الغضب (٤٧٨١)]

[3] [سورة الاسراء : آیت ٥٣]

کے پناہ مانگنے لگتے ہیں۔ وہ فوراً اہل بصیرت بن جاتے ہیں بے ہوشی میں تھے تو ہوش میں آ جاتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ ایک عورت نبی اکرم ﷺ کے پاس آئی اس کو مرگی کی بیماری تھی۔ حضرت ﷺ کے پاس آ کر عرض کرنے لگی' یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ سے میری شفا کے لئے دعا فرمایئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر یہی تیری مرضی ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں وہ تجھے شفا دے دے گا اور اگر تو چاہے تو صبر کر اور بروز قیامت حساب تجھ سے اٹھ جائے۔ تو کہنے لگی' اچھا میں بیماری پر صبر کرلوں گی جب کہ مجھے حساب سے آزاد کیا جاسکتا ہے۔ وہ یہ کہہ رہی تھی کہ مجھے صرع کی بیماری ہے ہوش وحواس رخصت ہوجاتے ہیں جسم پر سے کپڑا کھل جاتا ہے برہنہ ہو جاتی ہوں۔ بیماری دور نہ ہو تو نہ ہو دعا کیجئے کہ کم از کم میرا کپڑا نہ کھلنے پائے۔ آپ نے دعا فرمائی اور پھر کبھی بحالت صرع کپڑا اس کے جسم سے نہ ہٹا۔ (۱) کہتے ہیں کہ ایک نوجوان ایک مسجد میں بیٹھا عبادت کرتا رہتا تھا ایک عورت اس کی دیوانی ہوئی اس کو اپنی طرف مائل کرتی رہتی تھی۔ حتیٰ کہ ایک دن وہ اس کے گھر ہی آ گئی۔ اب فوراً اس کو یہ آیت یاد آ گئی ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طَآئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ﴾ اور ساتھ ہی وہ غش کھا کر گر پڑا۔ جب ہوش آیا تو پھر یہی آیت پڑھنے لگا' پڑھتے پڑھتے جان دے دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اس کے باپ سے تعزیت کی۔ وہ رات کو دفن کر دیا گیا تو عمر رضی اللہ عنہ اپنے بعض ساتھیوں کو لے کر اس کی قبر پر گئے اس کی نماز مغفرت پڑھی پھر قبر سے مخاطب ہو کر یوں بولنے لگے' اے نوجوان ﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ﴾ (۲) یعنی جو اللہ تعالیٰ سے ڈر گیا اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو جنتیں ہیں۔ اس آیت کریمہ کو سن کر قبر کے اندر سے آواز آئی کہ اے عمر! اللہ تعالیٰ نے مجھے دونوں جنتیں بخشی ہیں۔ قولہ تعالیٰ ﴿وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ﴾ یعنی ان کے ساتھی انسانی شیاطین ان کو گمراہی کی طرف اور گھسیٹے لئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ فرمان ہے ﴿اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنِ﴾ یعنی فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں یعنی ان کے تابعین ان کی باتوں کو تسلیم کرنے والے انہیں اور گمراہی کی طرف لے جارہے ہیں' معاصی ان پر آسان بناتے ہیں اور گناہوں کو ان کی نگاہوں میں مستحسن کر دکھلاتے ہیں۔ مد کے معنی زیادتی کے ہیں یعنی جہل اور گمراہی میں زیادتی کرتے ہیں ﴿ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ﴾ یعنی یہ کہ شیاطین اپنی کوشش میں کوتاہی نہیں کرتے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نہ انسان اپنے اعمال بد کے صدور میں کوتاہی کرتے ہیں اور نہ شیاطین ان سے باز رہتے ہیں۔ گمراہی کی طرف کھینچ لے جانے والے جن وشیاطین ہیں جو اپنے انسانی اولیاء کی طرف اپنی وحی بھیجتے رہتے ہیں اور اس میں اپنی کوشش اٹھا نہیں رکھتے۔ اس لئے کہ ان کی فطرت اور طبیعت ہی ایسی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيَاطِيْنَ عَلَى الْكَافِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا﴾ (۳) یعنی اے پیغمبر! کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ہم نے شیاطین کو کافروں کے پاس بھیجا جو ان کافروں کو معاصی کی طرف مائل کرتے ہیں۔

---

(۱) [صحیح: صحیح بخاری : کتاب المرضی : باب من یصرع من الریح (۵۶۵۲) صحیح مسلم : کتاب البر والصلة : باب ثواب المومن فیما یصیبة من مرضی (۲۵۷۶) مسند احمد (۲/۴۴۱)]

(۲) [سورہ الرحمن: آیت ۴۶] (۳) [سورہ مریم: آیت ۸۳]

وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِمْ بِآيَةٍ قَالُوا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ۚ قُلْ إِنَّمَا أَتَّبِعُ مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ مِنْ رَبِّي ۚ هَٰذَا بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۲۰۳﴾

اور جب آپ کوئی معجزہ ان کے سامنے ظاہر نہیں کرتے تو وہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ یہ معجزہ کیوں نہ لائے آپ فرما دیجئے کہ میں اس کا اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر میرے رب کی طرف سے حکم بھیجا گیا ہے۔ یہ گویا بہت سی دلیلیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں ○

قرآن کریم عظیم معجزہ: یہ لوگ کسی معجزے اور نشانی کے طالب ہوتے ہیں اور تم نہیں پیش کرتے ہو تو کہتے ہیں کہ کوئی نشانی تم نے خود کیوں نہیں بنا ڈالی۔ اپنی طرف سے کیوں نہ گھڑ لیا یا آسمان سے کوئی نشانی کیوں نہ کھینچ لائے۔ آیت سے مراد معجزہ اور خرق عادت جیسا کہ فرمایا ''اگر ہم چاہیں تو آسمان سے معجزہ اتاریں جس کو دیکھ کر ان کی گردنیں جھک جائیں۔ [1] یہ کافر بھی ہمارے رسول سے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نشانی حاصل کرنے کی تم کوشش کیوں نہیں کرتے تا کہ ہم اس کو دیکھ لیں تو ایمان لائیں'' تو اللہ پاک فرماتا ہے کہ کہہ دو کہ میں اپنی طرف سے اس بارے میں کوئی اقدام نہیں کرنا چاہتا۔ میں تو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں جو مجھے حکم بھیجا گیا اس کی تعمیل کرنے والا۔ اگر اس نے از خود کوئی معجزہ بھیجا تو میں نے پیش کر دیا' اگر نہ بھیجا تو میں اصرار نہیں کر سکتا۔ اس نے مجھے یہ بات بتائی ہے کہ یہ قرآن ہی سب سے بڑا معجزہ ہے اس میں دلائل توحید ایسے واضح ہیں کہ خود معجزہ بنے ہوئے ہیں۔ ﴿هَٰذَا بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۲۰۴﴾

اور جب قرآن پڑھا جایا کرے تو اس کی طرف کان لگا دیا کرو اور خاموش رہا کرو امید ہے کہ تم پر رحمت ہو ○

مسئلہ قراءت خلف الامام: جب اس بیان سے فراغت حاصل ہو چکی کہ قرآن ہدایت اور رحمت ہے اور لوگوں کے لئے سمجھنے کی چیز ہے تو اب ارشاد ہوتا ہے کہ اس کی تلاوت کے وقت خاموش رہا کرو تا کہ اس کا احترام اور تعظیم کی جا سکے ایسا نہیں جیسا کہ کفار قریش کرتے تھے یعنی نہ سنو نہ سننے دو' قرآن خوانی کے وقت شور و غوغا مچایا کرو۔ [2] لیکن یہ سکوت کی تاکید فرضی نماز کے بارے میں ہے اور وہ بھی اس وقت جب کہ امام بہ آواز بلند قرات کر رہا ہو۔ جیسا کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب امام نماز پڑھنے لگے' جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرنے لگے تو خاموش ہو جاؤ۔ [3] حضرت

---

[1] [سورہ الشعراء: آیت ٤] [2] [سورہ فصلت: آیت ٢٦]

[3] **[صحیح:** صحیح مسلم : کتاب الصلاۃ : باب التشهد فی الصلاۃ (٤٠٤) ابوداود : کتاب الصلاۃ : باب التشهد (٩٧٣) نسائی : کتاب الافتتاح : باب نوع آخر من التشهد (٢/٢٤٢) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلاۃ والسنة فیها : باب اذا قرأ الامام فأنصتوا (٨٤٧) مسند احمد (٤/٤١٥)] ان الفاظ ﴿ **واذا قرء فانصتوا** ﴾ کے متعلق اہل علم کا کہنا ہے کہ یہ شاذ ہیں۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ ان کی صحت میں اختلاف ہے۔ [شرح مسلم (٤/١٦٢)]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس آیت کے اترنے سے پہلے لوگ نماز پڑھنے میں باتیں کر لیا کرتے تھے چنانچہ جب یہ آیت اتری کہ خاموش ہو جاؤ اور قرآن سنو تو سکوت کا حکم دیا گیا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ نماز میں ایک دوسرے کو السلام علیکم کہہ لیا کرتے تھے اس لئے یہ آیت اتری۔ [1] ابن مسعود رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے لوگوں کو دیکھا کہ امام کے ساتھ خود بھی قرات کر رہے ہیں تو نماز ختم کر کے کہا تمہیں کیا ہو گیا کہ قرآن سنتے نہیں سمجھتے نہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے خاموش رہ کر سننے کی ہدایت فرمائی ہے۔ [2] زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ آیت انصار کے ایک شخص کے بارے میں نازل ہوئی (یہ آیت مکی ہے اور انصار کے قبول اسلام سے پہلے کی نازل شدہ ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے تو وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھتا تھا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بالجہر نماز ختم کرنے کے بعد فرمایا کہ کیا تم میں کوئی خود بھی میرے ساتھ ساتھ پڑھ رہا تھا تو ایک شخص نے کہا، ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے کیا ہوا کہ میں دیکھتا ہوں کہ میرے ساتھ ساتھ قرآن پڑھا جاتا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد لوگ صلوۃ بالجہر میں امام کے پیچھے قرأت کرنے سے رک گئے [3] زہری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جہری نماز میں امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہئے۔ امام کی اپنی قرأت بھی تمہارے لئے کافی ہے اگرچہ اس کی آواز تمہیں سنائی نہ دے۔ لیکن نماز بالجہر نہ ہو، تو لوگ اپنے منہ میں پڑھ لیا کرتے تھے۔ لیکن یہ درست نہیں کہ کوئی شخص جہر نماز میں امام کے پیچھے قرات کرے، نہ پوشیدہ کرے نہ علانیہ کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قرآن خوانی کے وقت خاموشی اختیار کرو۔ میں کہتا ہوں کہ یہ طریقہ علماء کی ایک جماعت کا ہے کہ مقتدی پر نماز جہریہ میں یہ واجب نہیں ہے کہ قرات خود بھی کرے نہ امام کے فاتحہ پڑھنے کے وقت نہ غیر فاتحہ پڑھنے کے وقت اور شافعی رحمہ اللہ کے دو قول ہیں جن میں ایک قول یہ بھی ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور احمد بن حنبل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مقتدی ہرگز قرأت نہ کرے نہ سری نماز میں نہ جہری میں کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ امام کی قرأت تمہاری قرات ہے۔ [4] یہی زیادہ صحیح

---

[1] [**ضعیف** : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۵۵۹۳)] اس کی سند ابراہیم ہجری راوی کی وجہ سے ضعیف ہے۔]

[2] [**ضعیف** : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۵۵۹۲)] اس کی سند ابن مسیب اور ابن مسعود کے درمیان منقطع ہے۔]

[3] [**صحیح** : ابوداؤد: کتاب الصلاۃ : باب من کرہ القرأۃ بفاتحۃ الکتاب اذا جھر الامام (۸۲۶) نسائی : کتاب الافتتاح : باب ترک القرأۃ خلف الامام (۹۱۸) ابن ماجہ : کتاب اقامۃ الصلاۃ : باب اذا قرا الامام فیما جھر (۸٤۹) ترمذی : کتاب الصلاۃ : باب ماجاء فی ترک القرأۃ خلف الامام (۳۱۲) مسند احمد (۲/۲۸٤)] شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود، المشکاۃ (۸۵۵)] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[4] [**ضعیف** : ابن ماجہ : کتاب اقامۃ الصلاۃ : باب اذا قرا الامام فانصتوا (۸۵۰) مسند احمد (۳/۳۳۹) سنن دارقطنی (۱/۳۲۳) بیہقی (۲/۱۶۰)] حافظ ابن حجر نے فرمایا ہے کہ اس روایت کی تمام اسناد ضعیف ہیں۔ [التلخیص الحبیر (۱/٤۲۰)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں جابر جعفی راوی ضعیف رافضی ہے۔ تاہم شیخ البانی نے اسے حسن کہا ہے۔ ارواء الغلیل (۸۵۰)] مولانا مبشر احمد ربانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔]

ہے۔ یہ مسئلہ بہت بسیط ہے اور مختلف فیہ ہے۔ امام بخاری نے کہا ہے کہ امام کے پیچھے قرأت واجب ہے خواہ نماز سری ہو یا جہری۔ واللہ اعلم۔

قرآن پڑھا جانے لگے تو خاموشی سے سنو یعنی جب کہ صلوٰۃ مفروضہ میں پڑھا جا رہا ہو یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے طلحہ بن عبید اللہ بن کریز رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے عبید بن عمیر اور عطاء بن ابی رباح کو باہم باتیں کرتا پایا حالانکہ دوسری طرف وعظ ہو رہا تھا تو میں نے کہا کہ ذکر اللہ کیوں نہیں سنتے، تم وعید کے قابل ہو رہے ہو، تو ان دونوں نے میری طرف دیکھا پھر اپنی باتوں میں لگ گئے۔ میں نے دوبارہ انہیں تنبیہ کی۔ انہوں نے میری طرف دیکھا اور پھر باتوں میں لگ گئے۔ میں نے تیسری بار اپنی بات کا اعادہ کیا تو کہنے لگے کہ یہ حکم نماز سے متعلق ہے کہ امام قرآن پڑھ رہا ہو اور تم مقتدی ہو تو خاموش ہو کر سنو، تم بھی نہ پڑھنے لگو۔ مجاہد رحمہ اللہ اور دوسرے بھی کئی روای اس حکم کو قرآن سے متعلق ہی بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کوئی شخص نماز میں نہ ہو اور قرآن پڑھا جا رہا ہو تو پھر باتیں کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ زید بن اسلم رحمہ اللہ بھی یہی مراد لیتے ہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ حکم نماز اور خطبہ جمعہ سے متعلق ہے۔ ابن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یوم الاضحیٰ اور عید الفطر اور یوم جمعہ کے خطبے اور جہری نماز سے متعلق ہے، غیر جہری نماز سے متعلق نہیں ہے۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی یہی اختیار کیا ہے کہ اس سے مراد چپ رہنا ہے نماز میں اور خطبے میں۔ اور یہی حکم ہے کہ خطبے میں اور امام کے پیچھے چپ رہا کرو۔ حدیث میں بالکل یہی حکم وارد ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ اس بات کو بہت ہی برا سمجھتے تھے کہ جب امام کوئی آیت رحمت پڑھے تو بولنے لگیں، نہیں بلکہ خاموش رہیں اپنی زبان سے جذبات خوف و رجا کے تحت کچھ نہیں کہنا چاہیے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو قرآن کی کوئی آیت خاموش ہو کر سنے تو اس کے لئے دوگنا نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جو قرآن کی تلاوت کرتا ہے۔ قرآن قیامت کے دن اس کے لئے نور بن جاتا ہے۔ [1]

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾

اور اے شخص اپنے رب کو یاد کر اپنے دل میں عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ اور زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ صبح اور شام اور اہل غفلت میں شمار مت ہونا○ یقیناً جو تیرے رب کے نزدیک ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اس کو سجدہ کرتے ہیں○

آہستہ آواز سے ذکر کی ترغیب: اللہ پاک حکم دیتا ہے کہ اول روز اور آخر روز میں اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرو جیسا کہ

---

[1] **[ضعیف** : مسند احمد (۳٤۱/۲)] حافظ عراقیؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں ضعف اور انقطاع ہے۔ [تخریج الاحیاء (۸٤٤/۲)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں عباد بن میسرہ راوی ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۱٦۵۰)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۸٤۹٤)]

ان دونوں وقتوں میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا اس آیت کے ذریعہ حکم دیا ہے۔ کہ طلوع آفتاب سے پہلے اور اسی طرح غروب سے قبل اللہ تعالیٰ کی حمد کی تسبیح کیا کرو۔ [1] اور شب معراج میں پانچ نمازوں کے فرض ہونے سے پہلے کی بات ہے اور یہ آیت مکی ہے ﴿غُدُوٌّ﴾ کے معنی اول نہار کے ہیں اور ﴿اٰصَال﴾ اصیل کی جمع ہے جیسے ﴿اَیمَان﴾ یمین کی جمع ہے۔ پھر حکم ہوتا ہے کہ اپنے رب کو دل سے بھی یاد کرو اور زبان سے بھی' اس سے رغبت رکھ کر بھی اور اس سے ڈر کر بھی' بلند آواز کے ساتھ نہیں اور یہ مستحب ہے کہ اللہ کا ذکر چیخ پکار کے ساتھ نہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ سے لوگوں نے پوچھا کہ آیا ہمارا رب ہم سے قریب ہے یا دور' اگر قریب ہے تو سرگوشی کے طور پر اس کو مخاطب کریں گے اور اگر دور ہے تو آواز سے ندا دیں گے۔ تو اللہ پاک نے یہ آیت اتاری کہ ''میرے بندے میرے بارے میں پوچھتے ہیں تو ان سے کہہ دو کہ میں بہت قریب ہوں' وہ مجھے پکاریں میں پکارنے والے کی دعا کو سنتا ہوں''۔ [2]

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ کسی سفر میں بلند آواز سے دعا کرنے لگے۔ تو ان سے نبی اکرم ﷺ نے کہا کہ اے لوگو! اپنی جانوں پر رحم کرو! تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے ہو جس کو پکار رہے ہو وہ سننے والا اور قریب ہے تمہاری شہہ رگ گردن سے بھی قریب تر۔ [3] اس آیت سے یہ بھی مراد ہو سکتی ہے جو اس آیت میں ہے کہ ''اپنی دعا اور نماز نہ بہت بلند آواز سے پڑھو اور نہ بہت آہستہ آواز سے بلکہ دونوں کی درمیانی آواز ہو [4] کیونکہ مشرکین جب قرآن سنتے تھے تو قرآن کو اور قرآن اتارنے والے اور لانے والے کو برا بھلا کہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ بہت بلند آواز سے قرآن نہ پڑھو تا کہ مشرکین کو اذیت نہ ہو اور نہ اتنی پست آواز سے کہ تمہارے ساتھی بھی نہ سن سکیں۔ اس آیت کریمہ میں بھی یہی مضمون ہے کہ صبح و شام کی عبادت میں بلند آواز سے نہ پڑھو اور نادانوں میں سے نہ بنو' مراد یہ کہ سامع قرآن کو حکم دیا جائے کہ اس ڈھنگ سے نماز اور عبادت کی جائے۔ اور یہ بات بعید ہے اور آہستہ پڑھنے کے حکم کے منافی ہے اور پھر اس سے مراد یہ بھی ہے کہ یہ حکم متعلق بہ نماز ہے جیسا کہ ماسبق میں گزرا۔ یہ صلوۃ اور خطبہ سے متعلق ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ ایسے وقت ذکر کرنے سے افضل خاموش رہنا ہے۔ خواہ وہ ذکر آہستہ ہو یا بلند آواز سے ہو۔ یہ چیز جو ان دونوں نے بیان کی اس کی متابعت نہیں کی گئی۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ بندوں کو صبح و شام ہر وقت کثرت ذکر پر ابھارا جائے تا کہ وہ کسی وقت بھی ذکر الٰہی سے غافل نہ رہیں۔ اسی لئے تو ان ملائکہ کی مدح کی گئی ہے جو صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنے میں غفلت نہیں برتتے۔ چنانچہ فرمایا کہ ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ﴾ ان فرشتوں کی مثال صرف اس لئے بیان کی گئی تا کہ بندے کثرت طاعت میں فرشتوں کی اقتدا کریں۔ اور جیسا کہ حدیث

---

[1] [سورة قٓ: آیت ٣٩] [2] [سورة البقرہ: آیت ١٨٦]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب القدر : باب لاحول ولا قوة الا باللہ (٦٦١٠) صحیح مسلم : کتاب الذکر والدعاء : باب استحباب خفض الصوت بالذکر (٢٧٠٤) مسند احمد (٤٠٢/٤)]

[4] [سورہ الاسراء: آیت ١١٠]

میں آیا ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے سجدہ کرنے کا ذکر فرمایا تو ایسا سجدہ ہمارے لئے بھی مشروع فرمایا۔ حدیث میں ہے کہ تم بھی عبادت اللہ کے لئے ایسی ہی صفیں کیوں نہیں باندھتے جیسے کہ فرشتے اپنے رب کے سامنے صفیں باندھے رہتے ہیں اور پہلی صف والوں کو اولیت حاصل رہے اور صفوں میں صحیح اور سیدھی صف بندی کا بہت خیال رکھتے ہیں۔ [1] یہاں جو سجدہ تلاوت ہے وہ قرآن کا سب سے پہلا سجدہ تلاوت ہے جس کا ادا کرنا تلاوت کرنے والے اور سننے والے سب پر بالاجماع مشروع ہے۔ اور ابن ماجہ کی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس کو سجدات قرآن میں سے قرار دیا ہے۔ [2] الحمد للہ تفسیر سورہ اعراف ختم ہوئی۔

تفسیر سورہ انفال

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ۭ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ
بَيْنِكُمْ ۠ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ①

شروع اللہ کے نام کے ساتھ جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

یہ لوگ آپ سے غنیمتوں کا حکم دریافت کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ یہ غنیمتیں اللہ تعالیٰ کی ہیں اور رسول اللہ کی ہیں۔ سو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح کرو۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم ایمان والے ہو○

مال غنیمت کے مسائل: ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں ﴿انفال﴾ مال غنیمت کو کہتے ہیں [3] اور کہا کہ سورہ انفال غزوہ بدر میں نازل ہوئی ہے۔ [4] ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ انفال وہ غنیمت ہے کہ وہ کسی کا حق نہیں صرف نبی اکرم ﷺ کا حق ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے جب کوئی بات پوچھی جاتی تو کہتے کہ نہ میں اجازت دیتا ہوں نہ منع کرتا ہوں۔ پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو منع کرنے والا، حکم دینے والا اور حلال وحرام کی تشریح کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ قاسم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک آدمی آیا اور انفال کے بارے میں آپ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انفال یہ ہے کہ ایک آدمی جنگ میں دوسرے کو مار کر اس کا گھوڑا اور ہتھیار مال غنیمت کے طور پر لے لے۔ اس آدمی نے

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الصلاة : باب الامر بالسکون فی الصلاة (٤٣٠) ابن ماجه: کتاب اقامة الصلاة : باب اقامة الصفوف (٩٩٢) ابوداؤد : کتاب الصلاة : باب تسویة الصفوف (٦٦١)]

[2] [ضعیف : ابن ماجه: کتاب اقامة الصلاة : باب عدد سجود القرآن (١٠٥٦)] حافظ بوصیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ سند عثمان بن فائد کی وجہ سے ضعیف ہے۔[الزوائد (٣٥٣/١)] شیخ البانیؒ بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔[ضعیف ابن ماجه]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : سورة الانفال باب ١]

[4] [صحیح : صحیح بخاری: کتاب التفسیر سورة الانفال : باب قوله یسئلونك عن الانفال (٤٦٤٥) صحیح مسلم : کتاب التفسیر : باب فی سورة برأة والانفال (٣٠٣١)]

پھر سوال کیا' تو آپ نے پھر ویسا ہی جواب دیا۔ پھر اس نے سوال کیا تو آپ رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اور آپ رضی اللہ عنہ اس پر حملہ کرنے کے قریب ہو گئے۔ پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اس کی مثال تو اس شخص کی طرح ہے جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابن خطاب نے مارا تھا حتیٰ کہ خون اس کی ایڑی اور پاؤں پر بہنے لگا تھا' تو اس آدمی نے کہا کہ تم بھی وہ نہیں ہو کہ عمر رضی اللہ عنہ کا بدلہ اللہ تعالیٰ نے تم سے لیا تھا۔ یہ اسناد صحیح ہیں۔ [1] ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نفل کی تفسیر اس مال غنیمت سے کی جو جنگ میں چھینا ہوا مال' امام بعض اشخاص کو اصل غنیمت کے تقسیم کے بعد کچھ اور زیادہ دے دیتا ہے اور اکثر فقہاء نے بھی انفال کا مطلب یہی اخذ کیا ہے۔

لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پانچویں حصہ کے بارے میں پوچھا جو چار حصے خارج کرنے کے بعد رہ جائے تو یہ آیت اتری [2] ﴿یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ﴾ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور مسروق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ((نفل)) کا اطلاق بروز جنگ چھینے ہوئے مال پر نہیں بلکہ جنگ کی صفیں قائم کرنے سے پہلے ہوتا ہے کیونکہ وہ تو ایک قسم کی زیادتی ہے۔ ابن مبارک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ ''اے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تم سے لوگ اس لونڈی' غلام' سواری اور سامان وغیرہ کے بارے میں پوچھتے ہیں جو بغیر جنگ کے مشرکین سے مسلمانوں کو ملا ہو' سو یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے وہ جیسا چاہیں اس کا مصرف کریں۔ [3] اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ مال فے کو انفال سمجھتے ہیں۔ اور فے وہ مال ہے جو کفار سے بغیر قتال حاصل ہو۔ اور دوسرے لوگوں کا خیال ہے کہ سرایا سے جو مال مل جائے وہ انفال ہے یعنی مسلمان کافروں سے لڑنے کے لئے گئے ہوں اور کافر لڑنے کے بغیر اپنا مال متاع اور سامان وغیرہ چھوڑ کر بھاگ گئے ہوں اور یہ مال مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا ہو اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس لشکر کے ساتھ نہ ہوں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد لشکر کے کسی رسالے کو اس کی کارگزاری کے عوض میں یا اس کے حوصلہ افزائی کی خاطر امام وقت انہیں عام تقسیم سے کچھ زیادہ دے دے۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جنگ بدر میں میرے بھائی عمیر کو قتل کر دیا گیا تو میں نے بھی سعید بن العاص کو قتل کر دیا اور اس کی تلوار لے لی جس کا نام ((ذو الکتیفہ)) تھا۔ اس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آیا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مال مقبوضہ کے ذخیرہ میں ڈال آؤ۔ میں ڈال دینے کے لئے جا رہا تھا۔ اس وقت میرے دل کی حالت کو اللہ ہی جانتا تھا۔ ایک تو بھائی کا قتل دوسرے جو کچھ میں نے چھینا تھا وہ بھی لے لیا گیا۔ لیکن میں تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ سورہ انفال کی یہ آیت اتری۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلا کر کہا کہ جاؤ اپنا چھینا ہوا مال لے لو۔ [4] سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آج مجھے مشرکین کی ہزیمت سے شفا بخشی ہے اب یہ تلوار مجھے بخش دیجئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تلوار نہ تمہاری ہے نہ میری اس کو رکھ دو۔ میں نے رکھ دی اور واپس ہوا اور دل میں خیال کر

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۶۸/۶)]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۶۸/۶)]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۶۹/۶)]

[4] [حسن لغیرہ : مسند احمد (۱۸۰/۱) ابن ابی شیبۃ (۳۷۰/۱۲) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۵۶۷۱)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۱۵۵۶)]

رہا تھا کہ مجھے نہیں ملی تو کوئی ایسا نہ ہو کوئی شخص پا لے گا جو مجھ جیسا مستحق نہیں اور جس نے نہ ایسی مصیبت برداشت کی جیسی میں نے یکا یک کسی نے مجھ کو پیچھے سے آواز دی۔ میں حضور ﷺ کے پاس پہنچا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا کوئی وحی نازل ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے مجھ سے تلوار مانگی تھی لیکن وہ میری تھی نہیں کہ تمہیں دیتا۔ اب اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ مجھے دے دی ہے تو لو اب تمہیں دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری ہے (۱) کہ ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میرے بارے میں چار آیتیں اتری ہیں۔ جنگ بدر میں ایک تلوار پر میں نے قبضہ کیا تھا۔ میں نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور کہا' یہ تلوار مجھے بخش دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جہاں سے لی وہیں رکھ دو۔ آپ ﷺ نے دو دفعہ کہا۔ میں نے پھر درخواست کی تو آپ ﷺ نے پھر یہی کہا۔ چنانچہ انفال والی آیت اتری۔ اور مجھ سے متعلق دوسری آیت ہے ﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ﴾ (۲) الخ' تیسری آیت ﴿اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ﴾ (۳) الخ' اور چوتھی آیت وصیت۔ (۴)

مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بدر کے روز ابن عائذ کی تلوار میرے قبضہ میں آئی جس کا نام مرزبان تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ اپنا اپنا لوٹا ہوا مال رکھ دو' تو میں نے بھی یہ تلوار رکھ دی۔ اور رسول اللہ ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ کوئی کچھ مانگے تو سوال رد نہیں کرتے تھے' ارقم نے یہ تلوار دیکھ کر حضرت محمد ﷺ سے مانگ لی اور حضرت ﷺ نے دے دی۔ (۵)

نزول آیت کا دوسرا سبب: ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انفال کے بارے میں میں نے عبادہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا' تو انہوں نے کہا ہمارے ساتھ مجاہدین بدر بھی تھے' اور یہ آیت اس وقت اتری ہے جب کہ انفال کے بارے میں ہم میں اختلاف پڑ گیا اور ہم آپس میں تیز و تلخ باتیں کرنے لگے' تو بات اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھ سے لے لی اور نبی اکرم ﷺ کو دے دی۔ اب حضرت ﷺ نے یہ مال غنیمت مسلمانوں میں برابر تقسیم کر دیا۔ (۶) عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (۷) کہ بدر میں حضرت ﷺ کیساتھ شریک تھا۔ اللہ تعالیٰ نے دشمن کو شکست دے دی اب ایک جماعت

---

(۱) [حسن صحیح : ابوداؤد : کتاب الجهاد : باب فی النفل (۲۷۴۰) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة الانفال (۳۰۷۹) مسند احمد (۱/۱۷۸۔ ۱۸۱)] شیخ البانی ؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود ، صحیح ترمذی]

(۲) [سورہ العنکبوت: آیت ۸] (۳) [سورہ المائدہ: آیت ۹۰]

(۴) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابة : باب فی فضل سعد بن ابی وقاص (۱۷۴۸)]

(۵) [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۵۶۷۲)]

(۶) [حسن لغیرہ : مسند احمد (۵/۳۱۹، ۳۲۲) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۵۶۶۷) عبد الرزاق (۹۳۳۴) دارمی (۲/۲۲۹۔ ۲۳۰) مستدرك حاكم (۲/۱۳۶، ۳۲۶)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت حسن لغیرہ ہے۔[الموسوعة الحديثية (۲۲۷۴۷)]

(۷) [حسن لغیرہ : مسند احمد (۵/۳۲٤) مجمع الزوائد (۷/۲٦)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (۲۲۷٦۲)]

نے تو دشمنوں کا تعاقب کیا اور بھاگتوں کو قتل کیا اور ایک جماعت لشکر پر آ پڑی کہ ان کا محاصرہ کر رہی تھی اور ایک نبی اکرم ﷺ کو گھیرے میں لئے ہوئے آپ کی حفاظت کر رہی تھی کہ کہیں دشمن گزند نہ پہنچائے۔ جب رات ہوگئی اور مال غنیمت تقسیم کرنے لگے، تو جن لوگوں نے مال غنیمت کو سمیٹ کر محفوظ کیا تھا' کہنے لگے کہ اس کے صرف ہم حقدار ہیں' اور جو دشمن کے تعاقب میں گئے تھے ان کا کہنا تھا کہ ہم دشمن کی شکست کا سبب ہیں اس لئے صرف ہم حقدار ہیں اور جنہوں نے حضور ﷺ کی حفاظت کی تھی وہ کہتے تھے کہ ہم کو اس بات کا اندیشہ تھا کہ کہیں حضرت ﷺ کو گزند نہ پہنچے۔ اس لئے ہم تو ایک بہت ہی اہم کام میں مصروف تھے۔ چنانچہ یہ آیت اتری کہ انفال تو اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور آپس میں صلح قائم رکھو۔ اب حضرت ﷺ نے مسلمانوں میں اس کو تقسیم کر دیا۔ اور نبی اکرم ﷺ کی عادت تھی کہ جب دشمن پر ہوتے تو اسی روز وہیں چوتھائی مال غنیمت تقسیم کر دیتے اور جب واپس ہو چکتے تو تہائی کی تقسیم کر دیتے اور اپنے لئے اس کو نا مناسب سمجھتے۔ [1] ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جنگ بدر کے روز حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو ایسی ایسی کارگزاریاں بتائے گا اس کو ایسا ایسا انعام ملے گا۔ اب نوجوان تو اپنی کارگزاری بتانے کی کوشش میں لگ گئے اور بوڑھوں نے مورچے اور جھنڈے سنبھال لئے اور جب مال غنیمت آیا تو جس کے لئے جو وعدہ کیا گیا تھا وہ لینے کے لئے آئے۔ بوڑھوں نے کہا تم کو ہم پر ترجیح نہیں ہوسکتی۔ ہم تمہارے پشت پناہ بنے ہوئے تھے اگر تمہیں ہزیمت ہوتی تو ہمارے ہی پاس تم کو پناہ ملتی۔ بات بڑھ گئی جھگڑا ہوا تو انفال والی آیت اتری۔ [2] ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ بدر کے روز حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ جس نے کسی کو قتل کیا اس کو مال مقتول میں سے یہ یہ انعام اور جو کسی کو قید کر لائے اس کو یہ انعام۔ چنانچہ ابوالیسر رضی اللہ عنہ نے دو قیدی پکڑے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے وعدہ فرمایا تھا۔ تو سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بول اٹھے کہ یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ نے اس طرح دے دیا تو آپ کے دوسرے اصحاب کے لئے کچھ نہ بچے گا۔ ہم جو میدان جنگ میں رکے رہے تو اس کا سبب کچھ یہ نہیں تھا کہ ہم کو مال کا یا معاوضہ کا لالچ نہ تھا اور نہ یہ کہ ہم دشمن سے گھبراتے تھے۔ ہم تو یہاں صرف اس لئے ٹھہرے رہے کہ کہیں آپ پر پیچھے سے حملہ نہ ہو جائے۔ مقامی حفاظت کی بھی سخت ضرورت تھی۔ غرض یہ کہ کچھ جھگڑا ہو گیا اور یہ آیت نازل ہوئی۔ ارشاد باری ہے ﴿وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ﴾ [3] یعنی جو مال غنیمت تم کو ملا ہے اس میں

---

[1] [صحیح: ترمذی: کتاب السیر : باب فی النفل (١٥٦١) ابن ماجه : كتاب الجهاد : باب النفل (٢٨٥٢) صحیح ابن حبان (٤٧٥٧) مسند احمد (٥/٣٢٣ ـ ٣١٨) مستدرك حاكم (٢/١٣٥)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ابن ماجه]

[2] [صحیح : ابوداؤد: كتاب الجهاد : باب فی النفل (٢٧٣٧) تفسير ابن جرير الطبرى (١٥٦٦٢) صحیح ابن حبان (٥٠٩٣) نسائی فی التفسیر (٢١٧) حاکم (٢/١٣١، ١٣٢)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابو داود] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[3] [سورہ الانفال: آیت ٤١]

پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ [1] امام ابوعبیدہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ((الاموال الشرعیہ)) میں لکھا ہے کہ انفال، مالہائے غنیمت کو کہتے ہیں اور ہر وہ مال جو حربیوں سے مسلمانوں کو ملے۔ انفال پر سب سے پہلے تو رسول اللہ ﷺ کا حق ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرما دیا ہے۔ آپ ﷺ نے یوم بدر میں اس کی تقسیم حسب ہدایت باری تعالیٰ خمس نکالے بغیر کی تھی۔ جیسا کہ حدیث سعد میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔ پھر اس کے بعد آیت خمس نازل ہوئی، تو پہلی آیت منسوخ ہوگئی۔ ابن زید کا بیان ہے کہ منسوخ نہیں ہوئی بلکہ وہ بھی قائم ہے۔ ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ اس بارے میں اور بھی حدیثیں ہیں۔

انفال جمیع مال غنیمت کو کہتے ہیں۔ لیکن اس میں سے خمس نبی اکرم ﷺ کے اہل کے لئے مخصوص ہے جیسا کہ قرآن میں ہے اور حدیثوں میں ہے۔ ((انفال)) کلام عرب میں ہر وہ احسان ہے جو محسن نے محض سلوک کے طور پر کیا ہو اور اس پر احسان کرنا واجب نہ ہو۔ یہی ہے وہ مال غنیمت جس کو اللہ تعالیٰ نے مومنین کے لئے حلال کر دیا ہے اور یہ وہ چیز ہے کہ ہم مسلمان ہی اس سے مخصوص ہیں اور مسلمانوں سے پہلے دوسری امتوں پر مال غنیمت حلال نہیں تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے خمس کا حقدار بنایا گیا ہے، کہ مجھ سے پہلے کسی کو خمس نہیں دیا گیا تھا۔ [2] ابوعبید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ امام اگر فوج کے افراد کو کوئی انعام دے جوان کے مقررہ حصے کے علاوہ ہو تو اس کو نفل یا انفال کہتے ہیں اور یہ اس کی کارگزاریوں اور دشمن پر زوردار حملہ کا لحاظ کرتے ہوئے ہوتا ہے۔ یہ نفل جو امام کی طرف سے اعتراف حسن کارگزاری کے طور پر ملتا ہے چار طریقوں پر ہوتا ہے ہر طریقہ اپنی جگہ پر دوسرے طریقہ سے الگ ہے۔ ایک تو مقتول کا لوٹا ہوا مال واسباب، اس میں سے کوئی پانچواں حصہ نہیں نکالا جاتا۔ دوسرا وہ نفل جو پانچواں حصہ سے الگ کرنے کے بعد دیا جاتا ہے۔ مثلاً امام نے کوئی چھوٹا سا لشکر دشمن پر بھیج دیا وہ غنیمت کا مال لے کر پلٹا تو امام سے اس لشکر کو چوتھائی یا تہائی اپنے حسب صوابدید تقسیم کر دے تیسرا یہ طریقہ ہے کہ جو خمس نکال کر باقی تقسیم کیا جانے والا ہے اس میں سے اپنے حسب صوابدید اور حسب کارگزاری جس کو جتنا مناسب سمجھے دے اور باقی تقسم کر دے۔ چوتھی صورت یہ کہ ساری غنیمت میں سے نفل دے قبل اس کے کہ خمس نکالے اور یہ سقاؤں، چرواہوں، ساتیوں اور دیگر مزدوروں کا حق ہوتا ہے۔ غرض یہ کہ کئی صورتوں سے اس کی تقسیم ہوتی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ نکالنے سے پہلے مجاہدین کو مقتولین کا جو سامان اور مال ومتاع دیا جاتا ہے، وہ انفال میں داخل ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا وہ حصہ جو پانچویں حصے میں سے پانچواں حصہ تھا اس میں سے آپ ﷺ جسے چاہیں، اور جتنا چاہیں عطا فرمائیں، یہ بھی نفل ہے۔ پس امام کو چاہیے کہ دشمنوں کی کثرت اور مسلمانوں کی قلت اور اسی قسم کے ضروری مواقع کا لحاظ رکھتے ہوئے طریق سنت کی

---

[1] [ضعیف :عبد الرزاق فی التفسیر (۹۸۸) وفی المصنف (۹٤۸۳)] اس کی سند میں محمد بن سائب کلبی راوی متروک ہے، اسی طرح ابوصالح کا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سماع بھی ثابت نہیں۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اسے سخت ضعیف کہتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی نے اسے موضوع کہا ہے۔]

[2] [صحیح :صحیح بخاری: کتاب التیمم (۳۳۵) صحیح مسلم : کتاب المساجد (۵۲۱)]

پیروی کرے۔ اگر ایسی مصلحت درپیش نہ ہو تو نفل کا نکالنا ضروری نہیں۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ امام ایک جماعت کافروں سے لڑنے کے لئے بھیجتا ہے اوران سے کہہ دیتا ہے کہ جو شخص جو کچھ حاصل کرے اس میں سے پانچواں حصہ تو الگ کر دے اور باقی لے لے اور یہ بات جنگ پر جانے سے پہلے ہی باہمی رضامندی سے طے پا چکی ہوتی ہے۔ لیکن ان کے اس بیان میں جو کہا گیا ہے کہ بدر کی غنیمت کا پانچواں حصہ نہیں نکالا گیا' اس میں اعتراض کی گنجائش ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ دو اونٹنیاں وہ ہیں جو انہیں بدر کے دن پانچویں حصہ میں ملی تھیں۔ میں نے اس کا پورا بیان کتاب السیرۃ میں کر دیا ہے۔ قولہ تعالیٰ ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ﴾ یعنی اپنے امور میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور آپس میں صلح سے رہو' نہ ایک دوسرے پر ظلم کرو نہ دشمن بنو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو ہدایت اور علم دیا ہے کیا یہ اس مال سے بہتر نہیں جس کے لئے تم لڑ رہے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو تقسیم کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے حسب ارادہ ہی کرتے ہیں۔ ان کی تقسیم عدل وانصاف پر مبنی ہوتی ہے۔ سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ﴿وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ﴾ کے معنی ہیں کہ آپس میں لڑو جھگڑو نہیں اور گالی گلوچ نہ بکو۔

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ مسکرا رہے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سی چیز ہنسی کا سبب ہوئی؟ تو فرمایا کہ میرے دو امتی اللہ تعالیٰ کے سامنے گھٹنے ٹیک کر کھڑے ہو گئے ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ سے کہتا ہے یا رب اس نے مجھ پر ظلم کیا میں بدلہ چاہتا ہوں۔ اللہ پاک اس سے فرماتا ہے کہ اپنے ظلم کا بدلہ ادا کرو۔ ظالم جواب دیتا ہے یا رب اب میری کوئی نیکی باقی نہیں رہی کہ ظلم کے بدلے میں اسے دے دوں۔ تو وہ مظلوم کہتا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ! میرے گناہوں کا بوجھ اس پر لاد دے۔ یہ کہتے ہوئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آبدیدہ ہو گئے اور فرمانے لگے کہ وہ بڑا ہی سخت دن ہوگا۔ لوگ اس بات کے حاجت مند ہوں گے کہ اپنے گناہوں کا بوجھ کسی اور کے سر دھر دیں۔ اللہ پاک طالب انتقام سے فرمائے گا کہ نظر اٹھا کر جنت کی طرف دیکھ! وہ سر اٹھائے گا جنت کی طرف دیکھے گا اور عرض کرے گا' یا رب اس میں تو چاندی اور سونے کے محل ہیں موتیوں کے بنے ہوئے ہیں۔ یا رب! یہ محل کس نبی اور کس صدیق اور شہید کے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جو اس کی قیمت ادا کرتا ہے اس کو دے دیئے جاتے ہیں۔ وہ کہے گا یا رب کون اس کی قیمت ادا کر سکتا ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو اس کی قیمت ادا کر سکتا ہے۔ اب وہ عرض کرے گا یا رب کس طرح؟ اللہ عزوجل شانہ ارشاد فرمائے گا' وہ اس طرح کہ تو اپنے بھائی کو معاف کر دے۔ وہ کہے گا' یا رب میں نے معاف کیا۔ اللہ پاک فرمائے گا' اب تم دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے جنت میں داخل ہو جاؤ۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ سے ڈرو' آپس میں صلح قائم رکھو۔ کیونکہ قیامت کے روز اللہ پاک بھی مومنین کے درمیان آپس میں صلح کرانے والا ہے۔''[1]

---

[1] [ضعیف : الدر المنثور للسیوطی (۳/۲۹۶) مستدرك حاكم (٤/٥٧٦)] اس کی سند میں عباد بن شیبہ راوی ضعیف ہے۔ شیخ البانیؒ اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف الترغیب (۲۱۰۳)] حافظ زبیر علی زئی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

QLRF

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝٢ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۝٣ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَّهُمْ دَرَجَاتٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝٤

بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں○ جو کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں○ سچے ایمان والے یہ لوگ ہیں ان کے لئے بڑے بڑے درجے ہیں' ان کے رب کے پاس اور مغفرت ہے اور عزت کی روزی○

اہل ایمان کی صفات: منافقین جب فریضہ صلوٰۃ ادا کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں تو قرآن کی آیتیں ذرہ بھر ان کے دل پر اثر نہیں کرتیں۔ نہ اللہ کی آیتوں پر ایمان لاتے ہیں' نہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں نہ نماز پڑھتے ہیں' جب کہ گھر میں ہوتے ہیں' نہ اپنے مال کی زکوۃ دیتے ہیں' اللہ پاک خبر دیتا ہے کہ مومن ایسے نہیں ہوتے۔ مومنین کا وصف اس آیت میں یوں بیان فرماتا ہے کہ جب وہ قرآن پڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے خوف سے ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔ جب آیتیں ان کے سامنے تلاوت کی جاتی ہیں تو تصدیق کرنے کے سبب ان کا ایمان اور بڑھ جاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے پر بھروسہ کرتے ہی نہیں۔ مومن کی حقیقی پہچان یہی ہے کہ کسی معاملے میں اللہ تعالیٰ کا نام بیچ میں آ گیا تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔ وہ اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور اس کی منع کی ہوئی باتوں سے باز رہتے ہیں جیسا کہ فرمایا۔ مومن لوگوں سے اگر کوئی گناہ کا کام سرزد ہو بھی گیا یا حدود سے انہوں نے تجاوز کیا تو فوراً انہیں اللہ تعالیٰ کا دھیان آ جاتا ہے۔ وہ اپنے گناہوں سے استغفار کرنے لگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا گناہوں کا بخشنے والا کون ہے۔ غلطی سے گناہ ہو گیا تو بار بار اس پر اصرار نہیں کرتے کیونکہ وہ سمجھدار لوگ ہیں۔ اور فرمایا کہ "جس کو اللہ تعالیٰ کا سامنا کرنے کا خوف دامنگیر ہے اور خواہش نفسانی ناجائز طور پر پوری کرنے سے وہ باز رہا تو جنت در حقیقت اسی کا حق ہے۔ [1] چنانچہ سدی مرد مومن کی تشریح یوں کرتے ہیں کہ وہ ایک ایسا شخص ہے جو معصیت کا ارادہ کرتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو تو اس کا قلب کانپ اٹھتا ہے۔ ام درداء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ دل خوف ہی سے دھڑکنے لگتے ہیں اور تن بدن میں ایک سوزش سی ہو جاتی ہے یہی تو وجہ ہے کہ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جب یہ کیفیت طاری ہو جائے تو بندہ کو چاہیے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ سے اپنے مقصد کی دعا مانگنے لگے کیونکہ ایسے وقت کی دعا قبول ہوتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ قرآن سن کر ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے"۔ جیسا کہ فرمایا کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو کوئی کہتا ہے کہ اس آیت سے تم میں سے کس کا ایمان بڑھ گیا۔ سو

[1] [سورۃ النازعات : آیت ۴۰'۴۱]

بات یہ ہے کہ اس کا ایمان بڑھ جاتا ہے جو پہلے ہی مومن ہے اور جنت کی خوش خبری اسی کے حق میں ہے۔ [1] امام بخاری رحمہ اللہ اور دوسرے آئمہ نے اسی نوعیت کی آیتوں سے استدلال کیا ہے کہ ایمان میں زیادتی اور کمی ہو سکتی ہے جیسا کہ جمہور آئمہ کا مذہب ہے بلکہ کہا گیا ہے کہ بہت سارے آئمہ کا اسی پر اجماع ہے۔ جیسے شافعی رحمہ اللہ اور احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور ابو عبیدہ رحمہ اللہ جیسا کہ ہم نے شرح بخاری میں بیان کیا ہے۔

﴿وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ﴾ یعنی اس کے سوا کسی سے امید ہی نہیں رکھتے۔ اپنی پناہ اسی کو قرار دیتے ہیں۔ کچھ مانگتے ہیں تو اسی سے مانگتے ہیں اور ہر بات میں اسی کی طرف جھکتے ہیں' جانتے ہیں کہ وہ جو چاہے گا وہ ہوگا اور جو نہ چاہے گا وہ نہ ہوگا وہ وحدہ لاشریک ہے' متصرف فی الملک ہے' اس کے حکم کے بعد کسی کا حکم نہیں' وہ سریع الحساب ہے۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ توکل ایمان کا شیرازہ ہے۔ ﴿اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾ مومنین کے اعتقاد کا ذکر کرنے کے بعد ان کے اعمال سے آگاہی دی جارہی ہے کہ وہ نماز پڑھتے ہیں اور لوگوں کو دیتے دلاتے رہتے ہیں۔ یہ دونوں اعمال ایسے زبردست ہیں کہ تمام اعمال خیر پر مشتمل ہیں۔ اقامت صلوۃ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے ہے اقامت صلوۃ کہتے ہیں نماز کی اپنے اوقات پر پابندی کرنے کو اور یہ کہ وضو میں اچھی طرح منہ ہاتھ پاؤں دھوئے ہوں' رکوع اور سجود تعدیل وارکان کے ساتھ ادا کیے گئے ہوں قرآن کی تلاوت اس کے آداب کے ساتھ ہو نبی ﷺ کا بتلایا ہوا تشہد اور درود ہو یہ ہے اقامت صلٰوۃ جو ﴿يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ﴾ کا مفہوم ہے اور ﴿يُنْفِقُوْنَ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے کہ اگر زکوٰۃ کے قابل ہو تو زکوٰۃ دیں' اور جو کچھ بھی ہے لوگوں کو دیتے دلاتے رہیں۔ بندوں کے واجب اور مستحب مالی حقوق ادا کرتے رہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا دیا ہے تو سب کی مدد کریں کیونکہ سب لوگ اللہ تعالیٰ کی عیال ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو وہی بندہ سب سے زیادہ مقبول ہے جو مخلوق کو سب سے زیادہ نفع رساں ہے۔ تمہارے اموال اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس گویا بطور امانت ہیں اور بہت جلد تمہارا مال تم سے جدا ہونے والا ہے اس لئے اس سے محبت نہیں ہونی چاہیے ﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا﴾ ان صفات سے جو متصف ہیں وہ حقیقی مومن ہیں۔

حارث بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ حارث رضی اللہ عنہ! صبح کیسی گزری؟ حارث رضی اللہ عنہ نے کہا ایک مومن حقیقی کی حیثیت سے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا' خوب سمجھ کر کہو ہر شے کی ایک حقیقت ہوا کرتی ہے' تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے بتاؤ تو سہی' حارث رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دنیا کی محبت سے میں نے روگردانی کر لی ہے راتوں کو جاگ کر عبادت کرتا ہوں دن کو روزے کے سبب پیاسا رہتا ہوں اور اپنے کو یوں پاتا ہوں گویا میرے سامنے عرش رب کھلا ہوا ہے اور گویا میں اہل جنت کو باہم ملاقاتیں کرتا دیکھتا ہوں اور اہل دوزخ کو گرفتار بلا دیکھ رہا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں اے حارث! تم حقیقت ایمان تک پہنچ چکے ہو' اس پر قائم رہنے کی

[1] [سورة التوبة: آيت ١٢٤]

کوشش کرو۔ یہ آپ نے تین بار فرمایا۔ ① قرآن زبان عرب میں نازل کیا گیا ہے اور حقا کا لفظ ادبی حیثیت رکھتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے ((فلان سید حقا)) یعنی فلاں حقیقی سردار ہے' اگرچہ قوم میں اور دوسرے بھی سردار ہیں اور فلاں حقیقی تاجر ہے اگرچہ اور تاجر بھی بہت ہیں۔ اور فلاں حقیقی شاعر ہے' اگرچہ اور بہت شاعر ہیں' ﴿لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ ② یعنی جنت میں ان کو بڑے بڑے درجے ملیں گے۔ جیسا کہ فرمایا' اللہ تعالیٰ کے پاس ان کے بڑے درجے ہیں اور جو کچھ وہ عمل کر رہے ہیں' اللہ تعالیٰ اس سے واقف ہے۔ ③ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف کردے گا اور ان کی نیکیوں کو قبول فرمائے گا۔

اہل جنت میں سے بعض کے درجے بعض سے بالاتر ہیں اوپر والے اوپر سے نیچے کے درجہ والوں کو دیکھیں گے اور فخر کریں گے۔ نیچے والے اوپر والوں کو دیکھ کر حسد کریں گے۔ مسلم اور بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علیین والوں کو نیچے والے اس طرح دیکھیں گے جس طرح کہ تم افق آسمان پر ستاروں کو دیکھتے ہو' لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ انبیاء کے منازل ہیں اور کسی اور کو کیا نہ ملیں گے آپ نے فرمایا کیوں نہیں' اللہ تعالیٰ کی قسم وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی' وہ بھی اس کے مستحق ہیں۔ ④ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اہل جنت اوپر کی جنت والوں کو ایسے دیکھیں گے جیسے افق آسمان پر ستارے ہیں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ انہیں میں سے ہیں انہیں بھی یہ عزت ملے گی۔ ⑤

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۠ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝۵ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَمَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝۶ وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۷ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝۸

---

① [ضعيف : مسند عبد بن حميد (٤٤٤) طبراني كبير (٣٣٦٧) بيهقي في شعب الايمان (١٠٥٩١) مجمع الزوائد (١/٥٧)] یہ روایت ابن لہیعہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

② [سورة الانفال: آيت ٤] ③ [سورة ال عمران: آيت ١٦٣]

④ [صحيح : صحيح بخاری : كتاب بدء الخلق : باب ماجآء في صفة الجنة وانها مخلوقة (٣٢٥٦) صحيح مسلم : كتاب الجنة : باب ترائی اهل الجنة اهل الغرف (٢٨٣١)]

⑤ [صحيح : ابن ماجه : مقدمه : باب فضل ابی بكر الصديق (٩٦) ابوداؤد : كتاب الحروف والقراءات (٣٩٨٧) ترمذی : كتاب المناقب : باب مناقب ابی بكر الصديق (٣٦٥٨) مسند احمد (٣/٢٧)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحيح ابن ماجه ، الروض النضير (٩٧٠)]

جیسا کہ آپ کے رب نے آپ کے گھر سے مصلحت کے ساتھ آپ کو روانہ کیا' اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کو گراں سمجھتی تھی ○ وہ اس مصلحت میں بعد اس کے کہ اس کا ظہور ہو گیا تھا آپ سے اس طرح جھگڑ رہے تھے کہ گویا کوئی ان کو موت کی طرف ہانکے لئے جاتا ہے اور وہ دیکھ رہے ہیں ○ اور تم لوگ اس وقت کو یاد کرو جب کہ اللہ تعالیٰ تم سے ان دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کرتے تھے کہ وہ تمہارے ہاتھ آ جائے گی اور تم اس تمنا میں تھے کہ غیر مسلح جماعت تمہارے ہاتھ آ جائے اور اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ اپنے احکام سے حق کا حق ہونا ثابت کر دے اور ان کافروں کی بنیاد کو قطع کر دے ○ تا کہ حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا ثابت کر دے اگرچہ مجرم لوگ ناپسند ہی کریں ○

جنگ بدر کی کچھ تفصیل: مفسرین نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ ﴿كَمَا أَخْرَجَكَ﴾ میں ﴿كَمَا﴾ کے آنے کا کیا سبب ہے۔ بعض نے کہا کہ آیت زیر ذکر میں تشبیہ دی گئی ہے' مومنین کے باہمی صلح کے ساتھ ان کے ارتقاب اور اطاعت رسول کے بارے میں۔ چنانچہ بات کا ڈھنگ یوں ہوتا ہے۔ جیسا کہ غنیمتوں کے بارے میں اختلاف کیا تھا اور لڑ پڑے تھے اور اللہ تعالیٰ نے تمہارا فیصلہ چکا دیا تھا اور تم سب سے چھین کر تقسیم کا حق رسول اللہ ﷺ کو دے دیا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے عدل اور مساوات کے ساتھ تقسیم کر دی تھی اور یہ بات تمہاری مصلحت کاملہ کی خاطر تھی۔ اسی طرح اس موقع پر جب دشمنوں سے لڑنے کے لئے تم کو مدینے سے نکلنا پڑا تو شوکت و جاہ والے بڑے لشکر سے لڑنا تمہیں ناپسند ہوا۔ یہ بڑا لشکر وہ تھا جو اپنے ہم مذہب کافروں کی مدد اور شام کو گئے ہوئے قافلہ مال تجارت کی حفاظت کے لئے مکے سے نکل آئے تھے اور اس جہاد کو ناپسند کرنے کا یہ نتیجہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی جنگ سے تمہیں دوچار کیا اور پہلے سے بغیر کسی قرارداد جنگ کے دشمن سے تمہیں بھڑا دیا اور نتیجہ میں تمہیں نصرت و ہدایت بخشی۔ جیسا کہ فرمایا قتال تم پر فرض کیا جاتا ہے اور یہ تمہیں ناپسند ہے۔ لیکن یہ بہت ممکن ہے کہ تم کسی بات کو ناگوار سمجھو اور دراصل تمہاری بھلائی اسی میں ہو' اور تم کسی بات کو پسند کرو اور درحقیقت نتیجہ میں وہ تمہارے لئے مضر ثابت ہو۔ تمہاری بہتری کا علم تمہارے اللہ تعالیٰ کو ہے تم کو نہیں۔ [1] بعض نے اس تشبیہ کے یہ معنی بتائے ہیں کہ جس طرح تمہارے اللہ تعالیٰ نے حق طور پر تم کو مدینہ سے باہر نکلنے میں کامیاب کیا ہے' حالانکہ بعض مومنین اس خروج سے ناراض تھے لیکن انہیں آنا پڑا' اسی طرح وہ جنگ سے باز رہنا چاہتے ہیں اور تم سے اختلاف رائے رکھتے ہیں' حالانکہ رسول اللہ ﷺ کی رائے کی حقانیت ان پر ظاہر ہو چکی تھی۔ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ معنی ہیں کہ جس طرح مدینے سے مجبوراً تم لوگ نکلے اسی طرح امر حق میں وہ رسول سے جھگڑتے ہیں۔

سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ آیت بدر کی لڑائی میں نکلنے کے بارے میں نازل ہوئی ﴿يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ﴾ بعض کہتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے کہ اے نبی (ﷺ) یہ مومنین تم سے لڑنے کی نیت سے انفال کے بارے میں سوالات پیدا کر رہے ہیں جیسا کہ بدر کے روز بھی انہوں نے تم سے مجادلہ کیا تھا اور یہ کہا تھا کہ آپ تو ہمیں قافلے سے نمٹنے کے لئے لے کر نکلے تھے' ہم کو گمان بھی نہ تھا کہ ہمیں جنگ کرنا پڑے گی اور

[1] [سورۃ البقرہ : آیت ۲۱۶]

نہ ہم جنگ کے لئے تیار ہو کر گھر سے نکلے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ نبی اکرم ﷺ مدینے سے ابوسفیان کے قافلے کی راہ روکنے کے لئے نکلے تھے کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ یہ قافلہ ملک شام سے قریش کے لئے بہت سامال لے کر روانہ ہو چکا ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو آمادہ کیا اور تین سو دس سے کچھ زیادہ آدمی لے کر نکل کھڑے ہوئے' اور چشمہ بدر کی راہ پر ساحل کی طرف چل پڑے۔ ابوسفیان کو حضرت ﷺ کے حملہ کرنے کی خبر ہو چکی تھی' جو اس قافلہ کا سرادر تھا۔ اس نے ضمضم بن عمرو کو مکہ بھیج کر اہل مکہ کو مدینے والوں کے ارادے سے آگاہ کیا۔ مکے والے تقریباً ایک ہزار آدمی لے کر نکلے۔ ابوسفیان قافلے کو سیف البحر کی طرف سے لے کر نکل گیا اور صاف بچ گیا۔ اب مکہ کا یہ ایک ہزار کا لشکر بڑھتا رہا حتیٰ کہ چشمۂ بدر کے پاس آ کر پڑاؤ ڈالا۔ اب مسلمان اور کافر بغیر اس کے کہ پہلے سے کوئی قرارداد جنگ ہو آپس میں گتھ گئے۔ کیونکہ اللہ پاک مسلمانوں کا بول بالا کرنا چاہتا تھا اور حق و باطل کے درمیان ایک فیصلہ کن جنگ اللہ تعالیٰ کے پیش نظر تھی۔ جیسا کہ یہ بیان عنقریب آنے والا ہے۔
غرض یہ کہ رسول اللہ ﷺ کو جب خبر ملی کہ مکے سے ایک بڑا لشکر ان سے لڑنے کے لئے نکلا ہے' تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی بھیجی کہ دو میں سے ایک چیز تمہیں ملے گی' یا قافلے کو لوٹ لو' یا اس لشکر سے لڑ بیٹھو' دونوں نہیں ملیں گے کسی ایک کو اختیار کر لو' اور اس میں کامیاب ہو جاؤ' مسلمانوں میں سے اکثر کی یہ رائے تھی کہ قافلے کو لوٹ کر چل دو بغیر جنگ کے بہت سامال مل جائے گا۔ جس کی حکایت اللہ پاک نے یوں فرمائی ہے کہ "تم چاہتے ہو کہ دونوں میں سے وہ صورت پسند کریں جو شوکت والی نہ ہو' یعنی قافلے سے نمٹ لیں اور اللہ تعالیٰ کا تو ارادہ یہ تھا کہ حق ظاہر ہو کر رہے اور مکے کے کافروں کا قلع قمع ہو جائے۔"

ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم مدینے میں تھے اور حضرت محمد ﷺ نے فرمایا تھا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ ابو سفیان قافلہ لے کر آ رہا ہے' تم لوگ کیا کہتے ہو' کیا اس قافلہ کی راہ روکنے کے لئے ہم نکل پڑیں ممکن ہے کہ تم لوگوں کو بہت کچھ مال و دولت مل جائے' ہم نے عرض کیا ضرور چلنا چاہیے' چنانچہ ہم سب نکلے اور ایک یا دو روز چلتے رہے' اب آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا ان کافروں سے جنگ کرنے کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے انہیں اس بات کی خبر ہو گئی ہے کہ تم قافلے کے خیال سے نکل چکے ہو۔ مسلمانوں نے کہا کہ واللہ ہم میں دشمن کے اتنے بڑے لشکر سے لڑنے کی طاقت نہیں' ہم جو نکلے ہیں تو صرف قافلے کو لوٹنے کے خیال سے چل پڑے ہیں۔ آپ ﷺ نے دوبارہ یہی سوال کیا۔ پھر ہم لوگوں نے یہی جواب دیا۔ اب مقداد بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم اس موقع پر ایسا نہ کہیں گے' جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی امت نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ اے موسیٰ! تم اور تمہارے رب دونوں جاؤ اور دشمن سے لڑو ہم یہیں بیٹھے تمہاری واپسی کے منتظر رہتے ہیں۔ ہم گروہ انصار نے تمنا کی اور کہا' اگر ہم بھی وہی کہتے جو مقداد نے کہا تو یہ بات قافلہ کا مال عظیم مل جانے سے بھی ہمیں زیادہ پسند ہوتی۔ چنانچہ یہ آیت اتری کہ ﴿كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ﴾ ابووقاص لیثی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ بدر کی طرف سب کو لے کر نکلے اور مقام روحاء میں پہنچ کر لوگوں کے

سامنے خطبہ دیا اور کہا تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علم ہو چکا ہے کہ یہ کفار یہاں یہاں تک پہنچ گئے ہیں۔ پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟ اب کی مرتبہ عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرح جواب دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اور ایک بار یہ سوال کیا تو سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی مراد ہم سے ہے اللہ تعالیٰ کی قسم میں نہ کبھی برک الغماد گیا ہوں نہ مجھے اس کی راہ کا علم ہے لیکن اگر آپ یمن کے برک الغماد تک بھی جائیں تو بھی ہم آپ کے ساتھ چلیں گے اور امت موسیٰ علیہ السلام کی طرح نہ کہیں گے کہ تم اور تمہارا رب جا کر لڑ لو ہم یہیں سے تمہارا ساتھ دیں گے۔ ممکن ہے کہ آپ نکلنے کے وقت کسی اور غرض سے نکلے ہوں' پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے کوئی دوسری صورت پیدا کر دی ہو' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو صورت چاہیں اختیار کریں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینا چاہتا ہے دے اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹوٹنا چاہتا ہے ٹوٹ جائے' جو چاہے آپ کا مخالف بن جائے اور جو چاہیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کر کے رہے۔ ہمارا مال جو کچھ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب لے سکتے ہیں۔ سعد رضی اللہ عنہ کے اسی قول کی بنا پر وہ آیت اتری۔ [1]

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے لئے مشورہ کیا اور پھر قریش کے لشکر سے جنگ کا حکم دیا تو مسلمانوں کو یہ جنگ ناپسند تھی۔ اس لئے آیت اتری تھی کہ ﴿اِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ﴾ یعنی بعض مومنین کی یہ مرضی نہیں ہے۔ اور حق بات ظاہر ہو جانے کے بعد بھی یہ تم سے بحث کرتے ہیں۔ وہ ایسا سمجھ رہے ہیں کہ جنگ کریں گے تو گویا موت کی طرف کھینچے جا رہے ہیں' مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ فی الحق سے مراد فی القتال ہے۔ محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ ﴿لَكٰرِهُوْنَ﴾ سے ﴿مُشْرِكِيْنَ﴾ کے ساتھ جنگ کی ناپسندی مراد ہے۔ سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ﴿بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ﴾ کا مطلب ہے کہ یہ ظاہر ہو جانے کے بعد کہ تم حکم رب کے سوا کسی بات کا اقدام نہیں کرتے' پھر بھی رسول کی رائے کے خلاف کرتے ہیں۔ ابن زید ﴿يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ﴾ کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس سے مراد مشرکین ہیں۔ یعنی یہ مشرکین حق بات کے بارے میں مجادلہ کرتے ہیں گویا کہ وہ موت کی طرف کھینچے جا رہے ہیں جب کہ اسلام کی دعوت دی جا رہی ہو اور یہ کہ ایسی مذموم صفت سے مومنین متصف نہیں ہو سکتے اور یہ صفت اہل کفر ہی کی ہو سکتی ہے۔ ابن جریر رحمہ اللہ کا اس پر یہ اعتراض ہے کہ ابن زید کا یہ قول کوئی وقعت نہیں رکھتا کیونکہ الفاظ ﴿يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ﴾ سے پہلے سیاق عبارت اہل ایمان سے متعلق ہے اور جو الفاظ اس کے بعد ہیں ظاہر ہے کہ وہ اسی کی خبر ہوگی۔ سچ تو یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی کا قول درست ہے کہ اس سے مراد مومنین ہی ہیں۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے اسی قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تائید کی ہے۔ یہی حق ہے اور سیاق کلام اس کی تائید کرتا ہے۔

---

[1] [اسنادہ ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۵۷۲٤)] اس کی سند میں عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند سخت ضعیف ہے۔]

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کامیابی کے ساتھ جنگ بدر سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ اب مال بھرے قافلے سے بھی نمٹ لیں۔اب کوئی رکاوٹ بھی باقی نہیں رہی۔تو عباس رضی اللہ عنہ جو قیدی کی حیثیت سے اسیران جنگ میں تھے بول اٹھے کہ ہرگز یہ مناسب نہیں' کیونکہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ پاک نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرمایا ہے دو چیزوں میں سے ایک کا چنانچہ ایک چیز آپ کو حاصل ہو چکی اب دوسری چیز بھی حاصل کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔[1] اس کی اسناد جید ہیں۔اس قول کے معنی ﴿تَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ﴾ یہ ہیں کہ تم یہ چاہتے تھے کہ وہ چیز حاصل کریں جس میں نہ کوئی مدافعت ہے نہ قتال ہے یعنی ابوسفیان کے قافلے کو لوٹنا حالانکہ اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتا تھا کہ تم کو ایسی جماعت سے بھڑا دے جو جاہ وشوکت والی ہو اور اس سے جنگ واقع ہوتا کہ اللہ تعالیٰ تم کو ان پر کامیابی بخشے اور اللہ تعالیٰ کے دین کا غلبہ ہو کلمہ اسلام بلند ہو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا عاقبت امور سے کوئی واقف نہیں' حسن تدبیر کا مدبر وہی ہے اگر لوگ اس کے خلاف ہی کیوں نہ چاہتے ہوں۔جیسا کہ فرمایا قتال تم پر فرض ہے خواہ وہ تمہیں ناگوار ہی ہو۔بہت ممکن ہے کہ تمہیں ایک بات ناپسند ہو اور خیر اسی کے اندر ہو اور ایک بات اچھی لگے اور شر اسی کے اندر ہو۔[2] حسب ذیل حدیث بھی سیاق حدیث بدر میں ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شام سے ابوسفیان کے چلنے کی خبر پائی تو مسلمانوں کو بلایا اور کہا کہ قریش کے اس قافلے کے ساتھ مال ومتاع بہت ہے اس پر دھاوا بولو۔کیا عجب کہ کفار کا مال غنیمت اللہ تعالیٰ تمہیں دے دے۔بعض کے پاس اسلحہ تھا اور بعض کے پاس نہیں اور نہ انہیں یہ گمان تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کریں گے۔اور ابوسفیان حجاز کے قریب ہوا تو اس نے اپنے جاسوس چھوڑ رکھے تھے اور ہر آنے جانے والے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خبریں پوچھتا رہتا تھا۔چنانچہ اس کو خبر مل گئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے قافلے کے درپے ہیں تو اس نے احتیاطی تدابیر اختیار کرلیں اور ضمضم بن عمرو غفاری کو فوراً مکے بھیجا کہ قریش سے مل کر قافلے کی حفاظت کا انتظام کرائے کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم حملہ آور ہو رہے ہیں ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے ساتھیوں کو لے کر نکلے اور وادی ذفران تک پہنچے اور وہاں قیام کیا کہ اتنے میں آپ کو خبر ملی کہ قریش اپنے قافلے کی حفاظت ومدافعت کی خاطر مکہ سے روانہ ہو گئے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ کیا۔حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی ٹھیک بات کہہ دی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی کہا۔ پھر مقداد رضی اللہ عنہ کہنے لگے' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کے ساتھ ہیں اللہ تعالیٰ کا جو منشا ہے اس کو پورا کیجئے۔اللہ تعالیٰ کی قسم ہم (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کی امت کی طرح نہیں کہیں گے۔اگر ہمیں حبش تک بھی لے جانا چاہیں تو جب تک

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۲۲۹/۱) مسند ابویعلی (۲۳۷۳) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورۃ الانفال (۳۰۸۰) مستدرك حاكم (۳۵۷/۲) الدر المنثور للسیوطی (۱۶۹/۳)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی (۵۹۶)] شیخ شعیب ارناؤط فرماتے ہیں کہ سماک کی عکرمہ سے حدیث میں اضطراب ہوتا ہے مگر پھر بھی امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح، امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح الاسناد اور حافظ ابن کثیر نے تفسیر میں اسے جید کہا ہے۔[الموسوعة الحديثية (۲۰۲۲)]

[2] [سورۃ البقرہ : آیت ۲۱۶]

آپ ﷺ وہاں نہ پہنچیں ہم آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔ تو آپ ﷺ نے مقداد رضی اللہ عنہ کو دعائے خیر دی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو! مجھے مشورہ دو آپ ﷺ کی مراد انصار سے تھی۔ ایک تو اس وجہ سے بھی کہ انصار تعداد میں بھی زیادہ تھے دوسرے اس لئے بھی کہ عقبہ میں جب انصار نے بیعت کی تھی تو اس بات پر کی تھی کہ جب آپ اس قرب مکہ سے نکل کر مدینہ پہنچ جائیں گے تو ہر حال میں ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔ یعنی دشمن آپ پر چڑھائی کر کے آئے تو ہم اس کے مقابلے پر ہو جائیں گے۔ اس میں چونکہ یہ وعدہ نہ تھا کہ جارحانہ اقدام پر بھی ساتھ دیں گے۔ اس لئے حضرت ﷺ ان کا بھی ارادہ اور رائے دریافت کر لینا چاہتے تھے تاکہ ان سے بھی وعدہ لے کر ان کی ہمدردیاں بھی حاصل کر لیں۔ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ شاید آپ ہم سے جواب طلب فرما رہے ہیں۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہاں میری مراد تمہیں لوگوں سے ہے۔ تو سعد رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! ہمارا آپ ﷺ پر ایمان ہے، آپ کا حکم ماننے کی بیعت آپ کے ہاتھ پر کر چکے ہیں۔ ہم آپ کا ساتھ کبھی نہ چھوڑیں گے اللہ تعالیٰ کی قسم اگر سمندر کے کنارے کھڑے ہو کر بھی آپ ﷺ اس میں گھوڑا ڈال دیں تو ہم بھی اس میں کود پڑیں گے ہم میں سے کوئی بھی ذرا تامل نہ کرے گا۔ ہم لڑائیوں میں بہادر بتانے والے، مصیبتوں کو جھیلنے والے ہیں۔ آپ ہم سے ان شاء اللہ خوش رہیں گے۔ اس جواب سے آپ بہت خوش ہوئے اسی وقت کوچ کا حکم دے دیا اور فرمایا کہ رب نے دو میں سے ایک کا مجھ سے وعدہ فرمایا ہے اور کیا عجب وہ ایک یہی جنگ ہو۔ میں گویا مشرکین کا مقتل یہیں سے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ (1)

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ﴿٩﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿١٠﴾

ع ۱۵

اس وقت کو یاد کرو جب کہ تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری سن لی کہ میں تم کو ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا جو سلسلہ وار چلے آئیں گے ○ اور اللہ تعالیٰ نے یہ امداد محض اس کے لئے کی کہ بشارت ہو اور تاکہ تمہارے دلوں کو قرار ہو جائے۔ اور نصرت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے جو کہ زبردست حکمت والے ہیں ○

نبی ﷺ کی دعائیں اور اللہ کی جانب سے نصرت کا وعدہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بدر کے روز حضرت نے اپنے ساتھیوں کا شمار کیا تو تین سو سے کچھ اوپر تھے۔ اور مشرکین کوئی ایک ہزار کی تعداد میں تھے۔ چنانچہ آپ قبلہ رو ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے لگے۔ آپ صرف ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے اور تہبند بندھی ہوئی تھی اور فرما رہے تھے کہ یا رب تو نے مجھ سے جو وعدہ فرمایا ہے اس موقع پر پورا کر۔ اگر مسلمانوں کی اس مٹھی بھر جماعت کو تو نے ہلاک کر دیا تو زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا اور توحید کا نام و نشان مٹ جائے گا۔

(1) [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۵۷۳۲) وتاریخ الطبری (۲/۲۷۰) سیرۃ ابن ھشام (۲/۲۵۷)]

آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے فریاد کر رہے تھے دعائیں مانگ رہے تھے حتیٰ کہ چادر آپ ﷺ کے شانوں سے گر پڑی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آ کر اس کو آپ کے کندھوں پر ڈال دیا اور آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ! اب اللہ تعالیٰ سے التجائیں بس کر دیجئے' وہ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ جب تم نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تو اس نے تمہاری درخواست قبول کر لی۔ اب میں ایک ہزار صف بہ صف فرشتوں سے تمہاری مدد کرتا ہوں۔ چنانچہ جس روز جنگ ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو شکست فاش دے دی۔ مشرکوں میں سے ستر قتل ہوئے اور ستر قید ہوئے۔ اب رسول اللہ ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا' تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! یہ آپ کے بھائی بند اور قبیلہ و خاندان والے ہیں' میں تو یہ رائے رکھتا ہوں کہ ان سے فدیے لے کر چھوڑ دیا جائے تا کہ فدیہ کی رقم سے ہمیں مالی استحکام حاصل ہو کافروں پر غلبہ کی اور قوت پیدا ہو اور کیا عجب ہے کہ بعد میں اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت بخشے۔ پھر یہ خود ہماری قوت میں اضافہ کریں گے۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ عمر! تم کیا کہتے ہو؟ تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میری تو وہ رائے نہیں جو ابو بکر کی ہے۔ آپ مجھے حکم دیجئے کہ میں اپنے رشتہ دار کافر قیدی کو قتل کر دوں اور علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیجئے کہ وہ اپنے بھائی عقیل کی گردن اڑا دیں اور حمزہ رضی اللہ عنہ اپنے فلاں بھائی کی گردن ماریں تا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور ثابت کر سکیں کہ مشرکین کے لئے ہمارے دلوں میں کوئی رعایت نہیں۔ یہ مشرکین قیدی تو کافروں کے سردار اور قائد ہیں۔ لیکن نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے کو ترجیح دی اور ان قیدیوں سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دوسرا دن نکلا تو میں آنحضرت ﷺ کے گھر گیا۔ دیکھتا ہوں کہ آپ ﷺ اور ابو بکر دونوں رو رہے ہیں۔ میں نے عرض یا رسول اللہ ﷺ! آپ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کیوں رو رہے ہیں۔ تا کہ رونا آئے تو میں بھی روؤں اور نہ آئے تو رونے کی صورت ہی بنا لوں تا کہ آپ ﷺ کا شریک ہو جاؤں۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ فدیہ لے کر چھوڑ دینے کی وجہ سے رونا ہے۔ میں اس خطا کی وجہ سے اس عذاب کو دیکھ رہا ہوں جو اتنا قریب ہے جتنا یہ میرے سامنے کا درخت۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ﴾ تا ﴿فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا﴾ [1] چنانچہ غنیمت حلال کر دی گئی۔ پھر جب آئندہ سال یوم احد آیا تو یوم بدر کی غلطی کا اللہ تعالیٰ نے یوں بدلہ لیا کہ فدیہ کے ستر چھوٹے ہوئے کافروں کے بدلے احد میں مسلمانوں کے ستر صحابی شہید ہوئے۔ حضرت ﷺ کے سامنے کے چار دانت ٹوٹ پڑے۔ خود سر مبارک میں دھنس گیا۔ خون چہرہ مقدس پر بہنے لگا۔ چنانچہ یہ آیت اتری کہ "مصیبت پہنچی تو تم کہنے لگے کہ یہ کہاں سے آ گئی۔ کہہ دو کہ یہ تمہارے اپنے ہاتھوں نازل ہوئی ہے"۔ یعنی فدیہ لے کر چھوڑ دینے کے سبب۔ [2]

---

[1] [سورة الانفال: آيت ٦٧، ٦٨، ٦٩]

[2] [صحيح: صحيح مسلم: كتاب الجهاد: باب الامداد بالملائكة فى غزوة بدر (١٧٦٣) ابوداؤد: كتاب الجهاد: باب فى فداء الاسير بالمال (٢٦٩٠) ترمذى: كتاب تفسير القرآن: سورة الانفال (٣٠٨١) بيهقى فى دلائل النبوة (٣/٥١، ٥٢)]

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ ﴿اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ﴾ سے مراد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دعا کرنا ہے کیونکہ بدر کے روز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے بہت اصرار کے ساتھ دعا مانگ رہے تھے کہ (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ آ کر کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! اب دعا کو مختصر کر دیجئے اللہ پاک ضرور اپنا وعدہ پورا فرمائے گا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا ہے۔ ① ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یوم بدر میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ اے اللہ تعالیٰ میں عہد کے پورا کرنے کی طرف تجھے توجہ دلاتا ہوں ورنہ اے اللہ تعالیٰ تجھے پوجنے والا کوئی نہ رہے گا۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ تھام لیا اور کہا حضرت بس بس۔ تو آپ اٹھے اور فرما رہے تھے کہ قریب تر عرصہ میں کافروں کو شکست ہونے والی ہے اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے ہیں۔ ② ﴿بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ﴾ یعنی فرشتوں کی صفیں ایک کے پیچھے ایک لگی ہوئی تھیں اور ((مُرْدِفِيْنَ)) سے مراد مدد بھی ہو سکتی ہے یعنی فرشتے مدد پر تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جبرائیل علیہ السلام ہزار فرشتے لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیدھی طرف تھے جدھر کہ ابوبکر تھے اور میکائیل علیہ السلام ایک ہزار فرشتے لے کر بائیں طرف تھے جدھر میں تھا۔ ③ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہزار کی مدد پر دوسرے ہزار بھی تھے۔ اسی لئے بعض نے ((مُرْدَفِيْنَ)) بہ فتحہ دال قرأت کی ہے۔ واللہ اعلم۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ پانچ سو ملائکہ جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ تھے اور پانچ سو میکائیل علیہ السلام کے ساتھ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک مسلمان ایک مشرک کے پیچھے لگا ہوا تھا کہ اوپر سے ایک کوڑا مشرک کے سر پر پڑنے کی آواز سنی اور ایک سوار کی بھی آہٹ پائی گئی، اب کیا دیکھتے ہیں کہ کافر گر کر زمین پر ڈھیر ہو گیا ہے۔ کوڑے کی ضرب سے سر پھٹ گیا ہے حالانکہ کسی انسان نے اسے مارا نہ تھا۔ اب پیچھے والے انصاری نے یہ خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے سچ کہا یہ آسمانی مدد تھی۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ فرمایا۔ چنانچہ ستر تو قتل ہوئے اور ستر قیدی ہوئے۔ ④ رافع رضی اللہ عنہ اہل بدر میں سے تھے، کہتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام آئے اور حضرت سے پوچھا کہ آپ اہل بدر کو کیسا سمجھتے ہیں آپ نے فرمایا مسلمانوں میں سب سے افضل تو جبریل علیہ السلام کہنے لگے کہ بدر میں مدد کرنے والے بھی دوسرے ملائکہ میں ایسے ہی افضل سمجھے جاتے ہیں۔ ⑤ بخاری و مسلم میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا جب کہ عمر نے قتل حاطب بن ابی بلتعہ کے بارے میں مشورہ دیا تھا، کہ حاطب بدر میں شریک ہوا تھا اور تمہیں کیا خبر کہ شاید

---

① [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۵۷۵٤)]

② [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب قول اللہ تعالی اذا تستغیثون ربکم فاستجاب لکم (۳۹۵۳) نسائی فی السنن الکبری (۱۱۵۵۷)]

③ [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۵۷٦۹)] اس کی سند میں عبدالعزیز بن عمران راوی ضعیف ہے۔ امام بخاریؒ اور امام ابن ابی حاتمؒ نے اسے اسے منکر الحدیث کہا ہے۔ [مزید دیکھئے: میزان (۵۱۱۹)]

④ [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الجهاد: باب الامداد بالملائکة فی غزوة بدر (۱۷٦۳)]

⑤ [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب شهود الملائکة بدرا (۳۹۹۲)]

اللہ پاک نے اہل بدر کو بخش دیا ہو۔ کیونکہ فرمایا تھا کہ اب تم جو چاہو کرو، میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔ (١)

قولہ تعالیٰ ﴿وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى﴾ یعنی فرشتوں کا یہ بھیجنا تمہیں صرف خوش کرنے کے لئے تھا اور یہ کہ تمہارے دل کو اطمینان کی صورت ہو، ورنہ اللہ تعالیٰ تو تمہاری مدد کرنے پر ہر طرح قادر ہے۔ اس کو مدد کے لئے فرشتوں کی محتاجی تھوڑی ہے۔ یہ مدد تو درحقیقت اللہ تعالیٰ کی مدد تھی فرشتے تو مدد کی ظاہری صورت تھی۔ جیسا کہ فرمایا جب کبھی تم کافروں کو پاؤ تو ان کی گردن اڑا دو، غالب آجاؤ، تو انہیں زنجیروں میں جکڑ لو، پھر یا تو معاف کر دو یا فدیہ لے کر چھوڑ دو۔ حتیٰ کہ جنگ کا سدباب ہو جائے۔ یہ آیت اس لئے لائی گئی کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو خود ان کی مدد کر سکتا ہے۔ لیکن دراصل وہ بعض کو بعض کے ذریعہ آزماتا ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو کبھی تلف نہیں کرے گا۔ انہیں ہدایت کرے گا اور انہیں جنت میں داخل کرے گا (٢) اور ارشاد باری ہے کہ ﴿وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ الخ﴾ (٣) ہم زمانہ کو لوگوں میں گھماتے رہتے ہیں اور زمانہ کو بدل بدل کر لاتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ جانچ لے اور شہیدوں کو الگ کرے۔ ظالموں سے اللہ تعالیٰ خوش نہیں رہ سکتا۔ اس میں ایمانداروں کا امتیاز ہو جاتا ہے اور کافروں کو اللہ تعالیٰ مٹا دیتا ہے۔ جہاد کا شرعی فلسفہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکوں کو موحدوں کے ہاتھوں سزا دیتا ہے۔ اس سے پہلے وہ عام آسمانی عذابوں سے ہلاک کر دیئے جاتے تھے، جیسے قوم نوح پر طوفان آیا، عاد اولیٰ، آندھی میں تباہ ہوئے۔ اہل ثمود چیخ سے غارت کر دیئے گئے۔ قوم لوط کا طبقہ الٹ گیا اور پتھروں کی بارش ہوئی۔ شعیب کی قوم کے سر پر پہاڑ معلق کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا اور ان کے دشمن فرعون کو ہلاک کر دیا گیا اور اس کی قوم کو دریا میں غرق کر دیا گیا موسیٰ کو تورات دے کر کفار کو قتل کر دینا فرض قرار دیا گیا اور یہی حکم دوسری شریعتوں کے اندر بھی قائم رہا۔ جیسا کہ فرمایا کہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور ان سے پہلے کی امتیں بھی نافرمانی کے سبب ہلاک کر دی گئی تھیں۔ اس میں لوگوں کے لئے بصیرت ہے۔ (٤)

مومنین کا کافروں کو بھی بجائے قید کے قتل کر دینا ان کافروں کی زبردست اہانت کی چیز تھی۔ اور اس سے مومنین کے دل بھی ٹھنڈے ہوتے۔ جیسا کہ امت کے مومنین کو حکم دیا گیا تھا کہ ان کافروں کو قتل کرو، اللہ پاک تمہارے ہاتھوں انہیں رسوا کرنا اور عذاب دینا چاہتا ہے اور اس لئے بھی کہ تمہارا دل ٹھنڈا ہو۔ (٥) کیونکہ یہ گردن زدنی سرداران قریش مسلمانوں کو بڑی حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے اور انہیں ممکنہ آزار پہنچاتے تھے۔ اگر یہ قتل ہو کر سر بازار رسوا ہوتے تو مسلمانوں کے دلوں کو اس انتقام سے کتنی ٹھنڈک پہنچتی۔ چنانچہ ابوجہل جب عین جنگ

---

(١) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الجهاد: باب الجاسوس (٣٠٠٧) صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابة: باب من فضائل اهل بدر (٢٤٩٤) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن (٣٣٠٥) ابوداؤد: کتاب الجهاد (٢٦٥٠) مسند احمد (٧٩/١)]

(٢) [سوره محمد: ٤،٦]

(٣) [سوره ال عمران: ١٤٠]

(٤) [سوره القصص: ٤٣]

(٥) [سوره التوبه: ١٤]

میں مارا گیا تو اس کی لاش کی بڑی بے عزتی ہوئی کہ اگر بستر پر اپنی موت مرتا تو اس کی کبھی یہ رسوائی نہ ہوتی۔ یا جیسا کہ ابولہب مرا تو ایسا سڑ گیا تھا کہ اس کے قریب ترین اقرباء بھی اس کی لاش کے قریب نہ آتے تھے۔ نہلانے کے بجائے دور سے لاش پر پانی پھینک دیا گیا اور دفن کے طور پر اس کو ایک گڑھے میں گرا دیا گیا۔ اسی لئے فرمایا کہ عزت کافروں کے لئے نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ اور مومنین کے لئے ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور فرمایا کہ ہم اپنے رسولوں اور مومنین کی مدد دنیا میں بھی کرتے ہیں اور آخرت میں بھی۔ (۱) تم کو یہ حکم دینا کہ کفار کو قتل کرو اس میں بھی اس کی خاص حکمت ہے ورنہ کیا وہ خود اپنی قدرت سے انہیں ہلاک نہیں کر سکتا۔

اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَ يُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ﴿۱۱﴾ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿۱۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۳﴾ ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۴﴾

اس وقت کو یاد کرو جب کہ اللہ تعالیٰ تم پر اونگھ طاری کر رہا تھا اپنی طرف سے چین دینے کے لئے اور تم پر آسمان سے پانی برسا رہا تھا تا کہ اس پانی کے ذریعہ سے تم کو پاک کر دے اور تم سے شیطانی وسوسہ کو دفع کر دے اور تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے اور تمہارے پاؤں جما دے ○ اس وقت کو یاد کرو جب کہ آپ کا رب فرشتوں کو حکم دیتا تھا کہ میں تمہارا ساتھی ہوں سو تم ایمان والوں کی ہمت بڑھاؤ۔ میں ابھی کفار کے قلوب میں رعب ڈالے دیتا ہوں سو تم گردنوں پر مارو اور ان کے پور پور کو مارو ○ یہ اس بات کی سزا ہے کہ انہوں نے اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کی۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے سو اللہ تعالیٰ سخت سزا دیتے ہیں ○ سو یہ سزا چکھو اور جان رکھو کہ کافروں کے لئے جہنم کا عذاب مقرر ہی ہے ○

فرشتے میدان بدر میں: اللہ پاک ان احسانات کو یاد دلاتا ہے کہ وقت جنگ تم پر غنودگی طاری کر کے ہم نے تم پر احسان کیا ہے کہ اپنی قلت اور دشمن کی کثرت کا جو تمہیں احساس تھا اور اس احساس کے تحت تم پر ایک خوف سا طاری تھا اس سے تمہیں مامون کر دیا جائے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یوم احد میں بھی کیا تھا۔ جیسا کہ فرمایا ﴿ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا﴾ (۲) الخ، یعنی رنج و غم کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمہیں امن دیا جو غنودگی کی صورت میں تمہیں ڈھانکے ہوئے تھا۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جنگ احد کے روز مجھے بھی غنودگی آ گئی تھی کہ تلوار رہے ہاتھ سے گری جاتی تھی اور میں اٹھاتا جاتا تھا۔ اور میں لوگوں کو بھی دیکھ رہا تھا کہ ڈھال سر پر لگائے ہوئے

(۱) [سورہ غافر: ۵۱] (۲) [سورہ ال عمران: آیت ۱۵۴].

نیند میں جھول رہے تھے' حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بدر کے روز مقداد رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کے پاس سواری نہیں تھی۔ ہم سب نیند کے سے عالم میں تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے صبح تک نمازیں پڑھتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے آگے روتے رہے۔ [1] ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بروز جنگ یہ اونگھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے گویا ایک امن کی شکل میں تھی اور نماز میں اونگھ شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اونگھ سر میں ہوتی ہے اور نیند دل میں ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ غنودگی یوم احد میں گھیرے ہوئے تھی اور یہ خبر تو بہت عام اور مشہور ہے اور یہاں آیت شریفہ سیاق قصہ بدر میں ہے اور اس بات کی دلیل ہے کہ بدر میں بھی غنودگی طاری تھی اور یہ شدت جنگ میں مومنین پر طاری ہو جایا کرتی تھی تا کہ ان کے قلوب اللہ تعالیٰ کی مدد سے مطمئن اور مامون رہیں اور یہ مومنین پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت ہے جیسا کہ فرمایا کہ سختی کے ساتھ ساتھ آسانی بھی ہے۔ [2] اسی لئے حدیث میں ہے کہ بروز بدر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لئے بنائے ہوئے کاشانہ میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور دونوں مل کر اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے۔ ایسے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اونگھ سی آ گئی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبسم کرتے ہوئے خودی میں آ گئے اور فرمانے لگے' اے ابوبکر! خوش ہو جاؤ وہ ہیں جبرائیل علیہ السلام گرد آلود کیفیت میں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کاشانے سے باہر آئے اور یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے کہ ''دشمنوں کو ہزیمت ہوگئی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔'' [3] پھر ارشاد ہوتا ہے ﴿يُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمان سے تم پر پانی برسایا۔ ایک تو نیند کی سی کیفیت کو تمہارے لئے امن کی وجہ قرار دیا دوسرا احسان تم پر اللہ تعالیٰ کا یہ ہے کہ پانی برس پڑا جو مسلمانوں کے لئے مفید اور کافروں کے لئے مضر ثابت ہوا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ بدر میں جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا تھا وہاں مشرکوں نے میدان بدر کے پانی پر قبضہ کر لیا تھا اور مسلمانوں کے اور پانی کے درمیان وہ حائل ہو گئے تھے مسلمان کمزوری کی حالت میں تھے۔ شیطان نے مسلمانوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالنا شروع کیا کہ تم تو بڑے اللہ والے ہونے کا دعویٰ کرتے ہو اور تم میں رسول بھی موجود ہیں' اور پانی پر قبضہ مشرکوں کا ہے اور پانی سے تم اتنے محروم ہو گئے ہو کہ نماز بھی پڑھتے ہو تو غسل کا تیمّم کر کے پڑھ لیتے ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خوب پانی برسایا۔ مسلمانوں نے پیا بھی اور پاکی وصفائی بھی کی۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کے وسوسہ کو بھی نیچا دکھایا پانی کی وجہ سے مسلمانوں کی طرف کی ریت جم گئی لوگوں کو اور جانوروں کو چلنے میں آسانی ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کی ایک ہزار فرشتوں سے مدد کی۔ جبرائیل علیہ السلام ایک طرف پانچ سو فرشتے لئے ہوئے تھے اور میکائیل دوسری طرف پانچ سو فرشتے لئے ہوئے

---

[1] [صحیح : مسند ابویعلی (۲۸۰) مسند احمد (۱/۱۲۵، ۱۳۸) صحیح ابن حبان (۲۲۵۷)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح موارد الظمآن (۱۴۰۸)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔ شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

[2] [سورہ انشراح: آیت ۵، ۶]

[3] [بیھقی فی دلائل النبوۃ (۳/۸۰۔ ۸۱) صحیح بخاری : کتاب الجھاد (۲۹۱۵)]

موجود تھے۔ (۱) ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ مشرکین قریش جب ابو سفیان کے قافلے کی مدد کے لئے نکلے اور مسلمانوں سے لڑ بیٹھے تو چشمہ بدر پر پڑاؤ ڈالا۔ مسلمان پانی سے محروم ہو گئے۔ پیاس سے تڑپنے لگے۔ نماز بھی جنابت اور حدث ہونے کے حالت میں پڑھنے لگے۔ حتیٰ کہ ان کے دلوں میں مختلف خیالات پیدا ہونے لگے۔ اب اللہ تعالیٰ نے پانی برسایا اور میدانوں میں پانی بہنے لگا۔ مسلمانوں نے برتن بھر لئے جانوروں کو پلایا' نہائے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پاکی بخشی اب وہ ثابت قدم بھی ہو گئے۔ مسلمانوں اور کافروں کے درمیان ریت تھی۔ پانی برس گیا تو زمین دب گئی اور سخت ہو گئی مسلمانوں کے قدم جمنے لگے۔ مشہور یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب بدر کی طرف چلے تو وہاں پانی کے قریب اترے۔ حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر عرض کیا' یا رسول اللہ ﷺ یہ مقام جہاں آپ فروکش ہیں' سو کیا بحکم وحی فروکش ہیں جس سے ہم ذرہ بھر سرتابی نہیں کر سکتے۔ یا یہ کہ جنگی مصلحت کے تحت قیام کیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا مصلحت کے تحت قیام کیا ہے۔ حباب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایسی صورت میں اور آگے چلئے آخری پانی پر قبضہ کر لیجئے وہیں حوض بنا کر یہاں کا سب پانی جمع کر لیں تو پانی پر ہمارا قبضہ رہے گا اور دشمن پانی کے بغیر رہ جائے گا۔ چنانچہ حضرت ﷺ آگے چل کھڑے ہوئے۔ (۲) کہتے ہیں کہ حباب رضی اللہ عنہ نے جب یہ مشورہ دیا تو اس وقت آسمان سے ایک فرشتہ اترا اور جبرائیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اس فرشتہ نے کہا "اے محمد ﷺ! اللہ تعالیٰ نے سلام فرمایا ہے نیز ارشاد فرمایا ہے کہ حباب بن منذر کی رائے تمہارے لئے صحیح ہے"۔ آپ جبرائیل علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کیا تم اس کو جانتے ہو؟ جبرائیل علیہ السلام نے اس کو دیکھ کر کہا کہ میں تمام ہی فرشتوں کو جانتا تو نہیں ہوں' لیکن یہ ضرور ہے کہ یہ فرشتہ ہے کوئی شیطان نہیں۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پانی برسایا حضرت ﷺ کی طرف کی زمین پانی سے دب کر سخت ہو گئی اور چلنے میں آسانی ہو گئی۔ لیکن کفار کی طرف کی زمین نشیب میں تھی وہاں دلدل ہو گئی انہیں چلنا پھرنا بھی دشوار تھا۔ اللہ تعالیٰ نے غنودگی کا احسان کرنے سے پہلے پانی برسا کر احسان کیا' گرد و غبار دب گیا' زمین سخت ہو گئی' مسلمان خوش ہو گئے ثابت قدمی بڑھ گئی۔ اب اونگھ آنے لگی۔ مسلمان تازہ دم ہو گئے صبح لڑائی ہونے والی ہے رات کو ہلکی سی بارش ہو گئی۔ ہم نے درخت کے نیچے ہو کر بارش سے پناہ لی۔ حضرت ﷺ جاگتے رہے اور لوگوں سے جنگ کے متعلق باتیں کرتے رہے۔ قولہ ﴿لِيُطَهِّرَكُم بِهِ﴾ یعنی حدث اصغر اور حدث اکبر سے پاک کرنے کے لئے پانی برسایا اور تاکہ شیطان کے بہکاوے سے بھی تم کو چھڑا دیں' اور یہ دل کی پاکی تھی۔ جیسا کہ اہل جنت کے حق میں فرمایا ہے کہ انہیں پہننے کے لئے ریشمی لباس ملے گا اور سونے چاندی کا زیور ہو گا اور یہ ظاہری زینت ہے اور اللہ تعالیٰ انہیں شراب طہور پلائے گا اور حسد اور بغض کے کینے سے انہیں پاک رکھے گا اور یہ باطن کی زینت

---

(۱) [ضعیف و منقطع: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۵۷۸۳) بیھقی فی دلائل النبوۃ (۳/۷۸)] یہ روایت علی بن طلحہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے درمیان منقطع ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

(۲) [مرسل: بیھقی فی دلائل النبوۃ (۳/۳۱، ۳۵)] حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]

ہے۔ پانی برسانے سے یہ بھی غرض تھی کہ تمہارے دلوں کو اطمینان دے کر صابر اور ثابت قدم بنایا جائے۔ یہ صبر اور اقدام باطنی شجاعت ہے اور یہ ثابت قدمی شجاعت ظاہری ہے۔

قولہ ﴿اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَی الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کی طرف وحی بھیجی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مومنین کو ثابت قدم رکھو۔ یہ نعمت خفیہ ہے اس کو اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر ظاہر فرما رہا ہے تا کہ اس کی شکر گزاری کریں۔ وہ تبارک وتعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو تاکید فرمائی کہ نبی اکرم ﷺ کی اور دین نبی اور جماعت مومنین کی مدد کریں تا کہ ان کے دل ٹوٹ نہ جائیں وہ ہمت نہ ہار دیں۔ تم بھی ان کے ساتھ کافروں سے قتال کرو۔ کہا گیا ہے کہ فرشتہ کسی مسلمان کے پاس آتا اور کہتا کہ مشرکوں میں عجیب بد دلی پھیلی ہوئی ہے۔ تو وہ کہہ رہے ہیں اگر مسلمانوں نے حملہ کر دیا تو ہمارے قدم نہیں ٹک سکتے۔ ہم تو بھاگ کھڑے ہوں گے، اب ہر ایک دوسرے سے کہتا دوسرا تیسرا سے۔ اس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل بڑھ جاتے اور سمجھ لیتے کہ مشرکوں میں طاقت وقوت نہیں ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا۔ یعنی اے ملائکہ تم مومنوں کو ثابت قدم رکھو اور ان کے دلوں کو قوی بناؤ۔ تم ان کافروں کی گردنوں پر مارو اور ان کی ایک ایک پوری کو زخمی کرو۔ ان کے ہاتھ پاؤں قطع کر دو۔

مفسرین نے ﴿فَوْقَ الْاَعْنَاقِ﴾ کے معنی میں اختلاف کیا ہے۔ بعض نے سر پر مارنے کے معنی لئے ہیں اور بعض نے گردن پر چنانچہ اس معنی کی شہادت اس آیت سے ملتی ہے ﴿فَاِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ﴾ [1] یعنی کافروں سے جنگ ہو تو گردنوں پر مارو اور انہیں زنجیروں میں جکڑ لو۔ قاسم سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا کرنے کے لئے نہیں مبعوث ہوا ہوں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف کا عذاب جیسا کہ پہلی امتوں پر نازل ہوتا رہا بلکہ خود لڑ کر گردنیں مار کر اور قید کر کے انہیں عبرت ناک نتیجہ پر پہنچاؤں گا۔ [2] ابن جریر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ گردنیں مارنا اور کھوپڑی پھوڑنا مراد ہے۔ مغازی اموی میں لکھا ہے کہ جنگ بدر کے روز نبی اکرم ﷺ مقتولین پر سے گزرے اور آپ ﷺ فرما رہے تھے ((یفلق هاما)) یعنی سر ٹوٹے پڑے ہیں، تو ابو بکر رضی اللہ عنہ ساتھ ہی بول اٹھے اور جوڑ ملا کر اس کا ایک شعر ہی بنا دیا یعنی ((یفلق هاما من رجال اعزه علینا وهم کانوا اعق و اظلما)) یعنی سر ٹوٹے پڑے ہیں ان لوگوں کے جو ہم پر غرور کرتے تھے کیونکہ وہ لوگ بڑے ہی ظالم اور نافرمان تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے گویا ایک بیت کے دو ابتدائی لفظ کہہ دیئے اور منتظر تھے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اس کو ایک شعر بنا کر پورا کر دیں، کیونکہ آپ کے لئے بہ حیثیت شاعر کے ثابت ہونا مناسب نہیں تھا۔ جیسا کہ خود اللہ پاک نے فرمایا کہ ﴿وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗ﴾ [3] یعنی ہم نے ان کو شاعر نہیں بنایا اور نہ انہیں شاعر ہونا سزاوار تھا۔ یوم بدر

---

[1] [سورۃ محمد : آیت ٤]
[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (١٥٧٩٨)]
[3] [سورہ یس: آیت ٦٩]

میں لوگ ان مقتولین کو پہچان جاتے تھے جو ملائکہ کے ہاتھوں مرے ہیں کیونکہ ایسے مقتولین کا زخم گردن پر یا جوڑ بندوں پر ہوتا تھا اور ایسے نشانات ہوتے تھے گویا آگ سے جلے ہوئے ہیں ﴿وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ﴾ اے مومنو! دشمنوں کو مارو ان کے جوڑ بندوں پر تا کہ ہاتھ پاؤں ٹوٹ جائیں۔ بنان جمع ہے ((بنانة)) کی ہر جوڑ اور ہر حصے کو ((بنان)) کہتے ہیں۔

اوزاعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ مطلب ہے کہ اے فرشتو ان کافروں کے چہروں اور آنکھوں پر مارو اور ایسے زخم ڈالو گویا آگ کی چنگاڑیوں سے جلا دیئے گئے ہیں۔ اور کسی کافر کو قید کر لینے کے بعد مارنا نا جائز نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما بدر کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ ابو جہل نے کہہ رکھا تھا کہ قتل کرنے کے بجائے مسلمانوں کو زندہ پکڑو تا کہ تم انہیں مزہ چکھا سکو' ہمارے دین کو برا کہنے' ہم پر طعن کرنے اور لات وعزی سے روگردانی کا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے کہہ دیا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تم مومنین کو ثابت قدم رکھو۔ میں کافروں کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دوں گا۔ تم ان کی گردنوں اور جوڑ بندوں پر مارو۔ مقتولین بدر میں ابو جہل کا انہتر واں (٦٩) نمبر تھا۔ پھر عقبہ بن ابی معیط قید کر کے قتل کر دیا گیا اور ستر کی تعداد پوری ہوگئی ﴿ذَالِكَ بِاَنَّهُمْ شَاقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی مخالفت کی تھی اور شرع وایمان کو چھوڑنے کا پہلو اختیار کیا۔ لفظ ''شق'' ''شق عصا'' سے ماخوذ ہے یعنی اس نے لکڑی کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ ارشاد ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدگی یعنی مخالفت اختیار کی' کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخالفت کرنے والے پر غالب ہے۔ کسی بات میں اس کو بھول چوک نہیں' اس کے غضب کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ﴿ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ﴾ یہ کافروں سے خطاب ہو رہا ہے کہ دنیا میں عذاب ونکال کا مزہ چکھو اور آخرت میں بھی عذاب دوزخ کا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۝۱۵ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَىِٕذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۱۶

اے ایمان والو جب تم کافروں سے دو بدو مقابل ہو جاؤ تو ان سے پشت مت پھیرنا ○ اور جو شخص ان سے اس موقع پر پشت پھیرے گا مگر ہاں جو لڑائی کے لئے پینترا بدلتا ہو یا جو اپنی جماعت کی طرف پناہ لینے آتا ہو وہ مستثنیٰ ہے باقی اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں آ جائے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا۔ اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے ○

میدان جنگ سے فرار کبیرہ گناہ: جنگ کے عالم میں پیٹھ پھیرنے والوں کو دھمکی دی جا رہی ہے کہ اے ایمان والو جب لڑائی میں تم دونوں گتھ گئے ہو' تو اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر بھاگ نہ جانا۔ ہاں کوئی چالبازی کے طور پر بھاگے کہ گویا خوف زدہ ہو گیا ہے تا کہ اس کا تعاقب کیا جائے پھر اکیلا پا کر پلٹ کر حملہ کر کے قتل کر دے تو ایسی مصلحت کے

تحت بھاگنے میں کوئی حرج نہیں، یا اس غرض سے بھاگے کہ مسلمانوں کے دوسرے دستے سے جا ملے تاکہ جا کر ان کی مدد کرے یا وہ اس کی مدد کریں تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ وہ اپنے امام کی پناہ میں جانا چاہتا ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے ایک چھوٹے سے لشکر کا سپاہی تھا کہ لوگوں میں بھگدڑ پڑ گئی میں بھی بھاگا۔ اب ہمیں احساس ہوا کہ ہم جنگ سے بھاگے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے غضب کے مستحق ہو گئے، اب کیا کریں؟ ہم نے مشورہ کیا کہ مدینے چلیں گے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوں گے اگر ہماری توبہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمائی تو کیا کہنا ورنہ ہم کہیں بھی نکل جائیں گے اور منہ نہ دکھائیں گے۔ چنانچہ ہم قبل از نماز ظہر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم کون لوگ ہو؟ ہم نے کہا ہم پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے لوگ ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ تم لوگ اپنے مرکز کی طرف آنے والے ہو۔ میں تمہارا اور تمہاری جماعت مومنین کا بندھن ہوں۔ ہم نے یہ سن کر آگے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ ① ابوداؤد نے اور یہ مزید کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی ﴿اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ﴾ ② اہل علم نے ﴿عکارون﴾ کے معنی عرافون بتائے ہیں یعنی دور اندیش اور نکتہ رس۔ ابوعبیدہ سرزمین ایران کے ایک پل پر قتل کر دیئے گئے تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ ہوشیاری برت کر انہیں بھاگ آنے کا موقع تھا۔ میں ان کا امیر اور بندھن تھا میرے پاس کیوں نہ آ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ''اے لوگو اس آیت سے تم غلط فہمی میں نہ پڑنا۔ یہ آیت یوم بدر کے لئے تھی اور اس وقت میں ہر مسلمان کی جماعت ہوں'' نافع رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ ہم لوگ دشمن سے قتال کے وقت ثابت قدم نہیں رہ سکتے اور ہم نہیں جانتے۔ کہ ہمارا مرکز کیا ہے۔ امام یا جنگی مرکز تو کہا مرکز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ میں نے کہا کہ اللہ پاک فرماتا ہے ﴿اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا﴾ تو کہا یہ آیت یوم بدر کے بارے میں اتری ہے نہ اس سے پہلے کے لئے نہ بعد کے لئے ﴿مُتَحَيِّزًا﴾ کے معنی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پناہ لینے والا۔ اسی طرح آج بھی کوئی شخص جنگ کے میدان سے ہٹ کر اپنے امیر یا اصحاب امیر کی طرف پناہ لے سکتا ہے۔ لیکن یہ فرار اگر اس سبب کے سوا کوئی اور اسباب کی بنا پر ہو تو یہ حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو۔ ① شرک باللہ۔ ② جادو کرنا۔ ③ کسی کو ناحق قتل کر دینا۔ ④ سود کھانا۔ ⑤ مال یتیم کھا جانا۔ ⑥ جہاد میں پیٹھ پھیر کر بھاگ جانا۔

---

① [ضعیف: ابوداؤد: کتاب الجهاد: باب فی التولی یوم الزحف (۲٦٤٧) ترمذی: کتاب الجهاد: باب ماجآء فی الفرار من الزحف (١٧١٦) ابن الجارود (١٠٥٠) بیهقی (٧٦/٩) بخاری فی الادب المفرد (٩٧٢) بغوی فی شرح السنة (٦٨/١١) ابونعیم فی الحلیة (٥٧/٩) مسند احمد (٨٦،٧٠/٢) مسند شافعی (٣٨٨) مسند حمیدی (٦٨٧)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ھے۔ [ضعیف ابوداود، ارواء الغلیل (١٢٠٣)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے بھی اس کی سند کو ضعیف کہا ہے اور فرمایا ہے کہ یزید بن ابی زیاد راوی پر متعدد ائمہ نے کلام کیا ہے۔]

② [ایضا]

⑦ پاک دامن اور بے گناہ عورتوں پر الزام لگانا۔ [1] یہ بات اور کئی طرح بھی ثابت ہے کہ یہ آیت بدر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ بھاگے گا تو اللہ تعالیٰ کا غضب لے کر بھاگے گا۔ اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے جو بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔ بشیر بن معبد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں [2] کہ میں بیعت کرنے کے لئے حضرت ﷺ کے پاس آیا تو بیعت کے لئے آپ نے یہ شرط کی کہ ﴿لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کی گواہی دو' میری رسالت کو مانو' نماز پابندی سے پڑھو' زکوۃ دیتے رہو' حج کرو' رمضان کے روزے رکھو اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو گے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس میں دو باتیں میرے لئے دشوار ہیں ایک تو جہاد کہ اگر بہ حالت جنگ کوئی پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے گا تو اللہ تعالیٰ کا غضب اس پر نازل ہو جائے گا اور مجھے خوف ہے کہ موت سے گھبرا کر کہیں مجھ سے یہ گناہ سرزد نہ ہو جائے۔ دوسرے صدقہ سو اللہ تعالیٰ کی قسم مجھے غنیمت اور اس کے سوا کچھ نہیں ملتا ہے اور دس اونٹنیاں ہیں جن کا دودھ دوھ لیا' پیا پلایا' اس پر سواری کر لی۔ تو حضرت نے میرا ہاتھ تھام لیا اس کو ہلایا اور کہا جہاد بھی نہ کرو گے صدقہ بھی نہ دو گے پھر جنت کا استحقاق کیسے حاصل کرو گے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے منظور ہے میں ہر شرط پر بیعت کروں گا۔ [3] یہ حدیث غریب ہے۔ صحاح ستہ میں موجود نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تین کوتاہیوں کے ہوتے ہوئے کوئی عمل نیک بھی کار آمد نہیں ہو سکتا ① شرک باللہ۔ ② والدین کی نافرمانی ان سے سرکشی۔ ③ میدان جنگ سے بھاگ جانا۔ [4] یہ حدیث بھی غریب ہے۔

زید سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ﴿اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ﴾ پڑھا تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ جنگ سے فرار کا گناہ بھی ہو۔ [5] یہ حدیث بھی غریب ہے۔ حضرت زید خادم نبی ﷺ نے اس کے سوا اور حدیث بیان نہیں کی۔ بعض نے یہ حکم لگایا ہے کہ فرار از

---

① [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الوصایا (۲۷٦٦) و کتاب الطب (۵۷٦٤) و کتاب الحدود (٦٨۵۷) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بیان الکبائر و اکبرها (۸۹) نسائی : کتاب الوصایا (۳٦۷۳) ابو داؤد : کتاب الوصایا (۲۸۷٤)]

② [ضعیف : مسند احمد (۲۲٤/۵) طبرانی کبیر (٤٤/۲) مجمع البحرین (٤٠) مجمع الزوائد (٤۲/۱)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ احمد کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے۔ شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [کلمة الاخلاص لابن رجب (ص : ١٦)] حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے اور اسے ضعیف کہنے والے نے خطا کی ہے۔]

③ [ایضا]

④ [ضعیف جدا : طبرانی کبیر (١٤٢٠) مجمع الزوائد (۳۸۷)] اس کی سند میں یزید بن ربیعہ راوی ضعیف ہے۔ شیخ البانیؒ اس روایت کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔ [السلسلة الضعيفة (١٣٨٤)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس، شیخ عبد الرزاق مہدی، حافظ زبیر علی زئی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

⑤ [صحیح : ابو داؤد : کتاب الصلاة : باب فی الاستغفار (١٥١٧) ترمذی : کتاب الدعوات : باب فی دعا الضیف (٣٥٧٧) طبرانی کبیر (٨٩/٥)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود، التعلیق الرغیب (٢٦٩/٢)]

جنگ صحابہ پر حرام تھا اس لئے کہ جہاد اس وقت انہیں پر فرض تھا۔ بعض نے کہا ہے کہ صرف انصار پر فرض تھا اس لئے کہ بیعت انہیں نے کی تھی اور کہا تھا کہ سختی اور راحت ہر حالت میں ہم فرماں بردار رہیں گے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت صرف اہل بدر سے مخصوص ہے۔ دلیل یہ پیش کی ہے کہ اس وقت تک مسلمانوں کی کوئی باقاعدہ مستقل اور صاحب شوکت جماعت تھی ہی نہیں جو کچھ تھے یہی مٹھی بھر لوگ تھے اس لئے ایسے حکم کی سخت ضرورت تھی۔ نبی اکرم ﷺ کی یہ حدیث اسی حالت پر روشنی ڈالتی ہے کہ یا اللہ اگر تو اس مٹھی بھر جماعت کو بھی ہلاک کر دے گا تو دنیا میں تجھے پوجنے والا کوئی باقی نہ رہے گا۔ [1] حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ یوم بدر میں یہ بات ضروری تھی لیکن آج اگر کوئی اپنے امام کی طرف یا اپنے قلعہ کی طرف پناہ لے تو کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ یوم بدر میں بھاگنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے دوزخ قرار دے دی لیکن استثناء بھی کر دیا کہ دشمن کو دھوکا دینے کے لئے حکمت عملی کی خاطر یا اپنی جماعت میں آ کر جماعت میں آ کر محفوظ ہو جانے کے لئے ایسا کیا تو خیر حرج نہیں۔ پھر اس کے بعد جنگ احد ہوئی تو فرمایا ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ﴾ [2] پھر سات سال بعد جنگ حنین ہوئی تو فرمایا ﴿ثُمَّ وَلَّیْتُمْ مُّدْبِرِیْنَ﴾ [3] اور ﴿ثُمَّ یَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ﴾ اور پھر یہاں فرمایا ﴿وَمَنْ یُّوَلِّهِمْ یَوْمَىِٕذٍ دُبُرَهٗ﴾ یہ آیت اہل بدر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ [4] اس ساری تشریح سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر اہل بدر بھی بوقت جنگ اگر فرار کریں تو بھی یہ حرام ہونا چاہیے۔ اگرچہ یہ آیت بوقت جنگ بدر نازل ہوئی تھی لیکن جب اس کو سات ہلاک کرنے والی چیزوں میں شمار کیا گیا تو حرام ہونا چاہیے۔ واللہ اعلم۔

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۠ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی ۚ وَلِیُبْلِیَ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۱۷﴾ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَیْدِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۸﴾

سو تم نے ان کو قتل نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا۔ اور آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ پھینکی اور تاکہ مسلمانوں کو اپنی طرف سے ان کی محنت کا خوب عوض دے بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والے خوب جاننے والے ہیں ○ ایک بات تو یہ ہوئی اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کافروں کی تدبیر کو کمزور کرنا تھا ○

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجهاد : باب امداد الملائکة فی غزوة بدر (۱۷۶۳) ترمذی : کتاب التفسیر : سورة الانفال (۳۰۸۱) مسند احمد (۱/ ۳۰۔ ۳۲)]

[2] [سورہ ال عمران: آیت ۱۵۵]

[3] [سورہ التوبہ : آیت ۲۵]

[4] [صحیح : ابوداؤد : کتاب الجهاد : باب فی التولی یوم الزحف (۲۶۴۸) نسائي فی السنن الکبری (۱۱۲۰۳) مستدرك حاكم (۲/ ۳۷۲) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۳/ ۱۵۸۰۰)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داود] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

جنگ بدر میں کامیابی اللہ کی نصرت سے: اس بات پر روشنی ڈالی جارہی ہے کہ بندوں کے افعال کا خالق اللہ پاک ہے اور جو نیک کام بندوں سے ظاہر ہوتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ ہی نے نیک بنایا ہے کیونکہ توفیق اسی نے دی تھی اور کام کرنے کی ہمت وقدرت اسی نے بخشی تھی۔ اس لئے ارشاد ہوتا ہے کہ ان کافروں کو تم نے قتل نہیں کیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے قتل کیا ہے تمہاری طاقت میں یہ کہاں تھا کہ اتنے کم ہونے کے باوجود دشمن کی اتنی کثیر التعداد فوج کو شکست دیتے یہ کامیابی اللہ تعالیٰ ہی نے تمہیں دی۔ جیسا کہ فرمایا ﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ﴾ [1] یعنی بدر میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں کامیاب بنایا حالانکہ تم بہت کمزور تھے۔ اور فرمایا ﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ الخ﴾ [2] یعنی اللہ تعالیٰ نے اکثر مواقع پر تمہاری مدد فرمائی۔ حنین کی جنگ میں تمہاری کثرت نے تم کو مغرور بنا دیا تھا لیکن اس کثرت نے تمہیں کوئی فائدہ نہ دیا۔ زمین اتنی کشادہ ہونے کے باوجود تم پر تنگ ہوگئی اور تم پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کامیابی کثرت تعداد پر نہیں اور نہ تعداد اور ہتھیاروں پر ہے کامیابی تو اللہ تعالیٰ کی طرف کی بات ہے۔ جیسا کہ فرمایا ﴿كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً﴾ [3] بہت دفعہ ہوتا ہے کہ چھوٹی جماعت بڑی جماعت پر غالب آجاتی ہے۔ پھر مٹھی بھر مٹی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ سے فرماتا ہے جو جنگ بدر میں کافروں کے منہ پر آپ نے پھینکی تھی کہ میدان جنگ کی جو نپڑی سے آپ ﷺ باہر آئے اللہ تعالیٰ سے دعا اور تضرع کی، یہ مٹی کافروں کی طرف پھینکی اور فرمایا تمہارے چہرے بگڑ جائیں۔ پھر اصحاب کو حکم دیا کہ فوراً دھاوا بول دو۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ یہ مٹی اور کنکر مشرکین کی آنکھوں میں جا گرے۔ ایک بھی ایسا نہ تھا جو اس سے متضرر نہ ہوا ہو اور جس کو جنگ سے قاصر نہ رہنا پڑا ہو۔ اسی لئے فرمایا کہ ﴿وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى﴾ یعنی تم نے مٹی نہیں پھینکی تھی اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھی۔ آنکھوں میں مٹی جھونک کر تم نے انہیں سرنگوں نہیں کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے کیا تھا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم بدر میں اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ یہ مٹھی بھر لوگ مر جائیں گے تو کون تیرا نام لیوا باقی رہے گا۔ تو جبرائیل علیہ السلام نے آ کر کہا کہ مٹھی بھر مٹی ان کافروں کی طرف پھینک مارو۔ آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا۔ کافروں کی ناک، کان، اور منہ مٹی سے بھر گیا اور اس گرد آلود آندھی سے گھبرا کر وہ پچھلے پاؤں بھاگے اور شکست ہوگئی۔ [4] مسلمانوں نے ان کو قتل کرتے ہوئے ان کا پیچھا کیا اور قید کر لیا۔ کافروں کو یہ ہزیمت حضرت ﷺ کے معجزے کے سبب ہوئی۔ عبدالرحمٰن بن زید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے تین کنکر لئے تھے ایک سامنے پھینکا دو کنکر دشمن کی فوج کے سیدھی و بائیں طرف پھینکے تھے۔ [5] یہ یوم بدر کا واقعہ ہے حضرت ﷺ نے اس طرح یوم حنین میں بھی کیا تھا۔ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بدر کے روز ہم نے آسمان سے ایک آواز سنی گویا ایک تھال میں کنکر ڈال کر ہلائے گئے ہوں۔ یہ

---

[1] [آل عمران: ۱۲۳] [2] [التوبہ: ۲۵] [3] [البقرہ: ۲۴۹]

[4] [**ضعيف ومنقطع**: تفسير ابن جرير الطبري (١٥٨٤٠) بيهقي في دلائل النبوة (٣/٧٨، ٧٩)]

[5] [**مرسل وضعيف**: تفسير ابن جرير الطبري (١٥٨٣٩)]

حضرت ﷺ کی مٹی پھینکنے کی آواز تھی۔ چنانچہ ہمیں ہزیمت ہوگئی تھی۔ [1] یہاں اور دو قول ہیں جو بہت غریب ہیں۔

عبدالرحمٰن بن جبیر رحمہ اللہ، یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک کمان منگوائی' یہ بہت لمبی تھی۔ حضرت ﷺ نے دوسری لانے کا حکم دیا۔ دوسری لائی گئی۔ حضرت ﷺ نے اس سے قلعہ کی طرف ایک تیر پھینکا یہ تیر گھومتا ہوا چلا اور سردار قبیلہ ابن ابی حقیق کے آ لگا جب کہ وہ اپنے بستر پر تھا۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ﴾ الی آخرہ۔ [2] یہ حدیث غریب ہے ممکن ہے کہ روای کو شبہ ہو گیا ہو یا اس کی مراد یہ ہو کہ یہ آیت عام ہے اور اس واقعہ کو بھی شامل ہے۔ ورنہ یہ تو ظاہر ہے کہ سورہ انفال کی اس آیت میں جنگ بدر کا ذکر ہے تو یہ واقعہ اسی جنگ بدر کا ہے اور یہ بات بالکل ظاہر ہے۔

از زہری رحمہ اللہ، یہ کہ احد کی لڑائی کے دن آنحضرت ﷺ نے ابی بن خلف کے ایک نیزہ مارا تھا۔ یہ شخص زرہ بکتر اور لوہے میں غرق تھا یہ نیزہ اس کے تالو پر جا لگا اور وہ گھوڑے سے لڑھکنے لگا۔ اس کے کئی دن بعد اسی تکلیف سے اس کی موت واقع ہوئی۔ وہ عذاب دنیوی کے علاوہ عذاب آخرت کا بھی مستحق ہوا۔ [3] ان دونوں اماموں سے ایسی روایت بہت غریب ہے۔ شاید ان دونوں کا یہی مقصد ہو کہ آیت عام ہے خاص واقعہ ہی سے متعلق نہیں۔ بلکہ جب کبھی ایسا ہو تو ہر واقعہ اسی آیت سے متعلق ہو سکتا ہے۔ ﴿وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا﴾ تاکہ مومنین اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو معلوم کر لیں کہ دشمن ان سے بہت زیادہ ہونے کے باجود اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غلبہ دیا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بڑا اچھا امتحان ہم سے لیا ہے ﴿إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ اللہ تعالیٰ دعاؤں کو سننے والا ہے اور جانتا ہے کہ کون مدد کا مستحق ہے اور کون نہیں ﴿ذَٰلِكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ مُوهِنُ كَيْدِ الْكَافِرِينَ﴾ یہ نصرت حاصلہ کی دوسری بشارت ہے کہ اللہ پاک معلوم کرا رہا ہے کہ وہ کافروں کی چالوں کو ناکام بنا دینے والا ہے اور مستقبل میں ان کو ذلیل کرنے والا ہے اور وہ تباہ و برباد ہونے والے ہیں۔

إِن تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمُ الْفَتْحُ ۖ وَإِن تَنتَهُوا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَإِن تَعُودُوا
نَعُدْ وَلَن تُغْنِيَ عَنكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَلَوْ كَثُرَتْ وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ
الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٩﴾

ع ۲ / ۱۶

اگر تم لوگ فیصلہ چاہتے ہو تو وہ فیصلہ تو تمہارے سامنے آ موجود ہوا اور اگر باز آ جاؤ تو یہ تمہارے لئے نہایت خوب ہے۔ اور اگر تم پھر وہی کام کرو گے تو ہم بھی پھر وہی کام کریں گے' اور تمہاری جمعیت تمہارے ذرا بھی کام نہ آئے گی گو کتنی زیادہ ہو۔ اور واقعی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہے ○

حق پر کون: کافروں سے خطاب ہے کہ اگر تم فتح مانگ رہے اور اللہ تعالیٰ سے کہہ رہے تھے کہ ہمارے اور دشمنوں

---

[1] [**ضعیف** : تفسیر ابن جریر الطبری (١٥٨٣٥)] اس کی سند میں عبدالعزیز بن عمران راوی ضعیف ہے۔]

[2] [**مرسل وضعیف** : تفسیر ابن جریر الطبری (٤٤٣/١٣)]

[3] [**مرسل وضعیف** : تفسیر ابن جریر الطبری (١٥٨٤٢) مستدرک حاکم (٣٢٧/٢)]

کے درمیان فیصلہ کر دے تو جو تم مانگتے تھے وہی ہوا۔ اے اللہ تعالیٰ! جس نے ہم سے قطع تعلق کر رکھا ہے اور غیر مانوس باتیں ہمیں پیش کر رہا ہے' کل اسے ذلیل کر' یہ تو انہیں کافروں کی مانگ تھی۔ [1] پس یہ آیت اتری کہ ﴿اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَ كُمُ الْفَتْحُ﴾ تم فتح مانگ رہے تھے لو فتح آ گئی۔ سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مشرکین جنگ بدر کے لئے جب مکے سے چلنے لگے تو غلاف کعبہ کو پکڑ کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے لگے اور کہنے لگے ''اے اللہ! دونوں فریقوں میں جو تیرے نزدیک افضل ہے اور جس کا قبلہ بہتر قبلہ ہے اس کی مدد فرما''۔ چنانچہ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے کہ تم جیسا کہتے ہو ویسی ہی میں تمہاری مدد کرتا ہوں اور وہ مدد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوگی۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ ﴿وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ﴾ یعنی اگر تم کفر سے باز آ جاؤ گے تو اس کے اندر دین دنیا میں تمہاری بھلائی ہے اور اگر تم نے پھر شرک و کفر کیا تو ہم بھی دوبارہ سزا دیں گے اور کفر و ضلالت کا تم نے پھر اعادہ کیا تو ہم بھی پھر ایسا ہی مزا چکھائیں گے اور دوبارہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح و نصرت دیں گے اور تمہاری جماعت خواہ کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو' کچھ تمہارے کام نہ آئے گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ ہو اس پر کون غالب آ سکتا ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ اللہ تعالیٰ مومنوں کے ساتھ ہے اور یہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۱﴾ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ۭ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا کہنا مانو اور اس کے رسول کا اور اس کا کہنا ماننے سے روگردانی مت کرو اور تم سن لیتے ہی ہو○ اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہونا جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم نے سن لیا حالانکہ وہ سنتے سناتے کچھ نہیں○ بیشک بدترین خلائق اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو بہرے ہیں گونگے ہیں جو کہ ذرا نہیں سمجھتے○ اور اگر اللہ تعالیٰ ان میں کوئی خوبی دیکھتے تو ان کو سننے کی توفیق دیتے۔ اور اگر ان کو اب سنا دیں تو ضرور روگردانی کریں گے بے رخی کرتے ہوئے○

اللہ اور رسول کی اطاعت کا حکم: مومنین کو اطاعت اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ترک مخالفت کا حکم ہوتا ہے اور یہ کہ کافروں سے مشابہت نہ پیدا کرو۔ اور اسی لئے فرمایا ﴿لَا تَوَلَّوْا عَنْهُ﴾ یعنی اطاعت اور امتثال امر نہ چھوڑو۔ ﴿وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ﴾ حالانکہ تم جانتے ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کس بات کی طرف بلا رہے ہیں اور ان لوگوں سے مشابہت نہ پیدا کر لو جو کہتے ہیں کہ ہاں ہم نے سنا حالانکہ وہ نہیں سنتے' بعض کہتے ہیں کہ اس سے منافقین مراد ہیں

---

[1] [حسن: مسند احمد (۵/۴۳۱) النسائی فی التفسیر (۲۲۱) مستدرك حاكم (۲/۳۲۸) تفسير ابن جرير الطبری (۱۵۸۵۲)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے اور امام ابن کثیرؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [السيرة النبوية (۲/۴۳۴)]

جن کا وتیرہ یہ تھا کہ زبان سے تو کہتے تھے کہ ہم سنتے ہیں قبول کرتے ہیں۔ لیکن خاک نہیں سنتے تھے۔ پھر آگاہ فرمایا جا رہا ہے کہ بنی آدم کی یہ قسم فطرتاً ساری مخلوق سے بدتر ہے۔ چوپایوں اور جاندار میں بدترین وہ ہیں جو حق بات سننے میں بہرے ہیں، حق بات بولتے نہیں گونگے ہیں۔ عقل ہی نہیں رکھتے کیونکہ حق بات سمجھتے نہیں یہ بدترین مخلوق ہے اور یہ کافر انسان ہیں جانور تو جس فطرت پر پیدا شدہ ہیں، اسی ڈھرے پر چل رہے ہیں گویا اللہ تعالیٰ کے مطیع ہیں۔ انسان تو ازروئے فطرت عبادت کے لئے پیدا کئے ہیں۔ لیکن پھر بھی یہ کفر کرتے ہیں یعنی خلاف فطرت کرنے کی وجہ سے جانوروں سے بھی بدتر ہیں اسی لئے انہیں جانوروں سے تشبیہ دی اور فرمایا کہ کافروں کی مثال اس جانور کی سی ہے جو پکارنے والے کا مطلب تو کچھ نہیں سمجھتا صرف آواز کو سنتا ہے۔ [1] پھر فرمایا بلکہ یہ کافر جانوروں سے بھی گئے گزرے ہیں۔ ایسے ہی لوگ انتہائی غفلت میں ہیں۔ کہا گیا ہے کہ اس سے مراد قریش کے بنی عبدالدار کے لوگ ہیں۔ [2] بعض کا خیال ہے کہ اس سے منافقین مراد ہیں۔ مگر مشرکین و منافقین میں کوئی منافات نہیں اس لئے کہ یہ دونوں فرقے بے عقل اور مسلوب الفہم ہیں اور عمل صالح کرنے کی ان میں صلاحیت ہی نہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ جانتا ہوتا کہ یہ سمجھانے سے سمجھ جائیں گے اور ان میں کوئی خیر ہو سکتی تو اللہ تعالیٰ انہیں سنا تا یعنی سننے کی قوت دیتا۔ تقدیر کلام یہ ہے کہ چونکہ ان میں خیر ہی نہیں اس لئے وہ سمجھتے ہی نہیں ہیں اور ﴿وَلَوْ فَرَضْنَا﴾ اللہ تعالیٰ انہیں سنائے بھی تو بھی یہ کمبخت سیدھی راہ اختیار نہ کریں گے اور پھر بھی اعراض ہی کریں گے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾

اے ایمان والو تم اللہ تعالیٰ اور رسول کے کہنے کو بجالایا کرو جب کہ رسول تم کو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف بلاتے ہوں اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ آڑ بن جایا کرتا ہے آدمی کے اور اس کے قلب کے درمیان میں اور بلاشبہ تم سب کو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس جمع ہونا ہے ○

اللہ اور رسول کی بات ماننے میں ہی نجات: اے ایمان والو تمہاری ہی اصلاح اور مصلحت کی خاطر جب نبی اکرم ﷺ تمہیں بلائیں تو فوراً قبول کر لو اور تعمیل حکم میں جلدی کرو۔ ابو سعید ابن المعلی کہتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ نبی اکرم ﷺ کا گزر ہوا۔ آپ نے مجھے آواز دی لیکن نماز میں ہونے کے سبب میں نہ جا سکا۔ نماز پڑھ کر میں پہنچا تو فرمایا کہ کیوں اب تک نہیں آئے۔ کیا تم سے اللہ تعالیٰ نے نہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ کا رسول تمہارے ہی بھلے کے لئے تمہیں بلائے تو فوراً حاضر ہو جاؤ۔ پھر فرمایا کہ میں یہاں سے چلنے سے قبل تمہیں قرآن کی ایک عظیم سورت تعلیم کروں گا۔ پھر حضرت محمد ﷺ جانے لگے تو میں نے یاد دلایا۔ [3] غرض فوری تعمیل کا حکم ہے اور روایت ہے کہ

---

[1] [سورہ البقرہ: آیت ۱۷۱]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب ان شر الدواب عند اللہ (٤٦٤٦)]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب یایها الذین امنوا استجیبوا (٤٦٤٧)]

یہ واقعہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا ہے۔ آپ نے وہ سورت سورہ فاتحہ بتائی اور فرمایا یہی ''سبع مثانی'' ہے۔ یعنی سات آیتیں ہیں جو ہر وقت نماز میں دہرائی جاتی رہتی ہیں۔ اس حدیث کا بیان سورہ فاتحہ کی تفسیر میں گزر چکا ہے۔
مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ﴿لِمَا يُحْيِيْكُمْ﴾ کے معنی ہیں حق کی خاطر۔ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہی قرآن ہے جس میں نجات، بقا اور حیات ہے۔ سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اسلام لانے میں ہی ان کی زندگی ہے اور کفر میں موت ہے یا یہ کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں جنگ کے لئے بلائیں کہ جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں عزت بخشی حالانکہ اس سے پہلے تم ذلیل تھے اور ضعف کے بعد تمہیں قوت بخشی اور پہلے تم کافروں سے مغلوب تھے پھر تم ان پر غالب ہو گئے۔ قولہ تعالیٰ ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ﴾ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ انسان اور انسان کے دل کے درمیان حائل ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ وہ حائل ہے مومن اور کفر کے درمیان اور کافر کے اور ایمان کے درمیان کہ مومن کو کفر کرنے نہیں دیتا اور کافر کو ایمان لانے نہیں دیتا۔ [1] مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ وہ یوں حائل ہے کہ کافر کو سمجھنے نہیں دیتا۔ سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ کوئی بھی اس کی قدرت نہیں رکھتا کہ اس کی اجازت کے بغیر ایمان لائے یا کفر کرے۔ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ آیت اس آیت جیسی ہے کہ ﴿نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴾ [2] اور بہت ساری احادیث اس کے مناسب حال وارد ہیں۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اکثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے ﴿يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ﴾ اے دلوں کو بدلنے والے میرے قلب کو اپنے دین پر ثابت رکھ، تو ہم نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور قرآن پر ایمان لا چکے ہیں۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم پر کوئی اندیشہ ہے؟ فرمایا ہاں، کیونکہ کیا عجب تم بدل جاؤ۔ کیونکہ لوگوں کے دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں جب چاہے بدل دے۔ [3] نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ہر دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اس کو سیدھا رکھنا چاہے تو وہ سیدھا رہتا ہے اگر چاہے بگاڑ دے تو وہ دل بگڑ جاتا ہے۔ اور فرمایا کہ میزان اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے چاہے ہلکا کر دے چاہے بھاری۔ [4]

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا دل بدل جاتے ہیں۔ فرمایا ہاں، اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو انسان کے دل کو سیدھا اور مستقیم رہنے دے اور اگر چاہے تو وہ ٹیڑھا کر دے اسی لئے ہم اللہ تعالیٰ سے دعا

---

[1] [الدرالمنثور للسيوطى (۳/۳۲۰)]   [2] [سورہ ق: آیت ۱۶]

[3] [صحيح : مسند احمد (۳/۱۱۲۔ ۲۵۷) ترمذى : كتاب القدر : باب ماجاء ان القلوب بين اصبعى الرحمن (۲۱۴۰) مستدرك حاكم (۱/۵۲۶) مسند ابويعلى (۳۶۸۷)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحيح ترمذى]

[4] [صحيح : مستدرك حاكم (۱/۵۲۵) ابن ماجه : مقدمه : باب فيما انكرت الجهمية (۱۹۹) مسند احمد (۴/۱۸۲) نسائى فى السنن الكبرى (۷۷۳۸) صحيح ابن حبان (۹۴۳)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [السلسلة الصحيحة (۲۰۹۱)]

مانگتے ہیں کہ ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ یعنی اے اللہ تعالیٰ ہدایت پر ہونے کے بعد ہمارے دلوں کو کج نہ ہونے دے اور اپنی طرف سے ہمارے لئے رحمت بھیج، تو بڑا وہاب اور بخشنے والا ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے ایسی دعا سکھلایئے کہ میں اپنے لئے وہ مانگتی رہوں، تو فرمایا یوں دعا مانگا کرو ﴿اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ وَاَذْهِبْ غَيْظَ قَلْبِيْ وَاَجِرْنِيْ مِنْ مَضِلَّاتِ الْفِتَنِ مَا اَحْيَيْتَنِيْ﴾ [1] حضرت ﷺ نے فرمایا کہ بنی آدم کے قلوب اللہ تعالیٰ کے پاس قلب واحد کی تعریف میں ہیں کہ انہیں جس طرح چاہے پھیرے۔ پھر فرمایا ﴿اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا اِلٰى طَاعَتِكَ﴾ یعنی اے دلوں کو پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف پھیر دے۔ [2]

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ
شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۵﴾

اور تم ایسے وبال سے بچو کہ جو خاص ان ہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اور یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں ○

آزمائش سے ڈراوا: مومنین کو آزمائش سے ڈرایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آزمائش گنہگار اور نیکوکار سب سے متعلق ہوگی، صرف گنہگار اس سے مخصوص نہیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ یا ابو عبداللہ تمہیں کیا ہو گیا، امیر المومنین (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ قتل کر دیئے گئے تم نے عثمان رضی اللہ عنہ کو کھو دیا۔ پھر ان کے خون کے دعوے دار بن گئے دعوے دار ہی بننا تھا تو انہیں قتل کیوں ہونے دیا۔ تو زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی آزمائش تھی جس میں ہم لوگ مبتلا ہو گئے ہم نبی ﷺ ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانے میں قرآن کے اندر پڑھتے تھے ﴿وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً﴾ یعنی تم بھی ایسی آزمائش میں مبتلا ہو گے جو صرف ظالموں ہی سے مخصوص نہیں، بلکہ سب کا امتحان ہوگا۔ لیکن ہمیں گمان بھی نہ تھا کہ ہمیں کو اس سے سابقہ پڑے گا حتیٰ کہ وہ آزمائش ہم پر آ پڑی اور مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ مرے اور قتل عثمان رضی اللہ عنہ سے اس فتنہ کی ابتداء ہو گئی۔ [3]

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ یہ آیت علی، عمار، طلحہ اور زبیر کے بارے میں اتری ہے رضی اللہ عنہم

---

[1] [مسند احمد (٦/٣٠٢)] شیخ شعیب ارناؤط فرماتے ہیں کہ اس کا کچھ حصہ شواہد کی بنا پر صحیح ہے، البتہ یہ سند شہر بن حوشب کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (٢٦٥٧٦)]

[2] [صحیح: مسند احمد (٢/١٦٨) صحيح مسلم: كتاب القدر: باب تصريف الله تعالى القلوب كيف شاء (٢٦٥٤)]

[3] [جید: مسند احمد (١/١٦٥)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو جید کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (١٤١٤)]

زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم ہمیشہ یہ آیت پڑھتے رہتے تھے لیکن کیا خبر تھی کہ اس کا مصداق ہمیں ہوں گے۔ سدی رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ یہ خاص کر اہل بدر کے حق میں اتری ہے۔ جنگ جمل میں وہی اس کا مصداق بنے اور آپس میں لڑ بیٹھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا خیال ہے کہ اس سے صرف اصحاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ مومنین کو حکم ہے کہ بدی کو اپنے اندر چلنے نہ دو۔ جہاں کسی کو امر منکر میں مبتلا دیکھو فوراً روک دو۔ ورنہ عذاب سب پر ہونے لگے گا۔ یہی تفسیر اچھی تفسیر ہے۔

مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ حکم تمہارے لئے بھی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں تم میں سے ہر شخص اس آزمائش میں مبتلا ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ [1] پس تم میں سے ہر شخص کو فتنوں کی گمراہیوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا چاہیے کیونکہ یہ تحذیر صحابہ اور غیر صحابہ سب پر شامل ہے۔ اگرچہ یہ ضرور صحیح ہے کہ خطاب صحابہ سے ہے۔ یہ حدیث فتنوں اور آزمائشوں سے ڈرنے پر دلالت کرتی ہے۔ اور اس موضوع سے متعلق ان شاء اللہ ایک مستقل کتاب میں صراحت کی جائے گی کہ یہ کام آئمہ نے بھی مستقل کتابوں کی صورت میں انجام دیا ہے۔ یہاں جس چیز کا خصوصیت سے ذکر ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ عزوجل خواص کے عمل کے سبب عوام پر عذاب نہیں بھیجتا ہے' لیکن جب کہ خاص لوگ امر منکر قوم میں پھیلا ہوا دیکھتے ہیں اور اس کے روکنے پر قادر ہوتے ہیں لیکن اپنے اقتدار کو کام میں لا کر نہیں روکتے تو پھر عمومی عذاب آجاتا ہے اور اس میں خاص وعام سب گرفتار بلا ہو جاتے ہیں۔ [2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اللہ تعالیٰ کی قسم جب تک تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو گے عذاب نہ آئے گا اور جہاں بری باتوں سے تم نے روکنا چھوڑ دیا اور نیک کام کی ترغیب سے رک گئے تو اللہ پاک تم پر سخت ترین عذاب بھیج سکتا ہے' پھر تم لاکھ دعا کرو گے دعا قبول نہیں ہوگی۔ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ تم پر دوسری قوم کو مسلط کر دے گا پھر تمہاری ساری دعائیں بے کار ہو جائیں گی۔ [3] ابوالزناد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک غلام کو حذیفہ کی طرف بھیجا تو وہ اس وقت کہہ رہے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اگر ایک بات بھی۔ کوئی اس قسم کی کہہ دیتا تو اس کو منافق سمجھنے لگتے' لیکن آج ایک نشست میں تم میں سے ایک آدمی کی زبان سے میں ایسے چار منافقانہ کلمات سن رہا ہوں' تم کو چاہیے کہ نیک کاموں کا حکم دیا کرو' بری باتوں سے فوراً روک دیا کرو' لوگوں کو خیر پر ابھارا کرو' ورنہ تم سب کے سب عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ یا عذاب اس نوعیت کا ہوگا کہ تمہارے حاکم بدلوگ بنا دیئے جائیں گے

---

[1] [سورہ التغابن: آیت ۱۵]

[2] [**حسن لغیرہ**: مسند احمد (۴/۱۹۲) طبرانی کبیر (۱۷/ ۱۳۹) مجمع الزوائد (۷/۲۷۱)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۱۷۷۲۰)]

[3] [**صحیح**: ترمذی: كتاب الفتن: بـا ماجآء فى الامر بالمعروف والنهى عن المنكر (۲۱۶۹) مسند احمد (۵/۳۹۱)] شیخ البانیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [السلسلة الصحيحة (۲۸٦۸)] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے حسن کہا ہے۔]

پھر اچھے لوگ بھی لاکھ دعائیں کریں کچھ نہ ہوگا۔ (۱)

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ تقریر کر رہے تھے اور اپنی دونوں انگلیوں سے اپنے کانوں کی طرف اشارہ کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے حدود پر قائم رہنے والے اور حدود اللہ تعالیٰ کو توڑنے والے یا اس میں سستی وغفلت کرنے والوں کی مثال یوں سمجھو جیسے چند لوگ کسی کشتی میں سوار ہیں کشتی کے اوپر کے لوگ نیچے کے لوگوں کی تکلیف کا سبب بنے اور نیچے کے لوگوں نے اوپر کے لوگوں کو تکلیف پہنچائی یعنی نیچے کے لوگوں کو پانی کی ضرورت ہوئی تو اوپر گئے تاکہ پانی کھینچ لائیں لیکن اوپر والوں کو تکلیف ہونے لگی تو کہنے لگے کہ اگر ہم کشتی کے نیچے ہی سے کوئی تختہ ہٹا کر پانی کی سبیل کر لیں تو اوپر والوں کو تکلیف نہ ہوگی۔ غرض یہ کہ ظاہر ہے کہ اس کا کیا نتیجہ ہوا ہوگا کشتی میں پانی آنے کے سبب سے سب ڈوب گئے ہوں گے چاہیے کہ کشتی میں سوراخ کرنے سے انہیں روک دیا جائے۔ اسی طرح اگر ان گنہگاروں کو تم چھوڑ دو گے امر گناہ سے روکو گے نہیں تو کشتی والوں کی طرح تم سب کے سب ہلاک ہو جاؤ گے اگرچہ کشتی کے اوپر والوں کی طرح تمہارا قصور نہ ہو اس لئے کہ یہ سزا ہے اس بات کی کہ روکا کیوں نہیں۔ (۲)

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ معاصی جب میری امت میں عام ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ عذاب کو عام کر دے گا۔ تو میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس میں نیک لوگ بھی تو ہوں گے۔ آپ نے فرمایا' ہاں وہ بھی عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ لیکن مرنے پر اللہ تعالیٰ کی مغفرت انہیں حاصل رہے گی۔ (۳)

وَاذْكُرُوٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِى الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ
النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۶﴾

اور اس حالت کو یاد کرو جب کہ تم قلیل تھے سرزمین میں کمزور شمار کئے جاتے تھے اس اندیشہ میں رہتے تھے کہ تم کو لوگ نوچ کھسوٹ نہ لیں۔ سو اللہ تعالیٰ نے تم کو رہنے کی جگہ دی اور تم کو اپنی نصرت سے قوت دی اور تم کو نفیس نفیس چیزیں عطا فرمائیں تاکہ تم شکر کرو۔

نصرت ورحمت کی یاددہانی: اللہ پاک ان نعمتوں کو بتا رہا ہے جو مومنین پر کی گئیں کہ وہ تعداد میں کم تھے ہم نے انہیں بڑھا دیا' وہ کمزور تھے اور خائف تھے' ہم نے قوی بنا دیا اور خوف کے اسباب دور کر دیئے غریب اور فقیر تھے

---

(۱) [مسند احمد (۵/۳۹۰) مجمع الزوائد (۲۹۷/۱۰)] علامہ ابن طاہر مقدسیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں عمرو بن عبدالغفار راوی ضعیف ہے۔ [ذخیرۃ الحفاظ (۴۴۲۱)] شیخ البانیؒ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف الجامع (۴۶۵۰) السلسلة الضعیفة (۴۲۹۸)]

(۲) [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب الشهادات: باب القرعه فی المشکلات (۲۶۸۶) ترمذی: کتاب الفتن (۲۱۷۳) مسند احمد (۲۶۸/۴، ۲۷۰)]

(۳) [**صحیح**: مسند احمد (۲۹۴/۶)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [السلسلة الصحیحة (۱۳۷۲) صحیح الجامع الصغیر (۶۸۰)]

انہیں پاک رزق دیا' انہیں شکر گزار بنایا وہ اطاعت کرنے لگے اور ہر بات میں فرماں بردار ہو گئے۔ یہ تھا حال مومنین کا جب کہ وہ مکے میں تھے اور تعداد میں بہت تھوڑے تھے' کمزور تھے' مشرک' مجوسی' رومی سب کے سب ان کی قلت اور عدم قوت کے سبب ان کے قتل کے درپے ہو گئے تھے۔ ہر آن انہیں خوف تھا کہ وہ اچک لئے جائیں گے۔ یہی حالت ایک عرصہ تک رہی اللہ تعالیٰ نے انہیں مدینے کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ وہاں انہیں پناہ ملی۔ مدینے کے لوگوں نے ان کی مدد کی۔ یوم بدر اور دوسری لڑائیوں میں ان کا ساتھ دیا۔ جان و مال ان پر قربان کر دیا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنا چاہتے تھے ﴿وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ﴾ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عرب میں یہ لوگ بہت ہی خستہ حالی میں تھے' ان کی زندگی بہت تباہ تھی' پیٹ سے بھوکے جسم سے ننگے' راہ سے بے راہ' جو بھی تھا بدنصیب' انہیں تو کھانے کو نہ ملتا تھا بلکہ انہیں کو کھایا جا رہا تھا' ہمیں تو نہیں معلوم کہ دنیا بھر میں ان سے بڑھ کر کوئی بھی ذلیل حالت میں ہو' لیکن اسلام لانے کے بعد کیا ہوا' یہی ذلیل لوگ ملکوں پر قابض ہو گئے' امیر اور بادشاہ بن گئے' رزق ڈھیروں ملنے لگا۔ بادشاہوں پر بھی حکم چلانے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ سب کچھ دیا جو آج تم دیکھ رہے ہو۔ اب اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر کرو۔ وہ منعم حقیقی ہے۔ شکر گزار بندوں کو پسند کرتا ہے اور دولت و نعمت کو اور بڑھاتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾ ع

اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ اور رسول کے حقوق میں خلل مت ڈالو اور اپنی قابل حفاظت چیزوں میں خلل مت ڈالو اور تم تو جانتے ہو○ اور تم اس بات کو جان رکھو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد ایک امتحان کی چیز ہے اور اس بات کو بھی جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا بھاری اجر ہے○

اللہ و رسول کی خیانت کا مفہوم: یہ آیت ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ کے حق میں اتری ہے جب کہ حضرت ﷺ نے انہیں بنو قریظہ کے یہودیوں کی طرف بھیجا تھا کہ حکم رسول کی شرط مانتے ہوئے قلعہ خالی کر دیں۔ یہودیوں نے ابولبابہ رضی اللہ عنہ ہی سے مشورہ مانگا۔ انہوں نے ان کے حسب مرضی مشورہ دیا۔ اس کے بعد ہی ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو احساس ہوا اور وہ تاڑ گئے کہ یہ تو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی خیانت ہوئی۔ چنانچہ حسب مرضی مشورہ دیا۔ چنانچہ قسم کھا بیٹھے کہ جب تک اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرما نہ لے گا مر جائیں گے لیکن کھانا نہ کھائیں گے۔ اب مدینے کی مسجد میں آئے ستون سے اپنے آپ کو باندھ دیا۔ نو دن اسی حالت میں گزرے۔ بھوک پیاس سے غش کھا کر گر گئے۔ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کی زبانی اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول فرمائی۔ لوگ بشارت دیتے ہوئے آئے اور چاہا کہ ستون کھول دیں۔ ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے صرف رسول اللہ ﷺ کھول سکتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے کھولا اور کہنے

لگے یا رسول اللہ ﷺ ! میں نے سب اپنا مال صدقہ کردیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، صرف تیسرا حصہ صدقہ ہوگا۔ (۱) مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بہ لحاظ مضمون یہ آیت قتل عثمان رضی اللہ عنہ کی پشین گوئی سے متعلق ہے کیونکہ امیر کو فتنہ وفساد کر کے قتل کر دینا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی خیانت ہے۔ (۲)

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ ابوسفیان مکے سے نکلے، جبرائیل علیہ السلام نے آ کر حضرت ﷺ کو خبر کردی کہ ابوسفیان فلاں مقام پر ہے تو حضرت ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ ابوسفیان فلاں مقام پر ہے اس کو گرفتار کرنے کے لئے نکلو اور یہ معاملہ بالکل راز میں رہے۔ لیکن ایک منافق نے ابوسفیان کو لکھ بھیجا کہ محمد ﷺ تم کو پکڑنے کے درپے ہیں، ہوشیار ہو جاؤ تو یہ آیت اتری کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی خیانت نہ کرو، رسول اللہ ﷺ کا راز ظاہر کر دینا یہی رسول اللہ کی خیانت ہے یہ حدیث غریب ہے۔ آیت کے سیاق سے بھی اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ مسلم و بخاری میں حاطب بن ابی بلتعہ کا قصہ یوں لکھا ہے (۳) کہ انہوں نے کفار قریش کو نبی اکرم ﷺ کے قصد سے آگاہ کرنے کے لئے خط لکھا۔ یہ فتح مکہ کے وقت کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو آگاہ فرما دیا آپ ﷺ نے پیچھے ہی آدمی کو دوڑایا، وہ خط پکڑا گیا۔ حاطب کو بلایا گیا، حاطب رضی اللہ عنہ نے اپنے قصور کا اعتراف کیا۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ اس کی گردن اڑا دیجئے، اس نے اللہ اور رسول اللہ ﷺ سے خیانت کی ہے۔ تو حضرت ﷺ نے فرمایا عمر جانے بھی دو یہ بدر کے جہاد میں شریک تھا کیا تمہیں خبر نہیں کہ مجاہدین بدر کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ میں نے تمہیں بخش دیا تمہارے سب گناہ معاف ہیں۔ غرض یہ کہ صحیح تر یہی بات ہے کہ آیت میں عمومیت ہے اگرچہ یہ درست ہے کہ آیت کا شان نزول ایک سبب خاص ہے، اور علماء کے نزدیک عموم لفظ کے قائل ہو سکتے ہیں۔ خصوص سبب نہیں تو نہ سہی۔ اور خیانت کی تعریف میں چھوٹے بڑے لازم اور متعدی سب ہی گناہ شامل ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہاں لفظ امانت سے وہ سارے اعمال مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ نے بندوں پر فرض کر رکھے ہیں۔ مراد یہ کہ فریضہ کو نہ توڑ، ترک سنت نہ کرو، ارتکاب معصیت سے بچو۔ عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ ایسا نہ کرو کہ سامنے تو کسی کی مرضی کی بات نہ بولو اور اس کے غیاب میں کسی سے اس کی غیبت یا مخالفت کرو، اصلی خیانت یہی ہے، امانت اسی سے ختم ہوتی ہے۔ سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی خیانت یہی ہے کہ آدمی باہمی خیانت کرے۔ لوگ نبی اکرم ﷺ سے بات سنتے تھے دوسروں سے کہہ دیتے تھے اس کی خبر مشرکین تک پہنچ جاتی تھی۔ اس لئے

---

(۱) [مرسل: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۵۹۳۷)]

(۲) [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۵۹۳۹)] اس کی سند میں یونس طائفی راوی ضعیف ہے۔]

(۳) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الجهاد: باب الجاسوس (۳۰۰۷) صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابة: باب من فضائل اهل البدر وقصة حاطب بن ابی بلتعه (۲٤۹٤) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة الممتحنه (۳۳۰۵) ابوداؤد: کتاب الجهاد: باب فی حکم الجاسوس اذا کان مسلم (۲٦۵۰) مسند احمد (۷۹/۱)]

حضرت ﷺ نے فرمایا کہ دو آدمیوں کے درمیان کی بات بہر صورت امانت ہوا کرتی ہے۔ بات کو جہاں سنا ہے وہیں چھوڑ دینا چاہیے۔ کسی کے سامنے کسی کی بات دہرانا نہیں چاہیے اگر چہ اس نے منع نہ کیا ہو ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ فتنہ سے آزمائش اور امتحان مراد ہے کہ اولاد دے کر آزماتے ہیں کہ تم شکر کرتے ہو یا نہیں اور اولاد کی ذمہ داریاں بجالاتے ہو یا نہیں' یا یہ کہ ان کی محبت میں اللہ تعالیٰ سے غافل ہو جاتے ہو۔ اگر اس امتحان میں پورے اترو گے تو اللہ تعالیٰ کے پاس اجر عظیم ہے۔ اور فرمایا کہ شر اور خیر کے ذریعہ ہم تم کو آزمائیں گے۔ اور فرمایا کہ اے مومنو! تمہاری اولاد اور تمہارے اموال اللہ تعالیٰ کی یاد سے تم کو غافل نہ بنادیں اگر ایسا ہو تو تم بڑے گھاٹے میں رہو گے۔ اور فرمایا کہ تمہاری بیویاں اور تمہاری اولاد دشمن ہیں اس لئے احتیاط کو پیش نظر رکھو۔ اللہ تعالیٰ کے پاس کا ثواب اور اس کی جنتیں اس مال اور اولاد سے کہیں بہتر ہیں۔ یہ دشمن کی طرح ضرر رساں ہیں۔ اور اکثر ان میں سے تمہارے لئے فائدہ بخش نہیں بنتے۔ اللہ پاک دنیا اور آخرت کا مالک ہے قیامت میں اس کے پاس ثواب عظیم ہے۔ حدیث میں ہے کہ ''اے ابن آدم! تو مجھے ڈھونڈھ میں مل جاؤں گا۔ میں تجھے مل گیا تو سمجھ لے کہ سب کچھ مل گیا اور اگر تو نے مجھے کھو دیا تو سب کچھ کھو دیا۔ چاہیے کہ میں تیرے پاس ہر چیز سے زیادہ محبوب رہوں۔''

حضرت ﷺ نے فرمایا کہ تین چیزوں میں زبردست حلاوت ایمان ہے ① اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا ہر چیز سے زیادہ محبوب ہونا۔ ② جس سے بھی محبت اور خلوص ہو تو صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر اور ((لـلـهـيـت)) کے طور پر ہو' ذاتی غرض شامل نہ ہو۔ ③ آگ میں جھونک دیا جانا بہتر سمجھے بہ نسبت اس کے کہ اسلام کے بعد مرتد ہو جائے۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ کی محبت کو اموال واولاد پر بھی مقدم سمجھے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کی قسم ایمان نصیب ہی نہیں اگر اپنی جان ومال واولاد سے زیادہ مجھے نہ چاہو''۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝۲۹

اے ایمان والو اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو ایک فیصلہ کی چیز دے گا اور تم سے تمہارے گناہ دور کر دے گا اور تم کو بخش دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے ○

تقویٰ بخشش کا ذریعہ: اے مومنو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو تو اللہ تعالیٰ تم کو دین اور دنیا میں نجات دے دے گا۔ ((فرقان)) سے مراد نجات یا مدد یا حق و باطل میں فیصلہ مراد ہے۔ یہ تفسیر ابن اسحاق کی تفسیر' تفسیر ماسبق سے زیادہ عام ہے۔ اس لئے کہ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اس کے احکام بجالائے گا اس کی مناہی سے اجتناب کرے گا معرفت حق و باطل کی اسے توفیق ہوگی۔ یہ اس کی نجات و مدد کا سبب ہوگا' اس کے گناہوں کا کفارہ ہوگا اللہ تعالیٰ غفار وستار بن جائے گا اللہ تعالیٰ سے جزاء عظیم کا حقدار ہوگا جیسا کہ فرمایا ''اے مومنو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ تم پر دوہری رحمت نازل کرے گا وہ تمہیں ایک نور دے گا کہ اس کی رہنمائی میں چلو

گے وہ تمہیں بخش دے گا وہ بڑا غفور رحیم ہے۔'' (۱)

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۳۰﴾

اور اس وقعہ کا بھی ذکر کیجئے جب کہ کافر لوگ آپ ﷺ کی نسبت تدبیر سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کر لیں یا آپ کو قتل کر ڈالیں یا آپ کو خارج وطن کر دیں اور وہ تو اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنی تدبیر کر رہے تھے اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر والا اللہ تعالیٰ ہے ○

رسول اللہ ﷺ کے قتل کی سازش: اب کافر یہ چال چلنا چاہتے ہیں کہ تم کو قید کر دیں یا قتل کر دیں یا وطن سے نکال دیں۔ اثبات کے معنی قید اور حبس کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ تمہارے ساتھ کوئی برا ارادہ رکھتے ہیں۔ کافروں نے جب یہ مشورہ کیا کہ نبی اکرم ﷺ کو قید یا قتل کر دیں یا دیس نکالا دیں تو ابو طالب نے بھیجتے سے پوچھا کہ تمہیں کیا خبر ہے کہ یہ کافر تمہارے ساتھ کیا قصد رکھتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمادیا کہ قید یا قتل یا جلاوطنی تو ابو طالب نے پوچھا تمہیں کس نے خبر دی آپ ﷺ نے فرمایا میرے رب نے خبر دی ہے۔ ابو طالب نے کہا' تمہارا رب بہت اچھا ہے ہمیشہ اس کے خیر طلب رہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں اس کا خیر طلب کیا رہوں گا' بلکہ وہ میرا خیر طلب رہتا ہے۔ (۲) سچ تو یہ ہے کہ ابو طالب کا ذکر اس میں بہت ہی عجیب ہے بلکہ قابل انکار ہے اس لئے کہ یہ آیت مدنی ہے اور یہ واقعہ اور قریش کا اس طرح مشورہ کرنا ہجرت کی رات تھا اور ابو طالب کی موت تو اس سے بھی تین سال پہلے واقع ہو چکی تھی۔ ابو طالب کی موت ہی کے سبب تو کافروں کو اتنی جرات وہمت بھی ہوئی تھی کیونکہ ابو طالب تو ہمیشہ آپ کی حمایت اور مدد کرتے رہتے تھے۔ اور بھتیجے کی حفاظت میں قریش کا مقابلہ کرتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرداران قریش کی ایک جماعت نے مجلس شوریٰ بلائی اور آپ کی ضرر رسانی کے درپے ہوئے۔ اس مجلس میں ابلیس بھی ایک شیخ جلیل کی صورت میں آیا۔ لوگوں نے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا۔ میں اہل نجد کا شیخ ہوں۔ میں نے سنا کہ تم لوگ مجلس شوریٰ کر رہے ہو' میں بھی چلا آیا تا کہ میری نصیحت اور مشورے سے تم محروم نہ رہو۔ لوگوں نے کہا آیئے ضرور آیئے۔ وہ کہنے لگا کہ تم لوگ اس شخص کے بارے میں خوب فکر اور تدبیر سے کام لو ورنہ بہت ممکن ہے کہ وہ تم پر چھا جائے۔ چنانچہ ایک نے رائے دی کہ اسے قید کر دینا چاہیے حتیٰ کہ وہ قید ہی میں ہلاک ہو جائے جیسا کہ زہیر اور نابغہ شاعروں کو اس سے پہلے قید کر دیا تھا اور وہ وہیں تادم مرگ سڑتے پڑے رہے اور یہ بھی تو ایک شاعر ہی ہے۔ اس پر وہ شیخ نجدی چیخ اٹھا کہ میری تو ہرگز یہ رائے نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اس کا رب اسے وہاں سے نکال لے جائے گا اور وہ اپنے ساتھیوں میں پہنچ جائے گا۔ پھر وہ حملہ کر کے تم سے سب کچھ چھین لے گا اور تمہارے شہروں سے تم کو نکال باہر کرے گا۔ لوگوں نے کہا شیخ نے سچ کہا

---

(۱) [سورۃ الحدید: آیت ۲۸]

(۲) [**مرسل و ضعیف**: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۵۹۷۸)]

کوئی دوسری تجویز پیش کرو۔ دوسرے نے رائے دی اس کو اپنے ملک ہی سے نکال باہر کرو اور چین پاؤ جب وہ یہاں رہے گا ہی نہیں تو تمہیں اس سے پھر اندیشہ ہی کیا ہے۔ اس کا تعلق تمہارے سوا کسی اور سے رہے گا۔ تمہیں کیا واسطہ۔ یہ سن کر شیخ نجدی نے کہا' اللہ تعالیٰ کی قسم یہ رائے بھی ٹھیک نہیں' کیا تمہیں اس کی شریں زبان کی خبر نہیں' وہ اپنی باتوں سے سب کا دل موہ لیتا ہے۔ اگر تم نے ایسا کیا تو وہ باہر جا کر سارے عرب کو ملا لے گا۔ اس کے سارے حمایتی مل کر حملہ کر بیٹھیں گے اور تمہیں اپنے وطن سے نکال دیں گے تمہارے شرفاء قتل ہو جائیں گے۔ لوگوں نے کہا شیخ سچ کہتا ہے' کوئی اور رائے پیش کرو۔ تو ابوجہل نے کہا میں ایک مشورہ دیتا ہوں اگر تم سوچو تو اس سے بہتر کوئی دوسری رائے نہیں ہو سکتی۔ ہر قبیلہ سے تم ایک ایک نوجوان چن لو جو بہادر اور شریف ہو' ہر ایک کے پاس تلوار ہو' سب مل کر اس پر دفعۃً واحدۃً وار کر بیٹھیں جب وہ قتل ہو جائے تو اس کا خون قبائل میں بٹ جائے گا۔ یہ تو ممکن نہیں کہ بنی ہاشم کا ایک قبیلہ قریش کے سارے قبیلوں سے لڑائی مول لے مجبوراً بنی ہاشم کو اس کے قتل کی دیت قبول کرنی پڑے گی۔ دیت دے دیں گے ہم کو چین مل جائے گا۔ شیخ نجدی نے کہا واللہ یہ رائے ٹھیک رہی' اس سے بہتر کوئی رائے نہیں۔ اس پر اتفاق رائے کے بعد مجلس برخاست ہو گئی۔ اب جبرائیل علیہ السلام آئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آج کی رات بستر پر نہ سونا اور کافروں کی سازش کی اطلاع دے دی۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس رات اپنے بستر پر نہ سوئے اور اسی وقت ہجرت کا حکم دے دیا۔ مدینے آنے کے بعد اللہ پاک نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورہ انفال نازل فرمائی اپنی نعمتوں کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ ﴿يَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ﴾ وہ چال چلتے ہیں اللہ تعالیٰ بھی چال چلے گا' اللہ بڑا مدبر ہے۔ ان کا قول تھا ﴿تَرَبَّصُوْا بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنَ حَتّٰى يُهْلِكَ﴾ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد باری ہے ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنَ﴾ [1] (ترجمہ) کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ شاعر ہے ہم اس کے بارے میں حادثہ موت کا انتظار کر رہے ہیں۔ چنانچہ اس دن کا نام ہی ((يوم الزحمة)) پڑ گیا۔ کیونکہ اس روز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش کی گئی تھی۔ [2] ان کے انہیں ارادوں کا ذکر آیت ﴿وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلَافَكَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ [3] میں ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حکم اللہ ہی کے انتظار میں تھے اور جب قریش نے قتل کا ارادہ کر لیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور حکم دیا کہ میرے بستر پر لیٹ جاؤ۔ علی رضی اللہ عنہ سبز چادر اوڑھ کر لیٹ گئے۔ رسول اللہ باہر نکلے لوگ دروازے پر دکھائی دیئے آپ نے ایک مٹھی بھر مٹی لی ان کی طرف پھینکی ان کی آنکھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پھر گئیں آپ ﴿يٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ﴾ تا ﴿فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ﴾ [4] پڑھتے ہوئے نکل گئے۔ [5] ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روتی ہوئی آئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] [سورۃ الطور: آیت ۳۰]

[2] [بیھقی فی دلائل النبوۃ (۲/۴۶۸، ۴۶۹)]

[3] [سورہ الاسراء: آیت ۷۶]

[4] [سورہ یسین : آیت ۹]

[5] [معضل وضعیف : بیھقی فی دلائل النبوۃ (۲/۴۶۹۔ ۴۷۰)]

نے فرمایا کیوں روتی ہو۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا' کیسے نہ روؤں۔ یہ قریش کے لوگ لات وعزیٰ کی قسمیں کھا کھا کر وعدہ کئے ہوئے ہیں کہ آپ کو دیکھ کر حملہ کر کے قتل کر دیں گے اور ہر ایک ان میں سے آپ کے قتل میں حصہ لینا چاہتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا بیٹی وضو کے لئے پانی لاؤ۔ آپ ﷺ نے وضو کیا' کعبۃ اللہ کی طرف چلے۔ قریش نے کہا کہ یہ وہی ہے لیکن ساتھ ہی ان کے سر نیچے کو جھک گئے گردنیں ٹیڑھی ہو گئیں۔ وہ اپنی نگاہیں اٹھا نہ سکے۔ حضرت ﷺ نے ایک مٹھی بھر مٹی اٹھائی اور ان کی طرف پھینکی اور کہا' چہرے بگڑ جائیں۔ جس کو یہ کنکری لگی یوم بدر میں وہ کافر ضرور قتل ہوا۔ [1] غرض حضرت ﷺ ہجرت کر کے غار میں جا پہنچے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے لیا۔ مشرکین حضرت ﷺ کے گھر کی چوکیداری کرتے رہے۔ علی رضی اللہ عنہ کو محمد سمجھتے رہے صبح کے قریب دھاوا بول دیا۔ لیکن گھر میں علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو سارا منصوبہ چوپٹ ہو گیا۔ پوچھنے لگے محمد ﷺ کہاں ہیں؟ علی رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے کوئی خبر نہیں۔ نقش قدم کے پتے سے چلے۔ پہاڑ کے قریب پہنچے تو اشتباہ ہو گیا۔ پہاڑ پر چڑھ گئے غار کے سامنے سے گزرے غار کے منہ پر مکڑی نے جالا بن دیا تھا۔ کہنے لگے اگر غار کے اندر کوئی ہوتا تو اس کے دہانے پر مکڑی کا اتنا بڑا جالا کیسے قائم رہتا۔ آپ ﷺ غار میں تین دن ٹھہرے رہے۔ [2] اللہ پاک فرماتا ہے کہ وہ چال چلتے ہیں تو ہم بھی اپنی چال بتاتے ہیں۔ دیکھو کیسے ان کافروں سے نجات دے دی۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۲﴾ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾

اور جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اگر ہم ارادہ کریں تو اس کے برابر ہم بھی کہہ لائیں یہ تو کچھ بھی نہیں صرف بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے منقول چلی آرہی ہیں ○ اور جب کہ ان لوگوں نے کہا کہ اے اللہ تعالیٰ اگر یہ قرآن آپ کی طرف سے واقعی ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسائیے یا ہم پر کوئی دردناک عذاب واقع کر دیجئے ○ اور اللہ تعالیٰ ایسا نہ کریں گے کہ ان میں آپ کے ہوتے ہوئے ان کو عذاب دیں اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہ دیں گے جس حالت میں کہ وہ استغفار بھی کرتے رہتے ہیں ○

---

[1] [حسن : مسند احمد (۱/۳۰۳، ۳۶۸) مستدرك حاكم (۱/۱۶۳) صحيح ابن حبان (۶۵۰۲) بيهقي في دلائل النبوة (۶/۲۴۰)] امام حاکم ؒ نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۲۷۶۲)]

[2] [ضعيف : مسند احمد (۳۲۵۱) طبرانی كبير (۱۲۱۵۵) مجمع الزوائد (۱۱۰۲۸)] شیخ البانی ؒ نے اسے سلسله ضعيفه [۱۱۲۹] میں ذکر کیا ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ اس میں عثمان جزری راوی کو اہل علم ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۳۲۵۱)]

نبی ﷺ اور استغفار کرنے والوں کی موجودگی میں عذاب نہیں: قریش کے کفر وتمرّد کی خبر دی جارہی ہے کہ قرآن سن کروہ کیسادعوائے باطل کرتے ہیں۔کہتے ہیں کہ ہم نے جو یہ قرآن سنا ہے چاہیں تو ہم بھی ایسا کہہ دیں۔ یہ صرف ان کا دعویٰ ہی دعویٰ ہے اور قول بلافعل ہے۔چنانچہ اس پر بار ہا قرآن میں تحدی کی گئی۔چیلنج دیا گیا کہ ایسی ایک سورت ہی بنالاؤ لیکن وہ ایسا نہ کر سکے۔ایسا کہہ کروہ خود اپنے نفسوں کو دھوکا دے رہے ہیں۔اور اپنے جھوٹے ہم خیالوں کو بھی دھوکے میں رکھے ہوئے ہیں کہتے ہیں کہ یہ کہنے والا نضر بن حارث تھا۔یہ بے دین بلاد فارس کی طرف گیا ہوا تھا۔وہاں کے ایرانی بادشاہوں اور رستم اسفندریار کی تاریخ پڑھا ہوا تھا اور جب واپس ہوا تو رسول اللہ ﷺ کی بعثت واقع ہو چکی تھی۔آپ لوگوں کو قرآن سناتے رہتے تھے۔اور جب حضرت ﷺ مجلس ختم کر دیتے تو یہ کمبخت نضر بیٹھ جاتا اور یہ ایرانی بادشاہوں کی تاریخ بیان کر کے کہتا' بتاؤ کس نے اچھی قصہ خوانی کی ہے' میں نے یا محمد ﷺ نے؟ اور جب اللہ تعالیٰ نے یوم بدر میں مسلمانوں کو کامیابی بخشی اور بعض مشرکین مکہ گرفتار ہوئے تو حضرت ﷺ نے اس کو بھی گردن زدنی قرار دیا اور اس کی بھی گردن اڑا دی گئی۔مقداد رضی اللہ عنہ بن اسود نے اس کو قید کیا ہوا تھا۔سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے بدر کے روز تین قیدیوں کے قتل کا حکم دیا تھا عقبہ بن ابی معیط۔طعیمہ بن عدی۔نضر بن حارث۔نضر مقداد رضی اللہ عنہ کا قیدی تھا۔حضرت ﷺ نے اس کے قتل کا حکم دیا تو مقداد رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ ﷺ! یہ تو میرا قیدی ہے مجھے ملنا چاہیے' تو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس نے کتاب اللہ کا منہ چڑھایا ہے' چنانچہ قتل کا حکم ہو گیا۔مقداد رضی اللہ عنہ نے اپنے اسیر کی طرف پھر حضرت ﷺ کو توجہ دلائی تو آپ ﷺ نے یہ دعا کی کہ یا اللہ! تو اپنے فضل سے مقداد رضی اللہ عنہ کو بہت کچھ دے۔تو مقداد کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ! اصرار کے ساتھ مطالبہ سے میری یہی عرض تھی کہ آپ سے دعا کرالوں۔اسی نضر کے بارے میں یہ آیت اتری [1] ﴿وَاِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُنَا﴾ الخ' سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے طعیمہ کے بجائے معطم بن عدی کا نام کہا ہے اور یہ بات غلط ہے اس لئے کہ معطم بن عدی تو بدر کے روز زندہ ہی نہیں تھا۔اس لئے اس روز حضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر آج معطم بن عدی زندہ ہوتا اور ان مقتولین میں سے کسی کا سوال کرتا تو میں اس کو یہ قیدی دے دیتا۔[2] آپ ﷺ نے یہ اس لئے فرمایا کہ اس نے حضرت ﷺ کو اس وقت بچایا تھا جب کہ آپ طائف کے ظالموں سے پیچھا چھڑا کر مکے واپس ہو رہے تھے۔

((اساطیر)) اسطورہ کی جمع ہے یعنی وہ کتابیں اور اقتباسات جو سیکھ کر لوگوں کو سنائے جاتے ہیں اور یہ محض افسانے ہوتے ہیں جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے ﴿وَقَالُوۡۤا اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ اكۡتَتَبَهَا فَهِىَ تُمۡلٰى عَلَيۡهِ بُكۡرَةً وَّاَصِيۡلًا قُلۡ اَنۡزَلَهُ الَّذِىۡ يَعۡلَمُ السِّرَّ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوۡرًا

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۵۹۹۳)]

[2] [**صحیح** : صحیح بخاری : کتاب فرض الخمس : باب ما من النبی علی الاساری من غیر أن یخمس (۳۱۳۹) ابوداؤد : کتاب الجهاد : باب فی المن علی الاسیر بغیر فدا (۲۶۸۹) مسند احمد (۸۰/٤)]

﴿رَّحِيۡمًا﴾ [1] کافر کہتے ہیں کہ یہ قرآن تو متقدمین کے جھوٹے افسانے ہیں جنہیں لکھ لیا گیا اور شب و روز سنایا جاتا رہتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے وہ اس سے درگزر فرما کر اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ وہ آسمان و زمین کے بھیدوں کو جانتا ہے اور یہ قرآن اسی کی طرف سے ہے۔ کافر کہتے ہیں کہ "اے اللہ تعالیٰ اگر یہ قرآن حق ہے تو آسمان سے ہم پر پتھر برسا یا عذاب الیم ہمیں دے"۔ یہ دعا ان کے کمال جہل و نادانی و سرکشی و عناد کے سبب سے ہے اسی بیوقوفی میں وہ بدنام ہیں۔ انہیں چاہیے تھا کہ وہ دعا یوں مانگتے کہ اے اللہ! اگر یہ قرآن تیری طرف سے ہے تو ہمیں اس کے اتباع کی توفیق عنایت فرما لیکن انہوں نے تو اپنی جان پر عذاب مول لے لیا اور سزا کے لئے جلدی کرنے لگے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "یہ لوگ عذاب کے لئے جلدی کرتے ہیں۔ ارے عذاب کا اگر ایک دن مقرر نہ ہوتا تو عذاب انہیں فوراً ہی آ پکڑتا کہ انہیں خبر تک نہ ہوتی"۔ [2] وہ کہتے ہیں کہ ﴿قَالُوۡا رَبَّنَا عَجِّلۡ لَّنَا﴾ [3] الخ اور ﴿سَاَلَ سَآئِلٌ الخ﴾ [4] گزشتہ امتوں کے جاہلوں نے بھی تو ایسا ہی کہا تھا "شعیب کی قوم کہتی ہے کہ اے شعیب! اگر تم سچے ہو تو ہم پر آسمان گرا دو۔ یا یہ کہ اے اللہ تعالیٰ! اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے سنگ باری کر"۔ ابو جہل بن ہشام نے یہی کہا تھا کہ ﴿اَللّٰهُمَّ اِنۡ كَانَ هٰذَا هُوَ الۡحَقَّ مِنۡ عِنۡدِكَ فَاَمۡطِرۡ عَلَيۡنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائۡتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ﴾ کہ اگر یہ سچا قرآن ہے تو آسمان سے ہم پر پتھر کیوں نہیں برسا دیتے۔ تو یہ آیت اتری ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمۡ وَاَنۡتَ فِيۡهِمۡ﴾ یعنی جب تک تم ان کے درمیان ہو اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ دے گا۔ [5] یا جب تک وہ استغفار کرتے ہیں اور فرمایا ﴿لَقَدۡ جِئۡتُمُوۡنَا فُرَادٰى﴾ [6] الخ، یعنی تم ہمارے پاس اکیلے اکیلے آؤ گے۔ جیسا کہ پہلی دفعہ ہم نے تمہیں پیدا کیا تھا۔ عطاء کہتے ہیں کہ اس مضمون کی دس آیتیں قرآن پاک میں ہیں۔ [7] بریدہ کہتے ہیں کہ میں نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو جنگ احد میں گھوڑے پر سوار ٹھہرا ہوا دیکھا اور وہ یہ کہہ رہے تھے کہ اے اللہ تعالیٰ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کہتے ہیں اگر وہ سچ ہے تو مجھے گھوڑے سمیت زمین میں دھنسا دے (یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ایمان نہیں لائے تھے)۔ اس امت کے جاہلوں کا بھی ایسا ہی قول تھا۔ [8] اللہ پاک اپنی آیت کو پھر دہراتا ہے اور ان پر اپنی رحمت کا ذکر فرماتا ہے کہ جب تک وہ استغفار کرتے ہیں اور تمہاری موجودگی ان کے اندر ہے ہم ان پر عذاب آسمانی نازل نہ کریں گے۔ مشرکین بیت اللہ شریف کا طواف کرتے تھے اور کہتے تھے ﴿لَبَّيۡكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيۡكَ لَبَّيۡكَ لاَ شَرِيۡكَ لَكَ لَبَّيۡكَ﴾ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے بس بس یہیں تک بولو آگے نہ بڑھو، لیکن کفار ساتھ ہی یہ بولتے ﴿اِلاَّ شَرِيۡكًا هُوَ لَكَ تَمۡلِكُهُ وَمَا مَلَكَ﴾ لیکن تیرا

---

[1] [سورہ الفرقان: آیت ۵۔۶]
[2] [سورہ العنکبوت: ۵۳]
[3] [سورہ ص: ۱۶]
[4] [المعارج: ۱،۳]
[5] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر (۴۶۴۸)]
[6] [سورہ الانعام: آیت ۹۴]
[7] [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۳۱/۶)]
[8] [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۳۱/۶)]

ایک شریک بھی ہے تو اس کا بھی مالک ہے اور اس کے املاک کا بھی مالک ہے اور پھر ساتھ ہی کہتے ﴿غُفْرَانَكَ﴾ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ تم جب تک ان میں ہو وہ عذاب سے محفوظ ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ان کو دو امانیں حاصل تھیں ایک تو نبی اکرم ﷺ کا وجود دوسرے ان کا بعد از شرک استغفار۔ اب نبی اکرم ﷺ کے پردہ کے بعد صرف ان کا استغفار سبب معافی رہ گیا۔ (۱) قریش آپس میں کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو ہمارے درمیان بزرگ بنایا ہے۔ دن میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ جو گستاخی کرتے' رات کو نادم ہو کر کہتے ﴿غُفْرَانَكَ اللّٰهُمَّ﴾ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ﴿مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ﴾ والی آیت اتاری۔ یعنی انبیاء علیہم السلام جب تک بستی سے نکل نہیں جاتے قوم پر عذاب نہیں آیا کرتا۔ ان میں سے بعض وہ لوگ بھی تھے جو پہلے ہی سے ایمان حاصل کر چکے تھے۔ وہ استغفار کرتے نمازیں پڑھتے یہ مسلمان تھے اور حضرت ﷺ کے ہجرت کے بعد بھی مکے میں رہ گئے تھے۔ حضرت ﷺ کے مکے کی بستی کو چھوڑ کر چلے جانے کے باوجود اہل مکہ پر اس لئے عذاب نہیں آیا کہ یہ مسلمان مکہ میں رہ گئے تھے اور استغفار کرتے رہتے تھے۔ یہ اہل مکہ وقوع عذاب سے بچ گئے کیونکہ یہ اچھے لوگ ابھی ان میں باقی تھے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ میرے دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی قیامت تک استغفار لوگوں کو عذاب سے بچاتا رہے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''شیطان نے کہا اے اللہ تعالیٰ تیری عزت کی قسم جب تک تیرے بندوں کے جسموں میں روحیں ہیں میں انہیں بہکاتا رہوں گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے میری عزت کی قسم جب تک وہ استغفار کرتے رہیں گے' میں بھی انہیں بخشتا رہوں گا۔ (۲)

وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ؕ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۵﴾

اور ان کا کیا استحقاق ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ سزا نہ دے حالانکہ وہ لوگ مسجد حرام سے روکتے ہیں حالانکہ وہ لوگ اس مسجد کے

---

(۱) [ضعیف : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة الانفال (۳۰۸۲)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی (۵۹۷) السلسلة الضعيفة (۱۶۹۰) ضعيف الجامع الصغير (۱۳۴۱)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ اس کی سند میں اسماعیل بن مہاجر راوی ضعیف اور عباد بن یوسف راوی مجہول ہے۔]

(۲) [صحیح : مسند احمد (۲۰/۶) مستدرك حاكم (۲۶۱/۴) مسند ابو يعلى (۱۳۹۹) بغوى فى شرح السنة (۱۲۳۹) بيهقى فى الاسماء والصفات (ص : ۱۳۳-۱۳۴)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [السلسلة الصحيحة (۱۰۴)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اسے حسن کہا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۱۲۳۷)]

متولی نہیں۔اس کے متولی تو سوا متقیوں کے اور کوئی بھی اشخاص نہیں لیکن ان میں اکثر لوگ علم نہیں رکھتے ○ اور ان کی نماز کعبہ کے پاس صرف یہ تھی سیٹیاں بجانا اور تالیاں بجانا سو اس عذاب کا مزہ چکھو اپنے کفر کے سبب ○

مسجد حرام کے متولی مشرک نہیں: یہ لائق عذاب تو تھے لیکن رسول اللہ ﷺ کی برکت سے عذاب سے بچ گئے۔ اسی لئے جب آپ نے مکہ کو چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے بروز بدر ان پر عذاب واقع فرمایا۔ان کے سردار قتل کر دیئے گئے۔ بڑے بڑے لوگ قیدی بن گئے۔اللہ تعالیٰ نے انہیں استغفار کی ہدایت فرمائی لیکن یہ اس کے ساتھ شرک وفساد کو بھی ملا دیتے تھے۔قتادہ رحمہ اللہ اور سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ مقتولین قریش استغفار نہیں کرتے تھے' اگر کرتے ہوتے تو اللہ تعالیٰ انہیں بدر میں ذلت کی موت نہ دیتا[1] اور اگر خود مکہ میں یہ کمزور مسلمان استغفار کرتے نہ ہوتے تو اہل مکہ پر ایسی مصیبت آ پڑتی کہ ہٹائے نہ ہٹتی۔استغفار کی برکت ہی نے مکہ میں عذاب نازل ہونے سے قریش کو بچایا اور مسلمانان مکہ کی وجہ سے وہ ایک عرصہ تک عذاب سے محفوظ رہے۔یوم حدیبیہ میں اللہ پاک نے فرمایا تھا ﴿هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ﴾ [2] (سورہ الفتح) یعنی ان لوگوں نے کفر کیا۔بیت اللہ میں آنے سے تمہیں روک دیا۔قربانی کے جانوروں کو مذبح تک نہیں پہنچنے دیا اگر مکہ میں یہ مومن مرد اور عورتیں نہ ہوتیں جن کو تم جانتے نہیں تھے کہ اگر تم ان کو پامال کر دیتے تو تم کو ان کی وجہ سے بے خبری میں مضرت پہنچ جاتی' یہ اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل کرے۔اگر یہ لوگ یہاں پناہ گزیں نہ ہوتے تو کب کا ان پر عذاب الٰہی اتر چکا ہوتا۔نبی اکرم ﷺ مکے میں تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ تمہارے ہوتے ان پر عذاب نہ کروں گا اور جب کہ حضرت ﷺ مدینے کی طرف چلے گئے تو اللہ پاک فرماتا ہے کہ تمہارے جانشین ابھی مکہ میں ہیں اور استغفار کرتے ہیں اس لئے ابھی عذاب نہ دوں گا اور جب مسلمان بھی مکے سے نکل گئے تو فرمایا ہے کہ اب کیوں نہ عذاب دیا جائے۔انہوں نے تم مسلمانوں کو کعبۃ اللہ آنے سے روکا' وہ اللہ تعالیٰ کے دوست تو تھے نہیں۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فتح مکے کا عذاب ان پر نازل کیا۔اور کہا گیا ہے کہ یہ آیت ﴿مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ﴾ کی ناسخ ہے۔ عکرمہ رحمہ اللہ اور حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ((انفال)) میں ﴿مَا كَانَ﴾ والی آیت کو اس کے بعد والی ﴿مَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ﴾ والی آیت نے منسوخ کر دیا ہے۔چنانچہ ﴿فَذُوْقُوا الْعَذَابَ﴾ فرمایا گیا۔چنانچہ اہل مکہ سے جنگ ہوئی اور وہ بھوک اور مضرت کے عذاب میں مبتلا ہوئے۔یہ اللہ تعالیٰ نے اہل شرک کو عذاب سے مستثنیٰ بھی کیا ہے' پھر یہ بھی فرمایا کہ انہیں کیوں عذاب نہ کرے کہ مسجد حرام سے وہ مسلمانوں کو روکتے ہیں' اللہ تعالیٰ کے اولیا وہ نہیں بلکہ متقی لوگ ہیں۔لیکن اکثر لوگ یہ بات نہیں جانتے۔حالانکہ یہی روکے جانے والے لوگ کعبۃ اللہ کے اہل ہیں کہ اس میں نماز پڑھیں طواف کریں اور یہ کفار مسجد الحرام کے اہل نہیں ہیں۔جیسا کہ فرمایا مشرکین کو کیا حق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مسجد کو آباد رکھیں حالانکہ کفر ان کے دلوں میں جاگزیں ہے۔ان کے تو

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۶/۲۳۵)]

[2] [سورۃ الفتح : ۲۵]

سارے اعمال سلب ہیں اور دوزخ کا ایندھن ہیں۔ مساجد کوتو وہ آباد رکھیں جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھیں، نماز پڑھیں، زکوۃ دیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈریں۔ ہدایت یافتہ لوگ یقیناً یہی ہیں۔ [1] اور فرمایا ﴿وَصَدٌّ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ [2] اللہ تعالیٰ کی راہ سے اور مسجد حرام سے روکنا اور مکے کے مسلمانوں کو مکے سے نکال دینا یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا گناہ ہے۔ حضرت ﷺ سے پوچھا گیا آپ کے اولیاء کون لوگ ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا متقی لوگ۔ پھر حضرت ﷺ نے تلاوت فرمائی ﴿إِنْ أَوْلِيَاؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ﴾ [3] حضرت ﷺ نے قریش کو جمع کیا اور پوچھا کیا کوئی غیر قریش بھی تم میں ہیں۔ تو لوگوں نے کہا، صرف ہمارے بھانجے ہمارے حلیف، ہمارے غلام تو آپ ﷺ نے فرمایا، حلیف، بھانجے اور غلام سب ایک ہی قبیلہ کے ہوتے ہیں یہ سب اولیاء ہیں لیکن میرے اولیاء متقی لوگ ہیں۔ [4] مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ان سے مجاہد مراد ہیں جو بھی ہوں اور جہاں بھی ہوں۔ پھر اس بات کا ذکر ہے کہ مسجد حرام میں یہ لوگ کیا کرتے تھے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ ان کی عبادت بس یہی تھی کہ کعبے میں آ کر بھی یہ جانوروں کی سی سیٹیاں بجاتے اور تالیاں بجاتے، ننگے ہو کر طواف کرتے، منہ میں انگلیاں رکھ کر سیٹی کی آواز نکالتے رخسار جھکاتے۔ تالی بجاتے، بس اسی کو عبادت سمجھتے۔ بائیں طرف سے طواف کرتے۔ مقصد یہ ہوتا کہ مسلمانوں کی عبادت میں حرج پیدا کریں، اس طرح یہ لوگ مومنین کا مذاق اڑاتے ہیں، عبدالرحمن بن زید رحمہ اللہ تصدیہ کے معنی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو روکنا۔ فرماتا ہے کہ اب اپنے کفر کا مزہ چکھو یعنی یہ عذاب کہ یوم بدر میں قتل بھی ہوئے قید بھی ہوئے۔ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اہل اقرار پر عذاب سیف کے ذریعہ آتا ہے اور اہل تکذیب پر چیخ اور زلزلے کے طور پر آتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ ۚ
فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۗ وَالَّذِينَ كَفَرُوا
إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ﴿٣٦﴾ لِيَمِيزَ اللّٰهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ
بَعْضَهُ عَلَىٰ بَعْضٍ فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا فَيَجْعَلَهُ فِي جَهَنَّمَ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٣٧﴾ ع ۱۸

بلاشک یہ کافر لوگ اپنے مالوں کو اس لئے خرچ کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکیں سو یہ لوگ تو اپنے مالوں کو خرچ

---

[1] [سورة التوبه: ١٨] [2] [سورة البقرہ: ٢١٧]

[3] [ضعیف : طبرانی صغیر (٣١٨)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کی سند میں نوح بن ابی مریم راوی ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (١٧٩٤٦)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[السلسلة الضعيفة (١٣٠٤)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[4] [حسن : مسند احمد (٣٤٠/٤) مستدرك حاكم (٣٢٨/٢) طبرانی كبير (٤٥٤٤) بزار (٢٧٨٠)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[السلسلة الصحيحة (١٦٨٨) الادب المفرد بتحقيق الالبانی (٧٥)]

کرتے ہی رہیں گے، پھر وہ مال ان کے حق میں باعث حسرت ہو جائیں گے پھر مغلوب ہو جائیں گے اور کافر لوگوں کو دوزخ کی طرف جمع کیا جائے گاo تا کہ اللہ تعالیٰ ناپاک کو پاک سے الگ کر دے اور ناپاکوں کو ایک دوسرے سے ملا دے یعنی ان سب کو متصل کر دے پھر ان سب کو جہنم میں ڈال دے۔ ایسے لوگ پورے خسارے میں ہیںo

شکست زدہ کفار کی ناکام تدبیریں: قریش پر جنگ بدر میں جب مصیبت پہنچی اور یہ لوگ مکہ واپس ہوئے اور ابو سفیان بھی قافلہ لے کر لوٹے تو عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عکرمہ بن ابی جہل اور صفوان بن امیہ اور قریش کے کئی آدمی جن کے باپ بیٹے بھائی جنگ میں کام آئے تھے ابوسفیان سے اور ان سے جن کا مال تجارت اس قافلہ میں تھا کہنے لگے کہ اے معشر قریش محمد ﷺ تمہیں نیچا دکھا چکے ہیں۔ تمہارے شرفاء کو قتل کر دیا ہے، ان سے دوبارہ لڑنے کے لئے اس قافلہ کا مال تم دے دو تا کہ ان سے اپنا انتقام لیں۔ چنانچہ انہوں نے سب مال دے دیا۔ اسی بارے میں اللہ پاک فرماتا ہے کہ ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ﴾ یعنی کافر اپنا مال خرچ کر رہے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کا راستہ روک دیں اور وہ روپیہ خرچ کریں گے اور یہی مال ضائع ہو جائے گا تو پھر حسرت بھی اٹھائیں گے ہم انہیں دوبارہ مغلوب کر دیں گے، اور وہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے۔ ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ آیت ابوسفیان اور نفقہ اموال کے بارے میں نہیں، بلکہ یہ آیت اہل بدر کے بارے میں اتری ہے۔ بہر تقدیر یہ آیت عام ہے چاہے کسی بارے میں اتری ہو اور اگرچہ سبب نزول خاص ہو۔ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اتباع طریق حق سے روکنے کے لئے کفار روپیہ پیسہ خوب خرچ کر رہے ہیں لیکن ان کے یہ اموال ضائع جائیں گے انہیں حسرت وندامت لاحق ہوگی۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو کامل کرنا چاہتا ہے خواہ یہ کافروں کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کا ناصر اپنے کلمہ کو غالب کرنے والا بنے گا۔ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہوگی اور آخرت میں عذاب دوزخ ہوگا۔ جو زندہ بچا اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور کانوں سے سن لیا کہ کیسی رسوائی سے آخر کار انہیں سابقہ پڑا اور جو مر گیا وہ ابدی رسوائی اور سرمدی عذاب سے دوچار ہو گیا۔ قولہ تعالیٰ ﴿لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اہل سعادت کا امتیاز اہل شقاوت سے ہے کہ مومن کافر سے ممتاز ہو جائے اور یہ بھی محتمل ہے کہ امتیاز سے مراد آخرت کا امتیاز ہو۔ جیسا کہ فرمایا کہ ''ہم مشرکین سے کہیں گے کہ تم اور تمہارے شرکاء اپنی جگہ ٹھہرے رہو ہم ان کے درمیان فرق کر دیں گے''۔ [1] اور فرمایا کہ جب قیامت ہوگی تو وہ الگ الگ ہو جائیں گے۔ [2] اور فرمایا کہ اے مشرکو! اور گناہگارو! آج مومنوں سے الگ تھلگ ہو جاؤ [3] اور اس مطلب کا بھی احتمال ہے کہ اس سے دنیا میں ہی امتیاز مقصود ہو کہ مومنین کے اعمال جدا اور کافروں کے جدا۔ اور ((لیمیز)) کا لام سببیہ ہو سکتا ہے یعنی گناہ کے طور پر مال خرچ کرنے کے سبب خبیث کو طیب سے اللہ تعالیٰ نے جدا کر دیا۔ یعنی یہ امتیاز کرنے کے لئے کافروں سے لڑنے کے لئے کون اطاعت کرتا ہے اور کون روگردانی کر کے معصیت کا سبب بنتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ''دونوں لشکروں کے تصادم کے

---

[1] [سورة يونس: ٢٨] [2] [سورة الروم: ١٤] [3] [سورة يسين: ٥٩]

وقت جو کچھ تمہیں پہنچا' وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا تا کہ مومنوں اور کافروں میں تمیز ہو جائے۔ ان سے کہا جاتا ہے کہ آ ؤ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو جارحانہ یا مدافعانہ تو کہتے ہیں کہ اگر اصول جنگ سے ہم واقف ہوتے تو ضرور لڑتے''۔ (۱) اور فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ آخر مومنین کو بھی ان کی موجودہ حالت پر کیوں چھوڑے وہ تو امتحان کر کے پرکھنا چاہتا ہے کہ اچھا کون ہے اور برا کون۔ اور امر غیب پر وہ تم کو آ گاہ بھی کیوں کرے''۔ (۲) اور فرمایا ''کیا تم سمجھتے ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ مجاہدین کے صبر کا اللہ تعالیٰ نے ابھی امتحان نہیں لیا''۔ (۳) اس کی نظیر سورہ براءۃ میں بھی ہے۔ چنانچہ معنی یہ ہوئے کہ ہم کفار سے بھڑا کر تمہیں آزمائیں گے وہ تم سے قتال کریں گے تمہارے خلاف اموال صرف کریں گے۔ یہ صرف اس امتیاز کے لئے کہ خبیث کون ہے اور طیب کون ہے ((رکم)) کہتے ہیں کہ ایک پر ایک شیٔ کو جمع کرتے جانا' جیسا کہ ابر کے بارے میں فرمایا کہ ﴿ثُمَّ يَجْعَلُهُ رُكَامًا﴾ (۴) یعنی تہہ بہ تہہ بادل ﴿فَيَجْعَلَهُ فِي جَهَنَّمَ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾ پھر وہ دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے اور بڑے خسارے میں رہیں گے۔

قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَنْتَهُوا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ ۚ وَإِنْ يَعُودُوا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْأَوَّلِينَ ﴿٣٨﴾ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ ۚ فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٣٩﴾ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَوْلَاكُمْ ۚ نِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ ﴿٤٠﴾

آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر یہ لوگ باز آ جائیں گے تو ان کے سارے گناہ جو پہلے ہو چکے ہیں سب معاف کر دیئے جائیں گے اور اگر اپنی وہی عادت رکھیں گے تو کفار سابقین کے حق میں قانون نافذ ہو چکا ہے ○ اور تم ان سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فساد عقیدہ نہ رہے اور دین اللہ تعالیٰ ہی کا ہو جائے۔ پھر اگر یہ باز آ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو خوب دیکھتے ہیں ○ اور اگر روگردانی کریں تو یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا رفیق ہے وہ بہت اچھا رفیق ہے اور بہت اچھا مددگار ہے ○

فتنہ کے خاتمے تک جہاد: رسول ﷺ سے خطاب ہو رہا ہے کہ ان کافروں سے کہہ دو کہ اگر تم کفر وعناد سے باز رہے اور اسلام میں داخل ہو کر طالب مغفرت ہوئے تو زمانہ کفر میں جو کچھ گناہ کیا تھا اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔ جیسا کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو اسلام میں آ کر نیکوکار رہا تو اس کے جاہلیت کے گناہوں سے بھی مواخذہ نہ ہوگا اور جو اسلام میں آنے کے بعد بھی برا رہا تو اس سے ہر دو زمانوں کے اعمال کے متعلق پرسش ہو سکے گی۔ (۵) حضرت ﷺ

---

(۱) [آل عمران: ۱٦٦] (۲) [آل عمران: ۱۷۹]

(۳) [آل عمران: آیت ۱٤۲] (۴) [سورۃ النور: آیت ٤۳]

(۵) [صحیح: صحيح بخارى : كتاب استتابة المرتدين : باب اثم من اشرك بالله (٦٩٢١) صحيح مسلم : كتاب الايمان : باب هل يواخذ باعمال الجاهلية (١٢٠) ابن ماجه : كتاب الزهد : باب ذكر الذنوب (٤٢٤٢) مسند احمد (١/٤٠٩)]

نے فرمایا کہ اسلام ماقبل کے گناہوں کے لئے توبہ ہے۔ اور توبہ بھی تو اپنے سے پہلے کے گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔ [۱] لیکن اے نبی اکرم ﷺ! اگر یہ اپنی سابقہ چال پر قائم رہے عناد نہ چھوڑا تو کیا وہ نہیں جانتے کہ پہلے کے لوگوں کا کیا حشر ہوا تھا۔ عناد اور تکذیب کا سابقہ امتوں نے کیا نتیجہ دیکھا تھا۔ یاد رکھو عذاب و عقوبت ہی اس کا علاج ہوگا۔ سنت الاولین سے مجاہد رحمہ اللہ اور سدی رحمہ اللہ یوم بدر مراد لیتے ہیں۔ اور فرمایا ''ان سے خوب قتال کرو حتیٰ کہ فتنہ دب جائے شرک مٹ جائے اور دین اللہ تعالیٰ کا ہو''۔

ایک شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور کہنے لگا' اے ابو عبدالرحمٰن اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''اگر مومنین کی دو جماعتیں باہم قتال کریں'' [۲] تو تم قتال میں کیوں شریک نہیں ہوتے۔ جب کہ ایسی دو جماعتوں کا قرآن میں ذکر ہے؟ تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اے بھتیجے شریک جنگ نہ ہونے کا طعن مجھ پر آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ میں کسی مومن کو عمداً قتل کروں۔ [۳] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم ان سے قتال کرو حتیٰ کہ فتنہ ہی باقی نہ رہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ عہد رسول اللہ ﷺ میں ہماری یہی کیفیت تھی۔ اسلام میں بہت کم افراد تھے۔ آدمی کی دین کے بارے میں آزمائش ہوتی تھی لوگ یا تو قتل کر دیئے جاتے تھے یا قید و بند کی مصیبت میں مبتلا ہوتے تھے اور جب اسلام نے ترقی پالی تو اب یہ فتنہ باقی نہ رہا۔ غرض یہ کہ اس معترض شخص نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اپنے موافق بات دیکھی ہی نہیں تو بات کا رخ پھیر کر کہنے لگا کہ علی رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے تو اللہ تعالیٰ نے خود کہا ہے کہ بخش دیا اور تم عثمان رضی اللہ عنہ کی مغفرت کو ناپسند کرتے ہو۔ اور علی رضی اللہ عنہ یہ تو رسول اللہ کے عم زادے ہیں اور داماد ہیں اور وہ دیکھو وہاں نبی اکرم ﷺ کی بیٹی اور علی رضی اللہ عنہما کی بیوی رہتی ہیں۔ [۴]

سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ہمارے پاس آئے اور ہم نے کہا قتال فتنہ کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے اور فتنہ کس کو کہتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ مشرکین سے قتال کرتے تھے اور اس وقت فتنہ در آیا ہوا تھا۔ اور تمہارا قتال تو ملک اور اقتدار حاصل کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ [۵] ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے فتنے سے متعلق دو آدمی ان کے پاس آئے اور کہا تم جانتے ہو جو کچھ لوگوں کا عمل رہا۔ تم عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہو اور رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہو۔ اس فتنہ سے تم کو کس بات نے روکا تو کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان کا خون مسلمان پر حرام کر دیا ہے۔ تو لوگوں نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے نہیں فرمایا ہے کہ فتنہ دب جانے کے لئے قتال کرو تا کہ دین خالص اللہ تعالیٰ کا ہو جائے۔ تو کہا' ہم نے تو فتنہ دبانے کے لئے بہت کچھ قتال کیا ہے حتیٰ کہ فتنہ نہ رہا۔ اور

---

[۱] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب کون الاسلام یھدم ما قبلہ (۱۲۱) مسند احمد (۴/۲۰۵) طبرانی کبیر (۱۸/۵،۶)]

[۲] [سورۃ الحجرات: آیت ۹] [۳] [سورۃ النسآء: آیت ۹۳]

[۴] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر (۴۶۵۰)]

[۵] [صحیح: صحیح بخاری (۴۶۵۱)]

تم مسلمانوں کے دوگروہوں میں اس لئے قتال کرانا چاہتے ہو کہ فتنہ اور کھڑا ہو جائے اور دین اللہ تعالیٰ کی بجائے غیر اللہ کا ہو جائے۔ (1) اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں تو ایسے آدمی کو کبھی قتل نہ کروں گا جو ﴿لَآ اِلٰـــہَ اِلاَّ اللّٰہُ﴾ کہہ چکا ہو' تو سعد بن مالک رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی کہا۔ تو اس آدمی نے ﴿قَاتِلُوْهُمْ﴾ والی آیت پڑھی۔ تو ان دونوں نے کہا کہ فتنہ کو دبانے والا ایسا قتال ہم نے کیا ہے اور فتنہ دب گیا ہے اور دین خالص اللہ تعالیٰ کا ہو گیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فتنہ دب جانے سے شرک کا دب جانا مراد لیتے ہیں۔ ﴿یَکُوْنَ الدِّیْنُ کُلُّهٗ لِلّٰہِ﴾ سے مراد خالص توحید ہے جس میں شرک کا لگاؤ نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے اقتدار میں کسی کو شریک نہ بنایا گیا ہو۔ زید بن اسلم کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ دین اسلام ہوتے ہوئے کفر باقی نہ رہے۔ اس کی تصدیق اس حدیث سے ہوتی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں کافروں سے قتال کرنے پر مامور ہوا ہوں حتی کہ ﴿لَآ اِلٰـہَ اِلاَّ اللّٰہُ﴾ کے قائل ہو جائیں۔ اگر وہ قائل ہو گئے تو ان کے جان و مال محفوظ ہو گئے ہاں کسی وجہ سے قصاص وغیرہ میں قتل کئے جا سکتے ہیں اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ (2) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے اظہار شجاعت میں قتال کیا ہو یا قوم و خاندان کی حمایت یا شہرت و نمود کی خاطر' اس میں کونسا قتال فی سبیل اللہ ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صرف وہ قتال جو اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر فی سبیل اللہ عمل میں آیا ہو۔ (3)

قولہ ﴿فَـاِنِ انْتَهَـوْا﴾ یعنی اگر کفر کے ساتھ تمہارے قتال سے وہ باز رہے تو تم بھی ان سے ہاتھ روک لو' اس لئے کہ تمہیں ان کے دل کا حال کیا معلوم؟ جو کچھ ان کے دل کا حال ہے اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے اور ان کو دیکھتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ''اگر انہوں نے توبہ کر لی اور نماز پڑھتے رہے اور زکوۃ دیتے رہے تو پھر ان سے پرسش مناسب نہیں''۔ (4) دوسری جگہ ہے کہ ﴿فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ﴾ (5) وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔ اور فرمایا کہ فتنہ دبنے تک ان سے لڑتے رہو تا کہ اللہ تعالیٰ ہی کا مذہب رائج ہو جائے۔ الزام صرف حد سے تجاوز کرنے والوں پر ہے۔ (البقرہ/۱۹۳) کہتے ہیں کہ اسامہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص پر تلوار اٹھائی اس نے کہا ﴿لا الـــہ الا اللہ﴾ لیکن

---

(1) [صحیح: صحیح بخاری : کتاب التفسیر (٤٥١٣)]

(2) [صحیح: صحیح بخاری : کتاب الزکاۃ : باب وجوب الزکاۃ (١٣٩٩) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ (٢٠، ٢٢)]

(3) [صحیح: صحیح بخاری : کتاب الجہاد : باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا (٢٨١٠) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا (١٩٠٤) ابوداؤد : کتاب الجہاد : باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا (٢٥١٧) ترمذی : کتاب فضائل الجہاد : باب ماجاء فیمن یقاتل رباء وللدنیا (١٦٤٦) نسائی : کتاب الجہاد : باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا (٣١٣٦) ابن ماجہ : کتاب الجہاد : باب النیۃ فی القتال (٢٧٨٣) مسند احمد (٣٩٢/٣)]

(4) [سورۃ التوبہ: آیت ٥۔١]

(5) [سورۃ التوبۃ: آیت ١١]

اسامہ رضی اللہ عنہ نے تلوار ماردی اور قتل کر دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی تو فرمایا ﴿لا الــه الا الله﴾ کے بعد بھی تم نے اس کو قتل کر دیا اب تم قیامت کے روز ﴿لا الــه الا الله﴾ کے ساتھ کیا کرو گے؟ تو اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نے تو صرف اپنے بچاؤ کے لئے ایسا کیا۔ تو فرمایا کیا تم نے اس کے دل کو چیر کر دیکھا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار یہی فرماتے رہے کہ اب قیامت کے روز کیا کرو گے۔ اسامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں یہ تمنا کرنے لگا کہ کاش میں آج تک مسلمان نہ ہوا ہوتا تا کہ اسلام کے زعم میں اس کو قتل نہ کر دیتا۔ [1]

اور اگر انہوں نے پیٹھ پھیر لی تو جانتے رہو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا مولیٰ ہے، وہ بڑا اچھا مولیٰ ہے اور بڑا اچھا مددگار ہے اور اگر ان کی عادت تمہارے خلاف اور تمہاری محاربت پر قائم رہی تو اللہ تعالیٰ تمہارا مولیٰ اور تمہارا ناصر ہے۔ عبدالملک بن مروان نے عروہ کو لکھا اور چند باتیں دریافت کیں۔ تو عروہ نے یوں جواب لکھ بھیجا، سلام علیک! میں اللہ تعالیٰ واحد کی حمد کرتا ہوں اور پھر میں تمہیں لکھتا ہوں کہ تم نے مجھ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکے سے مدینے کی طرف ہجرت کے واقعات پوچھے ہیں۔ تمہیں بتاؤں گا قوت وطاقت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا فرمائی وہ کیسے اچھے نبی کیسے اچھے سید تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے جنت میں ہمیں ان کا چہرہ دکھائے انہیں کے دین وملت پر زندہ رکھے اور انہیں کے دین پر مارے اور انہیں کے ساتھ زندہ اٹھائے (آمین)۔ آپ نے جب ہدایت اور نور کی طرف قوم کو بلایا تو لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کو کچھ ایسی اہمیت نہیں دی۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کو سن بھی لیتے تھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بتوں کا ذکر شروع کیا اور مالدار قریش کے لوگ طائف سے مکے آئے تو ان میں سے اکثر کو یہ تبلیغ بہت ناگوار گزری، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ سے بیزار ہوئے جو کوئی مسلمان ہو بھی جاتا تو اس کو بہکانے لگتے۔ چنانچہ مائل ہونے والے عامۃ الناس بھی بے رغبت ہو گئے۔ مگر چند لوگ اپنے مستقل ارادے پر قائم رہے۔ اسلام کی طرف سے ان کے خیالات پراگندہ نہیں ہوئے۔ اب قریش کے سرداروں نے باہم مشورہ کیا کہ اسلام قبول کرنے والوں پر سختی کریں۔ یہ فتنہ ایک زبردست زلزلہ تھا جو اس فتنہ میں پھنس گیا سو پھنس گیا اور جس کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا تو محفوظ رہا۔ جب مسلمانوں پر یہ قریش بہت ظلم توڑنے لگے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ ارض حبش کی طرف ہجرت کر جائیں، حبش کا بادشاہ ایک مرد صالح تھا جس کا نام نجاشی تھا وہ ظالم بادشاہ نہیں تھا چاروں طرف اس کی تعریف ہوتی تھی۔ سرزمین حبش قریش کی تجارت گاہ تھی اور تجار قریش کے وہاں مکانات تھے جہاں وہ تجارت کر کے بہت رزق پیدا کرتے تھے امن حاصل کرتے تھے اور تجارت خوب چمکی ہوئی تھی۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو عام مسلمان جن پر مکہ والے زیادہ ظلم توڑ رہے تھے، حبش کی طرف چلے گئے کیونکہ ان کو اپنی جان کا خوف تھا۔ وہ وہاں ہمیشہ کے لئے نہیں ٹھہرے

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: كتاب المغازی: باب بعث النبی اسامه بن زید (٤٢٦٩) صحیح مسلم: كتاب الايمان: باب تحريم قتل الكافر (٩٦) ابوداؤد: كتاب الجهاد: باب على ما يقاتل المشركون (٢٦٤٣) مسند احمد (٥/٣٠٠)]

صرف چند سال رہے۔ وہاں بھی مسلمانوں نے اسلام پھیلایا وہاں کے شرفاء بھی اسلام لائے۔ جب کفار قریش نے یہ رنگ دیکھا کہ مسلمانوں پر ظلم کرنے سے وہ حبش چلے جاتے ہیں اور وہاں کے لوگوں اور سرداروں کو اپنا بنا لیتے ہیں تو اب انہوں نے مصلحت یہی سمجھی۔ کہ نرم برتاؤ اختیار کریں۔ چنانچہ وہ نبی ﷺ اور اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ نرم برتاؤ کرنے لگے چنانچہ پہلی آزمائش مسلمانوں کی تھی جس نے مسلمانوں کو حبش کی طرف بھیجا چنانچہ جب نرمی پیدا ہوگئی اور فتنہ جس کے زلزلوں نے مسلمان صحابہ رضی اللہ عنہم کو وطن چھوڑنے اور حبشہ جانے پر مجبور کیا تھا اس کے کچھ دب جانے کی خبروں نے مہاجرین حبشہ کو پھر آمادہ کیا کہ وہ مکے واپس چلے آئیں۔ چنانچہ وہ تھوڑے بہت بھی جو گئے تھے واپس آ گئے۔ اسی اثنا میں مدینہ کے انصار مسلمان ہو گئے اور مدینہ میں بھی اسلام کی اشاعت ہونے لگی۔ ان اہل مدینہ کا مکے آنا جانا شروع ہوا اس سے مکے والے اور بگڑے، مشورہ کیا کہ اب تو ان پر اور سختی کرنا چاہیے۔ چنانچہ عام طور پر مسلمانوں پر مظالم توڑنے لگے مسلمان بڑی مصیبتوں میں مبتلا ہو گئے۔ یہ مسلمانوں کے لئے دوسرا فتنہ اور دوسری آزمائش تھی۔ ایک فتنہ تو یہ کہ حبش کی طرف مسلمانوں کو بھاگنا پڑا اور دوسرا فتنہ وہاں سے مسلمانوں کے واپس آنے کے بعد جب کہ اہل مکہ نے دیکھا کہ مدینے سے لوگ آتے جا رہے ہیں اور مسلمان ہوتے جا رہے ہیں۔ چنانچہ ایک بار مدینے سے ستر آدمی آئے جو معتبر اور سردار لوگ تھے اور یہ سب مسلمان ہو گئے، حج کیا اور مقام عقبہ حضرت ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی اور عہد کیا کہ ہم آپ کے ہو رہتے ہیں اور آپ ﷺ ہمارے ہو رہیں گے۔ اگر آپ ﷺ کے اصحاب رضوان اللہ اجمعین ہمارے شہر آئیں یا آپ تشریف لائیں تو ہم آپ ﷺ کی اور اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی ایسی حمایت کریں گے جیسے کہ اپنی اور اپنے لوگوں کی کرتے ہیں۔ قریش نے اس معاہدہ کو سن کر مزید سختی برتنی شروع کر دی۔ اب حضرت ﷺ نے اصحاب کو حکم دے دیا کہ مدینے کی طرف ہجرت کر جائیں، یہ دوسرا فتنہ تھا جس نے نبی اکرم ﷺ کو اور اصحاب کو مکے سے نکالا۔ [1] اسی چیز کو اللہ پاک نے قرآن میں ظاہر فرمایا ہے کہ ان کافروں سے قتال کرو حتیٰ کہ یہ فتنے ختم ہو جائیں اور دین الٰہی کا ہی سکہ چلے۔ عروہ بن زبیر سے مروی ہے کہ یہ خط عروہ نے عبدالملک بن مروان کو لکھا تھا۔ واللہ اعلم۔ الحمد للہ نواں پارہ ختم ہوا۔



[1] [مرسل: تفسير ابن جرير الطبرى (١٦٠٩٧)]

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۱﴾

جان لو کہ تم جس قسم کی جو کچھ غنیمت حاصل کرو اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ تعالیٰ کا ہے اور رسول ﷺ کا اور قرابت داروں کا اور یتیموں اور مسکینوں کا اور راہ چلتے مسافروں کا اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو اور اس چیز پر جو ہم نے اپنے بندے پر اس دن اتارا ہے جو دن حق و باطل کی جدائی کا تھا جس دن دو فوجیں بھڑ گئی تھیں' اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ○

مالِ غنیمت کی تقسیم کا طریقہ کار: اللہ تعالیٰ یہاں مالِ غنیمت کی تفصیل بیان کرتا ہے جو اس نے خاص طور پر اس امت کے لئے حلال کیا ہے۔ اس سے قبل اگلی امتوں پر یہ حرام تھا۔ غنیمت وہ مال ہے جو کفار پر چڑھائی و حملہ کرنے کے بعد حاصل ہوا ہو۔ اور فئی وہ مال ہے جو بغیر لڑے بھڑے ہاتھ آ جائے۔ مثلاً ان سے صلح کر کے کچھ مال بطورِ تاوان وصول کیا جائے وہ مال جس کا کوئی وارث نہ ہو یا جزیہ یا خراج وغیرہ کا مال ہو۔ امام شافعی رحمہ اللہ اور دیگر علمائے سلف و خلف رحمہم اللہ کی ایک جماعت کا یہی خیال ہے۔ لیکن بعض علماء غنیمت کا اطلاق ((فئی)) اور فئی کا غنیمت پر کرتے ہیں۔ اسی لئے قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس آیت سے سورۂ حشر کی یہ آیت ﴿مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ﴾ [1] منسوخ ہوگئی ہے۔ اور اس طرح مالِ غنیمت کے پانچ حصوں میں سے چار حصے تو مجاہدین کو ملیں گے اور ایک حصہ ان کو ملے گا جن کا ذکر اس آیت میں آیا ہے (یعنی رسول ﷺ' قرابت دار' یتیم' مساکین اور مسافر لوگ) لیکن یہ قول قابل قبول نہیں۔ کیونکہ یہ آیت جنگ بدر کے بعد نازل ہوتی ہے اور وہ آیت ''بنو نضیر'' کے بارے میں اتری ہے اور علماء سیر و مغازی (تاریخ دانوں) میں سے کسی کو بھی اس بارے میں اختلاف نہیں ہے کہ قصہ بنو نضیر جنگ بدر کے بعد کا ہے اور نہ اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش ہے لیکن جو لوگ فئی اور غنیمت میں فرق کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ وہ آیت تو فئی کے بارے میں اتری ہے اور یہ غنیمت کے بارے میں۔ اور کچھ لوگ فی اور غنیمت کے معاملہ کو امام کی رائے پر موقوف رکھتے ہیں کہ جیسی اس کی مرضی ہو ویسا کرے اس طرح ان دونوں آیات (آیتِ حشر اور آیتِ تخمیس) میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

آیت میں بیان ہے کہ خمس یعنی پانچواں حصہ مالِ غنیمت میں سے نکال دینا چاہیے۔ چاہے وہ کم ہو یا زیادہ ہو گو سوئی ہو یا دھاگہ ہی ہو۔ پروردگار عالم فرماتا ہے جو خیانت کرے گا وہ اسے لے کر قیامت کے دن پیش ہوگا اور ہر ایک کو اس کے عمل کا پورا بدلہ ملے گا کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ [2] کہتے ہیں کہ خمس میں سے ربانی حصہ کعبے میں داخل کیا جائے گا۔ حضرت ابو العالیہ ریاحی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ غنیمت کے مال کے رسول اللہ ﷺ پانچ حصے کرتے

[1] [سورۃ الحشر : آیت ۷]

[2] [سورۃ ال عمران : آیت ۱۶۱]

تھے' چار تو مجاہدین میں تقسیم ہوتے پانچویں میں سے آپ ﷺ مٹھی بھر لیتے اسے کعبے میں داخل کر دیتے پھر جو بچا اس کے پانچ حصے کر ڈالتے ایک رسول اللہ ﷺ کا' ایک قرابت داروں کا' ایک یتیموں کا' ایک مسکینوں کا' ایک مسافروں کا'[1] یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ کے حصے کا نام صرف بطور تبرک ہے رسول اللہ ﷺ کے حصے کے بیان کا گویا وہ شروع ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کوئی لشکر بھیجتے اور غنیمت کا مال ملتا تو آپ اس کے پانچ حصے کرتے اور پھر پانچویں حصے کے پانچ حصے کر ڈالتے پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ پس یہ فرمان کہ ﴿أَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ﴾ یہ صرف کلام کے شروع کے لئے ہے۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ ہی کا ہے پانچویں حصے میں سے پانچواں حصہ رسول اللہ ﷺ کا ہے بہت سے بزرگوں کا قول یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا ایک ہی حصہ ہے۔ اسی کی تائید بیہقی کی اس صحیح سند والی حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے وادی القریٰ میں آ کر سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! غنیمت کے بارے میں آپ ﷺ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ تعالیٰ کا ہے باقی حصے لشکریوں کے۔ اس نے پوچھا تو اس میں کسی کو کسی پر زیادہ حق نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں یہاں تک کہ تو اپنے دوست کے جسم سے تیر نکالے تو اس تیر کا بھی تو اس سے زیادہ مستحق نہیں۔[2] حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے مال کے پانچویں حصے کی وصیت کی اور فرمایا کیا میں اپنے لئے اس حصے پر رضامند نہ ہو جاؤں جو اللہ تعالیٰ نے خود اپنا رکھا ہے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مال غنیمت کے پانچ حصے برابر سے کئے جاتے تھے چار تو ان لشکریوں کو ملتے تھے جو اس جنگ میں شامل تھے پھر پانچویں حصے کے چار حصے کئے جاتے تھے ایک چوتھائی اللہ تعالیٰ کا اور اس کے رسول ﷺ کا پھر یہ حصہ آنحضرت ﷺ کے قرابت داروں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ اس میں سے جو کچھ آنحضرت لیتے تھے یعنی پانچویں حصے کا پانچواں حصہ وہ آپ ﷺ کے بعد جو بھی آپ ﷺ کا نائب ہو اس کا ہے۔ حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا حصہ اللہ تعالیٰ کے نبی کا ہے اور جو آپ ﷺ کا حصہ تھا وہ آپ ﷺ کی بیویوں کا ہے۔ عطا بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا جو حصہ ہے وہ صرف رسول اللہ ﷺ ہی کا ہے اختیار ہے جس کام میں آپ ﷺ چاہیں لگائیں۔ مقدام بن معدی کرب' حضرت عبادہ بن صامت حضرت ابو درداء' حضرت حارث بن معاویہ کندی رضی اللہ عنہم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' ان میں رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں کا ذکر ہونے لگا تو ابو درداء رضی اللہ عنہ نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے کہا فلاں فلاں غزوے میں رسول اللہ ﷺ نے خمس کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا تھا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک جہاد میں خمس کے ایک اونٹ کے پیچھے صحابہ رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھائی سلام کے بعد کھڑے ہو گئے اور چند بال اپنی چٹکی میں لے کر فرمایا کہ یہ بال اس اونٹ کے جو مال غنیمت میں سے ہیں یہ بھی مال غنیمت میں سے ہی ہیں اور میرے نہیں ہیں میرا حصہ تو تمہارے ساتھ صرف پانچواں ہے اور پھر وہ بھی تم ہی کو واپس

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (١٦١١٧)]

[2] [بیهقی فی السنن الکبری (٦/٣٢٤۔ ٣٣٦) مسند ابویعلی (٧١٧٩) مجمع الزوائد (١/٤٨۔ ٤٩)]

دے دیا جاتا ہے۔ پس سوئی دھاگے تک ہر چھوٹی بڑی چیز پہنچا دیا کرو خیانت نہ کرو خیانت عار ہے اور خیانت کرنے والے کے لئے دونوں جہان میں آگ ہے۔ قریب والوں سے دور والوں سے راہِ اللہ میں جہاد جاری رکھو شرعی کاموں میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خیال تک نہ کرو۔ وطن میں اور سفر میں اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں جاری کرتے رہو اللہ تعالیٰ کے بارے میں جہاد کرتے رہو۔ جہاد جنت کے بہت بڑے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اسی جہاد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ غم و رنج سے نجات دیتا ہے۔ ① (مسند امام احمد)

یہ حدیث حسن ہے اور بہت ہی اعلیٰ ہے۔ صحاح ستہ میں اس سند سے مروی نہیں لیکن مسند ہی کی دوسری روایت میں دوسری سند سے خمس کا اور خیانت کا ذکر مروی ہے۔ ابوداؤد اور نسائی میں بھی مختصراً یہ حدیث مروی ہے۔ ② اس حصے میں سے رسول مقبول ﷺ بعض چیزیں اپنی ذات کے لئے بھی مخصوص فرما لیا کرتے تھے لونڈی، غلام، تلوار، گھوڑا وغیرہ۔ جیسے کہ محمد بن سیرین اور عامر شعبی اور اکثر علماء نے فرمایا ہے۔ ترمذی وغیرہ میں ہے کہ ذوالفقار نامی تلوار بدر کے دن کے نفل میں سے تھی جو حضور اکرم ﷺ کے پاس تھی اسی کے بارے میں احد والے دن خواب دیکھا تھا۔ ③ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (حضرت) صفیہ (رضی اللہ عنہا) بھی اسی طرح آئیں تھیں۔ ④ ابوداؤد وغیرہ میں ہے حضرت یزید بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم باڑے میں بیٹھے ہوئے تھے جو ایک صاحب تشریف لائے ان کے ہاتھ میں چمڑے کا ایک ٹکڑا تھا ہم نے اسے پڑھا تو اس میں تحریر تھا کہ یہ محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بنو زہیر بن اقیش کی طرف ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی وحدت کی اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی گواہی دو اور نمازیں قائم رکھو اور زکوۃ دیا کرو اور غنیمت کے مال سے خمس ادا کرتے رہو اور نبی (ﷺ) کا حصہ اور خالص حصہ کرتے رہو تو تم اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی امان میں ہو۔ ہم نے ان سے پوچھا کہ تجھے یہ کس نے لکھ دیا ہے؟ اس نے کہا رسول اللہ ﷺ نے۔ ⑤ پس ان صحیح حدیثوں کی دلالت اور ثبوت اس بات پر ہے اسی لئے

---

① [صحیح بالشواهد: مسند احمد (۳۱٦/٥)] شواهد کے لیے دیکھئے: [مسند احمد (٥/۳۲۳۔۳۲٤) ابن ماجه (۲۸٥۰)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[ارواء الغلیل (٧٤/٥) السلسلة الصحیحة (۹۸٥)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۲۲٦۹۹)]

② [صحیح: ابوداؤد: کتاب الجهاد: باب فی فداء الاسیر بالمال (۲٦۹٤) نسائی: کتاب الهبة: باب هبة المشاع (۸۷۸۲) مسند احمد (۱۸٤/۲۔ ۲۱۸)]

③ [حسن: ترمذی: کتاب السیر: باب فی النفل (۱٥٦۱) ابن ماجه: کتاب الجهاد: باب السلاح (۲۸۰۸) مسند احمد (۲۷۱/۱)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ابن ماجه] شیخ شعیب ارناؤوط بھی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۲٤٤٥)] حافظ زبیر علی زئی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

④ [صحیح: ابوداؤد: کتاب الخراج: باب ماجاء فی سهم الصفی (۲۹۹٤)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابوداود] تاہم حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

⑤ [صحیح: ابوداؤد: کتاب الخراج: باب ماجاء فی سهم الصفی (۲۹۹۹)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

اکثر بزرگوں نے اسے حضور اکرم ﷺ کے خواص میں شمار کیا ہے' صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔

اور لوگ کہتے ہیں کہ خمس میں امام وقت مسلمانوں کی مصلحت کے مطابق جو چاہے کر سکتا ہے۔ جیسے کہ مال فئی میں اسے اختیار ہے۔ ہمارے شیخ علامہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہی قول حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا ہے اور اکثر سلف کا ہے اور یہی سب سے زیادہ صحیح قول ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا اور معلوم ہو گیا تو یہ بھی خیال رہے کہ خمس جو حضور اکرم ﷺ کا حصہ تھا اسے اب آپ ﷺ کے بعد کیا کیا جائے؟ بعض تو کہتے ہیں کہ اب یہ حصہ امام وقت یعنی خلیفۃ المسلمین کا ہو گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ اور ایک جماعت کا یہی قول ہے اور اس بارے میں ایک مرفوع حدیث بھی آئی ہے اور لوگ کہتے ہیں یہ مسلمانوں کی مصلحت میں صَرف ہو گا۔ اور قول ہے کہ یہ بھی باقی کی اور قسموں پر خرچ ہو گا یعنی قرابت دار' یتیم' مسکین اور مسافر۔ امام ابن جریر کا مختار یہی ہے اور بزرگوں کا فرمان ہے کہ حضور اکرم ﷺ اور آپ کے قرابت داروں کا حصہ یتیموں' مسکینوں اور مسافروں کو دے دیا جائے۔ عراق والوں کی ایک جماعت کا یہی قول ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ خمس کا یہ پانچواں حصہ سب کا سب قرابتداروں کا ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن محمد بن علی اور علی بن حسین رحمہما اللہ کا قول ہے کہ یہ ہمارا حق ہے پوچھا گیا کہ آیت میں یتیموں اور مسکینوں کا بھی ذکر ہے تو امام علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس سے مراد بھی ہمارے یتیم اور ہمارے مسکین ہیں امام حسن بن محمد بن حنیفہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوتا ہے تو وہ فرماتے ہیں کہ کلام کا شروع اس طرح ہوا ہے ورنہ دنیا' آخرت کا سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ پھر ان دونوں حصوں کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کے بعد کیا ہوا؟ اس میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں حضرت ﷺ کا حصہ آپ ﷺ کے خلیفہ کو ملے گا۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے قرابت داروں کو۔ بعض کہتے ہیں خلیفہ کے قرابت داروں کو' ان کی رائے میں ان دونوں حصوں کو گھوڑوں اور ہتھیاروں کے کام میں لگایا جائے' اسی طرح خلافت صدیقی و فاروقی میں ہوتا بھی رہا ہے۔ ابراہیم رحمہ اللہ کہتے ہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے اس حصے کو جہاد کے کام میں خرچ کرتے تھے۔ پوچھا گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس بارے میں کیا کرتے تھے؟ فرمایا وہ اس بارے میں ان سب سے سخت تھے۔

اکثر علماء کا یہی قول ہے۔ ہاں ذوی القربیٰ کا جو حصہ ہے وہ بنو ہاشم اور بنو المطلب کا ہے۔ اس لئے کہ اولادِ عبدالمطلب نے اولادِ ہاشم کی جاہلیت میں اور اول اسلام میں موافقت کی اور انہی کے ساتھ انہوں نے گھاٹی میں قید ہونا بھی منظور کر لیا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے ستائے جانے کی وجہ سے یہ لوگ بگڑ بیٹھے تھے۔ اور آپ ﷺ کی حمایت میں تھے ان میں سے مسلمان تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی وجہ سے اور ان میں سے کافر خاندانی طرفداری اور رشتوں ناتوں کی حمایت کی وجہ سے اور رسول اللہ ﷺ کے چچا ابو طالب کی فرمانبرداری کی وجہ سے ستائے گئے۔ ہاں بنو عبد شمس اور بنو نوفل یہ بھی گو آپ ﷺ کے چچازاد بھائی تھے لیکن وہ ان کی موافقت میں نہ تھے بلکہ ان کے خلاف تھے انہیں الگ کر چکے تھے اور ان سے لڑ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ قریش کے تمام قبائل ان کے مخالف ہیں اسی لئے ابو طالب نے اپنے قصیدہ لامیہ میں ان کی بہت ہی مذمت کی ہے کیونکہ یہ قریبی

قرابت دار تھے۔ کہا ہے کہ انہیں بہت جلد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی اس شرارت کا پورا پورا بدلہ ملے گا' ان بیوقوفوں نے اپنے ہوکر ایک خاندان اور ایک خون کے ہوکر ہم سے آنکھیں پھیر لی ہیں وغیرہ۔ ایک موقع پر حضرت جبیر بن معطم بن عدی بن نوفل اور حضرت عثمان بن عفان بن ابوالعاص بن امیہ بن عبد شمس رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور شکایت کی کہ آپ ﷺ نے خیبر کے خمس میں سے بنو المطلب کو تو دیا لیکن ہمیں چھوڑ دیا حالانکہ آپ ﷺ کی قرابت داری کے لحاظ سے وہ اور ہم بالکل یکساں اور برابر ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا سنو! بنو ہاشم اور بنو المطلب تو بالکل ایک ہی چیز ہیں۔ [1] بعض روایت میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے تو مجھ سے نہ کبھی جاہلیت میں جدائی برتی نہ اسلام میں۔ [2] یہ قول تو جمہور علماء کا ہے کہ یہ بنو ہاشم اور بنو المطلب ہیں' بعض کہتے ہیں یہ صرف بنو ہاشم ہیں مجاہد کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ بنو ہاشم میں فقراء ہیں پس صدقے کی جگہ ان کا حصہ مال غنیمت میں مقرر کر دیا۔ یہی رسول اللہ ﷺ کے وہ قرابت دار ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ علی بن حسین رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ سب قریش ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے استفتاء کیا گیا کہ ذوی القربیٰ کون ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہما نے جواب تحریر فرمایا کہ ہم تو کہتے تھے ہم ہیں لیکن ہماری قوم نہیں مانتی وہ سب کہتے ہیں کہ سارے ہی قریش ہیں [3] (مسلم وغیرہ) بعض روایتوں میں صرف پہلا جملہ ہی ہے۔ دوسرے جملے کے راوی ابو معشر نجیح بن عبدالرحمٰن مدنی کی روایت میں ہی یہ جملہ ہے کہ سب کہتے ہیں کہ سارے قریش ہیں۔ اس میں ضعف بھی ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے لئے لوگوں کے میل کچیل سے تو میں نے منہ پھیر لیا' خمس کا پانچواں حصہ کافی ہے۔ یہ حدیث حسن ہے اس کے روای ابراہیم بن مہدی کو امام ابو حاتم ثقہ بتلاتے ہیں لیکن یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ یہ منکر روایتیں لاتے ہیں۔ [4] واللہ اعلم۔

آیت میں یتیموں کا ذکر ہے یعنی مسلمانوں کے بے باپ کے بچے۔ پھر بعض تو کہتے ہیں کہ یتیمی کے ساتھ فقیری بھی ہو تو وہ مستحق ہیں اور بعض کہتے ہیں ہر امیر فقیر یتیم کو یہ الفاظ شامل ہیں۔ مساکین سے مراد وہ محتاج ہیں جن کے پاس اتنا نہیں کہ ان کی فقیری اور ان کی حاجت پوری ہو جائے اور انہیں کافی ہو جائے۔ ابن السبیل وہ مسافر ہے جو اتنی حد تک وطن سے نکل چکا ہو یا جا رہا ہو کہ جہاں پہنچ کر اسے نماز کو قصر پڑھنا جائز ہو اور سفر خرچ کافی اس کے پاس نہ رہا ہو۔ اس کی تفسیر سورۂ برأت کی آیت ﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ﴾ کی تفسیر میں آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ ہمارا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے اور اسی سے ہم مدد طلب کرتے ہیں۔

پھر فرماتا ہے کہ اگر تم میں اللہ تعالیٰ پر اور اس کی اتاری ہوئی وحی پر ایمان ہے تو جو وہ فرما رہا ہے بجا لاؤ یعنی

---

[1] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب فرض الخمس : باب ومن الدلیل علی ان الخمس (۳۱۴۰) ابوداؤد : کتاب الخراج : باب فی بیان مواضع قسم الخمس (۲۹۷۸) مسند احمد (۴/۸۱)]

[2] [صحیح :ابوداؤد (۲۹۸۰) صحیح ابوداود]

[3] [صحیح :صحیح مسلم : کتاب الجهاد : باب النسآء الغازیات (۱۸۱۲)]

[4] [دیکھئے : میزان الاعتدال (۱/۶۸)]

مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ الگ کردیا کرو۔ بخاری ومسلم میں ہے کہ وفد عبدالقیس کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں چار باتوں کا حکم کرتا ہوں اور چار سے منع کرتا ہوں میں تمہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہوں جانتے بھی ہو کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا کیا ہے؟ گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور نماز کو پابندی سے ادا کرنا' زکوٰۃ دینا اور غنیمت میں سے خمس ادا کرنا۔ [1] پس خمس کا دینا بھی ایمان میں داخل ہے۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب صحیح بخاری شریف میں باب باندھا ہے کہ خمس کا ادا کرنا ایمان میں ہے پھر اس حدیث کو وارد فرمایا ہے اور ہم نے شرح صحیح بخاری میں اس کا پورا مطلب واضح بھی کر دیا ہے' وللہ الحمد والمنۃ۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنا ایک احسان وانعام بیان فرماتا ہے کہ اس نے حق و باطل میں فرق کر دیا۔ اپنے دین کو غالب کیا اپنے نبی اکرم ﷺ کی اور آپ ﷺ کے لشکریوں کی مدد فرمائی اور جنگ بدر میں انہیں غلبہ دیا۔ کلمہ ایمان کلمہ کفر پر چھا گیا۔ پس یوم الفرقان سے مراد بدر کا دن ہے' جس میں حق و باطل کی تمیز ہوگئی' بہت سے بزرگوں سے اس کی یہی تفسیر مروی ہے۔ یہی سب سے پہلا غزوہ تھا۔ مشرک لوگ عتبہ بن ربیعہ کی ماتحتی میں تھے۔ جمعہ کے دن انیس یا سترہ رمضان کو یہ لڑائی ہوئی تھی اصحاب رسول ﷺ تین سو دس سے کچھ اوپر تھے اور مشرکوں کی تعداد نو سو سے ایک ہزار تھی' باوجود اس کے اللہ تبارک وتعالیٰ نے کافروں کو شکست دی ستر سے کچھ اوپر اور پرتو یہ مارے گئے اور اتنے ہی قید کر لئے گئے۔ مستدرک حاکم میں ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لیلۃ القدر کو گیارہویں رات میں ہی یقین کے ساتھ تلاش کرو اس لئے کہ اس کی صبح کو بدر کی لڑائی کا دن تھا حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں لیلۃ الفرقان جس دن دونوں جماعتوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی رمضان شریف کی سترہویں تھی یہ رات بھی جمعہ کی رات تھی۔ غزوے اور سیرت کی کتابوں والوں کے نزدیک صحیح یہی ہے۔ ہاں یزید بن ابو حبیب رحمہ اللہ جو اپنے زمانے کے مصری علاقے کے امام تھے فرماتے ہیں کہ بدر کا دن پیر کا دن تھا۔ لیکن کسی اور نے ان کی متابعت نہیں کی اور جمہور کا قول یقیناً ان کے قول پر مقدم ہے' واللہ اعلم۔

إِذْ أَنتُم بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُم بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَىٰ وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنكُمْ ۚ وَلَوْ تَوَاعَدتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ ۙ وَلَٰكِن لِّيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَن بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَن بَيِّنَةٍ ۗ وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٤٢﴾

جب کہ تم پاس والے کنارے پر تھے اور وہ دور والے کنارے پر تھے اور قافلہ تم سے بہت نیچا تھا' اگر تم آپس میں وعدے کرتے تو یقیناً تم اس وعدے کے بارے میں بہت سے اختلافات میں پڑتے لیکن اللہ تعالیٰ کو تو ایک کام کر ہی ڈالنا تھا' تا

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الایمان : باب اداء الخمس من الایمان (۵۳) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب الامر بالایمان باللہ تعالی (۱۷) نسائی : کتاب الایمان : باب اداء الخمس (۵۰۴۶) ابوداؤد : کتاب الاشربہ : باب فی الاوعیۃ (۳۶۹۲) ترمذی : کتاب الایمان : باب ماجآء فی اضافۃ الفرائض الی الایمان (۲۶۱۱) مسند احمد (۲۲۸/۱)]

کہ وہ ظاہری طور پر بھی برباد ہو جو دلیل کی رو سے ہلاک ہو چکا ہے اور وہ جی جائے جو دلیل سے جیتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت سننے والا خوب جاننے والا ہے O

جنگ بدر کا مقام اور قافلہ ابوسفیان کا ذکر: فرماتا ہے کہ اس دن تم وادی الدنیا میں تھے جو مدینے شریف سے قریب ہے اور مشرک لوگ مکے کی جانب مدینے کی دور کی وادی میں تھے۔ اور ابوسفیان اور اس کا قافلہ تجارتی اسباب سمیت نیچے کی رخ دریا کی طرف تھا۔ اگر تم اور کفار قریش سے پہلے سے جنگ کا ارادہ کرتے تو یقیناً تم میں اختلاف پڑتا کہ لڑائی کہاں ہو۔ یہ بھی مطلب کہا گیا ہے کہ اگر تم لوگ آپس میں طے کر کے جنگ کے لئے تیار ہوئے ہوتے اور پھر تمہیں ان کی کثرتِ تعداد اور کثرتِ اسباب معلوم ہوتی تو بہت ممکن تھا کہ ارادے پست ہو جاتے اس لئے قدرت نے بغیر پہلے طے کئے دونوں جماعتوں کو اچانک ملا دیا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ پورا ہو جائے کہ اسلام اور مسلمانوں کو بلندی حاصل ہو اور شرک اور مشرکوں کو پستی ہو پس جس کو کرنا تھا اللہ پاک کر گزرا۔ چنانچہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان تو صرف قافلے کے ارادے سے ہی نکلے تھے اللہ تعالیٰ نے دشمن سے مڈھ بھیڑ کرادی بغیر کسی تقرر کے اور بغیر کسی جنگی تیاری کے۔ ابوسفیان ملک شام سے قافلے کو لے کر چلا۔ ابوجہل اسے مسلمانوں سے بچانے کے لئے مکے سے نکلا قافلہ اور راستے سے نکل گیا اور مسلمانوں اور کافروں کی جنگ ہوگئی۔ اس سے پہلے دونوں ایک دوسرے سے بے خبر تھے ایک دوسرے کو خصوصاً پانی لانے والوں کو دیکھ کر انہیں ان کا اور انہیں ان کا علم ہوا۔ سیرت محمد بن اسحاق میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم برابر اپنے ارادے سے جا رہے تھے صفراء کے قریب پہنچ کر بسبس بن عمرو اور عدی بن ابوالزغباء جہنی کو ابوسفیان کا پتہ چلانے کے لئے بھیجا ان دونوں نے بدر کے میدان میں پہنچ کر بطحاء کے ایک ٹیلے پر اپنی سواریاں بٹھائیں اور پانی کے لئے نکلے راستے میں دولڑکیوں کو آپس میں جھگڑتے ہوئے دیکھا ایک دوسرے سے کہتی ہے تو میرا قرضہ کیوں ادا نہیں کرتی؟ اس نے کہا جلدی نہ کر کل پرسوں یہاں قافلہ آنے والا ہے میں تجھے تیرے حق دے دوں گی۔ مجدیٰ بن عمرو بیچ میں بول اٹھا اور کہا یہ سچ کہتی ہے اسے ان دونوں صحابیوں نے سن لیا اپنے اونٹ کسے اور فوراً خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ ادھر ابوسفیان اپنے قافلے سے پہلے اکیلا پہنچا اور مجدیٰ بن عمرو سے کہا کہ اس کنویں پر تم نے کسی کو دیکھا؟ اس نے کہا نہیں البتہ دو سوار آئے تھے اونٹ اس ٹیلے پر بٹھائے اپنی مشک میں پانی بھرا اور چل دیئے۔ یہ سن کر اس جگہ پہنچا مینگنیاں لیں اور انہیں توڑا اور کھجوروں کی گٹھیاں ان میں پا کر کہنے لگا واللہ یہ مدنی لوگ ہیں، وہیں سے واپس اپنے قافلے میں پہنچا اور راستہ بدل کر سمندر کے کنارے چل دیا۔ جب اسے اس طرف سے اطمینان ہو گیا تو اس نے اپنا قاصد قریشیوں کو بھیجا کہ اللہ نے تمہارے قافلے کو اور مال کو اور آدمیوں کو بچا لیا تم لوٹ جاؤ۔ یہ سن کر ابوجہل نے کہا نہیں جب یہاں تک ہم آ چکے ہیں تو بدر تک ضرور جائیں گے، یہاں ایک بازار لگا کرتا تھا، وہاں ہم تین روز ٹھہریں گے وہاں اونٹ ذبح کریں گے، شرابیں پئیں گے، کباب بنائیں گے تا کہ عرب میں ہماری دھوم مچ جائے اور ہر ایک کو ہماری بہادری بے جگری معلوم ہو اور وہ ہمیشہ ہم سے

خوف زدہ رہیں لیکن اخنس بن شریق نے کہا کہ بنو زہرہ کے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے مال محفوظ کر دیئے تم کو چاہیئے کہ اب واپس چلے جاؤ۔ اس کے قبیلہ نے اس کی مان لی یہ لوگ تو لوٹ گئے اور بنو عدی بھی۔ [1] بدر کے قریب پہنچ کر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو خبر لانے کے لئے بھیجا چند اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی ان کے ساتھ کر دیا۔ انہیں بنو سعید بن عاص کا اور بنو حجاج کا غلام کنویں پر مل گیا دونوں کو گرفتار کر لیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس وقت آپ ﷺ نماز میں تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان سے سوال کرنا شروع کیا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا کہ قریش کے سقے ہیں انہوں نے ہمیں پانی لانے کے لئے بھیجا تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کا خیال تھا کہ ابوسفیان کے آدمی ہیں اس لئے انہوں نے ان پر سختی شروع کی آخر گھبرا کر انہوں نے کہہ دیا۔ کہ ہم ابوسفیان کے قافلے کے ہیں تب انہیں چھوڑا۔ حضور ﷺ نے ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا اور فرمایا کہ جب تک یہ سچ بولتے رہے تم انہیں مارتے پیٹتے رہے اور جب انہوں نے جھوٹ کہا تم نے چھوڑ دیا واللہ! یہ سچے ہیں قریش کے غلام ہیں۔ ہاں جی بتلاؤ قریش کا لشکر کہاں ہے؟ انہوں نے کہا وادی قصویٰ کے اس طرف ٹیلے کے پیچھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ تعداد میں کتنے ہیں؟ انہوں نے کہا بہت ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا آخر کتنے ہیں؟ انہوں نے کہا تعداد تو ہمیں معلوم نہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا یہ بتلا سکتے ہو کہ ہر روز کتنے اونٹ کٹتے ہیں؟ انہوں نے کہا ایک دن نو ایک دن دس۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر تو وہ نو سو سے ایک ہزار تک ہیں۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ ان میں سردار قریش میں سے کون کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ عتبہ بن ربیعہ' شیبہ بن ربیعہ' ابوالبختری بن ہشام' حکیم بن حزام' نوفل بن خویلد' حارث بن عامر بن نوفل' طعیمہ بن عدی' نضر بن حارث' زمعہ بن اسود' ابوجہل' امیہ بن خلف' منبہ بن حجاج' سہیل بن عمرو' عمرو بن عبدود' یہ سن کر آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا لو! مکے نے اپنے جگر کے ٹکڑے تمہاری طرف ڈال دیئے ہیں۔ [2]

بدر کے دن جب دونوں جماعتوں کا مقابلہ شروع ہونے لگا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم آپ کے لئے ایک جھونپڑی بنا دیں آپ وہاں رہیں ہم اپنے جانوروں کو یہیں بٹھا کر میدان میں جا کودیں اگر فتح ہوئی تو الحمد اللہ یہی مطلوب ہے ورنہ آپ ﷺ ہمارے جانوروں پر سوار ہو کر انہیں اپنے ساتھ لے کر ہماری قوم کے ان حضرات کے پاس چلے جائیں جو مدینہ شریف میں ہیں وہ ہم سے زیادہ آپ ﷺ سے محبت رکھتے ہیں انہیں معلوم نہ تھا کہ کوئی جنگ ہونے والی ہے ورنہ وہ ہرگز آپ کا ساتھ نہ چھوڑتے آپ کی مدد کے لئے آپ کے ہم رکاب نکل کھڑے ہوتے۔ حضور ﷺ نے ان کے اس مشورے کی قدر کی انہیں دعا دی اور اس ڈیرے میں آپ ﷺ ٹھہر گئے۔ آپ ﷺ کے ساتھ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی

---

[1] [بیهقی فی دلائل النبوة (۳/۳۱، ۳۳)]

[2] [بیهقی فی دلائل النبوة (۳/۴۲، ۴۳)] مزید دیکھئے : صحیح مسلم (۱۷۷۹) ابوداؤد (۲۶۸۱) مسند احمد (۳/۲۱۹۔ ۲۲۰)]

تھے اور کوئی نہ تھا۔ (۱) صبح ہوتے ہی قریشیوں کے لشکر ٹیلے کے پیچھے سے آتے ہوئے نمودار ہوئے انہیں دیکھ کر آپ ﷺ نے جناب باری میں دعا کی کہ باری تعالیٰ تو انہیں پست و ذلیل کر۔ اس آیت کے آخری جملے کی تفسیر سیرت ابن اسحاق میں یہ ہے کہ یہ اس لئے کہ کفر کرنے والے دلیل الٰہی دیکھ لیں گو کفر پر رہیں اور ایمان والے بھی دلیل کے ساتھ ایمان لائیں۔ یعنی بغیر آمادگی اور بغیر شرط و قرارداد کے اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور مشرکوں کی یہاں اچانک مڈ بھیڑ کرادی کہ حقانیت کو باطل پر غلبہ دے کر حق کو بالکل ظاہر کردے اس طرح کہ کسی کو شک وشبہ باقی نہ رہے۔ اب جو کفر پر رہے وہ بھی کفر کو کفر سمجھ کر رہے اور جو ایمان والا ہو جائے وہ دلیل دیکھ کر ایماندار بنے' ایمان ہی دلوں کی زندگی ہے اور کفر ہی اصل ہلاکت ہے جیسے فرمانِ قرآن ہے ﴿اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنَاهُ﴾ (۲) وہ جو مردہ تھا پھر ہم نے اسے جلا دیا اور اس کے لئے نور بنا دیا کہ اس روشنی میں وہ لوگوں میں چل پھر رہا ہے۔ تہمت کے قصے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ ہیں کہ پھر جسے ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہو گیا۔ یعنی بہتان میں حصہ لیا۔ (۳) اللہ تعالیٰ تمہارے تضرع و زاری اور تمہاری دعا و استغفار اور فریاد و مناجات کا سننے والا ہے' وہ خوب جانتا ہے کہ تم اہل حق ہو' تم مستحق امداد ہو' تم اس قابل ہو کہ تمہیں کافروں اور مشرکوں پر غلبہ دیا جائے۔

اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ۭ وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ
فِي الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ
اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ
مَفْعُوْلًا ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝

جب کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے تیرے خواب میں ان کی تعداد کم دکھائی' اگر ان کی زیادتی دکھاتا تو تم بزدل ہو جاتے اور اس کام کے بارے میں آپس میں اختلاف کرنے لگتے لیکن اللہ تعالیٰ نے بچا لیا وہ دلوں کے بھیدوں سے خوب آگاہ ہے ○ جب کہ اس نے بوقتِ ملاقات انہیں تمہاری نگاہوں میں بہت کم دکھائے اور تمہیں ان کی نگاہوں میں کم دکھائے تا کہ اللہ تعالیٰ اس کام کو انجام تک پہنچا دے جو کرنا ہی تھا' سب کام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف پھیرے جاتے ہیں ○

جنگ بدر میں کفار اور مسلمانوں کی تعداد: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو خواب میں مشرکوں کی تعداد بہت کم دکھائی' آپ ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے ذکر کیا یہ چیز ان کی ثابت قدمی کا باعث بن گئی۔ بعض بزرگ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی آنکھوں سے ان کی تعداد کم دکھائی جن آنکھوں سے آپ ﷺ سوتے تھے۔

---

(۱) [بیهقی فی دلائل النبوة (۳/۴٤)]

(۲) [سورة الانعام : آیت ۱۲۲]

(۳) [صحیح: صحیح بخاری : کتاب الجهاد : باب كان النبی اذا لم یقاتل اول النهار (۲۹٦٦) صحیح مسلم : كتاب الجهاد : باب كراهة تمنی لقاء العدو والامر (۱۷٤۲)]

لیکن یہ قول غریب ہے جب قرآن میں ((مَنَامَ)) کے لفظ ہیں تو اس کی تأویل بلادلیل کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ممکن تھا کہ ان کی تعداد کی زیادتی دلوں میں رعب بٹھادے اور آپس میں اختلاف شروع ہو جائے کہ آیا ان سے لڑیں یا نہ لڑیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات سے ہی بچالیا اور ان کی تعداد کم کر کے دکھائی۔ اللہ پاک دلوں کے بھید سے، سینے کے راز سے واقف ہے آنکھوں کی خیانت اور دل کے بھید جانتا ہے۔ خواب میں تعداد کم کر کے دکھائی۔ خواب میں تعداد کم دکھا کر پھر بھی مہربانی فرمائی کہ بوقتِ جنگ بھی مسلمانوں کی نگاہوں اور جانچ میں وہ بہت ہی کم آئے تا کہ مسلمان دلیر ہو جائیں اور انہیں کوئی چیز نہ سمجھیں۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے تو اندازہ کر کے اپنے ساتھی سے کہا کہ یہ لوگ تو کوئی ستر کے قریب ہوں گے۔ اس نے پورا اندازہ کر کے کہا نہیں نہیں کوئی ایک سو ہیں۔ پھر ان میں سے ایک شخص ہمارے ہاتھ میں قید ہو گیا۔ اس سے ہم نے پوچھا کہ تم کتنے ہو؟ اس نے کہا ایک ہزار کا یہ لشکر ہے۔ پھر اسی طرح کافروں کی نظروں میں بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی تعداد کم دکھائی۔ اب تو وہ ان پر اور یہ ان پر کود پڑے۔ تا کہ رب کا کام جس کا کرنا وہ اپنے علم میں مقرر کر چکا تھا پورا ہو جائے کافروں پر اپنی پکڑ اور مومنوں پر اپنی رحمت نازل فرمادے۔ پس جب تک لڑائی شروع نہیں ہوئی تھی یہی کیفیت دونوں جانب رہی۔ لڑائی شروع ہوتے ہی اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار فرشتوں سے اپنے بندوں کی مدد فرمائی مسلمانوں کا جتھا بڑھ گیا اور کافروں کا زور ٹوٹ گیا۔ چنانچہ اب تو کافروں کو مسلمان اپنے سے دگنے نظر آنے لگے اور اللہ تعالیٰ نے موحدوں کی مدد کی اور آنکھوں والوں کے لئے عبرت کا خزانہ کھول دیا۔ جیسے کہ آیت ﴿قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ﴾ [1] میں بیان ہوا ہے۔ پس دونوں آیتیں ایک سی ہیں۔ کم نظر آتے تھے جب تک لڑائی شروع نہیں ہوئی۔ شروع ہوتے ہی مسلمان دگنے دکھائی دینے لگے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٤٥﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿٤٦﴾

اے ایمان والو جب تم کسی مخالف فوج سے بھڑ جاؤ تو ثابت قدم رہو اور بکثرت اللہ کو یاد کرو تا کہ تمہیں کامیابی حاصل ہو○ اور اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فرمانبرداری کرتے رہو آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر و سہار رکھو یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے○

چند آداب جنگ: اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو لڑائی کی کامیابی کی تدبیر اور دشمن کے مقابلے کی شجاعت سکھارہا ہے۔ ایک غزوے میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج ڈھلنے کے بعد کھڑے ہو کر فرمایا لوگو! دشمن سے بھڑ جانے کی تمنا نہ کرو اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگتے رہو لیکن جب دشمنوں سے مقابلہ ہو جائے تو استقلال رکھو اور یقین مانو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے سچی کتاب کے

[1] [سورۃ ال عمران : آیت ۱۳]

نازل فرمانے والے! اے بادلوں کے چلانے والے! اور لشکروں کو ہزیمت دینے والے اللہ تعالیٰ! ان کافروں کو شکست دے اور ان پر ہماری مدد فرما [1] (بخاری و مسلم)۔ عبدالرزاق کی روایت میں ہے کہ دشمن کے مقابلے کی تمنا نہ کرو اور مقابلے کے وقت ثابت قدمی اور اولوالعزمی دکھاؤ گو وہ چیخیں چلائیں لیکن تم خاموش رہا کرو۔ [2] طبرانی میں ہے تین وقتوں میں اللہ تعالیٰ کو خاموشی پسند ہے تلاوت قرآن کے وقت' جہاد کے وقت' اور جنازے کے وقت' [3] اور حدیث میں ہے میرا کامل بندہ وہ ہے جو دشمن کے مقابلے کے وقت بھی میرا ذکر کرتا رہے [4] یعنی اس حال میں بھی میرے ذکر کو مجھ سے دعا کرنے کو اور مجھ سے فریاد کرنے کو ترک نہ کرے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں پوری مشغولی کے وقت یعنی جب تلوار چلتی ہو تب بھی اللہ تعالیٰ نے اپنا ذکر فرض رکھا ہے۔ حضرت عطاء رحمہ اللہ کا قول ہے کہ چپ رہنا اور ذکر اللہ کرنا لڑائی کے وقت بھی واجب ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت کی تلاوت فرمائی۔ تو جریج رحمہ اللہ نے آپ رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ کی یاد بلند آواز سے کریں؟ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا ہاں۔ کعب احبار رحمہ اللہ فرماتے ہیں قرآن کریم کی تلاوت اور ذکر اللہ سے زیادہ محبوب اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور کوئی چیز نہیں۔ اس میں بھی اولیٰ وہ ہے جس کا حکم لوگوں کو نماز میں کیا گیا ہے اور جہاد میں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بوقت جہاد بھی اپنے ذکر کا حکم فرمایا ہے پھر آپ رحمہ اللہ نے یہی آیت پڑھی۔ شاعر کہتا ہے کہ عین جنگ وجدال کے وقت بھی میرے دل میں تیری یاد ہوتی ہے۔ عنترہ کہتا ہے نیزوں اور تلواروں کے شپاشپ چلتے ہوئے بھی میں تجھے یاد کرتا رہتا ہوں۔ پس آیت میں جناب باری تعالیٰ نے دشمنوں کے مقابلے کے وقت میدان جنگ میں ثابت قدم رہنے اور صبر وسہار کرنے کا حکم دیا کہ نامردی' بزدلی' بھاگ اور ڈرپوکی نہ برتو۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرو' اسے نہ بھولو' اس سے فریاد کرو' اس سے دعائیں کرو' اسی پر بھروسہ رکھو اس سے مدد طلب کرو۔ یہی کامیابی کے گر ہیں اس وقت بھی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو ہاتھ سے نہ جانے دو وہ جو فرمائیں بجالاؤ جن سے روکیں رک جاؤ آپس میں جھگڑے اور اختلاف نہ پھیلاؤ ورنہ ذلیل ہو جاؤ گے بزدلی جم جائے گی ہوا اکھڑ جائے گی۔ قوت اور تیزی جاتی رہے گی اقبال وترقی رک جائے گی۔ دیکھو صبر کا دامن نہ چھوڑو اور یقین رکھو کہ صابروں کے ساتھ خود اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان احکام میں ایسے پورے اترے کہ ان کی مثال اگلوں

---

[1] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الجهاد والسیر : باب الجنة تحت بارقة السیوف (۲۸۱۸۔ ۲۸۳۳) صحیح مسلم : کتاب الجهاد : باب کراهية تمنی لقاء العدو (۱۷۴۲) ابو داؤد : کتاب الجهاد : باب فی کراهية تمنی لقاء العدو (۲۶۳۱)]

[2] [ضعیف :مصنف عبد الرزاق (۹۵۱۸) بیهقی فی السنن الکبری (۹/۱۵۳) ابن ابی شیبة (۱۲/۴۶۳)] اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن زید راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [ضعیف :طبرانی کبیر (۵۱۳۰) ابن جوزی فی العلل (۹۵۹)] اس کی سند میں مجہول راوی ہے۔]

[4] [ضعیف :ترمذی : کتاب الدعوات (۳۵۸۰)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی، السلسلة الضعیفه (۳۵۸۰)] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

میں بھی نہیں پیچھے والوں کا تو ذکر ہی کیا ہے؟ یہی شجاعت یہی اطاعتِ رسول ﷺ یہی صبر واستقلال تھا جس کے باعث مددِ رب شامل حال رہی اور بہت ہی کم مدت میں باجود تعداد اور اسباب کی کمی کے مشرق ومغرب کو فتح کر لیا نہ صرف لوگوں کے ملکوں کے ہی مالک بنے بلکہ ان کے دلوں کو بھی فتح کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف لگا دیا۔ رومیوں اور فارسیوں کو ترکوں اور صقالبہ کو' بربریوں اور حبشیوں کو سوڈانیوں اور قبطیوں کو غرض دنیا کے کل گوروں کالوں کو دبالیا اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کیا دین حق کو پھیلا دیا اور اسلامی حکومت کو دنیا کے کونے کونے میں جما دیا۔

اللہ تعالیٰ ان سے خوش رہے اور انہیں بھی خوش رکھے خیال تو کرو کہ تیس سال میں دنیا کا نقشہ بدل دیا تاریخ کا ورق پلٹ دیا۔ اللہ تعالیٰ ہمارا بھی انہیں کی جماعت میں حشر کرے وہ کریم ووہاب ہے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِم بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ﴿٤٧﴾ وَإِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ ۖ فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتَانِ نَكَصَ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكُمْ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ ۚ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٤٨﴾ إِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ غَرَّ هَٰؤُلَاءِ دِينُهُمْ ۗ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٤٩﴾

ع

ان لوگوں جیسے نہ بنو جو حق کو دھکا دینے اور لوگوں میں خود نمائی کرنے کے لئے اپنے شہروں سے چلے اور اللہ کی راہ سے روکنے لگے' جو کچھ وہ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اسے گھیر لینے والا ہے ○ جب کہ ان کے اعمال شیطان انہیں زینت دار دکھا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ لوگوں میں سے کوئی بھی آج تم پر غالب نہیں آ سکتا' میں خود بھی تمہارا حمایتی ہوں لیکن جب دونوں جماعتیں نمودار ہوئیں تو اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹ گیا اور کہنے لگا میں تو تم سے بری ہوں' میں دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے' میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں' اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے ○ جب کہ منافق کہہ رہے تھے اور وہ بھی جن کے دلوں میں روگ تھا کہ انہیں تو ان کے دین نے مست بنا دیا ہے جو بھی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے اللہ تعالیٰ بلاشک وشبہ غلبے والا اور حکمت والا ہے ○

جنگ بدر میں ابلیس کی حرکت: جہاد میں ثابت قدمی' نیک نیتی' ذکر اللہ کی کثرت کی نصیحت فرما کر مشرکین کی مشابہت سے روک رہا ہے کہ جیسے وہ حق کو مٹانے اور لوگوں میں اپنی بہادری دکھانے کے لئے فخر وغرور کے ساتھ اپنے شہروں سے چلے تم ایسا نہ کرنا۔ چنانچہ ابوجہل سے جب کہا گیا کہ قافلہ تو بچ گیا اب لوٹ کر واپس چلنا چاہیے تو اس ملعون نے جواب دیا کہ واہ! کس کا لوٹنا بدر کے پانی پر جا کر پڑاؤ کریں گے وہاں شرابیں اڑائیں' گے کباب کھائیں گے' گانا سنیں گے' تا کہ لوگوں میں شہرت ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کی شان کے قربان جائیے کہ ان کے ارمان قدرت نے پلٹ دیئے یہیں ان کی لاشیں گریں اور یہیں کے گڑھے میں ذلت کے ساتھ ٹھوس دیئے گئے۔ اللہ

تعالیٰ ان کے اعمال گھیر لینے والا ہے ان کے ارادے اس پر کھلے ہیں اسی لئے انہیں برے وقت سے پالا پڑا۔ پس یہ مشرکین کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ رسولوں کے سرتاج سے بدر میں لڑنے چلے تھے ان کی گانے والیاں بھی تھیں باجے گاجے بھی تھے' شیطان لعین ان کا پشت پناہ بنا ہوا تھا انہیں پھسلا رہا تھا ان کے کام کو خوبصورت بھلا دکھا رہا تھا ان کے کانوں میں پھونک رہا تھا کہ بھلا تمہیں کون ہرا سکتا ہے؟ ان کے دل سے بنو بکر کا مکے پر چڑھائی کرنے کا خوف نکال رہا تھا اور سراقہ بن مالک بن جعشم کی صورت میں ان کے سامنے کھڑے ہو کر کہہ رہا تھا کہ میں تو اس علاقے کا سردار ہوں بنو مدلج سب میرے تابع ہیں میں تمہارا حمایتی ہوں بے فکر رہو۔ شیطان کا کام بھی یہی ہے کہ جھوٹے وعدے دے' نہ ہوتی امیدیں دلائے اور دھوکے کے جال میں پھنسائے' بدر والے دن یہ اپنے جھنڈے اور اپنے لشکر کو لے کر مشرکوں کے ساتھ ہوا۔ ان کے دلوں میں ڈالتا رہا کہ بس تم بازی لے گئے میں تمہارا مددگار ہوں۔ لیکن جب مسلمانوں سے مقابلہ شروع ہوا اور اس خبیث کی نظریں فرشتوں پر پڑیں تو پچھلے پیروں بھاگا اور کہنے لگا میں وہ دیکھتا ہوں جس سے تمہاری آنکھیں اندھی ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں بدر والے دن ابلیس اپنا جھنڈا بلند کئے مدلجی شخص کی صورت میں اپنے لشکر سمیت پہنچا اور شیطان سراقہ بن مالک بن جعشم کی صورت میں نمودار ہوا اور مشرکین کے دل بڑھائے ہمت دلائی۔ جب میدان جنگ میں صف بندی ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ نے مٹی کی مٹھی بھر کر مشرکوں کے منہ پر ماری اس سے ان کے تو قدم اکھڑ گئے۔ اور ان میں بھگدڑ رچ گئی حضرت جبرائیل علیہ السلام شیطان کی طرف چلے اس وقت یہ ایک مشرک کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے ہوئے تھے آپ علیہ السلام کو دیکھتے ہی اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑا کر اپنے لشکروں سمیت بھاگ کھڑا ہوا۔ اس شخص نے کہا سراقہ تم تو کہہ رہے تھے کہ تم ہمارے حمایتی ہو پھر یہ کیا کر رہے ہو؟ یہ ملعون چونکہ فرشتوں کو دیکھ رہا تھا کہنے لگا میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا آدمی ہوں' اللہ تعالیٰ کے عذاب بڑے بھاری ہیں۔ [1] اور روایت میں ہے کہ اسے پیٹھ پھیرتا دیکھ کر حارث بن ہشام نے پکڑ لیا اس نے اس کے منہ پر تھپڑ مارا جس سے یہ بے ہوش ہو کر گر پڑا تو اوروں نے کہا کہ سراقہ تو اس حال میں ہمیں ذلیل کرتا ہے اور ایسے وقت ہمیں دھوکہ دیتا ہے وہ کہنے لگا ہاں ہاں میں تم سے بری الذمہ ہوں اور بے تعلق ہوں میں انہیں دیکھ رہا ہوں جنہیں تم نہیں دیکھ رہے۔ [2] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اکرم ﷺ پر تھوڑی سی دیر کے لئے ایک طرح کی بے خودی سی طاری ہو گئی پھر ہوشیار ہو کر فرمانے لگے صحابیو! خوش ہو جاؤ یہ ہیں تمہاری دائیں جانب (حضرت) جبرائیل (علیہ السلام) اور یہ ہیں تمہاری بائیں طرف (حضرت) میکائیل (علیہ السلام) اور یہ ہیں (حضرت) اسرافیل (علیہ السلام) تینوں مع اپنی فوجوں کے آموجود ہوئے ہیں۔ ابلیس سراقہ بن مالک بن جعشم مدلجی کی صورت میں مشرکوں میں تھا ان کے دل بڑھا رہا تھا اور ان میں پیشین گوئیاں کر رہا تھا کہ بے فکر رہو آج تمہیں کوئی بھی ہرا نہیں سکتا۔ لیکن فرشتوں کے لشکر دیکھتے ہی اس نے منہ موڑا اور یہ کہتا ہوا بھاگا کہ میں تم سے بری ہوں میں انہیں دیکھ رہا ہوں جو تمہاری نگاہ میں نہیں آتے۔ حارث بن

---

[1] [منقطع: تفسیر ابن جریر الطبری (١٦١٩٨)]

[2] [ضعیف: اس کی سند میں محمد بن سائب کلبی راوی متروک ہے۔]

ہشام چونکہ اسے سراقہ سمجھے ہوئے تھا اس لئے اس نے اس کا ہاتھ تھام لیا اس نے اس کے سینہ میں اس زور سے گھونسہ مارا کہ یہ تو منہ کے بل گر پڑا اور شیطان بھاگ گیا سمندر میں کود پڑا اور اپنا کپڑا اونچا کر کے کہنے لگا اللہ میں تجھے تیرا وعدہ یاد دلاتا ہوں جو تو نے مجھ سے کیا ہے۔ [۱] طبرانی میں حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے بھی اسی کے قریب قریب مروی ہے۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب قریشیوں نے مکے سے نکلنے کا ارادہ کیا تھا۔ انہیں بنی بکر کی جنگ یاد آ گئی اور خیال کیا کہ ایسا نہ ہو ہماری عدم موجودگی میں یہاں چڑھ دوڑیں۔ قریب تھا کہ وہ اپنے ارادے سے دست بردار ہو جائیں اسی وقت ابلیس لعین سراقہ کی صورت میں ان کے پاس آیا یہ بنو کنانہ کے سرداروں میں سے تھا کہنے لگا اپنی قوم کا میں ذمہ دار ہوں تم ان سے بے کھٹکے رہو اور مسلمانوں کے مقابلے کے لئے پورے تیار ہو کر جاؤ۔ خود بھی ان کے ساتھ چلا ہر منزل میں یہ اسے دیکھتے تھے۔ سب کو یقین تھا کہ سراقہ خود ہمارے ساتھ ہے یہاں تک کہ لڑائی شروع ہوگئی۔ اس وقت یہ مردود دم دبا کر بھاگا۔ حارث بن ہشام یا عمیر بن وہب نے اسے جاتے دیکھ لیا۔ اس نے شور مچا دیا کہ سراقہ کہاں بھاگا جا رہا ہے؟ شیطان انہیں موت اور دوزخ کے منہ میں دھکیل کر خود فرار ہو گیا۔ کیونکہ اس نے ربانی لشکر مسلمانوں کی امداد کے لئے آتے ہوئے دیکھ لئے تھے صاف کہہ دیا کہ میں تم سے بری ہوں میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔ اس بات میں تھا وہ بھی سچا۔

پھر کہتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے خوف سے ڈرتا ہوں' اللہ تعالیٰ کے عذاب سخت اور بھاری ہیں۔ اس نے جبرائیل علیہ السلام کو فرشتوں کے ساتھ اترتے دیکھ لیا تھا سمجھ گیا تھا کہ ان کے مقابلے کی مجھ میں یا مشرکوں میں طاقت نہیں۔ وہ اپنے اس قول میں تو جھوٹا تھا کہ میں رب کا خوف کرتا ہوں یہ تو صرف اس کی زبانی بات تھی دراصل وہ اپنے میں طاقت ہی نہیں پاتا تھا۔ یہی اس دشمن رب کی عادت ہے کہ بھڑکاتا اور بہکاتا ہے حق کے مقابلے میں لا کھڑا کر دیتا ہے پھر روپوش ہو جاتا ہے۔ قرآن فرماتا ہے شیطان انسان کو کفر کا حکم دیتا ہے پھر جب وہ کفر کر چکتا ہے تو یہ کہنے لگتا ہے میں تجھ سے بیزار ہوں میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ اور آیت میں ہے کہ جب کام نتھر جاتا ہے تو یہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ کے وعدے سچے ہیں میں خود جھوٹا میرے وعدے بھی سراسر جھوٹے میرا تم پر کوئی زور دعویٰ تو تھا ہی نہیں تم نے تو آپ میری آرزو پر گردن جھکا دی اب مجھے سرزنش نہ کرو خود اپنے آپ کو ملامت کرو نہ میں تمہیں بچا سکوں نہ تم میرے کام آ سکو اس سے پہلے جو تم مجھے شریک رب بنا رہے تھے میں تو آج اس کا بھی انکاری ہوں۔ یقین مانو کہ ظالموں کے لئے دکھ کی مار ہے۔ حضرت ابو اسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر میری آنکھیں آج بھی ہوتیں تو میں تمہیں بدر کے میدان میں وہ گھاٹی دکھا دیتا جہاں سے فرشتے آتے تھے بے شک وشبہ مجھے وہ معلوم ہے [۲] انہیں ابلیس نے دیکھ لیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ مومنوں کو ثابت قدم رکھو۔ یہ لوگوں کے پاس ان کے جان پہچان کے آدمیوں کی شکل میں آتے اور کہتے خوش ہو جاؤ یہ کافر بھی کوئی چیز ہیں اللہ تعالیٰ کی مدد تمہارے ساتھ ہے بے خوفی کے ساتھ شیر کا سا حملہ کر دو۔ ابلیس یہ دیکھ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ اب تک وہ

---

[۱] [ضعیف: اس کی سند میں واقدی اور مولی ابن عباس ضعیف ہے۔]

[۲] [ضعیف بیهقی فی دلائل النبوة (۳/۵۲ـ ۵۳)] اس میں ایک راوی مجہول ہے۔]

سراقہ کی شکل میں کفار میں موجود تھا۔ ابو جہل نے یہ حال دیکھ کر اپنے لشکروں میں گشت شروع کیا کہہ رہا تھا کہ گھبراؤ نہیں اس کے بھاگ کھڑے ہونے سے دل تنگ نہ ہو جاؤ۔ یہ تو محمد (ﷺ) کی طرف سے سیکھا پڑھا آیا تھا کہ تمہیں عین موقعہ پر بزدل کر دے کوئی گھبرانے کی بات نہیں لات وعزیٰ کی قسم! آج ان مسلمانوں کو ان کے نبی سمیت گرفتار کر لیں گے نامردی نہ کرو دل بڑھاؤ اور سخت حملہ کرو دیکھو خبردار! انہیں قتل نہ کرنا زندہ پکڑنا تا کہ آج انہیں دل کھول کر سزا دیں۔ یہ بھی اپنے زمانے کا فرعون ہی تھا اس نے بھی جادوگروں کے ایمان لانے پر کہا تھا کہ یہ تو صرف تمہارا ایک مکر ہے کہ یہاں سے تم ہمیں نکال دو۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ جادوگروں یہ موسیٰ تمہارا استاد ہے حالانکہ یہ محض اس کا فریب تھا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں عرفہ کے دن جس قدر ابلیس حقیر، ذلیل، رسوا اور درماندہ ہوتا ہے اتنا کسی اور دن نہیں دیکھا گیا کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عام معافی اور عام رحمت اترتی ہے ہر ایک کے گناہ عموماً معاف ہو جاتے ہیں، ہاں بدر کے دن کی اس کی ذلت و رسوائی کی کچھ نہ پوچھو جب کہ اس نے دیکھا کہ فرشتوں کی فوجیں جبرائیل علیہ السلام کی ماتحتی میں آ رہی ہیں۔ [1] جب دونوں فوجیں صف بندی کر کے آمنے سامنے آ گئیں تو اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت سے مسلمان کافروں کو بہت کم نظر آنے لگے اور کافر مسلمانوں کی نگاہوں میں کم جچنے لگے اس پر کافروں نے قہقہہ لگایا کہ دیکھو مسلمان کیسے مذہبی دیوانے ہیں مٹھی بھر آدمی ہم ایک ہزار کے لشکر سے ٹکرا رہے ہیں ابھی ایک ہی دم یہ چور ہو جائیں گے پہلے ہی حملے میں وہ چوٹ کھائیں گے کہ سر ہلاتے رہ جائیں گے۔ اللہ رب العالمین فرماتا ہے انہیں نہیں معلوم کہ یہ متوکلین کا گروہ ہے ان کا بھروسہ اس پر ہے جو غلبہ کا مالک ہے جو حکمت کا مالک ہے اللہ کے دین کی سختی مسلمانوں میں محسوس کر کے ان کی زبان سے یہ کلمہ نکلا کہ انہیں مذہبی دیوانگی ہے۔ دشمن رب ابو جہل ملعون ٹیلے پر سے جھانک کر اللہ والوں کی کمی اور بے سروسامانی دیکھ کر گدھے کی طرح پھول گیا اور کہنے لگا لو پالا مار لیا ہے بس آج سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والوں سے زمین خالی نظر آئے گی ابھی ہم ان میں سے ایک ایک کے دو دو کر کے رکھ دیں گے۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے دین میں طعنہ دینے والے مکہ کے منافق تھے عامر شعبی کہتے ہیں یہ چند لوگ تھے جو زبانی مسلمان ہوئے تھے لیکن آج بدر کے دن میدان میں مشرکوں کے ساتھ تھے انہیں مسلمانوں کی کمی اور کمزوری دیکھ کر تعجب معلوم ہوا اور کہا کہ یہ لوگ تو مذہبی فریب خوردہ ہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ قریش کی ایک جماعت تھی ابو قیس بن ولید بن مغیرہ اور ابو قیس بن فاکہ بن مغیرہ اور حارث بن زمعہ بن اسود بن المطلب اور علی بن امیہ بن خلف اور عاص بن منبہ بن حجاج، یہ قریش کے ساتھ تھے لیکن تھے یہ شک میں اور اسی میں رکے ہوئے تھے یہاں مسلمانوں کی حالت دیکھ کر کہنے لگے یہ لوگ تو صرف مذہبی مجنون ہیں ورنہ مٹھی بھر بے رسد اور بے ہتھیار آدمی اتنی ٹڈی دل شوکت و شان والی فوجوں کے سامنے کیوں کھڑے ہو جاتے؟ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ بدر کی لڑائی میں نہیں آئے تھے ان کا نام منافق رکھ دیا گیا۔ کہتے ہیں کہ یہ قوم اسلام کی اقراری تھی لیکن مشرکوں کی رو میں بہہ کر یہاں چلی آئی یہاں آ کر مسلمانوں کا

---

[1] [مرسل :مؤطا : كتاب الحج (١/٤٢٢)، (٢٤٥) تفسير ابن جرير الطبرى (١٦٢٠٤)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

کمزور جتھا دیکھ کرانہوں نے یہ کہا۔ جناب باری جل شانہ ارشاد فرماتا ہے کہ جو اس مالک الملک پر بھروسہ کرے وہ اسے ذی عزت کر دیتا ہے۔ کیونکہ عزت اس کی لونڈی ہے اور غلبہ اس کا غلام ہے وہ بلند جناب ہے' وہ بڑا ذی شان ہے' وہ سچا سلطان ہے' وہ حکیم ہے اس کے سب کام حکمت سے ہوتے ہیں وہ ہر چیز کو اس کی ٹھیک جگہ رکھتا ہے۔ مستحقین امداد کی وہ مدد فرماتا ہے اور مستحقین ذلت کو وہ ذلیل کرتا ہے وہ سب کو خوب جانتا ہے۔

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝

کاش کہ تو دیکھتا جب کہ فرشتے کافروں کی روح قبض کرتے ہیں ان کے منہ پر اور کمروں پر مار مارتے ہیں تم جلنے کا عذاب چکھو○ سبب ان کاموں کے جو تمہارے ہاتھوں نے پہلے ہی بھیج رکھا ہے بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں○

موت کے وقت کفار کے ساتھ فرشتوں کا سخت رویہ: کاش کہ تو اے پیغمبر ﷺ! دیکھتا کہ فرشتے کس بری طرح کافروں کی روح قبض کرتے ہیں وہ اس وقت ان کے چہروں پر اور کمروں پر مار مارتے ہیں اور کہتے ہیں آگ کا عذاب اپنی بداعمالیوں کے بدلے چکھو۔ یہ بھی مطلب بیان کیا گیا ہے کہ یہ واقعہ بھی بدر کے دن کا ہے کہ سامنے سے ان کافروں کے چہروں پر تلواریں پڑتی تھیں اور جب بھاگتے تھے تو پیٹھ پر وار پڑتے تھے۔ فرشتے ان کا خوب بھرتہ بنا رہے تھے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے کہا میں نے ابوجہل کی پیٹھ پر کانٹوں کے سے نشان دیکھے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں یہ فرشتوں کی مار کے نشان ہیں۔ [۱] حق یہ ہے کہ یہ آیت بدر کے ساتھ مخصوص تو نہیں الفاظ عام ہیں ہر کافر کا یہی حال ہوتا ہے۔ سورۂ قتال میں بھی اس بات کا بیان ہوا ہے اور سورۂ انعام کی آیت ﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ﴾ [۲] میں بھی اس کا بیان مع تفسیر گزر چکا ہے۔ چونکہ یہ نافرمان لوگ تھے ان کی موت کے وقت فرشتوں کے ہاتھ ان کی جانب بڑھے ہوئے ہوتے ہیں وہ انہیں خوب مار مارتے ہیں ان کی روحیں اپنی سیاہ کاریوں کی وجہ سے بدن میں چھپتی پھرتی ہیں جنہیں فرشتے جبراً نکالتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ تیرے لئے غضب رب ہے اور عذاب الٰہی ہے جیسے کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ اس بری حالت میں سکرات موت کے وقت جب کہ کافر کے پاس ملک الموت علیہ السلام آتے ہیں تو فرماتے ہیں اے خبیث روح! چل گرم ہواؤں اور گرم پانی اور گرم سائے کی طرف۔ پس وہ روح بدن میں چھپتی پھرتی ہے آخر اسے جبراً گھسیٹا جاتا ہے جس طرح کسی زندہ شخص کی کھال کو اتارا جائے اسی کے ساتھ رگیں اور پٹھے بھی آجاتے ہیں۔ [۳] فرشتے اس سے کہتے ہیں اب جلنے کا مزہ چکھو۔ یہ تمہاری دنیوی بداعمالی کی سزا ہے۔ اللہ تعالیٰ

---

[۱] [مرسل وضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (١٦٢٢٠)] [۲] [سورۃ الانعام: آیت ۹۳]

[۳] [حسن: مسند احمد (٤/٢٨٧ ـ ٢٨٨) تفسیر ابن جریر الطبری (١٤٦٢٠)] حافظ زبیر علی زئی اس حدیث کو حسن کہتے ہیں۔]

ظالم نہیں وہ تو عادل حاکم ہے برکت و بلندی غنا اور پاکیزگی والا بزرگ اور تعریفوں والا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم شریف کی حدیث قدسی میں ہے کہ میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم حرام کرلیا ہے اور تم پر بھی حرام کر دیا ہے پس آپس میں کوئی کسی پر ظلم وستم نہ کرے۔ میرے بندو! میں تو صرف تمہارے کئے ہوئے اعمال ہی کو ٹھیرے ہوئے ہوں بھلائی پا کر میری تعریفیں کرو اور اس کے سوا کچھ اور دیکھو تو اپنے آپ کو ہی ملامت کرو۔ [1]

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿٥٢﴾

مثل فرعونیوں کے حال کے اور ان سے اگلوں کے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے کفر کیا پس اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کے باعث انہیں پکڑ لیا اللہ تعالیٰ قوت والا اور سخت عذاب والا ہے ○

گناہوں کے سبب عذاب کا شکار: ان کافروں نے بھی تیرے ساتھ وہی کیا جو ان سے پہلے کے کافروں نے اپنے نبیوں کے ساتھ کیا تھا پس ہم نے بھی ان کے ساتھ وہی کیا جو ہم نے ان سے اگلوں کے ساتھ کیا تھا جو ان ہی جیسے تھے۔ مثلاً فرعونی اور ان سے پہلے کے لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو نہ مانا جس کے باعث اللہ تعالیٰ کی پکڑ ان پر آ گئی۔ تمام قوتیں اللہ تعالیٰ ہی کی ہیں اور اس کے عذاب بھی بڑے بھاری ہیں کوئی نہیں جو اس پر غالب آ سکے کوئی نہیں جو اس سے بھاگ سکے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰي قَوْمٍ حَتّٰي يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٥٣﴾ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿٥٤﴾

یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ کسی قوم پر کوئی نعمت انعام فرما کر پھر بدل دے جب تک کہ وہ خود اپنی اس حالت کو نہ بدلیں جو کہ ان کی اپنی تھی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے ○ مثل حالت فرعونیوں کے اور ان کے پہلے کے لوگوں کے کہ انہوں نے اپنے رب کی باتیں جھٹلائیں پس ان کے گناہوں کے باعث ہم نے انہیں برباد کیا اور فرعونیوں کو ڈبو دیا یہ سارے ستم گار تھے ○

گناہوں کے سبب انعامات سے محرومی: اللہ تعالیٰ کے عدل وانصاف کا بیان ہو رہا ہے کہ وہ اپنی دی ہوئی نعمتیں گناہوں سے پہلے نہیں چھینتا۔ جیسے ایک اور آیت میں ہے اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنی ان باتوں کو نہ بدل دیں جو ان کے دلوں میں ہیں۔ جب وہ کسی قوم کی برائیوں کی وجہ سے انہیں برائی پہنچانا چاہتا

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم : کتاب البر والصلة : باب تحریم الظلم (۲۵۷۷) ترمذی : کتاب صفة القیامة (۲٤۹۵) ابن ماجه : کتاب الزهد : باب ذکر التوبة (٤۲۵۷) مسند احمد (۵/۱٦۰)]

ہے پھر اس کے ارادے کو کوئی لوٹا نہیں سکتا نہ اس کے پاس کوئی حمایتی کھڑا ہو سکتا ہے۔ [1] تم دیکھ لو کہ فرعونیوں کے اور ان جیسے ان سے آگے والوں کے ساتھ بھی یہی ہوا انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتیں دیں وہ سیاہ کاریوں میں مبتلا ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے دیئے ہوئے باغات، چشمے، کھیتیاں، خزانے، محلات اور نعمتیں جن میں وہ بدمست ہو رہے تھے سب چھین لیں۔ اس بارے میں انہوں نے اپنا برا آپ کیا اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا تھا۔

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۵﴾ اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾

تمام جانداروں سے بدتر اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہیں جو کفر کریں پھر وہ ایمان نہ لائیں ○ جن سے تو نے عہد و پیمان کر لیا پھر بھی وہ اپنے عہد و پیمان کو ہر ہر مرتبہ توڑ دیتے ہیں اور بالکل پرہیز نہیں کرتے ○ پس جب کبھی تو لڑائی میں ان پر غالب آ جائے انہیں ایسی مار مار کہ ان کے پچھلے بھی بھاگ کھڑے ہوں ہو سکتا ہے کہ وہ عبرت حاصل کریں ○

کفار کو سخت ترین مار مارو: زمین پر جتنے بھی چلتے پھرتے ہیں ان سب سے بدتر اللہ تعالیٰ کے نزدیک بے ایمان کافر ہیں۔ جو عہد کر کے توڑ دیتے ہیں۔ ادھر قول و قرار کیا ادھر پھر گئے۔ ادھر قسمیں کھائیں ادھر توڑ دیں نہ اللہ تعالیٰ کا خوف نہ گناہ کا کھٹکا۔ پس جب تو ان پر لڑائی میں غالب آ جائے تو ایسی سزا دے کہ بعد والوں کو بھی عبرت حاصل ہو۔ وہ بھی خوف زدہ ہو جائیں تو ممکن ہے کہ اپنے ایسے کرتوت سے باز رہیں۔

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۸﴾

ع ۷

اگر تجھے کسی قوم کی خیانت کا ڈر ہو تو برابری کی حالت میں ان کا عہد نامہ توڑ دے، اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا ○

خیانت اور وعدہ خلافی قابلِ مذمت: ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی (ﷺ)! اگر کسی سے تمہارا عہد و پیمان ہوا ہو اور تمہیں خوف ہو کہ یہ بدعہدی اور وعدہ خلافی کریں گے تو تمہیں اختیار دیا جاتا ہے کہ برابر کی حالت میں عہد نامہ توڑ دو اور انہیں اطلاع کر دو تاکہ وہ بھی صلح کے خیال میں نہ رہیں۔ کچھ دن پہلے ہی سے انہیں خبر کر دو۔ اللہ تعالیٰ خیانت کو ناپسند فرماتا ہے کافروں سے بھی تم خیانت نہ کرو۔ مسند احمد میں ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے لشکروں کو سرحد روم کی طرف بڑھانا شروع کیا کہ مدتِ صلح ختم ہوتے ہی ان پر اچانک حملہ کر دیں تو ایک شیخ اپنی سواری پر سوار یہ کہتے ہوئے آئے کہ اللہ تعالیٰ بہت بڑا ہے، اللہ تعالیٰ بہت بڑا ہے وعدہ وفائی کرو غدر درست نہیں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جب کسی قوم سے عہد و پیمان ہو جائیں تو نہ کوئی گرہ کھولو نہ باندھو جب تک کہ مدتِ صلح ختم نہ ہو

[1] [سورۃ الرعد : آیت ۱۱]

جائے یا اطلاع دے کر عہد نامہ چاک نہ ہو جائے۔ جب یہ بات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی آپ رضی اللہ عنہ نے اسی وقت فوج کو واپسی کا حکم دے دیا۔ یہ شیخ حضرت عمرو بن عنبسہ رضی اللہ عنہ تھے۔ [1] حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ایک شہر کے قلعے کے پاس پہنچ کر اپنے ساتھیوں سے فرمایا تم مجھے بلاؤ میں تمہیں بلاؤں گا جیسے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انہیں بلاتے دیکھا ہے۔ پھر فرمایا میں بھی انہیں میں سے ایک شخص تھا پس مجھے اللہ تعالیٰ عزوجل نے اسلام کی ہدایت کی اگر تم بھی مسلمان ہو جاؤ تو جو ہمارا حق ہے وہی تمہارا حق ہوگا اور جو ہم پر ہے تم پر بھی وہی ہوگا اور اگر تم اسے نہیں مانتے تو ذلت کے ساتھ تمہیں جزیہ دینا ہوگا اسے بھی قبول نہ کرو تو ہم تمہیں ابھی سے مطلع کرتے ہیں۔ جب کہ ہم تم برابری کی حالت میں ہیں اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں رکھتا۔ تین دن تک انہیں اسی طرح دعوت دی آخر چوتھے روز صبح ہی صبح حملہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فتح دی اور مدد فرمائی۔ [2]

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا ۚ إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ﴿٥٩﴾ وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ﴿٦٠﴾

کافر یہ خیال نہ کریں کہ وہ بھاگ نکلے یقیناً وہ عاجز نہیں کر سکتے ○ تم ان کے مقابلے کے لئے اپنی طاقت بھر قوت کی تیاری کرو اور گھوڑوں کے تیار رکھنے کی کہ اس سے تم اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو خوف زدہ رکھ سکو اور ان کے سوا اوروں کو بھی، جنہیں تم نہیں جانتے، اللہ تعالیٰ انہیں خوب جان رہا ہے، جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں تم صرف کرو گے وہ تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اور تمہارا حق نہ مارا جائے گا○

جنگ کی تربیت حاصل کرنے کی ترغیب: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کافر لوگ یہ نہ سمجھیں کہ وہ ہم سے بھاگ نکلے ہم اب انکی پکڑ پر قادر نہیں۔ بلکہ وہ ہر وقت ہمارے قبضے وقدرت میں ہیں وہ ہمیں ہرا نہیں سکتے۔ اور آیت میں ہے برائیاں کرنے والے ہم سے آگے بڑھ نہیں سکتے فرماتا ہے کافر ہمیں یہاں ہرا نہیں سکتے وہاں ان کا ٹھکانا آگ ہے جو بدترین جگہ ہے۔ اور فرمان ہے کافروں کا شہروں میں آنا جانا چلنا پھرنا کہیں تجھے دھوکے میں نہ ڈال

---

[1] [صحیح: مسند احمد (۴/۱۱۱۔۱۱۳) مسند طیالسی (۱۱۵۵) ابو داؤد: کتاب الجهاد: باب فی الامام یکون بینه (۲۷۵۹) ترمذی: کتاب السیر: باب ماجاء فی الغدر (۱۵۸۰) نسائی فی السنن الکبری (۸۷۳۲) بیهقی (۹/۲۳۱)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابو داود، صحیح ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

[2] [ضعیف: مسند احمد (۵/۴۴۰) ترمذی: کتاب السیر: باب ما جاء فی الدعوة قبل القتال (۱۵۴۸)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ ابو البختری (اور سلمانؓ) کے درمیان انقطاع ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۲۳۷۲۶)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔]

دے یہ تو یونہی سی پونجی ہے' ان کا ٹھکانا دوزخ ہے جو برا بستر ہ ہے۔ پھر مسلمانوں کو یہ حکم دیتا ہے کہ اپنی طاقت وامکان کے مطابق ان کفار کے مقابلے کے لئے ہر وقت مستعد رہو جو قوت وطاقت جو گھوڑے' لشکر رکھ سکتے ہو موجود رکھو۔ مسند میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے قوت کی تفسیر تیر اندازی سے کی اور دو مرتبہ یہی فرمایا' [1] فرماتے ہیں تیر اندازی کیا کرو سواری کیا کرو اور تیر اندازی گھوڑ سواری سے بہتر ہے۔ [2] فرماتے ہیں گھوڑوں کے پالنے والے تین قسم کے ہیں' ایک تو اجر وثواب پانے والے' ایک نہ تو ثواب نہ عذاب ایک عذاب بھگتنے والے۔ جو جہاد کے ارادے سے پالے اس کا گھوڑا تو چرے چگے چلے پھرے جو کرے اس پر ثواب ملتا ہے یہاں تک کہ اگر وہ اپنی رسی توڑ کر کہیں بھاگ جائے تو بھی اس کے نشاناتِ قدم اور اس کی لید پر بھی اسے نیکیاں ملتی ہیں کسی نہر پر گزرتے ہوئے وہ پانی پی لے گو مجاہد نے پلانے کا ارادہ نہ بھی کیا ہو تو ہم سے نیکیاں ملتی ہیں۔ پس یہ گھوڑا تو اس کے پالنے والے کے لئے بڑے اجر وثواب کا ذریعہ ہے اور جس شخص نے گھوڑا پالا کہ وہ دوسروں سے بے پرواہ ہو جائے پھر اللہ تعالیٰ کا حق بھی اس کی گردن اور اس کی سواری میں نہ بھولا یہ اس کے لئے پردہ ہے یعنی نہ اسے اجر نہ اسے گناہ' تیسرا وہ شخص جس نے فخر وریا کے طور پر پالا اور مسلمانوں کے مقابلے کے لئے۔ وہ اس کے ذمہ وبال ہے اور اس کی گردن پر بوجھ ہے۔ آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ اچھا گدھوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا اس کے بارے میں کوئی آیت تو اتری نہیں ہاں یہ جامع عام آیت موجود ہے کہ جو شخص ایک ذرے کے برابر نیکی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا اور جو ایک ذرے برابر بھی برائی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا۔ یہ حدیث بخاری ومسلم میں بھی ہے۔ [3] اور حدیث میں یہ الفاظ ہیں گھوڑے تین طرح کے ہیں۔ رحمٰن کے' شیطان کے اور انسان کے' اس میں ہے کہ شیطانی گھوڑے وہ ہیں جو گھڑ دوڑ کی شرطیں لگانے اور جوئے بازی کرنے کے لئے ہوں۔ [4] اکثر علماء کا قول ہے کہ تیر اندازی گھوڑ سواری سے افضل ہے' امام مالک رحمہ اللہ اس کے خلاف ہیں لیکن جمہور کا قول قوی ہے کیونکہ حدیث میں بھی آچکا ہے۔ حضرت معاویہ بن خدیج' حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اس وقت وہ اپنے گھوڑے کی خدمت کر رہے تھے پوچھا تمہیں یہ گھوڑا کیا کام آتا ہے؟ فرمایا میرا خیال ہے کہ اس جانور کی دعا میرے حق میں قبول ہوگئی ہے۔ کہا جانور اور دعا؟ فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ کی قسم گھوڑا ہر صبح دعا کرتا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ! تو نے مجھے اپنے بندوں

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم : كتاب الجهاد : باب فضل الرمي والحث عليه (١٩١٧) ابن ماجه : كتاب الجهاد : باب الرمي سبيل الله (٢٨١٣) ابو داؤد : كتاب الجهاد : باب في الرمي (٢٥١٤)]

[2] [حسن بالشواهد: مسند احمد (١٤٨/٤) ترمذی (١٦٣٧) ابن ماجه : كتاب الجهاد : باب الرمي في سبيل الله (٢٨١١) مستدرك حاكم : كتاب الزكاة (٩٥/٢)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے شواہد کی بنا پر حسن کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (١٧٣٣٧)]

[3] [صحیح: صحيح بخاری : كتاب المساقاة : باب شرب الناس وسقى الدواب من الانهار (٢٣٧١) صحيح مسلم : كتاب الزكاة : باب اثم مانع الزكاة (٩٨٧)]

[4] [صحیح: مسند احمد (٣٩٥/١) الترغيب (١٨٧٧)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اسے صحیح کہا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ سند ضعیف ہے (یعنی دیگر شواہد کی بنا پر یہ روایت صحیح ہے)۔[الموسوعة الحديثية (٣٧٥٦)]

میں سے ایک کے حوالے کیا ہے تو تو مجھے اس کی تمام اہل سے اور مال سے اور اولاد سے زیادہ بنا کر اس کے پاس رکھ۔ [1] ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ہر عربی گھوڑے کو ہر صبح دو دعائیں کرنے کی اجازت ملتی ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں گھوڑوں کی پیشانیوں میں بھلائی بندھی ہوئی ہے گھوڑوں والے اللہ کی مدد میں ہیں اسے نیک نیتی سے جہاد کے ارادے سے پالنے والا ایسا ہے جیسے کوئی شخص ہر وقت ہاتھ بڑھا کر خیرات کرتا رہے۔ [2] اور بھی حدیثیں اس بارے میں بہت سی ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں بھلائی کی تفصیل ہے کہ اجر اور غنیمت۔ [3]

فرماتا ہے اس سے تمہارے دشمن خوف زدہ اور ہیبت خوردہ رہیں گے ان ظاہری مقابلے کے دشمنوں کے علاوہ اور دشمن بھی ہیں۔ یعنی بنو قریظہ' فارس' اور محلوں کے شیاطین ایک مرفوع حدیث میں بھی ہے کہ اس سے مراد جنات ہیں۔ ایک منکر حدیث میں ہے کہ جس گھر میں کوئی آزاد گھوڑا ہو وہ گھر کبھی بدنصیب نہیں ہوگا' [4] لیکن اس روایت کی نہ تو سند ٹھیک ہے نہ یہ صحیح ہے۔ اور اس سے مراد منافقت بھی لی گئی ہے اور یہی قول زیادہ مناسب بھی ہے جیسے فرمانِ رب ہے ﴿وَمِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْأَعْرَابِ﴾ [5]۔

تمہارے چاروں طرف دیہاتی اور مدنی منافق ہیں جنہیں تم نہیں جانتے لیکن ہم ان سے خوب واقف ہیں۔ پھر ارشاد ہے کہ جہاد میں جو کچھ تم خرچ کرو گے اس کا پورا بدلہ پاؤ گے۔ ابوداؤد میں ہے کہ ایک درہم کا ثواب سات سو گنا کر کے ملے گا۔ [6] جیسے کہ آیت ﴿مَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ﴾ [7] میں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں پہلے تو رسول اللہ ﷺ صرف مسلمانوں کو ہی خیرات صدقات دینے کا حکم دیا کرتے تھے۔ جب یہ آیت ﴿وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ﴾ اتری۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی دین کا ہو جو بھی سوال کرے

---

[1] [صحیح : مسند احمد (۵/۱۶۲)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس اثر کی سند صحیح ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۲۱۴۴۲)]

[2] [صحیح موقوف : مسند احمد (۴/۱۷۹) طبرانی کبیر (۵۶۲۳) نسائی (۶/۲۲۳)، (۳۶۰۹) ابوداؤد (۴۰۸۹)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح موقوف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۲۱۴۹۷)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجهاد : باب الخيل معقود بنو اصيها الخير الى يوم القيامة (۲۸۵۰)، (۳۱۱۹) صحيح مسلم : كتاب الامارة : باب فضيلة الخيل (۱۸۷۳) ابن ماجه : كتاب التجارات : باب اتخاذ الماشية (۲۳۰۵) ترمذی : كتاب الجهاد : باب ماجآء فى فضل الخيل (۱۶۹۴)]

[4] [ضعیف : طبرانی کبیر (۱۷/۱۸۹) ابن عدی فی الکامل (۳/۳۶۰)] اس کی سند میں سعید بن سنان راوی ضعیف ہے۔ [کما فی مجمع الزوائد (۱۱۰۳۰)]

[5] [سورۃ التوبة: آیت ۱۰۱]

[6] [ضعیف :ابوداؤد : کتاب الجهاد : باب فی تضعيف الذكر فی سبيل الله (۲۴۹۸)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابوداود] حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں زبان بن فائد راوی ضعیف ہے۔]

[7] [سورۃ البقرہ: آیت ۲۶۱]

اس کے ساتھ سلوک کرو۔[1] یہ روایت غریب ہے اور یہ ابن ابی حاتم میں ہے۔

وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۱﴾ وَ اِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ۭ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾ وَ اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۭ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۳﴾

اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تو بھی صلح کی طرف جھک جا اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھ یقیناً وہ بہت سننے جاننے والا ہے ○ اگر وہ تجھ سے دغا بازی کرنا چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ تجھے کافی ہے اسی نے اپنی مدد سے اور مومنوں سے تیری تائید کی ہے ○ ان کے دلوں میں باہمی الفت بھی اسی نے ڈالی ہے زمین میں جو کچھ ہے تو اگر سارا کا سارا بھی خرچ کر ڈالتا تو بھی ان کے دل آپس میں نہ ملا سکتا یہ تو اللہ تعالیٰ ہی نے ان میں الفت ڈال دی ہے وہ عزتوں، حکمتوں والا ہے ○

بوقتِ ضرورت کفار سے صلح کا جواز: فرمان ہے کہ جب کسی قوم کی خیانت کا خوف ہو تو برابری سے آگاہ کر کے عہد نامہ چاک کر ڈالو لڑائی کی اطلاع کر دو اس کے بعد اگر وہ لڑائی پر آمادگی ظاہر کریں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے جہاد شروع کر دو اور اگر وہ پھر صلح پر آمادہ ہو جائیں تو تم پھر صلح وصفائی کر لو۔ اسی آیت کی تعمیل میں حدیبیہ والے دن رسول اللہ ﷺ نے مشرکین مکہ سے نو سال کی مدت کے لئے صلح کر لی جو کئی شرائط پر طے ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا عنقریب اختلاف ہو گا یا اور امر پس اگر تجھ سے ہو سکے تو صلح ہی کر لینا[2] (مسند احمد)۔ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ بنو قریظہ کے بارے میں اتری ہے لیکن اس میں تأمل ہے۔ سارا قصہ بدر کا ہے۔ بہت سے بزرگوں کا خیال ہے کہ سورۂ براءت کی آیت سیف ﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ سے منسوخ ہے لیکن اس میں بھی نظر ہے کیونکہ اس آیت میں جہاد کا حکم اطاعت واستطاعت پر ہے لیکن دشمنوں کی زیادتی کے وقت ان سے صلح کر لینی بلا شک وشبہ جائز ہے جیسے کہ اس آیت میں ہے اور جیسے کہ حدیبیہ کی صلح رسول اللہ ﷺ نے کی۔ پس کوئی خلاف یا کوئی خصوصیت یا منسوخیت نہیں، واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ رکھ وہی تجھے کافی ہے وہی تیرا مددگار ہے۔ اگر یہ دھوکہ بازی کر کے کوئی فریب دینا چاہتے ہیں اور اس درمیان میں اپنی شان وشوکت اور آلات جنگ بڑھانا چاہتے ہیں تو تو بے فکر رہ اللہ تعالیٰ تیرا طرف دار ہے وہ تجھے کافی ہے اس کے مقابلے کا کوئی نہیں۔ پھر اپنی ایک اعلیٰ نعمت کا ذکر فرماتا ہے کہ مہاجرین وانصار سے صرف اپنے فضل سے تیری تائید کی۔ انہیں تجھ پر ایمان لانے تیری اطاعت کرنے کی توفیق دی تیری

---

[1] [تفسیر ابن ابی حاتم (۹۱۱۴/۵)] اس کی سند میں جعفر راوی غیر قوی ہے۔]

[2] [**ضعیف:** زوائد المسند (۹۰/۱)، (۶۹۵) مجمع الزوائد (۱۲۰۲۳)] اس کی سند میں فضیل بن سلیمان ضعیف اور ایاس بن عمرو مجہول ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

مدد اور تیری نصرت پر انہیں آمادہ کیا' تو گو روئے زمین کے خزانے خرچ کر ڈالتا لیکن ان میں وہ الفت و محبت پیدا نہ کر سکتا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی دی۔ ان کی صدیوں کی پرانی عداوتیں دور کر دیں۔ اوس و خزرج' انصار کے قبیلوں میں جاہلیت میں آپس میں خوب تلوار چلا کرتی تھی۔ نورِ ایمان نے اس عداوت کو محبت سے بدل دیا' جیسے قرآن کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس احسان کو یاد کرو کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے اس نے تمہارے دل ملا دیئے اور اپنے فضل سے تمہیں بھائی بھائی بنا دیا تم جہنم کے کنارے تک پہنچ گئے تھے لیکن اس نے تمہیں بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری ہدایت کے لئے اسی طرح اپنی باتیں بیان فرماتا ہے۔ [۱] بخاری و مسلم میں ہے کہ حنین کی غنیمت کی تقسیم کے وقت رسول اللہ ﷺ نے انصار سے فرمایا کہ اے انصاریو! کیا میں نے تمہیں گمراہی کی حالت میں پا کر اللہ تعالیٰ کی عنایت سے تمہیں راہ راست نہیں دکھائی؟ کیا تم فقیر نہ تھے؟ اللہ تعالیٰ نے تمہیں میری وجہ سے امیر کر دیا' تم جدا جدا تھے اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہارے دل ملا دیئے۔ آپ ﷺ کی ہر ہر بات پر انصار کہتے جاتے تھے کہ بے شک اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا اس سے بھی زیادہ احسان ہم پر ہے۔ [۲] الغرض اپنے اس انعام و اکرام کو بیان فرما کر اپنی عزت و حکمت کا اظہار کیا کہ وہ بلند جناب ہے اس سے امید رکھنے والا ناامید نہیں رہتا اس پر توکل کرنے والا سرسبز رہتا ہے وہ اپنے کاموں میں اپنے حکموں میں حکیم ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں قرابت داری کے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں اور نعمت کی ناشکری کی جاتی ہے دلوں کے میل جیسی اور کوئی چیز دیکھی نہیں گئی۔

جناب باری سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے اگر تو روئے زمین کے خزانے بھی ختم کر دیتا تو تیرے بس میں نہ تھا کہ ان کے دل ملا دے شاعر کہتا ہے تجھ سے دھوکا کرنے والا تجھ سے بے پرواہی برتنے والا تیرا رشتے دار نہیں' بلکہ تیرا حقیقی رشتہ دار وہ ہے جو تیری آواز پر لبیک کہے اور تیرے دشمنوں کی سرکوبی میں تیرا ساتھ دے۔ اور شاعر کہتا ہے میں نے تو خوب مل جل کر آزما کر دیکھ لیا کہ قرابت داری سے بھی بڑھ کر دلوں کا میل جول ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نہیں جان سکا کہ یہ سب قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہی ہے یا ان سے نیچے کے راویوں میں سے کسی کا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان کی یہ محبت اللہ تعالیٰ کی راہ میں تھی توحید و سنت کی بنا پر تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رشتہ داریاں بھی ٹوٹ جاتی ہیں احسان کی بھی ناشکری کر دی جاتی ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے دل ملا دیئے جاتے ہیں انہیں کوئی جدا نہیں کر سکتا' پھر آپ ﷺ نے اسی جملے کی تلاوت فرمائی۔ عبدہ بن ابی لبابہ فرماتے ہیں میری حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی آپ رحمہ اللہ نے مجھ سے مصافحہ کر کے فرمایا کہ جب دو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں محبت رکھنے والے آپس میں ملتے ہیں ایک دوسرے سے بہ خندہ پیشانی ہاتھ ملاتا ہے تو دونوں کے گناہ جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کے خشک پتے۔ میں نے کہا یہ کام تو بہت آسان ہے۔ فرمایا یہ نہ کہو الفت وہ ہے جس کی نسبت جناب باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تو روئے زمین کے خزانے خرچ کر دے تو بھی یہ

---

[۱] [سورۃ ال عمران: آیت ۱۰۳]

[۲] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب غزوہ الطائف (۴۳۳۰) صحیح مسلم : کتاب الزکاۃ : باب اعطاء المؤلفة قلوبهم علی الاسلام (۱۰۶۱)]

تیرے بس کی بات نہیں کہ دلوں میں الفت و محبت پیدا کر دے۔ ان کے اس فرمان سے مجھے یقین ہو گیا کہ یہ مجھ سے بہت زیادہ سمجھدار ہیں۔ ولید بن ابی مغیث کہتے ہیں میں نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے سنا ہے کہ جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے گناہ صاف ہو جاتے ہیں۔ میں نے پوچھا صرف مصافحہ سے ہی؟ تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا؟ پھر آپ نے اسی جملہ کی تلاوت کی۔ تو حضرت ولید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تم مجھ سے بہت بڑے عالم ہو۔ عمیر بن اسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلی چیز جو لوگوں سے اٹھ جائے گی وہ الفت و محبت ہے۔ طبرانی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسلمان بھائی سے مل کر اس سے مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کے خشک پتے تیز ہوا سے۔ ان کے سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں گو وہ سمندر کی جھاگ جتنے ہوں۔ [1]

ع

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۴﴾ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ۭ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ۭ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۶۶﴾

اے نبی تجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ مومن جو تیری پیروی کر رہے ہیں ○ اے نبی ایمان والوں کو جہاد کا شوق دلاؤ اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب رہیں گے اور اگر تم میں سے ایک سو ہوں گے تو ایک ہزار کافروں پر غالب رہیں گے اس واسطے کہ وہ بے سمجھ لوگ ہیں ○ اچھا اب اللہ تعالیٰ تمہارا بوجھ ہلکا کرتا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ تم میں ناتوانی ہے پس اگر تم میں سے ایک سو صبر کرنے والے ہوں گے تو وہ دو سو پر غالب رہیں گے اور اگر تم میں سے ایک ہزار ہوں گے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے دو ہزار پر غالب رہیں گے اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ○

جہاد و قتال کی ترغیب: اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اور مسلمانوں کو جہاد کی رغبت دلا رہا ہے اور انہیں اطمینان دلا رہا ہے کہ وہ انہیں دشمنوں پر غالب کرے گا گو وہ ساز و سامان والے اور ٹڈی دل ہوں اور گو مسلمان بے سر و سامان اور مٹھی بھر ہوں۔ اللہ تعالیٰ کافی ہے اور جتنے مسلمان تیرے ساتھ ہوں گے وہی بس ہیں۔ پھر اپنے

---

[1] [حسن : طبرانی کبیر (۶۱۵۰) الترغیب والترهیب (۴۰۱۲) مجمع الزوائد (۳۷/۷)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ہیں صحیح کے راوی ہیں سوائے سالم بن غیلان کے اور وہ ثقہ ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔ البتہ شیخ البانیؒ نے اس روایت کو سخت ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف الترغیب (۱۶۲۸) السلسلة الضعيفة (۶۶۶۳)]

نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ مومنوں کو جہاد کی رغبت دلاتے رہو۔ حضور اکرم ﷺ صف بندی کے وقت مقابلے کے وقت برابر فوجوں کے دل بڑھاتے۔ بدر کے دن فرمایا اٹھو! اس جنت کو حاصل کرو جس کی چوڑائی آسمان و زمین کی ہے۔ حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اتنی چوڑائی؟ فرمایا ہاں ہاں اتنی ہی اس نے کہا واہ واہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کس ارادے سے کہا؟ کہا اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی جنتی کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میری پیشین گوئی ہے کہ تو جنتی ہے۔ وہ اٹھتے ہیں، دشمن کی طرف بڑھتے ہیں اپنی تلوار کا میان توڑ دیتے ہیں کچھ کھجوریں جو پاس ہیں کھانی شروع کرتے ہیں پھر فرماتے ہیں جتنی دیر میں انہیں کھاؤں اتنی دیر تک بھی اب یہاں رہنا مجھ پر شاق ہے۔ انہیں ہاتھ سے پھینک دیتے ہیں اور حملہ کر کے شیر کی طرح دشمن کے بیچ میں گھس جاتے ہیں اور جوہر تلوار دکھاتے ہوئے کافروں کی گردنیں مارتے ہوئے راہِ اللہ میں شہید ہو جاتے ہیں۔ [۱] ابن المسیب رحمہ اللہ اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کے وقت اتری جب کہ مسلمانوں کی تعداد پوری چالیس کی ہوئی۔ لیکن اس میں ذرا نظر ہے اس لئے کہ یہ آیت مدنی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کا واقعہ مکہ شریف کا ہے حبشہ کی ہجرت کے بعد کا اور مدینہ کی ہجرت سے پہلے کا ہے۔ واللہ اعلم۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ مومنوں کو بشارت دیتا ہے اور حکم فرماتا ہے کہ تم میں سے بیس ان کافروں میں سے دو سو پر غالب آئیں گے ایک سو ایک ہزار پر غالب رہیں گے غرض ایک مسلمان دس کافروں کے مقابلے کا ہے۔ پھر حکم منسوخ ہو گیا لیکن بشارت باقی ہے۔ جب یہ حکم مسلمانوں پر گراں گزرا ایک دس کے مقابلے سے ذرا جھجکا تو اللہ تعالیٰ نے تخفیف کر دی۔ اور فرمایا کہ اب اللہ نے بوجھ ہلکا کر دیا الخ لیکن جتنی تعداد کم ہوئی اتنا ہی صبر ناقص ہو گیا۔ پہلے حکم تھا کہ بیس مسلمان دو سو کافروں سے پیچھے نہ ہٹیں اب یہ ہوا کہ اپنے سے دگنی تعداد یعنی سو دو سو سے نہ بھاگیں۔ پس گرانی گزرنے پر ضعیفی اور ناتوانی کو قبول فرما کر اللہ تعالیٰ نے تخفیف کر دی پس دگنی تعداد کے کافروں سے تو لڑائی میں پیچھے ہٹنا لائق نہیں ہاں اس سے زیادتی کے وقت طرح دے جانا جرم نہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ آیت ہم صحابیوں کے بارے میں اتری ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا پہلا حکم اٹھ گیا۔ [۲] (مستدرک حاکم)

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ۭ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ڰ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ڮ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

---

[۱] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الامارۃ : باب ثبوت الجنۃ للشهید (۱۹۰۱)]

[۲] [ضعیف : مستدرك حاكم (۲/۲۳۹)] اس کی سند میں سلام بن سلیمان راوی ضعیف ہے جیسا کہ امام ذہبیؒ نے فرمایا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔

نبی کے ہاتھ میں قیدی نہیں چاہئیں جب تک کہ ملک میں اچھی طرح خونریزی کی جنگ نہ ہو جائے تم تو دنیا کے مال چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ آخرت کا ہے' اللہ تعالیٰ ہے زور آور باحکمت ○ اگر پہلے ہی سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بات لکھی ہوئی نہ ہوتی تو جو کچھ تم نے لیا ہے اس بارے میں تمہیں کوئی بڑی سزا ہوتی' پس جو کچھ حلال اور پاکیزہ غنیمت تم نے حاصل کی ہے خوب کھاؤ پیو' اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو' یقیناً اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے ○

جنگ بدر کے قیدیوں کے متعلق مشاورت: مسند احمد میں ہے کہ بدر کے قیدیوں کے بارے میں رسول مقبول ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے قبضے میں دے دیا ہے' بتلاؤ کیا ارادہ ہے؟ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ ان کی گردنیں اڑادی جائیں۔ آپ ﷺ نے ان سے منہ پھیر لیا پھر فرمایا انہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے بس میں کر دیا ہے۔ یہ کل تک تمہارے بھائی بند ہی تھے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اپنا جواب دوہرایا آپ ﷺ نے منہ پھیر لیا اور پھر وہی فرمایا۔ اب کی دفعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہماری رائے میں تو آپ ﷺ ان کی خطا سے در گزر فرمالیجئے اور انہیں فدیہ لے کر آزاد کیجئے۔ اب آپ ﷺ کے چہرے سے غم کے آثار جاتے رہے عفو عام کر دیا اور فدیہ لے کر سب کو آزاد کر دیا۔ اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری۔ [1] اسی سورت کے شروع میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت گزر چکی ہے۔ صحیح مسلم میں بھی اسی جیسی حدیث ہے کہ بدر کے دن آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ ان قیدیوں کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! یہ آپ ﷺ کی قوم کے ہیں' آپ ﷺ والے ہیں انہیں زندہ چھوڑا جائے ان سے توبہ کرالی جائے کیا عجیب کہ کل اللہ تعالیٰ کی ان پر مہربانی ہو جائے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ ﷺ! یہ ہیں آپ ﷺ کے جھٹلانے والے' آپ ﷺ کے نکال دینے والے حکم دیجئے کہ ان کی گردنیں ماری جائیں۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ ﷺ! اس میدان میں درخت بکثرت ہیں آگ لگوا دیجئے اور انہیں جلا دیجئے۔ آپ ﷺ خاموش رہے آپ ﷺ پھر تشریف لائے اور فرمانے لگے بعض نرم دل ہوتے ہیں دودھ سے بھی زیادہ نرم ہو جاتے ہیں۔ اور بعض سخت ہوتے ہیں پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے ہیں۔ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! تمہاری مثال تو (حضرت) ابراہیم علیہ السلام جیسی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ میرے تابعدار تو میرے ہی ہیں لیکن میرے مخالف بھی تیری معافی اور بخشش کے ماتحت ہیں۔ [2] اور تمہاری مثال (حضرت) عیسیٰ (علیہ السلام) جیسی ہے جو کہیں گے کہ اے اللہ اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر انہیں بخش دے تو تو عزیز و حکیم ہے [3] اور اے عمر رضی اللہ عنہ! تمہاری مثال (حضرت) نوح (علیہ السلام) جیسی ہے جنہوں نے اپنی قوم پر بددعا کی کہ اللہ تعالیٰ زمین پر کسی کافر کو بستا ہوا باقی نہ رکھ۔ [4] سنو! تمہیں اس وقت احتیاج ہے ان قیدیوں میں سے کوئی بھی بغیر فدیے کے رہا نہ ہو ورنہ ان کی گردنیں ماری جائیں۔ اس پر ابن

---

[1] [حسن لغیرہ: مسند احمد (۲۴۳/۳)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۱۳۵۵۵)]

[2] [ابراھیم: ۳۶] [3] [المائدہ: ۱۱۸] [4] [نوح: ۲۶]

مسعود رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ یارسول اللہ ﷺ! سہیل بن بیضاء کو اس سے مخصوص کرلیا جائے اس لئے کہ وہ اسلام کا ذکر کیا کرتا تھا اس پر حضور اکرم ﷺ خاموش ہو گئے۔ واللہ! میں سارا وقت خوف زدہ رہا کہ کہیں مجھ پر آسمان سے پتھر نہ برسائے جائیں یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مگر سہیل بن بیضاء اس کا ذکر اس آیت میں ہے یہ حدیث ترمذی' مسند احمد وغیرہ میں ہے۔ [1] ان قیدیوں میں عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے انہیں ایک انصاری نے گرفتار کیا تھا انصار کا خیال تھا کہ اسے قتل کر دیں آپ ﷺ کو بھی یہ حال معلوم تھا۔ آپ نے فرمایا رات کو مجھے اس خیال سے نیند نہیں آئی۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر آپ اجازت دیں تو میں انصار کے پاس جاؤں۔ آپ نے اجازت دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انصار کے پاس آئے اور کہا کہ عباس کو چھوڑ دو انہوں نے جواب دیا واللہ! ہم اسے نہ چھوڑیں گے۔ آپ نے فرمایا گو رسول اللہ ﷺ کی رضا مندی اسی میں ہو؟ انہوں نے کہا اگر یہ ہے تو آپ انہیں لے جایئے ہم نے بخوشی چھوڑا۔ اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ عباس مسلمان ہو جاؤ واللہ! تمہارے اسلام لانے کی مجھے اپنے باپ کے اسلام لانے سے بھی زیادہ خوشی ہوگی۔ اس لئے کہ اس سے رسول اللہ ﷺ خوش ہو جائیں گے۔ ان قیدیوں کے بارے میں حضور ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ سب ہمارے ہی کنبے کے لوگ ہیں انہیں چھوڑ دیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جب مشورہ لیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ انہیں سب کو قتل کر دیا جائے۔ آخر آپ ﷺ نے فدیہ لے کر انہیں آزاد کیا۔ [2] حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اختیار دیجئے کہ وہ ان دو باتوں میں سے ایک کو پسند کرلیں اگر چاہیں تو فدیہ لے لیں اگر چاہیں تو ان قیدیوں کو قتل کر دیں لیکن یہ یاد رہے کہ فدیہ لینے کی صورت میں اگلے سال ان میں سے اتنے ہی شہید ہوں گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہمیں یہ منظور ہے اور ہم فدیہ لے کر چھوڑیں گے [3] (ترمذی' نسائی وغیرہ) لیکن یہ حدیث بہت ہی غریب ہے۔ ان بدری قیدیوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے صحابیو! اگر چاہو تو انہیں قتل کر دو اور اگر چاہو تو ان سے زر فدیہ وصول کر کے انہیں رہا کر دو لیکن اس صورت میں اتنے ہی آدمی تمہارے شہید کئے جائیں گے۔ پس ان ستر (٧٠) شہیدوں میں سب سے آخر حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ تھے۔ جو جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ رضی اللہ عنہ یہ روایت حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ سے مرسلاً بھی مروی ہے۔ واللہ اعلم۔

اگر پہلے ہی سے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تمہارے لئے مالِ غنیمت حلال نہ لکھا ہوا ہوتا اور جب تک ہم بیان نہ

---

[1] [ضعیف بمسند احمد (١/٣٨٣) مستدرك حاكم (٣/٢١) ترمذی : كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة الانفال (٣٠٨٤)] امام ترمذیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حسن ہے اور ابو عبیدہ کا اپنے والد سے سماع ثابت نہیں۔ حافظ زبیر علی زئی اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [حسن بمستدرك حاكم (٢/٣٢٩)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح بترمذی : كتاب السير : باب ماجاء فی قتل الاساری الفداء (١٥٦٧) نسائی فی السنن الكبری (٨٦٦٢) صحيح ابن حبان (٤٧٩٥) ابن ابی شيبة (١٤/٣٦٨ ـ ٣٦٩)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحيح ترمذی ، المشكاة (٣٩٧٣) ارواء الغليل (٥/٤٨)]

فرمادیں تب تک عذاب نہیں کیا کرتے ایسا دستور ہمارا نہ ہوتا تو جو مال فدیہ تم نے لیا اس پر تمہیں بڑا بھاری عذاب ہوتا اسی طرح پہلے سے اللہ تعالیٰ طے کر چکا ہے کہ کسی بدری صحابی کو وہ عذاب نہیں کرے گا۔ ان کے لئے مغفرت کی تحریر ہو چکی ہے۔ ام الکتاب میں تمہارے لئے مال غنیمت کی حلت لکھی جا چکی ہے۔ پس مال غنیمت تمہارے لئے حلال طیب ہے شوق سے کھاؤ پیو اور اپنے کام میں لاؤ۔ پہلے لکھا جا چکا تھا کہ اس امت کے لئے یہ حلال ہے۔ یہی قول امام ابن جریر رحمہ اللہ کا پسندیدہ ہے اور اسی کی شہادت بخاری و مسلم کی حدیث سے ملتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں مجھے پانچ چیزیں دی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں مہینے بھر کے فاصلے تک میری مدد رعب سے کی گئی، میرے لئے زمین پاکی اور نماز کی جگہ بنا دی گئی، مجھ پر غنیمتیں حلال کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی پر حلال نہ تھیں، مجھے شفاعت عطا فرمائی گئی، ہر نبی خاصۃً اپنی قوم کی طرف ہی بھیجا جاتا تھا لیکن میں عام لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ [1] آپ ﷺ فرماتے ہیں کسی سیاہ سر والے انسان کے لئے میرے سوا غنیمت حلال نہیں کی گئی۔ [2] پس صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان بدری قیدیوں سے فدیہ لیا۔ ابوداؤد میں ہے ہر ایک سے چار سو کی رقم بطور تاوان جنگ کے وصول کی گئی۔ [3] پس جمہور علماء کرام کا مذہب یہ ہے کہ امامِ وقت کو اختیار ہے کہ اگر چاہے قیدی کفار کو قتل کر دے جیسے کہ بنو قریظہ کے قیدیوں کے ساتھ حضور اکرم ﷺ نے کیا۔ اگر چاہے بدلے کا مال لے کر انہیں چھوڑ دے جیسے کہ بدری قیدیوں کے ساتھ حضور اکرم ﷺ نے کیا۔ یا مسلمان قیدیوں کے بدلے چھوڑ دے جیسے کہ حضور اکرم ﷺ نے قبیلہ سلمہ بن اکوع کی ایک عورت اور اس کی لڑکی کو مشرکوں کے پاس جو مسلمان قیدی تھے ان کے بدلے میں دیا اور اگر چاہے انہیں غلام بنا کر رکھے۔ یہی مذہب امام شافعی رحمہ اللہ کا اور علماء کرام کی ایک جماعت کا ہے گو اوروں نے اس میں اختلاف بھی کیا ہے یہاں اس کے بسط کی جگہ نہیں۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التیمم (٣٣٥) صحیح مسلم : کتاب المساجد : باب المساجد ومواضع الصلاۃ (٥٢١) مسند احمد (٣٨٣/٥)]

[2] [صحیح : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورۃ الانفال (٣٠٨٥) نسائی فی السنن الکبری (١١٢٠٩) صحیح ابن حبان (٤٨٠٦)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی، السلسلۃ الصحیحۃ (٢١٥٥)] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح : ابوداؤد : کتاب الجھاد : باب فی فداء الاسیر بالمال (٢٦٩١) مستدرک حاکم (١٤٠/٣) بیھقی (٦٨/٩)] شیخ البانیؒ فرماتے ہیں کہ ﴿ اربعمائۃ ﴾ کے الفاظ کے علاوہ حدیث صحیح ہے۔[صحیح ابوداود] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

اے نبی (ﷺ) اپنے ہاتھ تلے کے قیدیوں سے کہہ دو کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں نیک نیتی دیکھے گا تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے اس سے بہتر تمہیں دے گا اور پھر گناہ بھی معاف فرمادے گا اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے ہی○ اور اگر وہ تجھ سے خیانت کا خیال کریں گے تو یہ تو اس سے پہلے خود اللہ تعالیٰ کی خیانت بھی کر چکے ہیں آخر اس نے انہیں گرفتار کرا دیا' اللہ تعالیٰ علم و حکمت والا ہے○

جیسی نیت ویسا بدلہ: بدر والے دن آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ مجھے یقیناً معلوم ہے کہ بعض بنو ہاشم وغیرہ زبردستی اس لڑائی میں نکالے گئے ہیں انہیں ہم سے لڑائی کرنے کی خواہش نہ تھی۔ پس بنو ہاشم کو قتل نہ کرنا۔ ابو البختری بن ہشام کو بھی قتل نہ کیا جائے عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو بھی قتل نہ کیا جائے' اسے بھی بادل ناخواستہ ان لوگوں نے اپنے ساتھ کھینچا ہے۔ اس پر ابو حذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم اپنے باپ دادوں کو' اپنے بچوں کو' اپنے بھائیوں کو' اور اپنے کنبے قبیلے کو تو قتل کریں اور عباس رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیں؟ واللہ! اگر وہ مجھے مل گیا تو میں اس کی گردن ماروں گا۔ جب یہ بات رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا اے ابو حفص رضی اللہ عنہ! کیا رسول اللہ (ﷺ) کے چچا کے منہ پر تلوار ماری جائے گی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ پہلا دن تھا جس میں رسول اللہ ﷺ نے میری کنیت سے مجھے یاد فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں ابو حذیفہ کی گردن اڑا دوں واللہ! وہ تو منافق ہو گیا۔ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں واللہ! مجھے اپنے اس دن کے قول کا کھٹکا آج تک ہے میں اس سے اب تک ڈر ہی رہا ہوں میں تو اس دن چین پاؤں گا جس دن اس کا کفارہ ہو جائے اور وہ یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں شہید کر دیا جاؤں۔ چنانچہ جنگ یمامہ میں آپ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ [1] ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں جس دن بدری قیدی گرفتار ہو کر آئے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس رات نیند نہ آئی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے سبب پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا میرے چچا کی آہ و بکا کی آواز میرے کانوں میں ان قیدیوں میں سے آ رہی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس وقت اس کی قید کھول دی تب آپ ﷺ کو نیند آئی۔ [2] انہیں ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے گرفتار کیا تھا یہ بہت مالدار تھے انہوں نے سو اوقیہ سونا اپنے فدیہ میں دیا۔ بعض انصاریوں نے سرکار نبوت میں گزارش بھی کی کہ ہم چاہتے ہیں اپنے چچا عباس کو بغیر کوئی زر فدیہ لئے آزاد کر دیں لیکن مساوات کے علم بردار ﷺ نے فرمایا ایک چونی بھی کم نہ لینا۔ پورا فدیہ لو۔ [3] قریش نے فدیے کی رقم دے کر اپنے آدمیوں کو بھیجا تھا ہر ایک نے اپنے اپنے قیدی کی من مانی رقم وصول کی۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا بھی کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں تو مسلمان ہی تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے تمہارے اسلام کا علم ہے اگر یہ تمہارا قول صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا بدلہ دے گا لیکن چونکہ احکام ظاہر پر ہیں اس لئے آپ اپنا فدیہ ادا کیجئے بلکہ اپنے دونوں بھتیجوں کا بھی۔

نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کا اور عقیل بن ابی طالب بن عبدالمطلب کا اور حلیف عتبہ بن عمرو کا جو بنو

---

[1] [ضعیف : بیھقی فی دلائل النبوۃ (۳/۱۴۰، ۱۴۱)]

[2] [ضعیف : بیھقی فی دلائل النبوۃ (۳/۱۴۱)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب العتق : باب اذا اسراخو الرجل (۲۵۳۷)]

حارث بن فہر کے قبیلے سے ہے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ! میرے پاس تو اتنا مال نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ مال کہاں گیا جو تو نے اور ام الفضل نے زمین میں دفنایا ہے اور تم نے کہا ہے کہ اگر میں اپنے سفر میں کام آ گیا تو یہ مال بنو الفضل اور عبداللہ اور قشم کا ہے۔ اب تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا کہ واللہ ! میرا ایمان ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اس دفینے کے واقعہ کو بجز میرے اور ام الفضل کے کوئی نہیں جانتا۔ اچھا یوں کیجئے میرے پاس سے بیس اوقیہ سونا آپ ﷺ کے لشکریوں کو ملا ہے اسی کو میرا زرفدیہ سمجھ لیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں وہ مال تو ہمیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دلوا ہی دیا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا اور اپنے دونوں بھتیجوں کا اور اپنے حلیف کا فدیہ اپنے پاس سے ادا کیا۔ اس بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ اگر تم میں بھلائی ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے بہتر بدلہ تمہیں دے گا۔ [1]

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پورا اترا اور ان بیس اوقیہ کے بدلے مجھے اسلام میں اللہ تعالیٰ نے بیس غلام دلوائے جو سب کے سب مالدار تھے۔ ساتھ ہی مجھے اللہ تعالیٰ عزوجل کی مغفرت کی بھی امید ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے میں نے اپنے اسلام کی خبر حضور اکرم ﷺ کو دی اور کہا کہ میرے بیس اوقیہ کا بدلہ مجھے دلوایئے جو مجھ سے لئے گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے انکار کیا۔ الحمدللہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے بدلے مجھے بیس غلام عطا فرمائے جو سب تاجر ہیں۔ [2] آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے حضور اکرم ﷺ سے کہا تھا کہ ہم تو آپ ﷺ کی وحی پر ایمان لا چکے ہیں آپ ﷺ کی رسالت کے گواہ ہیں ہم اپنی قوم میں آپ ﷺ کی خیر خواہی کرتے رہے اس پر یہ آیت اتری کہ اللہ دلوں کے حال سے واقف ہے جس کے دل میں نیکی ہوگی اس سے جو لیا گیا ہے اس سے بہت زیادہ دے دیا جائے گا اور پھر اگلا شرک بھی معاف کر دیا جائے گا۔ فرماتے ہیں کہ ساری دنیا مل جانے سے بھی زیادہ خوشی مجھے اس آیت کے نازل ہونے سے ہوئی ہے۔ مجھ سے جو لیا گیا ہے واللہ اس سے سو حصے زیادہ مجھے ملا۔ اور مجھے امید ہے کہ میرے گناہ بھی دھل گئے۔ [3] مذکور ہے کہ جب بحرین کا خزانہ سرکار رسالت مآب ﷺ میں پہنچا وہ اسی (۸۰) ہزار کا تھا آپ ﷺ نماز ظہر کے لئے وضو کر چکے تھے۔ پس آپ ﷺ نے ہر ایک شکایت کرنے والے کی اور ہر ایک سوال کرنے والے کی دادرسی کی اور نماز سے پہلے ہی سارا خزانہ راہ للہ لٹا دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لو اس میں سے لے لو اور گٹھری باندھ کر لے جاؤ۔ پس یہ ان کے لئے بہت بہتر تھا اور اللہ تعالیٰ گناہ بھی معاف فرمائے گا۔ [4] یہ خزانہ ابن الحضرمی نے بھیجا تھا اتنا مال حضور اکرم ﷺ کے پاس اس سے پہلے یا اس کے بعد کبھی نہیں آیا۔ سب کا

---

[1] [حسن :بیھقی فی دلائل النبوۃ (۳/۱۴۲، ۱۴۳) مستدرك حاکم (۳/۳۲۴) بیھقی فی السنن الکبری (۶/۳۲۲)]

[2] [ضعیف :تفسیر ابن جریر الطبری (۱۶۳۳۵)] اس میں ابن اسحاق مدلس ہے اور تصریح بالسماع نہیں۔]

[3] [مرسل وضعیف :تفسیر ابن جریر الطبری (۱۶۳۴۰)]

[4] [مرسل :تفسیر ابن جریر الطبری (۱۶۳۳۷)]

سب بوریوں پر پھیلا دیا گیا۔ اور نماز کی اذان ہوئی۔ آپ تشریف لائے اور مال کے پاس کھڑے ہو گئے مسجد کے نمازی بھی آ گئے پھر حضور اکرم ﷺ نے ہر ایک کو دینا شروع کیا نہ تو اس دن ناپ تول تھی نہ گنتی اور نہ شمار تھا پس جو آیا وہ لے گیا اور دل کھول کر لے گیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے تو اپنی چادر میں گٹھڑی باندھ لی لیکن اٹھا نہ سکے تو حضور اکرم ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ)! ذرا اونچا کرا دیجئے۔ آپ ﷺ کو بے اختیار ہنسی آ گئی اتنی کہ دانت چمکنے لگے۔ فرمایا کہ کچھ کم کر دو جتنا اٹھے اتنا ہی لو۔ چنانچہ کچھ کم کیا اور اٹھ کر یہ کہتے ہوئے چلے کہ الحمد اللہ اللہ تعالیٰ نے ایک بات تو پوری ہوتی دکھا دی اور دوسرا وعدہ بھی انشاء اللہ پورا ہو کر ہی رہے گا' یہ اس سے بہتر ہے جو ہم سے لیا گیا۔ حضور اکرم ﷺ برابر اس مال کی تقسیم فرماتے رہے یہاں تک کہ اس میں سے ایک پائی بھی نہ بچی آپ ﷺ نے اپنے اہل کو اس میں سے ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں دی۔ پھر نماز کے لئے آگے بڑھے اور نماز پڑھائی۔ [1] دوسری حدیث' حضور اکرم ﷺ کے پاس بحرین سے مال آیا کہ اس سے پہلے یا اس کے بعد اتنا مال کبھی نہیں آیا۔ حکم دیا کہ مسجد میں پھیلا دو پھر نماز کے لئے آئے کسی طرف التفات نہ کیا نماز پڑھا کر بیٹھ گئے پھر تو جسے دیکھتے دیتے' اتنے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ آ گئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ! مجھے بھی دلوایئے میں نے اپنا اور عقیل کا فدیہ دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے ہاتھ سے لے لو۔ انہوں نے چادر میں گٹھری باندھی لیکن وزنی ہونے کے باعث اٹھا نہ سکے تو کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کسی کو حکم دیجئے کہ میرے کاندھے پر چڑھا دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں تو کسی سے نہیں کہتا' کہا اچھا آپ ﷺ ہی ذرا اٹھوا دیجئے۔ آپ ﷺ نے اس کا بھی انکار کیا اب تو با دل ناخواستہ اس میں سے کچھ کم کرنا پڑا پھر اٹھا کر کندھے پر رکھ کر چل دیئے۔ ان کے اس لالچ کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ کی نگاہیں جب تک یہ آپ ﷺ کی نگاہ سے اوجھل نہ ہو گئے انہیں پر رہیں۔ پس جب کل مال بانٹ چکے ایک کوڑی بھی باقی نہ بچی تب آپ ﷺ وہاں سے اٹھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی یہ روایت کئی جگہ اپنی کتاب صحیح بخاری شریف میں تعلیقاً جزم کے صیغے کے ساتھ وارد کی ہے۔ [2] اگر یہ لوگ خیانت کرنی چاہیں گے تو یہ کوئی نئی بات نہیں اس سے پہلے وہ خود اللہ تعالیٰ کی خیانت بھی کر چکے ہیں۔ تو ان سے یہ بھی ممکن ہے کہ اب جو ظاہر کریں اس کے خلاف اپنے دل میں رکھیں۔ اس سے تو نہ گھبرا' جیسے اللہ تعالیٰ نے اس وقت انہیں تیرے قابو میں کر دیا ایسے ہی وہ ہمیشہ قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی کام علم و حکمت سے خالی نہیں۔ ان کے اور تمام مخلوق کے ساتھ جو کچھ وہ کرتا ہے اپنے ازلی ابدی پورے علم اور کامل حکمت کے ساتھ کرتا ہے حضرت قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ آیت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کاتب کے بارے میں اتری ہے جو مرتد ہو کر مشرکوں میں جا ملا تھا۔

---

[1] [مستدرك حاكم (۳۲۹/۳)] امام حاکم ؒ نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔]

[2] [صحيح صحيح بخاری : كتاب الجزية : باب ما اقطع النبی من البحرين (۳۱٦۵) بيهقی فی السنن الكبرى (۳۵٦/٦)]

عطا خراسانی کا قول ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں اتری ہے جب کہ انہوں نے کہا تھا کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر خواہی کرتے رہیں گے۔ سدی رحمہ اللہ نے اسے عام اور سب کو شامل کہی ہے' یہی ٹھیک بھی ہے۔ واللہ اعلم۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُم مِّن وَلَايَتِهِم مِّن شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا ۚ وَإِنِ اسْتَنصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٧٢﴾

جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے ان کو جگہ دی اور مدد کی یہ سب آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں' اور جو ایمان تو لائے ہیں لیکن ہجرت نہیں کی تمہارے لئے ان کی کچھ بھی رفاقت نہیں جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں' ہاں اگر وہ تم سے دین کے بارے میں مدد طلب کریں تو تم پر مدد کرنا ضروری ہے سوائے ان لوگوں کے کہ تم میں اور ان میں عہد و پیمان ہے' تم جو کچھ کر رہے ہو اللہ تعالیٰ خوب دیکھتا ہے ○

انصار، مہاجر اور غیر مہاجر صحابہ: مسلمانوں کی قسمیں بیان ہو رہی ہیں ایک تو مہاجر جنہوں نے اللہ کے نام پر وطن ترک کیا اپنے گھر بار' مال تجارت' کنبہ قبیلہ' دوست احباب چھوڑے اللہ کے دین پر قائم رہنے کے لئے نہ جان کو جان سمجھا نہ مال کو مال۔ دوسرے انصار مدنی جنہوں نے ان مہاجرین کو اپنے ہاں ٹھہرایا اپنے مالوں میں ان کا حصہ لگا دیا ان کے ساتھ مل کر ان کے دشمنوں سے لڑائی کی یہ سب آپس میں ایک ہی ہیں۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں بھائی چارہ کرا دیا' ایک انصاری ایک مہاجر کو بھائی بھائی بنا دیا۔ یہ بھائی بندی قرابت داری سے بھی مقدم تھی' ایک دوسرے کا وارث بنتا تھا آخر میں یہ منسوخ ہوگئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مہاجرین اور انصار سب آپس میں ایک دوسرے کے ولی وارث ہیں اور فتح مکہ کے آزاد کردہ مسلمان لوگ قریشی اور آزاد شدہ ثقیف آپس میں ایک دوسرے کے والی وارث ہیں قیامت تک' (1) اور روایت میں ہے دنیا اور آخرت میں۔ (2) مہاجر اور انصار کی تعریف میں اور بھی بہت سی آیتیں ہیں' فرمان ہے ﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ﴾ الخ (3) پہلے پہل سبقت کرنے والے مہاجرین و انصار اور ان کے احسان کے تابعدار وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ خوش ہے اور وہ اس

(1) **صحیح**: مسند احمد (٤/٣٦٣) طبرانی کبیر (٢٢٨٤، ٢٣٠٢)، (٢/٣١٤)] شیخ شعیب ارناؤط فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ [الموسوعة الحديثية (١٩٢١٥)]

(2) **[ضعیف**: مسند ابو یعلی (٥٠٣٣)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس میں عکرمہ بن ابراہیم راوی ضعیف ہے۔]

(3) [سورة التوبة: ١٠٠]

سے خوش ہیں اس نے ان کے لئے جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے درختوں کے نیچے چشمے بہہ رہے ہیں۔ اور آیت میں ہے ﴿لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ﴾۔ ① نبی اکرم ﷺ پر اور ان مہاجرین وانصار پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کی توجہ فرمائی جنہوں نے سختی کے وقت بھی آپ ﷺ کی اتباع نہ چھوڑی۔

اور آیت میں ہے ﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ﴾۔ ② ان مہاجر محتاجوں کے لئے جو اپنے مالوں سے اور اپنے شہروں سے نکال دیئے گئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رضامندی کی جستجو میں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اور رسول اللہ ﷺ کی مدد میں لگے ہوئے ہیں یہی سچے لوگ ہیں۔ اور جنہوں نے ان کو جگہ دی ان سے محبت رکھی انہیں کشادہ دلی کے ساتھ دیا بلکہ اپنی ضرورت پر ان کی حاجت کو مقدم رکھا۔ یعنی جو ہجرت کی فضیلت اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کو دی ہے اس پر وہ ان کا حسد نہیں کرتے۔ ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مہاجرین انصار پر مقدم ہیں۔ علماء کا اس میں اتفاق ہے۔ مسند بزار میں ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو ہجرت اور نصرت میں اختیار دیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ہجرت کو پسند فرمایا۔ ③

پھر فرماتا ہے جو ایمان لائے لیکن انہوں نے وطن ترک نہیں کیا انہیں ان کی رفاقت حاصل نہیں۔ یہ مومنوں کی تیسری قسم ہے جو اپنی جگہ ٹھہرے ہوئے تھے ان کا مال غنیمت میں کوئی حصہ نہ تھا نہ خمس میں ہاں کسی لڑائی میں شرکت کریں تو اور بات ہے۔ مسند احمد میں ہے حضور اکرم ﷺ جب کسی کو کسی فوجی دستے کا سپہ سالار بنا کر بھیجتے تو اسے نصیحت فرماتے کہ دیکھو اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر رکھنا مسلمانوں کے ساتھ ہمیشہ خیر خواہانہ برتاؤ کرنا۔ جاؤ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والوں سے لڑو اپنے دشمن مشرکوں کے سامنے تین باتیں پیش کرو ان میں سے جو بھی وہ منظور کر لیں انہیں اختیار ہے۔ ان سے کہو کہ اسلام قبول کریں اگر مان لیں تو پھر ان سے رک جاؤ اور ان کا اسلام قبول کر لو اور انہیں کہو کہ کفرستان کو چھوڑ دیں مہاجرین کے شہروں کو چلے جائیں، تو جو حق مہاجرین کے ہیں ان کے بھی قائم ہو جائیں گے اور جو مہاجرین پر ہے ان پر بھی ہوگا۔ ورنہ یہ دیہات کے اور مسلمانوں کی طرح ہوں گے ایمان کے احکام ان پر جاری رہیں گے فئی اور غنیمت کے مال میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا، ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ کسی فوج میں شرکت کریں اور کوئی معرکہ سر کریں۔ یہ نہ مانیں تو انہیں کہو کہ جزیہ دیں۔ اگر یہ قبول کر لیں تو تم لڑائی سے رک جاؤ اور ان سے جزیہ لے لیا کرو۔ اگر ان دونوں باتوں کا انکار کریں تو اللہ تعالیٰ کی مدد کے بھروسے پر اللہ تعالیٰ سے نصرت طلب کر کے ان سے جہاد کرو۔ جو دیہاتی مسلمان وہیں مقیم ہیں، ہجرت نہیں کی یہ اگر کسی وقت تم سے مدد کی خواہش کریں دشمنانِ دین کے مقابلے پر تمہیں بلائیں تو ان کی مدد تم پر واجب ہے لیکن اگر مقابلے پر کوئی ایسا قبیلہ ہو کہ تم میں اور ان میں صلح کا معاہدہ ہے تو خبردار! تم عہد شکنی نہ کرنا۔ قسمیں نہ توڑنا۔

---

① [سورة التوبة: ١١٧] ② [سورة الحشر: ٨، ٩]

③ **[ضعیف** : مسند بزار (٢٧١٨)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں علی بن زید راوی ضعیف ہے۔]

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِى الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ﴿۷۳﴾

کافر آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ملک میں فتنہ ہوگا اور زبردست فساد ہو جائے گا۔

کفار سب ایک دوسرے کے دوست: اوپر مسلمانوں کی کارسازی اور رفاقت و ولایت کا ذکر ہوا۔ اب یہاں کافروں کی نسبت بھی بیان فرما کر کافروں اور مومنوں میں سے دوستانہ کاٹ دیا۔ مستدرک حاکم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں دو مختلف مذہب والے آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے نہ مسلمان کافر کا وارث اور نہ کافر مسلمان کا وارث۔ پھر آپ ﷺ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی [1] بخاری و مسلم میں بھی ہے مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا۔ [2] سنن وغیرہ میں ہے دو مختلف مذہب والے آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں۔ [3] اسے امام ترمذی رحمہ اللہ حسن کہتے ہیں۔ ابن جریر میں ہے کہ ایک نئے مسلمان سے آپ ﷺ نے عہد کیا کہ نماز قائم رکھنا، زکوٰۃ دینا، بیت اللہ کا حج کرنا، رمضان المبارک کے روزے رکھنا اور جب اور جہاں شرک کی آگ بھڑک اٹھے تو اپنے آپ کو ان کا مقابل اور ان سے برسر جنگ سمجھنا [4] یہ روایت مرسل ہے۔

اور مفصل روایت میں ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں میں ہر اس مسلمان سے بری الذمہ ہوں جو مشرکین میں ٹھہرا رہے۔ کیا یہ دونوں جانب لگی ہوئی آگ نہیں دیکھتا۔ [5] ابوداؤد میں حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں جو مشرکوں سے خلا ملا رکھے اور ان میں ٹھہرا رہے وہ انہی جیسا ہے۔ [6] ابن مردویہ میں ہے اللہ تعالیٰ کے رسول، رسولوں کے سر تاج حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں جب تمہارے پاس وہ آئے جس کے دین اور اخلاق سے تم رضا مند ہو تو

---

[1] [مستدرك حاكم (۲/ ۲٤۰)] اسے امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے صحیح کہا ہے۔]

[2] [صحيح :صحيح بخاری : كتاب الفرائض : باب لايرث المسلم الكافر (٦٧٦٤) صحيح مسلم : كتاب الفرائض : باب لايرث المسلم الكافر (١٦١٤) ترمذی : كتاب الفرائض (٢١٠٧) ابن ماجه : كتاب الفرائض (٢٧٢٩) ابوداؤد : كتاب الفرائض (٢٩٠٩) مسند احمد (٥/ ٢٠٠)]

[3] [صحيح :ابوداؤد (٢٩١١) نسائى فى السنن الكبرى (٦٣٨٤) ابن ماجه : كتاب الفرائض : باب ميراث اهل الاسلام من اهل الشرك (٢٧٣١)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحيح ابوداود ، ارواء الغليل (٦/ ١٢٠)]

[4] [صحيح بالشواهد :تفسير ابن جرير الطبرى (١٦٣٥٣)]

[5] [صحيح :ابوداؤد : كتاب الجهاد : باب النهى عن قتل من اعتصم بالسجود (٢٦٤٥) نسائى : كتاب القسامة : باب القود بغير حديدة (٤٧٩٤)ترمذى : كتاب السير : باب ماجاء فى كراهية المقام (١٦٠٤)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحيح ابوداود ، ارواء الغليل (١٢٠٧)]

[6] [صحيح :ابوداؤد : كتاب الجهاد : باب فى الاقامة بارض المشرك (٢٧٨٧)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحيح ابوداود]

اس کے نکاح میں دے دو اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ملک میں زبردست فتنہ وفساد برپا ہوگا۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ! گو اس میں کچھ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا جب تمہارے پاس کسی ایسے شخص کا مانگا آئے جس کے دین اور اخلاق سے تم خوش ہو تو اس کا نکاح کر دو۔ تین بار یہی فرمایا۔ [1] آیت کے ان الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم نے مشرکوں سے یکسوئی نہ کی اور ایمان داروں سے ہی دوستیاں نہ رکھیں تو ایک فتنہ برپا ہو جائے گا یہ اختلاط برے نتیجے دکھائے گا لوگوں میں زبردست فساد برپا ہو جائے گا۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ۭ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں' اور جنہوں نے جگہ دی اور مدد پہنچائی یہی لوگ سچے مومن ہیں' ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی ○ اور جو لوگ اس کے بعد ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ ہو کر جہاد کیا پس یہ لوگ بھی تم میں سے ہی ہیں اور رشتے ناتے والے ان میں سے بعض بعض سے زیادہ نزدیک ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم میں' بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے ○

ہجرت و جہاد والے لوگ ہی حقیقی مومن: مومنوں کا دنیوی حکم ذکر فرما کر اب آخرت کا حال بیان فرما رہا ہے ان کے ایمان کی سچائی ظاہر کر رہا ہے جیسے کہ اس سورت کے شروع میں بیان ہوا ہے۔ انہیں بخشش ملے گی ان کے گناہ معاف ہوں گے انہیں عزت کی پاک روزی ملے گی جو برکت والی' ہمیشگی والی طیب وطاہر ہوگی' قسم قسم کی لذیذ' عمدہ اور نہ ختم ہونے والی ہوگی۔ ان کی اتباع کرنے والے ایمان وعمل صالح میں ان کا ساتھ دینے والے آخرت میں بھی درجوں میں ان کے ساتھ ہی ہوں گے۔ جیسا کہ ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ﴾ [2] اور ﴿وَالَّذِيْنَ جَاۗءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ﴾ [3] میں فرماتا ہے۔ متفق علیہ بلکہ متواتر حدیث میں ہے کہ انسان اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ محبت رکھتا ہے۔ [4] دوسری حدیث میں ہے جو کسی قوم سے محبت رکھے وہ ان میں سے ہی ہے۔ ایک روایت

---

[1] [صحیح : ترمذی : کتاب النکاح : باب ماجاء اذا جاء کم من ترضون دینه فزوجوه (۱۰۸۴) ابن ماجه: کتاب النکاح : باب النهی عن التبتل (۱۹۶۷) مستدرك حاكم (۲/۱۶۵)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی ، ارواء الغلیل (۱۸۶۸) السلسلة الصحیحة (۱۰۲۲)]

[2] [سورۃ التوبة: آیت ۱۰۰]

[3] [سورۃ الحشر: آیت ۱۰]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الادب : باب علامة الحب فی الله (۶۱۶۷) صحیح مسلم : کتاب البر والصلة : باب المرء مع من احب (۲۶۴۰)]

میں ہے اس کا حشر بھی انہی کے ساتھ ہوگا۔ [1] مسند احمد کی حدیث گزر چکی ہے کہ مہاجر و انصار آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں فتح مکہ کے بعد کے مسلمان قریشی اور ثقیف کے آزاد شدہ آپس میں ایک ہیں قیامت تک یہ سب آپس میں ولی ہیں۔ [2] پھر اولوالارحام کا بیان ہوا یہاں ان سے مراد وہی قرابت دار نہیں جو علماء فرائض کے نزدیک اس نام سے یاد کئے جاتے ہیں یعنی جن کا کوئی حصہ مقرر نہ ہو اور جو عصبہ بھی نہ ہوں۔ جیسے خالہ ماموں پھوپھی نواسے نواسیاں بھانجے بھانجیاں وغیرہ۔ بعض کا یہی خیال ہے کہ وہ آیت سے حجت پکڑتے ہیں اور اسے اس بارے میں صراحت والی بتلاتے ہیں یہ نہیں بلکہ حق یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے تمام قرابت داروں کو شامل ہے جیسے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما مجاہد عکرمہ حسن قتادہ رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ ناسخ ہے حلیفوں کے باہم وارث بننے کی اور بھائی چارے پر وارث بننے کی جو پہلے دستور تھا پس یہ علماء فرائض کے ذی الارحام کو شامل ہو گی خاص نام کے ساتھ۔ اور جو انہیں وارث نہیں بناتے ان کے پاس کئی دلیلیں ہیں۔ سب سے قوی یہ حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق دلوا دیا ہے پس کسی وارث کے لئے کوئی وصیت نہیں [3] وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ بھی حقدار ہوتے تو ان کے بھی حصے مقرر ہو جاتے جب یہ نہیں تو وہ بھی نہیں۔ واللہ اعلم۔ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ سورۂ انفال کی تفسیر ختم ہوئی اللہ تعالیٰ پر ہمارا بھروسہ ہے وہی ہمیں کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔

تفسیر سورہ توبہ

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱ فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۝۲

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بیزاری کا اعلان ہے ان مشرکوں کے بارے میں جن سے تم نے عہد و پیمان کیا تھا○ پس (اے مشرکو) تم ملک میں چار مہینے تک تو چل پھر لو جان لو کہ تم اللہ تعالیٰ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو اور یہ بھی یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے○

---

[1] [طبرانی صغیر (۸۷۴) مجمع الزوائد (۲۷۹/۱۰)]

[2] [**صحیح** : مسند احمد (۳۶۳/٤) الموسوعة الحديثية للشعيب ارناؤوط (۱۹۲۱۵)]

[3] [**صحیح** : ابوداؤد : کتاب الوصایا : باب ماجآء فی الوصیة للوارث (۲۸۷۰) ابن ماجه : کتاب الوصایا : باب لا وصیة لوارث (۲۷۱۳) ترمذی : کتاب الوصایا : باب ماجآء لا وصیة لوارث (۲۱۲۰) مسند طیالسی (۱۱۲۷) مسند احمد (۲٦۷/۵) سعید بن منصور (٤۲۷)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح الجامع الصغیر (۱۷۲۰) ارواء الغلیل (۸۸/٦) صحیح ابن ماجه (۲۱۹۳) المشکاة (۳۰۷۳)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۲۲۲۹٤)] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے حسن کہا ہے۔]

مشرکوں سے برائت کا اعلان: یہ سورت سب سے آخر رسول اللہ ﷺ پر اتری ہے۔ بخاری شریف میں ہے سب سے آخر آیت ﴿یَسْتَفْتُوْنَكَ﴾ [1] اتری۔ اور سب سے آخر سورت سورۂ براءۃ اتری ہے۔ [2] اس کے شروع میں بسم اللہ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی اقتداء کر کے اسے قرآن میں نہیں لکھی تھی۔ ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ آخر کیا وجہ ہے؟ جو آپ نے سورۂ انفال کو جو مثانی میں سے ہے اور سورہ براءۃ کو جو مئین میں سے ہے ملا دیا اور ان کے درمیان ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ نہیں لکھی اور پہلے کی سات لمبی سورتوں میں انہیں رکھا؟ تو آپ نے جواب دیا کہ بسا اوقات حضور اکرم ﷺ پر ایک ساتھ کئی سورتیں اترتی تھیں۔ جب آیت اترتی آپ وحی کے لکھنے والوں میں سے کسی کو بلا کر فرما دیتے کہ اس آیت کو فلاں سورت میں لکھ دو جس میں یہ ذکر ہے سورۂ انفال مدینہ منورہ میں سب سے پہلے نازل ہوئی تھی اور سورۂ براءۃ سب سے آخر میں اتری تھی بیانات دونوں کے ملتے جلتے تھے مجھے خیال ہوا کہ کہیں یہ بھی اسی میں سے نہ ہو۔ حضور اکرم ﷺ کا انتقال ہو گیا اور آپ ﷺ نے ہم سے نہیں فرمایا کہ یہ اس میں سے ہے اس لئے میں نے دونوں سورتوں کو متصل لکھا اور ان کے درمیان ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ نہیں لکھی اور سات پہلی لمبی سورتوں میں انہیں رکھا۔ [3] اس سورت کا ابتدائی حصہ اس وقت اترا جب آپ ﷺ غزوۂ تبوک سے واپس آ رہے تھے۔ حج کا زمانہ تھا۔ مشرکین اپنی عادت کے مطابق حج میں آ کر بیت اللہ کا طواف ننگے ہو کر کیا کرتے تھے آپ ﷺ نے ان میں خلا ملا ہونا ناپسند فرما کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حج کا امام بنا کر اس سال مکہ مکرمہ روانہ فرمایا کہ مسلمانوں کو احکام حج سکھائیں اور مشرکوں میں اعلان کر دیں وہ آئندہ سال حج کو نہ آئیں اور سورۂ براءۃ کا بھی عام لوگوں میں اعلان کر دیں آپ کے پیچھے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ آپ کا پیغام بحیثیت آپ کے نزدیکی قرابت داری کے آپ بھی پہنچا دیں جیسے کہ اس کا تفصیلی بیان آ رہا ہے انشاء اللہ۔ پس فرمان ہے کہ یہ بے تعلقی ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے۔ بعض تو کہتے ہیں یہ اعلان اس عہد و پیمان کے متعلق ہے جن سے کوئی وقت معین نہ تھا یا جن سے عہد چار ماہ سے کم کا تھا لیکن جن کا لمبا عہد تھا وہ بدستور باقی رہا۔ جیسے فرمان ہے کہ ﴿فَاَتِمُّوْا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ﴾ [4] ان کی پوری مدت ہونے تک تم ان کا

---

[1] [سورۃ نساء: آیت ۱۲۷]

[2] **[صحیح:** صحیح بخاری : کتاب التفسیر (٤٦٥٤) صحیح مسلم : کتاب الفرائض (١٦١٨)]

[3] **[ضعیف:** ابوداؤد : کتاب الصلاۃ : باب من جھر بھا (٧٨٦) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورۃ التوبۃ (٣٠٨٦) مسند احمد (١/٥٧-٦٩) صحیح ابن حبان (٤٣) نسائی فی السنن الکبری (٨٠٠٧) مستدرک حاکم (٢/٢٢١)] اس کی سند میں یزید فارسی راوی مجہول ہے۔ شیخ احمد شاکر مسند احمد پر تعلیق لگاتے ہوئے اسے سخت ضعیف کہتے ہیں۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابوداود (١٦٨) ضعیف ترمذی (٥٩)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[4] [سورۃ التوبۃ: آیت ٤]

عہد نبھاؤ۔ حدیث میں بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہم سے جن کا عہد و پیمان ہے ہم اس پر مقررہ وقت تک پابندی سے قائم ہیں۔ [1] گو اس بارے میں اور اقوال بھی ہیں لیکن سب سے اچھا اور سب سے قوی قول یہی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جن لوگوں سے عہد ہو چکا تھا ان کے لئے چار ماہ کی حد بندی اللہ تعالیٰ نے مقرر کی اور جن سے عہد نہ تھا ان کے لئے حرمت والے مہینوں کے گزر جانے کی حد بندی مقرر کر دی یعنی دس ذی الحجہ سے محرم ختم تک پچاس دن۔ اس مدت کے بعد حضور اکرم ﷺ کو ان سے جنگ کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے جب تک وہ اسلام قبول نہ کر لیں۔ اور جن سے عہد ہے وہ دس ذی الحجہ کے اعلان کے دن سے لے کر بیس ربیع الآخر تک اپنی تیاری کر لیں پھر اگر چاہیں مقابلے پر آ جائیں۔ یہ واقعہ ۹ ھ کا ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر کر کے بھیجا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تیس یا چالیس آیتیں قرآن کی اس سورت کی دے کر بھیجا کہ آپ چار ماہ کی مدت کا اعلان کر دیں۔ آپ نے ان کے ڈیروں میں' گھروں میں منزلوں میں جا جا کر یہ آیتیں انہیں سنا دیں اور ساتھ ہی سرکار نبوت کا یہ حکم بھی سنا دیا کہ اس سال کے بعد حج کے لئے کوئی مشرک نہ آئے اور بیت اللہ کا طواف کوئی ننگا شخص نہ کرے۔ [2] قبیلہ خزاعہ قبیلہ مدلج اور دوسرے سب قبائل کے لئے بھی یہی اعلان تھا۔ تبوک سے آ کر آپ ﷺ نے حج کا ارادہ کیا تھا لیکن مشرکوں کا وہاں آنا اور ان کا ننگے ہو کر وہاں کا طواف کرنا آپ ﷺ کو ناپسند تھا اس لئے حج نہ کیا اور اس سال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا انہوں نے ذی المجاز کے بازاروں میں اور ہر گلی کوچے اور ہر ہر پڑاؤ اور میدان میں اعلان کیا کہ چار مہینے تک کی تو شرک اور مشرک کو مہلت ہے اس کے بعد ہماری اسلامی تلوار اپنا جوہر دکھائے گی بیس دن ذی الحجہ کے' محرم پورا' صفر پورا' اور ربیع الاول پورا اور دس دن ربیع الآخر کے۔ [3] زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں شوال سے محرم تک کی ڈھیل تھی لیکن یہ قول غریب ہے اور سمجھ سے بالاتر ہے کہ حکم پہنچنے سے پہلے ہی مدت شماری کیسے ہو سکتی ہے۔

وَ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۙ۬ وَ رَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰهِ ؕ وَ بَشِّرِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۙ﴿۳﴾

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی طرف سے لوگوں کو بڑے حج کے دن صاف اطلاع ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکوں سے بیزار ہے' اور اس کا رسول (ﷺ) بھی' اگر اب بھی تم توبہ کر لو تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر تم روگردانی کرو تو جان لو کہ تم اللہ تعالیٰ کو ہرا نہیں سکتے' کافروں کو دکھ کی مار کی خبر پہنچا دے ○

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۶۳۸۴) مستدرك حاکم (۳۳۱/۲) نسائی فی التفسیر (۲۳۴) دارمی (۳۳۲/۱) ابن حبان (۳۸۰۹) مسند احمد (۲۹۹/۲)] امام حاکم اور امام ذہبیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۶۳۷۶)]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۶۳۷۷)]

حج اکبر کے دن کا مفہوم: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے عام اعلان ہے اور ہے بھی بڑے حج کے دن یعنی عید قربان کو جو حج کے تمام دنوں سے بڑا اور افضل دن ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ مشرکوں سے بری الذمہ بیزار اور الگ ہیں اگر اب بھی تم گمراہی اور شرک و برائی چھوڑ دو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے توبہ کر لو نیک بن جاؤ اسلام قبول کر لو شرک و کفر چھوڑ دو۔ اور اگر تم نے نہ مانا اپنی ضلالت پر قائم رہے تو تم نہ اب اللہ تعالیٰ کے قبضے سے باہر ہو نہ آئندہ کسی وقت اللہ تعالیٰ کو دبا سکتے ہو وہ تم پر قادر ہے تمہاری چوٹیاں اس کے ہاتھ میں ہیں وہ کافروں کو دنیا میں بھی سزا دے گا اور آخرت میں بھی عذاب کرے گا۔ صحیح بخاری میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قربانی والے دن ان لوگوں میں جو اعلان کے لئے بھیجے گئے تھے بھیجا ہم نے منادی کر دی کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کو نہ آئے اور بیت اللہ کا طواف کوئی شخص ننگا ہو کر نہ کرے۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ سورۂ براءۃ کا اعلان کر دیں پس آپ نے بھی منیٰ میں ہمارے ساتھ عید کے دن انہی احکام کی منادی کی۔ [1] حج اکبر کا دن بقر عید کا دن ہے کیونکہ لوگ حج اصغر بولا کرتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس اعلان کے بعد حجۃ الوداع میں ایک بھی مشرک حج کو نہیں آیا تھا۔ [2] حنین کے زمانے میں رسول اللہ ﷺ نے جعرانہ سے عمرے کا احرام باندھا تھا پھر اس سال حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیرِ حج بنا کر بھیجا اور آپ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو منادی کے لئے روانہ فرمایا۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ براءت کا اعلان کر دیں۔ امیر حج حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آنے کے بعد بھی حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہما ہی رہے۔ لیکن اس روایت میں غربت ہے۔ [3] عمرۂ جعرانہ والے سال امیرِ حج حضرت عتاب بن اُسید رضی اللہ عنہ تھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تو ۹ھ میں امیر حج تھے۔ مسند کی روایت میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس سال حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ میں تھا۔ ہم نے پکار پکار کر منادی کر دی کہ جنت میں صرف ایماندار ہی جائیں گے بیت اللہ کا طواف آئندہ سے کوئی شخص عریانی کی حالت میں نہیں کر سکے گا۔ جن کے ساتھ ہمارے عہد و پیمان ہیں ان کی مدت آج سے چار ماہ کی ہے اس مدت کے گزر جانے کے بعد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ مشرکوں سے بری الذمہ ہیں اس سال کے بعد کسی کافر کو بیت اللہ کے حج کی اجازت نہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ منادی کرتے کرتے میرا گلا پڑ گیا [4] حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آواز بیٹھ جانے کے بعد میں

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: كتاب الصلاة: باب مايشر فى العورة (٣٦٩) و كتاب التفسير (٤٦٥٦) صحیح مسلم: كتاب الحج: باب لا يحج البيت مشرك ولا يطوف (١٣٤٧) نسائی: كتاب المناسك (٢٩٥٧) ابوداؤد: كتاب المناسك (١٩٤٦)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: كتاب الجزية: باب كيف ينبذ الى اهل العهد (٣١٧٧)]

[3] [مرسل: عبد الرزاق فى التفسير (١٠٣٧)]

[4] [حسن: مسند احمد (٢/٢٩٩) ابن حبان (٣٨٠٩) النسائى فى التفسير (٢٣٤) دارمی (١/٣٢، ٣٣٣) تفسير ابن جرير الطبری (١٦٣٨٤) مستدرك حاكم (٢/٣٣١)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (٧٩٧٧)]

نے منادی شروع کر دی تھی۔ ایک روایت میں ہے جس سے عہد ہے اس کی مدت وہی ہے۔ [1]

امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے تو ڈر ہے کہ یہ جملہ کسی راوی کے وہم کی وجہ سے نہ ہو۔ کیونکہ مدت کے بارے میں اس کے خلاف بہت سی روایتیں ہیں۔ مسند میں ہے کہ براءۃ کا اعلان کرنے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھیجا وہ ذوالحلیفہ پہنچے ہوں گے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اعلان تو یا میں خود کروں گا یا میرے اہل بیت میں سے کوئی شخص کرے گا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ [2] حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سورہ براءۃ کی دس آیتیں جب اتریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا انہیں لے جاؤ اہل مکہ کو سناؤ۔ پھر مجھے یاد فرمایا اور ارشاد ہوا کہ تم جاؤ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملو جہاں بھی وہ ملیں ان سے کتاب لے لینا اور مکہ والوں کے پاس جا کر انہیں پڑھ کر سنانا۔ میں چلا جحفہ میں جا کر ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے کتاب لے لی۔ آپ رضی اللہ عنہ واپس لوٹے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا میرے بارے میں کوئی آیتیں نازل ہوئی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور فرمایا کہ یا تو یہ پیغام آپ خود پہنچائیے یا اور کوئی شخص جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہو۔ [3] اس سند میں ضعف ہے اور اس سے یہ مراد بھی نہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسی وقت لوٹ آئے نہیں بلکہ آپ نے اپنی سرداری میں وہ حج کرایا حج سے فارغ ہو کر پھر واپس آئے جیسے کہ اور روایتوں میں صراحتاً مروی ہے اور حدیث میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیغام رسانی کا ذکر کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عذر پیش کیا کہ میں عمر کے لحاظ سے اور تقریر کے لحاظ سے اپنے میں کمی پاتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن ضرورت اس کی ہے کہ اسے یا تو میں آپ پہنچاؤں یا تو پہنچائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اگر یہی ہے تو لیجئے میں جاتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اللہ تعالیٰ تیری زبان کو ثابت رکھے اور تیرے دل کو ہدایت دے۔ پھر اپنا ہاتھ ان کے منہ پر رکھا۔ [4] لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حج کے موقعہ پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا بات پہنچانے بھیجا تھا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے اوپر والی چاروں باتیں بیان فرمائیں۔ [5] مسند احمد وغیرہ میں یہ روایت کئی طریق سے آئی ہے۔ اس میں لفظ یہ ہیں کہ جن سے معاہدہ ہے وہ جس مدت تک ہے اسی

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۶۳۸۲)]

[2] [حسن : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورۃ التوبۃ (۳۰۹۰) مسند احمد (۲۱۲/۳) مسند ابو یعلی (۳۰۹۵)] شیخ البانی رحمہ اللہ اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے بھی اس کی سند کو حسن کہا ہے۔]

[3] [ضعیف : مسند احمد (۱۵۱/۱) مجمع الزوائد (۲۹/۷)] اس کی سند میں محمد بن جابر راوی ضعیف ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۱۲۹۷)]

[4] [ضعیف : عبد اللہ فی المسند (۱۲۸۹)] اس کی سند میں حنش، سماک اور اسباط بن نصر راوی ضعیف ہیں۔]

[5] [صحیح : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن (۳۰۹۲) مسند ابو یعلی (۴۵۲) مستدرک حاکم (۵۲/۳) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۶۳۸۷)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۵۹۴)] شیخ عبد الرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

تک رہے گا۔ اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ سے لوگوں نے کہا کہ آپ ﷺ حج میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھیج چکے ہیں کاش کہ یہ پیغام بھی انہیں پہنچا دیتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسے تو کوئی میرے گھر والا ہی پہنچائے گا۔ اس میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کی عضباً نامی اونٹنی پر سوار ہو کر تشریف لے گئے تھے انہیں راستے میں دیکھ کر حضرت صدیق نے پوچھا کہ سردار ہو یا ماتحت؟ فرمایا نہیں میں تو ماتحت ہوں۔ وہاں جا کر آپ نے تو حج کا انتظام کیا اور عید والے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے یہ احکام پہنچائے۔ پھر یہ دونوں آپ ﷺ کے پاس آئے۔ پس مشرکین میں سے جن سے عام عہد تھا ان کے لئے تو چار ماہ کی مدت ہو گئی باقی جس سے جتنا عہد تھا وہ بدستور رہا۔ [1] اور روایت میں ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تو رسول اللہ ﷺ نے امیر حج بنا کر بھیجا تھا اور مجھے ان کے پاس چالیس آیتیں سورہ براءۃ کی دے کر بھیجا تھا۔ آپ نے عرفات کے میدان میں عرفہ کے دن لوگوں کو خطبہ دیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اٹھئے اور سرکار رسالت مآب ﷺ کا پیغام لوگوں کو سنا دیجئے۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر ان چالیس آیتوں کی تلاوت فرمائی۔ پھر لوٹ کر منیٰ میں آ کر جمرہ پر کنکریاں پھینکیں۔ اونٹ نحر کیا سر منڈوایا۔ پھر مجھے معلوم ہوا کہ سب حاجی اس خطبے کے وقت موجود نہ تھے۔ اس لئے میں نے ڈیروں میں اور خیموں میں اور پڑاؤ میں جا جا کر منادی شروع کر دی میرا خیال ہے شاید اس وجہ سے لوگوں کو یہ گمان ہو گیا یہ دسویں تاریخ کا ذکر ہے حالانکہ اصل پیغام نویں کو عرفہ کے دن پہنچا دیا گیا تھا۔ [2]

ابواسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے ابوجحیفہ رحمہ اللہ سے پوچھا کہ حج اکبر کا کونسا دن ہے؟ آپ نے فرمایا عرفے کا دن۔ میں نے کہا یہ آپ اپنی طرف سے فرما رہے ہیں یا صحابہ رضی اللہ عنہم سے سنا ہوا۔ فرمایا سب کچھ یہی ہے۔ عطاء رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی یہی فرما کر فرماتے ہیں پس اس دن کوئی روزہ نہ رکھے۔ راوی کہتا ہے میں نے اپنے باپ کے بعد حج کیا۔ مدینے پہنچا اور پوچھا کہ یہاں آج کل سب سے افضل کون ہیں؟ لوگوں نے کہا حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ ہیں۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا میں نے مدینے والوں سے پوچھا کہ یہاں آج کل سب سے افضل کون ہیں؟ تو انہوں نے آپ کا نام لیا تو میں آپ کے پاس آیا ہوں۔ یہ فرمایئے کہ عرفہ کے دن کے روزے کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا لو میں تمہیں اپنے سے ایک سو درجہ بہتر شخص کو بتاؤں وہ عمر یا ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں وہ اس روزے سے منع فرماتے تھے اور اسی دن کو حج اکبر فرماتے تھے (ابن ابی حاتم وغیرہ) اور بھی بہت سے بزرگوں نے یہی فرمایا ہے کہ حج اکبر سے مراد عرفے کا دن ہے۔ ایک مرسل حدیث میں بھی ہے کہ آپ نے اپنے عرفے کے خطبے میں فرمایا یہی حج اکبر کا دن ہے۔ [3] دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد بقر عید کا دن ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہی فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بقر عید والے دن اپنے سفید خچر پر سوار جا رہے تھے جو ایک شخص نے آ کر لگام تھام لی اور یہی پوچھا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا حج

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (١٦٣٩١)]

[2] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (١٦٣٩٦)] اس کی سند ابوصہباء راوی کی وجہ سے کمزور ہے۔]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (١٦٤٠٧)]

اکبر کا دن آج ہی کا دن ہے لگام چھوڑ دے۔ عبداللہ بن ابی اوفی کا قول بھی یہی ہے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اپنے عید کے خطبے میں فرمایا آج ہی کا دن یوم الاضحیٰ ہے۔ آج ہی کا دن یوم النحر ہے آج ہی کا دن حج اکبر کا دن ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی مروی ہے اور بھی بہت سے لوگ اسی طرف گئے ہیں کہ حج اکبر بقر عید کا دن ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ کا پسندیدہ قول بھی یہی ہے۔ صحیح بخاری کے حوالے سے پہلے حدیث گزر چکی ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے منادی کرنے والوں کو منیٰ میں عید کے دن بھیجا تھا۔ ابن جریر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں جمروں کے پاس دسویں تاریخ ذی الحجہ کو ٹھہرے اور فرمایا یہی دن حج اکبر کا دن ہے۔ [1] اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی سرخ رنگ کی تھی آپؐ نے لوگوں سے پوچھا کہ جانتے بھی ہو آج کیا دن ہے؟ لوگوں نے کہا قربانی کا دن ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سچ ہے یہی دن حج اکبر کا ہے۔ [2] اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار تھے لوگ اس کی نکیل تھامے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ یہ دن کونسا ہے جانتے ہو؟ ہم اس خیال سے خاموش ہو گئے کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا کوئی اور ہی نام بتلائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا یہ حج اکبر کا دن نہیں؟ [3] اور روایت میں ہے کہ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال پر جواب دیا کہ یہ حج اکبر کا دن ہے۔ [4]

سعید بن مسیّب فرماتے ہیں کہ عید کے بعد کا دن ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں حج کے سب دنوں کا یہی نام ہے۔ سفیان رحمہ اللہ بھی یہی کہتے ہیں کہ جیسے یوم جمل، یوم صفین ان لڑائیوں کے تمام دنوں کا نام ہے ایسے ہی یہ بھی ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ سے جب یہ سوال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں اس سے کیا حاصل یہ تو اس سال تھا جس سال حج کے امیر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ ابن سیرین رحمہ اللہ اسی سوال کے جواب میں فرماتے ہیں یہ وہ دن تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور عام لوگوں کا حج ہوا۔

إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنقُصُوكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ﴿٤﴾

بجز ان مشرکوں کے جن سے تمہارا معاہدہ ہو چکا ہے اور انہوں نے تمہیں ذرا سا بھی نقصان نہیں پہنچایا نہ کسی کی تمہارے خلاف مدد کی ہے تو تم بھی ان کے معاہدے کی مدت ان کے ساتھ پوری کرو اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے ○

پہلے جو احادیث بیان ہو چکی ہیں ان کا اور اس آیت کا مضمون ایک ہی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ جن سے مطلقاً عہد و پیمان ہوئے تھے انہیں تو چار ماہ کی مہلت دی گئی کہ اس میں وہ اپنا جو چاہیں کر لیں اور جن سے

---

[1] [صحیح : بخاری تعلیقا : کتاب الحج : باب الخطبة ایام منی (١٧٤٢) ابو داؤد : کتاب المناسك : باب یوم الحج الاکبر (١٩٥٤) ابن ماجه : کتاب المناسك : باب الخطبة یوم النحر (٣٠٥٨)]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (١٦٤٦٢)] [3] [تفسیر ابن جریر الطبری (١٦٤٦٠)]

[4] [صحیح : ترمذی : کتاب الفتن : باب ماجاء دماء کم واموالکم علیکم حرام (٢١٥٩) ابن ماجه : کتاب المناسك : باب الخطبة یوم النحر (٣٠٥٥) مسند احمد (٥/٧٢-٧٣)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی] حافظ زبیر علی زئی نے اسے حسن کہا ہے۔]

چاہیں کر لیں اور جن سے کسی مدت تک عہد و پیمان ہو چکے ہیں وہ سب عہد ثابت ہیں بشرطیکہ وہ لوگ معاہدے کی شرائط پر قائم رہیں نہ مسلمانوں کو خود کوئی ایذا پہنچائیں نہ ان کے دشمنوں کی کمک اور امداد کریں۔ اللہ تعالیٰ وعدوں کے پورے لوگوں سے محبت رکھتے ہیں۔

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

پس حرمت والے مہینوں کے گزرتے ہی مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو انہیں گرفتار کرو ان کا محاصرہ کر لو اور ان کی تاک میں ہر گھاٹی میں جا بیٹھو، ہاں اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز کے پابند ہو جائیں اور زکوۃ ادا کرنے لگیں تو تم ان کی راہیں چھوڑ دو، یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے ○

حرمت والے مہینوں میں جہاد: حرمت والے مہینوں سے مراد یہاں وہ چار مہینے ہیں جن کا ذکر آیت ﴿مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ﴾ [1] میں ہے پس ان کے حق میں آخری حرمت والا مہینہ محرم الحرام کا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ضحاک رحمہ اللہ سے بھی یہی مروی ہے لیکن اس میں ذرا تامل ہے بلکہ مراد اس سے یہاں وہ چار مہینے ہیں جن میں مشرکین کو پناہ ملی تھی کہ ان کے بعد تم سے لڑائی ہے۔ چنانچہ خود اسی سورت میں اس کا بیان اور آیت میں آ رہا ہے۔ فرماتا ہے ان چار ماہ کے بعد مشرکوں سے جنگ کرو انہیں قتل کرو انہیں گرفتار کرو جہاں بھی پالو۔ پس یہ عام ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ یہ خاص ہے حرم میں لڑائی نہیں ہو سکتی، جیسے فرمان ہے ﴿وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ [2] مسجد حرام کے پاس ان سے نہ لڑو جب تک کہ وہ اپنی طرف سے لڑائی کی ابتداء نہ کریں۔ اگر یہ وہاں تم سے لڑیں تو پھر تمہیں بھی ان سے لڑائی کرنے کی اجازت ہے چاہو قتل کرو چاہو قید کر لو ان کے قلعوں کا محاصرہ کرو ان کے لئے ہر گھاٹی میں بیٹھ کر تاک لگاؤ انہیں زد پر لا کر مارو۔ یعنی یہی نہیں کہ مل جائیں تو جھڑپ ہو جائے خود چڑھ کر جاؤ۔ ان کی راہیں بند کر دو اور انہیں مجبور کر دو کہ یا تو اسلام لائیں یا لڑیں۔ اسی لئے فرمایا کہ اگر وہ توبہ کر لیں، پابند نماز ہو جائیں، زکوۃ دینے لگیں تو بے شک ان کی راہیں کھول دو ان پر سے تنگیاں اٹھا لو۔ زکوۃ کے مانعین سے جہاد کرنے کی اسی جیسی آیتوں سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دلیل لی تھی کہ لڑائی اس شرط پر حرام ہے کہ اسلام میں داخل ہو جائیں اور اسلام کے واجبات بجا لائیں۔ اس آیت میں ارکان اسلام کو ترتیب وار بیان فرمایا ہے اعلیٰ پھر ادنیٰ پس شہادت کے بعد سب سے بڑا رکن اسلام نماز ہے جو اللہ عزوجل کا حق ہے۔ نماز کے بعد زکوۃ جس کا نفع فقیروں، مسکینوں، محتاجوں کو پہنچتا ہے اور مخلوق کا زبردست حق جو انسان کے ذمے ہے ادا ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے جو اکثر نماز کے ساتھ ہی زکوۃ کا ذکر اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مجھے حکم کیا گیا ہے کہ لوگوں سے جہاد جاری رکھوں۔ جب تک کہ وہ یہ گواہی نہ دیں کہ کوئی معبود بجز اللہ

---

[1] [سورۃ التوبۃ: آیت ۳۶]
[2] [سورۃ البقرۃ: آیت ۱۹۱]

تعالیٰ کے نہیں ہے اور یہ کہ محمد (ﷺ) رسول اللہ ﷺ ہیں اور نمازوں کو قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ [1] الخ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمہیں نمازوں کے قائم کرنے اور زکوۃ دینے کا حکم کیا گیا ہے جو زکوۃ نہ دے اس کی نماز بھی نہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ہرگز کسی کی نماز قبول نہیں فرماتا جب تک وہ زکوٰۃ ادا نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے آپ کی فقہ سب سے بڑھی ہوئی تھی جو آپ نے زکوٰۃ کے منکروں سے جہاد کیا۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مجھے لوگوں سے جہاد کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ یہ گواہی نہ دیں کہ بجز اللہ تعالیٰ برحق کے اور کوئی بھی لائق عبادت نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ جب وہ ان دونوں باتوں کا اقرار کرلیں ہمارے قبلے کی طرف منہ کرلیں، ہمارا ذبیحہ کھانے لگیں، ہم جیسی نمازیں پڑھنے لگیں تو ہم پر ان کے خون ان کے مال حرام ہیں مگر احکام اسلام حق کے ماتحت انہیں ہر وہ حق حاصل ہے جو اور مسلمانوں کا ہے اور ان کے ذمے ہر وہ چیز ہے جو اور مسلمانوں کے ذمے ہے۔ یہ روایت صحیح بخاری میں اور سنن میں بھی ہے سوائے ابن ماجہ کے۔ [2] ابن جریر میں ہے رسول مقبول ﷺ فرماتے ہیں جو دنیا سے اس حال میں جائے کہ اللہ تعالیٰ اکیلے کی خالص عبادت کرتا ہوا اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو وہ اس حال میں جائے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوگا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہی اللہ تعالیٰ کا دین ہے اسی کو تمام پیغمبر علیہم السلام لائے تھے اور اپنے رب کی طرف سے اپنی اپنی امتوں کو پہنچایا تھا اس سے پہلے کہ باتیں پھیل جائیں اور خواہشیں ادھر ادھر لگ جائیں۔ اس کی سچائی کی شہادت اللہ تعالیٰ کی آخری وحی میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ﴾ پس توبہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد برحق کے سوا اوروں کی عبادت سے دست بردار ہو جائیں نمازوں اور زکوٰۃ کے پابند ہو جائیں۔ اور آیت میں ہے کہ ان تینوں کاموں کے بعد وہ تمہارے دینی برادر ہیں۔ [3] ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ تلوار کی آیت ہے اس نے ان تمام عہد و پیمان کو چاک کر دیا جو مشرکوں سے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ براءت کے نازل ہونے پر چار مہینے گزر جانے کے بعد کوئی عہد و ذمہ باقی نہیں رہا، پہلی شرطیں برابری کے ساتھ توڑ دی گئیں اب اسلام اور جہاد باقی رہ گیا۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم ﷺ کو چار تلواروں کے ساتھ بھیجا ایک تو مشرکین عرب میں، فرماتا ہے ﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ﴾ مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو۔ یہ روایت اسی طرح مختصراً ہے۔ میرا خیال ہے کہ دوسری تلوار اہل

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الایمان : باب فان تابوا واقاموا الصلاة (٢٥) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب الامر بقتال الناس (٢٢)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الصلاة : باب فضل استقبال القبلة (٣٩٢) ابو داؤد : کتاب الجهاد : باب علی مایقاتل المشرکون (٢٦٤١) نسائی : کتاب الایمان : باب علی ما یقاتل الناس (٥٠١٨) ترمذی : کتاب الایمان : باب ماجاء فی قول النبی امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا (٢٦٠٨)]

[3] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (١٦٤٨٩)] اس میں عیسیٰ بن عیسیٰ راوی ضعیف ہے۔]

کتاب میں' فرماتا ہے۔ ﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ [1] الخ اللہ تبارک وتعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہ لانے والوں اور اللہ تعالیٰ ورسول ﷺ کے حرام کردہ کو حرام نہ ماننے والوں اور اللہ تعالیٰ کے سچے دین کو قبول نہ کرنے والوں سے جو اہل کتاب ہیں جہاد کرو تاوقتیکہ وہ ذلت کے ساتھ جزیہ دینا قبول نہ کرلیں۔ تیسری تلوار منافقوں میں' فرمان ہے ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ﴾ [2] اے نبی (ﷺ)! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو۔ چوتھی تلوار باغیوں میں' ارشاد ہے ﴿وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا﴾ [3] اگر مسلمانوں کی دو جماعتوں میں لڑائی ہو جائے تو ان میں صلح کرادو پھر بھی اگر کوئی جماعت دوسری کو دباتی چلی جائے تو ان باغیوں سے تم لڑو جب تک کہ وہ پلٹ کر اللہ تعالیٰ کے حکم کی ماتحتی میں نہ آ جائیں۔ ضحاک رحمہ اللہ اور سدی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ آیت یہ تلوار آیت ﴿فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً﴾ [4] سے منسوخ ہے یعنی بطور احسان کے یا فدیہ لے کر کافر قیدیوں کو چھوڑ دو۔ قتادہ رحمہ اللہ اس کے برعکس کہتے ہیں کہ پچھلی آیت پہلی آیت سے منسوخ ہے۔

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝۶ ع

اگر مشرکوں میں سے کوئی تجھ سے پناہ طلب کرے تو تو اسے پناہ دے دیا کر یہاں تک کہ کلام اللہ سن لے پھر اسے اپنی جائے امن تک پہنچا دے۔ یہ اس لئے کہ یہ لوگ بے علم ہیں ○

دین سیکھنے آنے والے کافر کے لیے امن: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی اکرم ﷺ کو حکم فرماتا ہے کہ جن کافروں سے آپ کو جہاد کا حکم دیا گیا ہے ان میں سے اگر کوئی آپ سے امن طلب کرے تو آپ اس کی خواہش پوری کردیں اسے امن دیں یہاں تک کہ وہ قرآن کریم سن لے' آپ ﷺ کی باتیں سن لے دین کی تعلیم معلوم کرے حجت الٰہی پوری ہو جائے پھر اپنی امان میں ہی اسے اس کے وطن پہنچا دو بے خوفی کے ساتھ یہ اپنے امن کی جگہ پہنچ جائے ممکن ہے کہ سوچ سمجھ کر حق کو قبول کر لے۔ یہ اس لئے کہ یہ بے علم لوگ ہیں انہیں دینی معلومات بہم پہنچاؤ اللہ تعالیٰ کی دعوت اس کے بندوں کے کانوں تک پہنچا دو۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو تیرے پاس دینی باتیں سننے کے لئے آئے خواہ وہ کوئی ہی کیوں نہ ہو وہ امن میں ہے یہاں تک کہ کلام اللہ سنے پھر جہاں سے آیا ہے وہاں باامن پہنچ جائے۔ اس لئے حضور اکرم ﷺ اسے جو دین سمجھنے کے لئے آئے اور اسے جو پیغام لے کر آئے امن دے دیا کرتے تھے حدیبیہ والے سال یہی ہوا قریش کے جتنے قاصد آئے یہاں انہیں کوئی خطرہ نہ تھا۔ عروہ بن مسعود' مکرز بن حفص' سہیل بن عمرو وغیرہ یکے بعد دیگرے آتے رہے۔ یہاں آ کر انہیں وہ شان نظر آئی جو قیصر وکسریٰ کے

[1] [سورة التوبة، : آيت ۲۹]
[2] [سورة التوبة: آيت۷۳]
[3] [سورة الحجرات: آيت ۹]
[4] [سورة محمد: آيت ٤]

دربار میں بھی نہ تھی یہی انہوں نے اپنی قوم سے کہا پس یہ چیز بھی بہت سے لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بن گئی۔ مسیلمہ کذاب مدعی نبوت کا قاصد جب حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پہنچا آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم مسیلمہ کی رسالت کے قائل ہو؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر قاصدوں کا قتل میرے نزدیک ناجائز نہ ہوتا تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔ [1] آخر یہ شخص حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی کوفہ میں امارت کے زمانے میں قتل کر دیا گیا۔ اسے ابن النواحہ کہا جاتا تھا۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ یہ مسیلمہ کا ماننے والا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے بلوایا اور فرمایا اب تو قاصد نہیں اب تیری گردن مارنے سے کوئی امر مانع نہیں، اسے قتل کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی لعنت اس پر ہو۔

الغرض دار الحرب سے جو قاصد آئے یا تاجر آئے یا صلح کا طالب آئے یا آپس میں اصلاح کے ارادے سے آئے یا جزیہ لے کر حاضر ہوا امام یا نائب امام نے اسے امن وامان دے دیا ہو تو جب تک وہ دار الاسلام میں رہے یا اپنے وطن نہ پہنچ جائے اسے قتل کرنا حرام ہے۔ علماء کہتے ہیں ایسے شخص کو دار الاسلام میں سال بھر تک نہ رہنے دیا جائے، زیادہ سے زیادہ وہ چار ماہ تک یہاں ٹھہر سکتا ہے۔ پھر چار ماہ سے زیادہ اور سال بھر کے اندر کے دو قول امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ علماء کے ہیں۔

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۞

مشرکوں کا عہد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک کیسے رہ سکتا ہے مگر جن سے تم نے عہد و پیمان مسجد حرام کے پاس کیا ہے، جب تک وہ لوگ تم سے معاہدہ نبھائیں تم بھی ان سے وفاداری کرو، اللہ تعالیٰ احتیاط رکھنے والوں سے محبت رکھتا ہے ○

مسلمانوں کے لیے عہد کی پابندی: اوپر والے حکم کی حکمت بیان ہو رہی ہے کہ چار ماہ کی مہلت دینے پر لڑائی کی اجازت دینے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے شرک وکفر کو چھوڑنے والے اور اپنے عہد و پیمان پر قائم رہنے والے ہی نہیں ہاں صلح حدیبیہ جب تک ان کی طرف سے نہ ٹوٹے تم بھی نہ توڑنا۔ یہ صلح دس سال کے لئے ہوئی تھی، ماہ ذی القعدہ ۶ ھ سے حضور ﷺ نے اس معاہدے کو نبھایا یہاں تک کہ قریشیوں کی طرف سے معاہدہ توڑا گیا ان کے حلیف بنو بکر نے رسول اللہ ﷺ کے حلیف بنو خزاعہ پر چڑھائی کی بلکہ حرم میں انہیں قتل کیا اس بنا پر رمضان المبارک ۸ ھ میں حضور اکرم ﷺ نے ان پر چڑھائی کی۔ رب العالمین نے مکہ آپ ﷺ سے ہاتھوں فتح کرایا اور انہیں آپ ﷺ کے بس میں کر دیا ((وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ)) لیکن آپ ﷺ نے باوجود غلبہ اور قدرت کے ان میں سے

---

[1] [صحیح: مسند احمد (۱/۳۸۳) ابو داؤد: کتاب الجهاد: باب فی الرسل (۲۷۶۱ ـ ۲۷۶۲) صحیح ابن حبان (۴۸۷۹) طحاوی فی مشکل الآثار (۲۸۶۲) نسائی فی السنن الکبریٰ (۸۶۷۵)] حافظ ابن حجرؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [المطالب العالیة (۲۱۶/۴)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح الجامع الصغیر (۵۳۲۸) صحیح ابو داود] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

جنہوں نے اسلام قبول نہ کیا سب کو آزاد کر دیا۔ انہی لوگوں کو طلقاء کہتے ہیں یہ تقریباً دو ہزار تھے جو کفر پر بھی باقی رہے اور ادھر ادھر ہو گئے رحمۃ اللعالمین نے سب کو عام پناہ دے دی اور انہیں مکہ شریف میں آنے اور یہاں اپنے مکانوں میں رہنے کی اجازت مرحمت فرمائی کہ چار ماہ تک وہ جہاں چاہیں جا سکتے ہیں۔ انہی میں صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابی جہل وغیرہ تھے پھر اللہ نے ان کی رہبری کی اور انہیں اسلام نصیب فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اپنے ہر اندازے کے کرنے میں اور ہر کام کے کرنے میں تعریفوں والا ہی ہے۔

كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ ۸

ان کے وعدوں کا کیا اعتبار انکا اگر تم پر غلبہ ہو جائے تو نہ تو یہ قرابتداری کا خیال کریں نہ عہد و پیمان کا' اپنی زبانوں سے تو تمہیں پرچا رہے ہیں لیکن دل نہیں مانتے ان میں سے اکثر تو فاسق ہیں ۝

کفار کے وعدوں کا کوئی اعتبار نہیں: اللہ تعالیٰ کافروں کے مکر و فریب اور ان کی دلی عداوت سے مسلمانوں کو آگاہ کرتا ہے تاکہ وہ ان کی دوستی اپنے دل میں نہ رکھیں نہ ان کے قول و قرار پر مطمئن رہیں ان کا کفر و شرک انہیں وعدوں کی پابندی پر رہنے نہیں دیتا۔ یہ تو وقت کے منتظر ہیں ان کا بس چلے تو یہ تو تمہیں کچے چبا ڈالیں نہ قرابت داری کو دیکھیں نہ وعدوں کی پاس داری کریں اس سے جو ہو سکے وہ تکلیف تم پر توڑیں اور خوش ہوں۔ ((آل)) کے معنی قرابت داری کے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے شعر میں بھی یہی معنی کئے گئے ہیں کہ وہ اپنے غلبے کے وقت اللہ تعالیٰ کا بھی لحاظ نہ کریں گے نہ کسی اور کا یہی لفظ ال سے ایل بن کر جبرائیل میکائیل اسرافیل میں آیا یعنی اس کا معنی اللہ تعالیٰ ہے لیکن پہلا قول ہی ظاہر اور مشہور ہے اور اکثر مفسرین کا بھی یہی قول ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ مراد عہد ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مراد قسم ہے۔

اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ اِنَّهُمْ سَاۗءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ۹ لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ۝ ۱۰ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ۭ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ ۱۱

انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو بہت کم قیمت پر بیچ دیا اور اس کی راہ میں اٹک گئے' بہت برا ہے جو یہ کر رہے ہیں ۝ یہ تو کسی مسلمان کے حق میں کسی رشتہ داری کا یا عہد کا مطلق لحاظ نہیں کرتے' یہ ہیں ہی حد سے گزرنے والے ۝ اب بھی اگر یہ توبہ کر لیں اور نماز کے پابند ہو جائیں اور زکوٰۃ دیتے رہیں' تو تمہارے دینی بھائی ہیں ہم تو جاننے والوں کے لئے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرما رہے ہیں ۝

مشرک مسلمان ہو جائے تو دینی بھائی: مشرکوں کی مذمت کے ساتھ ہی مسلمانوں کو ترغیب جہاد دی جا رہی ہے کہ ان کافروں نے دنیائے خسیس کو آخرت نفیس کے بدلے پسند کر لیا ہے خود راہِ رب سے رک کر مومنوں کو بھی ایمان سے روک رہے ہیں ان کے اعمال بہت ہی بد ہیں یہ تو مومنوں کو نقصان پہنچانے کے ہی درپے ہیں نہ انہیں رشتے داری کا خیال نہ معاہدے کا پاس۔ یہ تو حد سے تجاوز کر گئے ہیں۔ ہاں اب بھی سچی توبہ اور نماز وزکوٰۃ کی پابندی انہیں تمہارا بنا سکتی ہے۔ چنانچہ بزار کی حدیث میں ہے کہ جو دنیا کو اس حال میں چھوڑے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادتیں خلوص کے ساتھ کر رہا ہو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناتا ہو نماز وزکوٰۃ کا پابند ہو تو اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہو کر ملے گا۔ یہی اللہ تعالیٰ کا وہ دین ہے جسے انبیاء علیہم السلام لاتے رہے اور اسی کی تبلیغ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کرتے رہے اس سے پہلے کہ باتیں پھیل جائیں اور خواہشیں بڑھ جائیں اس کی تصدیق کتاب اللہ میں موجود ہے کہ اگر وہ توبہ کر لیں یعنی بتوں کو اور بت پرستی کو چھوڑ دیں اور نمازی اور زکوٰۃ دینے والے بن جائیں تو تم ان کے راستے چھوڑ دو۔ [1] اور آیت میں ہے کہ پھر تو یہ تمہارے دینی بھائی ہیں' [2] امام بزار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے خیال سے تو مرفوع حدیث وہیں پر ختم ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے رضامند ہو کر ملے گا' اس کے بعد کا کلام روای حدیث ربیع بن انس رضی اللہ عنہ کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ﴿۱۲﴾

اگر یہ لوگ عہد و پیمان کے بعد بھی اپنی قسموں کو توڑ دیں' اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں تو تم بھی ان سرداران کفر سے بھڑ جاؤ ان کی قسمیں کوئی چیز نہیں ممکن ہے کہ اس طرح وہ بھی باز آ جائیں۔

عہد شکن کفار کے خلاف جنگ: اگر یہ مشرک اپنی قسموں کو توڑ کر وعدہ خلافی اور عہد شکنی کریں اور تمہارے دین پر اعتراض کرنے لگیں تو تم ان کفر کے سروں کو توڑ مروڑ دو۔ اسی لئے علماء نے کہا ہے کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے' دین میں عیب جوئی کرے اس کا ذکر اہانت کے ساتھ کرے اسے قتل کر دیا جائے۔ ان کی قسمیں محض بے اعتبار ہیں۔ یہی طریقہ ان کے کفر و عناد سے روکنے کا ہے۔ ابو جہل' عتبہ' شیبہ' امیہ وغیرہ یہ سب سرداران کفر تھے۔ ایک خارجی نے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کو کہا کہ یہ کفر کے پیشواؤں میں سے ایک ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو جھوٹا ہے میں تو ان میں سے ہوں جنہوں نے کفر کے پیشواؤں کو قتل کیا تھا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس آیت والے اس کے بعد قتل نہیں کئے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ آیت عام ہے گو سبب نزول کے اعتبار سے اس سے مراد مشرکین قریش ہیں لیکن حکماً یہ انہیں اور سب کو شامل ہے۔ واللہ اعلم

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف لشکر بھیجا تو ان سے فرمایا کہ تمہیں ان میں کچھ لوگ ایسے ملیں گے جن کی

---

[1] [سورۃ التوبہ: آیت ۵] [2] [سورۃ التوبہ: آیت ۱۱]

چندھیا منڈی ہوئی ہو گی تو تم اس شیطانی بیٹھک کو تلوار سے دو ٹکڑے کر دینا۔ واللہ! ان میں سے ہر ایک کا قتل اور ستر لوگوں کے قتل سے مجھے زیادہ پسند ہے اس لئے کہ فرمان رب ہے کفر کے اماموں کو قتل کرو (ابن ابی حاتم)

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۱۳ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۱۴ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۱۵

تم ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے کیوں تیار نہیں ہوتے جو اپنی قسموں کو توڑ دیتے ہیں اور پیغمبر کو جلاوطن کرنے کی فکر میں رہیں اور خود ہی اول بار تم سے چھیڑ کریں، کیا تم ان سے ڈرتے ہو اللہ تعالیٰ ہی زیادہ مستحق ہے کہ تم اس کا ڈر رکھو بشرطیکہ تم ایماندار ہو ○ ان سے تم جنگ کرو اللہ تعالیٰ انہیں تمہارے ہاتھوں عذاب کرے گا انہیں ذلیل و رسوا کرے گا تمہیں ان پر مدد دے گا اور مسلمانوں کے کلیجے ٹھنڈے کرے گا ○ اور ان کے دل کا غم و غصہ دور کرے گا' اور جس کی طرف چاہے گا رحمت سے توجہ فرمائے گا' اللہ تعالیٰ جانتا بوجھتا حکمت والا ہے ○

عہد شکن کفار کے خلاف جہاد کی مزید تلقین: مسلمانوں کو پوری طرح جہاد پر آمادہ کرنے کے لئے فرما رہا ہے کہ یہ عہد شکن قسمیں توڑنے والے کفار وہی ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو جلاوطن کرنے کی پوری طرح ٹھان لی تھی چاہتے تھے کہ قید کر لیں یا قتل کر ڈالیں یا دیس نکالا دے دیں ان کے مکر سے اللہ تعالیٰ کا مکر کہیں بہتر تھا۔ [1] صرف ایمان کی بنا پر دشمنی کر کے پیغمبر ﷺ کو اور مومنوں کو وطن سے خارج کرتے تھے بھڑ بھڑا کر اٹھ کھڑے ہو جاتے تھے کہ تجھے مکہ مکرمہ سے نکال دیں۔ برائی کی ابتداء بھی انہی کی طرف سے ہے۔ بدر کے دن لشکر لے کر نکلے معلوم ہو چکا تھا کہ قافلہ بچ کر چلا گیا ہے۔ لیکن تاہم غرور و فخر سے ربانی لشکر کو شکست دینے کے ارادے سے مسلمانوں سے بھڑ گئے۔ جیسے کہ پورا واقعہ اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے۔ انہوں نے عہد شکنی کی اور اپنے حلیفوں کے ساتھ مل کر رسول اللہ ﷺ کے حلیفوں سے جنگ کی بنو بکر کی خزاعہ کے خلاف مدد کی اس خلاف وعدہ کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ نے ان پر لشکر کشی کی ان کی خوب سرکوبی کی اور مکہ فتح کر لیا۔ فالحمد للہ۔

فرماتا ہے کہ تم ان نجس لوگوں سے خوف کھاتے ہو۔ اگر تم مومن ہو تو تمہارے دل میں بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کا خوف نہ ہونا چاہئے وہی اس کے لائق ہے کہ اس سے ایماندار ڈرتے رہیں۔ اور آیت میں ہے ان سے نہ ڈرو صرف مجھ سے ہی ڈرتے رہو میرا غلبہ' میری سلطنت' میری سزا' میری قدرت' میری ملکیت بے شک اس قابل ہے کہ ہر وقت ہر دل میری ہیبت سے لرزتا رہے تمام کام میرے ہاتھ میں ہیں جو چاہوں کر سکتا ہوں اور کر گزرتا

---

[1] [سورۃ الانفال: آیت ۳۰]

ہوں۔ میری منشاء کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔ مسلمانوں پر جہاد کی فرضیت کا راز بیان ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر تھا جو عذاب چاہتا ان پر بھیج دیتا لیکن اس کی منشاء یہ ہے کہ تمہارے ہاتھوں انہیں سزا دے ان کی بربادی تم آپ کرو تمہارے دل کی خوب بھڑاس نکل جائے اور تمہیں راحت و آرام شادمانی و کامرانی حاصل ہو۔ یہ بات کچھ انہی کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ تمام مومنوں کے لئے بھی ہے۔ خصوصاً خزاعہ کا قبیلہ جن پر خلاف عہد قریش اپنے حلیفوں میں مل کر چڑھ دوڑے ان کے دل اسی وقت ٹھنڈے ہوں گے ان کے غبار اسی وقت ڈھلیں گے جب مسلمانوں کے ہاتھوں کفار نیچے ہوں۔ ابن عساکر میں ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا غضب ناک ہو جاتیں تو آپ ﷺ ان کی ناک پکڑ لیتے اور فرماتے عویش! یہ دعا کرو ﴿اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ اغْفِرْ ذَنْبِي وَاذْهَبْ غَيْظَ قَلْبِي وَاَجِرْنِي مِنْ مُّضِلَّاتِ الْفِتَنِ﴾ اے اللہ! محمد (ﷺ) کے پروردگار میرے گناہ بخش دے اور میرے دل کا غصہ دور کر اور مجھے گمراہ کن فتنوں سے بچالے۔ [1] اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کی چاہے توبہ قبول فرمالے وہ اپنے بندوں کی تمام تر مصلحتوں سے خوب آگاہ ہے اور اپنے تمام کاموں میں اپنے شرعی احکام میں اپنے تمام حکموں میں حکمت والا ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے جو ارادہ کرتا ہے حکم دیتا ہے وہ عادل وحاکم ہے ظلم سے پاک ہے ایک ذرے برابر بھلائی برائی ضائع نہیں کرتا بلکہ اس کا بدلہ دنیا اور آخرت میں دیتا ہے۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ۭ وَ اللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ ع

کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ تم چھوڑ دیئے جاؤ گے حالانکہ اب تک اللہ تعالیٰ نے تم میں سے انہیں ممتاز نہیں کیا جو مجاہد ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کے اور اس کے رسول (ﷺ) کے اور مومنوں کے سوا کسی کو ولی دوست نہیں بناتے۔ اللہ تعالیٰ خوب خبردار ہے ہر اس کام سے جو تم کر رہے ہو ○

کھرے اور کھوٹے مسلمان کی پہچان کے لیے جہاد کسوٹی: یہ ناممکن ہے کہ امتحان بغیر مسلمان بھی چھوڑ دیئے جائیں سچے اور جھوٹے کو ظاہر کر دینا ضروری ہے۔ ولیجہ کے معنی بھیدی اور دخل دینے والے کے ہیں۔ پس سچے وہ ہیں جو جہاد میں آگے بڑھ کر حصہ لیں اور ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی خیر خواہی اور حمایت کریں۔ ایک قسم کا بیان دوسری قسم کو ظاہر کر دیتا تھا اس لئے دوسری قسم کے لوگوں پر بیان چھوڑ دیا ایسی عبارتیں شاعروں کے شعروں میں بھی ہیں۔ اور جگہ قرآن کریم میں ہے کہ کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ وہ صرف اس کے کہنے سے چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش ہوگی ہی نہیں حالانکہ اگلے مومنوں کی بھی ہم نے آزمائش کی یاد رکھو اللہ تعالیٰ سچے اور جھوٹوں کو ضرور الگ کر دے گا۔ [2] اور آیت میں اسی مضمون کو ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ﴾ [3] کے لفظوں سے بیان فرمایا ہے اور آیت میں ہے ﴿مَا كَانَ اللّٰهُ

---

[1] [ضعیف : الموسوعة الحديثية للشعيب الارناؤوط (٢٦٥٧٦)]

[2] [سورة العنكبوت : ٢، ٣]

[3] [آل عمران: ١٤٢]

﴿لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [1] اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ تم مومنوں کو تمہاری حالت پر ہی چھوڑ دے اور امتحان کر کے یہ نہ معلوم کر لے کہ خبیث کون ہے اور طیب کون ہے؟ پس جہاد کے مشروع کرنے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ کھرے کھوٹے کی تمیز ہو جاتی ہے۔ گو اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے جو ہو گا وہ بھی اسے معلوم ہے اور جو نہیں ہوا وہ جب ہو گا تب کس طرح ہو گا یہ بھی وہ جانتا ہے چیز کے ہونے سے پہلے ہی اسے اس کا علم حاصل ہے اور ہر چیز کی حالت سے وہ واقف ہے لیکن وہ چاہتا ہے کہ دنیا پر بھی کھرا کھوٹا' سچا جھوٹا ظاہر کر دے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں نہ اس کے سوا کوئی پروردگار ہے نہ اس کی قضاء وقدر و ارادے کو کوئی بدل سکتا ہے۔

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ښ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝۱۷ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰۗىِٕكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝۱۸

ناممکن ہے کہ مشرک اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کی آبادی کریں وہ خود اپنے کفر کے آپ ہی گواہ ہیں' ان کے اعمال غارت واکارت ہیں' اور وہ دائمی طور پر جہنمی ہیں ○ اللہ کی مسجدوں کی رونق و آبادی تو ان کے حصے میں ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں نمازوں کے پابند ہوں زکوٰۃ دیتے ہوں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے ہوں' یہی لوگ یقیناً راہ یافتہ ہیں ○

مساجد کی آبادکاری اہل ایمان کا کام: یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کی آبادی کرنے والے بننا لائق ہی نہیں یہ مشرک ہیں اللہ تعالیٰ کے گھر سے انہیں کیا تعلق؟ ﴿مَسَاجِدَ﴾ کو ﴿مَسْجِدَ﴾ بھی پڑھا گیا ہے پس مراد مسجد حرام ہے جو روئے زمین کی مسجدوں سے اشرف ہے جو اول دن سے صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے بنائی گئی ہے۔ جس کی بنیادیں خلیل اللہ نے رکھی تھیں۔ اور یہ لوگ مشرک ہیں حال وقال دونوں اعتبار سے۔ تم نصرانی سے پوچھو وہ صاف کہے گا میں تو نصرانی ہوں۔ یہود سے پوچھو وہ اپنی یہودیت کا اقرار کریں گے صابی سے پوچھو وہ بھی اپنا صابی ہونا اپنی زبان سے کہے گا مشرک بھی اپنے مشرک ہونے کے اقراری ہیں ان کے اس شرک کی وجہ سے ان کے اعمال اکارت ہو چکے ہیں اور وہ ہمیشہ کے لئے ناری ہیں۔ یہ تو مسجد حرام سے اوروں کو روکتے ہی ہیں یہ گو کہیں لیکن دراصل یہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء نہیں اولیاء اللہ تو وہ ہیں جو متقی ہوں لیکن اکثر لوگ علم سے کورے اور خالی ہوتے ہیں۔ ہاں مسجدوں کی آبادی مومنوں کے ہاتھوں ہوتی ہے۔ پس جس کے ہاتھ سے مسجدوں کی آبادی ہو اس کے ایمان کا قرآن گواہ ہے۔ مسند احمد میں ہے حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں جب تم کسی کو مسجد میں آنے جانے کی عادت والا دیکھو تو اس کے ایمان کی شہادت دو پھر آپ ﷺ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ [1] اور حدیث میں ہے

---

[1] [آل عمران: ۱۷۹]

مسجدوں کے آباد کرنے والے اللہ والے ہیں۔[2] اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان مسجد والوں پر نظریں ڈال کر اپنے عذاب پوری قوم پر سے ہٹالیتا ہے[3] اور حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے مجھے اپنی عزت کی اپنے جلال کی قسم! کہ میں زمین والوں کو عذاب کرنا چاہتا ہوں لیکن اپنے گھروں کے آباد کرنے والے اللہ والوں اور اپنی راہ میں آپس میں محبت رکھنے والوں اور صبح سحری کے وقت استغفار کرنے والوں پر نظریں ڈال کر اپنے عذاب کو ہٹا لیتا ہوں۔[4] ابن عساکر میں ہے کہ شیطان انسان کا بھیڑیا ہے جیسے بکریوں کا بھیڑیا ہوتا ہے کہ وہ الگ تھلگ پڑی ہوئی ادھر ادھر کی بکری کو پکڑ لے جاتا ہے پس تم پھوٹ اور اختلاف سے بچو۔ جماعت کو اور امام کو اور مسجدوں کو لازم پکڑے رہو۔[5] اصحاب رسول اللہ ﷺ کا بیان ہے کہ مسجدیں اس زمین پر اللہ تعالیٰ کا گھر ہیں۔ جو یہاں آئے اللہ تعالیٰ کا ان پر حق ہے کہ وہ ان کا احترام کرے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جو نماز کی اذان سن کر پھر بھی مسجد میں آ کر با جماعت نماز نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا نافرمان ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ مسجدوں کی آبادی کرنے والے اللہ تعالیٰ کے اور قیامت کے ماننے والے ہی ہوتے ہیں۔[6]

پھر فرمایا یہ نمازی ہوتے ہیں بدنی عبادت نماز کے پابند ہوتے ہیں اور مالی عبادت زکوٰۃ کے بھی ادا کرنے والے ہوتے ہیں ان کی بھلائی اپنے لئے بھی ہوتی ہے اور پھر عام مخلوق کے لئے بھی ہوتی ہے ان کے دل اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے ڈرتے نہیں یہی راہ یافتہ لوگ ہیں۔ موحد ایمان دار قرآن وحدیث کے ماتحت پانچوں نمازوں کے پابند صرف اللہ تعالیٰ کا خوف کھانے والے اس کے سوا دوسرے کی بندگی نہ کرنے والے ہی راہ یافتہ اور کامیاب اور با مقصد ہیں۔ یہ یاد رہے کہ بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما قرآن کریم میں جہاں بھی لفظ ((عسیٰ)) ہے وہاں یقین کے معنی میں ہے امید کے معنی میں نہیں مثلاً فرمان ہے ﴿عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾[7] تو مقام محمود میں پہنچانا یعنی حضور اکرم ﷺ کا شافع محشر بننا یقینی چیز ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ محمد بن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں ((عَسٰی)) کلام اللہ میں حق ویقین کے لئے آتا ہے۔

---

[1] [ضعیف : ترمذی : کتاب الایمان : باب ماجاء فی حرمة الصلاة (۲۶۱۷) ابن ماجه : کتاب المساجد : باب لزوم المساجد وانتظار الصلاة (۸۰۲) مستدرك حاكم (۲۱۲/۱) ، (۳۳۲/۲) مسند احمد (۶۸/۳) ابن حبان (۱۷۲۱) ابن خزيمه (۱۵۰۲)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔[ضعیف ترمذی]

[2] [ضعیف : اس کی سند میں صالح بن بشیر راوی ضعیف ہے۔[دیکھئے : میزان الاعتدال (۳۷۷۳) ابن عدی (۶۱/٤)]

[3] [ضعیف : اس کی سند میں عثمان بن دینار راوی ضعیف ہے۔[دیکھئے : المیزان (۵۵۰۲)]

[4] [ضعیف : بیهقی فی شعب الایمان (۹۰۵۱)] اس کی سند میں صالح راوی ضعیف ہے۔]

[5] [ضعیف : مسند احمد (۲۳۲/۵)] علاء بن زیاد کا معاذؓ سے سماع ثابت نہیں۔[مجمع الزوائد (۹۱۰۸)]

[6] [صحیح : ابن ماجه : کتاب المساجد : باب التغليظ في التخلف عن الجماعة (۷۹۳) ابوداؤد : کتاب الصلاة : باب التشديد في ترك الجماعة (۵۵۱)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود ، ارواء الغلیل (۳۳۷/۲)]

[7] [سورة الاسراء: آیت ۷۹]

أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿١٩﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿٢٠﴾ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُقِيمٌ ﴿٢١﴾ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿٢٢﴾

وقف لازم

کیا تم نے حاجیوں کو پانی دینا اور مسجد حرام کی خدمت کرنا اس کے برابر کر دیا ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرے' یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک برابری کے نہیں ہیں' اللہ تعالیٰ بے انصافوں کو راہ نہیں دکھاتا ٥ جو لوگ ایمان لائے ہجرت کی اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کیا' وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑے مرتبے والے ہیں' اور یہی لوگ مراد پانے والے ہیں ٥ انہیں ان کا رب خوشخبری دیتا ہے اپنی رحمت کی اور رضامندی کی اور جنتوں کی ان کے لئے وہاں دوامی نعمت ہے ٥ وہاں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں' اللہ تعالیٰ کے پاس یقیناً بہت بڑے ثواب ہیں ٥

حجاج کی خدمت اور جہاد برابر نہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کافروں کا قول تھا کہ بیت اللہ شریف کی خدمت اور حاجیوں کے پانی پلانے کی سعادت بہتر ہے ایمان و جہاد سے۔ ہم چونکہ یہ دونوں خدمتیں انجام دے رہے ہیں اس لئے ہم سے بہتر کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا فخر و غرور اور حق سے تکبر اور منہ پھیرنا بیان فرمایا کہ میری آیتوں کی تمہارے سامنے تلاوت ہوتے ہوئے تم اس سے بے پرواہی سے منہ موڑ کر اپنی بات چیت میں مشغول رہتے ہو' پس تمہارا گمان بے جا' تمہارا غرور غلط' تمہارا فخر نامناسب ہے۔ یوں بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کا ایمان اور اس کی راہ کا جہاد بڑی چیز ہے لیکن تمہارے مقابلے میں تو وہ اور بھی بڑی چیز ہے کیونکہ تمہاری تو کوئی نیکی ہو بھی تو اسے شرک کا گھن کھا جاتا ہے۔ پس فرماتا ہے کہ یہ دونوں گروہ برابر کے بھی نہیں یہ تو اپنے آپ کو آبادی کرنے والا کہتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کا نام ظالم رکھا اللہ تعالیٰ کے گھر کی خدمت بے کار کر دی۔ کہتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی قید کے زمانے میں کہا تھا کہ تم اگر اسلام و جہاد میں تھے تو ہم بھی اللہ تعالیٰ کے گھر کی خدمت اور حاجیوں کو آرام پہنچانے میں تھے۔ اس پر یہ آیت اتری کہ شرک کے وقت کی نیکی بے کار ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان پر جب لے دے شروع کی تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ ہم مسجد حرام کے متولی تھے ہم غلاموں کو آزاد کرتے تھے ہم بیت اللہ شریف کو غلاف چڑھاتے تھے ہم حاجیوں کو پانی پلاتے تھے اس پر یہ آیت اتری۔ مروی ہے کہ یہ گفتگو حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میں ہوئی ہو۔ مروی ہے کہ طلحہ بن شیبہ' عباس بن عبدالمطلب' علی بن ابی طالب بیٹھے بیٹھے اپنی بزرگیاں بیان کرنے لگے' طلحہ نے کہا میں بیت اللہ کا کنجی بردار ہوں میں اگر چاہوں وہاں رات گزار سکتا ہوں۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا میں زمزم کا پانی پلانے والا ہوں اور اس کا

نگہبان ہوں اگر چاہوں مسجد میں ساری رات رہ سکتا ہوں۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں نہیں جانتا کہ تم دونوں صاحب کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے لوگوں سے چھ ماہ پہلے قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہے میں مجاہد ہوں۔ اس پر یہ آیت اتری، عباس رضی اللہ عنہ نے اپنا ڈر ظاہر کیا کہ کہیں میں چاہ زمزم کے پانی کے عہدے سے نہ ہٹا دیا جاؤں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں تم اپنے اس منصب پر قائم رہو تمہارے لئے اس میں بھلائی ہے۔ [1] اس آیت کی تفسیر میں ایک مرفوع حدیث وارد ہوئی ہے جس کا ذکر بھی یہاں ضروری ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا اسلام کے بعد اگر میں کوئی عمل نہ کروں تو مجھے پرواہ نہیں بجز اس کے کہ میں حاجیوں کو پانی پلاؤں۔ دوسرے نے اسی طرح مسجد حرام کی آبادی کو کہا۔ تیسرے نے اسی طرح اللہ کی راہ کے جہاد کو کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں ڈانٹ دیا اور فرمایا منبرِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آوازیں بلند نہ کرو۔ یہ واقعہ جمعہ کے دن کا ہے۔ جمعہ کے بعد ہم سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ [2] اور روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وعدہ کیا تھا کہ نماز جمعہ کے بعد میں خود جا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات دریافت کرلوں گا۔ [3]

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَاۗءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَاۗءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَي الْاِيْمَانِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ؀ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَاۗؤُكُمْ وَاَبْنَاۗؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰي يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ؀

اے مسلمانو! دوست نہ بناؤ اپنے باپوں کو اور اپنے بھائیوں کو اگر وہ کفر کو اسلام سے زیادہ عزیز رکھیں تم میں سے جو بھی ان سے محبت رکھے وہ پورا گنہگار ظالم ہے ○ کہہ دے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے لڑکے اور لڑکیاں اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے قبیلے اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور وہ تجارت جس کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ حویلیاں جنہیں تم پسند کرتے ہو اگر یہ تمہیں اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ کے جہاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں تو تم اللہ تعالیٰ کے حکم سے عذاب کے آنے کا انتظار کرو، اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں کرتا ○

---

[1] [مرسل وضعيف : عبد الرزاق فى التفسير (١٠٦١ ـ ١٠٦٣) تفسير ابن جرير الطبرى (١٦٥٧٥)]

[2] [عبد الرزاق فى التفسير (١٠٦٠)]

[3] [صحيح : صحيح مسلم : كتاب الامارة : باب فضل الشهادة فى سبيل الله تعالى (١٨٧٩ ـ ١١١) مسند احمد (٢٦٩/٤)]

کفار سے دوستی کی ممانعت اور ترک جہاد کا نتیجہ عذاب کی آمد: اللہ تعالیٰ کافروں سے ترک موالات کا حکم دیتا ہے ان کی دوستیوں سے روکتا ہے گو وہ ماں باپ ہوں، بہن بھائی ہوں بشرطیکہ وہ کفر کو اسلام پر پسند کریں۔ اور آیت میں ہے ﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ ① اللہ پر اور قیامت پر ایمان لانے والوں کو تو ہرگز اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں سے دوستیاں کرنے والا نہیں پائے گا گو وہ ان کے باپ ہوں بیٹے ہوں یا بھائی ہوں یا رشتے دار ہوں یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں ایمان لکھ دیا گیا ہے اور اپنی خاص روح سے ان کی تائید فرمائی ہے۔ انہیں نہروں والی جنت میں پہنچائے گا۔ بیہقی میں ہے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے باپ نے بدر والے دن ان کے سامنے اپنے بتوں کی تعریفیں شروع کیں آپ نے اسے ہر چند روکنا چاہا لیکن وہ بڑھتا ہی چلا گیا باپ بیٹوں میں جنگ شروع ہو گئی آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا اس پر آیت ﴿لَا تَجِدُ﴾ الخ، نازل ہوئی۔ ② پھر ایسا کرنے والوں کو ڈراتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر یہ رشتے دار اور اپنے حاصل کئے ہوئے مال اور مندے ہو جانے کی دہشت کی تجارتیں اور پسندیدہ مکانات اگر تمہیں اللہ تعالیٰ و رسول ﷺ سے اور جہاد سے بھی زیادہ مرغوب ہیں تو تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذابوں کے برداشت کے لئے تیار رہنا چاہئے، ایسے بدکاروں کو اللہ تعالیٰ بھی راستہ نہیں دکھاتا۔ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ جا رہے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ آپ ﷺ کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں بجز میری اپنی جان کے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میرا نفس ہے تم میں سے کوئی مومن نہ ہو گا جب تک کہ وہ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز نہ رکھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم! اب آپ ﷺ کی محبت مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اب اے عمر رضی اللہ عنہ! (تو مومن ہو گیا) صحیح بخاری۔ ③ صحیح حدیث میں آپ ﷺ کا فرمان ثابت ہے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم میں سے کوئی ایمان دار نہ ہو گا جب تک میں اسے اس کے ماں باپ سے اولاد سے دنیا کے کل لوگوں سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔ ④ مسند امام احمد اور ابوداؤد میں ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں جب تم عین کی خرید و فروخت کرنے لگے گے اور گائے بیل کی دمیں تھام لو گے اور جہاد چھوڑ دو گے اللہ تعالیٰ تم پر ذلت ڈال دے گا وہ اس وقت تک دور نہ ہو گی جب تک کہ تم اپنے دین کی طرف نہ لوٹ آؤ۔ ⑤

---

① [سورہ المجادلہ : آیت ۲۲] ② [منقطع بیہقی (۹/۲۷)]

③ [صحیح صحیح بخاری : کتاب الایمان والنذور : باب کیف کانت یمین النبی (۶۶۳۲)]

④ [صحیح صحیح بخاری : کتاب الایمان : باب حب الرسول من الایمان (۱۵) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب وجوب محبة رسول الله اکثر من الاهل (۴۴) نسائی : کتاب الایمان : باب علامة الایمان (۵۰۲۸) ابن ماجه : مقدمه (۶۷) مسند احمد (۳/۱۷۷)]

⑤ [صحیح ابوداؤد : کتاب البیوع : باب فی النهی عن العینة (۳۴۶۲) مسند احمد (۲/۸۴)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود، السلسلة الصحیحة (۱۱)]

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۷﴾

یقیناً اللہ تعالیٰ نے بہت سے میدانوں میں تمہیں فتح دی ہے اور حنین کی لڑائی والے دن بھی جب کہ تمہیں اپنی کثرت پر ناز ہونے لگا تھا لیکن اس نے تمہیں کوئی فائدہ نہ دیا بلکہ زمین باوجود اپنی کشادگی کے تم پر تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ پھیر کر مڑ گئے ○ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کی تسکین اپنے نبی پر اور مومنوں پر اتاری' اور اپنے وہ لشکر بھیجے جنہیں تم دیکھ نہیں رہے تھے اور کافروں کو پوری سزا دی' ان کفار کا یہی بدلہ تھا ○ پھر اس کے بعد بھی جس پر چاہے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کی توجہ فرمائے گا' اللہ تعالیٰ ہے ہی بخشش و مہربانی کرنے والا ○

جنگ حنین میں نصرت الٰہی: مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں براءت کی یہ پہلی آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنا بہت بڑا احسان مومنوں پر ذکر فرما رہا ہے کہ اس نے اپنے نبی ﷺ کے ساتھیوں کی آپ امداد فرمائی انہیں دشمنوں پر غالب کر دیا اور ایک جگہ نہیں ہر جگہ اس کی مدد شامل حال رہی اسی وجہ سے فتح وظفر نے کبھی ہم رکابی نہ چھوڑی۔ یہ صرف تائید الٰہی تھی نہ کہ مال اسباب اور ہتھیار کی فراوانی اور نہ تعداد کی زیادتی۔ یاد کر لو حنین والے دن ذرا تمہیں اپنی تعداد کی کثرت پر ناز ہو گیا تھا تو کیا حال ہوا؟ پیٹھ دکھا کر بھاگ نکلے۔ معدودے چند ہی پیغمبر رب ﷺ کے ساتھ ٹھہر گئے اسی وقت اللہ تعالیٰ کی مدد سے چھوٹی چھوٹی جماعتوں نے بڑے بڑے گروہ کے منہ پھیر دیئے ہیں اللہ تعالیٰ کی امداد صابروں کے ساتھ ہوتی ہے۔ یہ واقعہ ہم عنقریب تفصیل وار بیان کریں گے' انشاء اللہ تعالیٰ۔ مسند کی حدیث میں ہے بہترین ساتھی چار ہیں اور بہترین چھوٹا لشکر چار سو کا ہے اور بہترین بڑا لشکر چار ہزار کا ہے اور بارہ ہزار کی تعداد تو اپنی کمی کے باعث کبھی مغلوب نہیں ہو سکتی۔ یہ حدیث ابوداؤد اور ترمذی میں بھی ہے۔ [1] امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن غریب بتلاتے ہیں۔ یہ روایت سوائے ایک راوی کے باقی سب راویوں نے مرسلاً بیان کی ہے ابن ماجہ اور بیہقی میں بھی یہ روایت اسی طرح مروی ہے' واللہ اعلم۔ ۸ ہجری میں فتح مکہ کے بعد ماہ شوال میں جنگ حنین ہوئی تھی۔ جب حضور اکرم ﷺ فتح مکہ سے فارغ ہوئے اور ابتدائی امور سب انجام دے چکے اور عموماً مکی حضرات

---

[1] [صحیح: ابو داؤد: کتاب الجهاد: باب یستحب من الجیوش والرفقاء والسرایا (۲۶۱۱) ترمذی: کتاب السیر: باب ماجآء فی السرایا (۱۵۵۵) مسند احمد (۲۹۴/۱) طحاوی فی مشکل الآثار (۲۳۸/۱) بیهقی (۱۵۶/۹) صحیح ابن خزیمه (۲۵۳۸) صحیح ابن حبان (۴۷۱۷) مستدرك حاكم (۴۴۳/۱)، (۱۰۱/۲)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابو داود، السلسلة الصحیحة (۹۸۶) صحیح الجامع الصغیر (۳۲۷۸)] حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔]

مسلمان ہو چکے اور انہیں آپ ﷺ آزاد بھی کر چکے تو آپ ﷺ کو خبر ملی کہ قبیلہ ہوازن جمع ہوا ہے اور آپ ﷺ سے جنگ کرنے پر آمادہ ہے ان کا سردار مالک بن عوف نضری ہے۔ ثقیف کا سارا قبیلہ ان کے ساتھ ہے اسی طرح بنو جشم، بنو سعد بن بکر بھی ہیں اور بنو ہلال کے بھی کچھ لوگ ہیں اور کچھ لوگ بنو عمرو بن عامر کے اور عون بن عامر کے بھی ہیں یہ سب لوگ مع اپنی عورتوں اور بچوں اور گھریلو مال کے میدان میں نکل کھڑے ہوئے ہیں، یہاں تک کہ اپنی بکریوں اور اونٹوں کو بھی انہوں نے ساتھ رکھا ہے تو آپ ﷺ اپنے اس لشکر کو لے کر جو آپ ﷺ کے ساتھ مہاجرین اور انصار وغیرہ کا تھا ان کے مقابلے کے لئے چلے۔ تقریباً دو ہزار تو مسلم مکی بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہو لئے۔ مکہ اور طائف کے درمیان کی وادی میں دونوں لشکر مل گئے اس جگہ کا نام حنین تھا۔ صبح سویرے منہ اندھیرے قبیلہ ہوازن جو کمین گاہ میں چھپے ہوئے تھے انہوں نے بے خبری میں مسلمانوں پر اچانک حملہ کر دیا بے پناہ تیر اندازی کرتے ہوئے آگے بڑھے اور تلواریں چلانی شروع کر دیں۔ یہاں تک کہ مسلمانوں میں دفعتاً ابتری پھیل گئی اور یہ منہ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے لیکن رسول اللہ ﷺ ان کی طرف بڑھے۔ آپ ﷺ اس وقت سفید خچر پر سوار تھے حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے جانور کی دائیں جانب سے نکیل تھامے ہوئے اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بن حارث بن عبدالمطلب بائیں طرف سے نکیل پکڑے ہوئے تھے جانور کی تیزی کو یہ لوگ روک رہے تھے آپ ﷺ باآواز بلند اپنے آپ کو پہنچوا رہے تھے مسلمانوں کو واپسی کا حکم فرما رہے تھے اور ندا کرتے جاتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے بندو! کہاں چلے میری طرف آؤ میں اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ہوں میں نبی ہوں جھوٹا نہیں ہوں، میں اولادِ عبدالمطلب میں سے ہوں۔ آپ ﷺ کے ساتھ اس وقت صرف اسی یا سو کے قریب صحابہ رہ گئے تھے۔ حضرت ابو بکر حضرت عمر، حضرت عباس، حضرت علی، حضرت فضل بن عباس، حضرت ابوسفیان بن حارث، حضرت ایمن بن ام ایمن، حضرت اسامہ بن زید، رضی اللہ عنہم وغیرہ آپ ﷺ کے ساتھ ہی تھے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو جو بہت بلند آواز والے تھے حکم دیا کہ درخت کے نیچے بیعت کرنے والے میرے صحابیوں کو آواز دو کہ وہ نہ بھاگیں۔ پس آپ نے یہ کہہ کر کہ اے ببول کے درخت کے تلے بیعت کرنے والو! اے سورۂ بقرہ کے حاملو! پس یہ آواز ان کے کانوں میں پہنچی تھی کہ انہوں نے ہر طرف سے ﴿لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ﴾ کہنا شروع کیا اور آواز کی جانب لپک پڑے اور اسی وقت لوٹ کر آپ ﷺ کے آس پاس آ کر کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ اگر کسی کا اونٹ اڑ گیا تو اس نے اپنی زرہ پہن لی اونٹ پر سے کود گیا اور پیدل سرکار نبوت میں حاضر ہو گیا۔ جب کچھ جماعت آپ ﷺ کے ارد گرد جمع ہو گئی آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنی شروع کی کہ باری تعالیٰ جو وعدہ تیرا میرے ساتھ ہے اسے پورا فرما۔ پھر آپ ﷺ نے زمین سے مٹی کی ایک مٹھی بھر لی اور اسے کافروں کی طرف پھینکا جس سے ان کی آنکھیں اور ان کا منہ بھر گیا وہ لڑائی کے قابل نہ رہے ادھر مسلمانوں نے ان پر دھاوا بول دیا ان کے قدم اکھڑ گئے بھاگ نکلے مسلمانوں نے انکا پیچھا کیا۔ اور مسلمانوں کی باقی فوج حضور اکرم ﷺ کے پاس پہنچی اتنی دیر میں تو انہوں نے ان کفار کو قید کر کے حضور اکرم ﷺ کے سامنے ڈھیر کر دیا۔

مسند احمد میں ہے حضرت ابوعبدالرحمٰن فہری رضی اللہ عنہ جن کا نام یزید بن اسید ہے یا یزید بن انیس ہے اور کرز بھی

کہا گیا ہے فرماتے ہیں کہ میں اس معرکے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا دن سخت گرمی والا تھا دوپہر کو ہم درختوں کے سائے کے تلے ٹھہر گئے۔ سورج ڈھلنے کے بعد میں نے اپنے ہتھیار لگا لئے اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر رسول اللہ ﷺ کے خیمے میں پہنچا سلام کے بعد میں نے کہا حضور اکرم ﷺ! ہوائیں ٹھنڈی ہوگئی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے (آواز دی)' بلال رضی اللہ عنہ! اس وقت بلال رضی اللہ عنہ ایک درخت کے سائے میں تھے۔ حضور اکرم ﷺ کی آواز سنتے ہی پرندے کی طرح گویا اڑ کر ﴿لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَأَنَا فِدَاؤُكَ﴾ کہتے ہوئے حاضر ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا میری سواری کسو۔ اس وقت انہوں نے زین نکالی جس کے دونوں پلے کھجور کی رسی کے تھے جس میں کوئی فخر وغرور کی چیز نہ تھی۔ جب کس چکے تو حضور اکرم ﷺ سوار ہوئے ہم نے صف بندی کر لی شام اور رات اسی طرح گزری پھر دونوں لشکروں کی مڈ بھیڑ ہوگئی تو مسلمان بھاگ کھڑے ہوئے جیسے قرآن نے ذکر فرمایا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے آواز دی کہ اے اللہ تعالیٰ کے بندو! میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور رسول ہوں اے مہاجرین! میں اللہ کا بندہ اور رسول اللہ ﷺ ہوں' پھر اپنے گھوڑے سے اتر پڑے مٹی کی ایک مٹھی بھر لی اور یہ فرما کر کہ ان کے چہرے بگڑ جائیں کافروں کی طرف پھینک دی۔ اسی سے اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست دے دی۔ ان مشرکوں کا بیان ہے کہ ہم میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جس کی آنکھوں اور منہ میں یہ مٹی نہ آئی ہو اس وقت میں ایسا معلوم ہونے لگا کہ گویا زمین و آسمان کے درمیان لوہا کسی لوہے کی طشت پر بج رہا ہے۔ [1] ایک روایت میں ہے کہ بھاگے ہوئے مسلمان جب ایک سو آپ ﷺ کے پاس واپس پہنچ گئے آپ ﷺ نے اسی وقت حملے کا حکم دے دیا۔ اول تو منادی انصار کی تھی پھر خزرج ہی پر رہ گئی۔ یہ قبیلہ لڑائی کے وقت بڑا ہی صابر تھا۔ آپ ﷺ نے اپنی سواری پر سے میدان جنگ کا نظارہ دیکھا اور فرمایا اب لڑائی گرما گرمی سے ہو رہی ہے اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کافر کو چاہا قتل کرا دیا جسے چاہا قید کرا دیا اور ان کے مال اور اولادیں اپنے نبی اکرم ﷺ کو فے میں دلا دیں۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ اے ابو عمارہ! کیا تم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے حنین والے دن بھاگ نکلے تھے؟ آپ نے فرمایا لیکن رسول اللہ ﷺ کا قدم پیچھے نہ ہٹا تھا بات یہ ہے کہ قبیلۂ ہوازن کے لوگ تیر اندازی کے فن کے استاد تھے اللہ کے فضل سے ہم نے انہیں پہلے ہی حملے میں شکست دے دی لیکن جب لوگ مال غنیمت پر جھک پڑے تو انہوں نے موقعہ دیکھ کر پھر جو قادر اندازی کے ساتھ تیروں کی بارش برسائی تو یہاں بھگدڑ مچ گئی' سبحان اللہ' رسول اللہ ﷺ کی کامل شجاعت اور پوری بہادری کا یہ موقع تھا' لشکر بھاگ نکلا ہے اس وقت آپ ﷺ کسی تیز سواری پر نہیں جو بھاگنے دوڑنے میں کام آئے بلکہ خچر پر سوار ہیں اور مشرکوں کی طرف بڑھ رہے ہیں اور اپنے آپ کو چھپاتے نہیں بلکہ اپنا نام اپنی زبان سے پکار پکار کر بتلا رہے ہیں کہ نہ پہچاننے

---

[1] [حسن: مسند احمد (۵/۲۸٦) ابو داود: کتاب الادب: باب الرجل ینادی الرجل فیقول لبیک (۵۲۳۳)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ابو داود (۴۳٦۰)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۲۲٤٦۷)] تاہم حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

والے بھی پہچان لیں۔ [۱] خیال فرمایئے کہ کس قدر ذات واحد پر توکل ہے اور کتنا کامل یقین آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی مدد پر ہے جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ امر رسالت کو پورا کر کے ہی رہے گا۔ اور آپ ﷺ کے دین کو دنیا کے اور دینوں پر غالب کر کے ہی رہے گا فصلوات اللہ وسلامہ علیہ ابداً ابدا۔ اب اللہ تعالیٰ اپنے نبی اکرم ﷺ پر اور مسلمانوں کے اوپر سکینت نازل فرماتا ہے اور اپنے فرشتوں کا لشکر بھیجتا ہے جنہیں کوئی نہ دیکھتا تھا۔ ایک مشرک کا بیان ہے کہ حنین والے دن جب ہم مسلمانوں سے لڑنے لگے ایک بکری کا دودھ نکالا جائے اتنی دیر میں ہم نے بھی انہیں اپنے سامنے جمنے نہیں دیا فوراً بھاگ کھڑے ہوئے اور ہم نے ان کا تعاقب شروع کیا یہاں تک کہ ہمیں ایک صاحب سفید خچر پر سوار نظر آئے، ہم نے دیکھا کہ خوبصورت نورانی سفید چہرے والے کچھ لوگ ان کے اردگرد ہیں ان کی زبان سے نکلا کہ تمہارے چہرے بگڑ جائیں واپس لوٹ جاؤ بس یہ کہنا تھا کہ ہمیں شکست ہوگئی یہاں تک کہ مسلمان ہمارے کندھوں پر سوار ہو گئے۔ [۲] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں بھی اس لشکر میں تھا آپ ﷺ کے ساتھ صرف اسّی (۸۰) مہاجر وانصار رہ گئے تھے ہم نے پیٹھ نہیں دکھائی تھی ہم پر اللہ تعالیٰ نے اطمینان وسکون نازل فرمادیا تھا۔ حضور اکرم ﷺ اپنے سفید خچر پر سوار دشمنوں کی طرف بڑھ رہے تھے جانور نے ٹھوکر کھائی آپ ﷺ زین پر سے نیچے جھک گئے میں نے آواز دی کہ حضور اکرم ﷺ اونچے ہو جایئے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اونچا ہی رکھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ایک مٹھی مٹی کی تو بھر دو۔ میں نے بھر دی۔ آپ ﷺ نے کافروں کی طرف پھینکی جس سے ان کی آنکھیں بھر گئیں پھر فرمایا مہاجر وانصار کہاں ہیں؟ میں نے کہا یہیں ہیں۔ فرمایا انہیں آواز دو۔ میرا آواز دینا تھا کہ وہ تلواریں تولے ہوئے لپک لپک کر آ گئے۔ اب تو مشرکین کی کچھ نہ چلی اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ [۳]

بیہقی کی ایک روایت میں ہے شیبہ بن عثمان کہتے ہیں کہ حنین کے دن جب کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس حالت میں دیکھا کہ لشکر شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا ہے اور آپ ﷺ تنہا رہ گئے ہیں تو مجھے بدر والے دن اپنے باپ اور چچا کا مارنا یاد آ گیا کہ وہ علی رضی اللہ عنہ اور حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مارے گئے ہیں۔ میں نے اپنے جی میں کہا کہ ان کا انتقام لینے کا اس سے اچھا موقعہ اور کونسا ملے گا؟ آؤ پیغمبر ﷺ کو قتل کردوں۔ اس ارادے سے میں آپ ﷺ کی دائیں جانب بڑھا لیکن وہاں میں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کو پایا۔ سفید چاندی جیسی زرہ پہنے مستعد کھڑے ہیں۔ میں نے سوچا کہ چچا ہیں اپنے بھتیجے کی پوری حمایت کریں گے چلو بائیں جانب سے جا کر کام کروں، ادھر آیا تو دیکھا کہ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب کھڑے ہیں، میں نے کہا ان کے بھی چچا کے

---

[۱] [حسن: مسند احمد (۳/۳۷۶) مجمع الزوائد (۶/۱۷۹) مسند ابو یعلی (۱۸۶۲) مسند بزار (۱۸۳۴)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۲۲۴۶۷)]

[۲] [تفسیر ابن جریر الطبری (۳۱۵۱)]

[۳] [حسن: مسند احمد (۱/۴۵۴) مستدرك حاكم (۲/۱۱۷)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۲۲۴۶۷)]

لڑکے بھائی ہیں' اپنے بھائی کی ضرور حمایت کریں گے پھر میں کاوا کاٹ کر پیچھے کی طرف آیا آپ ﷺ کے قریب پہنچ گیا اب یہی باقی رہ گیا تھا کہ تلوار سونپ کر وار کر دوں کہ میں نے دیکھا کہ ایک آگ کا کوڑا بجلی کی طرح چمک کر مجھ پر پڑنا چاہتا ہے میں نے آنکھیں بند کر لیں اور پچھلے پاؤں پیچھے کی طرف ہٹا۔ اسی وقت حضور اکرم ﷺ نے میری جانب التفات فرمایا اور فرمایا شیبہ میرے پاس آ۔ اے اللہ اس کا شیطان دور کر دے' اب میں نے آنکھ کھول کر جو رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھا تو واللہ! آپ ﷺ مجھے میرے کانوں اور آنکھوں سے بھی زیادہ محبوب تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا شیبہ جا کافروں سے لڑ۔ ① شیبہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس جنگ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ میں بھی تھا لیکن میں اسلام کی وجہ سے یا اسلام کی معرفت کی بنا پر نہیں نکلا تھا بلکہ میں نے کہا واہ! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہوازن قریش پر غالب آ جائیں؟ میں آپ ﷺ کے پاس ہی کھڑا ہوا تھا جو میں نے ابلق رنگ کے گھوڑے کو دیکھ کر کہا یا رسول اللہ ﷺ! میں ابلق رنگ کے گھوڑے دیکھ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا شیبہ وہ تو سوائے کافروں کے کسی کو نظر نہیں آتے۔ پھر آپ ﷺ نے میرے سینہ پر ہاتھ مار کر دعا کی کہ اے اللہ! شیبہ کو ہدایت کر' پھر دوبارہ سہ بارہ یہی کیا اور یہی کہا۔ واللہ! آپ ﷺ کا ہاتھ ہٹنے سے پہلے ہی ساری دنیا سے زیادہ محبت آپ ﷺ کی میں اپنے دل میں پانے لگا۔ ②

حضرت جبیر بن معطم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس غزوے میں آپ ﷺ کے ہم رکاب تھا میں نے دیکھا کہ کوئی چیز آسمان سے اتر رہی ہے چیونٹیوں کی طرح اس نے میدان کو گھیر لیا اور اسی وقت مشرکوں کے قدم اکھڑ گئے واللہ! ہمیں کوئی شک نہیں کہ وہ آسمانی مدد تھی۔ ③ یزید بن عامر سوائی اپنے کفر کے زمانے میں جنگ حنین میں کافروں کے ساتھ تھے بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ ان سے جب دریافت کیا جاتا کہ اس موقعہ پر تمہارے دلوں پر رعب و خوف کا کیا حال تھا؟ تو وہ طشت میں کنکریاں رکھ کر بجا کر کہتے بس یہی آواز ہمیں ہمارے دل سے آ رہی تھی بے طرح کلیجہ اچھل رہا تھا اور دل دہل رہا تھا۔ ④ صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مجھے رعب کے ساتھ مدد دی گئی ہے۔ مجھے جامع کلمات دیئے گئے ہیں۔ ⑤ الغرض کفار کو اللہ تعالیٰ نے یہ سزا دی اور یہ ان کے کفر کا بدلہ تھا۔ باقی ہوازن پر اللہ تعالیٰ نے مہربانی کی انہیں توبہ نصیب ہوئی مسلمان ہو کر خدمت مخدوم میں حاضر ہوئے اس وقت آپ ﷺ فتح مندی کے ساتھ لوٹتے ہوئے مکہ مکرمہ کے قریب جعرانہ کے پاس پہنچ چکے تھے۔ جنگ کو بیس دن کے قریب گزر چکے تھے اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب تم دو چیزوں میں سے ایک پسند کر لو یا تو قیدی یا مال؟ انہوں نے قیدیوں کو واپس لینا پسند کیا ان قیدیوں کی چھوٹوں بڑوں کی' مرد عورت کی' بالغ نابالغ کی تعداد چھ ہزار تھی۔ آپ ﷺ نے

---

① [ضعیف : بیهقی فی دلائل النبوة (۱٤٥/٥)] اس کی سند میں ابوبکر ہذلی راوی ضعیف ہے۔]
② [ضعیف : بیهقی فی دلائل النبوة (۱٤٥/٥)] اس کی سند میں ایوب اور سعید راوی ضعیف ہے۔]
③ [ضعیف : بیهقی فی دلائل النبوة (۱٤٦/٥)]
④ [ضعیف : طبرانی کبیر (۲۳۷/۲۲، ۲۳۸)] اس کی سند میں سائب بن یسار مجہول ہے۔]
⑤ [صحیح : صحیح مسلم : کتاب المساجد : باب المساجد و مواضع الصلاة (٥۲۳)]

یہ سب انہیں لوٹا دیئے ان کا مال بطور غنیمت کے مسلمانوں میں تقسیم ہوا' اور نو مسلم جو مکہ کے آزاد کردہ تھے انہیں بھی آپ ﷺ نے اس مال میں سے دیا کہ ان کے دل اسلام کی طرف پورے مائل ہو جائیں ان میں سے ایک ایک کو سو سو انٹ عطا فرمائے۔ مالک بن عوف نضری کو بھی آپ ﷺ نے سو اونٹ دیئے اور اس کو اس کی قوم کا سردار بنا دیا جیسے کہ وہ تھا۔ اسی کی تعریف میں اس نے اپنے مشہور قصیدے میں کہا ہے کہ میں نے تو حضرت محمد ﷺ جیسا نہ کسی اور کو دیکھا نہ سنا' دینے میں اور بخشش وعطا کرنے میں اور قصوروں سے درگزر کرنے میں دنیا میں آپ ﷺ کا ثانی نہیں' آپ ﷺ کل قیامت کے دن ہونے والے تمام امور سے مطلع فرماتے رہتے تھے۔ یہی نہیں شجاعت اور بہادری میں بھی آپ ﷺ بے مثل ہیں میدان جنگ میں گرجتے ہوئے شیر کی طرح آپ ﷺ دشمنوں کی طرف بڑھتے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۲۸ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝۲۹ ع

اے ایمان والو مشرک بالکل ہی ناپاک ہیں وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے پاس بھی نہ پھٹکنے پائیں' اگر تمہیں مفلسی کا خوف ہے' تو اللہ تعالیٰ تمہیں دولت مند کر دے گا اپنے فضل سے اگر چاہے' اللہ تعالیٰ علم وحکمت والا ہے ○ لڑو ان لوگوں سے جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے جو حرام نہیں جانتے اسے جسے اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول ﷺ نے حرام کیا ہے نہ دین حق کو قبول کرتے ہیں جنہیں کتاب دی گئی ہے یہاں تک کہ وہ ذلیل وخوار ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں ○

مشرک حدودِ حرم میں داخل نہ ہوں: اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین اپنے پاک دین والے پاکیزہ اور طہارت والے مسلمان بندوں کو حکم فرماتا ہے کہ دین کی رو سے نجس مشرکوں کو بیت اللہ کے پاس نہ آنے دیں۔ یہ آیت سن ۹ ہجری میں نازل ہوئی اسی سال آنحضرت رسول مقبول ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیجا اور حکم دیا کہ مجمع حج میں اعلان کر دو کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کو نہ آئے اور کوئی شخص ننگا بیت اللہ کا طواف نہ کرے۔ اس شرعی حکم کو اللہ تعالیٰ قادر وقیوم نے یوں ہی پورا کیا کہ نہ وہاں مشرکوں کو داخلہ نصیب ہوا تو نہ کسی نے اس کے بعد عریانی کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے گھر کا طواف کیا۔ [1] حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما غلام اور ذمی شخص کو مستثنیٰ بتاتے ہیں۔

[1] [صحیح: مسند احمد (۳۹۲/۳) مسند ابو یعلی (۴۵۲) مسند حمیدی (۴۸) دارمی (۱۹۱۹) ترمذی: کتاب الحج: باب ماجاء فی کراهية الطواف عریانا (۸۷۱)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی، ارواء الغلیل (۱۱۰۱)]

مسند کی حدیث میں فرمان رسول اکرم ﷺ ہے کہ ہماری اس مسجد میں اس سال کے بعد سوائے معاہدہ والے اور تمہارے غلاموں کے اور کوئی کافر نہ آئے۔ [1] لیکن اس مرفوع سے زیادہ صحیح سند والی موقوف روایت ہے۔ خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمان جاری کر دیا تھا کہ یہود و نصرانی کو مسلمانوں کی مسجدوں میں نہ آنے دو۔ اس منع کرنے میں آپ اس آیت کی ماتحتی میں تھے۔ حضرت عطا رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حرم سارا اس حکم میں مثل مسجد حرام کے ہے۔ یہ آیت مشرکوں کی نجاست پر بھی دلیل ہے۔ صحیح حدیث میں ہے مومن نجس نہیں ہوتا۔ [2] باقی رہی یہ بات کہ مشرکوں کا بدن اور ذات بھی نجس ہے یا نہیں، پس جمہور کا قول تو یہ ہے کہ نجس نہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کا ذبیحہ حلال کیا ہے۔ بعض ظاہر یہ کہتے ہیں کہ مشرکوں کے بدن بھی ناپاک ہیں۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں جوان سے مصافحہ کرے وہ ہاتھ دھو ڈالے۔ اس حکم پر بعض لوگوں نے کہا کہ پھر تو ہماری تجارت کا مندا ہو جائے گا ہمارے بازار بے رونق ہو جائیں گے اور بہت سے فائدے جاتے رہیں گے اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ غنی وحمید فرماتا ہے کہ تم اس بات سے نہ ڈرو اللہ تعالیٰ تمہیں اور بہت سی صورتوں سے دلا دے گا تمہیں اہل کتاب سے جزیہ دلائے گا اور تمہیں غنی کر دے گا۔ تمہاری مصلحتوں کو تم سے زیادہ تمہارا رب جانتا ہے اس کا حکم اس کی ممانعت کسی نہ کسی حکمت سے ہی ہوتی ہے، یہ تجارت اتنے فائدے کی نہیں جتنا فائدہ وہ تمہیں جزیے سے دے گا، ان اہل کتاب سے جو اللہ تعالیٰ کے اور اس کے رسول ﷺ کے اور قیامت کے منکر ہیں جو کسی نبی کے صحیح معنی میں اور پورے متبع نہیں بلکہ اپنی خواہشوں کے اور اپنے بڑوں کی تقلید کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اگر انہیں اپنے نبی اکرم ﷺ پر اپنی شریعت پر پورا ایمان ہوتا تو وہ ہمارے اس نبی ﷺ پر بھی ضرور ایمان لاتے۔ ان کی بشارت تو ہر نبی دیتا رہا ان کی اتباع کا حکم ہر نبی نے دیا لیکن باوجود اس کے وہ اس اشرف الرسل ﷺ کے انکاری ہیں پس اگلے نبیوں کی شرع سے بھی دراصل انہیں کوئی سروکار بھی نہیں اسی وجہ سے ان نبیوں کا زبانی اقرار ان کے لئے بے سود ہے کیونکہ یہ سید الانبیاء افضل الرسل خاتم النبیین اکمل المرسلین ﷺ سے کفر کرتے ہیں اس لئے ان سے بھی جہاد کرو۔ ان سے جہاد کی یہ پہلی آیت ہے اس وقت تک آس پاس کے مشرکین سے جنگ ہو چکی تھی ان میں کے اکثر توحید کے جھنڈے کے تلے آ چکے تھے جزیرۂ عرب میں اسلام نے جگہ کر لی تھی اب یہود و نصاریٰ کی خبر لینے اور انہیں راہ حق دکھانے کا حکم ہوا، سن ۹ ہجری میں یہ حکم اترا اور آپ ﷺ نے رومیوں سے جہاد کی تیاری کی لوگوں کو اپنے ارادے سے مطلع کیا مدینہ کے ارد گرد کے عربوں کو آمادہ کیا اور تقریباً تیس ہزار کا لشکر لے کر روم کا رخ کیا بجز منافقین کے یہاں کوئی نہ رکا سوائے بعض کے۔ موسم سخت گرم تھا پھلوں کا وقت تھا روم سے جہاد کے لئے شام کے

---

[1] [ضعیف ومنقطع: مسند احمد (۳/۳۳۹)] شیخ شعیب ارناؤط اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۱۵۲۲۱)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری : کتاب الغسل : باب عرق الجنب وان المسلم لا ينجس (۲۸۳) صحیح مسلم : کتاب الحيض : باب الدليل على أن المسلم لا ينجس (۲۷۱) ترمذی : کتاب الطهارة (۱۲۱) ابوداؤد : کتاب الطهارة (۲۳۱) مسند احمد (۲/۲۳۵۔ ۳۸۲)]

ملک کا دور دراز کا کٹھن سفر تھا تبوک تک تشریف لے گئے وہاں تقریباً بیس روز قیام فرمایا پھر اللہ تعالیٰ سے استخارہ کر کے واپس لوٹے حالات کی تنگی اور لوگوں کی ضعیفی کی وجہ سے واپس لوٹے۔ جیسے کہ عنقریب اس کا واقعہ انشاء اللہ تعالیٰ بیان ہوگا۔ اسی آیت سے استدلال کر کے بعض نے فرمایا ہے کہ جزیہ صرف اہل کتاب سے اور ان جیسوں سے ہی لیا جائے جیسے مجوس ہیں۔ چنانچہ ہجر کے مجوسیوں سے آنحضرت ﷺ نے جزیہ لیا تھا۔ [1] امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے اور مشہور مذہب امام احمد رحمہ اللہ کا بھی یہی ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں سب عجمیوں سے لیا جائے خواہ وہ اہل کتاب ہوں خواہ مشرک ہوں۔ ہاں عرب میں سے صرف اہل کتاب سے ہی لیا جائے۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں جزیے کا لینا تمام کفار سے جائز ہے خواہ وہ کتابی ہوں یا مجوسی ہوں یا بت پرست وغیرہ ہوں۔ ان مذاہب کے دلائل وغیرہ کے بسط کی یہ جگہ نہیں۔ واللہ اعلم۔

پس فرماتا ہے کہ جب تک وہ ذلت وخواری کے ساتھ اپنے ہاتھوں جزیہ نہ دیں انہیں نہ چھوڑو۔ پس اہل ذمہ کو مسلمانوں پر عزت وتوقیر دینی اور انہیں اوج وترقی دینی جائز نہیں۔ صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں یہود ونصاریٰ سے سلام کی ابتدا نہ کرو اور جب ان میں سے کوئی راستے میں مل جائے تو اسے تنگی کی طرف مجبور کرو۔ [2] یہی وجہ تھی جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے ایسی ہی شرطیں کی تھیں۔ عبدالرحمٰن بن غنم اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے اپنے ہاتھ سے عہد نامہ لکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیا تھا کہ اہل شام کے فلاں فلاں شہری لوگوں کی طرف سے یہ معاہدہ ہے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہ جب آپ کا لشکر ہم پر آئے ہم نے آپ سے اپنی جان، مال اور اہل وعیال کے لئے امن طلب کی ہم ان شرطوں پر وہ امن حاصل کرتے ہیں کہ ہم اپنے ان شہروں میں اور ان کے آس پاس کوئی دیر اور گرجا گھر اور کوئی خانقاہ نیا نہیں بنائیں گے۔ اور نہ ایسے کسی خرابی والے مکان کی اصلاح کریں گے اور جو مٹ چکے ہیں انہیں درست نہیں کریں گے ان میں اگر کوئی مسلمان مسافر اترنا چاہے تو روکیں گے نہیں خواہ دن ہو خواہ رات ہو ہم ان کے دروازے راہ گزر اور مسافروں کے لئے کشادہ رکھیں گے اور جو مسلمان آئے ہم اس کی تین دن تک مہمانداری کریں گے ہم اپنے ان مکانوں یا رہائشی مکانوں وغیرہ میں کہیں کسی جاسوس کو نہ چھپائیں گے مسلمانوں سے کوئی دھوکہ فریب نہیں کریں گے اپنی اولاد کو قرآن نہ سکھائیں گے شرک کا اظہار نہ کریں گے نہ کسی کو شرک کی طرف بلائیں گے ہم میں سے کوئی اگر اسلام قبول کرنا چاہے ہم اسے ہرگز نہ روکیں گے مسلمانوں کی توقیر وعزت کریں گے ہماری جگہ اگر وہ بیٹھنا چاہیں تو ہم اٹھ کر انہیں جگہ دے دیں گے ہم مسلمانوں سے کسی چیز میں برابری نہیں کریں گے نہ لباس میں نہ جوتی میں نہ مانگ نکالنے میں، ہم ان کی زبان نہیں بولیں گے ان کی کنیتیں نہیں رکھیں گے، زین والے گھوڑے پر سواریاں نہ کریں گے نہ تلواریں لٹکائیں گے نہ اپنے ساتھ رکھیں

---

[1] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الجزیۃ : باب الجزیۃ والموادعۃ مع اهل الذمه (۳۱۵٦) ابوداؤد : کتاب الخراج : باب فی اخذ الجزیۃ من المجوس (۳۰۴۳)]

[2] [صحیح :صحیح مسلم : کتاب السلام : باب النهی عن ابتداء اهل الکتاب بالسلام (۲۱٦۷) ابوداؤد : کتاب الادب : باب فی السلام علی اهل الذمة (۵۲۰۵)]

گے' انگوٹھیوں پر عربی نقش نہیں کرائیں گے شراب فروشی نہیں کریں گے اپنے سروں کے اگلے بالوں کو ترشوادیں گے اور جہاں کہیں ہوں گے زنار ضرور تاڑالیں رہیں گے صلیب کا نشان اپنے گرجوں پر ظاہر نہیں کریں گے اپنی مذہبی کتابیں مسلمانوں کی گزرگاہوں اور بازاروں میں ظاہر نہیں کریں گے گرجوں میں ناقوس بلند آواز سے نہیں بجائیں گے۔ نہ مسلمانوں کی موجودگی میں با آواز بلند اپنی مذہبی کتابیں پڑھیں گے نہ اپنے مذہبی شعار کو راستوں پر کریں گے نہ اپنے مردوں پر اونچی آواز سے ہائے وائے کریں گے نہ اس کے ساتھ مسلمانوں کے راستوں میں آگ لے کر جائیں گے مسلمانوں کے حصہ میں آئے ہوئے غلام ہم نہ لیں گے مسلمانوں کی خیر خواہی ضرور کریں کرتے رہیں گے ان کے گھروں میں انہیں جھانکیں گے نہیں۔ جب یہ عہد نامہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ایک شرط اور بھی اس میں بڑھوائی کہ ہم کسی مسلمان کو ہرگز ماریں گے نہیں یہ تمام شرطیں ہمیں قبول و منظور ہیں اور ہمارے سب ہم مذہب لوگوں کو بھی انہیں شرائط پر ہمیں امان ملی ہے اگر ان میں سے کسی ایک شرط کی بھی ہم خلاف ورزی کریں تو ہم سے آپ کا ذمہ الگ ہو جائے گا اور جو کچھ آپ اپنے دشمنوں اور مخالفوں سے کرتے ہیں ان تمام کے مستحق ہم بھی ہو جائیں گے۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ۨابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۭ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝۳۰ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۳۱

یہود کہتے ہیں عزیر اللہ کا بیٹا ہے نصرانی کہتے ہیں مسیح اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے' یہ قول صرف ان کے منہ کی بات ہے' اگلے منکروں کی بات کی یہ بھی ریس کرنے لگے' انہیں اللہ تعالیٰ غارت کرے' کیسے پلٹائے جاتے ہیں ○ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنایا ہے اور مریم کے بیٹے مسیح کو' حالانکہ انہیں صرف ایک اکیلے اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کا حکم کیا گیا تھا' جس کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ پاک ہے ان کے شریک مقرر کرنے سے ○

یہود و نصاریٰ اللہ کے بیٹے ہونے کے دعویدار: ان آیتوں میں بھی جناب باری عزوجل مومنوں کو مشرکوں' کافروں سے یہودیوں' نصرانیوں سے جہاد کرنے کی رغبت دلاتا ہے۔ فرماتا ہے دیکھو وہ اللہ کی شان میں کیسی گستاخیاں کرتے ہیں؟ یہود عزیر کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بتلاتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور برتر و بلند ہے کہ اس کی اولاد ہو۔ ان لوگوں کو حضرت عزیر علیہ السلام کی نسبت جو یہ وہم ہوا اس کا قصہ یہ ہے کہ جب عمالقہ بنی اسرائیل پر غالب آ گئے ان کے علماء کو قتل کر دیا ان کے رئیسوں کو قید کر لیا۔ عزیر علیہ السلام علم کے اُٹھ جانے سے اور علماء کے قتل ہو جانے سے اور بنی اسرائیل کی تباہی سے سخت رنجیدہ ہوئے اب جو رونا شروع کیا تو آنکھوں سے آنسو ہی نہ تھمتے تھے

روتے روتے پلکیں بھی جھڑ گئیں۔ ایک دن اسی طرح روتے ہوئے ایک میدان سے گزر ہوا تو دیکھا کہ ایک عورت قبر کے پاس بیٹھی رو رہی ہے اور کہہ رہی ہے ہائے اب میرے کھانے کا کیا ہو گا؟ میرے کپڑوں کا کیا ہو گا آپ علیہ السلام اس کے پاس ٹھہر گئے اور اس سے فرمایا اس شخص سے پہلے تجھے کون کھلاتا تھا اور کون پہناتا تھا؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ۔ آپ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ تو اب بھی زندہ' باقی ہے اس پر تو کبھی موت آئے گی ہی نہیں۔ یہ سن کر اس عورت نے کہا اے عزیر! پھر تم یہ تو بتلاؤ کہ بنی اسرائیل سے پہلے علماء کو کون علم سکھاتا تھا؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ۔ اس نے کہا آپ علیہ السلام یہ رونا دھونا لے کر کیوں بیٹھے ہیں؟ آپ علیہ السلام کی سمجھ میں آ گیا کہ یہ جناب باری سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے آپ کو تنبیہہ ہے پھر آپ علیہ السلام سے فرمایا گیا کہ فلاں نہر پر جا کر غسل کرو وہیں دو رکعت نماز ادا کرو وہاں تمہیں ایک شخص ملیں گے وہ جو کچھ کھلائیں گے وہ کھا لو۔ چنانچہ آپ علیہ السلام وہاں تشریف لے گئے نہا کر نماز ادا کی' دیکھا کہ ایک شخص ہیں کہہ رہے ہیں منہ کھولو آپ علیہ السلام نے منہ کھول دیا تو انہوں نے تین مرتبہ کوئی چیز آپ علیہ السلام کے منہ میں بڑی ساری ڈالی' اسی وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ علیہ السلام کا سینہ کھول دیا' آپ علیہ السلام توراۃ کے سب سے بڑے عالم بن گئے بنی اسرائیل میں گئے ان سے فرمایا کہ میں تمہارے پاس تورات لایا ہوں۔ انہوں نے کہا آپ علیہ السلام ہم سب کے نزدیک سچے ہیں۔

آپ علیہ السلام نے اپنی انگلی کے ساتھ قلم کو لپیٹ لیا اور اسی انگلی سے بیک وقت پوری تورات لکھ ڈالی۔ ادھر لوگ لڑائی سے لوٹے ان میں ان کے علماء بھی واپس آئے تو انہیں عزیر علیہ السلام کی اس بات کا علم ہوا یہ گئے اور پہاڑوں اور غاروں میں تورات شریف کے جو نسخے چھپا آئے تھے وہ نکال لائے اور ان نسخوں سے حضرت عزیر علیہ السلام کے لکھے ہوئے نسخے کا مقابلہ کیا تو بالکل صحیح پایا۔ اس پر بعض جاہلوں کے دل میں شیطان نے یہ وسوسہ ڈال دیا کہ آپ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو نصرانی اللہ کا بیٹا کہتے تھے ان کا واقعہ تو ظاہر ہے۔ پس ان دونوں گروہ کی غلط بیانی قرآن بیان فرما رہا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ ان کی صرف زبانی باتیں ہیں جو محض بے دلیل ہیں جس طرح ان سے پہلے کے لوگ کفر وضلالت میں تھے یہ بھی انہیں کے مرید ومقلد ہیں اللہ تعالیٰ انہیں لعنت کرے حق سے کیسے بھٹک گئے۔

مسند احمد وترمذی اور ابن جریر میں ہے کہ جب عدی بن حاتم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین پہنچا تو شام کی طرف بھاگ نکلا۔ جاہلیت میں ہی یہ نصرانی بن گیا تھا یہاں اس کی بہن اور اس کی جماعت قید ہو گئی پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور احسان اس کی بہن کو آزاد کر دیا اور رقم بھی دی۔ یہ سیدھی اپنے بھائی کے پاس گئیں اور انہیں اسلام کی رغبت دلائی اور سمجھایا کہ تم رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ یہ مدینہ منورہ آ گئے تھے اپنی قوم طے کے سردار تھے ان کے باپ کی سخاوت دنیا بھر میں مشہور تھی۔ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کے پاس آئے۔ اس وقت عدی کی گردن میں چاندی کی صلیب لٹک رہی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اسی آیت ﴿اِتَّخَذُوْا﴾ کی تلاوت ہو رہی تھی۔ تو انہوں نے کہا کہ یہود ونصاریٰ نے اپنے علماء اور درویشوں کی عبادت نہیں کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں سنو ان کے کئے ہوئے حرام کو حرام سمجھنے لگے اور جسے ان کے علماء اور درویش حلال بتا دیں اسے حلال سمجھنے لگے یہی ان کی عبادت تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عدی

! کیا تم اس سے منکر ہو کہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے' کیا تمہارے خیال میں اللہ تعالیٰ سے بڑا اور کوئی ہے کیا تم اس سے انکاری ہو کہ معبود برحق اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں؟ کیا تمہارے نزدیک اس کے سوا اور کوئی بھی عبادت کے لائق ہے؟ پھر آپ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی' انہوں نے مان لی اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضور اکرم ﷺ کی رسالت کی گواہی ادا کی۔ آپ ﷺ کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا اور فرمایا یہود پر غضبِ اللہ اترا ہے اور نصرانی گمراہ ہو گئے ہیں۔ [1] حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے بھی اس آیت کی تفسیر اسی طرح مروی ہے کہ اس سے مراد حلال وحرام کے مسائل میں علما اور ائمہ کی محض باتوں کی تقلید ہے۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں انہوں نے بزرگوں کی ماننی شروع کر دی اور اللہ تعالیٰ کی کتاب ایک طرف ہٹا دی' اس لئے اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے کہ انہیں حکم تو صرف یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کریں وہی جسے حرام کر دے حرام ہے اور وہ جسے حلال فرما دے حلال ہے اسی کے فرمان شریعت ہیں' اسی کے احکام بجالانے کے لائق ہیں اسی کی ذات عبادت کی مستحق ہے وہ مشرک سے اور شرک سے پاک ہے اس جیسا' اس کا شریک' اس کا نظیر' اس کا مددگار' اس کی ضد کا کوئی نہیں' وہ اولاد سے پاک ہے نہ اس کے سوا کوئی معبود نہ پروردگار۔

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۳۲﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾

النصف

ان کی چاہت ہے کہ اللہ کا نور اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ تعالیٰ انکاری ہے مگر اسی بات کا کہ اپنا نور پورا کرے گو کافر ناخوش رہیں ○ اسی نے اپنے رسول (ﷺ) کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا ہے کہ اسے اور تمام مذہبوں پر غالب کر دے' اگرچہ مشرک برا مانیں ○

بعثتِ نبوی کا مقصد تمام ادیان پر غلبہ اسلام: فرماتا ہے کہ ہر قسم کے کفار کا ارادہ اور چاہت یہی ہے کہ اللہ کا نور بجھا دیں ہدایتِ ربانی اور دینِ حق کو مٹا دیں تو خیال کر لو اگر کوئی شخص اپنے منہ کی پھونک سے آفتاب یا مہتاب کی روشنی بجھانی چاہے تو کیا یہ ہو سکتا ہے؟ اسی طرح یہ لوگ بھی اللہ کے نور کے بجھانے کی چاہت میں اپنی امکانی کوشش کر لیں آخر عاجز ہو کر رہ جائیں گے۔ ضروری بات ہے اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ دین حق تعلیمِ رسول ﷺ کا بول بالا ہو گا۔ تم مٹانا چاہتے ہو اللہ تعالیٰ بلند کرنا چاہتا ہے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی چاہت تمہاری چاہت پر غالب رہے گی تم گو ناخوش رہو لیکن آفتابِ ہدایت بیچ آسمان میں پہنچ کر ہی رہے گا۔

عربی لغت میں کافر کہتے ہیں کسی چیز کے چھپا لینے والے کو اسی اعتبار سے رات کو بھی کافر کہتے ہیں اس لئے

---

[1] [حسن: ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورۃ التوبۃ (۳۰۹۵) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۶۶۳۱۔ ۱۶۶۳۲)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ترمذی] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

کہ وہ بھی تمام چیزوں کو چھپا لیتی ہے' کسان کو کافر کہتے ہیں کیونکہ وہ دانے زمین میں چھپا دیتا ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ﴾ [1] اسی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے پس حضور اکرم ﷺ کی سچی خبریں اور صحیح ایمان اور نفع والا علم یہ ہدایت ہے اور عمدہ اعمال جو دنیا و آخرت میں نفع دیں یہ دین حق ہے۔ یہ تمام مذاہب عالم پر چھا کر رہے گا۔ آنحضرت رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں میرے لئے زمین کی مشرق و مغرب لپیٹ دی گئی میری امت کا ملک ان تمام جگہوں تک پہنچے گا۔ [2] فرماتے ہیں تمہارے ہاتھوں پر مشرق و مغرب فتح ہوگا۔ تمہارے سردار جہنمی ہیں' بجز ان کے جو متقی' پرہیزگار اور امانت دار ہوں۔ [3] فرماتے ہیں یہ دین تمام اس جگہ پر پہنچے گا جہاں پر دن رات پہنچیں کوئی کچا پکا گھر ایسا باقی نہ رہے گا جہاں اللہ عزوجل اسلام کو نہ پہنچائے۔ عزیزوں کو عزیز کرے گا اور ذلیلوں کو ذلیل کرے گا۔ اسلام کو عزت دینے والوں کو عزت ملے گی اور کفر کو ذلت نصیب ہوگی۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے تو یہ بات خود اپنے گھر میں بھی دیکھ لی جو مسلمان ہوا اسے خیر و برکت' عزت و شرافت ملی اور جو کافر رہا اسے ذلت و نکبت' نفرت و لعنت نصیب ہوئی' پستی اور حقارت دیکھی اور کمینہ پن کے ساتھ جزیہ دینا پڑا۔ [4]

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں روئے زمین پر کوئی کچا پکا گھر ایسا باقی نہ رہے گا جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کلمۂ اسلام کو داخل نہ کر دے وہ عزت والوں کو عزت دے گا اور ذلیلوں کو ذلیل کرے گا جنہیں عزت دینی چاہے گا انہیں اسلام نصیب کرے گا اور جنہیں ذلیل کرنا ہوگا وہ اسے مانیں گے نہیں لیکن اس کی ماتحتی میں انہیں آنا پڑے گا۔ [5] حضرت عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے پاس رسول کریم ﷺ تشریف لائے مجھ سے فرمایا اسلام قبول کرتا کہ سلامتی ملے۔ میں نے کہا میں تو ایک دین کو مانتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تیرے دین کا تجھ سے زیادہ مجھے علم ہے۔ میں نے کہا سچ۔ آپ ﷺ نے فرمایا بالکل سچ۔ کیا تو رکوسیہ میں سے نہیں ہے؟ کیا تو اپنی قوم

---

[1] [سورة الحديد: آيت ٢٠]

[2] [صحيح :صحيح مسلم : كتاب الفتن : باب هلاك هذه الامة بعضهم ببعض (٢٨٨٩) ابو داؤد : كتاب الفتن : باب ذكر الفتن (٤٢٥٢) مسند احمد (٢٧٨/٥)]

[3] [صحيح :مسند احمد (٣٦٦/٥، ٣٦٧) مجمع الزوائد (٢٣٣/٥)] اس کی سند میں شقیق بن حیان راوی ضعیف ہے۔ [ميزان (٣٧٣٦)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (٢٣١٠٩)]

[4] [صحيح :مسند احمد (١٠٣/٤) طبرانى كبير (١٢٨٠) مجمع الزوائد (١٤/٦) بيهقى (١٨١/٩) مستدرك حاكم ٤٣٠/٤٠)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ احمد کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[السلسلة الصحيحة (٣)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (١٦٩٥٧)]

[5] [صحيح :مسند احمد (٤/٦) طبرانى كبير (٣٥٤/٢٠) بيهقى فى السنن الكبرى (١٨١/٩) مستدرك حاكم (٤٣٠/٤)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ طبرانی کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔[مجمع الزوائد (١٤/٦)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (٢٣٨١٤)]

سے ٹیکس وصول نہیں کرتا؟ میں نے کہا ہاں یہ سچ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تیرے دین میں یہ تیرے لئے حلال نہیں۔ پس یہ سنتے ہی میں تو جھک گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں خوب جانتا ہوں کہ تجھے اسلام سے کونسی چیز روکتی ہے۔ سن! صرف اسی ایک بات کی تجھے روک ہے کہ مسلمان بالکل ضعیف اور کمزور اور ناتواں ہیں تمام عرب انہیں گھیرے ہوئے ہیں یہ ان سے نپٹ نہیں سکتے۔ لیکن سن! حیرہ کا تجھے علم ہے؟ میں نے کہا دیکھا تو نہیں سنا تو ضرور ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امر دین کو پورا فرمائے گا یہاں تک کہ ایک سانڈنی سوار حیرہ سے چل کر بغیر کسی کی امان کے مکہ معظمہ پہنچے گا اور بیت اللہ کا طواف کرے گا۔ واللہ! تم کسریٰ کے خزانے فتح کرو گے۔ میں نے کہا۔ کسریٰ بن ہرمز کے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ہاں کسریٰ بن ہرمز کے، تم میں مال کی اس قدر کثرت ہو پڑے گی کہ کوئی لینے والا نہ ملے گا۔ اس حدیث کو بیان کرتے وقت عدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کا فرمان پورا ہوا یہ دیکھو آج حیرہ سے سواریاں چلتی بے خوف وخطر بغیر کسی کی پناہ کے بیت اللہ پہنچ کر طواف کرتی ہیں۔ صادق مصدوق ﷺ کی دوسری پیشین گوئی بھی پوری ہوئی۔ کسریٰ کے خزانے فتح ہوئے میں خود اس فوج میں تھا جس نے ایران کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور کسریٰ کے مخفی خزانے اپنے قبضے میں کئے۔ واللہ! مجھے یقین ہے کہ صادق ومصدوق ﷺ کی تیسری پیشین گوئی بھی قطعاً پوری ہو کر ہی رہے گی۔ (۱) حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ دن رات کا دور ختم نہ ہوگا۔ جب تک کہ پھر لات وعزیٰ کی عبادت نہ ہونے لگے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ ﷺ آیت ﴿هُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ﴾ کے نازل ہونے کے بعد سے میرا خیال تو آج تک یہی رہا ہے کہ یہ پوری بات ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں پوری ہوگئی اور مکمل ہی رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہو پھر اللہ تعالیٰ رب العالمین ایک پاک ہوا بھیجے گا جو ہر اس شخص کو بھی فوت کر لے گی جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو۔ پھر وہی لوگ باقی رہ جائیں گے جن میں کوئی خیر وخوبی نہ ہوگی۔ پس وہ اپنے باپ دادوں کے دین کی طرف پھر سے لوٹ جائیں گے۔ (۲) واللہ اعلم

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۳۴ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۭ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝۳۵

اے ایمان والو اکثر علماء اور عابد لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روک دیتے ہیں، اور جو لوگ سونے

---

(۱) [حسن : مسند احمد (۴/۳۷۸) مستدرك حاكم (۴/۵۱۸)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۱۹۳۸۹)]

(۲) [صحيح : صحيح مسلم : كتاب الفتن : باب لا تقوم الساعة حتى نعبد دوس ذا الخلصة (۲۹۰۷)]

چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذابوں کی خبر پہنچا دے ○ جس دن اس خزانے کو آتش دوزخ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور کمریں داغ دی جائیں گی۔ یہ ہے جسے تم اپنے لئے خزانہ بنا رہے تھے پس اپنے خزانوں کا مزہ چکھو ○

ناحق لوگوں کا مال کھانے والے علما: یہودیوں کے علماء کو احبار اور نصرانیوں کے عابدوں کو رہبان کہتے ہیں۔ آیت ﴿لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ﴾ [1] میں یہود کے علما کو احبار کہا گیا ہے۔ نصرانیوں کے عابدوں کو رہبان اور ان کے علماء کو قسیس اس آیت میں کہا گیا ہے۔ ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا﴾ [2] مقصود آیت کا لوگوں کو برے علماء گمراہ صوفیوں اور عابدوں سے ہوشیار کرنا اور ڈرانا ہے۔ حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہمارے علماء میں سے وہی بگڑتے ہیں جن میں کچھ نہ کچھ شائبہ یہودیت کا ہوتا ہے اور صوفیوں اور عابدوں میں سے وہی بگڑتے ہیں جن میں نصرانیت کا شائبہ ہوتا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ تم یقیناً اپنے سے پہلوں کی روش پر چل پڑو گے ایسی پوری مشابہت سے کہ ذرا بھی فرق نہ رہے۔ لوگوں نے پوچھا کیا یہود و نصاریٰ کی روش پر؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں انہی کی روش پر۔ [3] اور روایت میں ہے کہ لوگوں نے پوچھا کیا فارسیوں اور رومیوں کی روش پر؟ آپ ﷺ نے فرمایا اور کون لوگ ہیں؟ [4] پس ان کے اقوال وافعال کی مشابہت سے بہت ہی بچنا چاہئے۔ یہ اس لئے کہ یہ منصب وریاست حاصل کرنا اور اس وجاہت سے لوگوں کے مال مارنا چاہتے ہیں۔ احبار یہود کو زمانہ جاہلیت میں بڑا ہی رسوخ حاصل تھا ان کے تحفے' ہدیئے' اخراج' چراغی مقرر تھی جو بغیر مانگے انہیں پہنچ جاتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے بعد اسی طمع نے انہیں قبول اسلام سے روکا۔ لیکن حق کے مقابلے کی وجہ سے اس طرف سے بھی کورے رہے اور آخرت سے بھی گئے گزرے' ذلت وحقارت ان پر برس پڑی اور غضب رب میں مبتلا ہو کر تباہ و برباد ہو گئے۔ یہ حرام کھانی جماعت خود حق سے رک کر اوروں کے بھی درپے رہتی تھی حق کو باطل میں خلط ملط کر کے لوگوں کو بھی راہ حق سے روک دیتے تھے۔ جاہلوں میں بیٹھ کر گپ ہانکتے کہ ہم لوگوں کو راہ حق کی طرف بلاتے ہیں حالانکہ یہ صریح دھوکہ ہے وہ تو جہنم کی طرف بلانے والے ہیں قیامت کے دن یہ بے یار و مددگار چھوڑ دیئے جائیں گے۔ عالموں کا' صوفیوں کا یعنی واعظوں اور عابدوں کا ذکر کر کے اب امیروں دولتمندوں اور رئیسوں کا حال بیان ہو رہا ہے کہ جیسے یہ دونوں طبقے اپنے اندر بدترین لوگوں کو بھی رکھتے ہیں ایسے ہی اس تیسرے طبقے میں بھی شریر النفس لوگ ہوتے ہیں۔ عموماً انہی تین طبقے کے لوگوں کا عوام پر اثر ہوتا ہے جھنڈ کے جھنڈ عامیوں کے ان کے ساتھ بلکہ ان کے پیچھے ہوتے ہیں پس ان کا بگڑنا گویا مذہبی دنیا کا

---

[1] [سورۃ المائدہ: آیت ۶۳] [2] [سورۃ المائدہ : آیت ۸۲]

[3] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الاعتصام : باب قول النبی لتتبعن سنن من قبلکم (۷۳۱۹) ابن ماجہ: کتاب الفتن : باب افتراق الامم (۳۹۹۴)]

[4] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الاعتصام (۷۳۲۰) صحیح مسلم : کتاب العلم : باب اتباع سنن الیہود والنصاری (۲۶۶۹) مسند احمد (۸۴/۳)]

ستیاناس ہونا ہے جیسے کہ حضرت ابن المبارک رحمہ اللہ کہتے ہیں

وَهَلْ أَفْسَدَ الدِّيْنَ إِلَّا الْمُلُوْكُ وَأَحْبَارُ سُوْءٍ وَرُهْبَانُهَا

یعنی دین واعظوں' عالموں' صوفیوں اور درویشوں کے پلید طبقے سے ہی بگڑتا ہے۔

''کنز'' اصطلاح شرع میں اس مال کو کہتے ہیں جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی جاتی ہو۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہی مروی ہے بلکہ آپ فرماتے ہیں جس مال کی زکوٰۃ دے دی جاتی ہو وہ اگر ساتویں زمین تلے بھی ہو تو وہ کنز نہیں اور جس کی زکوۃ نہ دی جاتی ہو وہ گو زمین پر ظاہر پھیلا ہوا ہو کنز ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی موقوفاً اور مرفوعاً یہی مروی ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی یہی فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں بے زکوٰۃ کے مال سے اس مالدار کو داغا جائے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ حکم زکوٰۃ کے اترنے سے پہلے تھا زکوٰۃ کا حکم نازل فرما کر اللہ نے اسے مال کی طہارت بنا دیا۔ خلیفہ برحق عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اور عراک بن مالک رحمہ اللہ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ اسے قولِ رب ﴿ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ ﴾ الخ نے منسوخ کر دیا ہے۔ حضرت ابو امامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تلواروں کا زیور بھی کنز یعنی خزانہ ہے۔ یاد رکھو میں تمہیں وہی سناتا ہوں جو میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چار ہزار اور اس سے کم تو نفقہ ہے اور اس سے زیادہ کنز ہے۔ [1] لیکن یہ قول غریب ہے۔ مال کی کثرت کی مذمت اور کمی کی مدحت میں بہت حدیثیں وارد ہوئی ہیں بطور نمونے کے ہم بھی یہاں ان میں سے چند نقل کرتے ہیں۔ مسند عبدالرزاق میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سونے چاندی والوں کے لئے ہلاکت ہے تین مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی فرمان سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر شاق گزرا اور انہوں نے سوال کیا کہ پھر ہم کس قسم کا مال رکھیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حالت بیان کر کے یہی سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذکر کرنے والی زبان' شکر کرنے والا دل اور دین کے کاموں میں مدد دینے والی بیوی۔ [2] مسند احمد میں ہے کہ سونے چاندی کی مذمت کی یہ آیت جب اتری اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپس میں چرچا کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا لو میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر آتا ہوں' اپنی سواری تیز کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے۔ [3] اور روایات میں ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے کہا پھر ہم اپنی اولادوں کے لئے کیا چھوڑ جائیں؟ اس میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے ہی پیچھے ثوبان رضی اللہ عنہ بھی تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوال پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ اسی لئے مقرر فرمائی ہے کہ بعد کا مال پاک ہو جائے۔ میراث کا مقرر کرنا بتلا رہا ہے کہ جمع کرنے میں کوئی حرج

---

[1] [موقوف :بیهقی فی السنن الکبری (٢/٨٢)]

[2] [مرسل :عبد الرزاق فی التفسیر (١٠٧٦) تفسیر ابن جریر الطبری (١٦٦٧٦)]

[3] [صحیح :مسند احمد (٥/٣٨٢) ابن ماجه : کتاب النکاح : باب فضل النسآء (١٨٥٦) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب و من سورة التوبة (٣٠٩٤)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (٢٣١٠١)]

نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر مارے خوشی کے تکبیریں کہنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا لو اور سنو! میں تمہیں بہترین خزانہ اور بتلاؤں نیک عورت جب اس کا خاوند اس کی طرف نظر ڈالے تو وہ اسے خوش کر دے اور جب حکم دے فوراً بجالائے اور جب موجود نہ ہو حفاظت کرے۔ [1] حسان بن عطیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ ایک سفر میں تھے ایک منزل میں اترے اور اپنے غلام سے فرمایا کہ چھری لاؤ کھیلیں۔ مجھے برا معلوم ہوا آپ نے افسوس ظاہر کیا اور فرمایا میں نے تو اسلام کے بعد سے اب تک ایسی بے احتیاطی کی بات کبھی نہیں کہی تھی اب تم اسے بھول جاؤ اور ایک حدیث بیان کرتا ہوں اسے یاد رکھ لو رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب لوگ سونا چاندی جمع کرنے لگیں تم ان کلمات کو بکثرت کہا کرو۔ ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الثُّبَاتَ فِی الْاَمْرِ وَالْعَزِیْمَةَ عَلَى الرُّشْدِ وَاَسْئَلُكَ شُكْرَ نِعْمَتِكَ وَاَسْئَلُكَ حُسْنَ عِبَادَتِكَ وَاَسْئَلُكَ قَلْبًا سَلِیْمًا وَاَسْئَلُكَ لِسَانًا صَادِقًا وَاَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِ مَا تَعْلَمُ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُكَ لِمَا تَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ﴾ یعنی یا اللہ! میں تجھ سے کام کی ثابت قدمی اور بھلائیوں کی پختگی اور تیری نعمتوں کا شکریہ اور تیری عبادتوں کی اچھائی اور سلامتی والا دل اور سچی زبان اور تیرے علم میں جو بھلائی ہے وہ اور تیرے علم میں جو برائی ہے اس سے پناہ اور جن برائیوں کو تو جانتا ہے ان سے استغفار طلب کرتا ہوں میں مانتا ہوں کہ تو تمام غیب کا جاننے والا ہے۔ [2] آیت میں بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مال کو نہ خرچ کرنے والے اور اسے چھپا چھپا کر رکھنے والے دردناک عذابوں سے مطلع ہو جائیں۔ قیامت کے دن اسی مال کو خوب تپا کر گرم آگ جیسا کر کے اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور کمر داغی جائے گی اور بطور ڈانٹ ڈپٹ کے ان سے فرمایا جائے گا کہ لو اپنی جمع جتھا کا مزہ چکھو۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ فرشتوں کو حکم ہو گا کہ جہنمی گرم پانی کا تریڑا ان کے سروں پر بہاؤ اور ان سے کہو کہ عذاب کا لطف اٹھاؤ تم تو بڑے ذی عزت اور بزرگ سمجھے جاتے رہے' [3] یہ ہے بدلہ اس کا۔ ثابت ہوا کہ جس چیز کو محبوب بنا کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے اسے مقدم کرے گا اسی کے ساتھ اسے عذاب ہو گا۔ ان مالداروں نے مال کی محبت میں اللہ تعالیٰ کے فرمان کو بھلا دیا تھا آج اسی مال سے انہیں سزا دی جا رہی ہے۔ جیسے کہ ابولہب کھلم کھلا حضور اکرم ﷺ کی دشمنی کرتا تھا اور اس کی بیوی اس کی مدد کرتی تھی قیامت کے دن آگ کے اور بھڑکانے کے لئے وہ اپنے گلے میں رسی ڈال کر لکڑیاں لا لا کر سلگائے گی اور اس میں وہ جلتا رہے گا۔ یہ مال جو یہاں سب سے زیادہ پسندیدہ ہیں یہی مال قیامت کے دن سب سے زیادہ مضر ثابت ہوں گے اسی کو گرم کر کے اس

---

[1] [ضعیف: ابو داؤد: کتاب الزکاۃ باب فی حقوق المال (۱۶۶۴) مسند ابو یعلی (۲۴۹۹) مستدرک حاکم (۲/۳۳۳)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ابو داود، السلسلة الضعيفة (۱۳۱۹)] اس کی سند میں عثمان بن عمیر راوی ضعیف ہے۔]

[2] [حسن بالشواهد: مسند احمد (۴/۱۲۳)] شیخ شعیب ارناؤط فرماتے ہیں کہ یہ روایت اپنے طرق کی بنا پر حسن ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۷۱۱۴)]

[3] [سورۃ الدخان: آیت ۴۸، ۴۹]

سے داغ دیئے جائیں گے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایسے مالداروں کے جسم اتنے لمبے چوڑے کر دیئے جائیں گے کہ ایک ایک دینار و درہم اس پر آجائے پھر کل مال آگ جیسا بنا کر علیحدہ علیحدہ کر کے سارے جسم پر پھیلا دیا جائے گا۔ یہ نہیں کہ ایک کے بعد ایک داغ لگے' بلکہ ایک ساتھ سب کے سب۔ [۱] مرفوعاً بھی یہ روایت آئی تو ہے لیکن اس کی سند صحیح نہیں' واللہ اعلم۔ حضرت طاؤس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا مال ایک اژدھا بن کر اس کے پیچھے لگے گا جو عضو سامنے آجائے گا اسی کو چبا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو اپنے بعد خزانہ چھوڑ جائے اس کا وہ خزانہ قیامت کے دن زہریلا اژدھا بن کر جس کی آنکھوں پر نقطے ہوں گے اس کے پیچھے لگے گا یہ بھاگتا ہوا پوچھے گا کہ تو کون ہے؟ وہ کہے گا تیرا جمع کردہ اور مرنے کے بعد چھوڑا ہوا خزانہ آخر اسے پکڑ لے گا اور اس کا ہاتھ چبا جائے گا پھر باقی جسم بھی۔ [۲] صحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دے اس کا مال قیامت کے دن آگ کی تختیوں جیسا بنا دیا جائے گا اور اس سے اس کی پیشانی پہلو اور کمر داغی جائے گی۔ پچاس ہزار سال تک لوگوں کے فیصلے ہو جانے تک تو اس کا یہی حال رہے گا پھر اسے اس کی منزل کی راہ دکھا دی جائے گی جنت کی طرف یا جہنم کی طرف۔ [۳]

امام بخاری رحمہ اللہ اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ زید بن وہب رحمہ اللہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ربذہ میں ملے اور دریافت کیا کہ تم یہاں کیسے آگئے ہو؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم شام میں تھے میں نے آیت ﴿اَلَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ﴾ کی تلاوت کی تو (حضرت) معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ آیت ہم مسلمانوں کے بارے میں نہیں یہ تو اہل کتاب کے بارے میں ہے۔ میں نے کہا ہمارے اور ان کے سب کے حق میں ہے [۴] اس میں میرا ان کا اختلاف ہو گیا انہوں نے میری شکایت کا خط دربارِ عثمانی میں لکھا' خلافت کا فرمان میرے نام آیا کہ تم یہاں چلے آؤ۔ جب میں مدینہ طیبہ پہنچا تو دیکھا کہ چاروں طرف سے مجھے لوگوں نے گھیر لیا اس طرح بھیڑ لگ گئی کہ گویا انہوں نے اس سے پہلے مجھے دیکھا ہی نہ تھا۔ غرض میں مدینہ منورہ میں ٹھہرا لیکن لوگوں کی آمدورفت سے تنگ آگیا۔ آخر میں نے (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ سے شکایت کی تو آپ نے مجھے فرمایا کہ تم مدینہ منورہ کے قریب ہی کسی صحرا میں چلے جاؤ۔ میں نے اس حکم کی تعمیل کی لیکن یہ کہہ دیا کہ واللہ! جو میں کہتا تھا اسے ہرگز نہیں چھوڑ سکتا۔ [۵] آپ کا یہ خیال تھا کہ بال بچوں کے کھلانے کے بعد جو بچے اسے جمع کر رکھنا مطلقاً حرام ہے۔ اسی کا آپ فتویٰ دیتے تھے اور اسی بات کو

---

[۱] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱٤/۲۳۳)]

[۲] [صحیح ابن خزیمة (۲۲۵۵) مستدرك حاکم (۱/۳۸۸۔ ۳۸۹) طبرانی کبیر (۱٤۰۸) صحیح ابن حبان (۲۵۷) تفسیر ابن جریر الطبری (۱٤/۲۳۲)]

[۳] [**صحیح** : صحیح مسلم : کتاب الزکاة : باب اثم مانع الزکاة (۹۷۸) ابوداؤد : کتاب الزکاة : باب حقوق المال (۱٦۵۸) مسند احمد (۲/۲٦۲)]

[۴] [**صحیح** : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قوله والذین یکنزون الذهب والفضة (٤٦٦۰)]

[۵] [**صحیح** : صحیح بخاری : کتاب الزکاة : باب ماادی ذکاته فلیس بکنز (۱٤۰٦)]

لوگوں میں پھیلاتے تھے اور لوگوں کو بھی اس پر آمادہ کرتے تھے اسی کا حکم دیتے تھے اور اس کے مخالف لوگوں پر بڑا ہی تشدد کرتے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو روکنا چاہا کہ کہیں لوگوں میں عام ضرر نہ پھیل جائے یہ نہ مانے تو آپ نے خلیفہ سے شکایت کی۔ امیر المومنین نے انہیں بلا کر ربذہ میں تنہا رہنے کا حکم دیا۔ آپ وہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہی رحلت فرما گئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بطور امتحان ایک مرتبہ ان کے پاس ایک ہزار اشرفیاں بھجوائیں آپ نے شام سے پہلے ہی پہلے سب ادھر ادھر اللہ کی راہ میں خرچ کر ڈالیں۔ شام کو وہی صاحب جو انہیں صبح کو ایک ہزار اشرفیاں دے گئے تھے وہ آئے کہا مجھ سے غلطی ہو گئی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وہ اشرفیاں اور صاحب کے لئے بھجوائی تھیں۔ میں نے غلطی سے آپ کو دے دیں۔ وہ واپس کیجئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم پر افسوس ہے میرے پاس تو اب ان میں سے ایک پائی بھی نہیں اچھا جب میرا مال آ جائے گا تو میں آپ کو آپ کی اشرفیاں واپس کر دوں گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی اس آیت کے حکم کو عام بتلاتے ہیں سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت اہل قبلہ کے بارے میں ہے۔ احنف بن قیس رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں مدینہ منورہ میں آیا دیکھا کہ ایک جماعت قریشیوں کی محفل لگائے بیٹھی ہے میں بھی اس مجلس میں بیٹھ گیا کہ ایک صاحب تشریف لائے میلے کچیلے موٹے، چھوٹے کپڑے پہنے ہوئے بہت خستہ حال میں اور آ کر کھڑے ہو کر فرمانے لگے روپیہ پیسہ جمع کرنے والے اس سے خبردار رہیں کہ قیامت کے دن جہنم کے انگارے ان کی چھاتی کی بٹنی پر رکھے جائیں گے جو کھوے کی ہڈی کے پار ہو جائیں گے پھر پیچھے کی طرف سے آگے کو سوراخ کرتے اور جلاتے ہوئے نکل جائیں گے۔ لوگ سب سر نیچا کئے بیٹھے رہے کوئی بھی کچھ نہ بولا وہ بھی مڑ کر چل دیئے اور ایک ستون سے لگ کر بیٹھ گئے میں ان کے پاس پہنچا اور ان سے کہا کہ میرے خیال میں تو ان لوگوں کو آپ کی بات بری لگی۔ آپ نے فرمایا یہ کچھ نہیں جانتے۔ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میرے پاس اگر احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تو مجھے یہ بات اچھی نہیں معلوم ہوتی کہ تین دن گزرنے کے بعد میرے پاس اس میں سے کچھ بھی بچا ہوا رہے ہاں اگر قرض کی ادائیگی کے لئے میں کچھ رکھ لوں تو اور بات ہے۔ [1]

غالباً اسی حدیث نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا یہ مذہب کر دیا تھا جو آپ نے اوپر پڑھا، واللہ اعلم۔ ایک مرتبہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو ان کا حصہ ملا آپ کی لونڈی نے اسی وقت ضروریات کو فراہم کرنا شروع کیا۔ سامان کی خرید کے بعد سات بچ رہے حکم دیا کہ اس کے فلوس لے لو تو حضرت عبداللہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسے آپ اپنے پاس رہنے دیجئے تا کہ بوقتِ ضرورت کام نکل جائے یا کوئی مہمان آ جائے تو کوئی کام نہ اٹکے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں مجھ سے میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد لیا ہے کہ جو سونا چاندی سر بند کر کے رکھی جائے وہ رکھنے والے کے لئے آگ کا انگارا ہے جب تک کہ وہ اسے راہِ اللہ نہ دے دے۔ [2] ابن عساکر میں ہے کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب قول النبی مایسرنی ان عندی مثل احد (٦٤٤٤)
صحیح مسلم : کتاب الزکاۃ : باب فی الکنازین للاموال (٩٩١، ٣٢) مسند احمد (٥/١٥٢)]

[2] [صحیح : مسند احمد (٥/١٥٦)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعۃ الحدیثیۃ (٢١٤٦١)]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے فقیر بن کر مل غنی بن کر نہ مل ۔ انہوں نے پوچھا یہ کس طرح؟ فرمایا سائل کو رد نہ کر جو ملے اسے چھپا کر نہ رکھ۔ انہوں نے کہا یہ کیسے ہو سکے گا؟ آپ نے فرمایا یہی ہے ورنہ آگ ہے۔ [1] اس کی سند ضعیف ہے۔ اہل صفہ میں سے ایک صاحب کا انتقال ہوا دو دینار یا دو درہم ان کے بچے ہوئے نکلے آپ ﷺ نے فرمایا آگ کے دو داغ ہیں تم لوگ اپنے ساتھی کے جنازے کی نماز پڑھ لو۔ [2] اور روایت میں ہے کہ ایک اہل صفہ کے انتقال کے بعد ان کی تہبند کی آنٹی میں سے ایک دینار نکلا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ایک داغ آگ کا۔ پھر دوسرے کا انتقال ہوا ان کے پاس دو دینار برآمد ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا دو داغ آگ کے۔ [3] فرماتے ہیں جو لوگ سرخ وسفید یعنی سونا چاندی چھوڑ کر مرے ایک ایک قیراط کے بدلے ایک ایک تختی آگ کی بنا دی جائے گی اور اس کے قدم سے لے کر ٹھوڑی تک اس کے جسم میں اس آگ سے داغ کئے جائیں گے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ جس نے دینار سے دینار اور درہم سے درہم ملا کر جمع کر کے رکھ چھوڑا اس کی کھال کشادہ کر کے پیشانی اور کروٹ اور کمر پر اس کے داغ کئے جائیں گے اور کہا جائے گا یہ ہے جسے تم اپنی جانوں کے لئے خزانہ بناتے رہے اب اس کا بدلہ چکھو۔ اس کا راوی سیف کذاب ومتروک ہے۔

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ۬ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۶﴾

مہینوں کی گنتی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کتاب اللہ میں بارہ کی ہے اسی دن سے کہ آسمان وزمین کو اس نے پیدا کیا ہے ان میں سے چار حرمت وادب کے ہیں۔ یہی درست دین ہے' تم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور تم تمام مشرکوں سے جہاد کرو جیسے کہ وہ تم سب سے لڑتے ہیں' جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے ○

کفار کے خلاف متحد ہو کر جہاد: مسند احمد میں ہے رسول مقبول' صادق ومصدوق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے حج کے خطبے میں ارشاد فرمایا کہ زمانہ گھوم گھام کر اپنی اصلیت پر آ گیا ہے سال کے بارہ مہینے ہوا کرتے ہیں

---

[1] [**ضعیف** : شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [السلسلة الضعیفة (٦٧٤٢)] اس کی سند میں طلحہ بن زید راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [**حسن لغیرہ** : مسند احمد (١/١٠١) مسند بزار (٣٦٥١)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (٧٨٨)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [**صحیح** : مسند احمد (٥/٢٥٢، ٢٥٣) عبد الرزاق فی التفسیر (١٠٧٨) تفسیر ابن جریر الطبری (١٦٦٨٠)] شیخ شعیب ارناؤوط اس حدیث کو صحیح کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ البتہ یہ سند شہر بن حوشب کی وجہ سے ضعیف ہے (یعنی یہ روایت شواہد کی بنا پر صحیح ہے)۔ [الموسوعة الحدیثیة (٢٢١٧٤)]

جن میں سے چار مہینے حرمت وادب والے ہیں۔ تین تو پے در پے ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور چوتھا رجب جو مضر کے ہاں ہے جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان میں ہے۔ پھر پوچھا یہ کونسا دن ہے؟ ہم نے کہا اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول اللہ ﷺ کو ہی پورا علم ہے۔ آپ ﷺ نے سکوت فرمایا۔ ہم سمجھے کہ شاید آپ ﷺ اس دن کا کوئی اور ہی نام رکھیں گے پھر پوچھا کیا یہ یوم النحر یعنی قربانی کی عید کا دن نہیں؟ ہم نے کہا ہاں۔ پھر پوچھا یہ کونسا مہینہ ہے؟ ہم نے کہا اللہ تعالیٰ جانے اور اس کا رسول ﷺ آپ ﷺ نے پھر سکوت فرمایا یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ شاید آپ ﷺ اس مہینے کا نام اور ہی رکھیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا یہ ذوالحجہ نہیں؟ ہم نے کہا ہاں۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا یہ کونسا شہر ہے؟ ہم نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ خوب جاننے والے ہیں۔ آپ ﷺ پھر خاموش ہو رہے اور ہمیں پھر خیال آنے لگا کہ شاید آپ ﷺ اس کا کوئی اور ہی نام رکھیں گے۔ پھر فرمایا کیا یہ بلدہ (مکہ) نہیں ہے ہم نے کہا بے شک آپ نے فرمایا یاد رکھو تمہارے خون تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم میں آپس میں ایسی ہی حرمت والی ہیں جیسی حرمت وعزت تمہارے اس دن کی تمہارے اس مہینے میں تمہارے اس شہر میں، تم ابھی ابھی اپنے رب سے ملاقات کرو گے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کا حساب لے گا سنو! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن زدنی کرنے لگو بتلاؤ کیا میں نے تبلیغ کر دی؟ سنو تم میں سے جو موجود ہیں انہیں چاہئے کہ جو موجود نہیں ان تک پہنچا دیں۔ بہت ممکن ہے کہ جسے وہ پہنچائے وہ ان بعض سے بھی زیادہ نگہداشت رکھنے والا ہو۔ [1] اور روایت میں ہے کہ وسط ایام تشریق میں، منیٰ میں حجۃ الوداع کے خطبے کے موقعہ کا یہ ذکر ہے، ابوحرہ رقاشی رحمہ اللہ کے چچا جو صحابی ہیں کہتے ہیں کہ اس خطبے کے وقت میں حضور ﷺ کی ناقہ کی نکیل تھامے ہوئے تھا اور لوگوں کی بھیڑ کو روکے ہوئے تھا۔ آپ ﷺ کے پہلے جملے کا یہ مطلب ہے کہ جو کمی بیشی، تقدیم تاخیر مہینوں کی جاہلیت کے زمانے کے مشرک کیا کرتے تھے وہ الٹ پلٹ کر اس وقت ٹھیک ہوگئی ہے جو مہینہ آج ہے وہی در حقیقت بھی ہے۔ جیسے کہ فتح مکہ کے موقعہ پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ شہر ابتداء مخلوق سے با حرمت و باعزت ہے وہ آج بھی حرمت والا ہے اور قیامت تک حرمت والا ہی رہے گا۔ [2] پس عربوں میں جو یہ رواج پڑ گیا تھا کہ ان کے اکثر حج ذی الحجہ کے مہینے میں نہیں ہوتے تھے اب کی مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے حج کے موقعہ پر یہ بات تھی بلکہ حج اپنے ٹھیک مہینے پر تھا۔ بعض لوگ اس کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حج ذوالقعدہ میں ہوا لیکن یہ غور طلب قول ہے۔ جیسے کہ ہم مع ثبوت بیان کریں گے۔ آیت ﴿اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ﴾ [3] کی تفسیر میں ہے۔ اس قول سے بھی زیادہ غرابت والا ایک قول بعض سلف کا یہ بھی ہے کہ اس سال یہود ونصاریٰ مسلمان سب کے حج کا دن اتفاق سے ایک ہی تھا یعنی عیدالاضحیٰ کا دن۔

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب حجة الوداع (٤٤٠٦) صحیح مسلم: کتاب القسامة: باب تغلیظ تحریم الدماء (١٦٧٩) مسند احمد (٣٧/٥)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب جزاء الصید (١٨٣٤) صحیح مسلم (١٣٥٣)]

[3] [سورة التوبه: آیت ٣٧]

''فصل''، شیخ علم الدین سخاوی نے اپنی کتاب ''المشہور فی اسماء الایام والشہور'' میں لکھا ہے کہ محرم کے مہینے کو محرم اس کی تعظیم کی وجہ سے کہتے ہیں لیکن میرے نزدیک تو اس نام کی وجہ سے اس کی حرمت کی تاکید ہے اس لئے کہ عرب جاہلیت میں اسے بدل ڈالتے تھے کبھی حلال کرڈالتے کبھی حرام کرڈالتے' اس کی جمع محرمات' محارم' محاریم ہے' صفر کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس مہینے میں عموماً ان کے گھر خالی رہتے تھے کیونکہ یہ لڑائی بھڑائی اور سفر میں چل دیتے تھے جب مکان خالی ہو جائے تو عرب کہتے ہیں ((صفر المکان)) اس کی جمع اصفار ہے جیسے جمل کی جمع اجمال ہے۔ ربیع الاول کے نام کا سبب یہ ہے کہ اس مہینے میں ان کی اقامت ہو جاتی ہے۔ ارتباع کہتے ہیں اقامت کو اس کی جمع اربعاء ہے جیسے نصیب کی جمع انصباء۔ اور اس کی جمع اربعہ ہے جیسے رغیف کی جمع ارغفہ ہے۔ ربیع الآخر کے مہینے کا نام رکھنا بھی اسی وجہ سے ہے۔ گویا یہ اقامت کا دوسرا مہینہ ہے۔ جمادی الاولیٰ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس مہینے میں پانی جم جاتا تھا ان کے حساب میں مہینے گردش نہیں کرتے تھے۔ یعنی ٹھیک ہر موسم پر ہی ہر مہینہ آتا تھا لیکن یہ بات کچھ حجت نہیں اس لئے کہ جب ان مہینوں کا حساب چاند پر ہے تو ظاہر ہے کہ موسمی حالت ہر ماہ پر ہر سال یکساں نہیں رہے گی ہاں یہ ممکن ہے کہ اس مہینے کا نام جس سال رکھا گیا ہو اس سال یہ مہینہ کڑکڑاتے ہوئے جاڑے میں آیا ہو اور پانی میں جمود ہو گیا ہو۔ چنانچہ ایک شاعر نے یہی کہا ہے کہ جمادی کی سخت اندھیری راتیں جن میں کتا بھی بمشکل ایک آدھ مرتبہ ہی بھونک لیتا ہے۔ اس کی جمع جمادیات جیسے حباریٰ اور حباریات۔ یہ مذکر مونث دونوں طرح مستعمل ہے' جمادی الاولیٰ اور جمادی الاخریٰ کہا جاتا ہے۔ جمادی الاخریٰ کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے گویا یہ پانی کے جم جانے کا دوسرا مہینہ ہے۔ رجب یہ ماخوذ ہے ترجیب سے۔ ترجیب کہتے ہیں تعظیم کو چونکہ یہ مہینہ عظمت وعزت والا ہے اس لئے اسے رجب کہتے ہیں۔ اس کی جمع ارجاب رجاب اور رجبات ہے۔ شعبان کا نام شعبان اس لئے ہے کہ اس میں عرب لوگ لوٹ مار کے لئے ادھر ادھر متفرق ہو جاتے تھے۔ تشعب کے معنی ہیں جدا جدا ہونا پس اس مہینے کا بھی یہی نام رکھ دیا گیا۔ اس کی جمع شعابین' شعبانات آتی ہے۔ رمضان کو رمضان اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں اونٹنیوں کے پاؤں بوجہ شدت گرما کے جلنے لگتے ہیں۔ ((رَمَضَتِ الفِصَالُ)) اس وقت کہتے ہیں جب اونٹنیوں کے بچے سخت پیاسے ہوں۔ اس کی جمع رمضانات اور رماضین اور ارمضہ آتی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے یہ محض غلط اور ناقابل التفات قول ہے۔ میں کہتا ہوں اس بارے میں ایک حدیث بھی وارد ہوئی ہے۔ لیکن ہے وہ ضعیف میں نے کتاب الصیام کے شروع میں اس کا بیان کر دیا۔ شوال ماخوذ ہے۔ ((شَالَتِ الاِبِلُ)) سے یہ مہینہ اونٹوں کی مستیوں کا مہینہ تھا یہ دمیں اٹھا دیا کرتے تھے اس لئے اس مہینہ کا یہی نام ہو گیا۔ اس کی جمع شواویل' شواول' شوالات آتی ہے۔ ذوالقعدہ یا ذوی القعدہ کا نام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس ماہ میں عرب کے لوگ بیٹھ جایا کرتے تھے نہ لڑائی کے لئے نکلتے نہ اور سفر کے لئے۔ اس کی جمع ذوات القعدہ ہے۔ ذوالحجہ کو ذوالحجہ بھی کہہ سکتے ہیں چونکہ اسی ماہ میں حج ہوتا تھا اس لئے اس کا یہ نام مقرر ہو گیا' اس کی جمع ذوات الحجہ آتی ہے۔ یہ تو تھی وجہ ان مہینوں کے ناموں کی۔

اب ہفتے کے ساتھ دنوں کے نام اور ان ناموں کی جمع سنئے۔ اتوار کے دن کو یوم الاحد کہتے ہیں اس کی جمع

اَحاذ اُحاد اور وحود آتی ہے۔ پیر کے دن کو اثنین کہتے ہیں اس کی اجماع اثانین آتی ہے۔ منگل کو ثلاثا کہتے ہیں یہ مذکر بھی بولا جاتا ہے اور مونث بھی۔ اس کی جمع ثلاثاوات اور اثالث آتی ہے۔ بدھ کے دن کو اربعاء کہتے ہیں۔ جمع اربعاوات اور ارابیع آتی ہے۔ جمعرات کو خمیس کہتے ہیں جمع اس کی اخمسہ' اخامس آتی ہے' جمعہ کو جُمُعَہ اور جُمْعَہ کہتے ہیں اس کی جمع: ''جُمَعٌ'' اور جَمَاعَاتٌ آتی ہے۔ سینچر یعنی ہفتے کے دن کو سبت کہتے ہیں سبت کے معنی ہیں قطع کے چونکہ گنتی ہفتے کے دنوں کی یہیں پر ختم ہو جاتی ہے اس لئے اسے سبت کہتے ہیں۔ قدیم عربوں میں ہفتے کے دنوں کے نام یہ تھے۔ اول' اھون' جبار' دبار' مونس' عروبہ' شیار۔ قدیم خالص عربوں کے اشعار میں بھی دنوں کے نام پائے جاتے ہیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ ان بارہ ماہ میں چار حرمت والے ہیں۔ جاہلیت کے عرب میں انہیں حرمت والے مانتے تھے لیکن بسل نامی ایک گروہ اپنے تشدد کی بنا پر آٹھ مہینوں کو حرمت والا خیال کرتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کے فرمان میں رجب کو قبیلہ مضر کی طرف اضافت کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جس مہینے کو وہ رجب کا مہینہ شمار کرتے تھے۔ دراصل وہی رجب کا مہینہ عند اللہ بھی تھا جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان میں ہے۔ قبیلہ ربیعہ کے نزدیک رجب' شعبان' اور شوال کے درمیان کے مہینے کا یعنی رمضان کا نام تھا پس حضور اکرم ﷺ نے کھول دیا کہ حرمت والا رجب مضر کا ہے نہ کہ ربیعہ کا۔ ان چار ذی حرمت مہینوں میں سے تین پے درپے اس مصلحت سے ہیں کہ حاجی ذوالقعدہ کے مہینے میں نکلے تو اس وقت تک لڑائیاں مار پیٹ جنگ وجدال قتل وقتال بند ہو لوگ اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہوں پھر ذوالحجہ میں احکام کی ادائیگی امن وامان عمدگی اور شان سے ہو جائے پھر ماہ محرم کی حرمت میں واپس گھر پہنچ جائے۔ درمیان سال میں رجب کو حرمت والا بنانے کی غرض یہ ہے کہ زائرین اپنے طوافِ بیت اللہ کے شوق کو عمرے کی صورت میں ادا کر لیں گو دور دراز والے ہوں وہ بھی مہینہ بھر میں آمدروفت کر لیں۔ یہی اللہ تعالیٰ کا سیدھا اور سچا دین ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق تم ان پاک مہینوں کی حرمت کرو' ان میں خصوصیت کے ساتھ گناہوں سے بچو اس لئے کہ اس میں گناہوں کی برائی اور بڑھ جاتی ہے' جیسے کہ حرم شریف کا گناہ اور جگہ کے گناہ سے بڑھ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو حرم میں الحاد کا ارادہ ظلم سے کرے ہم اسے دردناک عذاب کریں گے [1] اسی طرح ان محترم مہینوں کا گناہ اور دنوں کے گناہ سے بڑھ جاتا ہے اس لئے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ اور علماء کی ایک بڑی جماعت کے نزدیک ان مہینوں کے قتل کی دیت بھی سخت ہے۔ اس طرح حرم کے اندر کے قتل کی اور ذی محرم رشتے دار کے قتل کی بھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ((فِیْهِـنَّ)) سے مراد سال بھر کے کل مہینے ہیں۔ پس ان کل مہینوں میں گناہوں سے بچو خصوصاً ان چار مہینوں میں کہ یہ حرمت والے ہیں۔ ان کی بڑی عزت ہے ان میں گناہ سزا کے اعتبار سے اور نیکیاں اجر وثواب کے اعتبار سے بڑھ جاتی ہے۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ان حرمت والے مہینوں میں گناہ کی سزا اور بوجھ بڑھ جاتا ہے گو ظلم ہر حال میں بری چیز ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے جس امر کو چاہے بڑھا دے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے بھی پسند فرمالیا فرشتوں میں انسانوں میں اپنے رسول چن لئے اسی طرح کلام میں سے اپنے ذکر کو پسند فرمالیا اور زمین سے

---

[1] [سورة الحج: آیت ۲۵]

مسجدوں کو پسند فرمالیا اور مہینوں میں سے رمضان المبارک کو اور ان چاروں مہینوں کو پسند فرمالیا اور دنوں میں سے جمعہ کے دن کو اور راتوں میں سے لیلۃ القدر کو پس تمہیں ان چیزوں کی عظمت کا لحاظ رکھنا چاہیے' جنہیں اللہ تعالیٰ نے عظمت دی ہے۔ امور کی تعظیم اتنی کرنی عقلمند اور فہیم لوگوں کے نزدیک ضروری ہے جتنی تعظیم ان کی اللہ تعالیٰ سبحانہ نے بتلائی ہو۔ ان کی حرمت کا ادب نہ کرنا حرام ہے ان میں جو کام حرام ہیں انہیں حلال نہ کرلو جو حلال ہیں انہیں حرام نہ بنالو جیسے کہ اہل شرک کرتے تھے یہ ان کے کفر میں زیادتی کی بات تھی۔ پھر فرمایا کہ تم سب کے سب کافروں سے جہاد کرتے رہو جیسے کہ وہ سب کے سب تم سے برسر جنگ ہیں' حرمت والے ان چار مہینوں میں جنگ کی ابتداء کرنی منسوخ یا محکم ہونے کے بارے میں علماء کے دو قول ہیں پہلا تو یہ کہ یہ منسوخ ہے یہی قول زیادہ مشہور ہے۔ اس آیت کے الفاظ پر غور کیجئے کہ پہلے تو فرمان ہوا کہ ان مہینوں میں ظلم نہ کرو پھر مشرکوں سے جنگ کرنے کو فرمایا۔ ظاہری الفاظ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم عام ہے حرمت کے مہینے بھی اس میں آ گئے اگر یہ مہینے اس سے الگ ہوتے تو ان کے گزر جانے کی قید ساتھ ہی بیان ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ نے طائف کا محاصرہ ماہ ذوالقعدہ میں کیا تھا جو حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے جیسے کہ بخاری و مسلم میں ہے کہ آپ ﷺ ہوازن قبیلے کی طرف ماہِ شوال میں چلے جب ان کو ہزیمت ہوئی اور ان کے بچے ہوئے بھاگ کر طائف میں پناہ گزین ہوئے تو آپ ﷺ وہاں گئے اور چالیس دن تک محاصرہ رکھا پھر بغیر فتح کئے ہوئے وہاں سے واپس لوٹ آئے۔ [1] پس ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے حرمت والے مہینے میں محاصرہ کیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حرمت والے مہینوں میں جنگ کی ابتداء کرنی حرام ہے اور ان مہینوں کی حرمت کا حکم منسوخ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ شعائر الٰہی اور حرمت والے مہینوں کو حلال نہ کرلیا کرو اور فرمان ہے حرمت والے مہینے حرمت والے مہینوں کے بدلے ہیں اور حرمتیں قصاصا ہیں پس جو تم پر زیادتی کرے تو تم بھی ان سے ویسی ہی زیادتی کا بدلہ لو اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ﴿فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ﴾ [2] حرمت والے مہینوں کے گزر جانے کے بعد مشرکوں سے جہاد کرو۔ یہ پہلے گزر چکا ہے کہ یہ چار مہینے ہیں ہر سال میں نہ کہ تسییر کے مہینے جو کہ دو قولوں میں سے ایک قول ہے۔

پھر فرمایا کہ تم سب مسلمان ان سے اسی طرح لڑو جیسے کہ وہ تم سے سب کے سب لڑتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ یہ اپنے پہلے سے جداگانہ ہوں اور ہوسکتا ہے کہ یہ حکم بالکل نیا اور الگ ہو مسلمانوں کو رغبت دلانے اور انہیں جہاد پر آمادہ کرنے کے لئے۔ تو فرماتا ہے کہ جیسے تم سے جنگ کرنے کے لئے وہ بھڑ بھڑا کر جمع ہو کر چاروں طرف سے ابل پڑتے ہیں تم بھی اپنے سب کلمہ گو اشخاص کو لے کر ان سے مقابلہ کرو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس جملے میں مسلمانوں کو حرمت والے مہینوں میں جنگ کرنے کی رخصت دی ہو۔ جب کہ حملہ ان کی طرف سے ہو' جیسے آیت ﴿اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ﴾ [3] میں ہے اور جیسے آیت میں ہے ﴿وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ﴾ [4] میں بیان ہے کہ ان سے مسجد حرام کے پاس نہ لڑو جب تک کہ وہ وہاں لڑائی نہ کریں ہاں اگر وہ تم سے

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم : كتاب الزكاة : باب اعطاء المؤلفة قلوبهم (۱۰۵۹)]

[2] [سورة البقرة: ۱۹۱] [3] [سورة البقرة: ۱۹٤] [4] [سورة البقرة: ۱۹۱]

لڑیں تو تم بھی ان سے لڑو۔ یہی جواب حرمت والے مہینے میں حضور اکرم ﷺ کے طائف کے محاصرے کا ہے کہ دراصل یہ لڑائی تتمہ تھی ہوازن کی اور ان کے ثقفی حلیفوں کی لڑائی کا۔ انہوں نے ہی لڑائی کی ابتداء کی تھی۔ ادھر ادھر سے آپ ﷺ کے مخالفین کو جمع کر کے لڑائی کی دعوت دی تھی۔ پس حضور اکرم ﷺ ان کی طرف بڑھے یہ بڑھنا بھی حرمت والے مہینوں میں نہ تھا۔ یہاں شکست اٹھا کر یہ لوگ طائف میں بھاگے اور وہاں قلعہ بند ہو گئے۔ آپ اس مرکز کو خالی کرانے کے لئے اور آگے بڑھے' انہوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا مسلمانوں کی ایک جماعت کو قتل کر ڈالا۔ ادھر محاصرہ جاری رہا منجنیق وغیرہ سے چالیس دن تک ان کو گھیرے رہے۔ الغرض اس جنگ کی ابتداء حرمت والے مہینے میں نہیں تھی لیکن جنگ نے طول کھینچا حرمت والا مہینہ بھی آ گیا۔ جب چند دن گزر گئے آپ نے محاصرہ ہٹا لیا۔ پس جنگ کا جاری رکھنا اور چیز ہے اور جنگ کی ابتداء اور چیز ہے اس کی بہت سی نظیریں ہیں' واللہ اعلم۔ اب اس میں جو حدیثیں ہیں' ہم انہیں سیرت میں بھی بیان کر چکے ہیں۔ واللہ اعلم۔

إِنَّمَا النَّسِيٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِّيُوَاطِئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللَّهُ ۚ زُيِّنَ لَهُمْ سُوٓءُ أَعْمَالِهِمْ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿۳۷﴾

مہینوں کا آگے پیچھے کر دینا بھی کفر کی زیادتی ہے اس سے وہ لوگ گمراہی میں ڈالے جاتے ہیں جو کافر ہیں ایک سال تو اسے حلال کر لیتے ہیں اور ایک سال اسی کو حرمت والا کر لیتے ہیں کہ اللہ نے جو حرمت رکھی ہے اس کے شمار میں تو موافقت کر لیں پھر اسے حلال بنا لیں۔ جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ انہیں ان کے برے کام بھلے دکھا دیئے گئے ہیں' قوم کفار کی اللہ راہنمائی نہیں فرماتا ○

حرمت والے مہینوں میں مشرکین کی تبدیلی: مشرکوں کے کفر کی زیادتی بیان ہو رہی ہے کہ وہ کس طرح اپنی فاسد رائے کو اور اپنی ناپاک خواہش کو شریعت الٰہی میں داخل کر کے اللہ کے دین کے احکام کو الٹ پلٹ کر دیتے تھے۔ حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنا لیتے تھے۔ تین مہینے کی حرمت کو تو ٹھیک رکھا پھر چوتھے مہینے کی حرمت کو اس طرح بدل دیا کہ محرم کو صفر کے مہینے میں کر دیا اور محرم کی حرمت نہ کی۔ تاکہ بظاہر سال کے چار مہینے کی حرمت بھی پوری ہو جائے اور اصلی حرمت کے محرم مہینے میں لوٹ مار قتل وغارت بھی ہو جائے اور اس پر اپنے قصیدوں میں مبالغہ کرتے تھے اور فخریہ اپنا یہ فعل اچھالتے تھے۔ ان کا ایک سردار تھا جنادہ بن عوف بن امیہ کنانی یہ ہر سال حج کو آتا اس کی کنیت ابو ثمامہ تھی یہ منادی کر دیتا کہ نہ تو ابو ثمامہ کے مقابلے میں کوئی آواز اٹھا سکتا ہے نہ اس کی بات میں کوئی عیب جوئی کر سکتا ہے۔ سنو پہلے سال صفر کا مہینہ حلال ہے اور دوسرے سال کا حرام۔ پس ایک سال کے محرم کی حرمت نہ رکھتے دوسرے سال کے محرم کی حرمت منا لیتے ان کی اسی زیادتی کفر کا بیان اس آیت میں ہے۔ یہ شخص اپنے گدھے پر سوار آتا اور جس سال یہ محرم کو حرمت والا بنا دیتا لوگ اس کی حرمت کرتے اور جس سال وہ کہہ دیتا کہ محرم کو ہم نے ہٹا کر صفر اور صفر کو آگے بڑھا کر محرم میں کر دیا ہے اس سال عرب میں اس ماہ محرم کی حرمت کوئی

نہ کرتا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ بنی کنانہ کے اس شخص کو قلمس کہا جاتا تھا یہ منادی کر دیتا کہ اس سال محرم کی حرمت نہ منائی جائے اگلے سال محرم اور صفر دونوں کی حرمت رہے گی' پس اس کے قول پر جاہلیت کے زمانے میں عمل کر لیا جاتا' اور اب حرمت کے اصلی مہینے میں جس میں ایک انسان اپنے باپ کے قاتل کو پا کر بھی اس کی طرف نگاہ بھر کر نہیں دیکھتا تھا اب آزادی سے آپس میں خانہ جنگی ولوٹ مار ہوتی۔ لیکن یہ قول کچھ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا کیونکہ قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ گنتی میں وہ موافقت کرتے تھے اور اس میں گنتی کی موافقت بھی نہیں ہوتی بلکہ ایک سال میں تین مہینے رہ جاتے ہیں اور دوسرے سال میں پانچ ماہ ہو جاتے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تو حج فرض تھا ذی الحجہ کے مہینے میں لیکن مشرک ذی الحجہ کا نام محرم رکھ لیتے اور پھر برابر گنتے جاتے اور اس حساب سے جو ذی الحجہ آتا اس میں حج ادا کرتے پھر محرم سے خاموشی برت لیتے اس کا ذکر ہی نہ کرتے۔ پھر لوٹ کر صفر نام رکھ دیتے پھر رجب کو جمادی الاخریٰ پھر شعبان کو رمضان اور رمضان کو شوال پھر ذوالقعدہ کو شوال ذی الحجہ کو ذی القعدہ اور محرم کو ذی الحجہ کہتے اور اس میں حج کرتے' پھر اس کا اعادہ کرتے اور دو سال تک ہر ایک مہینے میں برابر حج کرتے۔ جس سال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حج کیا' اس سال مشرکوں کی اس گنتی کے مطابق دوسرے برس کا ذوالقعدہ کا مہینہ تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے موقعہ پر ٹھیک ذی الحجہ کا مہینہ تھا اور اسی کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبے میں ارشاد فرمایا اور ارشاد ہوا کہ زمانہ الٹ پلٹ کر اسی ہیئت پر آ گیا ہے جس ہیئت پر اس وقت تھا جب زمین و آسمان اللہ تعالیٰ نے رچائے۔ لیکن یہ قول بھی درست نہیں معلوم ہوتا۔ اس وجہ سے کہ اگر ذیقعدہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حج ہوا تو یہ حج کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ (1)

حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ﴾ (1) الخ یعنی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آج کے حج اکبر کے دن مشرکوں سے علیحدگی اور بیزاری کا اعلان ہے۔ اسی کی منادی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے حج میں ہی کی گئی پس اگر یہ حج ذی الحجہ کے مہینے میں نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس دن کو حج کا دن نہ فرماتا۔ اور صرف مہینوں کی تقدیم و تاخیر کو جس کا بیان اس آیت میں ہے ثابت کرنے کے اس تکلف کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ وہ اس کے بغیر بھی ممکن ہے۔ کیونکہ مشرکین ایک سال تو محرم الحرام کے مہینے کو حلال کر لیتے اور اس کے عوض ماہ صفر کو حرمت والا کر لیتے سال کے باقی مہینے اپنی جگہ رہتے۔ پھر دوسرے سال محرم کو حرام سمجھتے اور اس کی حرمت و عزت باقی رکھتے تاکہ سال کے چار حرمت والے مہینے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر تھے ان کی گنتی میں موافقت کر لیں پس کبھی تو حرمت والے تینوں مہینے جو پے در پے ہیں ان میں سے آخری ماہ محرم کی حرمت رکھتے کبھی اسے صفر کی طرف موخر کر دیتے۔ رہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک کہ زمانہ گھوم گھام کر اپنی اصلی حالت پر آ گیا ہے یعنی اس وقت جو مہینہ ان کے نزدیک ہے وہی مہینہ صحیح گنتی میں بھی ہے اس کا پورا بیان ہم اس سے پہلے کر چکے ہیں۔ واللہ اعلم۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ عقبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہرے مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہو گئے

---

(1) [سورة التوبة: آيت ٣]

آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی پوری حمد وثنا بیان فرما کر فرمایا کہ مہینوں کی تاخیر شیطان کی طرف سے کفر کی زیادتی تھی کہ کافر بہکیں، وہ ایک سال محرم کو حرمت والا کرتے اور صفر کو حلت والا پھر محرم کو حلت والا کر لیتے۔ [1] یہی ان کی وہ تقدیم تاخیر ہے جو اس آیت میں بیان ہوئی ہے۔ امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ نے اپنی کتاب السیرۃ میں اس پر بہت اچھا کلام کیا ہے جو بے حد مفید اور عمدہ ہے۔

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اس کام کو سب سے پہلے کرنے والا قلمس تھا (حذیفہ بن عبد بن فقیم بن عدی بن عامر بن ثعلبہ بن حارث بن مالک بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان) پھر اس کا بیٹا عباد پھر اس کا لڑکا قلع پھر اس کا لڑکا امیہ پھر اس کا بیٹا عوف پھر اس کا لڑکا ابوثمامہ جنادہ اسی کے زمانہ میں اشاعتِ اسلام ہوئی۔ عرب لوگ حج سے فارغ ہو کر اس کے پاس جمع ہوتے یہ کھڑا ہو کر انہیں لیکچر دیتا اور رجب، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کی حرمت بیان کرتا اور ایک سال تو محرم کو حلال کر دیتا اور محرم صفر کو بنا دیتا اور ایک سال محرم کو ہی حرمت والا کہہ دیتا کہ اللہ کی حرمت کے مہینوں کی گنتی کے موافق ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کا حرام حلال بھی ہو جائے۔

يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ ۚ أَرَضِيتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ﴿٣٨﴾ إِلَّا تَنْفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٣٩﴾

اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ چلو اللہ کی راہ میں کوچ کرو تو تم زمین پکڑ لیتے ہو۔ کیا تم آخرت کے عوض دنیا کی زندگانی پر ہی ریجھ گئے ہو، سنو زندگانی دنیا تو آخرت کے مقابلے میں کچھ یونہی سی ہے ○ اگر تم نے کوچ نہ کیا تو تمہیں اللہ تعالیٰ دردناک سزا دے گا، اور تمہارے سوا اور لوگوں کو بدل لائے گا تم اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ○

جہاد سے فرار کا نتیجہ عذاب کی آمد: ایک طرف تو گرمی سخت پڑ رہی تھی دوسری طرف پھل پک گئے تھے اور درختوں کے سائے بڑھ گئے تھے، ایسے وقت رسول اللہ ﷺ ایک دور دراز کے سفر کے لئے تیار ہو گئے غزوہ تبوک میں اپنے ساتھ چلنے کو سب سے فرما دیا۔ کچھ لوگ جورہ گئے تھے انہیں تنبیہ کی گئی ان آیتوں کا شروع اس آیت سے ہے کہ جب تمہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کی طرف بلایا جاتا ہے تو تم کیوں زمین میں دھنسنے لگتے ہو؟ کیا دنیا کی ان فانی چیزوں پر ریجھ کر آخرت کی باقی نعمتوں کو بھلا بیٹھے ہو؟ سنو دنیا کی تو آخرت کے مقابلے میں کوئی ہستی ہی نہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنے کلمے کی انگلی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اس انگلی کو کوئی سمندر میں ڈبو کر نکالے

---

[1] [**ضعیف**: تفسیر ابن ابی حاتم (۱۰۰۱۹/۶) الدر المنثور للسیوطی (۱۸۸/۵)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں کیونکہ اس میں موسیٰ بن عبیدہ راوی ضعیف ہے۔]

اس پر جتنا پانی سمندر کے مقابلے میں ہے اتنا ہی مقابلہ دنیا کا آخرت میں ہے۔ ①

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ میں نے سنا ہے آپ حدیث بیان فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ایک نیکی کے بدلے ایک لاکھ کا ثواب دیتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا بلکہ میں نے دو لاکھ کا فرمان بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی اسی جملے کی تلاوت کر کے فرمایا کہ دنیا جو گزر گئی اور جو باقی ہے وہ سب آخرت کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے۔ ② مروی ہے کہ عبدالعزیز بن مروان رحمہ اللہ نے اپنے انتقال کے وقت اپنا کفن منگوایا اسے دیکھ کر فرمایا پس میرا تو دنیا سے یہی حصہ تھا میں اتنی دنیا لے کر جا رہا ہوں پھر پیٹھ موڑ کر رو کر کہنے لگے ہائے دنیا تیرا بہت بھی کم ہے اور تیرا کم تو بہت ہی چھوٹا ہے افسوس ہم دھوکے میں ہی رہے۔ پھر ترک جہاد پر اللہ تعالیٰ ڈانٹتا ہے کہ سخت دردناک عذاب ہوں گے۔

ایک قبیلے کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے لئے بلوایا وہ نہ اٹھے اللہ تعالیٰ نے ان سے بارش روک لی۔ پھر فرماتا ہے کہ اپنے دل میں پھولنا نہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار ہیں اگر تم درست نہ رہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں برباد کر کے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی اوروں کو کر دے گا جو تم جیسے نہ ہوں گے۔ تم اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ یہ نہیں کہ تم نہ جاؤ تو مجاہدین جہاد کر ہی نہ سکیں' اللہ تعالیٰ میں سب قدرتیں ہیں وہ تمہارے بغیر بھی اپنے دشمنوں پر اپنے غلاموں کو غالب کر سکتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ آیت ﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا﴾ ③ اور آیت ﴿مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ﴾ ④ یہ سب آیتیں آیت ﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً﴾ ⑤ سے منسوخ ہیں۔ لیکن امام ابن جریر رحمہ اللہ اس کی تردید کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ منسوخ نہیں بلکہ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کے لئے نکلنے کو فرمائیں وہ فرمان سنتے ہی اٹھ کھڑے ہو جائیں۔ فی الواقع یہ توجیہ بہت عمدہ ہے۔ واللہ اعلم۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۭ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۴۰

اگر تم اس کی مدد نہ کرو تو اللہ تعالیٰ ہی نے اس کی مدد اس وقت کی تھی جب کہ اسے کافروں نے دیس سے نکال دیا تھا دو میں سے دوسرا جب کہ وہ دونوں غار میں تھے جب یہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غم نہ کر اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے' پس جناب

---

① [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب فناء الدنیا وبیان الحشر یوم القیامة (۲۸۵۸) ابن ماجه: کتاب الزهد : باب مثل الدنیا (۴۱۰۸) ترمذی : کتاب الزهد (۲۳۲۳) مسند احمد (۲۲۸/۴)]

② [ضعیف : تفسیر ابن ابی حاتم (۱۰۰۳۰/۶)] اس کی سند میں زیاد جصاص راوی ضعیف ہے۔]

③ [سورة التوبة: ۴۱] ④ [سورة التوبة: ۱۲۰] ⑤ [سوره التوبه: ۱۲۲]

باری نے اپنی طرف کی تسکین اس پر نازل فرما کر ان لشکروں سے اس کی مدد کی جنہیں تم نے دیکھا ہی نہیں' اس نے کافروں کی بات پست کر دی' بلند و عزیز تو اللہ تعالیٰ کا کلمہ ہی ہے اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے ○

نبی ﷺ کے یارِ غار ابو بکر رضی اللہ عنہ: تم اگر میرے رسول کی امداد و تائید چھوڑ دو تو میں کسی کا محتاج نہیں ہوں' میں آپ اس کا ناصر موید کافی اور حافظ ہوں۔ یاد کر لو ہجرت والے سال جب کہ کافروں نے آپ ﷺ کے قتل یا قید یا دیس نکالے کی سازش کی تھی اور آپ ﷺ اپنے سچے ساتھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تن تنہا مکہ مکرمہ سے نکل بھاگے تھے کون اس کا مددگار تھا۔ تین دن مارے خوف کے اس ڈر سے غار میں گزارے کہ ڈھونڈنے والے مایوس ہو کر واپس چلے جائیں تو یہاں سے نکل کر مدینہ منورہ کا راستہ لیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لحہ بہ لحہ گھبرا رہے تھے کہ کسی کو پتہ نہ چل جائے ایسا نہ ہو کہ وہ رسول کریم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو کوئی ایذا پہنچائے۔ حضور اکرم ﷺ ان کی تسکین فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ ابو بکر! ان دو کی نسبت تیرا کیا خیال ہے جن کا تیسرا خود اللہ تعالیٰ ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابو بکر بن ابو قحافہ رضی اللہ عنہما نے آنحضرت ﷺ سے غار میں کہا اگر ان کافروں میں سے کسی نے اپنے قدموں کو بھی دیکھا تو وہ ہمیں دیکھ لے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو ان دو کو کیا سمجھتا ہے جن کا تیسرا خود اللہ تعالیٰ ہے۔ [1] الغرض اس موقعہ پر بھی جناب باری سبحانہ وتعالیٰ نے آپ ﷺ کی مدد فرمائی۔ بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کی تفسیر یہی ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ تو مطمئن اور سکون و تسکین والے تھے ہی۔ لیکن اس خاص حال میں تسکین کا ازسرنو بھیجنا کچھ اس کے خلاف نہیں۔ اسی لئے اسی کے ساتھ فرمایا کہ اپنے غائبانہ لشکر اتار کر اس کی مدد فرمائی یعنی بذریعہ فرشتوں کے۔ اللہ تعالیٰ نے کلمہ کفر دبا دیا اور اپنے کلمے کا بول بالا کیا شرک کو پست کیا اور توحید کو اونچا کیا حضور اکرم ﷺ سے سوال ہوتا ہے کہ ایک شخص اپنی بہادری کے لئے' دوسرا حمیت قومی کے لئے' تیسرا لوگوں کو خوش کرنے کے لئے لڑ رہا ہے تو ان میں سے اللہ کی راہ کا مجاہد کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو کلمۂ اللہ کو بلند و بالا کرنے کی نیت سے لڑے وہ اللہ کی راہ کا مجاہد ہے۔ [2] اللہ تعالیٰ انتقام لینے پر غالب ہے۔ جس کی مدد کرنا چاہے کرتا ہے نہ اس کے سامنے کوئی پڑ سکے نہ اس کے ارادے کو کوئی بدل سکے

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب مناقب الانصار : باب هجرة النبی واصحاب الی المدینة (۳۹۲۲) وکتاب التفسیر (٤٦٦٣) صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابة : باب من فضائل ابی بکر الصدیق (۲۳۸۱) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن (۳۰۹٦) مسند احمد (٤/١)]

[2] [صحیح صحیح بخاری : کتاب الجهاد : باب من قاتل لتکون کلمة الله هی العلیا (۲۸۱۰) صحیح مسلم : کتاب الامارة : باب من قاتل لتکون کلمة الله هی العلیا (۱۹۰٤) ابوداؤد : کتاب الجهاد : باب من قاتل لتکون کلمة الله هی العلیا (۲۵۱۷) ابن ماجه : کتاب الجهاد : باب النیة فی القتال (۲۷۸۳) ترمذی : کتاب فضائل الجهاد : باب ماجآء فیمن یقاتل ریاء وللدنیا (۱٦٤٦) نسائی : کتاب الجهاد (۳۱۳٦) مسند احمد (٤/۳۹۲)]

کون ہے جو اس کے سامنے لب ہلا سکے یا آنکھ ملا سکے؟ اس کے سب اقوال وافعال' حکمت و مصلحت بھلائی اور خوبی سے پر ہیں۔ تعالیٰ شانہ وجد مجدہ۔

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾

نکل کھڑے ہو جاؤ ہلکے پھلکے ہو تو بھی اور بھاری بھر کم ہو تو بھی راہ رب میں اپنی مال و جان سے جہاد کرو' یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم میں علم ہو۔

ہر حال میں اللہ کی راہ میں نکلنے کا حکم: کہتے ہیں کہ سورہ براءت میں یہی آیت پہلے اتری ہے کہ اس میں ہے کہ غزوہ تبوک کے لئے تمام مسلمانوں کو ہمراہ ہادی امم رسول اللہ ﷺ نکل کھڑے ہونا چاہئے اہل کتاب کے کافر رومیوں سے جہاد کے لئے تمام مومنوں کو چلنا چاہیے خواہ جی مانے یا نہ مانے خواہ آسانی نظر آئے یا بھاری پڑے۔ ذکر ہو رہا تھا کہ کوئی بڑھاپے کا کوئی بیماری کا عذر کر دے گا تو یہ آیت اتری۔ بوڑھے جوان سب کو پیغمبر کا ساتھ دینے کا عام حکم ہوا کسی کا کوئی عذر نہ چلا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی یہی تفسیر کی اور اس حکم کی تعمیل میں سر زمین شام میں چلے گئے۔ اور نصرانیوں سے جہاد کرتے ہی رہے یہاں تک کہ جان بخش کو جان سونپی۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ

فصل: اور روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے اس آیت پر آئے تو فرمانے لگے ہمارے رب نے تو میرے خیال سے بوڑھے جوان سب کو جہاد کے لئے چلنے کی دعوت دی ہے میرے پیارے بچو میرا سامان تیار کرو۔ میں ملک شام کے جہاد میں شرکت کے لئے ضرور جاؤں گا۔ بچوں نے کہا ابا جی حضور اکرم ﷺ کی حیات تک آپ نے حضور اکرم ﷺ کی ماتحتی میں جہاد کیا۔ خلافت صدیقی میں آپ مجاہدین کے ساتھ رہے' خلافت فاروقی کے آپ مجاہد مشہور ہیں اب آپ کی عمر جہاد کی نہیں رہی آپ گھر پر آرام کیجئے تو لوگ آپ کی طرف سے میدان جہاد میں نکلتے ہیں اور اپنی تلواروں کے جوہر دکھاتے ہیں۔ لیکن آپ نہ مانے اور اسی وقت گھر سے روانہ ہو گئے سمندر پار جانے کے لئے کشتی لی اور چلے ہنوز منزل مقصود سے کئی دن کی راہ پر تھے جو بیچ سمندر میں روح پرور اللہ کو روح سونپ دی' نو دن تک کشتی چلتی رہی لیکن کوئی جزیرہ یا ٹاپو نظر نہ آیا کہ وہاں آپ کو دفنایا جاتا۔ نو دن کے بعد خشکی پر اترے اور آپ کو سپرد لحد کیا اب تک نعش مبارک جوں کی توں تھی رضی اللہ عنہ۔ اور بھی بہت سے بزرگوں سے خفافاً وثقالاً کی تفسیر جوان اور بوڑھے مروی ہے۔ الغرض جوان ہوں' بوڑھے ہوں' امیر ہوں' فارغ ہوں' مشغول ہوں' خوشحال ہوں یا تنگ دل ہوں' بھاری ہوں یا ہلکے ہوں' حاجتمند ہوں' کاریگر ہوں' آسانی والے ہوں' سختی والے ہوں' پیشہ ور ہوں یا تجارتی ہوں' قوی ہوں یا کمزور' جس حالت میں بھی ہوں بلا عذر کھڑے ہو جائیں اور راہ الٰہی کے جہاد کے لئے چل پڑیں۔ اس مسئلے کی تفصیل کے طور پر امام ابوعمرو اوزاعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جب اندرون روم پر حملہ ہوا ہو تو مسلمان ہلکے پھلکے اور سوار چلیں۔ اور جب ان بندرگاہوں کے کناروں پر حملہ ہو تو ہلکے' بوجھل' سوار' پیدل ہر طرح نکل کھڑے ہو جائیں۔

بعض حضرات کا قول ہے کہ آیت ﴿فَلَوْلَا نَفَرَ﴾ [1] سے یہ حکم منسوخ ہے۔ اس پر ہم پوری روشنی ڈالیں گے انشاءاللہ تعالیٰ۔

مروی ہے کہ ایک بھاری بدن کے بڑے شخص نے آپ سے اپنا حال ظاہر کر کے اجازت چاہی لیکن آپ نے انکار کر دیا اور یہ آیت اتری، لیکن یہ حکم صحابہ رضی اللہ عنہم پر سخت گزرا۔ پھر جناب باری تعالیٰ نے اسے آیت ﴿لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ﴾ [2] سے منسوخ کر دیا، یعنی ضعیفوں، بیماروں، تنگ دست فقیروں پر جب کہ ان کے پاس خرچ تک نہ ہو اگر دین ربانی اور شرع مصطفیٰ کے حامی اور طرف دار اور خیر خواہ ہوں تو میدان جنگ میں نہ جانے پر کوئی حرج نہیں۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اول غزوے سے لے کر پوری عمر تک سوائے ایک سال کے ہر غزوے میں موجود رہے اور فرماتے رہے کہ خفیف و ثقیل دونوں کو نکلنے کا حکم ہے اور انسان کی حالت ان دونوں حالتوں سے سوا نہیں ہوتی۔ حضرت ابوراشد حبرانی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سوار سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو حمص میں دیکھا کہ ہڈی اتر گئی ہے پھر بھی ہودج میں سوار ہو کر جہاد کو جا رہے ہیں تو میں نے کہا کہ اب تو شریعت آپ کو معذور سمجھتی ہے پھر آپ یہ تکلیف کیوں اٹھا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا سنو! سورۃ البحوث میں یعنی سورہ براءۃ ہمارے سامنے اتری ہے جس میں حکم ہے کہ ہلکے بھاری سب جہاد کو جاؤ۔ حضرت حبان بن زید شرعبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم صفوان بن عمرو والی حمص کے ساتھ جراجمہ کی جانب جہاد کے لئے چلے میں نے دمشق کے ایک بزرگ عمر رسیدہ کو دیکھا کہ حملہ کرنے والوں کے ساتھ اپنے اونٹ پر سوار وہ بھی آ رہے ہیں ان کی بھویں ان کی آنکھوں پر پڑ رہی ہیں شیخ فانی ہو چکے ہیں۔ میں نے پاس جا کر کہا چچا صاحب! آپ تو اب اللہ تعالیٰ کے نزدیک معذور ہیں۔ یہ سن کر آپ نے اپنی آنکھوں سے بھویں ہٹا لیں اور فرمایا بھتیجے سنو! اللہ تعالیٰ نے ہلکے اور بھاری ہونے کی دونوں صورتوں میں ہم سے جہاد نکلنے کی طلب کی ہے، سنو جس سے اللہ تعالیٰ کی محبت ہوتی ہے اس کی آزمائش بھی ہوتی ہے پھر اس پر بعد از ثابت قدمی اللہ تعالیٰ کی رحمت برستی ہے، سنو اللہ کی آزمائش شکر و صبر و ذکرِ اللہ اور توحید خالص سے ہوتی ہے۔ جہاد کے حکم کے بعد مالک زمین وزماں اپنی راہ میں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی میں مال و جان کے خرچ کا حکم دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ دنیا و آخرت کی بھلائی اسی میں ہے۔ دنیوی نفع تو یہ ہے کہ یونہی سا خرچ ہوگا اور بہت سی غنیمت ملے گی آخرت کا نفع یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ذمے دو باتوں میں سے ایک ضروری ہے وہ مجاہد کو یا تو شہید کر کے جنت کا مالک بنا دیتا ہے یا اسے سلامتی اور غنیمت کے ساتھ واپس لوٹاتا ہے۔ [3] خود اللہ تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے کہ تم پر جہاد فرض کر دیا گیا ہے باوجودیکہ تم اس سے کنی کترا رہے ہو، لیکن بہت ممکن ہے کہ تمہاری نہ چاہی ہوئی چیز ہی

---

[1] [سورة التوبه: آيت ۱۲۲]

[2] [سورة التوبه: آيت ۹۱]

[3] [صحيح : صحيح بخاری : كتاب فرض الخمس : باب قول النبی احلت لكم الغنائم (۳۱۲۳) صحيح مسلم : كتاب الامارة : باب فضل الجهاد والخروج فی سبيل الله (۱۸۷۶)]

دراصل تمہارے لئے بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ تمہاری چاہت کی چیز فی الواقع تمہارے حق میں بے حد مضر ہو سنو تم تو بالکل نادان ہو اور اللہ تعالیٰ پورا پورا دانا بینا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا مسلمان ہو جا۔ اس نے کہا جی تو چاہتا نہیں آپ ﷺ نے فرمایا گو نہ چاہے[1] (مسند احمد)

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۭ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ؀۴۲

اگر چہ جلد وصول ہونے والا مال اسباب ہوتا اور ہلکا سا سفر ہوتا تو یہ ضرور تیرے پیچھے ہو لیتے لیکن ان پر تو دوری اور دراز کی مشکل پڑ گئی' اب تو یہ اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھانے لگے کہ اگر ہم میں قوت و طاقت ہوتی تو ہم یقیناً آپ کے ساتھ نکل کھڑے ہوتے' یہ اپنی جانوں کو خود ہلاکت میں ڈال رہے ہیں' ان کے جھوٹا ہونے کا سچا علم اللہ تعالیٰ کو ہے○

منافقین کے دھوکے سے بچو: جو لوگ غزوہ تبوک میں جانے سے رہ گئے تھے اور اس کے بعد حضور اکرم ﷺ کے پاس آ آ کر اپنے جھوٹے جھوٹے بناوٹی عذر پیش کرنے لگے تھے' انہیں اس آیت سے ڈانٹا جا رہا ہے کہ دراصل انہیں کوئی معذوری نہ تھی اگر کوئی آسان غنیمت کا اور قریب کا سفر ہوتا تو یہ لالچی ساتھ ہو لیتے لیکن شام تک کے لمبے سفر نے ان کے گھٹنے توڑ دیئے' اس مشقت کے خیال نے ان کے ایمان کمزور کر دیئے' اب یہ آ آ کر جھوٹی قسمیں کھا کھا کر اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو دھوکے دے رہے ہیں کہ اگر کوئی عذر نہ ہوتا تو بھلا ہم شرف ہم رکابی چھوڑنے والے تھے' ہم تو جان و دل سے آپ ﷺ کے قدموں میں حاضر ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کے جھوٹ کا مجھے علم ہے انہوں نے تو اپنے آپ کو غارت کر دیا۔

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ؀۴۳ لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ؀۴۴ اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ؀۴۵

اللہ تعالیٰ تجھے معاف فرما دے' تو نے انہیں کیوں اجازت دے دی؟ بغیر اس کے تیرے سامنے سچے لوگ کھل جائیں اور تو جھوٹے لوگوں کو بھی جان لے○ اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان و یقین رکھنے والے تو مالی اور جانی جہاد سے رک رہنے کی کبھی بھی تجھ سے اجازت طلب نہیں کریں گے' اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے○ یہ اجازت تو تجھ سے وہی طلب کرتے ہیں جنہیں نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے نہ آخرت کے دن کا یقین ہے جن کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں اور

---

[1] [صحیح : مسند احمد (۳/۱۰۹، ۱۸۱) مجمع الزوائد (۵/۳۰۵) مسند ابو یعلی (۳۷۶۵)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو شیخین کی شرط پر صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۱۲۰۶۱)]

وہ اپنے شک میں ہی سرگرداں ہیں○

جہاد سے فرار کے بہانے بنانا صرف بے ایمانوں کا کام: سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کی اپنے محبوب سے کیسی پیار بھری باتیں ہورہی ہیں' سخت بات سنانے سے پہلے ہی معافی کا اعلان سنایا جارہا ہے کہ اس کے بعد رخصت دینے کا عہد بھی سورۂ نور میں سونپ دیا جاتا ہے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے ﴿فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ﴾ [1] یعنی ان میں سے کوئی اگر آپ سے اپنے کسی کام اور شغل کی وجہ سے اجازت چاہے تو آپ جسے چاہیں اجازت دے سکتے ہیں۔ یہ آیت ان کے بارے میں اتری ہے جن لوگوں نے آپس میں طے کرلیا تھا کہ حضور اکرم ﷺ سے اجازت طلبی تو کریں اگر اجازت ہو جائے تو اور اچھا اور اگر اجازت نہ بھی دیں تاہم اس غزوے میں جائیں گے تو نہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر انہیں اجازت نہ ملتی تو اتنا فائدہ ضرور ہوتا کہ سچے عذر والے اور جھوٹے بہانے والے کھل جاتے' نیک و بد میں ظاہری تمیز ہو جاتی' اطاعت گزار تو حاضر ہو جاتے نافرمان باوجود اجازت نہ ملنے کے بھی نہ نکلتے' کیونکہ انہوں نے تو طے کرلیا تھا کہ حضور اکرم ﷺ ہاں کہیں یا نہ کہیں ہم تو جہاد میں جائیں گے ہی نہیں۔ اس لئے جناب باری تعالیٰ نے اس کے بعد کی آیت میں فرمایا کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ سچے ایماندار لوگ راہ ربانی کے جہاد سے رکنے کی اجازت تجھ سے طلب کریں' وہ تو جہاد کو موجب قربت الٰہی مان کر اپنی جان و مال کے فدا کرنے کے آرزومند رہتے ہیں اللہ تعالیٰ بھی اس متقی جماعت سے بخوبی آگاہ ہے۔ یہ بلا عذر شرعی بہانے بنا کر جہاد سے رک جانے کی اجازت طلب کرنے والے تو بے ایمان لوگ ہیں جنہیں دار آخرت کی جزا کی کوئی امید ہی نہیں ان کے دل آج تک تیری شریعت سے شک وشبہ میں ہی ہیں یہ حیران و پریشان ہیں ایک قدم ان کا آگے بڑھتا ہے تو دوسرا پیچھے ہٹتا ہے انہیں ثابت قدمی اور استقلال نہیں یہ ہلاک ہونے والے ہیں یہ نہ ادھر ہیں نہ ادھر یہ اللہ کے گمراہ کئے ہوئے ہیں تو ان کے سنوارنے کا کوئی رستہ نہ پائے گا۔

وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۴۶﴾ لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاَاْوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾

اگر ان کا ارادہ جہاد کے لئے نکلنے کا ہوتا تو وہ اس سفر کے لئے سامان کی تیاری کر رکھتے لیکن اللہ کو ان کا اٹھنا پسند ہی نہ تھا پس انہیں حرکت سے ہی روک دیا اور کہہ دیا کہ تم تو بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھے ہی رہو○ اگر یہ تم میں مل کر نکلتے بھی تو تمہارے لئے سوائے فساد کے اور کوئی چیز نہ بڑھاتے بلکہ تمہارے درمیان خوب گھوڑے دوڑا دیتے اور تم میں فتنے ڈالنے کی تلاش میں رہتے' ان کے ماننے والے خود تم میں موجود ہیں' اللہ تعالیٰ ان ظالموں کو خوب جانتا ہے○

---

[1] [سورۃ نور: آیت ٦٢]

منافقین کی بدحرکتوں کا بیان: یہ عذر کرتے ہیں۔ان کے غلط ہونے کی ایک ظاہری دلیل یہ بھی ہے کہ اگر ان کا ارادہ ہوتا تو کم ازکم سامان سفر تو تیار کر لیتے لیکن یہ تو اعلان اور حکم کے بعد بھی دن گزرنے پر بھی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے ایک تنکا بھی ادھر ادھر نہ کیا۔ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کا تمہارے ساتھ نکلنا پسند ہی نہ تھا اس لئے انہیں پیچھے ہٹا دیا' اور قدرتی طور پر ان سے کہہ دیا گیا کہ تم تو بیٹھنے والوں کا ہی ساتھ دو۔ سنو ان کے ساتھ کو ناپسند رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ پورے نامراد اعلیٰ درجے کے بزدل بڑے ہی ڈرپوک ہیں۔ اگر یہ تمہارے ساتھ ہوتے تو پتہ کھڑکا اور بندہ سرکا کی مثل کو اصل کر دکھاتے اور ان کے ساتھ ہی تم میں بھی فساد برپا ہو جاتا۔ یہ ادھر کی ادھر' ادھر کی ادھر لگا بجھا کر بات کا بتنگڑ بنا کر آپس میں پھوٹ اور عداوت ڈلوا دیتے اور کوئی نیا فتنہ کھڑا کر کے تمہیں آپس میں ہی الجھا دیتے' ان کے ماننے والے ان کے ہم خیال ان کی پالیسی کو اچھی نظر سے دیکھنے والے خود تم میں بھی موجود ہیں وہ اپنے بھولے پن سے ان کے شر انگیزیوں سے بے خبر رہتے ہیں جس کا نتیجہ مومنوں کے حق میں نہایت برا نکلتا ہے آپس میں شر و فساد پھیل جاتا ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ وغیرہ کا مطلب یہ ہے کہ ان کے گویندے ان کی سی آئی ڈی اور جاسوس بھی تم میں لگے ہوئے ہیں جو تمہاری رتی رتی کی خبریں انہیں پہنچاتے ہیں۔ لیکن یہ معنی کرنے سے وہ لطافت باقی نہیں رہتی جو شروع آیت سے ہے یعنی ان لوگوں کا تمہارے ساتھ نہ نکلنا اللہ تعالیٰ کو اس لئے بھی ناپسند رہا کہ تم میں بعض وہ بھی ہیں جو ان کی مان لیا کرتے ہیں۔ یہ تو بہت درست ہے لیکن جاسوسی کی کوئی خصوصیت ان کے نہ نکلنے کی وجہ کے لئے نہیں ہو سکتی' اسی لئے قتادہ رحمہ اللہ وغیرہ مفسرین کا یہی قول ہے۔ امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اجازت طلب کرنے والوں میں عبداللہ بن ابی بن سلول اور جد بن قیس بھی تھا اور یہی بڑے بڑے رؤسا اور ذی اثر منافق تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں دور ڈال دیا' اگر یہ ساتھ ہوتے تو ان کی منہ دیکھی ماننے والے وقت پر ان کے ساتھ ہو کر مسلمانوں کے نقصان کا باعث بن جاتے محمدی لشکر میں ابتری پھیل جاتی کیونکہ یہ لوگ وجاہت والے تھے اور کچھ مسلمان ان کے حال سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ان کے ظاہری اسلام اور چرب کلامی پر مفتون تھے اور اب تک ان کے دلوں میں ان کی محبت تھی' یہ ان کی لاعلمی کی وجہ سے تھی' سچ ہے پورا علم اللہ ہی کو ہے غائب حاضر ہو چکا ہے اور ہونے والا سب اس پر روشن ہے اسی اپنے علم غیب کی بنا پر وہ فرماتا ہے کہ تم مسلمانو! ان کا نہ نکلنا غنیمت سمجھو یہ ہوتے تو اور فساد اور فتنہ برپا کرتے' نہ کرتے نہ کرنے دیتے' اسی باعث فرمان ہے کہ اگر کفار دوبارہ بھی دنیا میں لوٹائے جائیں تو نئے سرے سے پھر وہی کریں جس سے منع کئے جائیں اور یہ جھوٹے کہ جھوٹے ہی رہیں۔ (۱) اور آیت میں ہے کہ اگر علم اللہ تعالیٰ میں ان کے دلوں میں کوئی بھی خیر ہوتی تو اللہ عزوجل انہیں ضرور سنا دیتا لیکن اب تو یہ حال ہے کہ سنیں بھی تو منہ موڑ کر لوٹ جائیں۔ (۲)

اور جگہ ہے کہ اگر ہم ان پر لکھ دیتے کہ تم آپس میں ہی موت کا کھیل کھیلو یا جلا وطن ہو جاؤ تو بجز بہت کم لوگوں کے یہ ہرگز اسے نہ کرتے' حالانکہ ان کے حق میں بہتر اور اچھا یہی تھا کہ جو نصیحت انہیں کی جائے یہ

---

(۱) [سورۃ الانعام: ۲۸] (۲) [الانفال: ۲۳]

اسے بجالائیں تاکہ اس صورت میں ہم انہیں اپنے پاس سے اجرِ عظیم دیں اور راہِ مستقیم دکھائیں۔ [1] اور بھی ایسی آیتیں بہت ساری ہیں۔

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۴۸﴾

یہ تو اس سے پہلے بھی فتنے کی تلاش کرتے رہے ہیں اور تیرے لئے کاموں کو الٹ پلٹ کرتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ حق آ پہنچا اور اللہ تعالیٰ کا حکم غالب آ گیا باوجودیکہ وہ ناخوشی میں ہی رہے ○

منافق ہمیشہ فتنہ کے لیے موقع کی تلاش میں: اللہ تعالیٰ منافقین سے نفرت دلانے کے لئے فرما رہا ہے کہ کیا بھول گئے مدتوں یہ تو فتنہ وفساد کی آگ سلگاتے رہے ہیں اور تیرے کام کے الٹ دینے کی بیسیوں تدبیریں کر چکے ہیں مدینے میں آپ ﷺ کا قدم آتے ہی تمام عرب نے ایک ہو کر مصیبتوں کی بارش آپ ﷺ پر برسا دی باہر سے وہ چڑھ دوڑے اندر سے یہود مدینہ اور منافق مدینہ نے بغاوت کر دی لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک ہی دن میں سب کی کمانیں اتار دیں ان کے جوڑ ڈھیلے کر دیئے ان کے جوش ٹھنڈے کر دیئے بدر کے معرکے نے ان کے ہوش وحواس بھلا دیئے اور ان کے امان ذبح کر دیئے۔ رأس المنافقین عبداللہ بن ابی نے صاف کہہ دیا کہ بس اب یہ لوگ ہمارے بس کے نہیں رہے اب تو سوا اس کے کوئی چارہ نہیں کہ ظاہر میں اسلام کی موافقت کی جائے دل میں جو ہے سو ہے وقت آنے دو وقت پر دیکھی جائے گی اور دکھا دی جائے گی۔ پھر جوں جوں حق کی بلندی اور توحید کی اونچائی ہوتی گئی یہ جلتے جھلستے گئے۔ آخر حق نے قدم جمائے اور کلمہ ربانی غالب آ گیا اور یہ یونہی پیٹ پیٹتے اور ڈنڈے بجاتے رہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ ۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۹﴾

ان میں سے کوئی کہتا ہے کہ مجھے اجازت دیجئے مجھے فتنہ میں نہ ڈالئے آگاہ رہو وہ تو فتنے میں پڑ چکے ہیں' یقیناً دوزخ کافروں کو گھیر لینے والی ہے ○

منافقت بذات خود فتنہ: جد بن قیس سے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اس سال نصرانیوں کے جلاوطن کرنے میں تو ہمارا ساتھ دے گا۔ تو اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے تو معاف رکھئے میری ساری قوم جانتی ہے کہ میں عورتوں کا بے طرح شیدا ہوں عیسائی عورتوں کو دیکھ کر مجھ سے تو اپنا نفس روکا نہ جائے گا۔ آپ ﷺ نے اس سے منہ موڑ لیا۔ اسی کا بیان اس آیت میں ہے کہ اس منافق نے یہ بہانہ بنایا حالانکہ وہ فتنے میں تو پڑا ہوا ہے' رسول اللہ ﷺ کا ساتھ چھوڑنا جہاد سے منہ موڑنا یہ کیا کم فتنہ ہے؟ [2] یہ منافق بنوسلمہ قبیلے کا رئیس اعظم تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے جب اس

---

[1] [النسآء: ٦٦، ٦٨]

[2] [**صحیح بالشواهد:** تفسیر ابن جریر الطبری (١٦٨٠٣) سیرۃ ابن هشام (٤/٥١٦)]

قبیلے کے لوگوں سے دریافت فرمایا کہ تمہارا سردار کون ہے؟ تو انہوں نے کہا جد بن قیس جو بڑا ہی شوم اور بخیل ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا بخل سے بڑھ کر اور کیا بری بیماری ہے؟ سنو اب سے تمہارا سردار نوجوان سفید اور خوبصورت بشر بن براء بن معرور ہے۔ [1] جہنم کافروں کو گھیر لینے والی ہے نہ اس سے وہ بچ سکیں نہ بھاگ سکیں نہ نجات پا سکیں۔

اِنۡ تُصِبۡكَ حَسَنَةٌ تَسُؤۡهُمۡ‌ۚ وَاِنۡ تُصِبۡكَ مُصِيۡبَةٌ يَّقُوۡلُوۡا قَدۡ اَخَذۡنَاۤ اَمۡرَنَا مِنۡ قَبۡلُ وَيَتَوَلَّوۡا وَّهُمۡ فَرِحُوۡنَ ۝۵۰ قُلۡ لَّنۡ يُّصِيۡبَنَاۤ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا‌ۚ هُوَ مَوۡلٰٮنَا‌ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۝۵۱

تجھے اگر کوئی بھلائی مل جائے تو انہیں برا لگتا ہے اور تجھے کوئی برائی پہنچ جائے تو یہ کہتے ہیں ہم نے تو اپنا معاملہ پہلے ہی درست کر لیا تھا پھر تو بڑے ہی اتراتے ہوئے لوٹتے ہیں ○ تو کہہ دے کہ ہمیں سوائے اللہ تعالیٰ کے ہمارے حق میں لکھے ہوئے کوئی چیز پہنچ ہی نہیں سکتی وہ ہمارا کارساز اور مولیٰ ہے مومنوں کو تو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک پر ہی بھروسہ کرنا چاہئے ○

منافقوں کو مسلمانوں کی خوشی برداشت نہیں: ان بدظن لوگوں کی اندرونی خباثت کا بیان ہو رہا ہے کہ مسلمانوں کی فتح و نصرت سے ان کی بھلائی اور ترقی سے ان کے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے اور اگر اچانک یہاں اس کے خلاف ہوا تو الاپ الاپ کر اپنی چالاکی کے افسانے گائے جاتے ہیں کہ میاں اسی وجہ سے ہم تو ان سے بچتے رہے مارے خوشی کے بغلیں بجانے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کو جواب دے کہ رنج و راحت اور ہم خود اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور اس کی منشاء کے ماتحت ہیں وہ ہمارا مولیٰ ہے وہ ہمارا آقا ہے وہ ہماری پناہ ہے ہم مومن ہیں اور مومنوں کا بھروسہ اسی پر ہوتا ہے وہ ہمیں کافی ہے بس ہے وہ ہمارا کارساز ہے اور بہترین کارساز ہے۔

قُلۡ هَلۡ تَرَبَّصُوۡنَ بِنَاۤ اِلَّاۤ اِحۡدَى الۡحُسۡنَيَيۡنِ‌ؕ وَنَحۡنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمۡ اَنۡ يُّصِيۡبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنۡ عِنۡدِهٖۤ اَوۡ بِاَيۡدِيۡنَا‌ ۖ فَتَرَبَّصُوۡۤا اِنَّا مَعَكُمۡ مُّتَرَبِّصُوۡنَ ۝۵۲ قُلۡ اَنۡفِقُوۡا طَوۡعًا اَوۡ كَرۡهًا لَّنۡ يُّتَقَبَّلَ مِنۡكُمۡ‌ؕ اِنَّكُمۡ كُنۡتُمۡ قَوۡمًا فٰسِقِيۡنَ ۝۵۳ وَمَا مَنَعَهُمۡ اَنۡ تُقۡبَلَ مِنۡهُمۡ نَفَقٰتُهُمۡ اِلَّاۤ اَنَّهُمۡ كَفَرُوۡا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوۡلِهٖ وَلَا يَاۡتُوۡنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمۡ كُسَالٰى وَلَا يُنۡفِقُوۡنَ اِلَّا وَهُمۡ كٰرِهُوۡنَ ۝۵۴

کہہ دے کہ تم ہمارے بارے میں جس چیز کا انتظار کر رہے ہو وہ دو بھلائیوں میں سے ہی ایک ہے اور ہم تمہارے حق میں اس کا انتظار کرتے ہیں کہ یا تو اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے کوئی سزا تمہیں دے یا ہمارے ہاتھوں سے پس ایک طرف تم منتظر رہو دوسری جانب تمہارے ساتھ ہم بھی منتظر ہیں کہہ دے کہ تم خوشی یا ناخوشی کسی طرح بھی خرچ کرو قبول تو ہرگز نہ کیا جائے گا یقیناً تم بے حکم لوگ ہو ○ کوئی سبب ان کے خرچ کی قبولیت کے نہ ہونے کا اس کے سوا نہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے منکر ہیں اور بڑی کاہلی سے ہی نماز کو آتے ہیں اور برے دل سے ہی خرچ کرتے ہیں ○

---

[1] [**صحیح بالشواھد**: طبرانی کبیر (۱۹/۱۶۳، ۱۶۴) مجمع الزوائد (۹/۳۱۵)]

جہاد کے دو نتیجے: مسلمانوں کے جہاد میں دو ہی انجام ہوتے ہیں اور دونوں ہر طرح اچھے ہیں۔ اگر شہادت ملی تو جنت اپنی ہے اور اگر فتح ملی تو غنیمت واجر ہے۔ پس اے منافقو! تم جو ہماری بابت انتظار کر رہے ہو وہ انہی دو اچھائیوں میں سے ایک ہے' اور ہم جس بات کا انتظار تمہارے بارے میں کر رہے ہیں وہ دو برائیوں میں سے ایک کا ہے یعنی یا تو یہ کہ عذابِ رب براہ راست تم پر آ جائے یا ہمارے ہاتھوں تم پر رب کی مار پڑے کہ قتل و قید ہو جاؤ۔ اچھا اب تم اپنی جگہ اور ہم اپنی جگہ منتظر رہیں دیکھیں پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟ تمہارے خرچ کرنے کا اللہ بھوکا نہیں تم خوشی سے دو تو اور ناراضگی سے دو تو وہ تو قبول فرمانے کا نہیں اس لئے کہ تم فاسق لوگ ہو تمہارے خرچ کی عدمِ قبولیت کا باعث کفر ہے اور اعمال کی قبولیت کی شرط کفر کا نہ ہونا بلکہ ایمان کا ہونا ہے ساتھ ہی کسی عمل میں تمہارا نیک قصد اور سچی ہمت نہیں نماز کو آتے ہو تو بھی ہارے دل سے گرتے پڑتے' مرتے بچھڑتے' سست اور کاہل ہو کر۔ دیکھا دیکھی مجمع میں دو چار سجدے دے بھی دیتے ہو تو مرے جی سے' دل کی تنگی سے۔ صادق ومصدوق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نہیں تھکتا لیکن تم تھک جاتے ہو۔ [1] اللہ پاک ہے وہ پاک چیز ہی قبول فرماتا ہے [2] متقیوں کے اعمال قبول ہوتے ہیں تم فاسق ہو تمہارے اعمال قبولیت سے گرے ہوئے ہیں۔

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝

تو ان کے مال و اولاد سے تعجب میں نہ پڑ' اللہ تعالیٰ کی چاہت یہی ہے کہ اس سے انہیں دنیا کی زندگی میں ہی سزا دے اور ان کے کفر ہی کی حالت میں ان کی جانیں نکل جائیں ○

اہل دنیا سے مرعوب نہ ہونا: ان کے مال و اولاد کو للچائی ہوئی نگاہوں سے نہ دیکھ' ان کی دنیا کی اس ہیرا پھیری کی کوئی حقیقت نہ گن یہ ان کے حق میں کوئی بھلی چیز نہیں یہ تو ان کے لئے دنیوی سزا بھی ہے کہ نہ اس میں سے زکوۃ نکلے نہ اللہ کے نام خیرات ہو۔ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں یہاں مطلب مقدم مؤخر ہے یعنی تجھے ان کے مال و اولاد اچھے نہ لگنے چاہئیں اللہ کا ارادہ اس سے انہیں اس حیات میں ہی سزا دینے کا ہے۔ پہلا قول حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا ہے وہی اچھا اور قوی ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں' اس میں یہ ایسے پھنسے رہیں گے کہ مرتے دم تک راہِ ہدایت نصیب نہیں ہوگی' یوں ہی بتدریج پکڑ لئے جائیں گے اور انہیں پتہ بھی نہ چلے گا۔ یہی حشمت و وجاہت' مال و دولت جہنم کی آگ بن جائے گی۔

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الایمان: باب احب الدین الی اللہ ادومہ (۴۳) صحیح مسلم: کتاب صلاۃ المسافرین: باب فضیلہ العمل الدائم (۷۸۵)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الزکاۃ: باب الصدقۃ من کسب الطیب (۱۴۱۰) صحیح مسلم: کتاب الزکاۃ: باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب (۱۰۱۴)]

وَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ إِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُونَ ﴿٥٦﴾ لَوْ يَجِدُونَ مَلْجَاً أَوْ مَغٰرٰتٍ أَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا إِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُونَ ﴿٥٧﴾

یہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کھا کر کہتے ہیں کہ یہ تمہاری جماعت کے لوگ ہیں، حالانکہ وہ دراصل تمہارے نہیں بات صرف اتنی ہے کہ یہ ڈرپوک لوگ ہیں، اگر یہ کوئی بچاؤ کی جگہ یا کوئی غار یا کوئی بھی سر گھسانے کی جگہ پالیں تو ابھی اس طرف لگام توڑ کر الٹے بھاگ دوڑیں ○

منافقوں کی جھوٹی قسمیں اور برادریہ: ان کی تنگ دلی اور ان کی غیر مستقل مزاجی، ان کی سراسیمگی اور پریشانی گھبراہٹ اور بے اطمینانی کا یہ حال ہے کہ تمہارے پاس آ کر تمہارے دل میں گھر کرنے کے لئے اور تمہارے ہاتھوں سے بچنے کے لئے بڑی لمبی چوڑی زبردست قسمیں کھاتے ہیں کہ واللہ! ہم تمہارے ہیں ہم مسلمان ہیں حالانکہ حقیقت اس کے برخلاف ہے یہ صرف خوف وڈر ہے جوان کے پیٹ میں درد پیدا کر رہا ہے۔ اگر آج انہیں اپنے بچاؤ کے لئے کوئی قلعہ مل جائے اگر آج یہ کوئی محفوظ غار دیکھ لیں یا کسی اچھی سرنگ کا پتہ انہیں چل جائے تو یہ سارے کے سارے دم بھر میں اس طرح اڑن چھو ہو جائیں تیرے پاس ان میں سے ایک بھی نظر نہ آئے کیونکہ انہیں تجھ سے کوئی محبت یا انس تو نہیں ہے یہ تو ضرورت مجبوری اور خوف کی بناء پر تمہاری چاپلوسی کر لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جوں جوں اسلام ترقی کر رہا ہے یہ بجھتے چلے جا رہے ہیں مومنوں کی ہر خوشی سے یہ جلتے تڑپتے ہیں ان کی ترقی انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتی، موقعہ مل جائے تو آج بھاگ جائیں۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ ﴿٥٨﴾ وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ ۙ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِينَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ ۙ إِنَّا إِلَى اللّٰهِ رٰغِبُونَ ﴿٥٩﴾ ع

ان میں وہ بھی ہیں جو خیراتی مال کی تقسیم کے بارے میں تجھ پر عیب رکھتے ہیں اگر انہیں اس میں سے مل جائے تو تو خوش ہیں اور اگر اس میں سے نہ ملا تو فوراً ہی بگڑ کھڑے ہوئے ○ اگر یہ لوگ اللہ اور رسول ﷺ کے دیئے ہوئے پر خوش رہتے، اور کہہ دیتے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کافی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل سے دے گا اور اس کا رسول بھی، ہم تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہی توقع رکھنے والے ہیں ○

منافق صرف مال وزر کے ساتھ راضی: بعض منافق آنحضرت ﷺ پر تہمت لگاتے کہ آپ ﷺ مال زکوۃ صحیح تقسیم نہیں کرتے وغیرہ، اور اس سے ان کا ارادہ سوائے اپنے نفع کے حصول کے اور کچھ نہ تھا۔ انہیں کچھ مل جائے تو راضی راضی ہیں اور یہ رہ جائیں تو بس ان کے نتھنے پھولے ہوئے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے مال زکوۃ جب ادھر ادھر تقسیم کر دیا تو انصار میں سے کسی نے ہانک لگائی کہ یہ انصاف نہیں اس پر یہ آیت اتری۔ اور روایت میں

ہے کہ ایک نومسلم صحرائی حضور اکرم ﷺ کو سونا چاندی بانٹتے ہوئے دیکھ کر کہنے لگا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تجھے عدل کا حکم دیا ہے تو تو عدل نہیں کرتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو تباہ ہوا گر میں بھی عادل نہیں تو زمین پر کون عادل ہوگا؟ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اس سے اور اس جیسوں سے بچو' میری امت میں اس جیسے لوگ ہوں گے قرآن پڑھیں گے لیکن حلق سے نیچے نہیں اترے گا وہ جب نکلیں انہیں قتل کر ڈالو پھر نکلیں پھر مار ڈالو پھر جب ظاہر ہوں پھر گردنیں مارو۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں قسم اللہ کی نہ میں تمہیں دوں نہ تم سے روکوں میں تو ایک خازن ہوں۔ جنگ حنین کے مال غنیمت کی تقسیم کے وقت ذوالخویصرہ حرقوص نامی ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ پر اعتراض کیا تھا اور کہا تھا تو عدل نہیں کرتا انصاف سے کام کر آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں بھی عدل نہ کروں تو پھر تیری بربادی کہیں نہیں جا سکتی۔ جب اس نے پیٹھ پھیری تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کی نسل سے ایک قوم نکلے گی جن کی نمازوں کے مقابلے میں تمہاری نمازیں تمہیں حقیر معلوم ہوں گی اور ان کے روزوں کے مقابلے میں تم میں سے ایک کو اپنے روزے حقیر معلوم ہوں گے لیکن وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے۔ تمہیں جہاں بھی وہ مل جائیں ان کے قتل میں کمی نہ کرو آسمان تلے ان مقتولوں سے بدتر مقتول اور کوئی نہیں [1] پھر ارشاد ہے کہ انہیں رسول ﷺ کے ہاتھوں جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے دلوایا تھا اگر یہ اس پر قناعت کرتے' صبر و شکر کرتے اور کہتے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کافی ہے وہ اپنے فضل سے اپنے رسول کے ہاتھوں ہمیں اور بھی دلوائے گا ہماری امیدیں ذاتِ الٰہی سے وابستہ ہیں تو یہ ان کے حق میں بہتر تھا۔ پس اس میں اللہ تعالیٰ کی تعلیم ہے کہ اللہ تعالیٰ جو دے اس پر انسان کو صبر و شکر کرنا چاہئے توکل ذات واحد پر رکھے اسی کو کافی و وافی سمجھے رغبت اور توجہ اور لالچ اور امید اور توقع اس کی ذات پاک سے رکھے' رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی اطاعت میں سر مو فرق نہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے توفیق طلب کرے کہ جو احکام ہوں انہیں بجا لانے اور جو منع کام ہوں انہیں چھوڑ دینے اور جو خبریں ہوں انہیں مان لینے اور صحیح اطاعت کرنے کی وہ رہبری فرمائے۔

إِنَّمَا الصَّدَقَٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَٰكِينِ وَالْعَٰمِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَٰرِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۖ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٦٠﴾

صدقے صرف فقیروں کے لئے ہیں اور مسکینوں کے لئے اور ان کے وصول کرنے والوں کے لئے اور ان کے لئے جن کے دل پرچائے جاتے ہوں اور گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے لئے اور اللہ کی راہ میں اور راہرو مسافروں کے لئے' فرض ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے' اللہ تعالیٰ علم و حکمت والا ہے ○

زکوٰۃ کے مصارف: اوپر کی آیت میں ان جاہل منافقوں کا ذکر تھا جو ذات رسول اللہ ﷺ پر تقسیم صدقات میں اعتراض کر بیٹھتے تھے۔ اب یہاں اس آیت میں بیان فرما دیا کہ تقسیم زکوٰۃ پیغمبر ﷺ کی مرضی پر موقوف نہیں

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المناقب: باب علامات النبوة فی الاسلام (٣٦١٠) صحیح مسلم: کتاب الزکاۃ: باب ذکر الخوارج وصفاتھم (١٠٦٤، ١٤٨) مسند احمد (٣/٥٦،٦٥)]

بلکہ ہمارے بتلائے ہوئے مصارف میں ہی لگتی ہے، ہم نے آپ اس کی تقسیم کردی ہے کسی اور کے سپرد نہیں کی۔ ابو داؤد میں ہے زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے سرکار نبوت میں حاضر ہو کر آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی ایک شخص نے آ کر آپ ﷺ سے سوال کیا کہ مجھے صدقے میں سے کچھ دلوایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نبی غیر نبی کسی کے حکم پر تقسیم زکوٰۃ کے بارے میں راضی نہیں ہوا یہاں تک کہ خود اس نے تقسیم کردی ہے آٹھ مصرف مقرر کردیئے ہیں اگر تو ان میں سے کسی میں ہے تو میں تجھے دے سکتا ہوں۔ (۱) امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ تو فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ کے مال کی تقسیم ان آٹھوں قسم کے تمام لوگوں پر کرنی واجب ہے اور امام مالک رحمہ اللہ وغیرہ کا قول ہے کہ واجب نہیں بلکہ ان میں سے کسی ایک کو ہی دے دینا کافی ہے گو اور قسم کے لوگ بھی ہوں۔ عام اہل علم کا قول بھی یہی ہے، آیت میں بیان مصرف ہے نہ کہ ان سب کو دینے کے وجوب کا ذکر۔ ان اقوال کی دلیلوں اور مناظروں کی جگہ یہ کتاب نہیں، واللہ اعلم۔

فقیروں کو سب سے پہلے اس لئے بیان فرمایا کہ ان کی حاجت بہت سخت ہے۔ گو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مسکین فقیر سے بھی برے حال والا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس کے ہاتھ تلے مال نہ ہو اسی کو فقیر نہیں کہتے بلکہ فقیر وہ بھی ہے جو محتاج ہو گرا پڑا ہو گو کچھ کھاتا پیتا کماتا بھی ہو۔ ابن علیہ کہتے ہیں اس روایت میں اخلق کا لفظ ہے۔ اخلق کہتے ہیں ہمارے نزدیک تجارت کو، لیکن جمہور اس کے برخلاف ہیں۔ اور بہت سے حضرات فرماتے ہیں فقیر وہ ہے جو سوال سے بچنے والا ہو، اور مسکین وہ ہے جو سائل ہو لوگوں کے پیچھے لگنے والا اور گھروں اور گلیوں میں گھومنے والا۔ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں فقیر وہ ہے جو بیماری والا ہو اور مسکین وہ ہے جو صحیح سالم جسم والا ہو۔ ابراہیم رحمہ اللہ کہتے ہیں مراد اس سے مہاجر فقراء ہیں۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ کہتے ہیں یعنی دیہاتیوں کو اس میں سے کچھ بھی نہ ملے۔ عکرمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں مسلمان فقراء کو مساکین نہ کہو مسکین تو صرف اہل کتاب کے لوگ ہیں۔ اب وہ حدیثیں سنئے جو ان آٹھ قسموں کے متعلق ہیں۔ فقراء، حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں صدقہ مال دار پر اور تندرست توانا پر حلال نہیں، (۲) دو شخصوں نے حضور اکرم ﷺ سے صدقہ کا مال مانگا آپ ﷺ نے بغور نیچے سے اوپر تک انہیں ہٹا کٹا، قوی، تندرست دیکھ کر فرمایا اگر تم چاہو تو میں تمہیں دے دوں لیکن امیر شخص کا اور قوی طاقتور کماؤ شخص کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔ (۳) مساکین، حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں مسکین یہی گھوم گھوم کر ایک لقمہ، دو لقمے، ایک کھجور، دو کھجور لے کر ٹل جانے والے ہی نہیں۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! پھر مساکین کون لوگ ہیں؟

---

(۱) [ضعیف: ابوداؤد : کتاب الزکاۃ : باب من یعطی من الصدقۃ وحد الغنی (۱۶۳۰)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابوداود] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن زیاد افریقی راوی ضعیف ہے۔]

(۲) [صحیح: ترمذی : کتاب الزکاۃ : باب ماجاء من لا تحل لہ الصدقۃ (۶۵۲) ابوداؤد : کتاب الزکاۃ : باب من یعطی من الصدقۃ وحد الغنی (۱۶۳۴) مستدرك حاکم (۱/۴۰۷) صحیح ابن حبان (۸۰۶) مسند احمد (۲/۱۶۴، ۱۹۲) دارمی (۱/۳۸۶)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

(۳) [صحیح: ابوداؤد: کتاب الزکاۃ (۱۶۳۳) صحیح ابوداود للألبانی]

آپ ﷺ نے فرمایا جو بے پرواہی کے برابر نہ پائے نہ اپنی ایسی حالت رکھے کہ کوئی دیکھ کر پہچان لے اور کچھ دے دے نہ کسی سے خود کوئی سوال کرے۔ (۱) صدقہ وصول کرنے والے یہ تحصیل دار ہیں انہیں اجرت اسی مال سے ملے گی۔ آنحضرت ﷺ کے قرابت دار جن پر صدقہ حرام ہے اس عہدے پر نہیں آ سکتے۔ عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے پاس یہ درخواست لے کر گئے کہ ہمیں صدقہ کا عامل بنا دیجئے۔ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ محمد اور آل محمد پر صدقہ حرام ہے یہ تو لوگوں کی میل کچیل ہے۔ (۲) جن کے دل پر چائے جاتے ہیں، ان کی کئی قسمیں ہیں بعضوں کو تو اس لئے دیا جاتا ہے کہ وہ اسلام قبول کر لیں جیسے کہ حضور اکرم ﷺ نے صفوان بن امیہ کو غنیمت حنین کا مال دیا تھا حالانکہ وہ اس وقت کفر کی حالت میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ نکلا تھا اس کا اپنا بیان ہے کہ آپ ﷺ کی اس داد و دہش نے میرے دل میں آپ ﷺ کی سب سے زیادہ محبت پیدا کر دی حالانکہ پہلے سب سے بڑا دشمن آپ ﷺ کا میں ہی تھا۔ (۳) بعضوں کو اس لئے دیا جاتا ہے کہ ان کا اسلام مضبوط ہو جائے اور ان کا دل اسلام پر لگ جائے، جیسے کہ حضور اکرم ﷺ نے حنین والے دن مکہ کے آزاد کردہ لوگوں کے سرداروں کو سو سو اونٹ عطا فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ میں ایک کو دیتا ہوں اور دوسرے کو جو اس سے زیادہ میرا محبوب ہے نہیں دیتا اس لئے کہ ایسا نہ ہو کہ وہ اوندھے منہ جہنم میں گر پڑے، (۴) ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یمن سے کچا سونا مٹی سمیت آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا تو آپ ﷺ نے صرف چار شخصوں میں ہی تقسیم فرمایا، اقرع بن حابس، عیینہ بن بدر، علقمہ بن علاثہ اور زید خیر، اور فرمایا میں ان کی دلجوئی کے لئے انہیں دے رہا ہوں۔ (۵) بعض کو اس لئے بھی دیا جاتا ہے کہ اس جیسے اور لوگ بھی اسلام قبول کر لیں۔ بعض کو اس لئے دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے آس پاس والوں سے صدقہ پہنچائے یا آس پاس کے دشمنوں کی نگہداشت رکھے اور انہیں اسلامیوں پر حملہ کرنے کا موقعہ نہ دے۔ ان سب کی تفصیل کی جگہ احکام و فروغ کی کتابیں ہیں نہ کہ یہ تفسیر، واللہ اعلم۔

---

(۱) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الزکاة: باب قول الله عزوجل لا يسئلون الناس الحافا (۱۴۷۹) صحیح مسلم: کتاب الزکاة: باب المسکین انزل لا یجد غنی (۱۰۳۹) مسند احمد (۳۹۵/۲)]

(۲) [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الزکاة: باب ترك استعمال ال النبی علی الصدقة (۱۰۷۲) ابوداؤد: کتاب الخراج والفیئ (۲۹۸۵) نسائی: کتاب الزکاة (۲۶۰۸) مسند احمد (۱۶۶/٤)]

(۳) [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الفضائل: باب فی سخائه (۲۳۱۳) ترمذی: کتاب الزکاة: باب ماجآء فی اعطاء المؤلفة قلوبهم (۶۶۶) مسند احمد (۴۰۱/۳)]

(۴) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الایمان: باب اذا لم یکن الاسلام علی الحقیقة (۲۷) و کتاب الزکاة (۱۴۷۸) نسائی: کتاب الایمان: باب تأویل قوله عزوجل قالت الاعراب امنا (۵۰۰۷) ابوداؤد: کتاب السنة: باب الدلیل علی زیادة الایمان و نقصانه (۴۶۸۳) مسند احمد (۱۷۶/۱)]

(۵) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء: باب قول الله تعالی والی عاد اخاهم هود (۳۳۴۴) صحیح مسلم: کتاب الزکاة: باب ذکر الخوارج وصفاتهم (۱۰۶۴۔۱۴۴) نسائی: کتاب الزکاة: باب المؤلفة قلوبهم (۲۵۷۷) ابوداؤد: کتاب السنة (۴۷۶۴)]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور عامر شعبی اور ایک جماعت کا قول ہے کہ آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد اب یہ مصرف باقی نہیں رہا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت دے دی ہے مسلمان ملکوں کے مالک بن گئے ہیں اور بہت سے بندگانِ رب ان کے ماتحت ہیں۔ لیکن اور بزرگوں کا قول ہے کہ اب بھی مولفۃ القلوب کو زکوٰۃ دینی جائز ہے۔ فتح مکہ اور فتح ہوازن کے بعد بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ان لوگوں کو مال دیا۔ دوسرے یہ کہ اب بھی ایسی ضرورتیں پیش آجایا کرتی ہیں آزادگی گردن کے بارے میں بہت سے بزرگ فرماتے ہیں کہ مراد اس سے وہ غلام ہیں جنہوں نے رقم مقرر کر کے اپنے مالکوں سے اپنی آزادگی کی شرط کرلی ہے انہیں مال زکوٰۃ سے رقم دی جائے کہ وہ ادا کر کے آزاد ہو جائیں۔ اور بزرگ فرماتے ہیں کہ وہ غلام جس نے یہ شرط نہ لکھوائی ہو اسے بھی مال زکوۃ سے خرید کر آزاد کرنے میں کوئی ڈر خوف نہیں۔ غرض مکاتب غلام اور محض غلام دونوں کی آزادگی زکوٰۃ کا ایک مصرف ہے احادیث میں بھی اس کی بہت کچھ فضیلت وارد ہوئی ہے یہاں تک کہ فرمایا کہ آزاد کردہ غلام کے ہر ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کا ہر ہر عضو جہنم سے آزاد ہو جاتا ہے یہاں تک کہ شرمگاہ کے بدلے شرمگاہ بھی'[1] اس لئے کہ ہر نیکی کی جزا اسی جیسی ہوتی ہے۔ قرآن فرماتا ہے تمہیں وہی جزا دی جائے گی جو تم نے کیا ہوگا۔[2] حدیث میں ہے تین قسم کے لوگوں کی مدد اللہ تعالیٰ کے ذمے حق ہے' وہ غازی جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہو' وہ مکاتب غلام اور قرضدار جو ادائیگی کی نیت رکھتا ہو' وہ نکاح کرنے والا جس کا ارادہ بدکاری سے محفوظ رہنے کا ہو۔[3] کسی نے حضور اکرم ﷺ سے کہا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتلایئے جو مجھے جنت سے قریب اور دوزخ سے دور کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا نسمہ آزاد کر اور گردن خلاصی کر۔ اس نے کہا کیا یہ دونوں ایک ہی چیز نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں نسمہ کی آزادگی تو یہ ہے کہ تو اکیلا ہی کسی غلام کو آزاد کر دے اور گردن خلاصی یہ ہے کہ تو بھی اس میں جو تجھ سے ہو سکے مدد کرے'[4] قرضدار ان کی بھی کئی قسمیں ہیں ایک شخص دوسرے کا بوجھ اپنے اوپر لے لے کسی کے

---

[1] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب کفارات الایمان : باب قول الله تعالی او تحریر رقبة (٦٧١٥) صحیح مسلم : کتاب العتق : باب فضل العتق (١٥٠٩)]

[2] [سورہ الصافات: آیت ٣٩]

[3] [حسن :ترمذی : کتاب فضائل الجهاد : باب ماجآء فی المجاهد (١٦٥٥) ابن ماجه : کتاب العتق : باب المکاتب (٢٥١٨) نسائی : کتاب الجهاد : باب فضل الروحة فی سبیل الله عزوجل (٣١٢٠) مسند احمد (٢/٢٥١ ـ ٣٤٧)] امام ترمذیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ترمذی ، صحیح ابن ماجه]

[4] [صحیح :مسند احمد (٤/٢٩٩) صحیح ابن حبان (٣٧٤) مسند طیالسی (٧٣٩) بیهقی فی السنن الکبری (١٠/٢٧٢) مستدرك حاکم (٢/٢١٧) بغوی فی شرح السنة (٢٤١٩)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔[فتح الباری (٥/١٤٦)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ احمد کے راوی ثقہ ہیں۔[مجمع الزوائد (٤/٢٤٣)] شیخ شعیب ارناؤط اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (١٨٦٤٧)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

قرض کا آپ ضامن بن جائے پھر اس کا مال اٹھ جائے یا وہ خود قرضدار بن جائے یا کسی نے برائی پر قرض اٹھایا ہو اور اب وہ توبہ کر لے پس انہیں مال زکوٰۃ دیا جائے گا کہ یہ قرض ادا کر دیں۔ اس مسئلے کی اصل قبیصہ رضی اللہ عنہ بن مخارق ہلالی کی یہ روایت ہے کہ میں نے دوسرے کا حوالہ اپنی طرف لیا تھا پھر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ٹھہرو ہمارے پاس مال صدقہ آئے گا تو ہم اس میں سے تمہیں دیں گے۔ پھر فرمایا قبیصہ سن! تین قسم کے لوگوں کو ہی سوال حلال ہے ایک تو وہ جو ضامن پڑے پس اس رقم کے پورا ہونے تک اسے سوال جائز ہے پھر سوال نہ کرے۔ دوسرا وہ جس کا مال کسی آفت ناگہانی سے ضائع ہو جائے اسے بھی سوال کرنا درست ہے یہاں تک کہ پیٹ بھرائی ہو جائے، تیسرا وہ شخص جس پر فاقہ گزرنے لگے اور اس کی قوم کے تین ذی ہوش لوگ اس کی شہادت کے لئے کھڑے ہو جائیں کہ ہاں بے شک فلاں شخص پر فاقے گزرنے لگے ہیں، اسے بھی مانگ لینا جائز ہے تاوقتیکہ اس کا سہارا ہو جائے اور سامانِ زندگی مہیا ہو جائے، ان کے سوا اوروں کو سوال کرنا حرام ہے اگر وہ مانگ کر کچھ لے کر کھائیں گے تو حرام کھائیں گے [1] (مسلم شریف) ایک شخص نے زمانہ نبوی میں ایک باغ خریدا قدرتِ رب سے آسمانی آفت سے باغ کا پھل مارا گیا اس سے وہ بہت قرض دار ہو گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قرض خواہوں سے فرمایا کہ تمہیں جو ملے لے لو۔ اس کے سوا تمہارے لئے کچھ نہیں [2] (مسلم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک قرض دار کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بلا کر اپنے سامنے کھڑا کر کے پوچھے گا کہ تو نے قرض کیوں لیا اور کیوں رقم ضائع کر دی؟ جس سے لوگوں کے حقوق برباد ہوئے۔ وہ جواب دے گا کہ اے اللہ! تجھے خوب علم ہے میں نے یہ رقم کھائی نہ پی نہ اڑائی بلکہ میرے ہاں سے مثلاً چوری ہو گئی یا آگ لگ گئی یا کوئی اور آفت آ گئی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرا بندہ سچا ہے آج تیرے قرض کے ادا کرنے کا سب سے زیادہ مستحق میں ہی ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ کوئی چیز منگوا کر اس کی نیکیوں کے پلڑے میں رکھ دے گا جس سے نیکیاں برائیوں سے بڑھ جائیں گی اور اللہ تبارک وتعالیٰ اسے اپنے فضل ورحمت سے جنت میں لے جائے گا [3] (مسند احمد) اللہ کی راہ، میں وہ مجاہدین غازی داخل ہیں جن کا دفتر میں کوئی حق نہیں ہوتا۔ حج بھی اللہ کی راہ میں داخل ہے۔ مسافر، جو سفر میں

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الزکاة : باب من تحل له المسألة (١٠٤٤) نسائی : کتاب الزکاة : باب الصدقة لمن تحمل بحمالة (٢٥٧٨) ابوداؤد : کتاب الزکاة : باب ماتجوز فیه المسألة (١٦٤٠) مسند طیالسی (١٣٢٧)]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب المساقاة : باب استحباب الوضع من الدین (١٥٥٦ ـ ١٨) ابوداؤد : کتاب البیوع : باب فی وضع الجائحة (٣٤٦٩) ابن ماجه : کتاب الاحکام : باب تغلیس المعدم والبیع (٤٩٩٢) ترمذی : کتاب الزکاة : باب ماجاء من تحل له الصدقة (٦٥٥) نسائی : کتاب البیوع : باب وضع الجوائح (٤٥٤٣) مسند احمد (٣٦/٣)]

[3] [ضعیف : مسند احمد (١٩٧/١، ١٩٨)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (١٧٠٨)] اس کی سند میں صدقہ بن موسیٰ اور قیس بن زید دونوں راوی ضعیف ہیں۔ [دیکھئے : المیزان (٣٨٧٩، ٦٩١٣)]

بے سروسامان رہ گیا ہو اسے بھی مال زکوٰۃ سے اتنی رقم دی جائے جس سے وہ اپنے شہر پہنچ سکے' گو وہ اپنے ہاں مالدار ہی ہو۔ یہی حکم ان کا بھی ہے جو اپنے شہر سے سفر کو جانے کا قصد رکھتے ہوں لیکن مال نہ ہو تو اسے بھی سفر خرچ مال زکوٰۃ سے دینا جائز ہے جو اسے آمدورفت کے لئے کافی ہو۔ آیت کے اس لفظ کی دلیل کے علاوہ ابوداؤد وغیرہ کی یہ حدیث بھی اس کی دلیل ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا مالدار پر زکوٰۃ حرام ہے۔ بجز پانچ قسم کے مالداروں کے ایک تو وہ جو زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر ہو' دوسرا وہ جو مال زکوٰۃ کی کسی چیز کو اپنے مال سے خرید لے' تیسرا قرضدار' چوتھا راہ الٰہی کا غازی مجاہد' پانچواں وہ جسے کوئی مسکین بطور تحفے کے اپنی کوئی چیز جو زکوٰۃ میں اسے ملی ہو۔ [1] اور روایت میں ہے زکوٰۃ مالدار کے لئے حلال نہیں مگر فی سبیل اللہ جو ہو اور جو مسافرت میں ہو اور جسے اس کا کوئی مسکین پڑوسی بطور تحفے' ہدیے کے دے یا اپنے ہاں بلالے۔ [2] زکوٰۃ کے ان آٹھوں مصارف کو بیان فرما کر پھر ارشاد ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے یعنی مقدر ہے اللہ تعالیٰ کی تقدیر' اس کی تقسیم اور اس کے فرض کرنے سے۔ اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن کا عالم ہے اپنے بندوں کی مصلحتوں سے واقف ہے' وہ اپنے قول' فعل' شریعت اور حکم میں حکمت والا ہے۔ بجز اس کے کوئی بھی لائق عبادت نہیں نہ اس کے سوا کوئی کسی کا پالنے والا ہے۔

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۱﴾

ان میں سے وہ بھی ہیں جو پیغمبر کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں ہلکے کان کا ہے' تو کہہ دے کہ وہ کان تمہارے بھلے کے لئے ہے وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے اور مسلمانوں کی بات کا یقین کرتا ہے اور تم میں سے جو اہل ایمان ہیں یہ ان کے لئے رحمت ہے' رسول اللہ (ﷺ) کو جو لوگ ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دکھ کی مار ہے ○

نبی ﷺ کو ایذا دینے والے منافق: منافقوں کی ایک جماعت بڑی موذی ہے اپنی باتوں سے پیغمبر رب ﷺ کو دکھ پہنچاتی ہے اور کہتی ہے کہ یہ نبی تو کانوں کا بڑا ہی کچا ہے جس سے جو سنا مان لیا۔ جب ہم اس کے پاس جائیں گے اور قسمیں کھائیں گے وہ ہماری بات بھی باور کر لے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ بہتر کانوں والا اچھی سننے والا اور صادق و کاذب کو خوب جانتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی باتیں مانتا ہے اور با ایمان لوگوں کی سچائی

---

[1] [صحیح : ابن ماجه : کتاب الزکاة : باب من تحل له الصدقه (۱۸۴۱) ابوداؤد : کتاب الزکاة : باب من یجوز له اخذ الصدقه وهو غنی (۱۶۳۵)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابن ماجه ، ارواء الغلیل (۸۷۰)]

[2] [ضعیف : ابوداؤد (۱۶۳۷) ابن ابی شیبة (۳/ ۲۱۰) بیهقی (۲۳/۷) مسند احمد (۳۱/۳)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابوداود] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے ضعیف کہتے ہیں، کیونکہ اس کی سند میں عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے۔]

بھی جانتا ہے وہ مومنوں کے لئے رحمت ہے اور بے ایمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی حجت ہے رسول اللہ ﷺ کے ستانے والوں کے لئے دکھ کی مار ہے۔

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۳﴾

محض تمہیں خوش کرنے کے لئے تمہارے سامنے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھا جاتے ہیں' حالانکہ اگر یہ ایمان دار ہوتے تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول رضامند کرنے کے زیادہ مستحق تھے ○ کیا یہ نہیں جانتے کہ جو بھی اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول (ﷺ) کی مخالفت کرے اس کے لئے یقیناً دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہنے والا ہے' یہ ہے زبردست رسوائی ○

اللہ اور رسول کے مخالف کے لیے آتش جہنم: واقعہ یہ ہوا تھا کہ منافقوں میں سے ایک شخص کہہ رہا تھا کہ ہمارے سردار اور رئیس بڑے ہی عقلمند دانا اور تجربہ کار ہیں اگر محمد ﷺ کی باتیں حق ہوتیں تو یہ کیا ایسے بیوقوف تھے کہ انہیں نہ مانتے؟ یہ بات ایک سچے مسلمان صحابی رضی اللہ عنہ نے سن لی اور اس نے کہا واللہ! حضور اکرم ﷺ کی سب باتیں بالکل سچ ہیں اور ان نہ ماننے والوں کی بیوقوفی اور کودن پنے میں کوئی شک نہیں۔ جب یہ صحابی رضی اللہ عنہ دربار نبوت میں حاضر ہوئے تو یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے اس شخص کو بلوا بھیجا لیکن وہ سخت قسمیں کھا کھا کر کہنے لگا کہ میں نے تو یہ بات کہی ہی نہیں یہ تو مجھ پر تہمت باندھتا ہے۔ اس صحابی رضی اللہ عنہ نے دعا کی کہ پروردگار! تو سچے کو سچا اور جھوٹے کو جھوٹا کر دکھا۔ اس پر یہ آیت شریف نازل ہوئی۔ [1] کیا ان کو یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے مخالف ابدی جہنمی ہیں ذلت و رسوائی عذاب دوزخ بھگتنے والے ہیں اس سے بڑھ کر شومی طالع' اس سے زیادہ رسوائی اس سے بڑھ کر شقاوت اور کیا ہوگی؟

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۚ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿۶۴﴾

منافقوں کو ہر وقت اس بات کا کھٹکا لگا رہتا ہے کہ کہیں مسلمانوں پر کوئی سورت نہ اترے جو ان کے دلوں کی باتیں انہیں بتلا دے' کہہ دے کہ تم مذاق اڑاتے رہو' یقیناً اللہ تعالیٰ اسے ظاہر کرنے والا ہے جس سے تم ڈر دبک رہے ہو ○

منافقوں کو خدشہ کہ کہیں ان کا نفاق ظاہر نہ ہو جائے: آپس میں بیٹھ کر باتیں تو گانٹھ لیتے لیکن پھر خوفزدہ رہتے کہ کہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو بذریعہ وحی الٰہی خبر نہ ہو جائے' اور آیت میں ہے تیرے سامنے آ کر وہ دعائیں دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے نہیں دیں پھر اپنے جی میں اکڑتے ہیں کہ ہمارے اس قول پر اللہ تعالیٰ ہمیں کوئی

---

[1] [مرسل وضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (١٦٩٢٢)]

سزا کیوں نہیں دیتا؟ ان کے لئے جہنم کی کافی سزا موجود ہے جو بدترین جگہ ہے۔ (۱) یہاں فرماتا ہے دینی باتوں' مسلمانوں کی حالتوں پر دل کھول کر مذاق اڑالو' اللہ تعالیٰ بھی وہ کھول دے گا جو تمہارے دلوں میں ہے' یاد رکھو ایک دن رسوا اور فضیحت ہو کر رہو گے۔ چنانچہ فرمان ہے کہ یہ بیمار دل لوگ یہ نہ سمجھیں کہ ان کے دلوں کی بدیاں ظاہر ہی نہ ہوں گی' ہم تو انہیں اس قدر فضیحت کریں گے' اور ایسی نشانیاں تیری سامنے رکھ دیں گے کہ تو ان کے لب و لہجے سے ہی انہیں پہچان لے۔ (۲) اس سورت کا نام ہی سورۃ الفاضحہ ہے اس لئے کہ اس نے منافقوں کی قلعی کھول دی۔

وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ لَيَقُوۡلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوۡضُ وَنَلۡعَبُ‌ؕ قُلۡ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوۡلِهٖ كُنۡتُمۡ تَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ﴿۶۵﴾ لَا تَعۡتَذِرُوۡا قَدۡ كَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِيۡمَانِكُمۡ‌ؕ اِنۡ نَّعۡفُ عَنۡ طَآئِفَةٍ مِّنۡكُمۡ نُعَذِّبۡ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمۡ كَانُوۡا مُجۡرِمِيۡنَ ﴿۶۶﴾ ع

اگر تو ان سے پوچھے تو صاف کہہ دیں گے کہ ہم تو یونہی آپس میں ہنس بول رہے تھے' تو کہہ دے کہ اللہ' اس کی آیتیں اور اس کا رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کے لئے رہ گئے ہیں ○ تم بہانے نہ بناؤ یقیناً تم اپنے ایمان کے بعد بے ایمان ہو گئے' اگر ہم تم میں سے کچھ لوگوں سے درگزر بھی کر لیں تو کچھ لوگوں کو ان کے جرم کی سنگین سزا بھی دیں گے ○

اللہ، نبی اور قرآن سے منافقوں کا مذاق: ایک منافق کہہ رہا تھا کہ ہمارے یہ قرآن خواں لوگ بڑے پیٹو' بڑے فضول اور بڑے بزدل ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کے پاس جب اس کا ذکر ہوا تو یہ عذر پیش کرتا ہوا آیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہم تو یونہی وقت گزاری کے لئے ہنس بول رہے تھے' آپ ﷺ نے فرمایا ہاں تمہاری ہنسی کے لئے اللہ تعالیٰ و رسول ﷺ اور قرآن ہی رہ گیا ہے یاد رکھو! اگر کسی کو ہم معاف کر دیں گے تو کسی کو سخت سزا بھی کریں گے' اس وقت حضور اکرم ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار جا رہے تھے یہ منافق آپ ﷺ کی تلوار پر ہاتھ رکھے پتھروں سے ٹھوکریں کھاتا ہوا یہ کہتا ہوا ساتھ ساتھ جا رہا تھا' آپ ﷺ اس کی طرف دیکھتے بھی نہ تھے جس مسلمان نے اس کا یہ قول سنا تھا اس نے اسی وقت اسے جواب بھی دیا تھا کہ تو بکتا ہے جھوٹا ہے تو منافق ہے۔ یہ واقعہ جنگ تبوک کے موقعہ کا ہے' مسجد میں اس نے یہ ذکر کیا تھا۔ (۳)

(ف) سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ تبوک جاتے ہوئے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ منافقوں کا ایک گروہ بھی تھا جن میں ودیعہ بن ثابت اور مخشی بن حمیر وغیرہ تھے۔ یہ آپس میں کہہ رہے تھے کہ نصرانیوں کی لڑائی عربوں کی آپس کی لڑائی جیسی سمجھنا سخت خطرناک غلطی ہے اچھا ہے انہیں وہاں پٹنے دو پھر ہم بھی یہاں ان کی درگت بنائیں گے۔ اس پر ان کے دوسرے سردار مخشی نے کہا بھئی ان باتوں کو چھوڑ دو ورنہ یہ ذکر پھر قرآن میں آئے گا۔ کوڑے کھا لینا ہمارے نزدیک تو اس رسوائی سے بہتر ہے' آگے آگے یہ لوگ یہ تذکرے کرتے جا ہی رہے تھے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا جانا ذرا دیکھنا یہ لوگ جل گئے ہیں ان سے پوچھ تو کہ یہ کیا ذکر کر رہے

---

(۱) [سورۃ المجادلہ: آیت ۸] (۲) [سورۃ محمد: آیت ۲۹، ۳۰]

(۳) [مرسل، تفسیر جامع البیان للطبری (۱۶۹۲۸)]

تھے؟ اگر یہ انکار کریں تو تو کہنا کہ تم یہ یہ باتیں کر رہے تھے' حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے جا کر ان سے یہ کہا یہ حضور اکرم ﷺ کے پاس آئے عذر معذرت کرنے لگے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ! ہنسی ہنسی میں ہمارے منہ سے ایسی بات نکل گئی۔ ودیعہ نے تو یہ کہا لیکن مخشی بن حمیر نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ میرا اور میرے باپ کا نام ملاحظہ فرمایئے پس اس وجہ سے یہ لغو حرکت اور حماقت مجھ سے سرزد ہوئی معاف فرمایا جاؤں۔ پس اس سے جناب باری تعالیٰ نے درگزر فرمالیا اور اس آیت میں اسی سے درگزر فرمانے کا ذکر بھی ہوا ہے اس کے بعد اس نے اپنا نام بدل کر عبدالرحمٰن رکھا اور سچا مسلمان بن گیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اللہ مجھے اپنی راہ میں شہید کرتا کہ یہ دھبہ دھل جائے۔ چنانچہ یمامہ والے دن یہ بزرگ شہید کر دیئے گئے' اور ان کی نعش بھی نہ ملی' رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ [1] ان منافقوں نے بطور طعنہ زنی کے کہا تھا کہ لیجئے کیا آنکھیں پھٹ گئی ہیں اب یہ چلے ہیں کہ رومیوں کے قلعے اور ان کے محلات کو فتح کریں بھلا اس عقلمندی اور دور بینی کو تو دیکھئے۔ جب حضور اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ان کی ان باتوں پر مطلع کر دیا تو یہ صاف منکر ہو گئے اور قسمیں کھا کھا کر کہا کہ ہم نے یہ بات نہیں کہی ہم تو آپس میں ہنسی کھیل رہے تھے۔ ہاں ان میں سے ایک شخص تھا جسے انشاء اللہ اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا ہوگا یہ کہا کرتا تھا کہ اللہ میں تیرے پاک کلام کی ایک آیت سنتا ہوں جس میں میرے گناہ کا ذکر ہے جب بھی سنتا ہوں میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور میرا دل کپکپانے لگتا ہے' پروردگار تو میری توبہ قبول فرما اور مجھے اپنی راہ میں شہید کر اور اس طرح کہ نہ کوئی مجھے غسل دے نہ کفن دے نہ دفن کرے۔ یہی ہوا جنگ یمامہ میں یہ شہداء کے ساتھ شہید ہوئے تمام شہداء کی لاشیں مل گئیں لیکن ان کی نعش کا پتہ ہی نہ چلا۔ جناب باری تعالیٰ کی طرف سے اور منافقوں کو جواب ملا کہ اب بہانے نہ بناؤ تم گو زبانی ایماندار بنے تھے لیکن اب اسی زبان سے تم کافر ہو گئے۔ یہ قول کفر کا کلمہ ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ ورسول ﷺ اور قرآن کی ہنسی اڑائی۔ ہم اگر کسی سے درگزر بھی کر جائیں لیکن تم سب سے یہ معاملہ نہیں ہوگا تمہارے اس جرم اور اس بدترین خطا اور اس مقولہ' کفر کی سخت ترین سزا تمہیں بھگتنی پڑے گی۔

وقف لازم

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ۭ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ۭ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ هِىَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۶۸﴾

تمام منافق مرد وعورت آپس میں ایک ہی ہیں' یہ بری باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بھلی باتوں سے روکتے ہیں اور اپنی مٹھی بند رکھتے ہیں' یہ اللہ تعالیٰ کو بھول گئے اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں بھلا دیا' بے شک منافق ہی فاسق وبدکردار ہیں ○ اللہ تعالیٰ ان منافق مردوں عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کر چکا ہے جہاں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں' وہی انہیں کافی ہے ان پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہے' اور ان ہی کے لئے دائمی عذاب ہے ○

[1] [مرسل : سیرۃ ابن ھشام (۴/۱۲۱،۱۲۲)]

منافقوں کا وصف برائی کا حکم دینا: منافقوں کی خصلتیں مومنوں کے بالکل برخلاف ہوتی ہیں۔ مومن بھلائیوں کا حکم کرتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں منافق برائیوں کا حکم دیتے ہیں اور بھلائیوں سے منع کرتے ہیں' مومن سخی ہوتے ہیں' منافق بخیل ہوتے ہیں' مومن ذکر اللہ میں مشغول رہتے ہیں' منافق یادِ الٰہی بھلائے رہتے ہیں۔ اسی کے بدلے اللہ تعالیٰ بھی ان کے ساتھ وہ معاملہ کرتا ہے جیسے کسی کو کوئی بھول گیا ہو۔ قیامت کے دن یہی ان سے کہا جائے گا کہ آج ہم تمہیں ٹھیک اسی طرح بھلا دیں گے جیسے تم اس دن کی ملاقات کو بھلائے ہوئے تھے۔ منافق راہ حق سے دور ہو گئے ہیں گمراہی کی چکر دار بھول بھلیوں میں پھنس گئے ہیں' ان منافقوں اور کافروں کی ان بد اعمالیوں کی سزا ان کے لئے اللہ تعالیٰ جہنم کو مقرر فرما چکا ہے وہ ابدالآباد تک رہیں گے وہاں کا عذاب انہیں بس ہوگا' انہیں رب رحیم اپنی رحمت سے دور کر چکا ہے اور ان کے لئے اس نے دائمی اور دیرپا عذاب رکھے ہیں۔

كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّ اَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ۭ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ۭ اُولٰٓىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

مثل ان لوگوں کے جو تم سے پہلے تھے تم سے وہ زیادہ قوت والے تھے اور زیادہ مال و اولاد والے تھے' پس وہ اپنا دینی حصہ برت گئے پھر تم نے بھی اپنا حصہ برت لیا جیسے تم سے پہلے کے لوگ اپنے حصے سے فائدہ مند ہوئے تھے اور تم نے بھی اس طرح مذاقانہ بحث کی جیسے کہ انہوں نے کی تھی' ان کے اعمال دنیا اور آخرت میں غارت ہوئے' یہی لوگ نقصان پانے والے ہیں ○

سابقہ ہلاک ہونے والے کفار سے عبرت حاصل کرو: ان لوگوں کو بھی اگلے لوگوں کی طرح عذاب پہنچے' خلاق سے مراد یہاں دین ہے' جیسے اگلے لوگ جھوٹ اور باطل میں کودتے پھاندتے رہے' ایسے ہی ان لوگوں نے بھی کیا۔ ان کے یہ فاسد اعمال اکارت گئے نہ دنیا میں سودمند ہوئے نہ آخرت میں ثواب دلانے والے ہوئے یہی صریح نقصان ہے کہ عمل کیا اور ثواب نہ ملا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جیسے آج کی رات کل کی رات سے مشابہ ہوتی ہے اسی طرح اس امت میں بھی یہودیوں کی مشابہت آ گئی۔ میرا تو خیال ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم اپنے سے پہلے کے لوگوں کے طریقوں کی تابعداری کرو گے بالکل بالشت بہ بالشت اور ذراع بہ ذراع اور ہاتھ بہ ہاتھ یہاں تک کہ وہ اگر کسی گوہ کے بل میں گھسے ہیں تو یقیناً تم بھی گھسو گے۔ لوگوں نے پوچھا اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کون لوگ ہیں؟ کیا اہل کتاب؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور کون؟ [1] اس حدیث کو بیان فرما کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم چاہو تو قرآن کے ان لفظوں کو پڑھ لو

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء: باب ما ذکر عن بنی اسرائیل (۳۴۵۶) صحیح مسلم: کتاب العلم: باب اتباع سنن الیهود والنصاری (۲۶۶۹)]

﴿كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خلاق سے مراد دین ہے۔ اور تم نے بھی اسی طرح کا خوض کیا جس طرح کا انہوں نے کیا۔ لوگوں نے پوچھا کیا فارسیوں اور رومیوں کی طرح؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور لوگ ہیں ہی کون؟ [1] اس حدیث کے شواہد صحیح احادیث میں بھی ہیں۔

اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ۵ۙ وَ قَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ
وَ اَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَ الْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ
لِيَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

کیا انہیں اپنے پہلے کے لوگوں کی خبریں نہیں پہنچیں قوم نوح اور عاد اور ثمود اور قوم ابراہیم اور اہل مدین اور اہل موتفکات' ان کے پاس ان کے پیغمبر دلیلیں لے کر پہنچے' اللہ تعالیٰ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے بلکہ انہوں نے خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا۝

مختلف کافر اقوام کی ہلاکت باعث عبرت: ان بدکردار منافقوں کو وعظ سنایا جارہا ہے کہ اپنے سے پہلے کے اپنے جیسوں کے حالات پر عبرت کی نظر ڈالو' دیکھو کہ نبیوں کی تکذیب کیا پھل لائی؟ قوم نوح علیہ السلام کا غرق ہونا سوائے مسلمانوں کے کسی کا نہ بچنا یاد کرو' عادیوں کا ہود علیہ السلام کے نہ ماننے کی وجہ سے ہوا کے جھونکوں سے تباہ ہونا یاد کرو' ثمودیوں کا حضرت صالح علیہ السلام کے جھٹلانے اور اللہ کی نشانی اونٹنی کے کاٹ ڈالنے سے ایک جگہ دوز کڑاکے کی آواز سے تباہ و برباد ہونا یاد کرو' حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دشمنوں کے ہاتھوں بچ جانا اور ان کے دشمنوں کا غارت ہونا' نمرود بن کنعان بن کوش جیسے بادشاہ کا مع اپنے لاؤ لشکر کے تباہ ہونا نہ بھولو وہ سب لعنت کے مارے بے نشان کر دیئے گئے' قوم شعیب انہی بدکرداریوں اور کفر کے بدلے زلزلے سے اور سائبان والے دن کے عذاب سے تہہ و بالا کر دی گئی' جو مدین کی رہنے والی تھی' قوم لوط جن کی بستیاں الٹی پڑی ہیں مدین اور سدوم وغیرہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی اپنے نبی لوط علیہ السلام کے نہ ماننے اور اپنی بدفعلی نہ چھوڑنے کے باعث ایک ایک کو پیوند زمین کر دیا' ان کے پاس ہمارے رسول ہماری کتاب اور کھلے معجزے اور صاف دلیلیں لے کر پہنچے لیکن انہوں نے ایک نہ مانی' بالآخر اپنے ظلم سے آپ برباد ہوئے اللہ تعالیٰ نے حق واضح کر دیا کتاب اتار دی رسول بھیج دیئے حجت ختم کر دی لیکن یہ رسولوں کے مقابلے پر آمادہ ہوئے کتاب الٰہی کی تعمیل سے بھاگے حق کی مخالفت کی پس لعنت الٰہی اتری' اور انہیں خاک سیاہ کر گئی۔

وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ
وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ يُطِيْعُوْنَ
اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

وقف لازم

مومن مرد و عورت آپس میں ایک دوسرے کے مددگار و معاون اور دوست ہیں' بھلائیاں سکھاتے ہیں اور برائیوں سے روکتے

---

[1] [حسن صحیح : ابن ماجه : كتاب الفتن : باب افتراق الامم (۳۹۹۴)] شیخ البانی ؒ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ [صحيح ابن ماجه ، ظلال الجنة (۷۲، ۷٤)]

ہیں نمازوں کو پابندی سے بجالاتے ہیں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول (ﷺ) کی مانتے رہتے ہیں' یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ بہت جلد رحم فرمائے گا بے شک اللہ تعالیٰ عزت و غلبے والا حکمت و درست کاری والا ہے ○

مسلمان ایک دوسرے کے دوست: منافقوں کی بدخصلتیں بیان فرما کر مسلمانوں کی نیک صفتیں بیان فرما رہا ہے کہ یہ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں' ایک دوسرے کا دست و بازو بنے رہتے ہیں' صحیح حدیث میں ہے کہ مومن مومن کے لئے مثل دیوار کے ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو تقویت پہنچاتا اور مضبوط کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے یہ فرماتے ہوئے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسری میں ڈال کر دکھا بھی دیا' [1] اور صحیح حدیث میں ہے کہ مومن اپنی دوستیوں اور سلوکوں میں مثل ایک جسم کے ہیں کہ ایک حصے کو بھی اگر تکلیف ہو تو تمام جسم بیماری اور بے داری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ [2] یہ پاک نفس لوگ اوروں کی تربیت سے بھی غافل نہیں رہتے' سب کو بھلائیاں سکھاتے ہیں اچھی باتیں بتلاتے ہیں برے کاموں سے بری باتوں سے امکان بھر روکتے ہیں۔ حکم الٰہی بھی یہی ہے' فرماتا ہے تم میں ایک جماعت ضرور ایسی ہونی چاہئے جو بھلائیوں کا حکم کرے برائیوں سے منع کرے' یہ نمازی ہوتے ہیں' ساتھ ہی زکوٰۃ بھی دیتے ہیں تا کہ ایک طرف اللہ تعالیٰ کی عبادت ہو دوسری جانب مخلوق کی دل جوئی ہو' اللہ تعالیٰ و رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہی ان کا دلچسپ مشغلہ ہے جو حکم ملا بجالائے جس سے روکا رک گئے' یہی لوگ ہیں جو رحم ربانی کے مستحق ہیں' یہی صفتیں ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کی طرف لپکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ عزیز ہے وہ اپنے فرمانبرداروں کی خود بھی عزت کرتا ہے اور انہیں ذی عزت بنا دیتا ہے۔ دراصل عزت اللہ ہی کے لئے ہے اور اس نے اپنے رسولوں اور اپنے ایمانداروں اور غلاموں کو بھی عزت دے رکھی ہے۔ اس کی حکمت ہے کہ ان میں یہ صفتیں رکھیں اور منافقوں میں وہ خصلتیں رکھیں۔ اس کی حکمت کی تہہ کو کون پہنچ سکتا ہے؟ جو چاہے کرے' وہ برکتوں والا اور بلندیوں والا ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۷۲﴾ ع ۹

ان ایماندار مردوں عورتوں سے اللہ تعالیٰ نے ان جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کے نیچے نہریں لہریں لے رہی ہیں جہاں وہ ہمیشہ ہمیش رہنے والے ہیں اور ان صاف ستھرے پاکیزہ محلات کا جوان ہمیشگی والی جنتوں میں ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الصلاۃ : باب تشبیك الاصابع فی المسجد وغیرہ (۴۸۱) و کتاب المظالم (۲۴۴۶) ترمذی : کتاب البر و الصلة (۱۹۲۸) نسائی : کتاب الزکاۃ : باب اجر الخازن (۲۵۵۹) مسند احمد (۴/۴۰۴، ۴۰۵)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری: کتاب الادب : باب رحمة الناس والبھائم (۶۰۱۱) صحیح مسلم : کتاب البر و الصلة : باب تراحم المومنین (۲۵۸۶) مسند احمد (۴/۲۷۰)]

مندی سب سے بڑی چیز ہے' یہی زبردست کامیابی ہے ○

جنت اور اہل جنت: مومنوں کی ان نیکیوں پر جو اجر وثواب انہیں ملے گا اس کا بیان ہو رہا ہے کہ ابدی نعمتیں، ہمیشگی کی راحتیں، باقی رہنے والی جنتیں، جہاں قدم قدم پر خوشگوار پانی کے چشمے ابل رہے ہیں جہاں بلند و بالا خوبصورت مزین صاف ستھرے آرائش و زیبائش والے محلات اور مکانات ہیں۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں دو جنتیں تو صرف سونے کی ہیں ان کے برتن اور جو کچھ بھی وہاں ہے سب سونے ہی سونے کا ہے اور دو جنتیں چاندی کی ہیں برتن بھی کل چیزیں بھی ان میں اور دیدار الٰہی میں کوئی حجاب بجز اس کبریائی کی چادر کے نہیں جو اللہ جل وعلا کے چہرے پر ہے یہ جنت عدن میں ہوں گے۔ [1] اور حدیث میں ہے کہ مومن کے لئے جنت میں ایک خیمہ ہوگا ایک ہی موتی کا بنا ہوا اس کا طول ساٹھ میل کا ہوگا۔ مومن کی بیویاں وہیں ہوں گی جن کے پاس یہ آتا جاتا رہے گا لیکن ایک دوسرے کو دکھائی نہ دیں گی۔ [2] آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ جو اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ پر ایمان لائے، نماز قائم رکھے، رمضان کے روزے رکھے، اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اسے جنت میں لے جائے اس نے ہجرت کی ہو یا اپنے وطن میں ہی رہا ہو۔ لوگوں نے کہا پھر ہم اوروں سے بھی یہ حدیث بیان کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا جنت میں ایک سو درجے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ کے مجاہدوں کے لئے بنایا ہے ہر دو درجوں میں اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان میں، پس جب بھی تم اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو تو جنت الفردوس طلب کرو وہ سب سے اونچی ہے اور سب سے بہتر جنت ہے جنتوں کی سب نہریں وہیں سے نکلتی ہیں اس کی چھت رحمان کا عرش ہے، [3] فرماتے ہیں اہل جنت جنتی بالا خانوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم آسمان کے چمکتے دمکتے ستاروں کو دیکھتے ہو [4] یہ بھی معلوم رہے کہ تمام جنتوں میں خاص ایک اعلیٰ مقام ہے جس کا نام وسیلہ ہے کیونکہ وہ عرش سے بالکل ہی قریب ہے یہ جگہ ہے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں جب تم مجھ پر درود پڑھو تو اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلہ طلب کیا کرو۔ پوچھا گیا وسیلہ کیا ہے؟ فرمایا جنت کا وہ اعلیٰ درجہ جو ایک ہی شخص کو ملے گا اور مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات سے قوی امید ہے کہ وہ شخص میں ہی ہوں۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں موذن کی اذان کا جواب دو جیسے کلمات وہ کہتا ہے تم بھی کہو پھر مجھ پر درود پڑھو جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر اپنی دس ۱۰ رحمتیں نازل فرماتا ہے پھر میرے لئے وسیلہ طلب کرو وہ جنت کی ایک منزل ہے جو تمام مخلوق اللہ

---

[1] [**صحیح** : صحیح بخاری : کتاب التفسیر (٤٨٧٨) و کتاب التوحید (٧٤٤٤) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب اثبات رؤیة المومنین فی الآخرة ربھم (١٨٠) ابن ماجه: کتاب السنة (١٨٦) ترمذی : کتاب صفة الجنة (٢٥٢٨) مسند احمد (٤١١/٤)]

[2] [**صحیح** : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب حور مقصورات فی الخیام (٤٨٧٩)]

[3] [**صحیح** : صحیح بخاری : کتاب الجهاد : باب درجات المجاهدین فی سبیل الله (٢٧٩٠) مسند احمد (٣٣٥/٢، ٣٣٩)]

[4] [**صحیح** : صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب صفة الجنة والنار (٦٥٥٥) صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب ترائی اهل الجنة اهل الغرف (٢٨٣٠)]

میں سے ایک ہی شخص کو ملے گا مجھے امید ہے کہ وہ مجھے ہی عنایت ہوگی (۱) جو شخص میرے لئے وسیلہ کی طلب کرے اس کے لئے میری شفاعت بروز قیامت حلال ہوگئی۔ (۲) فرماتے ہیں میرے لئے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ طلب کرو دنیا میں جو بھی میرے لئے وسیلے کی دعا کرے گا میں قیامت کے دن اس کا گواہ اور سفارشی بنوں گا۔ (۳) صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک دن آپ ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ! ہمیں جنت کی باتیں سنایئے اس کی بنا کس چیز کی ہے؟ فرمایا سونے چاندی کی اینٹوں کی' اس کا گارہ خالص مشک ہے اس کے کنکر لؤلؤ اور یاقوت ہیں' اس کی مٹی زعفران ہے اس میں جو جائے گا وہ نعمتوں میں ہوگا جو کبھی خالی نہ ہوں وہ ہمیشہ کی زندگی پائے گا جس کے بعد موت کا کھٹکا بھی نہیں نہ اس کے کپڑے خراب ہوں نہ اس کی جوانی ڈھلے۔ (۴) فرماتے ہیں جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کا اندر کا حصہ باہر سے نظر آتا ہے اور باہر کا اندر سے۔ ایک اعرابی نے پوچھا حضور ﷺ! یہ بالا خانے کن کے لئے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو اچھا کلام کرے' کھانا کھلائے' روزے رکھے' اور راتوں کو لوگوں کے سونے کے وقت تہجد کی نماز ادا کرے۔ (۵) فرماتے ہیں کوئی ہے جنت کا شائق اور اس کے لئے محنت کرنے والا ہو؟ واللہ! جنت کو کوئی چار دیواری محدود کرنے والی نہیں وہ تو ایک چمکتا ہوا بقعہ نور ہے اور مہکتا ہوا گلستان ہے اور بلند و بالا پاکیزہ محلات ہیں اور جاری وساری لہریں مارنے والی نہریں ہیں اور گدرائے ہوئے اور پکے میوؤں کے گچھے ہیں اور خوش جمال خوبصورت پاک سیرت حوریں ہیں اور بیش قیمت رنگین ریشمی جوڑے ہیں' مقام ہے ہیشگی کا' گھر ہے سلامتی کا' میوے ہیں لدے پھدے' سبزہ ہے پھیلا ہوا' کشادگی اور راحت ہے' امن وچین ہے' نعمت اور رحمت ہے' عالیشان خوش منظر کوشک اور حویلیاں ہیں' یہ سن کر لوگ بول اٹھے کہ حضور! ہم سب اس جنت کے مشتاق اور اس کے حاصل کرنے کے کوشاں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا انشاء اللہ کہو۔ پس لوگوں نے انشاء اللہ کہا۔ (۶)

پھر فرماتا ہے ان تمام نعمتوں سے اعلیٰ اور بالا نعمت اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے۔ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ عزوجل

---

(۱) [صحیح: مسند احمد (۷۵۸۸) ترمذی: کتاب المناقب (۳۶۱۲)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی، المشکاۃ (۵۷۶۷)]

(۲) [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الصلاۃ: باب استحباب القول مثل قول المؤذن (۳۸۴) ترمذی: کتاب المناقب (۳۶۱۴) ابوداؤد: کتاب الصلاۃ (۵۲۳)]

(۳) [صحیح: طبرانی اوسط کما فی المجمع (۳۳۳/۱)]

(۴) [صحیح: مسند احمد (۳۰۴/۲) مسند طیالسی (۲۵۸۳۔ ۲۵۸۴)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۸۰۴۳)]

(۵) [صحیح: ترمذی: کتاب الاطعمۃ: باب ماجآء فی قول المعروف (۱۹۸۴) مسند ابویعلی (۴۲۸) ابن ابی شیبۃ (۶۲۵/۸)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی، المشکاۃ (۲۳۳۵)]

(۶) [ضعیف: ابن ماجہ: کتاب الزھد: باب صفۃ الجنۃ (۴۳۳۲)] حافظ بوصیریؒ نے فرمایا ہے کہ اس کی سند میں مقال ہے۔ [الزوائد (۳۲۵/۳)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابن ماجہ، السلسلۃ الضعیفۃ (۳۳۵۸)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

جنتیوں کو پکارے گا کہ اے اہل جنت! وہ کہیں گے ﴿لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ﴾ پوچھے گا کہو تم خوش ہو گئے۔ وہ جواب دیں گے کہ خوش، کیوں نہ ہوتے؟ تو نے اے پروردگار! ہمیں وہ دیا جو مخلوق میں سے کسی کو نہ ملا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا لو میں تمہیں اس سے بہت ہی افضل و اعلیٰ چیز عطا فرماتا ہوں۔ وہ کہیں گے اے اللہ! اس سے بہتر چیز اور کیا ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا سنو! میں نے اپنی رضامندی تمہیں عطا فرمائی آج کے بعد میں کبھی بھی تم سے ناخوش نہ ہوں گا۔[1] حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں جب جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے اللہ عزوجل فرمائے گا کچھ اور چاہئے تو دوں۔ وہ کہیں گے اے اللہ! جو تو نے ہمیں عطا فرما رکھا ہے اس سے بہتر تو کوئی اور چیز ہو ہی نہیں سکتی' اللہ تعالیٰ فرمائے گا وہ میری رضامندی ہے جو سب سے بہتر ہے۔[2] امام حافظ ضیاء مقدسی نے صفت جنت میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے اس میں اس حدیث کو شرط صحیح پر بتلایا ہے۔ واللہ اعلم۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿٧٣﴾ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا ۚ وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ ۚ فَإِنْ يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَهُمْ ۖ وَإِنْ يَتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ عَذَابًا أَلِيمًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿٧٤﴾

اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد جاری رکھ اور ان پر سختی کرتا رہ' ان کی اصلی جگہ دوزخ ہے' جو نہایت بدترین جگہ ہے○ یہ قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ انہوں نے نہیں کہا' حالانکہ یقیناً کفر کا کلمہ ان کی زبان سے نکل چکا ہے اور یہ اپنے اسلام کے بعد کافر ہو گئے ہیں اور انہوں نے اس کام کا قصد بھی کیا جو پورا نہ کر سکے یہ صرف اسی بات کا انتقام لے رہے ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اور اس کے رسول ﷺ نے دولتمند کر دیا' اگر یہ اب بھی توبہ کر لیں تو یہ ان کے حق میں بہتر ہے اور اگر منہ موڑے رہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب کرے گا اور زمین بھر میں ان کا کوئی حمایتی اور مددگار نہ کھڑا ہو گا○

منافقوں کے خلاف جہاد: کافروں' منافقوں سے جہاد کا اور ان پر سختی کا حکم ہوا' مومنوں سے جھک کر ملنے کا حکم ہوا' کافروں کی اصلی جگہ جہنم مقرر فرما دی' پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے چار تلواروں کے ساتھ مبعوث فرمایا ایک تلوار تو مشرکوں میں' فرماتا ہے ﴿فَإِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الرقاق : باب صفة الجنة والنار (٦٥٤٩) صحیح مسلم : كتاب الجنة : باب احلال الرضوان على اهل الجنة (٢٨٢٩) ترمذی (٢٥٥٥) مسند احمد (٨٨/٣)]

[2] [صحیح: مستدرك حاكم (٨٢/١) ابو نعيم فى صفة الجنة (٢٨٣)] امام حاکمؒ اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحيح الجامع الصغير (٥٢٤) السلسلة الصحيحة (١٣٣٦)]

﴿الْمُشْرِكِينَ﴾ [1] حرمت والے مہینوں کے گزرتے ہی مشرکوں کی خوب خبر لو دوسری تلوار اہل کتاب کے کفار میں فرماتا ہے ﴿قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ [2] الخ یعنی جو اللہ تعالیٰ پر قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اللہ اور رسول ﷺ کے حرام کئے ہوئے کو حرام نہیں مانتے، دین حق کو قبول نہیں کرتے، ان اہل کتاب سے جہاد کرو جب تک کہ وہ ذلت کے ساتھ جھک کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دینا منظور نہ کرلیں، تیسری تلوار منافقین میں، ارشاد ہوتا ہے ﴿جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ﴾ کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو۔ چوتھی تلوار باغیوں میں، فرمان ہے ﴿فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ﴾ [3] باغیوں سے لڑو جب تک کہ پلٹ کر وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی حکم برداری کی طرف نہ آ جائیں، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ منافق جب اپنا نفاق ظاہر کرنے لگیں تو ان سے تلوار سے جہاد کرنا چاہئے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ کا پسندیدہ قول بھی یہی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہاتھ سے نہ ہو سکے تو ان کے منہ پر ڈانٹ ڈپٹ سے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے کافروں سے تو تلوار کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا ہے اور منافقوں کے ساتھ زبانی جہاد کو فرمایا ہے اور یہ کہ ان پر نرمی نہ کی جائے۔ مجاہد رحمہ اللہ کا بھی تقریباً یہی قول ہے۔ ان پر حد شرعی کا جاری کرنا بھی ان سے جہاد کرنا ہے مقصود یہ ہے کہ کبھی تلوار بھی ان کے خلاف اٹھانی پڑے ورنہ جب تک کام چلے زبانی کافی ہے جیسا موقعہ ہو کرلے۔ قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ انہوں نے ایسی کوئی بات زبان سے نہیں نکالی، حالانکہ درحقیقت کفر کا بول بول چکے ہیں اور اپنے ظاہر اسلام کے بعد کھلا کفر کر چکے ہیں، یہ آیت عبداللہ بن ابی کے بارے میں اتری ہے۔ ایک جہنی اور ایک انصاری میں لڑائی ہوگئی۔ جہنی شخص انصار پر چھا گیا تو اس منافق نے انصار کو اس کی مدد پر ابھارا اور کہنے لگا واللہ! ہماری اور اس محمد ﷺ کی تو وہی مثال ہے کہ "اپنے کتے کو موٹا تازہ کر کہ وہ تجھے ہی کاٹے"۔ واللہ! اگر ہم اب کی مرتبہ مدینے واپس گئے تو ہم ذی عزت لوگ ان تمام کمینے لوگوں کو وہاں سے نکال باہر کریں گے۔ ایک مسلمان نے جا کر حضور اکرم ﷺ سے یہ گفتگو دہرادی۔ آپ ﷺ نے اسے بلوا کر اس سے سوال کیا تو یہ قسم کھا کر انکار کر گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ [4] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری قوم کے جو لوگ حرہ کی جنگ میں کام آئے ان پر مجھے بڑا ہی رنج وصدمہ ہو رہا تھا۔ اس کی خبر حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے خط لکھا کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے سنا ہے آپ ﷺ دعا کرتے تھے کہ اے اللہ! انصار کو اور انصار کے لڑکوں کو بخش دے۔ نیچے کے راوی ابن الفضل کو اس میں شک ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی اس دعا میں ان کے پوتوں کا نام بھی لیا یا نہیں؟ پس حضرت انس رضی اللہ عنہ نے موجودہ لوگوں میں سے کسی سے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی نسبت سوال کیا تو اس نے کہا یہی وہ زید رضی اللہ عنہ وہ ہیں جن کے کانوں کی سنی ہوئی بات کی سچائی کی شہادت خود ربِ علیم نے دی۔ واقعہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک منافق نے کہا اگر یہ سچا ہے تو ہم تو گدھوں سے بھی زیادہ احمق ہیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ! آنحضرت ﷺ بالکل سچے اور بے شک تو اپنی حماقت میں گدھے سے بھی بڑھا ہوا

---

[1] [سورة التوبة: آیت ٥]

[2] [سورة التوبة: آیت ٢٩]

[3] [سورة الحجرات: آیت ٩]

[4] [تفسیر ابن جریر الطبری (١٦٩٨٩)]

ہے۔ پھر آپ نے یہ بات حضور اکرم ﷺ کے گوش گزار کی' لیکن وہ منافق پلٹ گیا اور صاف انکار کر گیا اور کہا کہ زید نے جھوٹ بولا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کی سچائی بیان فرمائی۔ لیکن مشہور بات یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوہ بنی المصطلق کا ہے ممکن ہے راوی کو اس آیت کے ذکر میں وہم ہو گیا ہو اور دوسری آیت کے بدلے اسے بیان کر دیا ہو۔ یہی حدیث بخاری میں ہے [1] لیکن اس جملے تک کہ زید رضی اللہ عنہ وہ ہیں جن کے کانوں کی سنی ہوئی بات کی سچائی کی شہادت خود رب علیم نے دی' ممکن ہے کہ بعد کا حصہ موسیٰ بن عقبہ راوی کا اپنا قول ہو' اس کی ایک روایت میں یہ پچھلا حصہ ابن شہاب کے قول سے مروی ہے۔ واللہ اعلم۔ مغازی اموی میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے بیان کردہ تبوک کے واقعہ کے بعد ہے کہ جو منافق موخر چھوڑ دیئے گئے تھے اور جن کے بارے میں قرآن نازل ہوا ان میں سے بعض آنحضرت ﷺ کے ساتھ بھی تھے۔ ان میں جلاس بن سوید بن صامت بھی تھا ان کے گھر میں عمیر بن سعد کی والدہ تھیں جو اپنے ساتھ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کو بھی لے گئی تھیں جب ان منافقوں کے بارے میں قرآنی آیتیں نازل ہوئیں تو جلاس کہنے لگا کہ واللہ! اگر یہ شخص اپنے قول میں سچا ہے تو ہم گدھوں سے بھی بدتر ہیں۔ حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ یہ سن کر فرمانے لگے کہ یوں تو آپ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں اور آپ کی تکلیف مجھ پر میری تکلیف سے بھی زیادہ شاق ہے لیکن آپ نے اس وقت تو ایسی بات منہ سے نکالی ہے کہ اگر میں اسے پہنچاؤں تو رسوائی ہے اور نہ پہنچاؤں تو ہلاکت ہے رسوائی یقیناً ہلاکت سے ہلکی چیز ہے۔ یہ کہہ کر یہ بزرگ حاضر خدمت ہوئے اور ساری بات آپ ﷺ کو کہہ سنائی۔ جلاس کو جب یہ پتہ چلا تو اس نے سرکار نبوت ﷺ میں حاضر ہو کر قسمیں کھا کھا کر کہا کہ عمیر جھوٹا ہے میں نے یہ بات ہرگز نہیں کہی۔ اس پر یہ آیت اتری۔ مروی ہے کہ اس کے بعد جلاس نے توبہ کر لی اور درست ہو گئے۔ [2] یہ توبہ کی بات بہت ممکن ہے کہ امام محمد ابن اسحاق کی اپنی کہی ہوئی ہو حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی یہ بات نہیں' واللہ اعلم' اور روایت میں ہے کہ جلاس بن سوید بن صامت اپنے سوتیلے بیٹے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کے ساتھ قبا سے آ رہے تھے کہ دونوں گدھوں پر سوار تھے اس وقت جلاس نے یہ کہا تھا اس پر ان کے صاحبزادے نے فرمایا کہ اے دشمن رب! میں تیری اس بات کی رسول اللہ ﷺ کو خبر دوں گا فرماتے ہیں کہ مجھے تو ڈر لگ رہا تھا کہ کہیں میرے بارے میں قرآن کریم نہ نازل ہو یا مجھ پر کوئی عذاب الٰہی نہ آ جائے یا اس گناہ میں میں بھی اپنے باپ کا شریک نہ کر دیا جاؤں' چنانچہ میں سیدھا حاضر ہوا اور تمام بات حضور اکرم ﷺ کو مع اپنے ڈر کے سنا دی۔ [3] ابن جریر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک سائے دار درخت تلے بیٹھے ہوئے فرمانے لگے کہ ابھی تمہارے پاس ایک شخص آئے گا اور تمہیں شیطان دیکھے گا خبردار! تم اس سے کلام نہ کرنا' اسی وقت ایک انسان کیری آنکھوں والا آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو اور تیرے ساتھی مجھے گالیاں کیوں دیتے ہو؟ وہ اسی وقت گیا اور اپنے ساتھیوں کو لے کر آیا سب نے قسمیں کھا کھا کر کہا ہم نے کوئی ایسا لفظ نہیں کہا یہاں تک کہ حضور اکرم ﷺ نے ان سے درگزر فرما

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قوله هم الذین یقولون لا تنفقوا (٤٩٠٦)]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (١٧٤٦٤)]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (١٦٩٨٢)]

لیا۔ پھر یہ آیت اتری۔ [1] اس میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ انہوں نے وہ قصد کیا جو پورا نہ ہوا مراد اس سے جلاس کا یہ ارادہ تھا کہ اپنے سوتیلے لڑکے کو جس نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں بات کہہ دی تھی قتل کر دے۔ ایک قول ہے کہ عبداللہ بن ابی نے خود رسول اللہ ﷺ کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ یہ قول بھی ہے کہ بعض لوگوں نے ارادہ کر لیا تھا کہ اسے سردار بنادیں گو رسول اللہ ﷺ راضی نہ ہوں۔ یہ بھی مروی ہے کہ دس سے اوپر آدمیوں نے غزوہ تبوک میں راستے میں حضور اکرم ﷺ کو دھوکہ دے کر قتل کرنا چاہا تھا' چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی اونٹنی کے آگے پیچھے تھے ایک چلاتا تھا دوسرا نکیل تھامتا تھا۔ ہم عقبہ میں تھے کہ بارہ شخص منہ پر نقاب ڈالے آئے اور اونٹنی کو گھیر لیا۔ حضور اکرم ﷺ نے انہیں للکارا اور وہ دم دبا کر بھاگ کھڑے ہوئے آپ ﷺ نے ہم سے فرمایا تم نے انہیں پہچانا؟ ہم نے کہا نہیں لیکن ان کی سواریاں ہماری نگاہوں میں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ منافق تھے اور قیامت تک ان کے دل میں نفاق رہے گا' جانتے ہو یہ کس ارادے سے آئے تھے؟ ہم نے کہا نہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کے رسول کو عقبہ میں پریشان کرنے اور تکلیف پہنچانے کے لئے۔ ہم نے کہا حضور ﷺ! ان کی قوم کے لوگوں سے کہلوا دیجئے کہ ہر قوم والے اپنی قوم کے جس آدمی کی شرکت اس میں پائیں اس کی گردن اڑا دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں ورنہ لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں گی کہ محمد ﷺ پہلے تو انہی لوگوں کو لے کر اپنے دشمنوں سے لڑے ان پر فتح حاصل کر کے پھر اپنے ان ساتھیوں کو بھی قتل کر ڈالا۔ آپ ﷺ نے ان کے لیے بددعا کی کہ اے اللہ! ان کے دلوں پر آتشیں پھوڑے پیدا کر دے۔ [2]

اور روایت میں ہے کہ غزوہ تبوک سے واپسی میں حضور اکرم ﷺ نے اعلان کرا دیا کہ میں عقبہ کے راستے میں جاؤں گا۔ اس راہ کوئی نہ آئے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی اونٹنی کی نکیل تھامے ہوئے تھے اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ پیچھے سے چلا رہے تھے کہ ایک جماعت اپنی اونٹنیوں پر سوار آ گئی۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ان کی سواریوں کو مارنا شروع کیا اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کے فرمان سے آپ ﷺ کی سواری نیچے کی طرف چلانی شروع کر دی۔ جب نیچے کا میدان آ گیا آپ ﷺ سواری سے اتر آئے اتنے میں عمار رضی اللہ عنہ بھی واپس پہنچ گئے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ لوگ کون تھے پہچانا بھی؟ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا منہ تو چھپے ہوئے تھے لیکن سواریاں معلوم ہیں۔ پوچھا ان کا ارادہ کیا تھا جانتے ہو؟ جواب دیا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا انہوں نے چاہا تھا کہ شور کر کے ہماری اونٹنی کو بھڑ کا دیں اور ہمیں گرا دیں۔ ایک سے حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ان کی تعداد دریافت کی تو اس نے کہا چودہ۔ آپ نے فرمایا اگر تو بھی ان میں تھا تو پندرہ۔ حضور اکرم ﷺ نے ان میں سے تین شخصوں کے نام گنوائے۔ انہوں نے کہا واللہ! ہم نے نہ تو منادی کی ندا سنی اور نہ ہمیں اپنے ساتھیوں کے کسی بدارادے کا علم تھا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ باقی کے بارہ لوگ اللہ و رسول ﷺ سے لڑائی کرنے والے ہیں دنیا میں اور

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (١٦٩٨٨)]

[2] [ضعیف : بیھقی فی دلائل النبوۃ (٢٦٠/٥)] ابوالبختری کا حذیفہؓ سے سماع ثابت نہیں۔]

آخرت میں بھی۔ (۱) امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ نے ان میں سے بہت سے لوگوں کے نام بھی گنوائے ہیں' واللہ اعلم۔ صحیح مسلم میں ہے کہ اہل عقبہ میں سے ایک شخص کے ساتھ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا کچھ تعلق تھا تو اس سے آپ نے قسم دے کر اصحاب عقبہ کی گنتی دریافت کی۔ لوگوں نے بھی اس سے کہا کہ ہاں بتلاؤ۔ اس نے کہا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ وہ چودہ تھے اگر مجھے بھی شامل کیا جائے تو پندرہ ہوئے۔ ان میں سے بارہ تو دشمن الٰہی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے اور تین شخصوں کی اس قسم پر کہ نہ ہم نے منادی کی ندا سنی نہ ہمیں جانے والوں کے ارادے کا علم اس لئے معذور رکھا گیا۔ گرمی کا موسم تھا پانی بہت کم تھا آپ نے فرما دیا تھا کہ مجھ سے پہلے وہاں کوئی نہ پہنچے لیکن اس پر بھی کچھ لوگ پہنچ گئے تھے۔ آپ نے ان پر لعنت کی۔ (۲) آپ کا فرمان ہے کہ میرے ساتھیوں میں بارہ منافق ہیں جو نہ جنت میں جائیں گے نہ اس کی خوشبو پائیں گے آٹھ کے مونڈھوں پر آتشی پھوڑا ہو گا جو سینے تک پہنچے گا اور انہیں ہلاک کر دے گا۔ (۳) اسی باعث حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز دار کہا جاتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف انہی کو ان منافقوں کے نام بتلائے تھے۔ واللہ اعلم۔

طبرانی میں ان کے نام یہ ہیں۔ معتب بن قشیر' ودیعہ بن ثابت' جد بن عبداللہ بن نبتل بن حارث جو عمرو بن عوف کے قبیلے کا تھا اور حارث بن یزید طائی اور اوس ابن قیظی اور حارث بن سوید اور سعد بن زرارہ اور قیس بن فہد اور سوید اور داعس قبیلہ بنو حبلی کے اور قیس بن عمرو بن سہل اور زید بن لصیت اور سلالہ بن حمام یہ دونوں قبیلہ بنو قینقاع کے ہیں یہ سب بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے۔ اس آیت میں اس کے بعد فرمایا گیا ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں مالدار بنایا' اگر ان پر اللہ تعالیٰ کا پورا فضل ہو جاتا تو انہیں ہدایت نصیب ہو جاتی جیسے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا کیا میں نے تمہیں گمراہی کی حالت میں نہیں پایا تھا؟ کہ پھر اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہاری رہبری کی' تم متفرق تھے اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تم میں الفت ڈال دی تم فقیر بے نوا تھے اللہ تعالیٰ نے میرے سبب سے تمہیں غنی اور مالدار کر دیا۔ ہر ہر سوال کے جواب میں انصار رضی اللہ عنہم فرماتے جاتے تھے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سے زیادہ احسان ہے۔ (۴) الغرض بیان یہ ہے کہ بے وجہ' بے قصور یہ لوگ دشمنی اور بے ایمانی پر اتر آئے' جیسے سورۂ بروج میں ہے کہ ان مسلمانوں سے ان کافروں کا انتقام صرف ان کے ایمان کے باعث تھا۔ حدیث میں ہے کہ ابن جمیل صرف اس بات کا انتقام لیتا

---

(۱) [اسنادہ قوی : مسند احمد (۴۵۳/۵، ۴۵۴)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [مجمع الزوائد (۱۹۵/۶)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو مسلم کی شرط پر قوی کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۲۳۷۹۲)]

(۲) [صحیح : صحيح مسلم : كتاب صفات المنافقين : باب صفات المنافقين واحكامهم (۲۷۷۹۔ ۱۱) مسند احمد (۳۹۰/۵۔ ۳۹۱)]

(۳) [صحیح : صحيح مسلم (ایضا) مسند احمد (۲۶۲/۴، ۳۱۹)]

(۴) [صحیح : صحيح بخاری : كتاب المغازی : باب غزوة الطائف فی شوال سنة ثمان (۴۳۳۰) صحيح مسلم : كتاب الزكاة : باب اعطاء مؤلفة قلوبهم (۱۰۶۱)]

ہے کہ وہ فقیر تھا اللہ تعالیٰ نے اسے غنی کر دیا۔ [1] پھر فرماتا ہے کہ اگر یہ اب بھی توبہ کر لیں تو ان کے حق میں بہتر ہے اور اگر وہ اپنے اسی طریقہ پر کاربند رہے تو انہیں دنیا میں بھی سخت سزا ہوگی قتل سے بھی اور صدمہ وغم سے بھی اور دوزخ کے ذلیل وپست کرنے والے ناقابل برداشت عذابوں سے بھی دنیا میں کوئی نہ ہوگا جو ان کی طرفداری کرے ان کے کام آئے ان سے برائی ہٹائے یا نفع پہنچائے یہ بے یارومددگار رہ جائیں گے۔

وَ مِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَ تَوَلَّوْا وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَاۤ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿۷۷﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰىهُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۷۸﴾

ان میں وہ بھی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ ہمیں اپنے فضل سے مال دے گا تو ہم صدقہ خیرات کریں گے اور نیکوکاروں میں ہو جائیں گے ○ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں دیا تو یہ اس میں بخیلی کرنے لگے اور ٹال مٹول کر کے منہ موڑ لیا ○ اس کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں نفاق ڈال دیا اور اللہ تعالیٰ سے ملنے کے دنوں تک کیونکہ اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے وعدے کا خلاف کیا اور جھوٹ بولتے رہے ○ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے دل کا بھید اور ان کی سرگوشی سب معلوم ہے اور اللہ تعالیٰ غیب کی تمام خبروں سے خبردار ہے ○

منافقوں کی ایک خصلت: وعدہ خلافی: بیان ہو رہا ہے کہ ان منافقوں میں وہ بھی ہے جس نے عہد کیا کہ اگر مجھے اللہ تعالیٰ مالدار کر دے تو میں بڑی سخاوت کروں اور نیک بن جاؤں۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اسے امیر اور خوشحال بنا دیا اس نے وعدہ شکنی کی اور بخیل بن بیٹھا جس کی سزا میں قدرت نے اس کے دل میں ہمیشہ کے لئے نفاق ڈال دیا (نوٹ) اس واقعہ میں ثعلبہ کا نام صحیح سند سے ثابت نہیں یہ آیت بھی منافقین کے بارے میں اتری ہے (محمد انور زاہد) یہ آیت ثعلبہ بن حاطب انصاری کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس نے حضور اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ میرے لئے مالداری کی دعا کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھوڑا جس کا شکر ادا ہو اس سے بہت اچھا ہے جو اپنی طاقت سے زیادہ ہو۔ اس نے پھر دوبارہ یہی درخواست کی تو آپ ﷺ نے سمجھایا کہ تو اپنا حال اللہ تعالیٰ کے نبی جیسا رکھنا پسند نہیں کرتا؟ واللہ! اگر میں چاہتا تو یہ پہاڑ سونے چاندی کے بن کر میرے ساتھ چلتے۔ اس نے کہا حضور! واللہ! میرا ارادہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے مالدار کر دے تو میں خوب سخاوت کی داد دوں ہر ایک کو اس کا حق ادا کروں۔ آپ ﷺ نے اس کے لئے مال کی برکت کی دعا کی۔ اس کی بکریوں میں اس طرح زیادتی شروع ہوئی

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الزکاۃ: باب قول اللہ تعالی وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ (۱٤٦٨) صحیح مسلم: کتاب الزکاۃ: باب فی تقدیم الزکاۃ ومنعها (۹۸۳)]

جیسے کیڑے بڑھ رہے ہوں۔ یہاں تک کہ مدینہ منورہ اس کے جانوروں کے لئے تنگ ہو گیا یہ ایک میدان میں نکل گیا ظہر و عصر تو جماعت کے ساتھ ادا کرتا تھا باقی نمازیں جماعت سے نہیں ملتی تھیں۔ جانوروں میں اور برکت ہوئی اسے اور دور جانا پڑا۔ اب سوائے جمعہ کے اور سب جماعتیں چھوٹ گئیں، مال اور بڑھتا گیا ہفتے کے بعد جمعہ کے لیے آنا بھی اس نے چھوڑ دیا۔ آنے جانے والے قافلوں سے پوچھ لیا کرتا تھا کہ جمعہ کے دن کیا بیان ہوا؟

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے اس کا حال دریافت کیا۔ لوگوں نے سب کچھ بیان کر دیا۔ آپ ﷺ نے اظہار افسوس کیا ادھر آیت اتری کہ ان کے مال سے صدقہ لے اور صدقے کے احکام بھی بیان ہوئے۔ آپ نے دو شخصوں کو جن میں ایک قبیلہ جہینہ کا اور دوسرا قبیلہ سلیم کا تھا انہیں تحصیلدار بنا کر صدقہ لینے کے احکام لکھ کر انہیں پروانہ دے کر بھیجا اور فرمایا کہ ثعلبہ سے اور فلانے بنی سلیم سے صدقہ لے آؤ۔ یہ دونوں ثعلبہ کے پاس پہنچے فرمان پیغمبر دکھایا صدقہ طلب کیا تو وہ کہنے لگا واہ واہ! یہ تو جزیے کی بہن ہے یہ تو بالکل ایسا ہی ہے جیسے کافروں سے جزیہ لیا جاتا ہے یہ کیا بات ہے؟ اچھا اب تو جاؤ لوٹتے ہوئے آنا۔ دوسرا شخص سلمی جو تھا اسے جب معلوم ہوا تو اس نے اپنے بہترین جانور نکالے اور انہیں لے کر خود ہی آگے بڑھا۔ انہوں نے ان جانوروں کو دیکھ کر کہا نہ تو یہ ہمارے لینے کے لائق نہ تجھ پر ان کا دینا واجب۔ اس نے کہا میں تو اپنی خوشی سے ہی بہترین جانور دینا چاہتا ہوں آپ انہیں قبول فرمائیے۔ بالآخر انہوں نے لے لئے۔ اوروں سے بھی وصول کیا اور لوٹتے ہوئے پھر ثعلبہ کے پاس آئے۔ اس نے کہا ذرا مجھے وہ پرچہ تو پڑھاؤ جو تمہیں دیا گیا ہے پڑھ کر کہنے لگا بھئی یہ تو صاف صاف جزیہ ہے کافروں پر جو ٹیکس مقرر کیا جاتا ہے یہ تو بالکل وہی ہے اچھا تم جاؤ میں سوچ سمجھ لوں۔ یہ واپس چلے گئے۔ انہیں دیکھتے ہی حضور اکرم ﷺ نے ثعلبہ پر اظہارِ افسوس کیا اور سلمی شخص کے لئے برکت کی دعا کی۔ اب انہوں نے بھی ثعلبہ اور سلمی دونوں کا واقعہ کہہ سنایا۔ پس اللہ تعالیٰ جل وعلا نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ثعلبہ کے ایک قریبی رشتے دار نے جب یہ سب کچھ سنا تو ثعلبہ سے جا کر یہ آیت بھی پڑھ سنائی۔ یہ حضرت ﷺ کے پاس آیا اور درخواست کی کہ اس کا صدقہ قبول کیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے تیرا صدقہ قبول کرنے سے منع فرما دیا ہے۔ یہ اپنے سر پر خاک ڈالنے لگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ تو سب تیرا ہی کیا دھرا ہے۔ میں نے تو تجھے کہا تھا لیکن تو نہ مانا۔ یہ واپس اپنی جگہ چلا آیا۔ حضور اکرم ﷺ نے انتقال تک اس کی کوئی چیز قبول نہ فرمائی۔ پھر یہ خلافت صدیقی میں آیا اور کہنے لگا میری جو عزت حضور اکرم ﷺ کے پاس تھی وہ اور میرا جو مرتبہ انصار میں ہے وہ آپ خوب جانتے ہیں آپ میرا صدقہ قبول فرمائیے۔ آپ نے جواب دیا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے قبول نہیں فرمایا تو میں کون؟ غرض آپ نے انکار کر دیا۔ جب آپ کا بھی انتقال ہو گیا اور امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے والی ہوئے تو پھر یہ آیا اور کہا کہ امیر المومنین آپ میرا صدقہ قبول فرمائیے۔ آپ نے جواب دیا کہ جب حضور اکرم ﷺ نے قبول نہیں فرمایا خلیفہ اول نے قبول نہیں فرمایا تو اب میں کیسے قبول کر سکتا ہوں؟

چنانچہ آپ نے بھی اپنی خلافت کے زمانے میں اس کا صدقہ قبول نہیں فرمایا۔ پھر خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوئی تو یہ ازلی منافق پھر آیا اور منت سماجت کرنے لگا لیکن آپ نے بھی یہی جواب دیا کہ خود

حضور اکرم ﷺ اور آپ کے دونوں خلیفہ نے تیرا صدقہ قبول نہیں فرمایا تو میں کیسے قبول کرلوں؟ چنانچہ قبول نہیں کیا اسی اثناء میں یہ شخص ہلاک ہوگیا۔ [1] الغرض پہلے تو وعدے کئے تھے سخاوت کے اور وہ بھی قسمیں کھا کھا کر' پھر پھر گیا اور سخاوت کے عوض بخیلی کرگیا اور وعدہ شکنی کرلی' اس جھوٹ اور عہد شکنی کے بدلے اس کے دل میں نفاق پیوست ہوگیا جو اس وقت اس کی پوری زندگی تک اس کے ساتھ ہی رہا۔ حدیث میں بھی ہے کہ منافق کی تین علامتیں ہیں جب بات کرے جھوٹ بولے جب وعدہ کرے حلاف کرے امانت سونپی جائے خیانت کرے۔ [2]

کیا یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ چھپے کھلے دل کے ارادوں اور سینے کے بھیدوں کا عالم ہے وہ پہلے سے ہی جانتا ہے۔ یہ خالی بکواس ہے کہ مالدار ہوجائیں تو یوں خیراتیں کریں' یوں شکر گزاری کریں' یوں نیکیاں کریں' لیکن دلوں پر نظریں رکھنے والا رب خوب جانتا ہے کہ یہ مال میں مست ہوجائیں گے اور دولت پا کر خرمستیاں' ناشکری اور بخل کرنے لگیں گے۔ وہ ہر حاضر غائب کا جاننے والا ہے وہ ہر چھپے کھلے کا عالم ہے ظاہر و باطن سب اس پر روشن ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَیَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۷۹﴾

جو لوگ ان مسلمانوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں جو دل کھول کر خیراتیں کرتے ہیں اور ان لوگوں پر جنہیں سوائے اپنی محنت مزدوری کے اور کچھ میسر ہی نہیں یہ ان کا مذاق اڑاتے ہیں' اللہ تعالیٰ بھی ان سے تمسخر کرتا ہے انہیں کے لئے دکھ کی مار ہے ○

مسلمانوں پر طعنہ زنی کرنے والے منافق: یہ بھی منافقوں کی ایک بدخصلت ہے کہ ان کی زبان سے کوئی بھی بچ نہیں سکتا نہ سخی نہ بخیل' یہ عیب جو' بدگو لوگ برے ہیں۔ اگر کوئی شخص بڑی رقم اللہ کی راہ میں دے تو یہ اسے ریاکار کہنے لگتے ہیں اور اگر کوئی مسکین اپنی مالی کمزوری کی بناء پر تھوڑا دے تو یہ ناک بھوں چڑھا کر کہتے ہیں لو ان کی اس حقیر چیز کا بھی اللہ بھوکا تھا۔ چنانچہ جب صدقات دینے کی آیت اترتی ہے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے اپنے صدقات لئے ہوئے حاضر ہوتے ہیں ایک صاحب نے دل کھول کر بڑی رقم دی' اسے تو ان منافقوں نے ریاکار کا خطاب دیا اور ایک صاحب بے چارے مسکین آدمی تھے صرف ایک صاع اناج لائے تھے' انہیں کہا کہ اس کے اس صدقے کی اللہ کو کیا ضرورت پڑی تھی؟ اس کا بیان اس آیت میں ہے۔ [3]

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے بقیع میں فرمایا کہ جو صدقہ دے گا میں اس کی بابت قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے

---

[1] [ضعیف: طبرانی کبیر (۷۸۷۳) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۰۰۲)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس میں معان بن رفاعہ راوی لین الحدیث ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف و مردود قرار دیتے ہیں۔]

[2] [صحیح: صحیح بخاری : کتاب الایمان : باب علامات المنافق (۳۳) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب خصال المنافق (۵۹) ترمذی : کتاب الایمان : باب ماجآء فی علامة المنافق (۲۶۳۲) ابو داؤد : کتاب السنة : باب الدلیل علی زیادة الایمان (۴۶۸۸) مسند احمد (۸۶۷۰)]

[3] [صحیح: صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب الذین یلمزون المطوعین (۴۶۶۸)]

سامنے گواہی دوں گا۔ اس وقت ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے اپنے عمامہ میں سے کچھ دینا چاہا لیکن پھر لپیٹ لیا۔ اتنے میں ایک صاحب جو سیاہ رنگ کے اور چھوٹے قد کے تھے ایک اونٹنی لے کر آگے بڑھے جس سے زیادہ اچھی اونٹنی بقیع بھر میں نہ تھی۔ کہنے لگے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ اللہ تعالیٰ کے نام پر خیرات ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت اچھا اس نے کہا سنبھال لیجئے۔ اس پر کسی نے کہا کہ اس سے تو اونٹنی ہی اچھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لیا اور فرمایا تو جھوٹا ہے یہ تجھ سے اور اس سے تین گنا اچھا ہے افسوس! سینکڑوں اونٹ رکھنے والے تجھ جیسوں پر افسوس۔ تین مرتبہ یہی فرمایا، مگر وہ جو اپنے مال کو اس طرح اس طرح کرے، اور لپیں بھر بھر کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے دائیں بائیں اشارہ کیا، یعنی راہِ اللہ ہر نیک کام میں خرچ کرے۔ پھر فرمایا انہوں نے فلاح پالی جو کم مال والے ہوں اور زیادہ عبادت والے ہوں۔ [1] حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ چالیس ۴۰ اوقیہ چاندی لائے اور ایک غریب انصاری ایک صاع اناج لائے، منافقوں نے ایک کو ریا کار بتلایا اور دوسرے کے صدقے کو حقیر بتلایا۔ [2] ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے لوگوں نے مال خیرات دینا اور جمع کرنا شروع کیا۔ ایک صاحب ایک صاع کھجوریں لے آئے اور کہنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پاس کھجوروں کے دو صاع تھے ایک میں نے اپنے اور اپنے بچوں کے لئے روک لیا اور ایک لے آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی جمع شدہ مال میں ڈال دینے کو فرمایا اس پر منافق بکواس کرنے لگے کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو اس سے بے نیاز ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا میرے پاس ایک سو اوقیہ سونا ہے سب کو صدقہ کرتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہوش میں بھی ہو؟ آپ نے جواب دیا ہاں ہوش میں ہوں۔ فرمایا پھر کیا کر رہا ہے؟ آپ نے فرمایا سنو! میرے پاس آٹھ ہزار ہیں جن میں سے چار ہزار میں تو اللہ تعالیٰ کو قرض دے رہا ہوں اور چار ہزار اپنے لئے رکھ لیتا ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے جو تو نے رکھ لیا ہے اور جو تو نے خرچ کر دیا ہے۔ منافق ان پر باتیں بنانے لگے کہ پھول گئے اپنی سخاوت دکھانے کے لئے لوگوں میں اتنی بڑی رقم دے دی۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتار کر بڑی رقم والوں کی سچائی اور ان منافقوں کا موذی پن ظاہر کر دیا۔ [3]

بنو عجلان کے عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے بھی اس وقت بڑی رقم خیرات کی تھی ایک سو وسق کھجوریں دی تھیں۔ منافقوں نے اسے ریا کاری پر محمول کیا تھا۔ اپنی محنت مزدوری کی تھوڑی سی خیرات دینے والے ابو عقیل رضی اللہ عنہ تھے یہ قبیلہ بنو انیف کے شخص تھے ان کے ایک صاع خیرات پر منافقوں نے ہنسی کی اور ہجو کی تھی۔ اور روایت میں ہے کہ یہ چندہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کی ایک جماعت کو جہاد پر روانہ کرنے کے لئے کیا تھا۔ اس میں ہے کہ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے دو ہزار دیئے تھے اور دو ہزار رکھے تھے دوسرے بزرگ نے رات بھر کی محنت میں دو صاع کھجوریں حاصل کر کے ایک

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۳٤/۵)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں مجہول راوی ہے۔[مجمع الزوائد (٤٦٧٠)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں مجہول راوی ہے۔[الموسوعة الحديثية (۲۰۳٦۰)]

[2] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۰۱۸)] علی بن ابی طلحہ اور ابن عباس کے درمیان منقطع ہے۔]

[3] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۰۱۹)] اس کی سند میں عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے۔]

صاع رکھ لیں اور ایک صاع دے دیں' [1] یہ حضرت ابو عقیل رضی اللہ عنہ تھے رات بھر اپنی پیٹھ پر بوجھ ڈھوتے رہے تھے۔ ان کا نام حبحاب تھا اور قول ہے کہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن ثعلبہ تھا۔ پس منافقوں کے اس تمسخر کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے بھی ان سے یہی بدلہ لیا' ان منافقوں کے لئے اخروی المناک عذاب ہیں۔ اور ان کے اعمال کا ان عملوں جیسا ہی برا بدلہ ہے۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۗ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۸۰﴾

ان کے لئے استغفار کر یا نہ کر' اگر تو ستر مرتبہ بھی ان کے لئے استغفار کرے تو بھی اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہ بخشے گا' یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کفر کیا ہے' ایسے فاسق لوگوں کو اللہ کریم ہدایت نہیں دیتا O

منافقین کے لئے استغفار: فرماتا ہے کہ یہ منافق اس قابل نہیں کہ تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے اللہ سے بخشش طلب کرے۔ ایک بار نہیں اگر تو ستر مرتبہ بھی بخشش ان کے لئے چاہے تو اللہ تعالیٰ انہیں نہیں بخشے گا۔ جو ستر کا ذکر ہے اس سے مراد صرف زیادتی ہے وہ ستر سے کم ہو یا بہت زیادہ ہو۔ بعض نے کہا ہے کہ مراد اس سے ستر کا ہی عدد ہے چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تو ان کے لئے ستر بار سے بھی زیادہ استغفار کروں گا کہ اللہ تعالیٰ انہیں بخش دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اور آیت میں فرما دیا کہ ان کے لئے تیرا استغفار کرنا نہ کرنے کے برابر ہے۔ [2] عبداللہ بن ابی منافق کا بیٹا حاضر خدمت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہو کر عرض کرتا ہے کہ میرا باپ نزع کی حالت میں ہے میری چاہت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے چلیں اس کے جنازے کی نماز بھی پڑھائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا حباب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا نام عبداللہ ہے حباب تو شیطان کا نام ہے۔ اب آپ ان کے ساتھ ہو لئے ان کے باپ کو اپنا کرتہ اپنے پسینہ والا پہنایا اس کی جنازے کی نماز پڑھائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا بھی گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جنازے پر نماز پڑھ رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ستر مرتبہ کے استغفار سے ہی نہ بخشنے کو فرمایا ہے تو میں ستر بار پھر ستر بار پھر ستر بار استغفار کروں گا۔ [3]

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۗ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۗ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۱﴾ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءً ۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۰۲۹)] اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ راوی ضعیف ہے۔]

[2] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۰۴۵)] اس کی سند میں عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے۔]

[3] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۰۴٤)]

پیچھے رہ جانے والے لوگ رسول اللہ ﷺ کے خلاف اپنے بیٹھے رہنے پر خوش ہیں یہ اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کرنا ناپسند رکھتے ہیں انہوں نے کہہ دیا کہ اس گرمی میں مت نکلو' تو کہہ دے کہ دوزخ کی آگ بہت ہی سخت گرم ہے' کاش کہ وہ سمجھتے ہوتے ○ پس انہیں بہت کم ہنسنا چاہئے اور بہت زیادہ روئیں بدلے میں اس کے جو یہ کیا کرتے تھے ○

سورج کی گرمی برداشت کرنا بہتر یا جہنم کی گرمی؟ جو لوگ غزوہ تبوک میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ نہیں گئے تھے اور گھروں میں ہی بیٹھنے پر اکڑ رہے تھے' جنہیں اللہ کی راہ میں مال و جان سے جہاد کرنا مشکل معلوم ہوتا تھا' جنہوں نے ایک دوسرے کے کان بھرے تھے کہ اس گرمی میں کہاں نکلو گے؟ ایک طرف پھل پکے ہوئے ہیں سائے بڑھے ہوئے ہیں دوسری جانب لو کے تھپیڑے چل رہے ہیں' پس اللہ تعالیٰ ان سے فرماتا ہے کہ جہنم کی آگ جس کی طرف تم اپنی اس بدکرداری سے جا رہے ہو وہ اس گرمی سے زیادہ بڑھی ہوئی حرارت اپنے اندر رکھتی ہے یہ آگ تو اس آگ کا ستروں حصہ ہے' جیسے کہ بخاری مسلم کی حدیث میں ہے (۱) اور روایت میں ہے کہ تمہاری یہ آگ آتش دوزخ کے ستر اجزاء میں سے ایک جزء ہے پھر بھی یہ سمندر کے پانی میں دو دفعہ بجھائی ہوئی ہے ورنہ تم اس سے کوئی فائدہ نہ حاصل کر سکتے (۲) حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں ایک ہزار سال تک آتش دوزخ دھونکی گئی تو سرخ ہو گئی ایک ہزار سال جلائی گئی تو سفید ہو گئی پھر ایک ہزار سال تک دھونکی گئی پس وہ اندھیری رات جیسی سخت سیاہ ہے۔ (۳) ایک بار آپ نے آیت ﴿وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ (۴) کی تلاوت کی اور فرمایا ایک ہزار سال تک جلائے جانے سے وہ سفید پڑ گئی پھر ایک ہزار سال تک بھڑکانے سے سرخ ہو گئی پھر ایک ہزار سال تک دھونکے جانے سے سیاہ ہو گئی پس وہ سیاہ رات جیسی ہے اس کے شعلوں میں بھی چمک نہیں۔ (۵) ایک حدیث میں ہے کہ اگر دوزخ کی آگ کی ایک چنگاری مشرق میں ہو تو اس کی حرارت مغرب تک پہنچ جائے۔ ابو یعلی کی ایک غریب روایت میں ہے کہ اگر اس مسجد میں ایک لاکھ بلکہ اس سے بھی زیادہ آدمی ہوں اور کوئی جہنمی یہاں آ کر سانس لے تو اس کی گرمی سے مسجد والے سب جل جائیں۔ (۶) اور حدیث میں ہے کہ سب سے ہلکے

---

(۱) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب بدء الخلق: باب صفة النار وانها مخلوقة (۳۲۶۵) صحیح مسلم: کتاب الجنة: باب جهنم اعاذنا الله منها (۲۸۴۳)]

(۲) [صحیح: مسند احمد (۲۴۴/۲) صحیح ابن حبان (۷۴۶۳) مسند حمیدی (۱۱۲۹)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی ایک سند کو صحیح کہا ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (۷۳۲۷)]

(۳) [ضعیف: ترمذی: کتاب صفة جهنم (۲۵۹۱) ابن ماجه: کتاب الزهد (۴۳۲۰)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی، السلسلة الضعیفة (۱۳۰۵)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

(۴) [سورۃ البقرہ: آیت ۲۴]

(۵) [ضعیف: بیهقی فی شعب الایمان (۷۹۹)] اس کی سند میں مبارک بن فضالہ قوی نہیں۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

(۶) [ضعیف: مسند ابو یعلی (۶۶۷۰) ابو نعیم فی الحلیة (۳۰۷/۴) الترغیب والترهیب (۳۶۳/۴) مجمع الزوائد (۳۹۱/۱۰)]

عذاب والا دوزخ میں وہ ہوگا جس کے دونوں پاؤں میں دو جوتیاں آگ کے تسمے سمیت ہوں گی جس سے اس کی کھوپڑی ابل رہی ہوگی، اور وہ سمجھ رہا ہوگا کہ سب سے سخت عذاب اسی کو ہو رہا ہے حالانکہ دراصل سب سے ہلکا عذاب اسی کا ہے۔ [۱] قرآن فرماتا ہے کہ وہ آگ ایسی شعلہ زن ہے جو کھال اتار دیتی ہے۔اور آیتوں میں ہے کہ ان کے سروں پر کھولتا ہوا گرم پانی بہایا جائے گا جس سے ان کے پیٹ کی تمام چیزیں اور ان کی کھالیں جھلس جائیں گی پھر لوہے کے ہتھوڑوں سے ان کے سر کچلے جائیں گے وہ جب وہاں سے نکلنا چاہیں گے اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ جلنے کا عذاب چکھو۔اور آیت میں ہے کہ جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے انکار کیا انہیں ہم بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دیں گے، ان کی کھالیں جھلستی جائیں گی اور ہم اور اور بدلتے جائیں گے کہ وہ خوب عذاب چکھیں۔ [۲] اس آیت میں بھی فرمایا ہے کہ اگر انہیں سمجھ ہوتی تو یہ جان لیتے کہ جہنم کی آگ کی گرمی اور تیزی بہت زیادہ ہے تو یقیناً یہ باوجود موسم گرمی کے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد میں خوشی خوشی نکلتے اور اپنے جان و مال کو اللہ کی راہ میں فدا کرنے پر تل جاتے۔عرب کا شاعر کہتا ہے کہ تو نے اپنی عمر سردی گرمی سے بچنے کی کوشش میں گزار دی حالانکہ تجھے لائق تھا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچتا کہ جہنم کی آگ سے بچ جائے اب اللہ تعالیٰ ان بدباطن منافقوں کو ڈرا رہا ہے کہ تھوڑی سی زندگی میں یہاں تو جتنا چاہیں ہنس لیں، لیکن اس آنے والی بڑی زندگی میں ان کے لئے رونا ہی رونا ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔

حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ لوگو روؤ اور رونا نہ آئے تو زبردستی روؤ جہنمی روئیں گے یہاں تک کہ ان کے رخساروں پر نہروں جیسے گڑھے پڑ جائیں گے آخر آنسو ختم ہو جائیں گے اب آنکھیں خون برسانے لگیں گی ان کی آنکھوں سے اس قدر آنسو اور خون بہا ہوگا کہ اگر کوئی اس میں کشتیاں چلانی چاہے تو چلا سکتا ہے۔ [۳] اور حدیث میں ہے کہ جہنمی جہنم میں روئیں گے اور خوب روتے رہیں گے آنسو ختم ہونے کے بعد پیپ نکلنا شروع ہوگا۔اس وقت دوزخ کے داروغے ان سے کہیں گے کہ اے بدبخت! رحم کی جگہ تو تم کبھی بھی نہ روئے اب یہاں کا رونا دھونا لاحاصل ہے، اب یہ اونچی آوازوں سے چلا چلا کر جنتیوں سے فریاد کریں گے کہ تم لوگ ہمارے رشتے کنبے کے ہو سنو! ہم قبروں سے پیاسے اٹھے تھے پھر میدان محشر میں بھی پیاسے ہی رہے اور آج تک یہاں بھی پیاسے ہی ہیں ہم پر رحم کرو کچھ پانی ہمارے حلق میں چھوا دو یا جو روزی اللہ تعالیٰ نے تمہیں دی ہے اس میں سے ہی تھوڑا بہت ہمیں دے دو، چالیس سال تک کتوں کی طرح چیختے رہیں گے چالیس سال کے بعد انہیں جواب ملے گا

---

[۱] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب صفة الجنة والنار (٦٥٦٢) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب شفاعة النبی لا بی طالب (٢١٣) مسند احمد (٢٧١/٤)]

[۲] [سورة النسآء: آیت ٥٦]

[۳] [ضعیف : مسند ابو یعلی (٤١٣٤) ابن ماجه : کتاب الزهد : باب صفة النار (٤٣٢٤)] حافظ بوصیریؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں یزید رقاشی راوی ضعیف ہے۔[الزوائد (٣٢٣/٣)] شیخ البانیؒ بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔[السلسلة الصحيحة (١٦٧٩)] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔]

کہ تم یوں ہی دھتکارے ہوئے بھوکے پیاسے ہی ان سڑیل اور اٹل سخت عذابوں میں پڑے رہو۔ اب یہ تمام بھلائیوں سے مایوس ہو جائیں گے۔

فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآىٕفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِیَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِیَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ رَضِیْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِیْنَ ﴿۸۳﴾

پس اگر اللہ تعالیٰ تجھے ان کی کسی جماعت کی طرف لوٹا کر واپس لے آئے پھر یہ تجھ سے میدان جنگ میں نکلنے کی اجازت طلب کریں تو کہہ دینا کہ تم میرے ساتھ ہرگز چل نہیں سکتے۔ اور نہ میرے ساتھ تم دشمنوں سے لڑائی کر سکتے ہو تم نے پہلی مرتبہ ہی بیٹھ رہنے کو پسند کیا تھا پس تم پیچھے رہ جانے والوں میں ہی بیٹھے رہو ○

دنیا چاہنے والے جہاد میں نہ جائیں: فرمان ہے کہ جب اللہ تعالیٰ تجھے سلامتی کے ساتھ اس غزوے سے واپس مدینے پہنچا دے اور ان میں سے کوئی جماعت تجھ سے کسی اور غزوے میں تیرے ساتھ چلنے کی درخواست کرے تو بطور ان کو سزا دینے کے تو صاف کہہ دینا کہ نہ تو تم میرے ساتھ والوں میں میرے ساتھ چل سکتے ہو نہ تم میری ہمراہی میں دشمنوں سے جنگ کر سکتے ہیں' تم جب موقعہ پر دغا دے گئے اور پہلی مرتبہ ہی بیٹھ رہے تو اب تیاری کے کیا معنی؟ پس یہ آیت مثل آیت ﴿وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ یُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ [۱] الخ کے ہے۔ بدی کا برا بدلہ بدی کے بعد ملتا ہے جیسے کہ نیکی کی جزا بھی نیکی کے بعد ملتی ہے۔ عمرۂ حدیبیہ کے بعد قرآن نے فرمایا تھا ﴿سَیَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ﴾ [۲] الخ یعنی یہ پیچھے رہ جانے والے لوگ تم سے جب تم غنیمتیں لینے چلو گے کہیں گے کہ ہمیں اجازت دو ہم بھی تمہارے ساتھ ہو لیں' یہاں فرمایا کہ ان سے کہہ دینا کہ بیٹھ رہنے والوں میں ہی تم بھی رہو' جو عورتوں کی طرح گھروں میں گھسے رہتے ہیں۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾

ان میں سے کوئی مرجائے تو تو اس کے جنازے کی ہرگز نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑا ہونا' یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کے منکر ہو گئے اور مرتے دم تک بدکار بے اطاعت رہے ○

منافق کا جنازہ پڑھانے کی ممانعت: حکم ہوتا ہے کہ اے نبی ﷺ! تم منافقوں سے بالکل بے تعلق ہو جاؤ ان میں سے کوئی مرجائے تو تم نہ اس کے جنازے کی نماز پڑھو نہ اس کی قبر پر جا کر اس کے لئے دعائے استغفار کرو' اس لئے کہ یہ کفر و فسق پر زندہ رہے اور اسی پر مرے۔ یہ حکم تو عام ہے گو اس کا شان نزول خاص عبداللہ بن ابی بن

---

[۱] [سورۃ الانعام: آیت ۱۱۰] [۲] [سورۃ الفتح: آیت ۱۵]

سلول کے بارے میں ہے۔ جو منافقوں کا رئیس اور امام تھا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ اس کے مرنے پر اس کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ میرے باپ کے کفن کے لئے آپ ﷺ خاص اپنا پہنا ہوا کرتا عنایت فرمائیے۔ آپ ﷺ نے دے دیا۔ پھر کہا کہ آپ ﷺ خود اس کے جنازے کی نماز پڑھائیے' آپ ﷺ نے یہ درخواست بھی منظور فرمالی اور نماز پڑھانے کے ارادے سے اٹھے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا دامن تھام لیا اور عرض کی کہ حضور اکرم ﷺ! آپ اس کے جنازے کی نماز پڑھائیں گے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا سنو! اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے فرمایا ہے کہ تو ان کے لئے استغفار کر یا نہ کر اگر تو ان کے لئے ستر مرتبہ استغفار کرے گا تو بھی اللہ تعالیٰ انہیں نہ بخشے گا۔ تو میں ستر مرتبہ سے بھی زیادہ استغفار کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے یارسول اللہ ﷺ یہ منافق تھا۔ تاہم حضور اکرم ﷺ نے اس کے جنازے کی نماز پڑھائی اس پر یہ آیت اتری۔ [1] اور روایت میں ہے کہ اس نماز میں صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی آپ ﷺ کی اقتدار میں تھے۔ اور روایت میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ اس کی نماز کے لئے کھڑے ہو گئے تو میں صف میں سے نکل کر آپ ﷺ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہا کہ کیا آپ ﷺ اس اللہ کے دشمن عبداللہ بن ابی کے جنازے کی نماز پڑھائیں گے؟ حالانکہ فلاں دن اس نے یوں کہا اور فلاں دن یوں یوں کہا۔ اس کی وہ تمام باتیں دہرائیں۔ حضور اکرم ﷺ مسکراتے ہوئے سب سنتے رہے آخر میں فرمایا عمر! مجھے چھوڑ دے' اللہ تعالیٰ نے استغفار کا مجھے اختیار دیا ہے کہ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار ان کے گناہ معاف کرا سکتا ہے تو یقیناً ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں گا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے نماز پڑھائی جنازے کے ساتھ بھی چلے دفن میں بھی موجود رہے۔ اس کے بعد مجھے اپنی گستاخی پر بہت ہی افسوس ہونے لگا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ خوب علم والے ہیں میں نے ایسی اور اس قدر جرأت کیوں کی' کچھ ہی دیر ہوئی ہوگی جو یہ دونوں آیتیں نازل ہوئیں۔ اس کے بعد آخر دم تک نہ تو حضور اکرم ﷺ نے کسی منافق کے جنازے کی نماز پڑھی نہ اسکی قبر پر آ کر دعا کی۔ [2] اور روایت میں ہے کہ اس کے صاحبزادے رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے یہ بھی کہا تھا کہ اگر آپ ﷺ تشریف نہ لائے تو ہمیشہ کے لئے یہ بات ہم پر رہ جائے گی۔ جب آپ ﷺ تشریف لائے تو اسے قبر میں اتار دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس سے پہلے مجھے کیوں نہ لائے؟ چنانچہ وہ قبر سے نکالا گیا آپ ﷺ نے اس کے سارے جسم پر تھتکار کر دم

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قولہ استغفرلھم اولا تستغفرلھم (٤٦٧٠) صحیح مسلم : کتاب صفات المنافقین : باب صفات المنافقین واحکامھم (٢٧٧٤) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورۃ براءۃ (٣٠٩٨) مسند احمد (١٨/٢)]

[2] [صحیح : مسند احمد (١٦/١) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورۃ براءۃ (٣٠٩٧) مسند عبد بن حمید (١٩) مسند بزار (١٩٣) تفسیر ابن جریر الطبری (١٧٠٧٠) صحیح ابن حبان (١٣٧٦)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی ، احکام الجنائز (٩٣، ٩٥)]

کیا اور اسے اپنا کرتہ پہنایا۔ (۱) اور روایت میں ہے کہ وہ خود وصیت کر کے مرا تھا کہ اس کے جنازے کی نماز خود رسول اللہ ﷺ پڑھائیں۔ اس کے لڑکے نے آکر حضور اکرم ﷺ کو اس کی آرزو اور اس کی آخری وصیت کی بھی خبر کی تھی اور یہ بھی کہا تھا کہ اس کی وصیت یہ بھی ہے کہ اسے آپ ﷺ کے پیراہن میں کفنایا جائے۔ آپ ﷺ اس کے جنازے کی نماز سے فارغ ہوئے ہی تھے جو حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیتیں لے کر اترے۔ (۲) اور روایت میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کا دامن تان کر نماز کے ارادے کے وقت یہ آیت سنائی۔ (۳) لیکن یہ روایت ضعیف ہے، اور روایت میں ہے اس نے اپنی بیماری کے زمانے میں حضور اکرم ﷺ کو بلایا آپ ﷺ تشریف لے گئے اور جا کر فرمایا کہ یہودیوں کی محبت نے تجھے تباہ کر دیا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! یہ وقت ڈانٹ ڈپٹ کا نہیں بلکہ میری خواہش ہے کہ آپ میرے لئے دعائے استغفار کریں میں مر جاؤں تو مجھے اپنے پیراہن میں کفنائیں۔ (۴) بعض سلف سے مروی ہے کہ کرتہ دینے کہ وجہ یہ تھی کہ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ آئے تو ان کے جسم پر کسی کا کپڑا ٹھیک نہیں آیا آخر اس کا کرتہ لیا وہ ٹھیک آ گیا یہ بھی لمبا پورا چوڑائی چکلی ہڈی کا آدمی تھا پس اس کے بدلے میں آپ ﷺ نے اسے اس کے کفن کے لئے اپنا کرتہ عطا فرمایا (۵) اس آیت کے اترنے کے بعد نہ تو کسی منافق کے جنازے کی نماز آپ ﷺ نے پڑھی۔ نہ کسی کے لئے استغفار کیا۔ مسند احمد میں ہے کہ جب آپ ﷺ کو کسی جنازے کی طرف بلایا جاتا تو آپ ﷺ پوچھ لیتے اگر لوگوں سے اس کی بھلائیاں معلوم ہوتیں تو آپ ﷺ جا کر اس کے جنازے کی نماز پڑھاتے اور اگر کوئی ایسی ویسی بات کان میں پڑتی تو صاف انکار کر دیتے۔ (۶) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طریقہ آپ ﷺ کے بعد یہ رہا کہ جس کے جنازے کی نماز حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ پڑھتے اس کے جنازے کی نماز آپ بھی پڑھتے جس کی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نہ پڑھتے آپ بھی نہ پڑھتے اس لئے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم ﷺ نے منافقوں کے نام گنوا دیئے تھے اور صرف انہی کو یہ نام معلوم تھے اسی بنا پر انہیں راز دارِ رسول اللہ ﷺ کہا جاتا تھا۔ بلکہ ایک مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک شخص کے جنازے کی نماز کے لئے کھڑے ہونے لگے تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے چٹکی لے کر انہیں روک دیا۔

---

(۱) [صحیح: مسند احمد (۳/۳۷۱) نسائی فی السنن الکبری (۹۶۶۵)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۱۴۹۸۶)]

(۲) [منکر بذکر الوصیۃ: ابن ماجہ: کتاب الجنائز: باب فی الصلاۃ علی اھل القبلۃ (۱۵۲۴)] شیخ البانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت وصیت کے ذکر کے ساتھ منکر ہے۔ [ضعیف ابن ماجہ، احکام الجنائز: (ص ۱۶۰)]

(۳) [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۰۶۸)] اس کی سند میں یزید رقاشی راوی ضعیف ہے۔]

(۴) [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۰۷۴)] قتادہ سے مرسل ہے۔]

(۵) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الجہاد: باب الکسوۃ للاساری (۳۰۰۸)]

(۶) [صحیح: مسند احمد (۵/۲۹۹) مستدرک حاکم (۳۶۴) صحیح ابن حبان (۳۰۵۷)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (۳/۳، ۴)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۲۲۵۵۵)]

جنازے کی نماز اور استغفار ان دونوں چیزوں سے منافقوں کے بارے میں مسلمانوں کو روک دینا یہ دلیل ہے اس امر کی کہ مسلمانوں کے بارے میں ان دونوں چیزوں کی پوری تاکید ہے ان میں مردوں کے لئے بھی پورا نفع ہے اور زندوں کے لئے بھی کامل ثواب ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں جو جنازے میں جائے اور نماز پڑھی جانے تک ساتھ رہے اسے ایک قیراط کا ثواب ملتا ہے اور جو دفن تک ساتھ رہے اسے دو قیراط ملتے ہیں' پوچھا گیا کہ قیراط کیا ہے؟ فرمایا سب سے چھوٹا قیراط احد پہاڑ کے برابر ہوتا ہے۔ [1] اسی طرح یہ بھی حضور اکرم ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ میت کے دفن سے فارغ ہو کر وہیں اس کی قبر کے پاس ٹھہر کر حکم فرماتے کہ اپنے ساتھی کے لئے استغفار کرو اس کے لئے ثابت قدمی کی دعا کرو اس سے اس وقت سوال و جواب ہو رہا ہے۔ [2]

وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾

ان کے مال و اولاد سے کچھ بھی تعجب نہ کر اللہ تعالیٰ کی چاہت یہی ہے کہ انہیں ان چیزوں سے دنیوی سزا دے اور یہ اپنی جانیں نکلنے تک کافر ہی رہیں ○

اسی مضمون کی آیت کریمہ گزر چکی ہے اور وہیں اس کی پوری تفسیر بھی بحمد اللہ لکھ دی گئی ہے۔ جس کے دوہرانے کی ضرورت نہیں۔

وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۸۶﴾ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۷﴾

جب کوئی سورت اتاری جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول (ﷺ) کے ساتھ مل کر جہاد کرو تو ان میں سے دولت مندوں کا ایک طبقہ تیرے پاس آ کر یہ کہہ کر رخصت لے لیتا ہے کہ ہمیں تو بیٹھے رہنے والوں میں ہی چھوڑ دیجئے ○ یہ تو خانہ نشین عورتوں کا ساتھ دینے پر ریجھ گئے اور ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی اب وہ کچھ سمجھ عقل نہیں رکھتے ○

جہاد منافق کے بس کا کام نہیں: ان لوگوں کی برائی بیان ہو رہی ہے جو وسعت' طاقت' قوت ہوتے ہوئے جہاد

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الجنائز: باب من انتظر حتی تدفن (۱۳۲۵) صحیح مسلم: کتاب الجنائز: باب فضل الصلاۃ علی الجنازۃ (۹۴۵) ترمذی: کتاب الجنائز: باب ماجآء فی فضل الصلاۃ علی الجنازۃ (۱۰۴۰) ابوداؤد: کتاب الجنائز: باب فضل الصلاۃ علی الجنازۃ (۳۱۶۸) مسند احمد (۴۰۱/۲)]

[2] [صحیح: ابوداؤد: کتاب الجنائز: باب الاستغفار عند القبر للمیت (۳۲۲۱)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود، احکام الجنائز (ص: ۱۵۶)]

کے لئے نہیں نکلتے جی چرا جاتے ہیں اور حکم الٰہی سن کر پھر بھی رسول اللہ ﷺ کے پاس آ آ کر اپنے رک رہنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ان کی بے حمیتی تو دیکھو کہ یہ عورتوں جیسے ہو گئے۔ لشکر چلے گئے یہ نامرد زنانے عورتوں کی طرح پیچھے رہ گئے۔ بوقت جنگ بزدل ڈرپوک اور گھروں میں گھسے رہنے والے اور بوقتِ امن بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے والے، یہ بھونکنے والے کتوں اور گرجنے والے بادلوں کی طرح ڈھول کے پول ہیں۔ چنانچہ ایک اور جگہ خود قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے کہ خوف کے وقت ایسی آنکھیں پھیرنے لگتے ہیں جیسے کوئی مر رہا ہو اور جہاں وہ موقع گزر گیا کہ اب لگے چرب زبانی کرنے اور لمبے چوڑے دعوے کرنے اور باتیں بنانے۔امن کے وقت تو مسلمانوں میں فساد پھیلانے لگتے ہیں اور وہ بلند و بانگ بہادری کے ڈھول پیٹتے ہیں کہ کچھ ٹھیک نہیں لیکن لڑائی کے وقت عورتوں کی طرح چوڑیاں پہن کر پردہ نشین بن جاتے ہیں بل اور سوراخ ڈھونڈ ڈھونڈ کر اپنے آپ کو چھپاتے پھرتے ہیں۔ ایمان دار تو سورت اترنے اور اللہ تعالیٰ کے حکم ہونے کا انتظار کرتے ہیں لیکن بیمار دلوں والے جہاں سورت اتری، اور جہاد کا حکم سنا کہ آنکھیں بند کر لیں۔ان پر افسوس ہے اور ان کے لئے تباہی خیز مصیبت ہے۔اگر یہ اطاعت گزار ہوتے اگر ان کی زبان سے اچھی بات نکلتی ان کے ارادے اچھے ہوتے یہ اللہ تعالیٰ کی باتوں کی تصدیق کرتے تو یہی چیز ان کے حق میں بہتر تھی لیکن ان کے دلوں پر تو ان کی بداعمالیوں سے مہر لگ چکی ہے اب تو ان میں اس بات کی صلاحیت بھی نہیں رہی کہ اپنے نفع نقصان کو ہی سمجھ لیں۔

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ز وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۸۹﴾ ع

لیکن خود رسول (ﷺ) اور اس کے ساتھ ایمان دار اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے رہتے ہیں۔ یہی لوگ خوبیوں والے ہیں اور یہی لوگ کامیابی حاصل کرنے والے ہیں ○ انہیں کے لئے اللہ تعالیٰ نے وہ جنتیں تیار کی ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں جن میں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں یہی بہت بڑی کامیابی ہے ○

جہاد صرف سچے مومن کا کام: منافقوں کی مذمت اور ان کی اخروی درگت بیان فرما کر اب مومنوں کی مدحت اور ان کی اخروی راحت بیان ہو رہی ہے۔ یہ جہاد کے لئے کمر باندھے رہتے ہیں۔ یہ جان و مال اللہ کی راہ میں فدا کرتے رہتے ہیں، انہی کے حصے میں بھلائیاں اور خوبیاں ہیں۔ یہی فلاح پانے والے لوگ ہیں۔ انہی کے لئے جنت الفردوس ہے اور انہی کے لئے بلند درجے ہیں یہی مقصد حاصل کرنے والے یہی کامیابی کو پہنچ جانے والے لوگ ہیں۔

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۰﴾

بادیہ نشینوں میں سے عذر والے لوگ حاضر ہوئے کہ انہیں رخصت دے دی جائے اور وہ بیٹھ رہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول ﷺ سے جھوٹی باتیں بنائی تھیں اب تو ان میں سے جتنے کفار ہیں انہیں دکھ دینے والی مار پہنچ کر رہے گی ○

جھوٹے عذر پیش کرنے کا انجام: یہ بیان ان لوگوں کا ہے جو حقیقتاً کسی شرعی عذر کے باعث جہاد میں شامل نہ ہو سکتے تھے مدینہ کے اردگرد کے یہ لوگ آ آ کر اپنی کمزور ضعیفی' بے طاقتی بیان کر کے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے اجازت لیتے ہیں کہ اگر حضور اکرم ﷺ انہیں واقعی معذور سمجھیں تو اجازت دے دیں۔ یہ بنو غفار کے قبیلے کے لوگ تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قراءت میں ﴿وَجَآءَ الْمُعْذِرُوْنَ﴾ ہے یعنی اہل عذر لوگ۔ یہی معنی مطلب زیادہ ظاہر ہے کیونکہ اسی جملے کے بعد ان لوگوں کا بیان ہے جو جھوٹے تھے یہ نہ آئے نہ اپنا رک جانے کا سبب پیش کیا نہ حضور اکرم ﷺ سے رک رہنے کی اجازت چاہی۔ بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ عذر پیش کرنے والے بھی دراصل عذر والے نہ تھے اسی لئے ان کے عذر مقبول نہ ہوئے۔ لیکن پہلا قول پہلا ہی ہے وہی زیادہ ظاہر ہے' واللہ اعلم۔ اس کی ایک وجہ تو وہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ عذاب کا وعدہ بھی ان سے ہوا جو بیٹھے ہی رہے۔

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۱﴾ وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۪ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۳﴾

ناتواں ضعیفوں پر اور بیماروں پر اور ان پر جن کے پاس خرچ کرنے کو کچھ بھی نہیں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی خیر خواہی کرتے رہیں' ایسے نیک کاروں پر الزام کی کوئی راہ نہیں' اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت و رحمت والا ہے ○ ہاں ان پر بھی کوئی حرج نہیں جو تیرے پاس آتے ہیں کہ تو انہیں سواری مہیا کر دے تو تو جواب دیتا ہے کہ میں تو تمہاری سواری کے لئے کچھ بھی نہیں پاتا تو وہ رنج و غم سے اپنی آنکھوں سے آنسو بہاتے لوٹ جاتے ہیں کہ انہیں خرچ کرنے کے لئے کچھ بھی میسر نہیں ○ بے شک ان لوگوں پر تو راہِ الزام ہے اور انہی پر ہے جو باوجود دولتمند ہونے کے تجھ سے اجازت طلب کرتے ہیں جو خانہ نشین عورتوں کا ساتھ دینے پر خوش ہیں جن کے دلوں پر مہر الٰہی لگ چکی ہے' جس سے وہ محض بے علم ہو گئے ہیں ○

جہاد سے پیچھے رہنے کے لیے شرعی عذر: اس آیت میں ان شرعی عذروں کا بیان ہو رہا ہے جن کے ہوتے ہوئے اگر کوئی شخص جہاد میں نہ جائے تو اس پر شرعی حرج نہیں۔ پس ان سببوں میں سے ایک قسم تو وہ ہے جو لازم ہوتی ہے

کسی حالت میں انسان سے الگ نہیں ہوتی جیسے پیدائشی کمزوری یا اندھا پن یا لنگڑا پن' کوئی لولا لنگڑا اپاہج بیمار یا بالکل ہی ناطاقت ہو' دوسری قسم کے وہ عذر ہوتے ہیں جو کبھی ہیں اور کبھی نہیں اتفاقیہ اسباب ہیں مثلاً کوئی بیمار ہو گیا ہے یا بالکل فقیر ہو گیا ہے سامان سفر' سامانِ جہاد مہیا نہیں کر سکتا وغیرہ پس یہ لوگ شرکت جہاد نہ کر سکیں تو ان پر شرعاً کوئی مواخذہ گناہ یا عار نہیں۔ لیکن انہیں اپنے دل میں صلاحیت اور خلوص رکھنا چاہیے۔ مسلمانوں کے دین الٰہی کے خیر خواہ بنے رہیں اوروں کو جہاد پر آمادہ کریں بیٹھے بیٹھے جو خدمت مجاہدین کی انجام دے سکتے ہوں دیتے رہیں' ایسے نیک کاروں پر کوئی وجہ الزام نہیں' اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے' حواریوں نے عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی سے پوچھا کہ ہمیں بتلائیے اللہ کا خیر خواہ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ کے حق کو لوگوں کے حق پر مقدم کرے اور جب ایک کام دین کا اور ایک دنیا کا آ جائے تو دینی کام کی اہمیت کا پورا لحاظ رکھے پھر فارغ ہو کر دنیوی کام کو انجام دے۔ ایک مرتبہ قحط سالی کے موقعہ پر لوگ نمازِ استسقاء کے لئے میدان میں نکلے' ان میں حضرت بلال بن سعد رحمہ اللہ بھی تھے۔ آپ نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا اے حاضرین! کیا تم یہ مانتے ہو کہ تم سب اللہ کے گنہگار بندے ہو؟ سب نے پورا اقرار کیا۔ اب آپ نے دعا شروع کی کہ پروردگار ہم نے تیرے کلام میں سنا ہے کہ نیک کاروں پر کوئی راہ نہیں۔ ہم اپنی برائیوں کے اقراری ہیں پس تو ہمیں معاف فرما' ہم پر رحم فرما' ہم پر اپنی رحمت سے بارشیں برسا اب آپ رحمہ اللہ نے ہاتھ اٹھائے اور آپ کے ساتھ ہی اور سب نے۔ رحمت ربانی جوش میں آئی اور اسی وقت جھوم جھوم کر رحمت کی بدلیاں برسنے لگیں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں حضور اکرم ﷺ کا منشی تھا سورہ براءت جب اتر رہی تھی میں اسے بھی لکھ رہا تھا میرے کان میں قلم اڑسا ہوا تھا جہاد کی آیتیں اتر رہی تھیں۔ حضور اکرم ﷺ منتظر تھے کہ دیکھیں اب کیا حکم نازل ہوتا ہے؟ جو ایک نابینا صحابی رضی اللہ عنہ آئے اور کہنے لگے حضور ﷺ! میں جہاد کے احکام اس اندھاپے میں کیسے بجا لا سکتا ہوں؟ اسی وقت یہ آیت اتری۔ [1]
پھر ان کا بیان ہوتا ہے جو جہاد کی شرکت کے لئے تڑپتے ہیں مگر قدرتی اسباب سے مجبور ہو کر بادل ناخواستہ رک جاتے ہیں۔ جہاد کا حکم ہوا رسول اللہ ﷺ کا اعلان ہوا مجاہدین کا لشکر جمع ہونا شروع ہوا تو ایک جماعت آئی جن میں حضرت عبداللہ بن مغفل بن مقرن مزنی رضی اللہ عنہم وغیرہ تھے۔ انہوں نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ! ہمارے پاس سواریاں نہیں آپ ہماری سواریوں کا انتظام کر دیں تا کہ ہم بھی اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا اور آپ ﷺ کی ہم رکابی کا شرف حاصل کریں۔ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ واللہ! میرے پاس تو ایک بھی سواری نہیں۔ یہ ناامید ہو کر روتے پیٹتے غمزدہ اور رنجیدہ ہو کر لوٹے ان پر اس سے زیادہ بھاری بوجھ کوئی نہ تھا کہ یہ اس وقت ہم رکابی کی اور جہاد کی سعادت سے محروم رہ گئے اور عورتوں کی طرح انہیں یہ مدت گھروں میں گزارنی پڑے گی نہ ان کے پاس خود ہی کچھ ہے نہ کہیں سے کچھ ملتا ہے۔ پس جناب باری تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر ان کی تسکین کر دی۔ [2]

---

[1] [الدرالمنثور للسیوطی (۳/۴۷۸) تفسیر ابن ابی حاتم (۶/۱۸۶۶)]

[2] [**ضعیف** : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۰۹۴)] اس کی سند میں عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے۔]

یہ آیت قبیلہ مزینہ کی شاخ بنی مقرن کے بارے میں اتری ہے۔ محمد بن کعب رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ یہ سات آدمی تھے بنی عمرو کے سالم بن عمیر، بنی واقف کے ھرمی بن عمرو، بنی مازن کے عبدالرحمٰن بن کعب، بنو معلٰی کے سلمان بن صخر، بنی سلمی کے عمرو بن عنمہ، اور عبداللہ بن عمرو مزنی، اور بنو حارثہ کے عبدالرحمٰن بن زید۔ بعض روایتوں میں کچھ ناموں میں ہیر پھیر بھی ہے۔ انہیں نیک نیت بزرگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے رسول رسولوں کے سرتاج ﴿صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَسَلَّمَ﴾ کا فرمان ہے کہ اے میرے مجاہد ساتھیو! تم نے مدینے میں جو لوگ اپنے پیچھے چھوڑے ہیں ان میں وہ بھی ہیں کہ تم جو خرچ کرتے ہو جس میدان میں چلتے ہو جو جہاد کرتے ہو سب میں وہ بھی ثواب کے شریک ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ اور روایت میں ہے کہ یہ سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا وہ باوجود اپنے گھروں میں رہنے کے ثواب میں ہمارے شریک ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اس لئے کہ وہ معذور ہیں عذر کے باعث رکے ہیں۔ [1] اور روایت میں ہے کہ انہیں بیماریوں نے روک لیا ہے [2]

پھر ان لوگوں کا بیان فرمایا جنہیں فی الواقع کوئی عذر نہیں مال دار، ہٹے کٹے ہیں لیکن پھر بھی سرکار نبوت میں آ کر بہانے تراش کر جہاد میں ساتھ نہیں دیتے، عورتوں کی طرح گھر میں بیٹھ جاتے ہیں زمین پکڑ لیتے ہیں۔ فرمایا ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر الٰہی لگ چکی ہے، اب وہ اپنے بھلے برے کے علم سے بھی کورے ہو گئے ہیں۔ الحمد للہ تفسیر ابن کثیر اردو کا دسواں پارہ مکمل ہوا۔



---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجھاد : باب من حبسه العزر عن الغزو (۲۸۳۹)، (۴۴۲۲) ابو داؤد : کتاب الجھاد (۲۵۰۸) مسند احمد (۱۰۳/۳)]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الامارۃ : باب ثواب من حبسه عن الغزو مرض (۱۹۱۱) مسند احمد (۳۰۰/۳)]

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ؕ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ؕ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٤﴾ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ؗ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٩٥﴾ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٩٦﴾

یہ لوگ تمہارے سامنے عذر پیش کریں گے جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے۔ آپ کہہ دیجئے کہ یہ عذر پیش مت کرو، ہم کبھی تم کو سچا نہ سمجھیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو تمہاری خبر دے چکے ہیں اور آئندہ بھی اللہ اور اس کا رسول تمہاری کارگزاری دیکھ لیں گے پھر ایسے کے پاس لوٹائے جاؤ گے جو پوشیدہ اور ظاہر سب کا جاننے والا ہے پھر وہ تم کو بتادے گا جو کچھ تم کرتے تھے ○ ہاں وہ اب تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھا جائیں گے جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے تاکہ تم ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دو۔ سو تم ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دو۔ وہ بالکل گندے ہیں اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ ان کاموں کے بدلے جو کچھ وہ کیا کرتے تھے ○ یہ اس لئے قسمیں کھائیں گے کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ سو اگر تم ان سے راضی بھی ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ تو ایسے شریر لوگوں سے راضی نہیں ہوتا ○

جھوٹے عذر پیش کرنے والے: اللہ تعالیٰ نے منافقین سے متعلق یہ معلوم کرا دیا ہے کہ جب تم مدینہ واپس ہو گے تو تمہارے سامنے اپنے عذرات پیش کریں گے۔ لیکن تم ان سے کہہ دو کہ عذرات باطلہ پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہم تمہاری بات کو کبھی سچ نہ مانیں گے اللہ پاک نے ہمیں تمہارے احوال معلوم کرا دیئے ہیں۔ عنقریب اللہ پاک تمہارے اعمال دنیا میں لوگوں کے سامنے ظاہر فرما دے گا اور تمہیں تمہارے اچھے برے سارے اعمال کی خبر دے دے گا اور پھر اپنے اعمال کا نتیجہ بھی دیکھنا پڑے گا۔ پھر ان سے متعلق مزید خبر دی گئی کہ وہ قسمیں کھا کھا کر بیان کریں گے تاکہ تم ان سے درگزر کر جاؤ اور چشم پوشی کرلو۔ یہ اس وقت ہوگا جب تم مدینہ واپس ہو جاؤ گے۔ لیکن تم ہرگز ان کی تصدیق نہ کرنا اور ان سے اظہارِ حقارت کے لئے اعراض کر جاؤ۔ ان میں نفس کی گندگی ہے' ان کے باطن اور ان کے اعتقادات نجس ہیں' آخرت میں ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور یہ ان کے اعمال کا یعنی خطا کاریوں کا صحیح بدلہ ہے۔ اور یہ بھی بتلا دیا کہ اگر تم ان سے ان کی قسمیں کھانے کے سبب راضی ہو بھی جاؤ تو اللہ تعالیٰ تو ان لوگوں سے راضی نہ ہوگا جو اللہ کی اطاعت اور رسولوں کی فرماں برداری سے باہر ہو گئے ہیں۔ وہ لوگ فاسق ہیں اور فسق کے لغوی معنی باہر نکلنے کے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ((اَلْفَأرَةُ فُوَيْسِقَةٌ)) یعنی چوہا خرابیاں اور فساد پیدا کرنے کے لئے ہی اپنے بل سے نکلتا ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے ((فَسَقَتِ الرُّطَبَةُ)) یعنی ڈالیوں سے کھجور کے خوشے نکل آئے۔

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

دیہاتی لوگ کفر اور نفاق میں بہت ہی سخت ہیں اور ان کو ایسا ہونا ہی چاہئے کہ انہیں ان احکام کا علم نہ ہو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر نازل فرمائے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں ○ اور ان دیہاتوں میں سے بعض ایسا ہے کہ جو کچھ خرچ کرتا ہے اس کو جرمانہ سمجھتا ہے اور تم مسلمانوں کے واسطے گردش کا منتظر رہتا ہے برا وقت ان ہی پر پڑنے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سنتے ہیں جانتے ہیں ○ اور بعض اہل دیہات میں ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس کو عند اللہ قرب حاصل ہونے کا ذریعہ اور رسول کی دعا کا ذریعہ بناتے ہیں یاد رکھو کہ ان کا یہ خرچ کرنا بے شک ان کے لئے موجب قربت ہے ضرور ان کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں داخل کر لیں گے اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں ○

دیہاتی لوگ کفر ونفاق میں سخت: اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ دیہاتیوں اور صحرا نشین بدوؤں میں کفار بھی ہوتے ہیں اور مومنین بھی۔ اور ان کا کفر اور ان کا نفاق دوسروں کی بہ نسبت بہت عظیم اور شدید ہوتا ہے اور وہ اسی بات کے سزاوار ہیں کہ اللہ پاک نے اپنے رسول پر جو بھی حدود و احکام نازل فرمائے ہیں ان سے بے خبر رہیں۔ جیسے کہ اعمش نے ابراہیم سے روایت کی ہے کہ ایک اعرابی بدوی زید بن صوحان رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور وہ اپنے ساتھیوں سے باتیں کر رہے تھے اور جنگ نہاوند میں ان کا ہاتھ کٹ گیا تھا۔ اعرابی ان سے کہنے لگا کہ تمہاری باتیں تو بڑی پیاری ہیں اور تم بڑے اچھے آدمی معلوم ہوتے ہو لیکن یہ تمہارا کٹا ہوا ہاتھ مجھے تمہارے بارے میں شک پیدا کرتا ہے تو زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے کٹے ہوئے ہاتھ سے تمہیں شک کیوں ہوتا ہے یہ تو بایاں ہاتھ ہے تو اعرابی نے کہا کہ اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ چوری میں بایاں ہاتھ کاٹتے ہیں کہ دایاں ہاتھ۔ تو زید بن صوحان بول اٹھے کہ اللہ نے سچ فرمایا تھا کہ ﴿اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ﴾ یعنی یہ کفار اعراب اسی کے سزاوار ہیں کہ حدود اللہ سے ناواقف ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے بالاسناد ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو صحرا نشین ہو وہ گویا جلا وطن ہے اور جو شکار کے پیچھے دوڑا دوڑا پھرتا ہے بڑا ہی بے سمجھ ہے اور جس نے کسی بادشاہ کی ہمنشینی

اختیار کی وہ فتنہ سے دوچار ہو گیا۔ [1]

ابوداؤد اور ترمذی، نسائی میں بھی سفیان ثوری رحمہ اللہ سے یہ حدیث مروی ہے۔ ترمذی رحمہ اللہ نے اسے حسن غریب بتایا ہے۔ ثوری رحمہ اللہ سے روایت کے سوا اور کسی سے روایت کا ہمیں علم نہیں۔ صحرانشینوں میں چونکہ بدمزاجی اجڈ پن اور بدتمیزی ہوتی ہے اس لئے اللہ نے ان میں اپنا رسول نہیں پیدا کیا۔ بعثتِ نبوت ہمیشہ شہری اور مہذب لوگوں میں ہوا کرتی ہے۔ جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى﴾ [2] یعنی ہم نے تم سے پہلے بھی جتنے رسولوں کو انسانوں کی طرف بھیجا وہ سب شہری اور متمدن بستیوں کے لوگ تھے ایک مرتبہ ایک اعرابی نے اپنا ہدیہ رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجا تو اس وقت تک اس کا دل خوش نہ ہوا جب تک کہ اس سے کئی گنا زیادہ آپ ﷺ نے اس کے پاس نہ بھیج دیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب میں نے تو ارادہ کر لیا ہے کہ قریشی، ثقفی، انصاری اور دوسی کے سوا اور کسی کا ہدیہ قبول نہ کروں گا۔ [3] کیونکہ یہ لوگ متمدن شہری ہیں مکہ طائف، مدینہ اور یمن میں رہتے ہیں اخلاق میں یہ بدویوں سے بہت اچھے ہوتے ہیں۔ کیونکہ اعرابی بہت اجڈ ہوتے ہیں۔

حدیث مسلم بالاسناد عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ چند بدوی رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے کیا تم اپنے بچوں کو چومتے ہو؟ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا ہاں۔ تو انہوں نے کہا لیکن اللہ کی قسم ہم نہیں چومتے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر اللہ نے تمہارے دلوں سے محبت اور رحمت کو نکال دیا ہے تو کیا میں اس کا ذمہ دار ہوں؟ [4] اور اللہ خوب واقف ہے ان لوگوں سے جو اس بات کے مستحق ہیں کہ انہیں علم اور ایمان کی توفیق دی جائے اور اس نے اپنے بندوں میں علم، جہل ایمان، کفر اور نفاق کی تقسیم بڑی دانشوری سے کی ہے۔ وہ اپنی حکمت اور علم کی بنا پر جو کچھ کرتا ہے کون اس پر حرف گیری کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ

---

[1] [صحیح : ابوداؤد : کتاب الصید : باب فی اتباع الصید (۲۸۵۹) نسائی : کتاب الصید : باب اتباع الصید (۴۳۲۰) ترمذی : کتاب الفتن (۲۲۵۶) ابن ابی شیبۃ (۳۳۶/۱۲) طبرانی کبیر (۱۱۰۳۰) مسند احمد (۲۵۷/۱)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود ، المشکاۃ (۳۷۰۱)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

[2] [سورۃ یوسف: آیت ۱۰۹]

[3] [صحیح : مسند احمد (۲۶۸۷) ترمذی : کتاب المناقب : باب فی ثقیف وبنی حنیفۃ (۳۹۴۵) ابوداود (۳۵۳۷) نسائی (۳۷۵۹) بزار فی کشف الاستار (۱۹۳۸) صحیح ابن حبان (۶۳۸۴) طبرانی کبیر (۱۰۸۹۷)] حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔[تخریج الاحیاء (۴۴۲/۸)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔[تخریج الظلال (ص : ۴۸۰)] شیخ شعیب ارناؤوط، حافظ زبیر علی زئی اور شیخ عبد الرزاق مہدی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الادب : باب رحمۃ الولد وتقبیلہ و معانقتہ (۵۹۹۸) صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب رحمۃ الصبیان والعیال (۲۳۱۷)]

انہیں میں ایسے کم حوصلہ بھی ہیں کہ اللہ کی راہ میں اگر وہ کچھ خرچ کرتے ہیں تو اس کو تاوان اور خسارہ سمجھ بیٹھتے ہیں، اور تم پر حوادث و آفات کے منتظر رہتے ہیں۔

لیکن یہ حوادث انہیں پر منعکس ہوں گے اور گھوم پھر کر انہیں پر نازل ہوں گے۔ اللہ اپنے بندوں کی پکار کو سننے والا ہے اور اس بات کو جانتا ہے کہ ذلت خذلان و نامرادی کا کون مستحق ہے اور نصرو کامیابی کا کون سزاوار ہے؟

اور اعراب کی ایک اور قسم ممدوح ہے یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں اگر کچھ خرچ کرتے ہیں تو اس کو اللہ کے پاس قربت اور پسندیدگی کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے سبب اپنے لئے رسول ﷺ کی دعائے خیر حاصل ہو۔ ہاں یقیناً یہ انفاق ان کے لئے قربت الٰہی کا سبب ہوگا اور اللہ پاک اُن کو اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا۔ اللہ بڑا غفور رحیم ہے۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۰۰﴾

اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا، اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے ○

صحابہ اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے کامیاب: اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ میں ان مہاجرین اور انصار اور تابعین سے راضی ہوں جنہوں نے میری رضا مندی اور خوشنودی حاصل کرنے میں سبقت کی ہے اور میری خوشنودی اس طرح ثابت ہے کہ میں نے ان کے لئے جناتِ نعیم تیار کر رکھی ہیں۔ شعبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مہاجرین وانصار میں سے سابقین واولین وہ ہیں جنہوں نے صلح حدیبیہ میں بیعتِ رضوان کا شرف حاصل کیا ہے اور شعبی رحمہ اللہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور سعید بن المسیّب اور محمد بن سیرین اور حسن اور قتادہ رحمہم اللہ نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قبلتین کی طرف نماز پڑھی تھی۔

محمد بن کعب رحمہ اللہ القرظی کہتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک آدمی کے پاس سے گزرے اور وہ یہ آیت پڑھ رہا تھا ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ﴾ تو عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور پوچھا کہ کس نے تمہیں یہ پڑھایا ہے؟ تو کہنے لگا کہ ابی بن کعب رحمہ اللہ نے! تو کہنے لگے اچھا چلو میں تمہیں ابی کے پاس لے چلتا ہوں تاکہ پوچھ لوں۔ اور جب حضرت ابی کے پاس پہنچے تو پوچھا، کیا تم نے اس آیت کو اس طرح پڑھنا بتایا ہے؟ تو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں فرمایا تو نے رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح سنا ہے؟ کہا ہاں! تو عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ ہم نے وہ اعلیٰ وارفع درجہ پالیا ہے کہ ہمارے بعد کوئی دوسرا یہ منزلت حاصل نہیں کر سکتا۔ تو ابی

کہنے لگے اس آیت کی تصدیق سورۂ جمعہ کے اول میں بھی ہے یعنی ﴿وَّاٰخَرِيۡنَ مِنۡهُمۡ لَمَّا يَلۡحَقُوۡا بِهِمۡ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ﴾ [1] اور سورۂ حشر میں بھی ہے ﴿وَالَّذِيۡنَ جَآءُوۡ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ﴾ [2] الخ اور سورۂ انفال میں بھی ہے۔ ﴿وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَهَاجَرُوۡا وَجَاهَدُوۡا مَعَكُمۡ﴾ [3] الخ ابن جریر رحمہ اللہ نے اس کی روایت کی ہے اور کہا کہ حسن بصری ((وَالۡاَنۡصَارُ)) کے لفظ کو پیش سے پڑھتے ہیں۔ اور ﴿اَلسّٰبِقُوۡنَ الۡاَوَّلُوۡنَ﴾ پر عطف قرار دیتے تھے۔ گویا عبارت یوں ہوئی کہ مہاجرین میں سے سابقین اولین اور انصار اور ان کے تابعین سے اللہ راضی ہے افسوس کیا کم بختی ہے ان لوگوں کی جو ان صحابہ رضی اللہ عنہم سے بغض رکھتے ہیں انہیں گالیاں دیتے ہیں یہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو سبّ وشتم کرتے ہیں، خصوصاً وہ صحابی جو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا سردار ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسی کا درجہ ہے۔ جس کو افضل صحابہ کا درجہ حاصل ہے یعنی حضرت صدیق اکبر اور خلیفۂ اعظم ابوبکر بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ یہ رافضیوں کا نامراد فرقہ افضل صحابہ سے دشمنی رکھتا ہے انہیں گالی گلوچ کرتا ہے۔ ایسی حرکت سے اللہ کی پناہ۔ یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انکی عقلیں اوندھی ہوگئی ہیں ان کے قلوب الٹ گئے ہیں، اگر وہ کمبخت ان لوگوں کو گالیاں دیں جن سے اللہ راضی ہو چکا ہے اور قرآن میں اپنی رضامندی کی انھیں سند دے دی تو پھر کس منہ سے وہ قرآن پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں اب قرآن پر ایمان ہی کہاں رہا؟ اہل سنت ان لوگوں کی قدر کرتے ہیں اور ان سے راضی ہیں جن سے اللہ راضی ہے اور یہ اہل سنت برا بھلا کہتے ہیں تو ان کو جنہیں خود اللہ نے اور رسول نے برا کہا ہے اور ان لوگوں کو دوست رکھتے ہیں جن کو اللہ دوست رکھتا ہے اور ان کے مخالف ہیں کہ اللہ خود جن کا مخالف ہے یہ اتباعِ ہدایت کرتے ہیں بدعتی نہیں ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرتے ہیں اور مذہب واعتقادات میں نئے نئے شاخسانے نہیں نکالتے۔ فلاح پانے والے اور مومن بندوں کی جماعت یہی ہے۔

وَمِمَّنۡ حَوۡلَكُمۡ مِّنَ الۡاَعۡرَابِ مُنٰفِقُوۡنَ ‌ۛؕ وَمِنۡ اَهۡلِ الۡمَدِيۡنَةِ ‌ؔۛ مَرَدُوۡا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعۡلَمُهُمۡ‌ؕ نَحۡنُ نَعۡلَمُهُمۡ‌ؕ سَنُعَذِّبُهُمۡ مَّرَّتَيۡنِ ثُمَّ يُرَدُّوۡنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيۡمٍ‌ۚ ﴿۱۰۱﴾

معٓ وقف منزل

اور کچھ تمہارے گرد و پیش والوں میں اور کچھ مدینے والوں میں ایسے منافق ہیں کہ نفاق کی حد کمال کو پہنچے ہوئے ہیں آپ ان کو نہیں جانتے، ان کو ہم جانتے ہیں ہم ان کو دوہری سزا دیں گے پھر وہ بڑے بھاری عذاب کی طرف بھیجے جائیں گے ○

منافقوں کا تذکرہ: اللہ پاک اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دے رہا ہے کہ عرب کے قبائل میں جو مدینہ کے اطراف میں رہتے ہیں بعض منافق ہیں اور خود مدینہ کے رہنے والے بعض مسلمان بھی درحقیقت منافق ہیں کہ اپنے نفاق کو لئے چل رہے ہیں اور منافقت سے باز نہیں آتے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے شیطان مرید ومارد۔ اور تَمَرَّدَ فُلَانٌ عَلَى اللهِ یعنی فلاں نے اللہ کی نافرمانی اور سرکشی کی۔ اللہ کا قول ﴿لَا تَعۡلَمُهُمۡ نَحۡنُ نَعۡلَمُهُمۡ﴾ اللہ کے اس قول ﴿وَلَوۡ نَشَآءُ لَاَرَيۡنٰكَهُمۡ﴾ [4] الخ' کے منافی اور متضاد نہیں ہے یعنی تم انہیں نہیں پہچانتے، ہم انہیں خوب

---

[1] [الجمعه: ٣]
[2] [الحشر: ١٠]
[3] [الانفال: ٧٥]
[4] [سورة محمد: آیت ٣٠]

جانتے ہیں اور یہ قول ہے کہ اگر ہم چاہیں تو ہم تمہیں بتلا دیں گے کہ وہ کیسے ہیں تو پھر تم انہیں جان جاؤ گے ان کی صورت دیکھتے ہی اور انہیں پہچان لو گے ان کی کج مج باتوں ہی سے۔ یہ دونوں آیتیں آپس میں ضد نہیں' اس لئے کہ یہ اس قسم کی چیز ہے کہ اس کے ذریعہ ان کی صفات کی نشاندہی کی گئی ہے تا کہ وہ پہچان لئے جاسکیں یہ بات نہیں کہ تم تمام ہی منافقین کو علی الیقین جانتے ہو۔ آپ اہل مدینہ میں سے صرف ان بعض اہل نفاق کو جانتے تھے جو رات دن ملتے جلتے رہتے تھے اور جنہیں آپ صبح وشام دیکھتے تھے صحیح طور پر اس کی تصدیق اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو امام احمد رحمہ اللہ نے بالاسناد جبیر بن معطم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جبیر فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ مکہ میں ہمیں کوئی اجر نہیں ملا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اے جبیر! تم لوگوں کا اجر تم کو ضرور دیا جائے گا خواہ تم لوگ لومڑی کے بھٹ ہی میں کیوں نہ ہو۔ پھر آپ نے میری طرف سر جھکا کر رازدانہ طور پر فرمایا کہ میرے اصحاب میں بعض منافق بھی ہیں۔ (۱) مطلب یہ ہے کہ بعض منافقین ایسی کج مج باتیں بولتے رہتے ہیں جن میں کوئی صداقت نہیں ہوتی چنانچہ یہ بھی ایک اسی قسم کا کلام تھا جس کو جبیر بن معطم نے سنا تھا۔ ﴿وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا﴾ (۲) کی تفسیر میں یہ بات گزر چکی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حذیفہ کو یہ بات معلوم کرا دی تھی کہ چودہ یا پندرہ مشخص اصحاب ایسے ہیں جو درحقیقت منافق ہیں اور یہ تخصیص اس بات کی مقتضی نہیں کہ آپ ان تمام کے نام جانتے تھے اور ان کے تشخص سے واقف تھے۔ واللہ اعلم۔

حافظ ابن عساکر نے ترجمہ ابو عمر البیروتی میں بالاسناد روایت کرتے ہوئے کہا کہ ایک آدمی جس کا نام حرملہ تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ ایمان تو یہاں ہے اور اشارہ کیا اپنی زبان کی طرف اور نفاق یہاں ہوتا ہے اور اشارہ کیا اپنے ہاتھ سے اپنے قلب کی طرف اور اللہ کا نام بھی لیا تو کچھ یونہی سا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ! تو اس کی زبان کو ذاکر بنا دے اور قلب کو شاکر بنا دے اور اس کو میری محبت عطا فرما اور مجھ سے محبت کرنے والوں کو محبت عطا فرما اور اس کے سارے امور خیر کی طرف پھیر دے۔ اب اس کی ساری منافقت دور ہو گئی اور کہنے لگا کہ یا رسول اللہ! میرے اکثر ساتھی منافقین ہیں اور میں ان سب کا سردار تھا کیا ان سب کو میں آپ کے پاس پکڑ کر نہ لاؤں؟ تو آپ نے فرمایا کہ جو آپ ہی میرے پاس آئے گا تو ہم اس کے لئے اللہ سے مغفرت چاہیں گے اور جو نفاق پر اصرار کئے رہے گا اللہ اس کو دیکھ لے گا۔ تم کسی کا راز فاش نہ کرو ایسی ہی روایت ابو احمد الحاکم نے بھی کی ہے۔ (۳) اس آیت کے بارے میں قتادہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا

---

(۱) [**ضعیف**: مسند احمد (۸۲/٤ ـ ۸۳)] امام ہیثمی نے اس میں ایک مجہول راوی کا ذکر کیا ہے۔ [مجمع الزوائد (٤٥٩/٥)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں ایک راوی مجہول ہے۔ [الموسوعة الحديثية (١٦٧٦٤)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس، حافظ زبیر علی زئی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے ایک مجہول راوی کی وجہ سے ضعیف کہتے ہیں۔]

(۲) [سورة التوبة: آیت ۷٤]

(۳) [**ضعیف**: مختصر تاریخ دمشق لابن منظور (۷٦/۲۹)] اس کی سند میں ابو عمر راوی مجہول ہے۔]

جو بے تکلف لوگوں کے بارے میں اپنا یہ علم و یقین ظاہر کرتے رہتے ہیں کہ فلاں جنتی ہے فلاں دوزخی ہے اور اگر خود ان سے پوچھا جائے کہ تم بتاؤ کون ہو جنتی کہ دوزخی؟ تو کہتے ہیں کہ نہیں جانتا۔ حالانکہ آدمی اپنی نسبت تو زیادہ بہتر طریقے سے جان سکتا ہے جو دوسروں کے بارے میں جانتا ہے کہ دوزخی ہیں یا جنتی وہ تو ایسی بات کا دعویٰ کر بیٹھے ہیں جس کا دعویٰ تو انبیاء نے بھی نہیں کیا۔

اللہ کے نبی حضرت نوح علیہ السلام نے کہا تھا کہ ﴿وَمَا عِلْمِي بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ ① یعنی میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ اور اللہ کے نبی حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا تھا ﴿بَقِيَّتُ اللَّهِ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ وَمَا أَنَا عَلَيْكُم بِحَفِيظٍ﴾ ② اللہ تعالیٰ کے پاس تمہارے لئے خیر ہے اگر تم مومنین ہو اور میں تم پر کوئی نگران تو نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فرمایا ﴿لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ﴾ یعنی تم ان کو نہیں جانتے ہم جانتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز جمعہ کا خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے فلاں فلاں لوگو! تم مسجد سے نکل جاؤ کہ تم منافق لوگ ہو۔ چنانچہ رسوائی کے ساتھ وہ مسجد میں سے نکالے گئے۔ وہ مسجد سے نکل رہے تھے اور عمر رضی اللہ عنہ مسجد کی طرف آ رہے تھے، تو عمر رضی اللہ عنہ یہ سمجھ کر کہ لوگ پلٹ رہے ہیں تو شاید نماز جمعہ ہو چکی ہے شرما گئے اور شرم کے مارے ان لوگوں سے اپنے آپ کو چھپانے لگے اور یہ لوگ بھی اپنے کو عمر رضی اللہ عنہ سے چھپانے لگے یہ سمجھ کر کہ عمر رضی اللہ عنہ کو بھی ہمارے اس نفاق کا علم ہو گیا ہو گا غرض حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے تو معلوم ہوا کہ ابھی نماز نہیں ہوئی اور ایک مسلمان نے انہیں اطلاع دی اور کہا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ! خوش ہو جاؤ کہ آج منافقین کو اللہ نے رسوا کر دیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ مسجد سے نکالا جانا عذابِ اوّل ہے اور عذابِ ثانی عذاب دنیا اور عذاب قبر ہوگا۔ ③

ثوری رحمہ اللہ نے بھی بالا سناد یہی کہا ہے مجاہد رحمہ اللہ نے قولہ تعالیٰ ﴿سَنُعَذِّبُهُم مَّرَّتَيْنِ﴾ کے بارے میں کہا ہے کہ اس سے مراد قتل اور قید ہے اور ایک دوسری روایت میں بھوک اور عذابِ قبر سے تعبیر کی گئی ہے۔ پھر وہ عذاب عظیم کی طرف روکے جائیں گے ابن جریج رحمہ اللہ کا قول ہے کہ عذاب قبر مراد ہے پھر وہ عذاب عظیم یعنی عذاب دوزخ میں مبتلا کئے جائیں گے، حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا ہے دنیا کا اور قبر کا عذاب مراد ہے۔ عبدالرحمٰن بن زید کہتے ہیں کہ دنیا کا عذاب اموال اور اولاد کے فتنہ کا عذاب ہے پھر اللہ کا یہ قول پڑھ کر سنایا ﴿وَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَأَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُم بِهَا فِي الدُّنْيَا﴾ ④ یعنی ان کافروں کے اموال اور اولاد تم کو حسد میں مبتلا نہ کر دیں اللہ کا منشا یہ ہے کہ ان چیزوں کے ذریعہ دنیا کی زندگی ہی میں اللہ انہیں عذاب میں

---

① [سورة الشعراء: آیت ۱۱۲] ② [سورة هود : آیت ۸۶]

③ [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۱۳۷)] اس کی سند میں حسین بن عمر و راوی ضعیف ہے۔[مجمع الزوائد (۱۱۰۵۳)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔]

④ [سورة التوبة: آیت ۸۵]

مبتلا کردے کیونکہ یہ مصائب ان کے لئے عذاب ہیں لیکن مومنین کے لئے باعث اجر ہیں اور آخرت کے عذاب سے مراد دوزخ کا عذاب ہے۔ محمد بن اسحاق نے کہا ہے کہ پہلے عذاب سے تو مراد وہ عذاب ہے جو اسلام کے پھیل جانے سے انہیں پہنچا ہے اور بے انتہا رنج وافسوس جو ان پر طاری ہوا ہے۔ دوسرا عذاب قبر کا عذاب ہے اور عذاب عظیم وہ ہے جو آخرت میں انہیں ملے گا اور ہمیشہ ہمیشہ کا ملے گا۔

سعید نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ کے کان میں کہا کہ بارہ منافقین ہیں ان میں سے چھ کو دبیلہ کافی ہوگا یہ نار جہنم کا ایک شعلہ ہوگا جو ان کے کاندھے پر لگے گا تو سینے تک پہنچے گا یعنی پیٹ کے درد اندرونی بیماریوں اور دملوں سے مریں گے اور چھ اپنی موت سے مرجائیں گے۔

سعید رحمہ اللہ نے ہم سے بیان کیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب کوئی مرتا اور وہ ان کی نظر میں مشتبہ ہوتا تو حذیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھتے۔ اگر وہ اس میت کی نماز جنازہ پڑھتے تو خود بھی پڑھتے' یہ یقین کر کے کہ یہ میت ان بارہ منافقین میں سے نہیں ہے اور حذیفہ رضی اللہ عنہ اگر نہ پڑھتے تو پھر خود بھی نہ پڑھتے' معلوم ہوا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی پوچھا تھا کہ اللہ کی قسم بتادو کہ میں ان بارہ میں سے تو نہیں ہوں تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم نہیں ہو' لیکن تمہارے سوا میں کسی اور کی ذمہ داری نہیں لیتا۔ (1)

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۰۲

اور کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا خود اقرار کرلیا ہے جنہوں نے ملے جلے عمل کئے تھے کچھ اچھے اور کچھ برے اللہ سے امید ہے کہ ان پر توجہ فرمائیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت فرمانے والے ہیں ۝

سستی وکاہلی سے اجتناب بہتر: جب اللہ تعالیٰ ان منافقوں کا حال بیان کر چکا جو مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شریک ہونے سے رک گئے تھے۔ اور شریک جنگ سے بے رغبتی' تکذیب اور شک کا مظاہرہ کرتے تھے تو پھر ان گنہگاروں کا ذکر شروع کرتا ہے جو جہاد میں شریک ہونے سے باز رہے تھے صرف سستی اور آرام طلبی کے سبب حالانکہ انہیں تصدیق حق اور ایمان حاصل تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان منافقین کے سوا اور دوسرے لوگ جو جہاد سے رک رہے' انہوں نے اپنے قصور کا اعتراف واقرار کرلیا۔ لیکن یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے دوسرے اعمال صالحہ بھی ہیں' اور ان اعمال صالحہ کے ساتھ اپنی بعض تقصیرات جیسے جہاد سے باز رہنا بھی انہوں نے شامل کردیا ہے لیکن ان کی اس تقصیر کو اللہ پاک نے معاف فرمادیا ہے۔ اور ان منافقین کی تقصیر کو وہ معاف نہیں کرے گا اور ان کے کوئی اعمال صالح ہیں بھی نہیں۔ یہ آیت اگرچہ چند معین اشخاص کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن سارے مخلص خطا کاروں اور گنہگاروں پر بھی عام ہے۔ اور مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے

---

(1) [مرسل وضعیف : تفسير ابن جرير الطبرى (١٧١٤٥)]

جب کہ انہوں نے بنی قریظہ سے کہا تھا کہ یہ ذبح کی جگہ ہے اور ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ((اٰخَـرُوْنَ)) سے مراد ابولبابہ اور ان کے اصحاب کی جماعت ہے جو غزوہ تبوک میں شرکتِ جہاد سے پہلو تہی کیے ہوئے تھے۔ بعض نے کہا ہے کہ ابولبابہ کے ساتھ پانچ آدمی اور تھے یا سات تھے یا نو تھے اور جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک سے واپس ہوئے تو ان لوگوں نے اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں سے باندھ دیا اور قسم کھالی تھی کہ جب تک رسول اللہ ﷺ خود ہم کو نہ کھولیں ہم نہ کھولیں جائیں۔ اور جب یہ آیت ﴿وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ﴾ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں کھول دیا اور ان کا جنگ سے کوتاہی کا قصور معاف کر دیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آج کی رات دو آدمی میرے پاس آئے اور مجھے ایک ایسے شہر تک لے آئے جو چاندی اور سونے کی اینٹوں سے بنا ہوا تھا وہاں ہمیں بعض ایسے آدمی دکھائی دیئے کہ ان کا آدھا حصہ تو نہایت ہی خوش منظر تھا اور دوسرا آدھا حصہ جسم نہایت ہی بدصورت کہ دیکھنے کو جی نہ چاہے۔ میرے ان ساتھیوں نے ان سے کہا کہ تم اس نہر میں غوطہ لگاؤ وہ غوطہ لگا کر جب باہر نکلے تو ان کا یہ عیب جاتا رہا اور ان کے اجسام سب کے سب حسین دکھائی دیتے تھے۔ میرے ساتھیوں نے مجھ سے کہا کہ یہ جنت عدن ہے اور یہی تمہاری منزل ہے اور کہا کہ وہ لوگ جن کا آدھا جسم خوبصورت سا تھا اور آدھا جسم نہایت بدصورت سا تھا سو اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اعمال نیک کے ساتھ اعمال بد بھی ملا رکھے تھے اور اللہ کی حدود سے تجاوز کر گئے تھے۔ [1] اس آیت کی تفسیر میں امام بخاری رحمہ اللہ نے مختصراً اسی طرح روایت کی ہے۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ
سَكَنٌ لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ
عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝

آپ ان کے مالوں میں سے صدقے لے لیجئے جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک صاف کر دیں گے اور ان کے لئے دعا کیجئے بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لئے موجب اطمینان ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب سنتے خوب جانتے ہیں کیا ان کو یہ خبر نہیں کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہی صدقات کو قبول فرماتا ہے اور یہ کہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے میں اور رحمت کرنے میں کامل ہے۔

صدقہ سے مال کی پاکیزگی: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ ان کے اموال سے زکوٰۃ وصول کر لیا کرو یہ مال زکوٰۃ ان کو پاک اور صاف بنائے گا۔ اگرچہ بعض لوگوں نے ((اَمْـوَالِهِـمْ)) کی ضمیر ان لوگوں کی طرف پھیری ہے جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا تھا اور اچھے اور برے دونوں قسم کے اعمال کئے تھے۔ لیکن درحقیقت یہ حکم خاص نہیں بلکہ عام ہے اسی لئے قبائل عرب میں سے بعض مانعین زکوٰۃ نے یہ اعتقاد کر لیا تھا کہ امام کو

[1] [صحيح :صحيح بخاري : كتاب التفسير : باب واخرون اعترفوا بذنوبهم (٤٦٧٤)]

زکوٰۃ لینے کا حق نہیں، اور یہ بات رسول اللہ ﷺ سے مخصوص تھی اور اسی لئے قولہ تعالیٰ ﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً﴾ سے انہوں نے دلیل لی ہے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کی تاویل اور فہم فاسد کی تردید کر دی اور ان سے جنگ کی تب کہیں انہوں نے خلیفہ وقت کو زکوٰۃ ادا کی جیسا کہ وہ نبی ﷺ کو ادا کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ ''اگر وہ اونٹنی کا ایک بچہ یا رسی کا ایک ٹکڑا بھی مال زکوٰۃ کا روک لیں گے جو نبی ﷺ کو ادا کرتے تھے تو منع زکوٰۃ پر میں ان سے قتال کروں گا''۔ [1]

قولہ تعالیٰ ﴿وَصَلِّ عَلَيْهِمْ﴾ یعنی ان کے لئے دعا کرو اور طلبِ مغفرت کرو جیسا کہ صحیح مسلم میں عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب کسی کے پاس سے زکوٰۃ کا مال آتا تو نبی ﷺ حسبِ حکم الٰہی اس کے لئے دعا کرتے تھے چنانچہ جب میرے باپ نے مال زکوٰۃ پیش کیا تو حضرت نے فرمایا اے اللہ! ''آل ابی اوفی پر رحم فرما''[2] ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے کہا کہ یارسول اللہ! میرے اور میرے زوج کے لئے دعا فرمائیے تو کہا کہ اللہ تیرے اور تیرے زوج پر رحم و کرم فرمائے۔ [3] قولہ تعالیٰ ﴿اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ﴾ تمہاری دعا ان کے لئے سکونِ قلب کا سبب ہے بعض نے صلوٰۃ کو جمع قرار دے کر صَلَوَاتُكَ پڑھا ہے اور دوسروں نے واحد قرار دے کر ((اِنَّ صَلَاتَكَ)) پڑھا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ سکون کے معنی رحمت کے ہیں اور قتادہ رحمہ اللہ نے کہا ہے اس کے معنی ہیں وقار ﴿وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ﴾ یعنی اے نبی! اللہ تمہاری دعاؤں کو سننے والا ہے اور علیم ہے کہ کون تمہاری دعا کا مستحق ہے؟

امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ وکیع نے بالاسناد روایت کی ہے کہ نبی ﷺ جب کسی کے لئے دعا فرماتے تھے تو وہ اس کے اور اس کے بیٹوں اور پوتوں کے حق میں قبول ہو جاتی تھی۔ [4] پھر ابونعیم سے بالاسناد مروی ہے کہ نبی ﷺ کی دعا کسی آدمی اور اس کے بیٹوں اور پوتوں کے حق میں ضرور قبول ہو جاتی تھی [5] اور اللہ کا قول ہے ﴿اَلَمْ

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الزکاۃ : باب وجوب الزکاۃ (۱٤۰۰) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ (۲۰)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الزکاۃ : باب صلاۃ الامام ودعائه لصاحب الصدقة (۱٤۹۷) صحیح مسلم : کتاب الزکاۃ : باب الدعاء لمن اتی بصدقة (۱۰۷۸) ابوداؤد : کتاب الزکاۃ : باب دعاء المصدق لاهل الصدقة (۱۵۹۰) ابن ماجه : کتاب الزکاۃ : باب مایقال عند اخراج الزکاۃ (۱۷۹٦) نسائی : کتاب الزکاۃ : باب صلاۃ الامام علی صاحب الصدقة (۲٤۵۸)]

[3] [صحیح : ابوداؤد : کتاب الوتر : باب الصلاۃ علی غیر النبی (۱۵۳۳) مسند احمد (۱۹۸/۳)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

[4] [ضعیف : مسند احمد (۳۸۵/۵) مجمع الزوائد (۲٦۸/۸)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۲۳۲۷۷)]

[5] [ضعیف : مسند احمد (٤۰۰/۵)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۲۳۳۹٤)]

﴿یَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَیَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ﴾ یعنی کیا انہیں اس کا علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی نیکیوں کو لیتا ہے اور توبہ قبول فرماتا ہے۔ اس سے مقصد توبہ اور صدقہ پر لوگوں کو ابھارنا ہے کیونکہ یہی دونوں چیزیں گناہوں کو انسان سے چھڑا دیتی ہیں اور معاصی کو ملیامیٹ کر دیتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ جو اس کے پاس توبہ پیش کرے وہ بندے کی توبہ قبول کر لیتا ہے اور جو کسب حلال کا ایک ٹکڑا بھی صدقہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سیدھے ہاتھ سے لے لیتا ہے پھر وہ صدقہ دینے والے کے لئے اس صدقہ کی پرورش کرتا جاتا ہے اور اس کو چھوٹے سے بڑا بناتا ہے حتیٰ کہ صدقہ کی وہ ایک کھجور کوہِ احد کی مانند ہو جاتی ہے جیسا کہ اسی حدیث میں رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے اور جیسا کہ وکیع نے بھی بالاسناد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ صدقے کو قبول فرماتا ہے اور اس کو اپنے سیدھے ہاتھ میں لیتا ہے اور اس کی نشو و نما کرتا ہے جیسا کہ تم اپنے گھوڑے کے بچے کو پال کر بڑا کرتے ہو یہاں تک کہ صدقہ کا ایک لقمہ بھی احد کا پہاڑ بن جاتا ہے [1] اس کی تصدیق کتاب اللہ عزوجل سے بھی ہوتی ہے کہ "کیا انہیں علم نہیں کہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ کو قبول کرتا ہے اور زکوٰۃ و صدقات کو لے لیتا ہے اور قولہ تعالیٰ ﴿یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ﴾ [2] یعنی اللہ تعالیٰ سود کے منافع کو برباد کر دیتا ہے اور صدقات کو اضعافاً مضاعفاً بڑھاتا رہتا ہے۔ ثوری رحمہ اللہ نے بالاسناد ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ صدقہ کا مال سائل کے ہاتھ میں پڑنے سے پہلے اللہ کے ہاتھ میں پڑتا ہے۔ پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی ﴿اَلَمْ یَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَیَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ﴾ ابن عساکر رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں بہ ضمن تاریخ عبداللہ بن الشاعر سکسکی (جو دمشقی تھے لیکن اصل وطن حمص تھا اور فقہاء میں سے تھے) بیان کیا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگوں نے جہاد کیا جن کے سردار عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید رحمہ اللہ تھے۔ تو ایک مسلمان نے مال غنیمت میں سے سو دینار رومی غبن کر لئے اور جب لشکر واپس ہو گیا اور لوگ گھروں کو چلے گئے تو اس کو ندامت نے آ گھیرا۔ اس نے یہ دینار اب امیر لشکر کے پاس پہنچائے۔ اس نے ان کے لینے سے انکار کر دیا کہ وہ سب لوگ تو اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے جن میں یہ تقسیم کیا جا سکتا تھا۔ اب تو میں اس کو لے نہیں سکتا اب تم قیامت کے روز اس کو اللہ کے سامنے پیش کر دینا۔ اب یہ آدمی صحابہ میں سے ہر ایک سے پوچھتا رہا لیکن سب یہی کہتے رہے۔ پھر وہ دمشق آیا اور معاویہ رضی اللہ عنہ کو قبول کرنے کے لئے کہا لیکن وہ بھی انکار کر گئے۔ وہ وہاں سے اپنی حالت پر روتا ہوا نکلا اور عبداللہ بن الشاعر السکسکی کے پاس سے گزرا۔ اس نے پوچھا کیوں روتا ہے؟ اس نے سارا واقعہ کہہ سنایا کہ کوئی امیر بھی ان کو نہیں لیتا۔ تو عبداللہ نے کہا کہ تم میری سنو گے اس نے کہا ضرور۔ تو اس نے کہا تم معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور کہو کہ پانچواں حصہ جو بیت المال کا حق ہے لے لو۔ چنانچہ بیس دینار ان کے حوالے کر دو اور باقی اسی دینار ان لشکریوں

---

[1] [منکر بزیادة وتصدیق ذلك: مسند احمد (۲/ ۴۰۱) ترمذی: کتاب الزکاة: باب ماجآء فی فضل الصدقة (۶۶۲) صحیح ترمذی للألبانی] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [سورة البقرہ: آیت ۲۷۶]

کی طرف سے خیرات کردو جوان کے حق دار ہو سکتے تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے ناموں اور مقامات وغیرہ سے بھی واقف ہے وہ انہیں اس کا ثواب پہنچا دے گا۔ تو اس آدمی نے ایسا ہی کیا۔ تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں نے اس کو ایسا فتویٰ دیا ہوتا تو مجھے یہ بات اپنی تمام مملکت سے زیادہ محبوب تھی۔ اس نے بہت اچھی تدبیر بتائی ہے۔

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

کہہ دے کہ تم عمل کئے جاؤ تمہارے عمل اللہ آپ دیکھ لے گا اور اس کا رسول اور ایماندار اور ضرور تم کو ایسے کے پاس جانا ہے جو تمام چھپی اور کھلی چیزوں کا جاننے والا ہے سو وہ تم کو تمہارا سب کیا ہوا بتلا دے گا۔

اللہ تعالیٰ دلوں کے بھیدوں سے بھی واقف: مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ مخالفین امر اللہ کے لئے اللہ کی طرف سے وعید ہے کہ ان کے اعمال اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے پیش کئے جائیں گے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین میں بھی ان کے اعمال ظاہر کئے جائیں گے اور قیامت کے روز یہ ہونا ضرور ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ﴾ [1] یعنی بروز قیامت تمہارے اعمال پیش ہوں گے اور کوئی ڈھکی چھپی بات بھی پوشیدہ نہ رہ سکے گی۔ اور فرمایا اللہ پاک نے ﴿يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ﴾ [2] یعنی دلوں کے چھپے ہوئے بھید ظاہر ہو جائیں گے اور فرمایا ﴿وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ﴾ [3] یعنی دلوں میں جو کچھ ہے وہ ظاہر ہو جائے گا اور دنیا کے لوگ اس سے واقف ہو جائیں گے جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ حسن بن موسیٰ نے باسناد مرفوعاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی سخت پتھر کے اندر بھی سما جائے جس میں نہ کوئی سوراخ باقی رہے نہ دروازہ اس کے اندر بھی چھپ کر کوئی عمل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی لوگوں پر ایسا ظاہر کر دے گا گویا یہ ان کے سامنے ہوا ہے۔ [4] اور حدیث میں وارد ہے کہ زندوں کے اعمال ان اموات پر پیش کئے جاتے ہیں جو ان کے عزیز واقارب ہیں یا ان کے قبائل ہیں اور جو اس وقت عالم برزخ میں ہیں۔ جیسا کہ ابوداؤد الطیالسی نے کہا ہے۔

صلت بن دینار نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے اعمال تمہارے مردہ اقرباء اور

---

[1] [الحاقة: ۱۸] [2] [الطارق: ۹] [3] [العاديات: ۱۰]

[4] [ضعيف: مسند احمد (۲۸/۳) مسند ابويعلى (۱۳۷۸) مستدرك حاكم (۳۱۴/٤) صحيح ابن حبان (٥٦٧٨)] اس کی سند میں ابن لہیعہ بھی ضعیف ہے اور دراج عن ابی الہیثم بھی۔ شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۱۱۲۳۰)] شیخ البانی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں [ضعيف الترغيب (۱۷۳۳) السلسلة الضعيفة (۱۸۰۷)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس، شیخ عبدالرزاق مہدی، حافظ زبیر علی زئی اور مولانا مبشر احمد ربانی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔]

عشائر پر ان کی قبروں میں پیش کیے جاتے ہیں' اگر اعمال خیر ہوتے ہیں تو وہ خوش ہو جاتے ہیں اور اگر بد ہوں تو دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! تو انہیں اطاعت کی توفیق عطا فرما۔ [1] امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عبدالرزاق نے ہمیں خبر دی کہ سفیان نے ایک شخص کو کہتے سنا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ تمہارے اعمال تمہارے مردہ اقارب وعشائر پر پیش کیے جاتے ہیں اگر وہ اچھے عمل ہوں تو وہ مردے خوش ہو جاتے ہیں اور اچھے نہ ہوں تو کہتے ہیں کہ اے اللہ! تو انہیں موت نہ دے جب تک تو انہیں بھی ایسی ہدایت نہ دے جیسی تو نے ہمیں دی تھی۔ [2]

امام بخاری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب کسی مسلمان کا عمل نیک تمہیں پسند خاطر ہو تو کہو کئے جاؤ اللہ تمہارے عمل کو دیکھ رہا ہے اور اس کا رسول اور مومنین بھی اس سے واقف ہو رہے ہیں [3] اسی قسم کی ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ نے کہا کہ بالا سناد انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی کے اچھے عمل کو دیکھ کر خوش نہ ہو جاؤ انتظار کرو کہ اس کا خاتمہ بھی اس عمل نیک پر ہوتا ہے یا نہیں۔ اس لئے کہ عامل ایک زمانہ طویل تک نیک عمل کرتا رہتا ہے اور وہ اس نیک عمل پر مر جائے تو جنت میں داخل ہو جائے لیکن ناگہاں اس کے حالات بدل جاتے ہیں اور وہ برے اعمال کرنے لگتا ہے۔ اور ایک بندہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک زمانے تک برے اعمال کرتا رہتا ہے کہ اگر اسی پر مر جائے تو دوزخ میں چلا جائے لیکن یکا یک اس کی کایا پلٹ ہو جاتی ہے اور وہ نیک عمل کرنے لگتا ہے۔ اللہ جب اپنے کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ فرمائے تو موت سے پہلے اس کو نیکی کی توفیق دے دیتا ہے اور وہ نیکی پر مرتا ہے۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کیسے ہوتا ہے؟ تو فرمایا کہ قبض روح کے وقت وہ عمل صالح کے ساتھ ہوتا ہے۔ [4]

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١٠٦﴾

اور کچھ اور لوگ ہیں جن کا معاملہ اللہ کا حکم آنے تک ملتوی ہے کہ ان کو سزا دے گا یا ان کی توبہ قبول کر لے گا' اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے۔ بڑا حکمت والا ہے ○

جنگ تبوک میں شامل نہ ہونے والوں کا ذکر: ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد اور عکرمہ اور ضحاک رحمہم اللہ وغیرہ نے کہا کہ یہ تین شخص تھے کہ جن کی توبہ کی قبولیت پیچھے پڑ گئی تھی اور وہ مرارہ بن ربیع اور کعب بن مالک اور ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہم

---

[1] [ضعیف : مسند طیالسی (۱۷۹٤)] اس کی سند میں صلت بن دینار راوی ضعیف ہے۔]

[2] [ضعیف : مسند احمد (۳/۱٦٥)] شیخ شعیب ارناؤط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (۱۲٦۸۳)]

[3] [صحيح بخاری ، تعليقا : كتاب التوحيد : باب يايها الرسول بلغ ما انزل اليك (۳٥۳۰)]

[4] [صحیح : مسند احمد (۳/۱۲۰)] شیخ شعیب ارناؤط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۲۲۱٤)]

تھے اور غزوہ تبوک میں یہ بھی ان لوگوں کے ساتھ پیچھے رہ گئے تھے جنہوں نے جنگ میں شرکت نہیں کی تھی بہ سبب سستی اور آرام طلبی کے اور اس سبب سے کہ ان کے باغات میں پھل پکنے کا موسم تھا کاشت تیار کھڑی تھی۔ سایہ دار اور بہار کی لطف انگیزی کا زمانہ تھا۔ یہ کوتاہی اور منافقت کی بنا پر نہیں تھی چنانچہ ان میں چند لوگ ایسے تھے جنہوں نے اپنے آپ کو ستونوں سے باندھ رکھا تھا جیسے کہ ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی۔ دوسرے چند لوگوں نے ایسا نہ کیا اور یہ مذکورہ بالا تین اشخاص تھے۔ ابولبابہ اور ان کے ساتھیوں کی توبہ تو ان لوگوں سے پہلے ہی قبول ہو چکی تھی۔ اور زیرِ ذکر لوگوں کی توبہ کی قبولیت التوا میں پڑ گئی تھی حتی کہ یہ آیت نازل ہوئی اور وہ ہے ﴿لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ﴾ [1] اور ﴿وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ﴾ یعنی اللہ نے نبی اور مہاجرین اور انصار کی توبہ قبول کر لی (آخر آیت تک) اور ان تینوں شخصوں کی توبہ بھی قبول کر لی جو جنگ سے پیچھے رہ گئے تھے حتیٰ کہ اتنی وسیع دنیا بھی ان پر تنگ تر ہو گئی تھی اور کہیں انہیں پناہ نہ مل سکتی تھی جیسا کہ حدیثِ کعب بن مالک میں اس کا بیان آنے والا ہے اور قولہ تعالیٰ ﴿اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ﴾ [2] یعنی وہ تحتِ عفورِ ربانی ہیں اگر وہ چاہے تو ان سے ایسا برتاؤ کرے اور اگر چاہے تو ویسا۔ لیکن اللہ کی رحمت تو اس کے غضب پر سبقت رکھتی ہے اور اللہ تو مستحق عقوبت کو جانتا ہے کہ کون عفو کا مستحق ہے اور وہ اپنے افعال واقوال میں حکیم ہے اس کے سوا کوئی اللہ اور کوئی رب نہیں۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًاۢ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ۭ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَي التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ۭ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

اور بعض ایسے ہیں جنہوں نے ان اغراض کے لئے مسجد بنائی ہے کہ ضرر پہنچائیں اور کفر کی باتیں کریں اور ایمانداروں میں تفریق ڈالیں اور اس شخص کے قیام کا سامان کریں جو اس سے قبل اللہ اور رسول کا مخالف ہے اور قسمیں کھا جائیں گے کہ بجز بھلائی کے اور ہماری کچھ نیت نہیں اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں ○ آپ اس میں کبھی کھڑے نہ ہوں البتہ جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں۔ اس میں ایسے آدمی ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے ○

منافقین کی تعمیر کردہ مسجد ضرار: ان آیات کریمہ کا سبب نزول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مدینہ تشریف لانے سے پہلے مدینہ میں قبیلہ خزرج کا ایک آدمی رہتا تھا جس کا نام تھا ابو عامر راہب۔ یہ ایام جاہلیت میں نصرانی ہو گیا

[1] [سورۃ التوبۃ: آیت ۱۱۷]
[2] [سورۃ التوبۃ: آیت ۱۱۸]

اتھا اور اہل کتاب کا علم حاصل کر چکا تھا۔ یہ ایام جاہلیت میں ایک عبادت گزار شخص تھا اپنے قبیلے میں اس کو بڑی بزرگی حاصل تھی۔ جب نبی ﷺ ہجرت فرما کر مدینے تشریف لائے اور مسلمانوں کا آپ کے پاس اجتماع ہونے لگا اور اسلام کا بول بالا ہو گیا اور بدر کی لڑائی میں بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غالب رکھا تو ابو عامر پر یہ بات بہت شاق گزری اور کھلم کھلا عداوت ظاہر کرنے لگا اور مدینہ سے بھاگ کر کفار اور مشرکین مکہ سے جا ملا اور انہیں رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرنے پر مائل کرتا تھا اب عرب کے سارے قبیلے اکٹھے ہو گئے اور جنگ احد کے لئے پیش قدمی کی نتیجہ میں مسلمانوں کو جو ضرر پہنچا اللہ عزوجل نے اس جنگ میں مسلمانوں کا امتحان لیا دنیا نہ سہی لیکن عاقبت تو متقین ہی کے لئے ہے۔ اس فاسق نے دونوں طرف کی صفوں کے درمیان کئی گڑھے کھود رکھے تھے ان میں سے ایک میں رسول اللہ ﷺ گر پڑے آپ کو مضرت پہنچی۔ آپ کا چہرہ زخمی ہو گیا نیچے کی طرف سے سامنے کے چار دانت آپ کے ٹوٹ گئے۔ سر بھی نبی ﷺ کا زخمی ہو گیا۔ ابو عامر نے شروع جنگ میں اپنی قوم انصار کی طرف بڑھ کر انہیں مخاطب کیا اور انہیں اپنی مدد اور اپنی موافقت کی دعوت دی۔ جب انصار نے ابو عامر کی یہ حرکت دیکھی تو کہنے لگے کہ اے فاسق اے عدو اللہ! اللہ تجھے برباد کرے اور اس کو گالیاں دیں اس کی عزت ریزی کی۔ اب وہ یہ کہتا ہوا واپس ہو گیا کہ میرے بعد میری قوم تو اور بگڑ گئی۔

نبی ﷺ نے اس کے فرار ہونے سے پہلے اس کو دعوتِ اسلام دی تھی اور قرآن کی وحی اسے سنائی تھی، لیکن اسلام لانے سے اس نے انکار کیا اور سرکشی اختیار کی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اسے بددعا دی کہ کم بخت جلاوطنی اور پردیسی موت مرے۔ چنانچہ یہ بددعا اس پر کارگر ہوئی اور یہ بات اس طرح وقوع پذیر ہوئی کہ لوگ جب جنگ احد سے فارغ ہوئے تو اس نے دیکھا کہ نبی ﷺ کا تو بول بالا ہو رہا ہے۔ اسلام بڑھتا چلا جا رہا ہے تو وہ ملکِ روم ہرقل کے پاس گیا اس سے نبی ﷺ کے برخلاف مدد مانگی۔ اس نے وعدہ کیا۔ اس نے اپنی امیدیں کامیاب ہوتی دیکھیں تو ہرقل کے پاس ٹھہر گیا اور اپنی قوم انصار میں سے ان لوگوں کو مکہ بھیجا جو اہل نفاق تھے کہ لشکر لے کر آ رہا ہوں رسول اللہ (ﷺ) سے خوب جنگ ہوگی، ان پر غالب آ جاؤں گا اور انہیں اپنی اسلام سے پہلے کی سابقہ حالت پر آنا پڑے گا اور ان اہل نفاق کو حکم بھیجا کہ اس کے لئے پناہ کی جگہ بنائے رکھو اور میرے احکام اور مراسلے جو لے کر آیا کریں ان کے لئے قیامگاہ اور مأمن بنائے رکھو تاکہ اس کے بعد جب وہ خود آئے تو اس کے لئے کمین گاہ کا کام دے۔ چنانچہ ان منافقین نے مسجد قباء کے قریب ہی ایک اور مسجد بنا ڈالی، اس کی تعمیر کر دی اس کو پختہ کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کے تبوک سے نکلنے سے پہلے اس کام سے فارغ بھی ہو لئے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس یہ درخواست لے کر آئے کہ آپ ہمارے پاس آئیے ہماری مسجد میں نماز پڑھئے تاکہ اس بات کی سند ہو سکے کہ یہ مسجد اپنی جگہ قابل استقرار اور قابل اثبات ہے۔ اور آپ کے سامنے یہ بیان کیا کہ ضعیفوں اور کمزوروں کی خاطر یہ مسجد بنائی گئی ہے اور سردی کی راتوں میں جو بیمار لوگ دور مسجد میں نہیں جا سکتے ان کے لئے آسانی کی غرض ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ تو اپنے نبی ﷺ کو اس مسجد میں نماز پڑھنے سے بچانا چاہتا تھا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ ہمیں اس

وقت سفر درپیش ہے جب ہم واپس ہوں گے اور اللہ نے چاہا تو دیکھا جائے گا اور جب نبی ﷺ جنگ تبوک سے فارغ ہو کر مدینہ کی طرف واپس ہوئے اور مدینہ تک مسافت جب ایک دن یا اس سے کچھ کم رہ گئی تو جبرائیل علیہ السلام مسجد ضرار کی خبر لئے ہوئے آ پہنچے اور منافقین کے اس راز کو ظاہر کر دیا کہ مسجد قبا کے قریب ایک اور مسجد بنانے سے مسلمانوں کی جماعت میں تفریق پیدا کرنے کا مقصد ان کافروں اور منافقوں نے پیش کر رکھا ہے۔ وہ مسجد قبا ہے جس کی بنیاد اوّل روز سے تقویٰ پر اٹھائی گئی ہے۔ اس علم کے بعد نبی ﷺ نے اپنے مدینے پہنچنے سے پہلے ہی چند لوگوں کو اس مسجد ضرار کی طرف بھیج دیا کہ اس کو منہدم کر دیا جائے جیسا کہ علی بن ابی طلحہ نے اس آیت کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ وہ انصار کے لوگ تھے جنہوں نے ایک مسجد بنائی تھی اور ابو عامر نے ان سے کہا کہ تم ایک مسجد بناؤ اور جس قدر بھی تم سے ممکن ہو اس میں ہتھیارِ جنگ چھپائے رکھو اور اس کو اپنی پناہ اور کمیں گاہ بنائے رہو کیونکہ میں قیصر ملک روم کی طرف جا رہا ہوں، روم سے لشکر لے کر آؤں گا اور محمد ﷺ اور ان کے اصحاب کو مدینہ سے نکال دونگا۔ چنانچہ یہ منافقین جب مسجد ضرار بنا کر فارغ ہو گئے تو نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ ہم یہ دلی خواہش رکھتے ہیں کہ ایک بار آپ اس مسجد میں آ کر نماز پڑھ لیں اور اس میں ہمارے لئے برکت کی دعا کریں، تو اللہ عزوجل نے یہ وحی نازل فرما دی ﴿لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا (الى قوله) الظّٰلِمِيْنَ﴾ تک۔ یعنی ہرگز اس میں نماز نہ پڑھنا یقیناً وہ مسجد جس کی بنیاد اول یوم سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے زیادہ حقدار ہے اس بات کی کہ تم اسی میں نماز پڑھو اس میں ایسے پاکیزہ لوگ رہتے ہیں کہ پاک دل ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے ہی پاکیزہ دلوں کو پسند کرتا ہے۔ [1] سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے بھی بالا سناد یہی روایت کی ہے اور محمد بن اسحاق نے بھی بالاسناد یہ روایت کی ہے کہ نبی ﷺ غزوہ تبوک سے واپس ہوئے اور مقام ذی اوان میں فروکش ہوئے۔ مدینہ یہاں سے چند گھنٹوں کی مسافت پر ہے۔ اب مسجد ضرار والے آپ کے پاس آئے اور آپ تبوک جانے کی تیاری میں مصروف تھے۔ اور کہا یارسول اللہ ﷺ! ہم نے بیماروں، حاجتمندوں اور بارش سردی کی راتوں میں آنے والی جماعت مسلمین کی خاطر ایک مسجد بنائی ہے ہم چاہتے ہیں کہ آپ اس میں تشریف لائیں اور ہمیں اس میں نماز پڑھائیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت تو سفر درپیش ہے اور میں بہت مصروف ہوں، یا، رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا کہ اگر ہم واپس آئے تو ان شاء اللہ تعالیٰ ہم تمہارے پاس آئیں گے اور تمہیں نماز پڑھائیں گے۔ چنانچہ جب آپ ذی اوان میں اترے تو اس مسجد ضرار کی خبر اللہ کی طرف سے آپ کو مل گئی۔ آپ نے بنی سالم کے بھائی مالک بن دخشم کو بلایا اور معن بن عدی یا اس کے بھائی عامر بن عدی، غرض ان دونوں کو بلایا اور فرمایا کہ تم دونوں ان ظالموں کی مسجد کی طرف جاؤ اور اس کو منہدم کر دو اور جلا ڈالو۔ یہ دونوں فوراً گئے اور بنی سالم بن عوف کے پاس آئے۔ یہ مالک بن الدخشم کے قبیلہ کے لوگ تھے۔ اب مالک نے معن سے کہا ٹھہرو! میں اپنے لوگوں میں سے کسی کے پاس سے آگ لے آتا ہوں۔ اب وہ مالک اپنے لوگوں میں آئے۔ درخت کی ایک بڑی سی لکڑی لی اس کو

---

[1] [مرسل : تفسير ابن جرير الطبرى (١٧٢٠١)]

سلگایا اور فوراً نکل کھڑے ہوئے۔ یہ دونوں مسجد پہنچے۔ مسجد میں یہ کفار موجود تھے' ان دونوں نے مسجد کو جلا دیا اور اس کو گرا دیا۔ لوگ وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے اور قرآن کی یہ آیت ان منافقین کے بارے میں نازل ہوئی۔ ﴿وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا﴾ یہ لوگ جنھوں نے یہ مسجد ضرار بنائی بارہ افراد تھے خذام بن خالد' اسی کے گھر سے مسجد شقاق کی راہ نکلتی ہے' اور ثعلبہ بن حاطب بنی امیہ کے خادم' اور معتب بن قشیر اور ابو حبیبہ بن الازعر' اور عباد بن حنیف' اور حارثہ بن عامر' اور اس کے دونوں بیٹے مجمع اور زید اور نبتل الحارث' اور مخرج اور بجاد بن عثمان' اور ودیعہ بن ثابت' اور ابولبابہ کے قبیلہ کے خادم' [1] وہ لوگ جنہوں نے اس کو بنایا وہ قسمیں کھا کر کہہ رہے تھے کہ ہم نے تو نیک ارادے سے اس کی بناء ڈالی ہے۔ ہمارے پیش نظر تو صرف لوگوں کی خیر خواہی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ اللہ شہادت دیتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں یعنی جو انہوں نے قصد کیا اور نیت رکھی ہے' اس میں جھوٹے ہیں۔ محض اس مقصد سے مسجد بنائی ہے کہ مسجد قبا کو ضرر پہنچائیں اور کفر کی اشاعت کریں مسلمانوں میں تفریق ڈال دیں' اللہ سے اور اس کے رسول سے لڑنے کی خاطر کمین گاہ بنائے رکھیں' جہاں ان کے مشورے اور کونسل ہوا کرے' وہ شخص ہے ابو عامر وہ فاسق جس کو راہب سمجھا جاتا ہے' اللہ اس پر لعنت کرے۔ ﴿وَقَوْلُهُ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا﴾ نبی ﷺ کو اس میں نماز پڑھنے سے ممانعت فرما دی۔ نماز نہ پڑھنے میں ان کی تابع ان کی امت بھی ہے چنانچہ مسلمانوں کو بھی تاکید ہے کہ کبھی اس میں نماز نہ پڑھیں۔ پھر یہ مسجد قبا میں نماز پڑھنے پر ابھارا مسجد قبا کی بنیاد شروع ہی سے تقویٰ پر ڈالی گئی ہے۔ تقویٰ اطاعت اللہ اور اطاعت رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہیں یہاں مسلمان مل بیٹھتے ہیں دینی مشورے کرتے ہیں اور یہ اسلام اور اہل اسلام کی پناہ کی جگہ ہے اور اسی کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ﴾ اور سیاق عبارت مسجد قبا سے متعلق ہے۔ اس لئے حدیث صحیح میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ مسجد قبا میں نماز پڑھنا ایک عمرہ کے ثواب کے برابر ہے۔ [2] صحیح حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ مسجد قبا کی طرف سوار ہو کر بھی آتے تھے اور پیادہ بھی۔ [3] رسول اللہ ﷺ نے جب اسے بنایا تو آپ کی سب سے پہلے تشریف آوری بنی عمرو بن عوف کے پاس تھی اور جہت قبلہ جبرائیل علیہ السلام نے معین کی تھی۔ فاللہ اعلم۔

ابوداؤد نے بالاسناد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب یہ آیت اہل قبا کے بارے میں نازل ہوئی۔ ﴿فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا﴾ آپ نے فرمایا وہ پانی سے طہارت

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۲۰۰)]

[2] [صحیح : ترمذی : کتاب الصلاۃ : باب ماجآء فی الصلاۃ فی مسجد قباء (۳۲٤) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلاۃ : باب ماجآء فی الصلاۃ فی مسجد قبا (۱٤۱۱) طبرانی کبیر (۵۷۰) مستدرك حاکم (٤۸۷/۱)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ جبکہ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب فضل الصلاۃ فی مسجد مکه والمدینة : باب مسجد قباء (۱۱۹۱) صحیح مسلم : کتاب الحج : باب فضل مسجد قباء (۱۳۹۹)]

کرتے تھے۔ ① چنانچہ ان کی تعریف میں یہ آیت اتری ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب متذکرہ بالا آیت اتری تو آپ عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور پوچھا کہ تمہاری وہ کون سی طہارت ہے؟ کہ اللہ نے تمہارے لئے جس کی تعریف کی ہے تو عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں سے جب کوئی مرد یا عورت حاجت سے فارغ ہوتے ہیں تو پانی سے اپنے اندام نہانی کو اچھی طرح دھو لیتے ہیں تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں یہی بات ہے۔ ② امام احمد رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا میں تشریف لائے اور کہا کہ نماز کے لئے تمہاری طہارت کی اللہ پاک نے بڑے اچھے الفاظ میں تعریف کی ہے' سو وہ تمہاری کون سی طہارت ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو تو اس کے سوا کوئی علم نہیں کہ یہود ہمارے پڑوسی ہیں اور وہ حاجت سے فارغ ہونے کے بعد پانی سے دھوتے ہیں چنانچہ ہم نے بھی یہی طریقہ اختیار کر رکھا ہے۔ ③

ابن خزیمہ نے اپنی کتاب حدیث میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تمہاری کس طہارت کی تعریف اللہ پاک نے کی ہے؟ تو کہا کہ ہم طہارت کرنے میں پانی استعمال کرتے ہیں۔ ابن جریر نے کہا کہ آیت ﴿فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾ جو اتری ہے وہ حاجت کے بعد پانی سے دھونے والوں کی شان میں ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (بالاسناد) روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا میں آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری طہارت کی بہت اچھی تعریف کی ہے' وہ کیا ہے؟ تو کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے تو آیت میں پانی سے طہارت کے احکام پائے ہیں ④ (اس میں ایک راوی عبداللہ بن سلام تھے جو اہل توریت تھے) حدیث صحیح میں وارد ہے کہ مدینے کے اندر جو مسجد نبوی ہے یہی وہ مسجد ہے جس کے لئے کہا گیا کہ تقویٰ پر اس کی بنیاد اٹھی ہوئی ہے۔ اور یہ صحیح بات ہے اس آیت اور اس آیت میں کوئی منافات نہیں کیونکہ جب قبا کی تاسیس اول یوم سے بر بنائے تقویٰ ہے تو بدرجہ اولیٰ مسجد نبوی کو یہ خصوصیت حاصل ہونی چاہئے اسی لئے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی

---

① [صحیح : ابوداؤد : كتاب الطهارة : باب في الاستنجاء بالماء (٤٤) ابن ماجه : كتاب الطهارة : باب الاستنجاء بالماء (٣٥٧) ترمذی : كتاب التفسير : باب ومن سورة التوبة (٣١٠٠)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داود] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

② [ضعیف : طبرانی کبیر (١٠٦٥) مجمع الزوائد (٢١٢/١)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں محمد بن حمید راوی ضعیف ہے اور ابن اسحاق مدلس ہے اور اس نے عن سے روایت بیان کی ہے۔ حافظ زبیر علی زئی نے بھی اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]

③ [حسن لغیرہ : مسند احمد (٤٢٢/٣) طبرانی کبیر (٣٤٨) مستدرك حاكم (١٥٥/١) مجمع الزوائد (٢١٢/١) تفسير ابن جرير الطبری (٣٠/١١) صحيح ابن خزيمه (٨٣)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت (شواہد کی بنا پر) حسن ہے البتہ یہ سند ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (١٥٤٨٥)]

④ [ضعیف : مسند احمد (٦/٦) تفسير ابن جرير الطبری (١٧٢٤٢) مجمع الزوائد (٢١٣/١)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شہر بن حوشب کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (٢٣٨٣٣)]

مسند میں بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو مسجد تقویٰ کا اساس رکھتی ہے وہ میری یہ مسجد ہے۔ (۱)

امام احمد رحمہ اللہ نے پھر (بالاسناد) روایت کی ہے کہ نبی ﷺ کے زمانہ میں دو آدمیوں نے اس بارے میں اختلاف کیا کہ اس خصوصیت والی مسجد کونسی ہے؟ تو ایک نے کہا کہ وہ مسجد نبوی ہے اور دوسرے نے کہا کہ وہ مسجد قبا ہے۔ یہ دونوں نبی ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے تحقیق کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے یہی میری مسجد مراد ہے۔ (۲) امام احمد رحمہ اللہ نے پھر (بالاسناد) روایت کی کہ دو آدمی اس خصوصیت والی مسجد کے بارے میں مختلف الرائے تھے ایک مسجد قبا کو اور دوسرا مسجد نبوی کو بتا رہا تھا تو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ مسجد تقویٰ یہ میری مسجد ہے۔ (۳)

پھر اس کے بعد کئی حدیثیں اسی مضمون کی وارد ہیں' چنانچہ حمید الخراط المدنی نے ابوسلمہ سے پوچھا کہ تم نے اپنے باپ سے مسجد تقویٰ کے بارے میں کیا سنا ہے؟ تو کہا کہ میں آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور پوچھا یا نبی اللہ! مسجد تقویٰ کونسی ہے؟ تو آپ نے مٹھی بھر کنکریاں زمین سے اٹھائیں اور انہیں مار کر کہا کہ وہ یہی مسجد ہے۔ اس وقت آپ مسجد کے صحن میں اپنی بیوی کے ایک کمرے میں تشریف فرما تھے۔ (۴) پھر وہ کہتے ہیں کہ اس کو مسلم نے بالاسناد حمید الخراط سے روایت کیا ہے کہ خلف اور سلف کی ایک جماعت اسی بات کی قائل ہے کہ وہ مسجد نبوی ہے اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہی روایت ہے کہ ﴿لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ﴾ والی آیت پاک اس بات کی دلیل ہے کہ مساجد قدیمہ میں جن کی اول بنیاد عبادت خداوندی پر اٹھائی گئی ہے نماز پڑھنا مستحب ہے۔ اور اس استحباب کی بھی دلیل ہے کہ جماعت صالحین اور عباد عاملین کے ساتھ نماز پڑھی جائے اور وضو باقاعدہ طور پر مکمل کیا جائے اور نماز میں میلے یا گندے کپڑوں سے بالکل پاک رہا جائے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے (بالاسناد) روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی اور اس میں سورۂ روم پڑھی' پڑھنے میں آپ کو کچھ شک سا ہو گیا' آپ جب واپس ہوئے تو فرمایا قرآن پڑھنے میں کچھ گڑبڑ ہو جاتی ہے دیکھو تم میں بعض لوگ ایسے ہیں جو ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں لیکن وضو اچھی طرح نہیں کرتے پس جو ہمارے ساتھ نماز پڑھنا چاہے اس کو چاہیے کہ وضو کامل کیا کرے' وضو میں کوئی خرابی نہ کرنے پائے۔ (۵)

---

(۱) [صحیح : مسند احمد (۵/۱۱٦) مجمع الزوائد (۴/۱۰)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے البتہ یہ سند عبداللہ بن عامر کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۲۱۱۰۷)]

(۲) [صحیح : مسند احمد (۵/۳۳۱) صحيح ابن حبان (۱٦۰۴) تفسير ابن جرير الطبرى (۱۷۲۱۸) طبرانی کبیر (٦۰۲۵) ابن ابی شيبة (۲/۳۷۲)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور یہ سند بھی جید ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۲۲۸۰۵)]

(۳) [صحیح : صحیح مسلم : كتاب الحج : باب بيان ان المسجد الذى اسس على التقوى (۱۳۹۸) مسند احمد (۳/۸۹) ترمذی : كتاب تفسير القرآن (۳۰۹۹)]

(۴) [صحیح : صحیح مسلم (۱۳۹۸) ابن ابی شيبة (۲/۳۷۲،۳۷۳)]

(۵) [حسن : مسند احمد (۳/۴۷۲) نسائی : كتاب الافتتاح : باب القراءة فى الصبح بالروم (۹۴۸)] شیخ البانی" اور شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحيح الترغيب (۲۲۲) الموسوعة الحديثية (۱۵۸۷۴)]

ذوالکلاع سے مروی ہے انہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے یہ ہدایت فرمائی تھی' یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حسن طہارت قیام فی العبادت میں آسانی پیدا کرتا ہے اور عبادت کی تتمیم و تکمیل میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ ابوالعالیہ نے قول پاک ﴿وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾ کے بارے میں کہا کہ پانی سے طہارت کرنا تو بیشک بہت اچھی بات ہے لیکن جن کی طہارت کی اللہ تعالیٰ تعریف فرما رہا ہے وہ گناہوں سے اپنے آپ کو پاک رکھنے والے لوگ ہیں۔ اعمش رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس طہارت سے مراد گناہوں سے توبہ اور شرک سے پاکیزگی ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل قباء سے کہا کہ اللہ نے جو تمہاری طہارت کی تعریف کی ہے وہ کیسی طہارت ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم پانی سے استنجاء کرتے ہیں۔ حافظ ابوبکر بزار رحمہ اللہ نے بالاسناد ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ یہ آیت اہل قبا کے بارے میں اتری ہے۔ اور جب آپ نے ان سے سوال کیا تھا تو کہا تھا کہ ہم پہلے ڈھیلے لیتے تھے پھر پانی سے دھوتے تھے۔ [1] اس کو بزار نے روایت کیا ہے' اس کو صرف محمد بن عبدالعزیز نے اور ان سے ان کے بیٹے نے روایت کیا ہے۔ میں نے یہاں یہ تصریح اس لئے کردی ہے کہ یہ چیز اگرچہ فقہاء میں مشہور ہے لیکن اکثر محدثین متاخرین اس کو معروف تسلیم نہیں کرتے' واللہ اعلم۔

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّا اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾

پھر آیا ایسا شخص بہتر ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ سے ڈرنے پر اور اللہ کی خوشنودی پر رکھی ہو یا وہ شخص کہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد کسی گھاٹی کے کنارے پر جو کہ گرنے ہی کو ہو رکھی ہو پھر وہ اس کو لے کر آتش دوزخ میں گر پڑے' اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو سمجھ ہی نہیں دیتا ○ ان کی یہ عمارت جو انہوں نے بنائی ہے ہمیشہ ان کے دلوں میں کھٹکتی رہے گی ہاں مگر ان کے دل ہی اگر فنا ہو جائیں تو خیر' اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے اور حکمت والے ہیں ○

مسجد تقویٰ والے اور مسجد ضرار والے برابر نہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے مسجد کی بنیاد تقویٰ اور رضائے الٰہی پر رکھی ہے اور وہ لوگ جنہوں نے مسجد ضرار اور مسجد کفر بنائی اور مومنین میں تفریق ڈال دی اور اللہ سے اور اللہ کے رسول ﷺ سے لڑنے کے لئے اس کو جائے پناہ قرار دیا' کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ ان لوگوں نے تو اس مسجد ضرار کی بنیاد گویا ایک گڑھے کے ڈھلتے ہوئے کنارے پر رکھی جو اسے جہنم کی آگ میں لے گری۔ اور حدود سے تجاوز کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں فرماتا۔ یعنی مفسدین کے عمل کو اصلاح پذیر نہیں بناتا۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ مسجد ضرار کو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے حسب فرمان جب اس میں آگ لگادی

[1] [ضعیف : مجمع الزوائد (۱۰۵۳)] اس کی سند میں محمد بن عبدالعزیز راوی ضعیف ہے۔]

گئی تو اس میں دھواں نکل رہا تھا۔ ابن جریج رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہوا کہ بعض لوگوں نے ایک جگہ گڑھا کھودا تو اس میں سے دھواں نکلتا ہوا پایا۔[1] قتادہ رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

خلف بن یاسین کوفی کہتے ہیں کہ میں نے منافقین کی اس مسجد کو دیکھا کہ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے' یہ دیکھا کہ اس میں ایک سوراخ ہے جس میں سے دھواں نکل رہا ہے اور آج کے روز وہ جگہ گندگی پھینکنے کی جگہ بنی ہوئی ہے۔[2] ابن جریر رحمہ اللہ نے اس کو روایت کیا۔ اور قولہ تعالیٰ ﴿لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا رِيبَةً فِي قُلُوبِهِمْ﴾ یعنی ان کی بنائی ہوئی یہ عمارت تو ہمیشہ ان کے دلوں میں شک وشبہ کا باعث ہی رہے گی اور اس عمل شنیع کا اقدام کرنے کی وجہ سے ان کے دلوں میں نفاق کا بیج بوتی رہے گی' جیسا کہ گوسالہ پرستوں کے دل میں گوسالہ کی محبت پڑی ہوئی تھی ﴿إِلَّا أَنْ تَقَطَّعَ قُلُوبُهُمْ﴾ البتہ اس صورت میں ان منافقین کی بیخ کنی ہو سکتی ہے جب کہ اس مسجد ہی کو ختم کر کے ان کے دلوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔ اللہ اپنے بندوں کے اعمال کو خوب جانتا ہے اور خیر وشر کا بدلہ دینے میں بڑا حکیم ہے۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ ۚ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١١١﴾

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت ہے' وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں پھر مارتے بھی ہیں اور شہید بھی ہوتے ہیں یہ وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر واجب کر لیا ہے تورات میں اور انجیل میں اور قرآن میں بھی' اللہ سے زیادہ وعدے کا پورا کرنے والا اور کون ہو سکتا ہے؟ پس تمہیں اس خرید وفروخت پر خوش ہو جانا چاہئے جو تم نے کی ہے' یہی ہے زبردست کامیابی ○

اللہ تعالیٰ کے ساتھ تجارت کرنے والے مومن: اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ مومن بندے جب راہ حق میں اپنے مال اور اپنی جانیں دیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اپنے فضل وکرم اور لطف ورحم سے انہیں جنت عطا فرمائے گا۔ بندہ اپنی چیز جو درحقیقت اللہ تعالیٰ کی ہی ہے اس کی راہ میں خرچ کرتا ہے تو اس کی اطاعت گزاری سے مالک الملک خوش ہو کر اپنا اور فضل کرتا ہے سبحان اللہ کتنی زبردست اور گراں قیمت پروردگار کیسی حقیر چیز پر دیتا ہے۔ دراصل ہر مسلمان اللہ سے یہ سودا کر چکا ہے۔ اسے اختیار ہے کہ وہ اسے پورا کرے یا یونہی اپنی گردن میں لٹکائے ہوئے دنیا سے اٹھ جائے۔ اسی لئے مجاہدین جب جہاد کے لئے جاتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ اس نے اللہ سے بیوپار

---

[1] [ضعیف :تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۲٦۲)] اس کی سند میں یحییٰ حمانی راوی ضعیف ہے۔]

[2] [ضعیف :تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۲٦٤)] اس روایت کو بھی اہل علم ضعیف...

کیا۔ یعنی وہ خرید وفروخت جسے وہ پہلے سے کر چکا تھا اس نے پوری کی۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے لیلۃ العقبہ میں بیعت کرتے ہوئے کہا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے لئے اور اپنے لئے جو چاہیں شرط منوالیں۔ آپ نے فرمایا میں اپنے رب کے لئے تم سے یہ شرط قبول کراتا ہوں کہ اسی کی عبادت کرنا' اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کرنا۔ اور اپنے لئے تم سے اس بات کی پابندی کراتا ہوں کہ جس طرح اپنی جان و مال کی حفاظت کرتے ہو میری بھی حفاظت کرنا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا جب ہم یونہی کریں تو ہمیں کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا جنت! یہ سنتے ہی خوشی سے کہنے لگے واللہ! اس سودے میں تو ہم بہت ہی نفع میں رہیں گے۔ بس اب پختہ بات ہے نہ ہم اسے توڑیں گے نہ توڑنے کی درخواست کریں گے پس یہ آیت نازل ہوئی [1] یہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں' نہ اس کی پرواہ ہوتی ہے کہ ہم مارے جائیں گے نہ اللہ کے دشمنوں پر وار کرنے میں انہیں تأمل ہوتا ہے' مرتے ہیں اور مارتے ہیں۔ ایسوں کے لئے یقیناً جنت واجب ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں نکل کھڑا ہو جہاد کے لئے' رسولوں کی سچائی مان کر' اسے یا تو فوت کر کے بہشت بریں میں اللہ تبارک وتعالیٰ لے جاتا ہے یا پورے پورے اجر اور بہترین غنیمت کے ساتھ واپس اسے لوٹاتا ہے۔ [2]

اللہ تعالیٰ نے یہ بات اپنے ذمے ضروری کر لی ہے اور اپنے رسولوں پر اپنی بہترین کتابوں میں نازل بھی فرمائی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتری ہوئی تورات میں' حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اتری ہوئی انجیل میں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اترے ہوئے قرآن میں اللہ کا یہ وعدہ موجود ہے۔ صلوات الله وسلامه عليهم اجمعين۔ اللہ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اللہ سے زیادہ وعدوں کا پورا کرنے والا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ نہ اس سے زیادہ سچائی کسی کی باتوں میں ہوتی ہے۔ جس نے اس خرید وفروخت کو پورا کیا اس کے لئے خوشی ہے اور مبارکباد ہے' وہ کامیاب ہے اور جنتوں کی ابدی نعمتوں کا مالک ہے۔

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾

یہ لوگ توبہ کرنے والے' عبادت گزار' اللہ کی تعریفیں کرنے والے' اللہ کی راہ میں سفر کرنے والے رکوع سجدوں میں مشغول رہنے والے' اچھے کاموں کا حکم کرنے والے' بری باتوں سے روکنے والے' اللہ تعالیٰ کی حد بندیوں کی حفاظت کرنے والے ہوتے ہیں' تو ان مسلمانوں کو بشارتیں سنا دے ○

اہل ایمان کی صفات: جن مومنوں کا اوپر ذکر ہوا ہے ان کی پاک اور بہترین صفتیں بیان ہو رہی ہیں کہ وہ تمام گناہوں سے توبہ کرتے رہتے ہیں' برائیوں کو چھوڑتے جاتے ہیں' اپنے رب کی عبادت پر جمے رہتے ہیں' ہر قسم کی

---

[1] [**ضعیف**: تفسیر ابن جرير الطبری (١٧٢٨٤)] اس کی سند میں ابو معشر راوی ضعیف ہے۔]

[2] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب فرض الخمس (٣١٢٣) صحیح مسلم: کتاب الامارۃ: باب فضل الجهاد والخروج في سبيل الله (١٨٧٦)]

عبادتوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ قولی عبادت ہو یا فعلی یہ بجالاتے ہیں۔ چونکہ قولی عبادتوں میں خاص طور پر قابل ذکر چیز اللہ کی حمد وثنا ہے اس لئے وہ اس کی حمد بکثرت ادا کرتے ہیں۔ اور فعلی عبادتوں میں خصوصیت کے ساتھ افضل عبادت روزہ ہے اس لئے وہ اسے بھی اچھائی سے رکھتے ہیں۔ کھانے پینے، جماع کو ترک کر دیتے ہیں۔ یہی مراد لفظ ((سَآئِحُوْنَ)) سے یہاں ہے۔ یہی وصف آنحضرت ﷺ کی بیویوں کا قرآن نے بیان فرمایا ہے اور یہی لفظ ((سَائِحَات)) وہاں بھی ہے۔ رکوع سجود کرتے رہتے ہیں یعنی نماز کے پابند ہیں۔ اللہ کی ان عبادتوں کے ساتھ ہی ساتھ مخلوق کے نفع سے بھی غافل نہیں۔ اللہ کی اطاعت کا ہر ایک کو حکم کرتے ہیں۔ برائیوں سے روکتے ہیں۔ خود علم حاصل کر کے بھلائی برائی میں تمیز کر کے اللہ کے احکام کی حفاظت کر کے پھر اوروں کو بھی اس کی رغبت دیتے ہیں۔ حق تعالیٰ کی عبادت اور اس کی مخلوق کی حفاظت دونوں زیرِ نظر رہتے ہیں۔ یہی باتیں ایمان کی ہیں اور یہی اوصاف مومنوں کے ہیں۔ انہیں خوشخبریاں ہوں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سیاحت سے مراد روزہ لیتے ہیں۔ اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی بلکہ آپ سے مروی ہے کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں یہ لفظ آیا ہے وہاں یہی مطلب ہے۔ ضحاک رحمہ اللہ بھی یہی کہتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ اس امت کی سیاحت روزہ ہے۔ مجاہد، سعید، عطا، عبدالرحمٰن، ضحاک، سفیان رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ کہتے ہیں کہ مراد ((سَائِحُوْنَ)) سے ((صَائِمُوْنَ)) ہے۔ یعنی جو روزے رمضان کے رکھیں۔ ابو عمرو رحمہ اللہ کہتے ہیں روزہ پر دوام کرنے والے۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی ہے کہ مراد ((سَآئِحُوْنَ)) سے روزہ دار ہیں لیکن اس حدیث کا موقوف ہونا ہی زیادہ صحیح ہے۔ [1] ایک مرسل حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس لفظ کا مطلب پوچھا گیا تو آپ نے یہی فرمایا۔ [2] تمام اقوال سے زیادہ صحیح اور زیادہ مشہور تو یہی قول ہے۔ اور ایسی دلیلیں بھی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مراد سیاحت سے اللہ کی راہ میں جہاد ہے۔ ابوداؤد میں ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے سیاحت کی اجازت دیجئے۔ آپ نے فرمایا میری امت کی سیاحت اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔ [3] ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں سیاحت کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کے بدلے اپنی راہ کا جہاد اور ہر اونچائی پر اللہ اکبر کہنا عطا فرمایا ہے۔ [4] حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد اس سے علم

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۳۰۱) ابن عدی ۲/ ۲۲۰، ۲۲۱] اس کی سند میں حکیم بن خزام راوی ضعیف ہے۔ [میزان الاعتدال (۲۲۱۸) الجرح والتعدیل (۲۰۳/۳)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۳۰۰)]

[3] [حسن : ابو داؤد: کتاب الجهاد : باب فی النهی عن السیاحة (۲٤۸٦)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ابو داود]

[4] [منقطع : شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ یہ روایت منقطع ہے کیونکہ عمارہ بن غزیہ نے کسی بھی صحابی کو نہیں پایا۔ حافظ زبیر علی زئی اسے معضل کہتے ہیں۔]

دین کے طالب علم ہیں۔ عبدالرحمن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ کی راہ کے مہاجر ہیں۔ بعض لوگ صوفیا طبقہ کے جواس سے مراد لیتے ہیں کہ زمین کی سیر کرنا' سفر میں رہنا' ادھر ادھر جانا آنا پہاڑوں' دروں' جنگلوں اور بندوں میں پھرنا اس کا نام سیاحت ہے' یہ محض ایک غلط فہمی ہے' یہ سیاحت مشروع نہیں۔ ہاں اللہ نہ کرے اگر بستی میں رہنے سے دین میں کوئی فتنہ پڑنے کا اندیشہ ہو تو اور بات ہے۔ جیسے کہ صحیح بخاری شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قریب ہے کہ مومن کا سب سے بہتر مال بکریاں بن جائیں جن کے پیچھے وہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارش برسنے کی جگہوں میں پڑا رہے' اپنے دین کو لے کر فتنوں سے بھاگتا اور بچتا رہے۔ [1] اللہ کی حدوں کی حفاظت کرنے والے یعنی بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہنے والے۔ بقول حسن بصری رحمہ اللہ فرائض کی پابندی کرنے والے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بجالانے والے۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿١١٣﴾ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۭ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴿١١٤﴾

نبی کو اور ایمان داروں کو یہ لائق ہی نہیں کہ مشرکوں کے لئے استغفار کریں گو وہ قرابت دار ہی کیوں نہ ہوں؟ اس کے بعد کہ ان پر یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ وہ دوزخی ہیں ○ ابراہیم کا اپنے والد کے لئے استغفار تو صرف اس وعدے کی وجہ سے تھا جو وہ اس سے کر چکا تھا' پھر جب اس پر کھل گیا کہ وہ دشمن رب ہے تو وہ اسی وقت اس سے بیزار ہو گیا' ابراہیم تو بڑا ہی نرم دل بردبار تھا ○

مشرکین کے لئے دعائے مغفرت کی ممانعت: مسند احمد میں ہے کہ ابو طالب کی موت کے وقت اس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ وہاں اس وقت ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بھی تھا۔ آپ نے فرمایا چچا ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کہہ لے اس کلمے کی وجہ سے اللہ عزوجل کے ہاں میں تیری سفارش کر سکوں۔ یہ سن کر دونوں نے کہا کہ اے ابو طالب کیا تو عبدالمطلب کے دین سے پھر جائے گا؟ اس پر اس نے کہا کہ میں تو عبدالمطلب کے دین پر ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خیر میں جب تک منع نہ کر دیا جاؤں تیرے لئے بخشش مانگتا رہوں گا۔ لیکن آیت ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ﴾ اتری۔ یعنی نبی علیہ السلام کو اور مومنوں کو لائق نہیں کہ وہ مشرکوں کے لئے بخشش مانگیں گو وہ ان کے قریبی رشتہ دار ہی ہوں۔ ان پر تو یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ یہ مشرک جہنمی ہیں۔ اسی بارے میں آیت ﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ﴾ [2] الخ' بھی اتری ہے۔ [3] یعنی تو جس سے محبت کرے اسے راہ نہیں دکھا سکتا بلکہ اللہ تعالیٰ جسے

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الایمان : باب من الدین الفرار من الفتن (١٩)]

[2] [سورة القصص: آیت ٥٦]

[3] [... بخاری : کتاب التفسیر ... صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب الدلیل علی صحة الاسلام (٢٤)]

چاہے راہ دکھاتا ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کی زبانی اپنے مشرک ماں باپ کے لئے استغفار سن کر اس سے کہا کہ تو مشرکوں کے لئے استغفار کرتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لئے استغفار نہیں کیا؟ فرماتے ہیں میں نے جا کر یہ ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ اس پر یہ آیت اتری۔ کہا جب کہ وہ مرگیا [1] پھر میں نہیں جانتا۔ یہ قول مجاہد رحمہ اللہ کا ہے۔ مسند احمد میں ہے ہم تقریباً ایک ہزار آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے' آپ منزل پر اترے' دو رکعت نماز ادا کی پھر ہماری طرف منہ کر کے بیٹھے۔ اس وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ دیکھ کر تاب نہ لاسکے' اٹھ کر عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا بات یہ ہے کہ میں نے اپنے رب عزوجل سے اپنی والدہ کے لئے استغفار کرنے کی اجازت طلب کی تو مجھے اجازت نہ ملی۔ اس پر میری آنکھیں بھر آئیں کہ میری ماں ہے اور جہنم کی آگ ہے۔ اچھا اور سنو! میں نے تمہیں تین چیزوں سے منع کیا تھا اب وہ ممانعت ہٹ گئی ہے۔ زیارت قبور سے منع کیا تھا اب تم کرو کیونکہ اس سے تمہیں بھلائی یاد آئے گی۔ میں نے تمہیں تین دن سے زیادہ قربانی کے گوشت کو روکنے سے منع فرمایا تھا اب تم کھاؤ اور جس طرح چاہو روک رکھو۔ اور میں نے تمہیں بعض خاص برتنوں میں پینے کو منع فرمایا تھا لیکن اب تم جس برتن میں چاہو پی سکتے ہو لیکن خبردار! نشے والی چیز ہرگز نہ پینا۔ [2] ابن جریر میں ہے کہ مکہ شریف آتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نشانِ قبر کے پاس بیٹھ گئے اور کچھ دیر خطاب کر کے آپ کھڑے ہوئے ہم نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا بات تھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے پروردگار سے اپنی ماں کی قبر کے دیکھنے کی اجازت مانگی وہ تو مل گئی لیکن اس کے لئے استغفار کرنے کی اجازت مانگی تو نہ ملی۔ اب جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رونا شروع کیا تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی ایسا اور اتنا روتے نہیں دیکھا۔ [3] ابن ابی حاتم میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان کی طرف نکلے۔ ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ وہاں آ کر آپ ایک قبر کے پاس بیٹھ کر دیر تک مناجات میں مشغول رہے پھر رونے لگے۔ ہم بھی خوب روئے پھر کھڑے ہوئے تو ہم بھی کھڑے ہوگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اور ہمیں بلا کر فرمایا کہ تم کیسے روئے؟ ہم نے کہا کہ آپ کو روتا دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ قبر میری ماں آمنہ کی تھی میں نے اسے دیکھنے کی اجازت چاہی تھی جو مجھے ملی تھی۔ [4] اور روایات میں ہے کہ دعا کی اجازت نہ ملی اور آیت ﴿مَا كَانَ﴾ الخ' اتری پس جو ماں کی محبت میں صدمہ ہونا چاہئے مجھے ہوا۔

---

[1] [حسن: ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة التوبه (۳۱۰۱) نسائی: کتاب الجنائز: باب النهی عن الاستغفار للمشرکین (۲۰۳۵) مسند احمد (۹۹/۱)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح نسائی] شیخ شعیب ارناؤوط بھی اسے حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۷۷۱)]

[2] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الجنائز: باب استئذان النبی ربه عزوجل فی زیارة قبر امه (۹۷۶) مسند احمد (۳۵۰/۵ ـ ۳۵۵)]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۳٤٤)]

[4] [ضعیف: مستدرك حاکم (۲۳٦/۲) بیهقی فی دلائل النبوة (۱۸۹/۱)] اس کی سند میں ابن جریج راوی مدلس ہے اور ایوب بن ہانی ضعیف ہے۔]

دیکھو میں نے زیارتِ قبر کی تمہیں ممانعت کی تھی لیکن اب میں رخصت دیتا ہوں۔ کیونکہ اس سے آخرت یاد آتی ہے۔ [1] طبرانی میں ہے کہ غزوہ تبوک کی واپسی میں عمرے کے وقت ثنیہ عسفان سے اترتے ہوئے آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا تم عقبہ میں ٹھہرو میں ابھی آیا۔ وہاں سے اتر کر اپنی والدہ کی قبر پر گئے اللہ تعالیٰ سے دیر تک مناجات کرتے رہے پھر پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کیا آپ کے اس قدر رونے سے سب لوگ رونے لگے اور یہ سمجھے کہ آپ کی امت کے بارے میں کوئی نئی بات پیدا ہوئی جس سے آپ اس قدر رو رہے ہیں۔ انہیں روتا دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس پلٹے اور دریافت فرمایا کہ تم لوگ کیوں رو رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا آپ کو روتا دیکھ کر اور یہ سمجھ کر کہ شاید آپ کی امت کے بارے میں کوئی ایسا نیا حکم اترا جو طاقت سے باہر ہے۔ آپ نے فرمایا سنو بات یہ ہے کہ یہاں میری ماں کی قبر ہے میں نے اپنے پروردگار سے قیامت کے دن اپنی ماں کی شفاعت کی اجازت طلب کی لیکن اللہ تعالیٰ نے عطا نہیں فرمائی تو میرا دل بھر آیا اور میں رونے لگا۔ جبرائیل علیہ السلام آئے اور مجھ سے فرمایا ابراہیم علیہ السلام کا استغفار اپنے باپ کے لئے صرف ایک وعدے سے تھا جس کا وعدہ ہو چکا تھا لیکن جب اس پر کھل گیا کہ اس کا باپ اللہ کا دشمن ہے تو وہ فوراً بے زار ہو گیا پس آپ بھی اپنی ماں سے اسی طرح بیزار ہو جایئے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ سے بیزار ہو گئے۔ پس مجھے اپنی ماں پر رحم اور ترس آیا۔ پھر میں نے دعا کی کہ میری امت پر سے چار سختیاں دور کر دی جائیں اللہ تعالیٰ نے دو تو دور فرما دیں لیکن دو کے دور فرمانے سے انکار فرما دیا۔ (۱) آسمان سے پتھر برسا کر ان کی ہلاکت۔ (۲) زمین میں انہیں دھنسا کر ان کی ہلاکت۔ (۳) ان میں پھوٹ اور اختلاف کا پڑنا۔ (۴) ان میں ایک ایک کو ایذائیں پہنچنا۔ ان چاروں چیزوں سے بچاؤ کی میری دعا تھی۔ دو پہلی چیزیں تو مجھے عنایت ہو گئیں میری امت آسمانی پتھراؤ سے اور زمین میں دھنسائے جانے سے تو بچا دی گئی۔ ہاں آپس کا اختلاف آپس کی سر پھٹول یہ نہیں اٹھی۔ آپ کی والدہ کی قبر ایک ٹیلے تلے تھی، اس لئے آپ راستے سے گھوم کر وہاں گئے تھے۔ [2] یہ روایت غریب ہے اور سیاق عجیب ہے۔ لیکن اس سے بھی زیادہ غریب اور منکر وہ روایت ہے جو امام خطیب رحمہ اللہ بغدادی نے اپنی کتاب بنام السابق واللاحق میں مجہول سند سے وارد کی ہے جس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی والدہ کو زندہ کر دیا وہ ایمان لائیں پھر مر گئیں۔ [3] اسی طرح کی سہیلی کی ایک روایت ہے جس میں ایک نہیں کئی ایک راوی مجہول ہیں۔ اس میں ہے کہ ماں باپ دونوں دوبارہ زندہ ہوئے پھر ایمان لائے۔ [4] ابن دحیہ نے اسی

---

[1] [ایضا]   [2] [ضعیف : طبرانی کبیر (١٢٠٤٩) مجمع الزوائد (٤٥٩)] اس میں مجہول راوی ہے۔]

[3] [موضوع : الموضوعات لابن الجوزی (١/٢٨٣، ٢٨٤)]

[4] [ضعیف : امام سیوطیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ [الدرر المنتثرة فی الأحاديث المشتهرة (ص : ٢٣) امام سخاویؒ نے نقل فرمایا ہے کہ امام سہیلیؒ نے فرمایا کہ اس کی سند میں بہت سے مجہول راوی ہیں اور امام ابن کثیرؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث بہت زیادہ منکر ہے۔ [المقاصد الحسنة (ص : ٦٧)] امام شوکانیؒ نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ [الفوائد المجموعة (ص : ٩١)] مزید دیکھئے: [کشف الخفاء (١/٥٩) تذکرة الموضوعات (ص : ٨٧) اللآلی المنثورة فی الأحاديث المشهورة (ص : ١٧٤)]

روایت پر نظریں جما کر کہا ہے کہ یہ نئی زندگی اسی طرح کی ہے جس طرح مروی ہے کہ سورج ڈوب جانے کے بعد واپس لوٹا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز عصر ادا کی۔ طحاوی تو کہتے ہیں کہ سورج والی یہ روایت ثابت ہے۔ قرطبی کہتے ہیں ان کی دوبارہ کی زندگی شرعاً یا عقلاً ممتنع نہیں۔ کہتے ہیں میں نے سنا ہے کہ آپ کے چچا ابوطالب کو بھی اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا اور وہ آپ پر ایمان لایا۔ [1] میں کہتا ہوں اگر صحیح روایت سے یہ روایتیں ثابت ہوں تو بے شک مانع کوئی نہیں (لیکن تینوں روایتیں محض گپ ہیں) واللہ اعلم۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا کہ اپنی ماں کے لئے استغفار کریں اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔ تو آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے استغفار کو پیش کیا۔ اس کا جواب آیت ﴿مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ﴾ الخ، میں مل گیا۔ فرماتے ہیں اس آیت سے پہلے مشرکین کے لئے استغفار کیا جاتا تھا۔ اب ممنوع ہو گیا۔ ہاں زندوں کے لئے جائز رہا۔ لوگوں نے آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہمارے بڑوں میں ایسے بھی تھے جو پڑوس کا اکرام کرتے تھے، صلہ رحمی کرتے تھے، غلام آزاد کرتے تھے، ذمہ داری کا خیال رکھتے تھے۔ تو کیا ہم ان کے لئے استغفار نہ کریں؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں، میں بھی اپنے والد کے لئے استغفار کرتا ہوں جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد کے لئے کرتے تھے۔ اس پر آیت ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ﴾ سے ﴿الْجَحِيمِ﴾ تک نازل ہوئی۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا عذر بیان ہوا اور فرمایا ﴿وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ﴾ الخ، مذکور ہے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے چند باتیں وحی کی ہیں، جو میرے کانوں میں گونج رہی ہیں اور میرے دل میں جگہ پکڑے ہوئے ہیں۔ مجھے حکم فرمایا گیا کہ میں کسی ایسے شخص کے لئے استغفار نہ کروں جو شرک پر مرا ہو۔ اور یہ کہ جو شخص اپنا فالتو مال دے دے اس کے لئے یہی افضل ہے اور جو روک رکھے اس کے لئے برائی ہے۔ ہاں برابر برابر حسب ضرورت پر اللہ کے ہاں ملامت نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک یہودی مر گیا جس کا ایک لڑکا تھا لیکن وہ مسلمان تھا اس لئے اپنے باپ کے جنازے میں وہ شریک نہ ہوا۔ جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ بات معلوم ہوئی تو فرمانے لگے اسے جنازے میں جانا چاہئے تھا اور دفن میں بھی موجود رہنا چاہئے تھا اور باپ کی زندگی تک اس کے لئے ہدایت کی دعا کرنی چاہئے تھی۔ ہاں موت کے بعد اسے اس کی حالت پر چھوڑ دیتا۔ پھر آپ نے آیت ﴿وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ﴾ الخ، تلاوت فرمائی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ طریقہ نہیں چھوڑا۔ اس کی صحت کی گواہ ابوداؤد وغیرہ کی یہ روایت بھی ہو سکتی ہے کہ ابوطالب کی موت پر حضرت علی رضی اللہ عنہ آ کر کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ! آپ کے بوڑھے چچا گمراہ مر گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا جاؤ انہیں دفنا کر سیدھے میرے پاس آؤ الخ۔ [2] مروی ہے کہ جب ابوطالب کا جنازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا تو آپ نے فرمایا میں تجھ سے صلہ رحمی کا رشتہ نبھا چکا۔ [3] حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں تو قبلہ کی

---

[1] [باطل : التذکرۃ (ص : ۱۷)] صحیح احادیث کے مطابق ابوطالب کلمہ پڑھے بغیر ہی فوت ہوئے تھے۔]

[2] [صحیح : ابوداؤد : کتاب الجنائز : باب الرجل یموت له قرابة مشرك (۳۲۱۴) نسائی : کتاب الجنائز : باب مواراة المشرك (۲۰۰۵)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

[3] [ضعیف : ابن سعد فی الطبقات (۹۹/۱)] اس کی سند میں واقدی راوی ضعیف ہے۔]

طرف منہ کرنے والوں میں سے کسی کے جنازے کی نماز نہ چھوڑوں گا۔ گو وہ کوئی حبشن زنا سے حاملہ ہی ہو۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مشرکوں پر ہی نماز و دعا حرام کی ہے اور فرمایا ہے ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ﴾ الخ' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے سنا کہ وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور اس کی ماں کے لئے استغفار کرے۔ تو اس نے کہا باپ کے لئے بھی۔ آپ نے فرمایا نہیں اس لئے کہ میرا باپ شرک پر مرا ہے۔ آیت میں فرمانِ الٰہی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اپنے باپ کا اللہ کا دشمن ہونا کھل گیا۔ یعنی وہ کفر ہی پر مر گیا۔ مروی ہے کہ قیامت کے دن جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ان کا باپ ملے گا۔ نہایت سراسیمگی پریشانی کی حالت میں چہرہ غبار آلود اور کالا پڑا ہوا ہوگا کہے گا کہ ابراہیم علیہ السلام آج میں تیری نافرمانی نہ کروں گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جناب باری میں عرض کریں گے کہ میرے رب تو نے مجھے قیامت کے دن رسوا نہ کرنے کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ اور میرا باپ تیری رحمت سے دور ہو کر عذاب میں مبتلا ہو یہ بہت بڑی رسوائی ہے۔ اس پر فرمایا جائے گا کہ اپنی پیٹھ پیچھے دیکھو دیکھیں گے کہ ایک بجو کیچڑ میں لتھڑا ہوا کھڑا ہے۔ یعنی آپ کے والد کی صورت مسخ ہو گئی ہوگی اور اس کے پاؤں پکڑ کر گھسیٹ کر اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ [1] فرماتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام بڑا ہی دعا کرنے والا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ((اَوَّاہٌ)) کا مطلب دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا رونے دھونے والا' اللہ تعالیٰ کے سامنے گریہ و زاری کرنے والا۔ [2] ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بہت ہی رحم کرنے والا' مخلوقِ رب کے ساتھ نرمی اور سلوک اور مہربانی کرنے والا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے پورے یقین والا۔ سچے ایمان والا۔ توبہ کرنے والا۔ حبشی زبان میں ((اَوَّاہٌ)) مومن اور مومن یقین وایمان والے کو کہتے ہیں۔ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ نامی ایک صحابی کو اس بنا پر کہ جب قرآن کریم میں اللہ کا ذکر ہوتا تو وہ اسی وقت دعا کے ساتھ آواز اٹھاتے تھے رسول نے ((اَوَّاہٌ)) فرمایا۔ [3] (مسند احمد) ((اَوَّاہٌ)) سے مراد تسبیح پڑھنے والا۔ ضحیٰ کی نماز پڑھنے والا۔ اپنے گناہوں کی یاد آنے پر استغفار کرنے والا۔ اللہ کے دین کی حفاظت کرنے والا۔ رب سے ڈرنے والا۔ پوشیدہ اگر کوئی گناہ ہو جائے تو بہ کرنے والا بھی مروی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا ذکر ہوا کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بکثرت یاد کرتا ہے اور اللہ کی تسبیح بیان کرتا رہتا ہے آپ نے فرمایا وہ ((اَوَّاہٌ)) ہے۔ [4] (ابن جریر) اسی ابن جریر میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک میت کو دفن کر کے فرمایا یقیناً تو ((اَوَّاہٌ)) یعنی بکثرت تلاوت کلام اللہ شریف کرنے والا تھا۔ [5] اور روایت میں ہے کہ ایک شخص بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہوئے اپنی دعا میں ((اَوَّاہٌ اَوَّاہٌ)) کر رہا تھا۔ اس کے انتقال کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے دفن میں شامل تھے چونکہ رات کا وقت تھا اس لئے آپ کے ساتھ

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء : باب قول اللہ واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا (۳۳۵۰)]

[2] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۴۳۰)] اس کی سند میں شہر بن حوشب راوی ضعیف ہے۔]

[3] [ضعیف : مسند احمد (۴/۱۵۹) مجمع الزوائد (۱۵۹۸۱)] اس میں ابن لھیعہ ضعیف ہے۔]

[4] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۴۲۱)] اس کی سند میں سفیان بن وکیع ضعیف ہے۔]

[5] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۴۲۳)] اس کی سند میں حجاج ضعیف ہے۔]

چراغ بھی تھا۔ (۱) (ابن جریر) یہ روایت غریب ہے۔ کعب احبار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے جہنم کا ذکر ہوتا تھا تو آپ اس سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ((اَوَّاہٌ یعنی فقیہ)) امام ابن جریر کا فیصلہ یہ ہے کہ سب سے بہتر قول ان تمام اقوال میں یہ ہے کہ مراد اس لفظ سے بکثرت دعا کرنے والا ہے۔ الفاظ کے مناسب بھی یہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں ذکر یہ فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد کے لئے استغفار کیا کرتے تھے اور تھے بھی بکثرت دعا مانگنے والے۔ بردبار بھی تھے' جو آپ پر ظلم کرے' آپ سے برا پیش آئے آپ تحمل کر جایا کرتے تھے۔ باپ نے آپ کو ایذا دی صاف کہہ دیا تھا کہ تو میرے معبودوں سے منہ پھیر رہا ہے تو اگر اپنی اس حرکت سے باز نہ آیا تو میں تجھے پتھر مار مار کر مار ڈالوں گا۔ وغیرہ۔ لیکن پھر بھی آپ نے اس کے لئے استغفار کرنے کا وعدہ کر لیا' پس اللہ فرماتا ہے کہ ابراہیم ((اَوَّاہٌ)) اور حلیم تھے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًاۢ بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۱۶﴾

جب کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کسی قوم کو راہ پر لا چکا پھر ایسا نہیں کہ انہیں گمراہ کر دے جب تک کہ ان کے لئے ان چیزوں کو کھول نہ دے جن سے انہیں بچنا چاہئے' یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کو پوری طرح جاننے والا ہے ○ اللہ ہی کے لئے آسمان وزمین کی بادشاہت ہے' وہی جلاتا ہے اور مارتا ہے' اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی حمایتی اور مددگار نہیں ○

گمراہی سے پہلے اتمامِ حجت: اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ وہ کریم وعادل اللہ کسی قوم کو ہدایت کرنے کے بعد حجت پوری کئے بغیر گمراہ نہیں کرتا۔ جیسے اور جگہ ہے کہ ثمودیوں کو ہم نے ہدایت دی لیکن انہوں نے بینائی کے باوجود اندھے پن کو ترجیح دی۔ (۲) اوپر کی آیت کی مناسبت کی وجہ سے مشرکوں کے لئے استغفار نہ کرنے کے بارے میں خاص طور پر اور اللہ تعالیٰ کی ہر معصیت کے چھوڑنے اور ہر اطاعت کے بجالانے میں عام طور پر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے بیان فرما چکا ہے۔ اب جو چاہے کرے' جو چاہے چھوڑے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرتا کہ مومنوں کو مشرک مردوں کے استغفار سے روکے بغیر ہی ان کے اس استغفار کی وجہ سے انہیں اپنے نزدیک گمراہ بنا دے۔ حالانکہ اس سے پیشتر وہ انہیں ایمان کی راہ پر لا چکا ہے۔ پس پہلے اپنی کتاب کے ذریعے انہیں اس سے روک رہا ہے۔ اب جو مان گیا اور اللہ کی ممانعت کے کام سے رک گیا اس پر اس سے پہلے کیے ہوئے کام کی وجہ سے گمراہی لازم نہیں ہو جاتی۔ اس لئے کہ طاعت ومعصیت حکم وممانعت کے بعد ہوتی ہے اس سے پہلے مطیع اور عاصی ظاہر نہیں ہوتا۔ پہلے ہی ان چیزوں کو وہ ظاہر فرما دیتا ہے جس سے بچانا چاہتا ہے۔ وہ

---

(۱) [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷٤۲۵)] اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے۔]

(۲) [سورۃ فصلت: آیت ۱۷]

پورا باخبر اور سب سے بڑھ کر علم والا ہے۔ پھر مومنوں کو مشرکین سے اور ان کے ذی اختیار بادشاہوں سے جہاد کی رغبت دلاتا ہے۔ اور انہیں اپنی مدد پر بھروسہ کرنے کو فرماتا ہے کہ زمین و آسمان کا مالک میں ہی ہوں۔ تم میرے دشمنوں سے مرعوب مت ہونا۔ کون ہے جو ان کا حمایتی بن سکے؟ اور کون ہے جو ان کی مدد پر میرے مقابلے میں آ سکے؟ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے مجمع میں بیٹھے ہوئے فرمانے لگے کیا جو میں سنتا ہوں تم بھی سن رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت ہمارے کان میں تو کوئی آواز نہیں آ رہی۔ آپ نے فرمایا میں آسمانوں کا چر چرانا سن رہا ہوں اور حقیقت میں ان کا چر چرانا ٹھیک بھی ہے۔ ان میں ایک بالشت بھر جگہ ایسی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدے میں اور قیام میں نہ ہو۔ [1] کعب احبار رحمہ اللہ فرماتے ہیں ساری زمین میں سوئی کے ناکے کے برابر کی جگہ ایسی نہیں' جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ مقرر نہ ہو جو یہاں کا علم اللہ کی طرف نہ پہنچاتا ہو۔ آسمان کے فرشتوں کی گنتی زمین کے سنگریزوں سے بھی زیادہ ہے۔ عرش کے اٹھانے والے فرشتوں کے ٹخنے اور پنڈلی کے درمیان کا فاصلہ ایک سو سال کا ہے۔

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾

یقیناً اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ متوجہ ہو گیا نبی پر اور مہاجرین اور انصار پر جو مشکل کی گھڑی میں نبی کی پیروی میں لگے رہے اس کے بعد کہ قریب تھا کہ ان کی ایک جماعت کے دل ٹیڑھے ہو جائیں پھر بھی اللہ ان پر مہربان ہو گیا' بے شک وہ ان کے اوپر شفقت و مہربانی کرنے والا ہے ○

مجاہدین گرمی میں صحراؤں کے سفر پر رواں دواں: مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت جنگ تبوک کے بارے میں اتری ہے۔ اس جنگ میں جانے کے وقت سال بھی قحط کا تھا' گرمیوں کا موسم تھا' کھانے پینے کی کمی تھی' راستوں میں پانی نہ تھا۔ شام کے ملک تک کا دور دراز کا سفر تھا۔ سامانِ رسد کی اتنی کمی تھی کہ دو دو آدمیوں میں ایک ایک کھجور بٹتی تھی۔ پھر تو یہ ہو گیا تھا کہ ایک کھجور ایک جماعت کو ملتی یہ چوس کر اسے دیتا وہ اور کو اور ایک ایک چوس کر پانی پی لیتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت ان پر لازم کر دی اور انہیں واپس لایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جب اس سختی کا سوال ہوا تو آپ نے فرمایا۔ سخت گرمیوں کے زمانے میں ہم نکلنے کو تھے' ایک منزل میں تو پیاس کے مارے ہماری گردنیں ٹوٹنے لگیں یہاں تک کہ لوگ اپنے اونٹوں کو ذبح کر کے اس کی اوجھڑی نچوڑ کر اس پانی کو پیتے اور پھر اسے اپنے کلیجے سے لگا لیتے۔ اس وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاؤں کو ہمیشہ ہی قبول فرمایا ہے۔ اب بھی دعا کیجئے کہ اللہ قبول فرمائے' آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا شروع کی' اسی وقت آسمان پر ابر چھا گیا اور برسنے لگا اور خوب برسا جس کے پاس جتنے برتن تھے

[1] [ضعیف : طبرانی کبیر (۲۰۱/۳) ابو نعیم فی الحلیة (۲۱۷/۲)] عبدالوہاب بن عطاء ضعیف ہے۔]

سب بھر لئے پھر بارش رک گئی' اب جو ہم دیکھتے ہیں تو ہمارے لشکر کے احاطے سے باہر ایک قطرہ بھی کہیں نہیں برسا تھا۔ پس اس جہاد میں جنہوں نے روپے پیسے سے' سواری سے' خوراک سے' سامان رسد اور ہتھیار سے پانی وغیرہ سے غرض کسی طرح بھی مومنوں کی مدد کی تھی' ان کی فضیلت و برتری بیان ہو رہی ہے۔ یہی وہ وقت تھا کہ بعض کے دل پھر جانے کے قریب ہو گئے تھے۔ مشقت' شدت اور بھوک پیاس نے دلوں کو ہلا دیا تھا' مسلمان جھنجھوڑ دیئے گئے تھے لیکن رب نے انہیں سنبھال لیا اور اپنی طرف جھکا لیا اور ثابت قدمی عطا فرما کر خود بھی ان پر مہربان ہو گیا' اللہ تعالیٰ جیسی رأفت و رحمت اور کس کی ہے؟ وہ ان پر خوب ہی رحمت و کرم رکھتا ہے۔

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰٓي اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُھُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ۭ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ؁۱۱۸ يٰٓاَيُّھَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ؁۱۱۹

ان تینوں پر بھی جو پیچھے رکھ دیئے گئے تھے' یہاں تک کہ یہ زمین باوجود اپنی کشادگی کے ان پر تنگ آ گئی اور خود وہ اپنی جانوں سے بھی تنگ آ گئے اور باور کر لیا کہ اللہ کی گرفت سے بجز اس کی طرف رجوع کرنے کے اور کوئی جائے پناہ نہیں' پس اللہ نے ان کی طرف مہربانی سے توجہ فرمائی کہ وہ رجوع ہوتے رہیں' یقیناً اللہ توجہ فرمانے والا رحم کرنے والا ہے ○ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور سچوں کے ساتھی بن جاؤ ○

جنگ تبوک سے پیچھے رہنے والے تین صحابہ کی معافی: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبید اللہ جو آپ کے نابینا ہو جانے کے بعد آپ کا ہاتھ تھام کر لے جایا' لے آیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ جنگ تبوک کے موقعہ پر میرے والد کے رہ جانے کا واقعہ خود ان کی زبانی یہ ہے کہ فرماتے ہیں میں اس کے سوا کسی اور غزوے میں پیچھے نہیں رہا۔ ہاں غزوہ بدر کا ذکر نہیں' اس میں جو لوگ شامل نہیں ہوئے تھے' ان پر کوئی سرزنش نہیں ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو قافلے کے ارادے سے چلے تھے لیکن وہاں اللہ کی مرضی سے قریش کے جنگی مرکز سے لڑائی ٹھہر گئی۔ تو چونکہ یہ لڑائی بے خبری میں ہوئی اس لئے میں اس میں حاضر نہ ہو سکا' اس کے بجائے الحمد للہ میں لیلۃ العقبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا جب کہ ہم نے اسلام پر موافقت کی تھی۔ اور میرے نزدیک تو یہ چیز بدر سے بھی زیادہ محبوب ہے گو بدر کی شہرت لوگوں میں بہت زیادہ ہے۔ اچھا اب غزوہ تبوک کی غیر حاضری کا واقعہ سنیئے۔ اس وقت مجھے جو آسانی اور قوت تھی۔ وہ اس سے پہلے کبھی میسر نہ آئی تھی۔ اس وقت میرے پاس دو اونٹنیاں تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس غزوے میں جاتے توریہ کرتے یعنی ایسے الفاظ کہتے کہ لوگ صاف مطلب نہ سمجھیں۔ لیکن چونکہ اس وقت موسم سخت گرم تھا' سفر بہت دور دراز کا تھا' دشمن بڑی تعداد میں تھا' پس آپ نے مسلمانوں کے سامنے اپنا مقصد صاف صاف واضح کر دیا کہ وہ پوری پوری تیاری کر لیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس وقت

مسلمانوں کی تعداد بھی اتنی زیادہ تھی کہ رجسٹر میں ان کے نام نہ آسکے۔ پس کوئی باز پرس نہ تھی جو بھی چاہتا کہ میں رک جاؤں وہ رک سکتا تھا اور آنحضرت ﷺ پر اس کا رکنا مخفی رہ سکتا تھا۔ ہاں اللہ کی وحی آجائے یہ تو بات ہی اور ہے اس لڑائی کے سفر کے وقت پھل پکے ہوئے تھے، سائے بڑھے ہوئے تھے۔ مسلمان صحابہ رضی اللہ عنہم اور خود حضور ﷺ تیاریوں میں تھے، میری یہ حالت تھی کہ صبح نکلتا تھا کہ سامان تیار کرلوں لیکن ادھر ادھر شام ہو جاتی اور میں خالی ہاتھ گھر لوٹ جاتا۔ اور کہتا کوئی بات نہیں، روپیہ ہاتھ تلے ہے، کل خرید لوں گا اور تیاری کرلوں گا۔ یہاں تک کہ یونہی صبح شام، صبح شام آج کل آج کل کرتے کوچ کا دن آ گیا اور لشکرِ اسلام بجانب تبوک چل پڑا میں نے کہا کوئی بات نہیں ایک دو دن میں میں بھی پہنچتا ہوں۔ یونہی یوں آج کا کام کل پر ڈالا اور کل کا پرسوں پر یہاں تک کہ لشکر دور جا پہنچا۔ گرے پڑے لوگ بھی چل دیئے۔ میں نے کہا خیر چلے گئے اور کئی دن ہو گئے تو کیا ہوا میں تیز چل کر جاملوں گا؟ لیکن افسوس کہ یہ بھی مجھ سے نہ ہو سکا۔ ارادوں ہی ارادوں میں رہ گیا۔ اب تو یہ حالت تھی کہ میں بازاروں میں نکلتا تو مجھے سوائے منافقوں اور بیمار لولے لنگڑے اندھے مریضوں اور معذور لوگوں کے اور کوئی نظر نہ آتا۔ رسول اللہ ﷺ نے تبوک پہنچ کر مجھے یاد فرمایا کہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے کیا کیا؟ اس پر بنو سلمہ کے ایک شخص نے کہا اسے تو اچھے کپڑوں اور جسم کی راحت رسانی نے روک رکھا ہے۔ یہ سن کر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ یہ درست نہیں فرما رہے یا رسول اللہ ﷺ! ہمارا خیال تو کعب کی نسبت بہتر ہی ہے۔ حضور ﷺ خاموش ہو رہے۔ جب مجھے معلوم ہوا کہ اب آپ لوٹ رہے ہیں تو میرا جی بہت گھبرایا۔ اور میں حیلے بہانے سوچنے لگا کہ یوں یوں بہانہ بنا کر حضور ﷺ کے غصے سے نکل جاؤں گا اپنے والوں سے بھی رائے ملالوں گا یہاں تک کہ مجھے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ مدینے شریف کے قریب آ گئے تو میرے دل سے باطل اور جھوٹ بالکل الگ ہو گیا۔ اور میں نے سمجھ لیا کہ جھوٹے حیلے مجھے نجات نہیں دلوا سکے۔ سچ ہی کا آخر بول بالا رہتا ہے۔ پس میں نے پختہ ارادہ کرلیا کہ جھوٹ نہیں بولوں گا۔ صاف صاف سچ سچ بات کہہ دوں گا۔ آپ خیر سے تشریف لائے اور حسبِ عادت پہلے مسجد میں آئے، دو رکعت نماز ادا کی اور وہیں بیٹھے اسی وقت اس جہاد میں شرکت نہ کرنے والے آنے لگے اور عذر معذرت حیلے بہانے کرنے لگے۔ یہ لوگ اسی ۸۰ سے کچھ اوپر اوپر تھے۔ آپ ان کی باتیں سنتے اور اندرونی حالت سپرد اللہ کر کے ظاہری باتوں کو قبول فرما کر ان کے لئے استغفار کرتے۔ میں بھی حاضر ہوا اور سلام کیا۔ آپ نے غصے کے ساتھ تبسم فرمایا اور مجھے اپنے پاس بلایا میں قریب آن کر بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا تم کیسے رک گئے؟ تم نے سواری بھی خرید لی تھی۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اگر آپ کے سوا کسی اور کے پاس میں بیٹھا ہوتا تو بیسیوں باتیں بنا لیتا۔ بولنے میں اور باتیں بنانے میں میں کسی سے پیچھے نہیں ہوں۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ آج اگر جھوٹ سچ ملا کر آپ کے غصے سے میں آزاد ہو گیا تو ممکن ہے کل اللہ تعالیٰ آپ کو حقیقت حال سے مطلع فرما کر پھر مجھ سے ناراض کر دے۔ اور آج سچ کی بنا پر اگر آپ مجھ سے بگڑے تو ہو سکتا ہے کہ میری سچائی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ آپ کو مجھ سے پھر خوش کر دے۔ حضور ﷺ سچ تو یہ ہے کہ واللہ! مجھے کوئی عذر نہ تھا۔ مجھے اس وقت جو آسانی اور فرصت تھی،

اتنی تو کبھی اس سے پہلے میسر بھی نہیں ہوئی۔ آپ نے فرمایا ہے تو یہ سچا۔ اچھا تم جاؤ اللہ تمہارے بارے میں جو فیصلہ کرے گا وہی ہوگا۔ میں کھڑا ہو گیا' بنوسلمہ کے چند شخص بھی میرے ساتھ ہی اٹھے اور ساتھ ہی چلے اور مجھ سے کہنے لگے اس سے پہلے تو تم سے کبھی کوئی اس قسم کی خطا نہیں ہوئی۔ لیکن تعجب ہے کہ تو نے کوئی عذر معذرت پیش نہیں کی جیسے کہ اوروں نے کی' پھر آنحضرت ﷺ تمہارے لئے استغفار کرتے تو تمہیں تو یہ کافی تھا۔ الغرض کچھ اس بے طرح یہ لوگ میرے پیچھے پڑے کہ مجھے خیال آنے لگا کہ پھر واپس جاؤں اور حضور ﷺ کے سامنے اپنی پہلی بات کو جھٹلا کر کوئی حیلہ غلط سلط میں بھی پیش کر دوں۔ پھر میں نے پوچھا کیوں جی کوئی اور بھی میرے جیسا اس معاملے میں اور ہے؟ انہوں نے کہا ہاں دو شخص اور ہیں اور انہیں بھی وہی جواب ملا ہے جو تمہیں ملا ہے۔ میں نے کہا وہ کون کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا مرارہ بن ربیع عامری اور ھلال بن امیہ واقفی رضی اللہ عنہما۔ ان دونوں صالح اور نیک بدری صحابیوں کا نام جب میں نے سنا تو مجھے پورا اطمینان ہو گیا اور میں گھر چلا گیا۔ آنحضرت ﷺ نے ہم تینوں سے کلام کرنے سے مسلمانوں کو روک دیا تھا۔ لوگ ہم سے الگ ہو گئے' کوئی ہم سے بولتا چالتا نہ تھا یہاں تک کہ مجھے تو اپنا وطن پردیس معلوم ہونے لگا کہ گویا میں یہاں کی کسی چیز سے واقف ہی نہیں ہوں۔ پچاس راتیں ہم پر اسی طرح گزر گئیں۔ وہ دونوں بدری بزرگ تو تھک ہار کر اپنے اپنے مکانوں میں بیٹھ رہے' باہر اندر آنا جانا بھی انہوں نے چھوڑ دیا۔ میں ذرا زیادہ آنے جانے والا اور تیز طبیعت والا تھا۔ نہ میں نے مسجد جانا چھوڑا' نہ بازاروں میں جانا آنا ترک کیا۔ مجھ سے کوئی بولتا نہ تھا۔ نماز کے بعد جب کہ حضور ﷺ مسجد میں لوگوں کے مجمع میں تشریف فرما ہوتے تو میں آتا اور سلام کرتا اور اپنے جی میں کہتا کہ میرے سلام کے جواب میں آپ کے ہونٹ ہلے بھی یا نہیں؟ پھر آپ کے قریب ہی کہیں بیٹھ جاتا اور کن انکھیوں سے آپ کو دیکھتا رہتا۔ جب میں نماز میں ہوتا تو آپ کی نگاہ مجھ پر پڑتی لیکن جہاں میں آپ کی طرف التفات کرتا' آپ میری طرف سے منہ موڑ لیتے۔ آخر اس ترک کلامی کی طویل مدت نے مجھے پریشان کر دیا۔ ایک روز میں اپنے چچا زاد بھائی ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے باغ کی دیوار سے کود کر ان کے پاس گیا۔ مجھے ان سے بہت ہی محبت تھی۔ میں نے سلام کیا لیکن واللہ! انہوں نے جواب نہ دیا۔ میں نے کہا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ تجھے اللہ کی قسم کیا تو نہیں جانتا کہ میں اللہ' رسول سے محبت رکھتا ہوں؟ اس نے پھر خاموشی اختیار کی میں نے دوبارہ انہیں قسم دی اور پوچھا وہ پھر بھی خاموش رہے میں نے سہ بارہ انہیں قسم دے کر یہی سوال کیا اس کے جواب میں بھی وہ خاموش رہے اور فرمایا اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ اب تو میں اپنے دل کو نہ روک سکا۔ میری دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور بہت ہی غمگین ہو کر میں پھر دیوار پر چڑھ کر باہر نکل گیا۔ میں بازار میں جا رہا تھا کہ میں نے شام کے ایک قبطی کو جو مدینے میں غلہ بیچنے آیا تھا یہ پوچھتے ہوئے سنا کہ کوئی مجھے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا پتہ بتا دے۔ لوگوں نے اسے میری طرف اشارہ کر کے بتا دیا وہ میرے پاس آیا اور مجھے شاہ غسان کا خط دیا۔ میں لکھا پڑھا تو تھا ہی۔ میں نے پڑھا تو اس میں لکھا تھا ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے سردار نے تم پر ظلم کیا ہے تم کوئی ایسے گرے پڑے آدمی نہیں ہو تم یہاں دربار میں چلے آؤ۔ ہم ہر طرح کی خدمت

گزاریوں کے لئے تیار ہیں۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ ایک اور مصیبت اور منجانب اللہ آزمائش ہے۔ میں نے تو جا کر چولہے میں اس رقعے کو جلا دیا۔ چالیس راتیں جب گزر چکیں تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا قاصد میرے پاس آرہا ہے اس نے آکر آپ کا پیغام پہنچایا کہ تم اپنی بیوی سے علیحدہ رہو۔ میں نے پوچھا یعنی کیا طلاق دے دوں یا کیا کروں؟ اس نے کہا نہیں طلاق نہ دو لیکن ان سے ملو جلو نہیں۔ میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی یہی پیغام پہنچا۔ میں نے تو اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ تم اپنے میکے چلی جاؤ اور وہیں رہو جب تک کہ اللہ تعالیٰ اس امر کا فیصلہ نہ کر دے۔ ہاں حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بیوی نے آن کر رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ میرے خاوند بہت بوڑھے ہیں، کمزور بھی ہیں اور گھر میں کوئی خادم بھی نہیں اگر آپ اجازت دیں تو میں ان کا کام کاج کر دیا کروں۔ آپ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں لیکن وہ تم سے ملیں نہیں۔ انہوں نے کہا واللہ! ان میں تو حرکت کی قوت ہی نہیں اور جب سے یہ بات پیدا ہوئی ہے تب سے لے کر آج تک ان کے آنسو تھمے ہی نہیں۔ مجھ سے بھی میرے بعض دوستوں نے کہا کہ تم بھی اتنی اجازت تو حاصل کر لو جتنی حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کے لئے ملی ہے۔ لیکن میں نے جواب دیا کہ میں اس بارے میں حضور ﷺ سے کچھ نہیں کہوں گا۔ اللہ جانے آپ جواب میں کیا ارشاد فرمائیں؟ ظاہر ہے کہ وہ بوڑھے آدمی ہیں اور میں جوان ہوں۔ دس دن اس بات پر بھی گزر گئے۔ اور ہم سے سلام کلام بند ہونے کو پوری پچاس راتیں گزر چکیں۔ اس پچاسویں رات کو صبح کی نماز میں نے اپنے گھر کی چھت پر ادا کی۔ اور میں دل برداشتہ حیران و پریشان اسی حالت میں بیٹھا ہوا تھا جس کا نقشہ قرآن کریم نے کھینچا ہے کہ اپنی جان سے تنگ تھا، زمین باوجود اپنی کشادگی کے مجھ پر تنگ تھی کہ میرے کان میں سلع پہاڑی پر سے کسی کی آواز آئی کہ وہ با آواز بلند کہہ رہا ہے کہ اے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ خوش ہو جا۔ واللہ! میں اسی وقت سجدے میں گر پڑا اور سمجھ گیا کہ اللہ عزوجل کی طرف سے قبولیتِ توبہ کی کوئی خبر آ گئی۔ بات بھی یہی تھی صبح کی نماز کے بعد رسول کریم ﷺ نے یہ خبر صحابہ سے بیان فرمائی تھی اور یہ سنتے ہی وہ پیدل اور سوار ہم تینوں کی طرف دوڑ پڑے تھے کہ ہمیں خبر پہنچائیں۔ ایک صاحب تو اپنے گھوڑے پر سوار میری طرف خوشخبری لئے ہوئے آرہے تھے لیکن اسلم کے ایک صاحب نے دوڑ کر پہاڑ پر چڑھ کر با آواز بلند میرا نام لے کر مجھے خوشخبری پہنچائی سوار سے پہلے ان کی آواز میرے کان میں آ گئی۔ جب یہ صاحب میرے پاس پہنچے تو میں نے اپنے پہنے ہوئے دونوں کپڑے انہیں بطور انعام دیئے واللہ! اس دن میرے پاس اور کچھ بھی نہ تھا۔ دو کپڑے اور ادھار لے کر میں نے پہنے۔ اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے گھر سے نکلا۔ راستے میں جوق در جوق لوگ مجھ سے ملنے لگے اور مجھے میری توبہ کی بشارت اور مبارکباد دینے لگے۔ کہ کعب رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کا تمہاری توبہ کو قبول فرمالینا تمہیں مبارک ہو۔ میں جب مسجد میں پہنچا تو رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے اور دیگر صحابہ بھی حاضر حضور تھے۔ مجھے دیکھتے ہی حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور دوڑتے ہوئے آگے بڑھ کر مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے مبارکباد دی۔ مہاجرین میں سوائے آپ کے اور کوئی صاحب کھڑے نہیں ہوئے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ

کی اس محبت کو ہمیشہ ہی اپنے دل میں لئے رہے۔ جب میں نے جا کر رسول اللہ ﷺ سے سلام کیا' اس وقت آپ کے چہرہ مبارک کی رگیں خوشی سے چمک رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا کعب! تم پر تمہاری پیدائش سے لے کر آج تک آج جیسا خوشی کا دن کوئی نہیں گزرا۔ میں نے کہا یا رسول یہ خوشخبری آپ کی طرف سے ہے یا اللہ عزوجل کی جانب سے؟ آپ نے فرمایا نہیں نہیں' بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ حضور ﷺ کو جب کوئی خوشی ہوتی تو آپ کا چہرہ مثل چاند کے ٹکڑے کے چمکنے لگ جاتا تھا اور ہر شخص چہرے کو دیکھتے ہی پہچان لیا کرتا تھا۔ میں نے آپ کے پاس بیٹھ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں نے نذر مانی ہے کہ اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرمائے تو میرا سب مال اللہ کے نام صدقہ ہے۔ اس کے رسول کے سپرد ہے۔ آپ نے فرمایا تھوڑا بہت مال اپنے پاس رکھ لو یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے کہا اچھا جو حصہ میرا خیبر میں ہے وہ تو میرا رہا باقی اللہ کے لیے خیرات ہے۔ یا رسول اللہ! میری نجات کا ذریعہ میرا سچ بولنا ہے میں نے یہ بھی نذر مانی ہے کہ باقی زندگی بھی سوائے سچ کے کوئی کلمہ زبان سے نہیں نکالوں گا۔ میرا ایمان ہے کہ سچ کی وجہ سے جو نعمت اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی وہ کسی مسلمان کو نہیں ملی۔ اس وقت سے لے کر آج تک بحمد للہ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اور جو عمر باقی ہے' اس میں بھی اللہ تعالیٰ سے مجھے یہی امید ہے۔ اللہ رب العزت نے ﴿لَقَدْ تَابَ اللهُ﴾ سے کئی آیتیں تک ہماری توبہ کے بارے نازل فرمائیں۔ اسلام کی نعمت کے بعد مجھ پر اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت یہ بھی ہے کہ میں نے اس دن رسول اللہ ﷺ کے سامنے کوئی جھوٹ بات نہ کہی جیسے کہ اوروں نے جھوٹی باتیں بنائیں ورنہ میں بھی ان کی طرح ہلاک ہو جاتا۔ ان جھوٹے لوگوں کو کلام اللہ شریف میں بہت ہی برا کہا گیا۔ فرمایا ﴿سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ﴾ [1] الخ' یعنی تمہارے واپس آنے کے بعد یہ لوگ قسمیں کھا کھا کر چاہتے ہیں کہ تم ان سے چشم پوشی کر لو۔ اچھا تم چشم پوشی کر لو لیکن یاد رہے کہ اللہ کے نزدیک یہ لوگ گندے اور پلید ہیں۔ ان کا ٹھکانا جہنم ہے جو ان کے عمل کا بدلہ ہوگا۔ یہ تمہیں رضامند کرنے کے لئے حلف اٹھا رہے ہیں تم ان سے راضی ہو جاؤ لیکن ایسے فاسق لوگوں سے اللہ خوش نہیں۔ تم تینوں کا امر ان لوگوں کے امر سے پیچھے ڈال دیا گیا تھا۔ ان کے عذر تو رسول اللہ ﷺ نے قبول فرمائے تھے' ان سے دوبارہ بیعت کر لی تھی اور ان کے لئے استغفار بھی کیا تھا۔ اور ہمارا معاملہ تاخیر میں پڑ گیا تھا جس کا فیصلہ خود اللہ تعالیٰ نے فرما دیا۔ اسی لئے آیت کے الفاظ ﴿وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا﴾ ہیں۔ پس اسے پیچھے چھوڑ دئے جانے سے مراد غزوے سے رک جانا نہیں بلکہ ان لوگوں کے جھوٹے عذر قبول کئے جانے سے ہمارا معاملہ موخر کر دینا ہے۔ یہ حدیث بالکل صحیح ہے بخاری و مسلم دونوں میں ہے۔ [2] الحمد للہ اس حدیث میں اس آیت کی پوری اور صحیح تفسیر موجود ہے۔ یہ تینوں بزرگ انصاری تھے رضی اللہ عنہم ایک روایت میں مرارہ بن ربیعہ کے بدلے آیا ہے۔

---

[1] [سورۃ توبہ: آیت ۹۵]

[2] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب حدیث کعب بن مالك (٤٤١٨) صحیح مسلم : کتاب التوبه : باب حدیث توبه کعب بن مالك (٢٧٦٩) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن (٣١٠٢) مسند احمد (٣٨٧١٦)]

ایک میں ابن ربیعہ ہے۔ لیکن صحیح وہی ہے جو بخاری و مسلم میں ہے یعنی مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہ ہاں زہری کی اوپر والی روایت میں جو یہ لفظ ہیں کہ وہ دونوں بدری صحابی تھے جو حضرت کعب کی طرح چھوڑ دیئے گئے تھے یہ خطا ہے۔ ان تینوں بزرگوں میں سے ایک بھی بدری نہیں واللہ اعلم۔ چونکہ اس آیت میں ذکر تھا کہ کس طرح ان بزرگوں نے صحیح اور سچا واقعہ کہہ دیا جس سے گو کچھ دنوں تک وہ رنج و غم میں رہے لیکن آخر سلامتی اور ابدی راحت ملی۔ اس کے بعد ہی فرماتا ہے کہ اے مومنو! سچ بولا کرو اور سچائی کو لازم پکڑے رہو سچوں میں ہو جاؤ تا کہ ہلاکت سے نجات پاؤ، غم و رنج سے چھوٹ جاؤ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ لوگو سچائی کو لازم کر لو سچ بھلائی کی رہبری کرتا ہے اور بھلائی جنت کی رہبری کرتی ہے۔ انسان برابر سچ بولنے اور سچ پر کار بند رہنے سے اللہ کے ہاں صدیق لکھ لیا جاتا ہے۔ جھوٹ سے بچو۔ جھوٹ بولتے رہنے سے اللہ کے ہاں کذاب لکھ لیا جاتا ہے۔ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے۔ [1] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قصداً یا مذاقاً کسی حالت میں بھی جھوٹ انسان کے لائق نہیں۔ کیونکہ اللہ مالک الملک فرماتا ہے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھی بن جاؤ، پس کیا تم اس میں کسی کے لئے بھی رخصت پاتے ہو؟ بقول حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سچوں سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم ہیں۔ ابوبکر و عمر اور ان کے ساتھی۔ رضی اللہ عنہم حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر سچوں کے ساتھی بننا چاہتے ہو تو دنیا میں بے رغبت رہو اور مسلمانوں کو نہ ستاؤ۔

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَئُوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾

مدینے والوں کو اور ان کے آس پاس کے بادیہ نشینوں کو یہ نہ چاہئے کہ جہاد میں رسول اللہ کے پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ چاہئے کہ اپنی جانوں کو اس کی جان سے زیادہ چاہیں، یہ اس لئے کہ ان مجاہدین کو جو پیاس اور رنج اور تکلیف اور بھوک اللہ کی راہ میں پہنچی ہے اور جہاں کہیں ایسے مقام پر وہ چلتے ہیں جس سے کافروں کے دل کٹیں اور دشمنان دین سے جو کچھ یہ چھین لیتے ہیں اس سب کے بدلے ان کے لئے نیک عمل لکھ لئے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نیک کام کرنے والوں کے اجر ضائع نہیں کرتا۝

غزوہ تبوک سے پیچھے رہنے والوں کو تنبیہ: ان لوگوں کو جو غزوہ تبوک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں گئے تھے اللہ تعالیٰ ڈانٹ رہا ہے کہ مدینے والوں کو اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو مجاہدین کے برابر ثواب والا نہیں سمجھنا

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الادب: باب قول اللہ تعالی یایها الذین امنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین (٦٠٩٤) صحیح مسلم: کتاب البر والصلة: باب قبح الکذب وحسن الصدق وفضلہ (٢٦٠٧)]

چاہیے۔ وہ اس اجر و ثواب سے محروم رہ گئے جو ان مجاہدین فی سبیل اللہ کو ملا۔ مجاہدین کو ان کی پیاس پر، تکلیف پر بھوک پر، ٹھہرنے اور چلنے پر، ظفر اور غلبے پر، غرض ہر ہر حرکت و سکون پر اللہ کی طرف سے اجر عظیم ملتا رہتا ہے۔ رب کی ذات اس سے پاک ہے کہ کسی نیکی کرنے والے کی محنت برباد کر دے۔ (۱)

وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

وہ جو کچھ کم زیادہ خرچ کرتے ہیں اور جس کسی میدان کو طے کرتے ہیں وہ بھی ان کے لئے لکھ لیا جاتا ہے تاکہ ان کے اعمال کا بہتر سے بہتر بدلہ اللہ تعالیٰ انہیں عطا فرمائے ○

مجاہدین کا ہر عمل باعثِ اجر: یہ مجاہد جو کچھ تھوڑا بہت خرچ کریں اور راہِ اللہ میں جس زمین پر چلیں پھریں، وہ سب ان کے لئے لکھ لیا جاتا ہے۔ یہ نکتہ یاد رہے کہ اوپر کا کام ذکر کر کے اجر کے بیان میں لفظ ((بِــهٖ)) لائے تھے اور یہاں نہیں لائے اس لئے کہ وہ غیر اختیار افعال تھے اور یہ خود ان سے صادر ہوتے ہیں۔ پس یہاں فرماتا ہے کہ انہیں ان کے اعمال کا بہترین بدلہ اللہ تعالیٰ دے گا۔ اس آیت کا بہت بڑا حصہ اور اس کا کامل اجر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سمیٹا ہے۔ غزوہ تبوک میں آپ رضی اللہ عنہ نے دل کھول کر خرچ کیا۔ چنانچہ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبے میں اس سختی کے لشکر کی امداد کا ذکر فرما کر اس کی رغبت دلائی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک سو اونٹ مع کجاوے، پالان، رسیوں وغیرہ کے میں دوں گا۔ آپ نے پھر اسی کو بیان فرمایا تو پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک سو اور بھی دوں گا۔ آپ ایک زینہ منبر اترے پھر رغبت دلائی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا ایک سو اور بھی آپ نے خوشی خوشی اپنا ہاتھ ہلاتے ہوئے فرمایا بس عثمان! آج کے بعد کوئی عمل بھی نہ کرے تو بھی یہی کافی ہے۔ (۲) اور روایت میں ہے کہ ایک ہزار دینار کی تھیلی لا کر حضرت عثمان نے آپ کے پلے میں ڈال دی۔ آپ انہیں اپنے ہاتھ سے الٹ پلٹ کرتے جاتے تھے اور فرما رہے تھے آج کے بعد یہ جو بھی عمل کریں انہیں نقصان نہ دے گا۔ بار بار یہی فرماتے رہے۔ (۳) اس آیت کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ

---

(۱) [سورۃ الکھف: آیت ۳۰]

(۲) [**ضعیف**: مسند احمد (۷۵/٤) ترمذی: کتاب المناقب (۳۷۰۰) مسند طیالسی (۱۱۸۹) التاریخ الکبیر للبخاری (۲٤٦/٥)] شیخ البانی رحمہ اللہ اور شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں کیونکہ اس کی سند میں فرقد ابو طلحہ راوی مجہول ھے۔ [ضعیف ترمذی، الموسوعۃ الحدیثیۃ (۱٦٦۹٦)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

(۳) [**حسن**: مسند احمد (٦۳/٥) ترمذی (۳۷۰۱) مستدرك حاكم (۱۰۲/۳)] امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ اور شیخ شعیب ارناؤوط بھی اسے حسن کہتے ہیں۔ [المشکاۃ (٦۰٦٤) صحیح ترمذی (۲۹۲۰) الموسوعۃ الحدیثیۃ (۲۰٦۳۰)]

فرماتے ہیں جس قدر انسان اپنے وطن سے اللہ کی راہ میں دور نکلتا ہے' اتنا ہی اللہ کے قرب میں بڑھتا ہے۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿١٢٢﴾ ع

مسلمانوں کو یہ تو نہ چاہئے کہ وہ سارے کے سارے ہی نکل کھڑے ہوں ایسا کیوں نہیں کرتے کہ ہر جماعت میں سے کچھ لوگ جائیں کہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں اور جب واپس لوٹیں تو اپنی قوم کو آگاہ کرتے رہیں تا کہ وہ اپنا بچاؤ کر لیں۔

نبی کریم ﷺ کو تنہا نہ چھوڑو: اس آیت میں اس بیان کی تفصیل ہے جو غزوہ تبوک میں حضور ﷺ کے ساتھ چلنے کے متعلق تھا۔ سلف کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ جب خود رسول اللہ ﷺ جہاد میں نکلیں تو آپ کا ساتھ دینا ہر مسلمان پر واجب ہے جیسے فرمایا ﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا﴾ [1] اور فرمایا ہے ﴿وَمَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ﴾ یعنی ہلکے بھاری نکل کھڑے ہو جاؤ۔ مدینے اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو لائق نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے رہ جائیں۔ پس یہ حکم اس آیت سے منسوخ ہو گیا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ قبیلوں کے نکلنے کا بیان ہے اور ہر قبیلے کی ایک جماعت کے نکلنے کا اگر وہ سب نہ جائیں۔ تا کہ آپ کے ساتھ جانے والے آپ پر اتری ہوئی وحی کو سمجھیں اور واپس آ کر اپنی قوم کو دشمن کے حالات سے باخبر کر دیں۔ پس انہی دونوں باتیں اس کوچ میں حاصل ہو جائیں گی۔ اور آپ کے بعد قبیلوں میں سے جانے والی جماعت یا تو دینی سمجھ کے لئے ہوگی یا جہاد کے لئے۔ کیونکہ یہ فرض کفایہ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک آیت کے یہ معنی بھی مروی ہیں کہ مسلمانوں کو نہ چاہئے کہ سب کے سب چلے جائیں اور اللہ کے نبی ﷺ کو تنہا چھوڑ دیں۔ ہر جماعت میں سے چند لوگ جائیں اور آپ کی اجازت سے جائیں جو باقی ہیں وہ ان کے بعد جو قرآن اترے' جو احکام بیان ہوں' انہیں سیکھیں۔ جب یہ آ جائیں تو انہیں سکھائیں پڑھائیں۔ اس وقت اور لوگ جائیں۔ یہ سلسلہ جاری رہنا چاہئے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت ان صحابیوں رضی اللہ عنہم کے بارے میں اتری ہے جو بادیہ نشینوں میں گئے وہاں انہیں فوائد بھی پہنچے اور نفع کی چیزیں بھی ملیں۔ اور لوگوں کو انہوں نے ہدایات بھی کیں۔ لیکن بعض لوگوں نے انہیں طعنہ دیا کہ تم لوگ اپنے ساتھیوں کے پیچھے رہ جانے والے ہو۔ وہ میدان جہاد میں گئے اور تم آرام سے یہاں ہم میں ہو۔ ان کے بھی دل میں یہ بات بیٹھ گئی۔ وہاں سے واپس آنحضرت ﷺ کے پاس چلے آئے۔ پس یہ آیت اتری اور انہیں معذور سمجھا گیا۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ لشکروں کو بھیجیں تو کچھ لوگوں کو آپ کی خدمت میں ہی رہنا چاہئے کہ وہ دین سیکھیں اور کچھ لوگ جائیں اپنی قوم کو دعوت حق دیں اور انہیں اگلے واقعات سے عبرت دلائیں۔ ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس جہاد کے لئے نکلیں' اس وقت سوائے معذوروں' اندھوں وغیرہ کے کسی کو حلال نہیں کہ آپ کے ساتھ نہ جائے اور جب آپ لشکروں کو روانہ

[1] [سورة التوبة: آيت ٤١]

فرمائیں تو کسی کو حلال نہیں کہ آپ کی اجازت کے بغیر جائے۔ یہ لوگ جو حضور ﷺ کے پاس رہتے تھے' اپنے ساتھیوں کو جب کہ واپس لوٹتے ان کے بعد کا اترا ہوا قرآن اور بیان شدہ احکام سنا دیتے پس آپ کی موجودگی میں سب کو نہ جانا چاہئے۔ مروی ہے کہ یہ آیت جہاد کے بارے میں نہیں ہے بلکہ جب رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ مضر پر قحط سالی کی بددعا کی اور ان کے ہاں قحط پڑا تو ان کے پورے قبیلے مدینے شریف میں چلے آئے۔ یہاں جھوٹ موٹ اسلام ظاہر کر کے صحابہ پر اپنا بار ڈال دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو متنبہ کیا کہ دراصل یہ مومن نہیں۔ آپ نے انہیں ان کی جماعتوں کی طرف واپس کیا اور ان کی قوم کو ایسا کرنے سے ڈرایا۔ کہتے ہیں کہ ہر قبیلے میں سے کچھ لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں آتے' دین اسلام دیکھتے' واپس جا کر اپنی قوم کو اللہ' رسول کی اطاعت کا حکم کرتے' نماز' زکوٰۃ کے مسائل سمجھاتے' ان سے صاف فرما دیتے کہ جو اسلام قبول کرے گا وہ ہمارا ہے ورنہ نہیں۔ یہاں تک کہ ماں باپ کو بھی چھوڑ دیتے۔ آنحضرت ﷺ انہیں مسئلے مسائل سے آگاہ کر دیتے حکم احکام سکھا پڑھا دیتے وہ اسلام کے مبلغ بن کر جاتے ماننے والوں کو خوش خبریاں دیتے' نہ ماننے والوں کو ڈراتے۔ [1] عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب آیت ﴿اِلَّا تَنْفِرُوْا﴾ [2] الخ' اور آیت ﴿مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ﴾ [3] الخ' اتریں تو منافقوں نے کہا پھر تو بادیہ نشین لوگ ہلاک ہو گئے کہ وہ حضرت کے ساتھ نہیں جاتے۔ بعض صحابہ بھی ان میں تعلیم و تبلیغ کے لئے گئے ہوئے تھے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور آیت ﴿وَالَّذِيْنَ يُحَاجُّوْنَ فِى اللّٰهِ﴾ [4] الخ۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ آپ کے ساتھ گئے ہیں وہ مشرکوں پر غلبہ و نصرت دیکھ کر واپس آ کر اپنی قوم کو ڈرائیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ؕ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۳﴾

اے ایمان والو! جو کفار تم سے قریب قریب رہتے ہیں پہلے ان سے جہاد کرو اور چاہئے کہ وہ تم میں سختی پائیں' جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کا ساتھی ہے ○

اسلامی سرحدات کے متصل علاقوں کے کفار سے پہلے نمٹنا: اسلامی مرکز کے متصل جو کفار ہیں' پہلے تم مسلمانوں کو ان سے نمٹنا چاہیے۔ اسی حکم کے بموجب رسول اللہ ﷺ نے پہلے جزیرۃ العرب کو صاف کیا' یہاں غلبہ پا کر مکہ' مدینہ' طائف' یمن' یمامہ ہجر خیبر' حضر موت وغیرہ کل علاقہ فتح کر کے یہاں کے لوگوں کو اسلامی جھنڈے تلے کھڑا کر کے غزوۂ روم کی تیاری کی۔ جو اول تو جزیرۃ العرب سے ملحق تھا' دوسرے وہاں کے رہنے والے اہل کتاب تھے۔ تبوک تک پہنچ کر حالات کی ناسازگاری کی وجہ سے آگے کا عزم ترک کیا۔ یہ واقعہ ۹ھ کا ہے۔ دسویں سال حجۃ

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷٤۸۹)] اس کی سند میں عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے۔]

[2] [سورة التوبة: آیت ۳۹]

[3] [سورة التوبة: آیت ۱۲۰]

[4] [سورة الشورى: آیت ١٦]

الوداع میں مشغول رہے۔ اور حج کے صرف اکاسی دن بعد آپ ﷺ اللہ کو پیارے ہوئے۔ آپ کے بعد آپ کے نائب، دوست اور خلیفہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آئے۔ اس وقت دین اسلام کی بنیادیں متزلزل ہو رہی تھیں کہ آپ نے انہیں مضبوط کر دیا اور مسلمان کی ابتری کو برتری سے بدل دیا۔ دین سے بھاگنے والوں کو واپس اسلام میں لے آئے۔ مرتدوں سے دنیا خالی کی۔ ان سرکشوں نے جو زکوٰۃ روک لی تھی ان سے وصول کی، جاہلوں پر حق واضح کیا۔ امانتِ رسول ادا کی۔ اور ان ابتدائی ضروری کاموں سے فارغ ہوتے ہی اسلامی لشکروں کو سرزمینِ روم کی طرف دوڑایا کہ صلیب پرستوں کو ہدایت کریں۔ اور ایسے ہی جرار لشکر فارس کی طرف بھیجے کہ وہاں کے آتش کدے ٹھنڈے کریں۔ پس آپ کی سفارت کی برکت سے رب العالمین نے ہر طرف فتح عطا فرمائی۔ کسریٰ اور قیصر خاک میں مل گئے۔ ان کے پرستار بھی غارت و برباد ہوئے ان کے خزانے راہ اللہ میں کام آئے۔ اور جو خبر اللہ کے رسول ﷺ دے گئے تھے وہ پوری ہوئی۔ جو کسر رہ گئی تھی وہ آپ کے وصی اور ولی شہیدِ محراب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پوری ہوئی۔ کافروں اور منافقوں کی رگ ہمیشہ کے لئے کچل دی گئی۔ ان کے زور ڈھا دیئے گئے۔ اور مشرق و مغرب تک فاروقی سلطنت پھیل گئی۔ قریب و بعید سے بھرپور خزانے دربارِ فاروقی میں آئے۔ اور شرعی طور پر حکم الٰہی کے ماتحت مسلمانوں میں مجاہدین میں تقسیم ہونے لگے۔ اس پاک نفس، پاک روح شہید کی شہادت کے بعد مہاجرین و انصار کے اجماع سے امرِ خلافت امیر المومنین شہید الدار حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوا۔ اس وقت اسلام اپنی اصلی شان سے ظہور پذیر تھا۔ اسلام کے لمبے اور زور آور ہاتھوں نے روئے زمین پر قبضہ جما لیا تھا۔ بندوں کی گردنیں اللہ کے سامنے خم ہو چکی تھیں۔ حجت ربانی ظاہر تھی، کلمہ الٰہی غالب تھا۔ شان عثمان رضی اللہ عنہ اپنا کام کرتی جاتی تھی۔ آج اس کو حلقہ بگوش کیا تو کل اس کو یکے بعد دیگرے کئی ممالک مسلمانوں کے ہاتھوں زیر نگیں خلافت ہوئے۔ یہی تھا اس آیت کے پہلے جملے پر عمل کہ نزدیک کے کافروں سے جہاد کرو۔ پھر فرماتا ہے کہ لڑائی میں انہیں تمہارا زور بازو معلوم ہو جائے۔ کامل مومن وہ ہے جو اپنے مومن بھائی سے نرمی برتے اپنے دشمن کافر پر سخت ہو۔ جیسے فرمان ہے ﴿فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهُ﴾ [1] الخ، یعنی اللہ ایسے لوگوں کو لائے گا جو اس کے محبوب ہوں اور وہ بھی اس سے محبت رکھتے ہوں۔ مومنوں کے سامنے تو نرم ہوں اور کافروں پر ذی عزت ہوں۔

اسی طرح اور آیت میں ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھ والے آپس میں نرم دل ہیں۔ کافروں پر سخت ہیں۔ [2] ارشاد ہے ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ﴾ [3] یعنی اے نبی ﷺ! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو۔ حدیث میں ہے کہ میں ((ضَحُوْكَ)) ہوں یعنی اپنوں میں نرمی کرنے والا اور ((قَتَّال)) ہوں یعنی دشمنانِ رب سے جہاد کرنے والا۔ پھر فرماتا ہے کہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔ یعنی کافروں سے لڑو، بھروسہ اللہ پر رکھو اور یقین مانو کہ جب تم

[1] [المائدہ: ٥٤] [2] [الفتح: ٢٩] [3] [التحریم: ٩]

اس سے ڈرتے رہو گے‘ اس کی فرماں برداری کرتے رہو گے‘ تو اس کی مدد و نصرت بھی تمہارے ساتھ رہے گی۔ دیکھ لو! خیر کے تینوں زمانوں تک مسلمانوں کی یہی حالت رہی۔ دشمن تباہ اور مغلوب رہے۔ لیکن جب ان میں تقویٰ اور اطاعت کم ہوگئی۔ فتنے فساد پڑ گئے‘ اختلاف اور خواہش پسندی شروع ہوگئی۔ تو وہ بات نہ رہی‘ دشمنوں کی للچائی ہوئی نظریں ان پر اٹھیں۔ وہ اپنی اپنی کمین گاہوں سے نکل کھڑے ہوئے‘ ادھر کا رخ کیا لیکن پھر بھی مسلمان سلاطین آپس میں الجھے رہے‘ وہ ادھر ادھر سے نوالے لینے لگے۔ آخر دشمن اور بڑھے‘ سلطنتیں کچلنی شروع کیں‘ ملک فتح کرنے شروع کئے آہ! اکثر حصہ اسلامی مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہی حکم اس سے پہلے تھا اور اس کے بعد بھی ہے۔ تاہم جو بادشاہ جس قدر اللہ سے ڈرنے والا ہوا اسی قدر اللہ کی مدد نے اس کا ساتھ دیا۔ اب بھی اللہ سے امید ہے اور دعا ہے کہ وہ پھر سے مسلمانوں کو غلبہ دے اور کافر کی چوٹیاں ان کے ہاتھ میں دے دے۔ دنیا جہاں میں ان کا بول بالا ہو۔ اور پھر سے مشرق سے لے کر مغرب تک پرچم اسلام لہرانے لگے۔ وہ اللہ کریم و جواد ہے۔

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۲۵﴾

جب کبھی کوئی سورت اتاری گئی تو بعض منافق کہتے ہیں کہ تم میں سے کسے اس نے ایمان میں بڑھا دیا؟ بات یہ ہے کہ ایمانداروں کو تو وہ ایمان میں بڑھا دیتی ہے اور وہ شاداں و فرحاں ہو جاتے ہیں ○ ہاں جن کے دلوں میں بیماری ہے ان کی تو گندگی پر گندگی بڑھا دیتی ہے وہ تو مرتے دم تک کافر ہی رہتے ہیں ○

ارشاد باری تعالیٰ میں شک کفر کی بیماری: قرآن کی کوئی سورت اتری اور منافقوں نے آپس میں کانا پھوسی شروع کی کہ بتاؤ اس سورت نے کس کا ایمان زیادہ کر دیا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایمانداروں کے ایمان تو اللہ کی آیتیں بڑھا دیتی ہیں۔ یہ آیت بہت بڑی دلیل ہے اس پر کہ ایمان گھٹتا بڑھتا ہے۔ اکثر ائمہ اور علما کا یہی مذہب ہے‘ سلف کا بھی اور خلف کا بھی۔ بلکہ بہت سے بزرگوں نے اس پر اجماع کیا ہے۔ ہم اس مسئلہ کو خوب تفصیل سے شرح بخاری کے شروع میں بیان کر آئے ہیں۔ ہاں جن کے دل پہلے ہی سے شک و شبہ کی بیماری میں ہیں ان کی خرابی اور بھی بڑھ جاتی ہے قرآن مومنوں کے لئے شفا اور رحمت ہے لیکن کافر تو اس سے اور بھی اپنا نقصان کر لیا کرتے ہیں۔ [1] یہ ایمانداروں کے لئے ہدایت و شفا ہے اور بے ایمانوں کے تو کانوں میں بوجھ ہے۔ ان کی آنکھوں پر اندھاپا ہے وہ تو بہت ہی فاصلے سے پکارے جا رہے ہیں۔ [2] یہ بھی کتنی بڑی بدبختی ہے کہ دلوں کی ہدایت کی چیز بھی ان کی ضلالت و ہلاکت کا باعث بنتی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے عمدہ غذا بھی بدمزاج کو موافق نہیں آتی۔

---

[1] [سورة بنی اسرائیل: آیت ۸۲] [2] [سورة فصلت: آیت ٤٤]

اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿١٢٦﴾ وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿١٢٧﴾

کیا وہ لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ ہر سال دو ایک مرتبہ وہ بلاؤں میں ڈالے جاتے ہیں لیکن باوجود اس کے نہ تو توبہ کرتے ہیں اور نہ نصیحت وعبرت حاصل کرتے ہیں ○ جہاں کوئی سی سورت نازل کی گئی اور ایک نے دوسرے کی طرف دیکھا' کہ کیا تمہیں کوئی دیکھ رہا ہے پھر چپکے سے سرک گئے' اللہ تعالیٰ نے ان کے دل بھی پھیر دیئے ہیں اس لئے کہ یہ لوگ سمجھ بوجھ سے بالکل ہی خالی ہیں ○

منافقین عذاب دیکھ کر بھی عبرت نہیں پکڑتے: یہ منافق اتنا بھی نہیں سوچتے کہ ہر سال دو ایک دفعہ ضرور وہ کسی نہ کسی عذاب میں مبتلا کئے جاتے ہیں۔ لیکن پھر بھی انہیں اپنے گزشتہ گناہوں سے توبہ نصیب ہوتی ہے نہ آئندہ کے لئے عبرت ہوتی ہے۔ کبھی قحط سالی ہے' کبھی جنگ ہے' کبھی جھوٹی گپیں ہیں جن سے لوگ بے چین ہو رہے ہیں۔ فرمان رسول ﷺ ہے کاموں میں سختی بڑھ رہی ہے۔ بخیلی عام ہو رہی ہے ہر سال اپنے سے پہلے کے سال سے بدآ رہا ہے۔ [1] جب کوئی سورت اترتی ہے ایک دوسرے کی طرف دیکھتا ہے کہ کوئی دیکھ تو نہیں رہا؟ پھر حق سے پلٹ جاتے ہیں نہ حق کو سمجھیں نہ مانیں۔ وعظ سے منہ پھیرلیں اور ایسے بھاگیں جیسے گدھا شیر سے۔ حق کو سنا اور دائیں بائیں کھسک گئے۔ ان کی اس بے ایمانی کا بدلہ یہی ہے کہ اللہ نے ان کے دل بھی حق سے پھیر دیئے۔ ان کی کجی نے ان کے دل بھی ٹیڑھے کر دیئے۔ یہ بدلہ ہے اللہ کے خطاب کو بے پرواہی کر کے نہ سمجھنے کا اس سے بھاگنے اور منہ موڑ لینے کا۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٢٨﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿١٢٩﴾ ع

لوگو تمہارے پاس تم میں سے ہی اللہ کے رسول آ گئے ہیں جن پر تمہاری تکلیف بہت ہی دشوار گزرتی ہے جو تمہاری بھلائی کے خواہاں ہیں جو مسلمانوں پر بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں ○ اس پر بھی اگر یہ پھر جائیں تو اعلان کر دے کہ مجھے اللہ کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں میرا بھروسہ اسی پر ہے اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے ○

نبی کریم ﷺ اللہ کا ایک عظیم احسان: مسلمانوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنا احسان عظیم یاد دلا رہا ہے کہ اس نے اپنے فضل وکرم سے خود انہی میں سے ان کی ہی زبان میں اپنا رسول بھیجا۔ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے یہی

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الفتن: باب لا یأتی زمان الا الذی بعدہ شر منہ (٧٠٦٨) ابن ماجہ: کتاب الفتن (٤٠٣٩) ترمذی: کتاب (٢٢٠٦)]

دعا کی تھی۔ [1] اسی کا بیان آیت ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ﴾ [2] الخ میں ہے۔ یہی حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے دربار نجاشی میں اور یہی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے دربارِ کسریٰ میں بیان فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں ہم میں سے ایک رسول بھیجا۔ جس کا نسب ہمیں معلوم' جس کی عادت سے ہم واقف' جس کے آنے جانے کی ہمیں خبر' جس کی صداقت وامانت کے ہم خود شاہد ہیں۔ جاہلیت کی برائیوں میں سے کوئی برائی اللہ نے آپ کی ذات میں پیدا نہیں ہونے دی۔ نسب نامہ بالکل کھرا تھا۔ خود آپ کا فرمان ہے کہ حضرت آدم سے لے کر مجھ تک بفضلہٖ کوئی برائی جاہلیت کی زنا کاری وغیرہ نہیں پہنچی' [3] میں صحیح النسب ہوں۔ پھر اتنے نرم دل کہ امت کی تکلیفوں سے خود کانپ اٹھیں۔ آسان نرم اور سادگی والا دین لے کر آئے ہیں [4] جو بہت آسان ہے' سہل ہے' [5] کامل ہے اور اعلیٰ اور عمدہ ہے۔ وہ تمہاری ہدایت کے متمنی ہیں' وہ دنیاوی' اخروی نفع تمہیں پہنچانا چاہتے ہیں۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہمیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں چھوڑا کہ جو پرند اڑ کر نکلتا اس کا علم بھی آپ ہمیں کر دیتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جنت سے قریب کرنے والی جہنم سے دور کرنے والی تمام چیزیں میں تم سے بیان کر چکا ہوں۔ [6] آپ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر جو کچھ حرام کیا ہے وہ عنقریب تم پر ظاہر کر دینے والا ہے اور اس کی باز پرس قطعاً ہونے والی ہے۔ جس طرح پتنگے اور پروانے آگ پر گرتے ہوں اس طرح تم بھی گر رہے ہو اور میں تمہاری کولیاں بھر بھر کر تمہیں اس سے روک رہا ہوں۔ [7] حضور سوئے ہوئے ہیں جو دو فرشتے آتے ہیں۔ ایک پاؤں کی طرف بیٹھتا ہے دوسرا سرہانے۔ پھر پاؤں والا سرہانے والے سے کہتا ہے۔ اس کی اور اس کی امت کی مثال بیان کر واس نے فرمایا یہ مثال سمجھو کہ ایک قوم سفر میں ہے ایک چٹیل میدان میں پہنچتی ہے جہاں ان کا سامان خوراک ختم ہو جاتا ہے اب نہ تو آگے بڑھنے کی قوت' نہ پیچھے ہٹنے کی سکت۔ ایسے وقت ایک بھلا آدمی اچھے لباس والا ان کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تمہیں اس بیابان سے چھٹکارا دلا کر ایسی جگہ پہنچا سکتا ہوں۔ جہاں تمہیں نتھرے ہوئے پانی کے لبالب حوض اور میووں کے لدے ہوئے درخت اور ہری بھری لہلہاتی کھیتیاں ملیں

---

[1] [سورة البقرہ : آیت ۱۲۹] [2] [سورة آل عمران: آیت ۱٦٤]

[3] [حسن : المحدث الفاصل (ص : ۱۳٦) طبرانی اوسط (۳٤۸۳) مجمع الزوائد (۲۱٤/۸) الدر المنثور للسیوطی (۵۲۵/۳)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں محمد بن جعفر بن محمد بن علی راوی متکلم فیہ ہے۔ شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح الجامع الصغیر (۳۲۲۵) صحیح السیرة النبویة (ص : ۱۰)]

[4] [حسن : مسند احمد (۱۱٦/٦)]

[5] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الایمان : باب الدین یسیر (۳۹)]

[6] [صحیح : مسند احمد (۱۵۳/۵ ـ ۱٦۲) طبرانی کبیر (۱٦٤۷) مسند طیالسی (٦۵)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [السلسلة الصحیحة (۱۸۰۳)]

[7] [حسن : مسند احمد (۳۹۰/۱، ٤۲٤) مسند ابو یعلیٰ (۵۲۸۸)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۳۷۰٤)] علامہ احمد شاکر نے اسے صحیح کہا ہے۔

بشرطیکہ تم میرے پیچھے ہولو۔ انہوں نے اس کی بات کو مان لیا اور وہ انہیں ایسی ہی جگہ لے گیا وہاں انہوں نے کھایا پیا اور خوب پھلے پھولے۔ اب اس نے کہا۔ دیکھو میں نے تمہیں اس بھوک پیاس سے نجات دلائی اور یہاں امن چین میں لایا۔ اب ایک اور بات تم سے کہتا ہوں وہ بھی مانو۔ اس سے آگے اس سے بھی بہتر جگہ ہے وہاں کے حوض' وہاں کے میوے' وہاں کے کھیت' اس سے بہت ہی اعلیٰ ہیں۔ ایک جماعت نے تو اسے سچا مانا اور ہاں کر لی۔ لیکن دوسرے گروہ نے اسی پر بس کر لیا اور اس کی تابعداری سے ہٹ گئے۔ [1] (مسند احمد) اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ پر درود سلام بھیجے۔ آؤ ایک واقعہ آپ کی کمال شفقت کا سنو! ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور خون بہا ادا کرنے کے لئے آپ سے امداد طلب کی۔ آپ نے اسے بہت کچھ دیا پھر پوچھا کیوں صاحب میں نے تم سے سلوک کیا؟ اس نے کہا کچھ بھی نہیں اس سے کیا ہوگا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم بہت بگڑے۔ قریب تھا کہ اسے لپٹ جائیں کہ اتنا لینے پر بھی یہ ناشکری کرتا ہے؟ اور حضور ﷺ کے سوال کا ایسا غلط اور گستاخانہ جواب دیتا ہے۔ لیکن آپ نے انہیں روک دیا گھر پر تشریف لے گئے۔ وہیں اسے بلوالیا۔ سارا واقعہ کہہ سنایا۔ پھر اسے اور بھی بہت کچھ دیا۔ پھر پوچھا کہو اب تو خوش ہو؟ اس نے کہا ہاں اب دل سے راضی ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کی اہل وعیال میں ہم سب کی طرف سے نیک بدلہ دے۔ آپ نے فرمایا سنو! تم آئے۔ تم نے مجھ سے مانگا' میں نے دیا' پھر میں نے تم سے پوچھا کہ خوش ہو؟ تو تم نے الٹا پلٹا جواب دیا جس سے میرے صحابی رضی اللہ عنہم تم سے نالاں ہیں۔ اب میں نے پھر دے دلا کر تمہیں راضی کر لیا ہے۔ اب تم ان کے سامنے بھی اسی طرح اپنی رضا مندی ظاہر کرنا جیسے اب تم نے میرے سامنے کی ہے تاکہ ان کا رنج بھی دور ہو جائے۔ اس نے کہا بہت اچھا۔ چنانچہ جب وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مجمع میں آپ کے پاس آیا آپ ﷺ نے فرمایا دیکھو یہ شخص آیا تھا اس نے مجھ سے مانگا تھا' میں نے اسے دیا تھا۔ پھر میں نے اس سے پوچھا' تو اس نے ایسا جواب دیا جو تمہیں ناگوار گزرا۔ میں نے اسے اپنے گھر بلوایا اور زیادہ دیا۔ تو یہ خوش ہو گیا۔ کیوں بھئی اعرابی یہی بات ہے؟ اس نے کہا ہاں یارسول اللہ' اللہ تعالیٰ آپ کو ہمارے اہل وعیال اور قبیلے کی طرف سے بہترین بدلہ عنایت فرمائے۔ آپ نے مجھ سے بہت اچھا سلوک کیا۔ جَزَاكَ اللّٰهُ۔ اس وقت آپ نے فرمایا میری اور اس اعرابی کی مثال سنو! جیسے وہ شخص جس کی اونٹنی بھاگ گئی لوگ اس کے پکڑنے کو دوڑے' وہ ان سے بدک کر اور بھاگنے لگی۔ آخر اونٹنی والے نے کہا لوگو! تم ایک طرف ہٹ جاؤ مجھے اور میری اونٹنی کو چھوڑ دو' اس کی خو خصلت سے میں واقف ہوں اور یہ میری ہی ہے۔ چنانچہ اس نے نرمی سے اسے بلانا شروع کیا۔ زمین سے گھانس پھونس توڑ کر اپنی مٹھی میں لے کر اسے دکھایا اور اپنی طرف بلایا' وہ آ گئی۔ اس نے اس کی نکیل تھام لی اور پالان وکجاوہ ڈال دیا۔ سنو! اس کے پہلی دفعہ کے بگڑنے پر اگر میں بھی تمہارا

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۲٦٨/١)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (٢٤٠٢)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں علی بن زید بن جدعان راوی ضعیف ہے۔]

ساتھ دیتا تو یہ جہنمی بن جاتا۔ ① ابراہیم بن حکم بن ابان کے ضعف کی وجہ سے اس کی سند ضعیف ہے۔ جیسے فرمان ہے کہ اے نبی! مومنوں کے سامنے اپنا بازو پست رکھو۔ لوگ میری نافرمانی کریں تو کہہ دو کہ میں تمہارے اعمال سے بری ہوں۔ تو ہمیشہ اپنا بھروسہ رب عزیز ورحیم پر رکھ۔ ②

شریعت سے منہ موڑنے والوں سے بے نیازی اختیار کیجئے: یہاں بھی فرماتا ہے اگر یہ لوگ تیری شریعت سے منہ پھیر لیں تو تو کہہ دے کہ مجھے اللہ کافی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں' میرا توکل اسی کی پاک ذات پر ہے۔ جیسے فرمان ہے مشرق ومغرب کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں تو اسی کو اپنا کارساز ٹھہرا۔ ③ وہ رب عرش عظیم ہے۔ یعنی ہر چیز کا مالک وخالق وہی ہے۔ عرش عظیم تمام مخلوقات کی چھت ہے۔ آسمان وزمین اور کل کائنات بقدرت رب عرش تلے ہے۔ اس اللہ کا علم ہر چیز پر شامل ہے اور ہر چیز کو اپنے احاطے میں کئے ہوئے ہے۔ اس کی قدرت ہر چیز پر حاوی ہے وہ ہر ایک کا کارساز ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سب سے آخری آیت قرآن کریم کی یہی ہے۔ ④ مروی ہے کہ جب خلافت صدیقی میں قرآن کو جمع کیا گیا تو کاتبوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ لکھواتے تھے' جب اس سے پہلے کی آیت ﴿لَا يَفْقَهُوْنَ﴾ تک پہنچے تو کہنے لگے کہ یہی آخری آیت ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دو آیتیں اور پڑھوائی ہیں۔ پھر آپ نے ان دونوں آیتوں کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ قرآن کی آخری آیتیں یہ ہیں۔ پس ختم بھی اسی پر ہوا جس پر شروع ہوا تھا یعنی ﴿لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ پر۔ یہی وحی تمام نبیوں پر آتی رہی ہے کہ میرے سوا کوئی پوجا کے لائق نہیں۔ تم سب میری ہی عبادت کرو۔ ⑤ یہ روایت بھی غریب ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت حارث بن خزیمہ رضی اللہ عنہ ان دونوں آیتوں کو لے کر آئے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان سے گواہ طلب کیا۔ انہوں نے کہا گواہ کی تو مجھے خبر نہیں' ہاں سورۂ برأت کی یہ دو آخری آیتیں مجھے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی ہیں۔ اور مجھے خوب اچھی طرح حفظ ہیں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گواہی دی کہ میں نے بھی انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ یہ گواہی سن کر آپ نے فرمایا اگر ان کے ساتھ تیسری آیت بھی ہوتی تو میں اسے علیحدہ سورت بنالیتا تم انہیں قرآن کی کسی سورت کے ساتھ لکھ لو۔ چنانچہ سورۂ برأت کے آخر میں یہ لکھ لی گئیں۔ ⑥ پہلے یہ بات بھی بیان ہو چکی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہی قرآن کے جمع کرنے کا مشورہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیا تھا اور بحکم خلیفہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اسے جمع کرنا شروع کیا تھا اس جماعت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آمدورفت رکھتے تھے۔ صحیح حدیث میں ہے حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ سورۂ برأت کا آخری حصہ میں نے خزیمہ بن ثابت یا ابو

---

① [ضعیف : مجمع الزوائد (٩/١٢، ١٦)] اس کی سند میں ابراہیم بن کم راوی ضعیف ہے۔]

② [سورۃ الشعراء : آیت ٢١٥۔٢١٧] ③ [سورۃ المزمل: آیت ٩]

④ [ضعیف : مسند احمد (١١٧/٥) مجمع الزوائد (٣٦/٧)] اس کی سند میں علی بن زید راوی ضعیف ہے۔]

⑤ [ضعیف : مسند احمد (١٣٤/٥)] اس کی سند میں ابو جعفر رازی ضعیف ہے۔]

⑥ [ضعیف : مسند احمد (١٧١٥)] اس کی سند منقطع ہے اور اس میں ابن اسحاق مدلس کا عنعنہ ہے۔]

خزیمہ کے پاس پایا۔ [1] یہ بھی ہم لکھ آئے ہیں کہ ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کا مذاکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو کیا جیسے کہ حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا تھا جب کہ ان کے سامنے اس کی ابتدائی بات کہی تھی۔ واللہ اعلم۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص صبح شام ((حَسْبِیَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ)) کو سات سات مرتبہ پڑھ لے۔ اللہ تعالیٰ اسے اس کی تمام پریشانیوں سے نجات دے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ خواہ صداقت سے پڑھا ہو یا نہ پڑھا ہو [2] لیکن یہ زیادتی غریب ہے۔ ایک مرفوع روایت بھی اسی قسم کی ہے لیکن وہ بہت منکر ہے۔ واللہ اعلم۔ الحمدللہ سورۂ برأت کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورہ یونس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الٓرٰ قف تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِیْمِ ① اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَیْنَآ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِیْنٌ ②

اَلْمَنْزِلُ الثَّالِثُ ۳

اللہ رحمان ورحیم کے نام سے شروع

یہ آیتیں ہیں حکمتوں بھری کتاب کی ○ کیا لوگوں کو یہ بات انوکھی معلوم ہوئی؟ کہ ہم نے ان میں سے ایک انسان کی طرف اپنی وحی بھیجی کہ تو لوگوں کو آگاہ کر دے اور ایمانداروں کو خوشخبری سنا دے کہ ان کا سچا اور مضبوط پایہ ہے ان کے پالنے والے کے ہاں، لیکن کافر کہنے لگے کہ ہو نہ ہو یہ تو صریح جادوگر ہے ○

سورۂ بقرہ کے شروع میں حروف مقطعات کی بحث گزر چکی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے معنی میں مروی ہے کہ میں ہوں اللہ دیکھنے والا نگہبان۔ ضحاک رحمہ اللہ وغیرہ بھی یہی کہتے ہیں۔ یہ آیتیں مضبوط اور روشن قرآن کی ہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حسن رحمہ اللہ کہتے ہیں یعنی تورات اور زبور۔ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں قرآن سے پہلے کی کتابیں۔ لیکن مجھے تو نہ اس قول کی کوئی توجیہ معلوم ہوتی ہے نہ مطلب۔

عقل زدہ کافر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: کافروں کو اس پر بڑا تعجب ہوتا تھا کہ ایک انسان اللہ کا رسول بن جائے۔ کہتے تھے کہ کیا بشر ہمارا ہادی ہوگا؟ حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ کیا تمہیں یہ کوئی انوکھی بات لگتی ہے کہ تم میں سے ہی ایک شخص پر تمہارے رب کی وحی نازل ہوئی؟ کفار قریش نے بھی کہا تھا کہ کیا اس نے اتنے سارے معبودوں کے بجائے ایک ہی اللہ مقرر کر دیا؟ یہ تو بڑے ہی تعجب کی

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قوله لقد جاء کم رسول من انفسکم (٤٦٧٩)]

[2] [ضعیف : ابوداؤد : کتاب الادب : باب مایقول اذا اصبح (٥٠٨١)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف وموضوع قرار دیتے ہیں۔ [ضعیف ابوداود ، السلسلة الضعيفة (٥٢٨٦)]

بات ہے۔ (۱) حضور ﷺ کی رسالت سے بھی انہوں نے صاف انکار کر دیا اور انکار کی وجہ یہی پیش کی کہ محمد ﷺ جیسے ایک انسان پر اللہ کی وحی کا آنا ہم نہیں مان سکتے۔ اس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ سچے پائے سے مراد سعادت اور نیکی کا ذکر ہے۔ بھلائیوں کا اجر ہے۔ ان کے نیک کام ہیں۔ مثلاً نماز' روزہ' صدقہ' تسبیح۔ اور ان کے لئے حضور ﷺ کی شفاعت۔ الغرض ان کی سچائی کا ثبوت اللہ کو پہنچ چکا ہے۔ ان کے نیک اعمال وہاں جمع ہیں۔ یہ سابق لوگ ہیں۔ عرب کے شعروں میں بھی قدم کا لفظ ان معنوں میں بولا گیا ہے۔ جو رسول ان میں ہے وہ بشیر بھی ہے' نذیر بھی ہے' لیکن کافروں نے اسے جادوگر کہہ کر اپنے جھوٹ پر مہر لگا دی۔

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۖ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ ۖ مَا مِن شَفِيعٍ إِلَّا مِن بَعْدِ إِذْنِهِ ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٣﴾

وقف النبی ﷺ

تم سب کا پروردگار وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو صرف چھ دن میں پیدا کر دیا ہے پھر عرش پر قائم ہوا ہے' ہر امر کا وہی انتظام کر رہا ہے' کوئی کسی کا سفارشی بن نہیں سکتا مگر اس کی اجازت کے بعد' یہی اللہ تم سب کا پالنہار ہے پس تم اسی کی عبادت کرو' کیا پھر بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے ○

آسمانوں اور زمین کی تخلیق چھ دن میں: تمام عالم کا رب وہی ہے۔ آسمان و زمین کو اس نے صرف چھ دن میں پیدا کیا ہے۔ یا تو ایسے ہی معمولی دن یا ہر دن یہاں کی گنتی سے ایک ہزار دن کے برابر کا۔ پھر عرش پر وہ مستوی ہو گیا۔ جو سب سے بڑی مخلوق ہے اور ساری مخلوق کی چھت ہے۔ جو سرخ یاقوت کا ہے۔ جو نور سے پیدا شدہ ہے۔ یہ قول غریب ہے۔ وہی تمام مخلوق کا انتظام کرتا ہے۔ اس سے کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں۔ اسے کوئی کام مشغول نہیں کر لیتا۔ وہ سوالات سے اکتا نہیں سکتا۔ مانگنے والوں کی پکار اسے حیران نہیں کر سکتی۔ ہر چھوٹے بڑے کا' ہر کھلے چھپے کا' ہر ظاہر باہر کا' پہاڑوں میں' سمندروں میں' آبادیوں میں' ویرانوں میں' وہی بندوبست کر رہا ہے۔ ہر جاندار کا روزی رساں وہی ہے۔ ہر پتے کے جھڑنے کا اسے علم ہے' زمین کے اندھیروں کے دانوں کی اس کو خبر ہے' ہر تر و خشک چیز کھلی کتاب میں موجود ہے۔ کہتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کے وقت لشکر کا لشکر مثل عربوں کے جاتا دیکھا گیا۔ ان سے پوچھا گیا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا ہم جنات ہیں۔ ہمیں مدینے سے ان آیتوں نے نکالا ہے۔ کوئی نہیں جو اس کی اجازت بغیر سفارش کر سکے۔ آسمان کے فرشتے بھی اس کی اجازت کے بغیر زبان نہیں کھولتے۔ اسی کو شفاعت نفع دیتی ہے جس کے لئے اجازت ہو۔ یہی اللہ تم سب مخلوق کا پالنہار ہے۔ تم اسی کی عبادت میں لگے رہو۔ اسے واحد اور لاشریک مانو۔ مشرکو! اتنی موٹی بات بھی تم نہیں سمجھ سکتے۔؟ جو اس کے ساتھ دوسروں کو پوجتے ہو حالانکہ جانتے ہو کہ خالق و مالک وہی اکیلا ہے۔ اس کے وہ خود قائل تھے۔ زمین آسمان اور عرش عظیم کا رب اسی کو مانتے تھے۔

---

(۱) [سورۃ صٓ : آیت ۵]

اِلَيۡهِ مَرۡجِعُكُمۡ جَمِيۡعًا ؕ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ اِنَّهٗ يَبۡدَؤُا الۡخَـلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ لِيَجۡزِىَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالۡقِسۡطِ ؕ وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَهُمۡ شَرَابٌ مِّنۡ حَمِيۡمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيۡمٌۢ بِمَا كَانُوۡا يَكۡفُرُوۡنَ ۝۴

تم سب کا لوٹنا اسی کی طرف ہے' اللہ کا یہ سچا وعدہ ہے' وہی اول بار پیدائش کرتا ہے پھر دوبارہ اسے لوٹائے گا کہ ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو انصاف کے ساتھ بدلہ عطا فرمائے' اور جو لوگ کافر ہو گئے ہیں ان کے لئے سخت گرم پانی کا پینا ہے اور دکھ دینے والی مار ہے جو ان کے کفر کا بدلہ ہوگی ○

قیامت کے روز دوبارہ پیدائش: قیامت کے دن ایک بھی نہ بچے گا۔ سب اپنے اللہ کے پاس حاضر کئے جائیں گے جیسے اس نے شروع میں پیدا کیا تھا۔ ایسے ہی دوبارہ اعادہ کرے گا اور یہ اس پر بہت ہی آسان ہوگا۔ اس کے وعدے اٹل ہیں۔ عدل کے ساتھ وہ اپنے نیک بندوں کو اجر دے گا اور پورا پورا بدلہ عنایت فرمائے گا۔ کافروں کو بھی ان کے کفر کا بدلہ ملے گا۔ طرح طرح کی سزائیں ہوں گی۔ گرم پانی' گرمی' گرم لو ان کے حصے میں آئیں گے اور بھی قسم قسم کے عذاب ہوتے رہیں گے۔ وہ جہنم جسے جھٹلا رہے تھے ان کا اوڑھنا بچھونا ہوگی۔ اس کے اور گرم پگھلے ہوئے تانبے جیسے پانی کے درمیان یہ حیران و پریشان ہوں گے۔

هُوَ الَّذِىۡ جَعَلَ الشَّمۡسَ ضِيَآءً وَّالۡقَمَرَ نُوۡرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعۡلَمُوۡا عَدَدَ السِّنِيۡنَ وَالۡحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالۡحَـقِّ ۚ يُفَصِّلُ الۡاٰيٰتِ لِقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ ۝۵ اِنَّ فِى اخۡتِلَافِ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّتَّقُوۡنَ ۝۶

اسی نے سورج کو روشن کیا ہے اسی نے چاند کو نورانی کیا ہے اسی نے منزلیں مقرر کر دی ہیں کہ تمہیں برسوں کی گنتی اور حساب معلوم ہو جایا کرے' اللہ نے انہیں حق سے ہی پیدا کیا ہے' وہ اپنی آیتیں جاننے والوں کے لئے تفصیل وار بیان فرما دیتا ہے ○ دن رات کے ہیر پھیر میں اور آسمان و زمین کی مخلوقات رب میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو پرہیزگار ہیں ○

مظاہر قدرت عظمت باری تعالیٰ کی نشانیاں: اس کی کمال قدرت' اس کی عظیم سلطنت کی نشانی یہ چمکیلا آفتاب ہے اور یہ روشن ماہتاب ہے۔ یہ اور ہی فن ہے اور وہ اور ہی کمال ہے۔ اس میں اس میں بڑا ہی فرق ہے۔ اس کی شعاعیں جگمگا دیں اور اس کی شعاعیں خود منور رہیں۔ دن کو آفتاب کی سلطنت رہتی ہے' رات کو ماہتاب کی جگمگاہٹ رہتی ہے' ان کی منزلیں اس نے مقرر کر رکھی ہیں۔ چاند شروع میں چھوٹا ہوتا ہے۔ چمک کم ہوتی ہے۔ رفتہ رفتہ بڑھتا ہے اور روشن بھی ہوتا ہے پھر اپنے کمال کو پہنچ کر گھٹنا شروع ہوتا ہے اور اسی اگلی حالت پر آ جاتا ہے۔ ہر مہینے میں اس کا یہ ایک دور ختم ہوتا ہے۔ نہ سورج چاند کو پکڑ لے' نہ چاند سورج کی راہ روکے' نہ دن رات پر سبقت کرے

نہ رات دن سے آگے بڑھے۔ ہر ایک اپنی اپنی جگہ پابندی سے چل پھر رہا ہے۔ دورہ ختم کر رہا ہے۔ دنوں کی گنتی سورج کی چال پر اور مہینوں کی گنتی چاند پر ہے۔ یہ مخلوق عبث نہیں بلکہ بحکمت ہے۔ زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی چیزیں باطل پیدا شدہ نہیں۔ یہ خیال تو کافروں کا ہے۔ جن کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ تم یہ نہ سمجھنا کہ ہم نے تمہیں یونہی پیدا کر دیا ہے اور اب تم ہمارے قبضے سے باہر ہو۔ یاد رکھو میں اللہ ہوں' میں مالک ہوں' میں حق ہوں' میرے سوا کسی کی کچھ چلتی نہیں۔ عرش کریم بھی منجملہ مخلوق کے میری ادنیٰ مخلوق ہے۔ حجتیں اور دلیلیں ہم کھول کھول کر بیان فرما رہے ہیں کہ اہل علم لوگ سمجھ لیں۔ رات دن کے ردو بدل میں' ان کے برابر آنے جانے میں' رات پر دن کا آنا' دن پر رات کا چھا جانا' ایک دوسرے کے برابر پیچھے لگا تار آنا جانا اور زمین و آسمان کا پیدا ہونا اور ان کی اور مخلوق کا رچایا جانا یہ سب عظمت رب کی بولتی ہوئی نشانیاں ہیں۔ ان سے منہ پھیر لینا کوئی عقلمندی کی دلیل نہیں۔ یہ نشانات بھی جنہیں فائدہ نہ دیں انہیں ایمان کیسے نصیب ہوگا؟ تم اپنے آگے پیچھے' اوپر نیچے بہت سی چیزیں دیکھ سکتے ہو۔ عقلمندوں کے لئے یہ بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔ کہ وہ سوچ سمجھ کر اللہ کے عذابوں سے بچ سکیں اور اس کی رحمت حاصل کر سکیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝

جو لوگ ہم سے ملنے کے منکر ہیں اور دنیا کی زندگی پر ریجھے ہوئے ہیں اسی پر مطمئن ہو بیٹھے ہیں اور جو ہماری نشانیوں سے غافل ہیں ○ ان کا ٹھکانا جہنم ہے ان کے اعمال کے بدلے ○

محروم وہ جسے آخرت کی فکر نہیں: جو لوگ قیامت کے منکر ہیں' جو اللہ کی ملاقات کے امیدوار نہیں۔ جو اس دنیا پر خوش ہو گئے ہیں' اسی پر دل لگا لیا ہے' نہ اس دنیا سے فائدہ اٹھاتے ہیں' نہ اس زندگی کو سودمند بناتے ہیں اور اس پر مطمئن ہیں۔ اللہ کی پیدا کردہ نشانیوں سے غافل ہیں۔ اللہ کی نازل کردہ آیتوں میں غور و فکر نہیں کرتے' ان کی آخری جگہ جہنم ہے۔ جو ان کی خطاؤں اور گناہوں کا بدلہ ہے جو ان کے کفر و شرک کی جزا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

یقیناً جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے عمل بھی اچھے کئے ہیں انہیں ان کا رب ان کے ایمان کی وجہ سے راہ دے گا' ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی نعمتوں اور راحتوں والی جنتوں میں ○ جہاں ان کی پکار سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ ہوگی اور جہاں ان کی دعائے خیر السلام علیکم ہوگی' ان کی آخری پکار یہی ہوگی کہ تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے ○

نیک لوگوں کا اچھا انجام: نیک بختوں کا حال بیان ہو رہا ہے جو اللہ پر ایمان لائے رسولوں کو مانا' فرماں برداری کی' نیکیوں پر چلتے رہے' انہیں ان کے ایمان کی وجہ سے راہ مل جائے گی۔ پل صراط سے پار ہو جائیں گے' جنت میں پہنچ جائیں گے' نور مل جائے گا۔ جس کی روشنی میں چلیں پھریں گے۔ پس ممکن ہے کہ ((بِـاِیْـمَـانِهِـمْ)) میں ((بـاء سببیت)) کی ہو۔ اور ممکن ہے کہ استعانت کی ہو۔ ان کے اعمال اچھی بھلی صورت اور عطر و خوشبو بن کر ان کے پاس ان کی قبر میں آئیں گے اور انہیں خوشخبری دیں گے یہ پوچھیں گے کہ تم کون ہو؟ وہ جواب دیں گے تمہارے نیک اعمال۔ پس یہ اپنے ان نورانی عمل کی روشنی میں جنت میں پہنچ جائیں گے۔ اور کافر کا عمل نہایت بدصورت' بدبودار ہو کر اس پر چمٹ جائے گا۔ یہ جو چیز کھانا چاہیں گے اسی وقت فرشتے اسے تیار کر کے لائیں گے۔ انہیں سلام کہیں گے یہ جواب دیں گے اور کھائیں گے۔ کھا کر اپنے رب کی حمد بیان کریں گے۔ ان کے صرف ﴿ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ ﴾ کہتے ہی دس ہزار خادم اپنے ہاتھوں میں سونے کے کٹوروں میں کھانا لے کر حاضر ہو جائیں گے اور یہ سب میں سے کھائے گا۔ ان کا آپس میں بھی تحفہ سلام ہوگا۔ وہاں کوئی لغو بات کانوں میں نہ پڑے گی۔ در و دیوار سے سلامتی کی آوازیں آتی رہیں گے۔ رب رحیم کی طرف سے بھی سلامتی کا قول ہوگا۔ فرشتے بھی ہر ایک دروازے سے آ کر سلام کریں گے۔ آخری قول ان کا اللہ کی ثناء ہوگا۔ وہ معبود برحق ہے اول آخر حمد و تعریف کے سزاوار ہے۔ اسی لئے اس نے اپنی حمد بیان فرمائی مخلوق کی پیدائش کے شروع میں' اس کی بقاء میں' اپنی کتاب کے شروع میں' اور اس کے نازل فرمانے میں۔ اس قسم کی آیتیں قرآن کریم میں ایک نہیں کئی ایک ہیں جیسے ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ ﴾ [1] الخ' وغیرہ۔ وہی اول آخر دنیا عقبیٰ میں لائق حمد و ثناء ہے ہر حال میں اس کی حمد ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اہل جنت سے تسبیح و حمد اس طرح ادا ہوگی جیسے سانس چلتا رہتا ہے۔ [2] یہ اس لئے کہ ہر وقت نعمتیں' راحتیں' آرام اور آسائش بڑھتا ہوا دیکھیں گے پس لامحالہ حمد ادا ہوگی۔ سچ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں' نہ اس کے سوا کوئی پالنہار ہے۔

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ؕ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ⑪

اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو برائی پہنچانے میں جلدی کرے جیسی جلدی وہ بھلائی حاصل کرنے میں کرتے ہیں تو اب تک ان کی اجل بھی آ چکی ہوتی' جنہیں ہماری ملاقات کی امید تک نہیں ہم بھی انہیں ان کی سرکشی میں ہی بھٹکتا ہوا چھوڑ دیتے ہیں ○

اللہ تعالیٰ کا بندوں پر ایک عظیم احسان: فرمان ہے کہ میرے الطاف اور میری مہربانیوں کو دیکھو کہ بندے کبھی کبھی تنگ آ کر' گھبرا کر' اپنے لئے' اپنے بال بچوں کے لئے' اپنے مال کے لئے' بددعائیں کر بیٹھتے ہیں لیکن میں انہیں قبول کرنے میں جلدی نہیں کرتا۔ ورنہ یہ کسی گھر کے نہ رہیں جیسے کہ میں انہی چیزوں کی برکت کی دعائیں قبول کرتا

---

[1] [سورۃ الکہف: آیت ۱]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب فی صفات الجنة (۲۸۳۵)]

ہوں۔ ورنہ یہ تباہ ہو جاتے۔ پس بندوں کو ایسی بددعاؤں سے پرہیز کرنا چاہیے۔ چنانچہ مسند بزار کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ اپنی جان و مال پر بددعا نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی قبولیت کی ساعت موافقت کر جائے اور وہ بددعا قبول ہو جائے۔ (۱) اسی مضمون کا بیان آیت ﴿وَيَدْعُ الْإِنْسَانُ بِالشَّرِّ﴾ (۲) الخ، میں ہے۔ غرض یہ ہے کہ انسان کا کسی وقت اپنی اولاد مال وغیرہ کے لئے بددعا کرنا کہ اللہ اسے غارت کرے وغیرہ۔ اگر نیک دعاؤں کی طرح قبولیت میں ہی آ جایا کرے تو لوگ برباد ہو جائیں۔

وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ مَرَّ كَأَنْ لَمْ يَدْعُنَا إِلَىٰ ضُرٍّ مَسَّهُ ۚ كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۲﴾

انسان کو جب کوئی برائی پہنچتی ہے تو لیٹے بیٹھے اور کھڑے ہم سے خوب دعائیں کرنے لگتا ہے۔ لیکن جہاں ہم نے اس سے اس برائی کو دفع کر دیا پھر تو اس بے پرواہی سے چلتا ہے کہ گویا کسی مصیبت کے وقت اس نے ہمیں پکارا ہی نہ تھا' حد سے گزر جانے والوں کے لئے اسی طرح ان کے اعمال مزین کر دیئے جاتے ہیں ○

تکلیف میں انسان کی حالت: اسی آیت جیسی آیت ﴿وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُو دُعَاءٍ عَرِيضٍ﴾ (۳) ہے یعنی جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے' تو بڑی لمبی لمبی دعائیں کرنے لگتا ہے۔ ہر وقت اٹھتے' بیٹھتے' لیٹتے اللہ سے اپنی تکلیف کے دور ہونے کی التجائیں کرتا ہے۔ لیکن جہاں دعا قبول ہوئی تکلیف دور ہوئی اور ایسا ہو گیا جیسے کہ نہ اسے کبھی تکلیف پہنچی تھی نہ اس نے کبھی دعا کی تھی۔ ایسے لوگ حد سے گزر جانے والے ہیں اور انہیں اپنے ایسے ہی گناہ اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ ہاں ایماندار' نیک اعمال' ہدایت و رشد والے ایسے نہیں ہوتے۔ حدیث شریف میں ہے مومن کی حالت پر تعجب ہے۔ اس کے لئے ہر الٰہی فیصلہ اچھا ہی اچھا ہوتا ہے۔ اسے تکلیف پہنچی اس نے صبر و استقامت اختیار کی اور اسے نیکیاں ملیں۔ اسے راحت پہنچی' اس نے شکر کیا' اس پر بھی نیکیاں ملیں' یہ بات مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ (۴)

وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوا ۙ وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ وَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ﴿۱۴﴾

---

(۱) [صحیح : ابوداؤد: کتاب الوتر : باب النهی عن ان یدعوا الانسان علی اهله وماله (۱۵۳۲)] امام نووی ؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ [الاذکار (۳۴۶/۱)] شیخ البانی ؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں [صحیح الترغیب (۱۶۵۴) صحیح الجامع الصغیر (۱۵۰۰)]

(۲) [سورة بنی اسرائیل: آیت ۱۱] (۳) [سورة فصلت: آیت ۵۱]

(۴) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الزهد : باب المؤمن امر کلمه خیر (۲۹۹۹)]

تم سے پہلے کی بستی والوں نے بھی جب ظلم پر کمر کس لی ہم نے انہیں تہ و بالا کر دیا ان کے پاس بھی ان کے رسولوں نے دلیلیں پہنچا دی تھیں لیکن وہ ایسے نہ تھے کہ مان لیں' گنہگار لوگوں کو ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ○ ان کے بعد ہم نے اس زمین میں تمہیں ان کا جانشین بنایا ہے کہ ہم دیکھ لیں کہ تم کیسے کچھ عمل کرتے ہو ○

اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ سابقہ اقوام پر تکذیب رسول کی وجہ سے عذاب آئے۔ تہس نہس ہو گئے۔ اب تم ان کے قائم مقام ہو اور تمہارے پاس بھی افضل الرسل ﷺ آ چکے ہیں۔ اللہ دیکھ رہا ہے کہ تمہارے اعمال کی کیا کیفیت رہتی ہے۔؟ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں دنیا میٹھی' مزے کی' سبز رنگ والی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں تمہیں خلیفہ بنا کر دیکھ رہا ہے کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو؟ دنیا سے ہوشیار رہو۔ اور عورتوں سے ہوشیار رہو۔ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورتوں کا ہی آیا تھا۔ (مسلم) [1] حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا آسمان سے ایک رسی لٹکائی گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے تو اسے مکمل تھام لیا' پھر لٹکائی گئی تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح اسے مضبوطی سے تھام لیا۔ پھر منبر کے ارد گرد لوگوں نے ماپنا شروع کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ تین ذراع بڑھ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ خواب سن کر فرمایا بس ہٹاؤ بھی۔ ہمیں خوابوں کی کیا حاجت؟ پھر اپنی خلافت کے زمانے میں حضرت فاروق نے کہا عوف تمہارا خواب کیا تھا؟ حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے کہا جانے دیجئے۔ جب آپ کو اس کی ضرورت ہی نہیں۔ آپ نے جب مجھے ڈانٹ دیا پھر اب کیوں پوچھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس وقت تو تم خلیفۃ الرسول کو ان کی موت کی خبر دے رہے تھے اب بیان کرو انہوں نے بیان کیا۔ تو آپ نے فرمایا لوگوں کا منبر کی طرف تین ذراع ماپنا یہ تھا کہ ایک تو خلیفہ برحق تھا۔ دوسرا خلیفہ اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے بالکل بے پرواہ تھا۔ تیسرا خلیفہ شہید ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پھر ہم نے تمہیں خلیفہ بنایا کہ ہم تمہارے اعمال دیکھیں۔ اے عمر کی ماں کے لڑکے تو خلیفہ بنا ہوا ہے' خوب دیکھ بھال لے کہ کیا کیا عمل کر رہا ہے؟ آپ کا فرمان کہ "میں اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہیں کرتا" سے مراد ان چیزوں میں ہے جو اللہ چاہے۔ شہید ہونے سے مراد یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی' اس وقت مسلمان آپ کے مطیع و فرمانبردار تھے۔ [2]

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ۭ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٥﴾ قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ڮ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿١٦﴾

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الذکر والدعاء: باب اکثر اهل الجنة الفقراء (۲۷۴۲)]

[2] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۵۹۵)] اس کی سند میں زید بن عوف ضعیف ہے۔]

جب ان کے سامنے ہماری روشن آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو ہماری ملاقات کے منکر کہتے ہیں کہ ہمارے پاس تو اس کے سوا کوئی اور قرآن لایا اسی کو بدل لا' تو جواب دے کہ یہ مجھ سے تو نہیں ہو سکنے کا کہ اسے میں اپنی طرف سے بدل دوں' میں تو صرف اس وحی کا تابعدار ہوں جو میری طرف بھیجی جائے' مجھے اپنے رب کی نافرمانی کرتے ہوئے بڑے دن کے عذاب کا ڈر لگا ہوا ہے ○ تو کہہ دے کہ اگر اللہ چاہتا تو میں اسے تمہارے سامنے نہ پڑھتا نہ وہ خود تمہیں اس سے خبردار کرتا دیکھو نا میں تو اس سے پہلے بھی تم میں اپنی بڑی عمر گزار چکا ہوں' کیا پھر بھی تم نہیں سمجھتے ○

قرآن سن کر کفارِ مکہ کی بحث: مکے کے کفار کا بغض دیکھئے قرآن سن کر کہنے لگے' اسے تو بدل لا۔ بلکہ کوئی اور ہی لا۔ تو جواب دے کہ یہ میرے بس کی بات نہیں۔ میں تو اللہ کا غلام ہوں اس کا رسول ہوں اس کا کہا کہتا ہوں۔ اگر میں ایسا کروں تو قیامت کے عذاب کا مجھے ڈر ہے۔ دیکھو اس بات کی دلیل یہ کیا کم ہے؟ کہ میں ایک بے پڑھا لکھا شخص ہوں تم لوگ استادِ کلام ہو لیکن پھر بھی اس کا معروضہ اور مقابلہ نہیں کر سکتے۔ میری صداقت و امانت کے تم خود قائل ہو۔ میری دشمنی کے باوجود تم آج تک مجھ پر انگلی ٹکا نہیں سکتے۔ اس سے پہلے میں تم میں اپنی عمر کا بڑا حصہ گزار چکا ہوں۔ کیا پھر بھی عقل سے کام نہیں لیتے؟ شاہِ روم ہرقل نے ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفتیں دریافت کرتے ہوئے پوچھا کہ کیا دعویٰ نبوت سے پہلے کبھی تم نے اسے جھوٹ کی تہمت لگائی ہے؟ تو اسے باوجود دشمن اور کافر ہونے کے کہنا پڑا کہ نہیں' یہ ہے آپ کی صداقت جو دشمنوں کی زبان سے بھی بے ساختہ ظاہر ہوتی تھی۔ ہرقل نے نتیجہ بیان کرتے ہوئے کہا تھا کہ میں کیسے مان لوں کہ لوگوں کے معاملات میں تو جھوٹ نہ بولے اور اللہ پر جھوٹ بہتان باندھ لے۔ [1] حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے دربار نجاشی میں شاہِ حبش سے فرمایا تھا ہم میں اللہ نے جس رسول کو بھیجا ہے ہم اس کی صداقت' امانت' نسب وغیرہ سب کچھ جانتے ہیں' وہ نبوت سے پہلے ہم میں چالیس سال گزار چکے ہیں۔ سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے تینتالیس سال مروی ہیں لیکن مشہور قول پہلا ہی ہے۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ⑰

اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ افترا باندھ لے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے' بے شک گنہگار کامیاب نہیں ہوتے ○

سب سے بڑا مجرم و ظالم: اس سے زیادہ ظالم' اس سے زیادہ مجرم' اس سے زیادہ سرکش اور کون ہوگا؟ جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور اس کی طرف نسبت کر کے وہ کہے جو اس نے نہ فرمایا ہو۔ رسالت کا دعویٰ کر دے حالانکہ اللہ نے اسے نہ بھیجا ہو۔ ایسے جھوٹے لوگ تو عامیوں کے سامنے بھی چھپ نہیں سکتے چہ جائیکہ عاقلوں کے سامنے اس گناہ کا کبیرہ ترین ہونا تو کسی سے مخفی نہیں۔ پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ نبی اس سے غافل رہیں؟ یاد رکھو جو بھی منصب

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب بدء الوحی : باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ (۷) صحیح مسلم : کتاب الجهاد : باب کتب النبی الی هرقل (۱۷۷۳)]

نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کی صداقت یا جھوٹ ایسے دلائل قائم کر دیتی ہے کہ اس کا معاملہ بالکل ہی کھل جاتا ہے ایک طرف حضرت محمد ﷺ کو لیجئے اور دوسری جانب مسیلمہ کذاب کو رکھئے تو اتنا ہی فرق معلوم ہوگا۔ جتنا آدھی رات اور دوپہر کے وقت میں۔ دونوں کے اخلاق' عادات' حالات کا معائنہ کرنے والا' حضور ﷺ کی سچائی اور اس کی غلط گوئی میں کوئی شک نہیں کر سکتا۔ اسی طرح سجاح اور اس اسود عنسی کا دعویٰ ہے کہ نظر ڈالنے کے بعد کسی کو ان کے جھوٹ میں شک نہیں رہتا۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ مدینے میں آئے تو لوگ آپ کو دیکھنے کے لئے گئے۔ میں بھی گیا۔ آپ کے چہرے پر نظریں پڑتے ہی میں نے سمجھ لیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے آدمی کا نہیں۔ پاس گیا تو سب سے پہلے آپ کی زبان مبارک سے یہ کلام سنا کہ لوگو سلام پھیلاؤ' کھانا کھلاتے رہا کرو۔ صلہ رحمی قائم رکھو۔ راتوں کو لوگوں کی نیند کے وقت تہجد کی نماز پڑھا کرو تو سلامتی کے ساتھ جنت میں جاؤ گے۔ [1] اسی طرح جب سعد بن بکر کے قبیلے کے وفد میں ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو پوچھا کہ اس آسمان کا بلند کرنے والا کون ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ۔ اس نے پوچھا ان پہاڑوں کا گاڑنے والا کون ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ۔ اس نے پوچھا اس زمین کا پھیلانے والا کون ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ۔ تو اس نے کہا میں آپ کو اسی اللہ کی قسم دیتا ہوں۔ جس نے ان آسمانوں کو بلند کیا۔ ان پہاڑوں کو گاڑ دیا۔ اس زمین کو پھیلا دیا کہ کیا واقعی اللہ تعالیٰ ہی نے آپ کو اپنا رسول بنا کر ہماری طرف بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں اسی اللہ کی قسم ہاں۔ اسی طرح نماز' زکوٰۃ حج اور روزے کی بابت بھی اس نے ایسی ہی تاکیدی قسم دلا کر سوال کیا اور آپ نے بھی قسم کھا کر جواب دیا۔ تب اس نے کہا آپ سچے ہیں۔ اس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ نہ میں اس پر بڑھاؤں گا اور نہ کم کروں گا۔ [2] پس اس شخص نے صرف اسی پر کفایت کر لی۔ اور جو دلائل آپ کی صداقت کے اس کے سامنے تھے۔ ان پر اسے اعتبار آ گیا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے آپ کی تعریف میں کتنا اچھا شعر کہا ہے ؎

لَوْلَمْ تَكُنْ فِيْهِ اٰيَاتٌ مُّبَيِّنَةٌ　　　كَانَتْ بَدِيْهَتُهٗ تَاْتِيْكَ بِالْخَيْرِ

یعنی حضور ﷺ میں اگر ظاہر اور کھلی نشانیاں نہ بھی ہوتیں تو صرف یہی ایک بات کافی تھی کہ چہرہ دیکھتے ہی بھلائی اور خوبی تیری طرف لپکتی ہے۔ ﴿فَصَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ﴾ برخلاف آپ کے کذاب مسیلمہ کہ جس نے اسے بیک نگاہ دیکھ لیا اس کا جھوٹ اس پر کھل گیا۔ خصوصاً جس نے اس کے فضول اقوال اور بدترین

---

[1] [صحیح: ترمذی : کتاب صفة القیامة والرقائق (٢٤٨٥) ابن ماجه : کتاب الاطعمة : باب اطعام الطعام (٣٢٥١) مسند احمد (٤٥١/٥) مستدرك حاكم (١٣/٣)] امام حاکمؒ، امام ذہبیؒ اور امام ترمذیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی، ارواء الغلیل (٢٣٩/٣) صحیح الترغیب (٦١٢) السلسلة الصحیحة (٥٦٩)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس، شیخ زبیر علی زئی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح: صحیح بخاری : کتاب العلم : باب القراۃ والعرض علی المحدث (٦٣) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب السؤال عن ارکان الاسلام (١٢)]

افعال دیکھ لئے۔ اسے اس کے جھوٹ میں ذرا سا شائبہ بھی نہ رہا۔ جسے وہ اللہ کا کلام کہہ رہا تھا اس کلام کی بدمزگی، اس کی بے کاری، تو اتنی ظاہر ہے کہ اللہ کے کلام کے سامنے پیش کئے جانے کے بھی قابل نہیں۔ لو اب تم ہی انصاف کرو۔ آیت الکرسی کے مقابلے میں اس ملعون نے یہ آیت بنائی تھی۔ ((یَاضِفْدَعُ بِنْتَ ضِفْدِ عَيْنِ نَقِّي كَمْ تَنَقِّيْنَ لَا الْمَاءَ تُكَدِّرِيْنَ وَلَا الشَّارِبَ تَمْنَعِيْنَ)) یعنی اے مینڈکوں کے بچے مینڈک تو ٹراتا رہ۔ نہ تو پانی خراب کر سکے نہ پینے والوں کو روک سکے۔ اسی طرح اس کے ناپاک کلام کے نمونے میں اس کی بنائی ہوئی ایک آیت ہے کہ ﴿لَقَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَى الْحُبْلٰى اِذَا خَرَجَ مِنْهَا نَسَمَةً تَسْعٰى مِنْ بَيْنِ صِفَاقٍ وَّحَشْى﴾ اللہ نے حاملہ پر بڑی مہربانی فرمائی کہ اس کے پیٹ سے چلتی پھرتی جان برآمد کی، جھلی اور آنتوں کے درمیان سے۔ سورۃ الفیل کے مقابلے میں وہ پاجی کہتا ہے ((اَلْفِيْلُ وَمَا اَدْرَاكَ مَا الْفِيْلُ لَهٗ خُرْطُوْمٌ طَوِيْلٌ)) یعنی ہاتھی اور کیا جانے تو کیا ہے ہاتھی؟ اس کی بڑی لمبی سونڈ ہوتی ہے۔ والنازعات کا معارضہ کرتے ہوئے یہ کمینہ کہتا ہے ((وَالْعَاجِنَاتِ عَجْنًا وَالْخَابِزَاتِ خَبْزًا وَاللَّاقِمَاتِ لُقْمًا اِهَالَةً وَسَمْنًا اِنَّ قُرَيْشًا قَوْمٌ يَعْتَدُوْنَ)) یعنی آٹا گوندھنے والیاں اور روٹی پکانے والیاں، اور لقمے بنانے والیاں، سالن اور گھی سے۔ قریشی لوگ بہت آگے نکل گئے۔ اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ یہ بچوں کا کھیل ہے یا نہیں؟ شریف انسان تو سوائے مذاق کے ایسی بات منہ سے بھی نہیں نکال سکتا۔ پھر اس کا انجام دیکھئے لڑائی میں مارا گیا۔ اس کا گروہ مٹ گیا۔ اس کے ساتھیوں پر لعنت برسی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس خائب و خاسر ہو کر منہ پر مٹی مل کر پیش ہوئے اور رو دھو کر، توبہ کر کے، جوں توں کر کے جان بچائی۔ پھر تو اللہ کے سچے دین کی چاشنی سے ہونٹ چوسنے لگے۔ ایک روز ان سے خلیفۃ المسلمین امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مسیلمہ کا قرآن تو سناؤ تو وہ بہت سٹ پٹائے۔ بے حد شرمائے اور کہنے لگے۔ حضرت! ہمیں اس ناپاک کلام کے زبان سے نکالنے پر مجبور نہ کیجئے، ہمیں تو اس سے شرم معلوم ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں تم ضرور سناؤ تاکہ ہمارے مسلمان بھائیوں کو بھی اس کی رکاکت اور بیہودگی معلوم ہو جائے۔ آخر مجبور ہو کر انہوں نے نہایت ہی شرماتے وہ کچھ پڑھا۔ جس کا نمونہ اوپر گزرا کہ کہیں مینڈک کا ذکر ہے، کہیں ہاتھی کا، کہیں روٹی کا، کہیں حمل کا۔ اور وہ سارے ہی بے ذکر، بے سود، بے مزہ اور بے کار۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آخر میں فرمایا یہ تو بتاؤ تمہاری عقلیں کہاں ماری گئیں تھیں؟ واللہ! اسے تو کوئی بیوقوف بھی ایک لمحہ کے لئے کلام اللہ نہیں کہہ سکتا۔ مذکور ہے کہ عمرو بن العاص اپنے کفر کے زمانے میں مسیلمہ کے پاس پہنچا۔ یہ دونوں بچپن کے دوست تھے اس نے پوچھا کہو عمرو! تمہارے ہاں کے نبی پر آج کل جو وحی اتری ہو اس میں سے کچھ سنا سکتے ہو؟ اس نے کہا ہاں ان کے اصحاب ایک مختصر سی سورت پڑھتے تھے جو میری زبان پر چڑھ گئی لیکن بھائی اپنے مضمون کے لحاظ سے وہ سورت بہت بڑی اور بہت ہی اعلیٰ ہے اور لفظوں کے اعتبار سے بہت ہی مختصر اور بڑی جامع ہے۔ پھر اس نے سورۃ العصر پڑھ سنائی۔ مسیلمہ چپ ہو گیا بہت دیر کے بعد کہنے لگا مجھ پر اسی جیسی سورت اتری ہے۔ اس نے کہا ہاں تو بھی سنا دے تو اس نے پڑھا ((يَا وَبْرُ يَا وَبْرُ اِنَّمَا اَنْتَ اُذُنَانِ وَصَدْرٌ

وَسَائِرُكَ حَفرٌ نَقرٌ)) یعنی اے وبر! جانور تیرے تو بس دو کان ہیں، اور سینہ ہے، اور باقی جسم تو تیرا بالکل حقیر اور عیب دار ہے۔ یہ سنا کر عمرو سے پوچھتا ہے کہو دوست کیسی کہی؟ اس نے کہا دوست اپنے جھوٹ پر مہر لگا دی اور کیسی کہی؟ پس جب کہ ایک مشرک پر بھی سچے جھوٹے کی تمیز مشکل نہ ہوئی تو ایک صاحب عقل، تمیز دار اور باایمان پر کیسے یہ بات چھپ سکتی ہے؟ اسی کا بیان آیت ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْقَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ﴾ [1] الخ، میں ہے یعنی اللہ پر جھوٹ افترا کرنے والے یا اس کی طرف وحی نہ آنے کے باوجود وحی کے آنے کا دعویٰ کرنے والے سے بڑھ کر ظالم کوئی نہیں۔ اسی طرح جو کہے کہ میں بھی اللہ کی طرح کا کلام اتار سکتا ہوں۔ مندرجہ بالا آیت میں بھی یہی فرمان ہے۔ پس وہ بڑا ہی ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے، وہ بڑا ہی ظالم ہے جو اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے۔ حجت ظاہر ہو جانے پر بھی نہ مانے۔ حدیث میں ہے سب سے بڑا سرکش اور بدنصیب وہ ہے جو کسی نبی کو قتل کرے یا نبی اسے قتل کرے۔ [2]

وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّــٴُـوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّاۤ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِىَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۹﴾

اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انہیں ضرر پہنچا سکیں نہ نفع دے سکیں کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں، ان سے پوچھ تو کیا تم اللہ تعالیٰ کو وہ خبر دے رہے ہو جو وہ نہ تو آسمانوں میں جانتا ہے نہ زمین میں، وہ پاک اور بلند ہے ہر اس چیز سے جسے یہ شریک ٹھہرا رہے ہیں ○ سب کے سب انسان ایک ہی گروہ تھے پھر اختلاف میں پڑ گئے، اگر پہلے ہی سے تیرے رب کا کلمہ نہ گزر چکا ہوتا تو ان سب کے درمیان ہر اس چیز کا فیصلہ کر دیا جاتا جس میں وہ مختلف ہیں ○

شرک کا آغاز: مشرکوں کا خیال تھا کہ جن کو ہم پوجتے ہیں یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہوں گے اس غلط عقیدے کی قرآن کریم تردید فرماتا ہے وہ کسی نفع نقصان کا اختیار نہیں رکھتے ان کی شفاعت تمہارے کچھ کام نہ آئے گی۔ تم تو اللہ کو بھی سکھانا چاہتے ہو گویا جو چیز زمین آسمان میں وہ نہیں جانتا تم اس کی خبر اسے دینا چاہتے ہو یعنی یہ خیال غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ شرک و کفر سے پاک ہے۔ وہ برتر و بری ہے۔ سنو! پہلے سب کے سب لوگ اسلام پر تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت نوح علیہ السلام تک دس صدیاں وہ سب لوگ مسلمان تھے۔ پھر اختلاف رونما ہوا اور لوگوں نے تیری میری پرستش شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کے سلسلوں کو جاری کیا تا

[1] [سورۃ الانعام: آیت ۹۳]

[2] [حسن: مسند احمد (۳۲/٤) مسند بزار (۱۷۲۸)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح الجامع الصغیر (۱۰۰۰)] البتہ اس میں یہ الفاظ ہیں ﴿اشد الناس عذابا یوم القیامة رجل قتله نبی أو قتل نبیا﴾۔

کہ ثبوت ودلیل کے بعد جس کا جی چاہے زندہ رہے جس کا جی چاہے مر جائے۔ [1] چونکہ اللہ کی طرف سے فیصلے کا دن مقرر ہے۔ حجت تمام کرنے سے پہلے عذاب نہیں ہوتا اس لئے موت مؤخر ہے۔ ورنہ ابھی ہی حساب چکا دیا جاتا۔ مومن کامیاب رہتے اور کافر ناکام۔

وَيَقُولُونَ لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّنْ رَّبِّهِ ۚ فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ فَانْتَظِرُوا ۚ إِنِّي مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِينَ ﴿٢٠﴾

کہتے ہیں کہ اس پر کوئی نشان اس کے رب کی جانب سے کیوں نہیں اتارا گیا؟ تو کہہ دے کہ غیب کا حال تو اللہ ہی کو معلوم ہے اچھا تم منتظر رہو، میں بھی تمہارے ساتھ ہی منتظر ہوں ○

نشانی اور معجزے کے طلب گار: کہتے ہیں کہ اگر یہ سچا نبی ہے تو جیسے صالح علیہ السلام کو اونٹنی ملی تھی انہیں ایسا کوئی نشان کیوں نہیں ملا؟ چاہئے تھا کہ یہ صفا پہاڑ کو سونا بنا دیتا یا مکے کے پہاڑوں کو ہٹا کر یہاں کھیتیاں باغ اور نہریں بنا دیتا۔ گو اللہ کی قدرت اس سے عاجز نہیں لیکن اس کی حکمت کا تقاضا وہی جانتا ہے۔ اگر وہ چاہے تو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے باغات اور نہریں بنا دے لیکن پھر بھی قیامت کے منکر ہی رہیں گے اور آخر جہنم میں جائیں گے۔ اگلوں نے بھی ایسے معجزے طلب کئے دکھائے گئے پھر بھی جھٹلایا تو اللہ کے عذاب آ گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی فرمایا گیا تھا کہ اگر تم چاہو تو ان کے منہ مانگے معجزے دکھا دوں لیکن پھر بھی یہ کافر رہے تو غارت کر دیئے جائیں گے اور اگر چاہو تو مہلت دوں۔ آپ نے اپنے حلم و کرم سے دوسری بات ہی اختیار کی۔ یہاں حکم ہوتا ہے کہ غیب کا علم اللہ ہی کو ہے تمام کاموں کا انجام وہی جانتا ہے۔ تم ایمان نہیں لاتے تو نتیجے کے منتظر رہو۔ دیکھو میرا کیا ہوتا اور تمہارا کیا ہوتا ہے؟ آہ! کیسے بدنصیب تھے جو مانگتے تھے اس سے بدرجہا بڑھ کر دیکھ چکے تھے اور سب معجزوں کو جانے دو چاند کو ایک اشارے سے دو ٹکڑے کر دینا ایک ٹکڑے کا پہاڑ کے اس طرف اور دوسرے کا اس طرف چلے آنا کیا یہ معجزہ کسی طرح اور کسی معجزے سے کم تھا؟ لیکن چونکہ ان کا یہ سوال محض کفر کی بنا پر تھا ورنہ یہ بھی اللہ دکھا دیتا جن پر عذاب عملاً آ جاتا ہے وہ چاہے دنیا کے معجزے دیکھ لیں انہیں ایمان نصیب نہیں ہوتا۔ اگر ان پر فرشتے اترتے اگر ان سے مردے باتیں کرتے ہر ایک چیز ان کے سامنے کر دی جاتی پھر بھی انہیں تو ایمان نصیب نہ ہوتا۔ اسی کا بیان آیت ﴿وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ﴾ [2] الخ، میں اور آیت ﴿وَإِنْ يَرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ﴾ [3] الخ، اور آیت ﴿وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قِرْطَاسٍ﴾ [4] الخ، میں بھی ہوا ہے۔ پس ایسے لوگوں کو ان کے منہ مانگے معجزے دکھانے بھی بے سود ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے تو کفر پر گرہ لگالی ہے۔ اس لئے فرما دیا کہ آگے چل کر دیکھ لینا کہ کیا ہوتا ہے۔

---

[1] [سورۃ الانفال: آیت ٤٢]
[2] [الحجر: ١٤، ١٥]
[3] [الطور: ٤٤]
[4] [الانعام: ٧]

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا ۭ قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ۭ اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ﴿٢١﴾ هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ حَتّٰٓي اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَاۗءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّجَاۗءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْٓا اَنَّھُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڬ لَىِٕنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿٢٢﴾ فَلَمَّآ اَنْجٰىھُمْ اِذَا ھُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ يٰٓاَيُّھَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٣﴾

لوگوں کو دکھ پہنچنے کے بعد جب ہم سکھ کا مزہ چکھاتے ہیں تو اسی وقت ہماری قدرتوں میں حیلے بنانے لگتے ہیں' تو کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ تو بہت جلد حیلہ بنا سکتا ہے' بے شک ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے تمہاری حیلہ بازیاں لکھ رہے ہیں ○ اللہ ہی ہے جو تمہیں خشکی تری کے سفر کراتا ہے' یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں ہوتے ہو اور بادموافق انہیں بہالے چلتی ہے اور اہل کشتی ہشاش بشاش ہوتے ہیں کہ ناگاہ تیز وتند ناموافق ہوائیں چلنے لگتی ہیں اور ہر طرف سے موجیں ان کے پاس آنے لگتی ہیں اور وہ سمجھ لیتے ہیں کہ وہ گھیر لئے گئے اسی وقت خالص اللہ کی عبادت کرتے ہوئے اسی سے دعائیں کرنے لگتے ہیں' کہ اگر تو نے ہمیں اس سے بچالیا تو یقیناً ہم شکر گزاروں میں ہوجائیں گے ○ پھر جب اللہ تعالیٰ نے انہیں خلاصی دی کہ یہ ملک میں ناحق فساد برپا کرنے لگے' لوگو! تمہاری سرکشیوں کا وبال خود تم پر ہی ہے اچھا جیتے جی برت لو پھر تم سب کا لوٹنا تو ہماری ہی طرف ہے پس ہم آپ تمہیں تمہارے کرتوت پر خبردار کریں گے ○

انسان کی ناشکری: انسان کی ناشکری کا بیان ہو رہا ہے کہ اسے سختی کے بعد کی آسانی' خشک سالی کے بعد کی ترسالی' قحط کے بعد کی بارش اور بھی ناشکرا کر دیتی ہے یہ ہماری آیتوں سے مذاق اڑانے لگتا ہے۔ کیا تو اس وقت ہماری طرف ان کا جھکنا اور کیا اس وقت ان کا اکڑ نا نہیں دیکھتا۔ رات کو بارش ہوئی' صبح حضور ﷺ نے نماز پڑھائی' پھر پوچھا جانتے بھی ہو رات کو باری تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے؟ صحابہ نے کہا ہمیں کیا خبر؟ آپ نے فرمایا اللہ کا ارشاد ہوا ہے کہ صبح کو میرے بہت سے بندے ایماندار ہو جائیں گے اور بہت سے کافر۔ کچھ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے لطف و رحم سے بارش ہوئی وہ مجھ پر ایمان رکھنے والے بن جائیں گے اور ستاروں کی ایسی تاثیروں کے منکر ہو جائیں گے۔ اور کچھ کہیں گے کہ فلاں فلاں نچھتر کی وجہ سے بارش برسائی گئی وہ مجھ سے کافر ہو جائیں گے اور ستاروں پر ایمان رکھنے والے بن جائیں گے۔ [1] یہاں فرماتا ہے کہ جیسے یہ چالبازی ان کی طرف سے ہے۔ میں بھی اس کے جواب سے غافل نہیں ہوں انہیں ڈھیل دیتا ہوں۔ یہ اسے غفلت سمجھتے ہیں پھر جب پکڑ

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاذان : باب یستقبل الامام الناس اذا سلم (٨٤٦) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بیان کفر من قال مطرنا بالنوء (٧١)]

آ جاتی ہے تو حیران ششدر رہ جاتے ہیں۔ میں غافل نہیں۔ میں نے تو اپنے امین فرشتے چھوڑ رکھے ہیں جو ان کے کرتوت برابر لکھتے جا رہے ہیں۔ پھر میرے سامنے پیش کریں گے۔ میں خود دانا بینا ہوں لیکن تاہم وہ سب تحریر میرے سامنے ہوگی جس میں ان کے چھوٹے' بڑے برے بھلے سب اعمال ہوں گے۔ اسی اللہ کی حفاظت میں تمہارے خشکی اور تری کے سفر ہوتے ہیں۔ تم کشتیوں میں سوار ہو' موافق ہوائیں چل رہی ہیں' کشتیاں تیر کی طرح منزل مقصود کو جا رہی ہیں تم خوشیاں منا رہے ہو کہ یکا یک باد مخالف چلی اور چاروں طرف سے پہاڑوں کی طرح موجیں اٹھ کھڑی ہوئیں۔ سمندر میں تلاطم شروع ہو گیا۔ کشتی تنکے کی طرح جھکولے کھانے لگی اور تمہارے کلیجے الٹنے لگے۔ ہر طرف سے موت نظر آنے لگی' اس وقت سارے بنے بنائے معبود اپنی جگہ دھرے رہ گئے اور نہایت خشوع وخضوع سے صرف مجھ سے دعائیں مانگی جانے لگیں وعدے کئے جانے لگے کہ اب کے اس مصیبت سے نجات مل جانے کے بعد شکر گزاری میں باقی عمر گزار دیں گے' توحید میں لگے رہیں گے' کسی کو اللہ کا شریک نہیں بنائیں گے' آج سے خالص توبہ ہے' لیکن ادھر نجات ملی' کنارے پر اترے' خشکی میں چلے پھرے کہ اس مصیبت کے وقت کو' اس خالص دعا کو' پھر اقرار شکر و توحید کو یکسر بھول گئے اور ایسے ہو گئے گویا ہمیں کبھی پکارا ہی نہ تھا ہم سے کبھی معاملہ ہی نہ پڑا تھا ناحق اکڑفوں کرنے لگے' مستی میں آ گئے' لوگو! تمہاری اس سرکشی کا وبال تم پر ہی ہے۔ تم اس سے دوسروں کا نہیں بلکہ اپنا ہی نقصان کر رہے ہو۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں وہ گناہ جس پر یہاں بھی اللہ کی پکڑ ہو اور آخرت میں بھی بدترین عذاب ہو فساد' سرکشی اور قطع رحمی سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ [1] تم اس دنیائے فانی کے تھوڑے سے برائے نام فائدے تو چاہے اٹھا لو لیکن آخر انجام تو میری طرف ہی ہے۔ میرے سامنے آؤ گے' میرے قبضے میں ہو گے اس وقت ہم خود تمہیں تمہاری بداعمالیوں پر متنبہ کریں گے' ہر ایک کو اس کے کئے اعمال کا بدلہ دیں گے لہٰذا اچھائی پا کر ہمارا شکر کرو اور برائی دیکھ کر اپنے سوا کسی اور کو ملامت اور الزام نہ دو۔

إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ أَنزَلْنَٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهِۦ نَبَاتُ الْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَٰمُ حَتَّىٰٓ إِذَآ أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَآ أَنَّهُمْ قَٰدِرُونَ عَلَيْهَآ أَتَىٰهَآ أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَٰهَا حَصِيدًا كَأَن لَّمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْأٓيَٰتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٢٤﴾ وَاللَّهُ يَدْعُوٓا إِلَىٰ دَارِ السَّلَٰمِ وَيَهْدِى مَن يَشَآءُ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٢٥﴾

---

[1] [صحیح : ابوداؤد: کتاب الادب : باب فی النھی عن البغی (۴۹۰۲) ترمذی : کتاب الزھد (۲۵۱۱) ابن ماجہ : کتاب الزھد : باب البغی (۴۲۱۱) الادب المفرد للبخاری (۶۷) مستدرک حاکم (۳۵۶/۲) مسند احمد (۳۶/۵)] امام حاکمؒ' امام ذہبیؒ اور امام ابن حبانؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داود] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

دنیا کی زندگی کی مثال تو بالکل بارش جیسی ہے جسے ہم آسمان سے برساتے ہیں پھر اس سے زمین کا سبزہ اور روئیدگی مل جل کر وہ چیزیں اگتی ہیں جو انسان بھی کھاتے ہیں اور چوپائے بھی' یہاں تک کہ جب زمین سرسبز ہو کر آراستہ پیراستہ ہو گئی' اور وہاں کے رہنے والوں نے اندازہ لگا لیا کہ اب ہم اس سے نفع پانے پر قادر ہو گئے کہ ناگہاں امرِ الٰہی اس پر رات کو یا دن کو آ پہنچا اور ہم نے اسے جڑ سے اکھیڑ پھینکا اس طرح کہ گویا کل کچھ بھی نہ تھا' غور و فکر کرنے والوں کے لئے اس طرح ہم کھول کھول کر اپنی نشانیاں بیان فرما دیتے ہیں ○ اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف بلا رہا ہے' اور جسے چاہتا ہے راہ راست پر لا کھڑا کر دیتا ہے ○

دنیا کی حقیقت: دنیا کی ٹیپ ٹاپ اور اس کی دو گھڑی کی سہانی رونق' پھر اس کی بربادی اور بے رونقی کی مثال زمین کے سبزے سے دی جا رہی ہے کہ بادل سے پانی برسا زمین لہلہا اٹھی۔ طرح طرح کی سبزیاں' چارے' پھل پھول' کھیت' باغات' پیدا ہو گئے۔ انسانوں کے کھانے کی چیزیں' جانوروں کے چرنے چگنے کی چیزیں' چاروں طرف پھیل پڑیں' زمین سرسبز ہو گئی۔ ہر چہار طرف ہریالی نظر آنے لگی' کھیتی والے خوش ہو گئے' باغات والے پھولے نہیں سماتے کہ اب کے پھل اور اناج بکثرت ہے۔ ناگہاں آندھیوں کے جھکڑ چلنے لگے' برف باری ہوئی اولے گرے۔ پالہ پڑا' پھل چھوڑ پتے بھی جل گئے۔ درخت جڑوں سے اکھڑ گئے' تازگی خشکی سے بدل گئی' پھل ٹھٹھر گئے' کھیت و باغات ایسے ہو گئے کہ گویا تھے ہی نہیں اور جو چیز کل تھی بھی آج نہیں تو گویا کل بھی نہ تھی۔ حدیث میں ہے بڑے دنیا دار کروڑ پتی کو جو ہمیشہ ناز و نعمت میں ہی رہا تھا' لا کر جہنم میں ایک غوطہ دے کر پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ کہو تمہاری زندگی کیسی گزری؟ وہ جواب دے گا کہ میں نے تو کبھی کوئی راحت نہیں دیکھی۔ کبھی آرام کا نام بھی نہیں سنا۔ اسی طرح دنیا کی زندگی میں ایک گھڑی بھی جس پر آرام کی نہیں گزری تھی اسے لایا جائے گا۔ جنت میں ایک غوطہ کھلا کر پوچھا جائے گا کہ کہو دنیا میں کیسے رہے؟ جواب دے گا کہ پوری عمر کبھی رنج و غم کا نام بھی نہیں سنا کبھی تکلیف اور دکھ دیکھا بھی نہیں۔ [۱] اللہ تعالیٰ اسی طرح عقلمندوں کے لئے واقعات واضح کرتا ہے تا کہ وہ عبرت حاصل کر لیں۔ ایسا نہ ہو اس فانی چند روزہ دنیا کے ظاہری چکر میں پھنس جائیں اور اس ڈھل جانے والے سائے کو اصلی اور پائیدار سمجھ لیں۔ اس کی رونق دو روزہ ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو اپنے چاہنے والوں سے بھاگتی ہے۔ اور نفرت کرنے والوں سے لپٹتی ہے۔ دنیا کی زندگی کی مثال اسی طرح ہے اور بھی بہت سی آیتوں میں بیان ہوئی ہے مثلاً سورۂ کہف کی آیت ﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ [۲] الخ' میں اور سورۂ زمر اور سورۂ حدید میں۔ خلیفہ مروان بن حکم نے منبر پر ﴿وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَا اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُهْلِكَهُمْ اِلَّا بِذُنُوْبِ اَهْلِهَا﴾ الخ' پڑھ کر فرمایا میں نے تو اسی طرح پڑھی ہے لیکن قرآن میں یہ لکھی ہوئی نہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے نے فرمایا میرے والد بھی اسی طرح پڑھتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جب آدمی بھیجا گیا تو آپ نے فرمایا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت بھی یونہی ہے۔ یہ

---

[۱] [صحیح :صحیح مسلم : کتاب صفات المنافقین : باب صبغ انعم اهل الدنیا فی النار (۲۸۰۷)]

[۲] [سورة الكهف: آیت ٤٥]

قرأت غریبہ ہے۔ [۱] اور گویا یہ جملہ تفسیر یہ ہے۔ واللہ اعلم۔

اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف اپنے بندوں کو بلاتا ہے جو دنیا کی طرح فانی نہیں بلکہ باقی ہے دنیا کی طرح دو دن کے لئے زینت دار نہیں بلکہ ہمیشہ کی نعمتوں اور ابدی راحتوں والی ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں مجھ سے کہا گیا تیری آنکھیں سو جائیں، تیرا دل جاگتا رہے اور تیرے کان سنتے رہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پھر فرمایا گیا ایک سردار نے ایک گھر بنایا۔ وہاں دعوت کا انتظام کیا۔ ایک بلانے والے کو بھیجا۔ پس جس نے اس کی دعوت قبول کی۔ گھر میں داخل ہوا اور دستر خوان سے کھانا کھایا جس نے نہ قبول کی نہ اسے اپنے گھر میں آنا ملا نہ دعوت کھانا میسر ہوا نہ سردار اس سے خوش ہوا۔ پس اللہ سردار ہے اور گھر اسلام ہے اور دستر خوان جنت ہے اور بلانے والے حضرت محمد ﷺ ہیں یہ روایت مرسل ہے۔ دوسری متصل بھی ہے۔ اس میں ہے کہ ایک دن ہمارے مجمع میں آ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خواب میں میرے پاس جبرائیل و میکائیل علیہما السلام آئے جبرائیل سرہانے اور میکائیل پیروں کی طرف کھڑے ہو گئے۔ ایک نے دوسرے سے کہا اس کی مثال بیان کرو۔ پھر یہ مثال بیان کی۔ پس جس نے تیری دعوت قبول کی وہ اسلام میں داخل ہوا اور جو اسلام لایا وہ جنت میں پہنچا اور وہاں کھایا پیا۔ [۲] ایک حدیث میں ہے ہر دن سورج کے طلوع ہونے کے وقت اس کے دونوں جانب دو فرشتے ہوتے ہیں جو با آواز بلند انسانوں اور جنوں کے سوا سب کو سنا کر کہتے ہیں کہ لوگو! اپنے رب کی طرف آؤ۔ جو کم ہو اور کافی ہو وہ بہتر ہے اس سے جو زیادہ ہو اور غافل کر دے۔ قرآن فرماتا ہے لوگو! اللہ تعالیٰ تمہیں دار السلام کی طرف بلاتا ہے [۳] (ابن ابی حاتم اور ابن جریر)

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ۭ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۲۶

---

[۱] [ضعیف وباطل : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷٦۱٦)] اس کی سند میں عبدالعزیز راوی ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند سخت ضعیف ہے۔]

[۲] [اسناده فيه انقطاع : ترمذی : كتاب الامثال : باب ماجاء فی مثل الله لعبادته (۲۸٦۰) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۰٤/۱۱) بخاری معلقا (۷۲۸۱) ابو نعیم كما فی الفتح (۲۵٦/۱۳) مستدرك حاكم (۳۳۸/۲) بیهقی فی دلائل النبوه (۳۷۰/۱)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں انقطاع ہے۔ شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعيف ترمذی]

[۳] [صحیح : تفسير ابن جرير الطبری (۱۷٦۲۳) تفسير ابن ابی حاتم (۱۰۳۲٦/٦) بیهقی فی شعب الايمان (۳٤۱۲/۳) طبرانی اوسط (۲۸۹۱/۳) مجمع الزوائد (۲۵۸/۱۰) ابو نعیم فی الحلية (۲۲٦/۱) القضاعی فی مسند الشهاب (۸۱۰/۲) بغوی فی شرح السنة (٤۰٤۵/۱٤) صحیح ابن حبان (٦۸٦/۲) مستدرك حاكم (٤٤٤/۲)] امام ابن حبانؒ، امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ [السلسلة الصحيحة (٤٤۳/۱)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

نیکیاں کرنے والوں کے لئے بھلائی بھی ہے اور زیادتی بھی' نہ تو ان کے چہروں پر سیاہی ہوگی اور نہ ذلت' یہ تو جنتی لوگ ہیں' جو وہاں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

اچھے اعمال کا بدلہ جنت: یہاں جس نے نیک اعمال کئے اور باایمان رہا وہاں اسے بھلائیاں اور نیک بدلے ملیں گے۔ احسان کا بدلہ احسان ہے۔ [1] ایک ایک نیکی بڑھا چڑھا کر زیادہ ملے گی ایک کے بدلے سات سات سو تک۔ جنت' حور' قصور وغیرہ وغیرہ آنکھوں کی طرح طرح کی ٹھنڈک' دل کی لذت اور ساتھ ہی اللہ عزوجل کے چہرے کی زیارت۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور اس کا لطف ورحم ہے بہت سے سلف خلف صحابہ وغیرہ سے مروی ہے کہ زیادہ سے مراد اللہ عزوجل کا دیدار ہے۔ حضور نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے اور اس وقت ایک منادی کرنے والا ندا کرے گا کہ اے جنتیو! تم سے اللہ کا ایک وعدہ ہوا تھا' اب وہ بھی پورا ہونے کو ہے۔ یہ کہیں گے الحمدللہ ہمارے میزان بھاری ہو گئے' ہمارے چہرے نورانی ہو گئے' ہم جنت میں پہنچ گئے' ہم جہنم سے دور ہو گئے اب کیا چیز باقی ہے؟ اسی وقت حجاب ہٹ جائے گا اور یہ اپنے پاک پروردگار کا دیدار کریں گے۔ واللہ کسی چیز میں انہیں وہ لذت وسرور نہ حاصل ہوا ہوگا جو دیدارِ الٰہی میں ہوگا۔ [2] (مسلم وغیرہ) اور حدیث میں ہے کہ منادی کہے گا حسنیٰ سے مراد جنت تھی اور زیارت سے مراد دیدار الٰہی تھا۔ [3] ایک حدیث میں یہ فرمان رسول اللہ ﷺ سے بھی مروی ہے۔ [4] میدان محشر میں ان کے چہروں پر سیاہی نہ ہوگی نہ ذلت ہوگی جیسے کہ کافروں کے چہروں پر یہ دونوں چیزیں ہوں گی۔ غرض ظاہری اور باطنی اہانت سے وہ دور ہوں گے۔ چہرے پر نور دل راحتوں سے مسرور۔ اللہ ہمیں بھی انہی میں کرے۔ آمین۔

وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍۢ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

جنہوں نے برائی کی ہے انہیں انہی برائیوں کے برابر کا بدلہ ملے گا' انہیں ذلت ڈھانپ لے گی' انہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا' گویا کہ ان کے چہرے رات کے سیاہ ٹکڑے سے ڈھانپ دیئے گئے ہیں یہ جہنمی لوگ ہیں۔ جو اس

---

[1] [سورۃ الرحمن: آیت ٦٠]

[2] [**صحیح**: صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب اثبات الرؤیة المؤمنین فی الآخرة ربهم سبحانه وتعالی (١٨١) ترمذی : کتاب صفة الجنة : باب ماجاء فی رؤیة الرب تبارك و تعالی (٢٥٥١) تفسیر ابن جریر الطبری (١٧٦٤١) مسند احمد (٣٣٣/٤)]

[3] [**ضعیف جدا**: تفسیر ابن جریر الطبری (١٧٦٣٣)] اس کی سند میں ابان بن ابی عیاش راوی ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اسے سخت ضعیف کہتے ہیں۔]

[4] [**ضعیف**: تفسیر ابن جریر الطبری (١٧٦٤٦، ١٧٦٤٨) بیهقی فی البعث والنشور (٤٤٧) دارقطنی فی الرؤیة (٤٦) ابن خزیمة فی التوحید (ص : ١٨٤)]

میں ہمیشہ رہیں گے ○

گناہگاروں کا حال: نیکوں کا حال بیان فرما کر اب بدوں کا حال بیان ہو رہا ہے۔ ان کی نیکیاں بڑھا کر ان کی برائیاں برابر ہی رکھی جائیں گی۔ نیکی کم مگر بدکاریاں ان کے چہروں پر سیاہیاں بن کر چڑھ جائیں گی ذلت و پستی سے ان کے منہ کالے پڑ جائیں گے۔ یہ اپنے مظالم سے اللہ کو بے خبر سمجھتے رہے حالانکہ انہیں اس دن تک کی ڈھیل ملی تھی۔ آج آنکھیں چڑھ جائیں گی، شکلیں بگڑ جائیں گی، کوئی نہ ہوگا جو کام آئے اور عذاب سے بچائے۔ کوئی بھاگنے کی جگہ نہ نظر آئے گی۔ اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ کافروں کے چہرے ان کے کفر کی وجہ سے سیاہ ہوں گے، اب کفر کا مزہ اٹھاؤ۔ مومنوں کے منہ نورانی اور چمکیلے، گورے اور صاف ہوں گے کافروں کے چہرے ذلیل اور پست ہوں گے۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ ۖ وَقَالَ شُرَكَاؤُهُم مَّا كُنتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ﴿٢٨﴾ فَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِن كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ ﴿٢٩﴾ هُنَالِكَ تَبْلُو كُلُّ نَفْسٍ مَّا أَسْلَفَتْ ۚ وَرُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ ۖ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٣٠﴾ ع النصف

اس دن سے ڈرو جس دن ہم تمام مخلوق کا حشر کریں گے پھر مشرکوں سے فرمائیں گے کہ تم اور تمہارے شریک اپنی جگہ ٹھہرے رہو، پھر ہم ان میں تفرقہ ڈال دیں گے اور ان کے شریک کہیں گے کہ تم ہرگز ہماری عبادت نہیں کرتے تھے ○ ہم میں اور تم میں اللہ تعالیٰ پورا شاہد ہے ہم تو تمہاری عبادت سے بالکل ہی غافل تھے ○ وہاں جانچ لے گا ہر کوئی جو آگے بھیجا اور سب کے سب اپنے سچے اور حقیقی مالک کی طرف رجوع ہوں گے اور جو کچھ جھوٹ باندھ لیا کرتے تھے وہ سب کچھ ان سے گم ہو جائے گا ○

میدان حشر میں سب کا اجتماع: مومن، کافر، نیک، بد، جن، انسان سب میدان قیامت میں اللہ کے سامنے جمع ہوں گے۔ سب کا حشر ہوگا، ایک بھی باقی نہ رہے گا۔ پھر مشرکوں اور ان کے شریکوں کو الگ کھڑا کر دیا جائے گا۔ ان مجرموں کی جماعت مومنوں سے الگ ہو جائے گی۔ سب جدا جدا گروہ میں بٹ جائیں گے۔ ایک سے ایک الگ ہو جائے گا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ خود فیصلوں کے لئے تشریف لائے گا۔ مومن سفارش کر کے اللہ کو لائیں گے کہ وہ فیصلے فرما دے۔ [1] یہ امت ایک اونچے ٹیلے پر ہوگی، [2] مشرکین کے شرکاء اپنے عابدوں سے بے زاری ظاہر کریں گے۔ اسی طرح خود مشرکین بھی ان سے انجان ہو جائیں گے۔ سب ایک دوسرے سے انجان بن جائیں گے۔

---

(۱) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التوحید: باب قول اللہ تعالی 'و کلم اللہ موسیٰ تکلیما' (۷۵۱۶) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب ادنی اهل الجنة منزلة فیها (۱۹۳)]

(۲) [صحیح: مسند احمد (۳/۳۴۵) صحیح مسلم (۱۹۱)]

اب بتلاؤ ان مشرکوں سے بھی زیادہ کوئی بہکا ہوا ہے کہ انہیں پکارتے رہے جو آج تک ان کی پکار سے بھی غافل رہے اور آج ان کے دشمن بن کر مقابلے پر آ گئے۔ صاف کہا کہ تم نے ہماری عبادت نہیں کی۔ ہمیں کچھ خبر نہیں ہم تمہاری عبادتوں سے بالکل غافل رہے۔ اسے اللہ خوب جانتا ہے' نہ ہم نے اپنی عبادت کو تم سے کہا تھا نہ ہم اس سے کبھی خوش رہے۔ تم اندھی' نہ سنتی' بے کار چیزوں کو پوجتے رہے جو خود بے خبر تھے نہ وہ اس سے خوش نہ ان کا یہ حکم۔ بلکہ تمہاری پوری حاجت مندی کے وقت تمہارے شرک کے منکر' تمہاری عبادتوں کے منکر بلکہ تمہارے دشمن تھے۔ اس حی وقیوم' سمیع وبصیر' قادر و مالک لاشریک کو تم نے چھوڑ دیا جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہ تھا۔ میں نے رسول بھیج کر تمہیں توحید سکھائی اور سنائی تھی۔ سب رسولوں کی زبانی کہلوایا تھا کہ میں ہی معبود ہوں میری ہی عبادت واطاعت کرو۔ سوائے میرے کوئی پوجا کے لائق نہیں۔ ہر قسم کے شرک سے بچو۔ کبھی کسی طرح بھی مشرک نہ بنو۔ وہاں ہر شخص اپنے اعمال دیکھ لے گا۔ اپنی بھلائی برائی معلوم کرے گا۔ نیک وبد سامنے آ جائے گا۔ اسرار بے نقاب ہوں گے کھل پڑیں گے' اگلے پچھلے چھوٹے بڑے کام سامنے ہوں گے۔ نامہ اعمال کھلے ہوئے ہوں گے' ترازو چڑھی ہوئی ہوگی۔ آپ اپنا حساب کرلیں گا۔ ﴿تَبْلُوْ﴾ کی دوسری قرأت ﴿تَتْلُوْا﴾ بھی ہے۔ اپنے اپنے کرتوت کے پیچھے ہر شخص ہوگا۔ حدیث میں ہے ہر امت کو حکم ہوگا کہ اپنے اپنے معبودوں کے پیچھے چل کھڑی ہو جائے۔ سورج پرست سب سورج کے پیچھے ہوں گے' چاند پرست چاند کے پیچھے' بت پرست بتوں کے پیچھے۔[1] سارے کے سارے حق تعالیٰ مولائے برحق کی طرف لوٹائے جائیں گے تمام کاموں کے فیصلے اس کے ہاتھ ہوں گے۔ اپنے فضل سے نیکوں کو جنت میں اور اپنے عدل سے بدوں کو جہنم میں لے جائے گا۔ مشرکوں کی ساری افترا پردازیاں رکھی کی رکھی رہ جائیں گی' بھرم کھل جائیں گے' پردے اٹھ جائیں گے۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ مَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿۳۲﴾ كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾

پوچھ تو کہ تم سب کو آسمان وزمین سے روزیاں کون پہنچا رہا ہے؟ اور کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون ہے جو زندے کو مردے اور مردے کو زندے سے نکالتا ہے' اور کون ہے جو تمام کاموں کا انتظام کرتا ہے' اس کا جواب ان کے پاس یہی ہے کہ صرف اللہ ہی' تو کہہ دے کہ کیا پھر تم بچتے نہیں ہو؟ ○ یہی ہے اللہ تم سب کا پالنے والا سچا' پس حق کے بعد گمراہی کے سوا اور ہے ہی کیا؟ پس تم کہاں پھرے جاتے ہو؟ ○ اسی طرح تیرے رب کی بات نافرمانوں پر ثابت ہو چکی ہے کہ وہ ایمان لائیں گے ہی نہیں ○

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التوحید : باب قول اللہ تعالی : وجوہ یومئذ ناظرہ (۷۴۳۷) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب معرفة طریق الرؤیة (۱۸۲)]

کفار مکہ بھی ربوبیتِ الٰہی کے اقراری تھے: اللہ کی ربوبیت کو مانتے ہوئے اس کی الوہیت کا انکار کرنے والے قریشیوں پر اللہ کی حجت پوری ہو رہی ہے کہ ان سے پوچھو کہ آسمانوں سے بارش کون برساتا ہے؟ پھر اپنی قدرت سے زمین کو پھاڑ کر کھیتی اور باغ کون اگاتا ہے؟ دانے اور پھل کون پیدا کرتا ہے؟ اس کے جواب میں یہ سب کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی۔ اس کے ہاتھ میں ہے چاہے روزی دے چاہے روک لے۔ کان آنکھیں بھی اس کے قبضے میں ہیں۔ دیکھنے کی سننے کی حالت بھی اس کی دی ہوئی ہے اگر وہ چاہے اندھا بہرا بنا دے۔ پیدا کرنے والا وہی' اعضا کا دینے والا وہی ہے۔ وہ اس قوت کو چھین لے تو کوئی نہیں دے سکتا۔ اس کی قدرت و عظمت کو دیکھو کہ مردے سے زندے کو پیدا کر دے' زندے سے مردے کو نکالے۔ وہی تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے۔ ہر چیز کی بادشاہت اسی کے ہاتھ ہے۔ سب کو وہی پناہ دیتا ہے اس کے مجرم کو کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔ وہی متصرف و حاکم ہے کوئی اس سے باز پرس نہیں کر سکتا وہ سب پر حاکم ہے آسمان و زمین اس کے قبضے میں ہر تر و خشک کا مالک وہی ہے۔ عالم بالا اور سفلی اسی کا ہے۔ کل انس و جن فرشتے اور مخلوق اس کے سامنے عاجز و بے کس ہیں۔ ہر ایک پست ولا چار ہے۔ ان سب باتوں کا ان مشرکین کو بھی اقرار ہے۔ پھر کیا بات ہے جو یہ تقویٰ اور پرہیز گاری اختیار نہیں کرتے۔ جہالت و غباوت سے دوسروں کی عبادت کرتے ہیں۔ فاعل خود مختار اللہ کو جانتے ہوئے رب و مالک مانتے ہوئے معبود سمجھتے ہوئے پھر بھی دوسروں کی پوجا کرتے ہیں۔ وہی ہے تم سب کا سچا معبود اللہ تعالیٰ حق و کیل ہے۔ اس کے سوائے تمام معبود باطل ہیں وہ اکیلا ہے بے شریک ہے۔ مستحق صرف وہی ہے۔ حق ایک ہی ہے۔ اس کے سوا سب کچھ باطل ہے۔ پس تمہیں اس کی عبادت سے ہٹ کر دوسروں کی عبادت کی طرف نہ جانا چاہئے یاد رکھو وہی رب العالمین ہے وہی ہر چیز میں متصرف ہے۔ کافروں پر اللہ کی بات ثابت ہو چکی ہے' ان کی عقل ماری گئی ہے۔ خالق رازق متصرف مالک صرف اللہ کو مانتے ہوئے اس کے رسولوں کا خلاف کر کے اس کی توحید کو نہیں مانتے۔ اپنی بدبختی سے جہنم کی طرف بڑھتے جا رہے ہیں' انہیں ایمان نصیب نہیں ہوگا۔

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ يَّهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۟ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾

کہہ کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ایسا ہے جو ابتداً مخلوق کو پیدا کرے پھر دوبارہ اسے لوٹا دے؟ کہہ دے کہ اللہ ہی مخلوق کو ابتداً میں پیدا کرتا ہے اور وہی پھر اس کا اعادہ کرتا ہے سو تم کہاں سے الٹے پھرے جاتے ہو؟○ پوچھ کہ کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو دین حق کی راہ دکھا سکے؟ کہہ دے کہ اللہ ہی دین حق کی رہبری کرتا ہے پس جو حق کی

راہ دکھائے وہ پیروی کئے جانے کے زیادہ لائق ہے یا وہ جو خود ہی بغیر راہ دکھائے راہ نہ پا سکے' تمہیں کیا ہو گیا کیسا انصاف کرتے ہو؟○ ان میں کے اکثر تو صرف اٹکل پر ہی چلتے ہیں' ظاہر ہے کہ اٹکل اور گمان معرفت حق میں کچھ بھی کام نہیں دیتے' جو کام یہ کرتے ہیں سب سے اللہ تعالیٰ باخبر ہے○

خودساختہ معبودوں کی حقیقت: مشرکوں کے شرک کی تردید ہو رہی ہے کہ بتلاؤ تمہارے معبودوں میں سے ایک بھی ایسا ہے جو آسمانوں وزمین کو اور مخلوق کو پیدا کر سکے یا بگاڑ کر بنا سکے نہ ابتدا پر کوئی قادر نہ اعادہ پر کوئی قادر۔ بلکہ اللہ ہی ابتدا کرے وہی اعادہ کرے۔ وہ اپنے تمام کاموں میں یکتا ہے۔ پس تم طریق حق سے گھوم کر راہِ ضلالت کی طرف کیوں جا رہے ہو؟ کہو تو تمہارے معبود کسی بھٹکے ہوئے کی رہبری کر سکتے ہیں؟ یہ بھی ان کے بس کی بات نہیں بلکہ یہ بھی اللہ کے ہاتھ ہے۔ ہادی برحق وہی ہے' وہی گمراہوں کو راہ راست دکھاتا ہے' اس کے سوا کوئی ساتھی نہیں۔ پس جو رہبری تو کیا کرے خود ہی اندھا بہرا ہو اس کی تابعداری ٹھیک یا اس کی اطاعت اچھی جو سچا ہادی مالک کل قادر کل ہو؟ یہی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے باپ سے کہا تھا کہ ان کی پوجا کیوں کرتا ہے؟ جو نہ سنیں نہ دیکھیں نہ کوئی فائدے دے سکیں۔ اپنی قوم سے فرماتے ہیں کہ تم ان کی پوجا کرتے ہو جنہیں خود اپنے ہاتھوں بناتے ہو۔ حالانکہ تمہارا اور تمہارے کام کی تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ یہاں فرماتا ہے تمہاری عقلیں کیا اندھی ہو گئیں کہ خالق مخلوق کو ایک کر دیا نیکی سے ہٹ کر بدی میں جا گرے توحید کو چھوڑ کر شرک میں پھنس گئے۔ اس کو اور اس کو پوجنے لگے۔ رب جل جلالہ مالک و حاکم و ہادی و رب سے بھٹک گئے۔ اس کی طرف خلوص اور دلی توجہ چھوڑ دی۔ دلیل و برہان سے ہٹ گئے مغالطوں اور تقلید میں پھنس گئے۔ گمان اور اٹکل کے پیچھے پڑ گئے۔ وہم و خیال کے بھنور میں آ گئے حالانکہ ظن و گمان فضول چیز ہے۔ حق کے سامنے وہ محض بیکار ہے تمہیں اس سے کوئی فائدہ پہنچ نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے اعمال سے باخبر ہے وہ انہیں پوری سزا دے گا۔

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۷﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴۰﴾ ع

یہ قرآن ایسا کلام نہیں کہ اللہ کے سوا اور کی طرف سے گھڑا ہوا ہو بلکہ یہ تو اپنے سے پہلے کی کتاب کی تصدیق کرنے والا ہے اور تفصیل ہے شریعت کی کتاب کی جس کے اللہ رب العالمین کی طرف سے ہونے میں کسی قسم کا شک نہیں○ کیا یہ کہتے ہیں کہ اسی نے اسے گھڑ لیا ہے؟ تو جواب دے کہ پھر تم بھی تو اس کی کسی سورت کی مثال بنا کر لاؤ' وہاں تم اللہ کے سوا اور جس جس

کو جا ہو بلا بھی لینا اگر تم سچے ہو ○ بلکہ یہ تو اسے جھٹلانے لگے جس کے علم کو نہیں پہنچے اور نہ اب تک اس کی حقیقت ان کے پاس پہنچی ہے' ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی اسی طرح جھٹلایا تھا پس تو آپ دیکھ لے کہ ان ظالموں کا انجام کیسا کچھ ہوا؟ ○ ان میں سے بعض تو اس پر ایمان لاتے ہیں' اور بعض نہیں لاتے' تیرا رب فسادیوں کو خوب جانتا ہے ○

قرآن کریم کا اعجاز: قرآن کریم کے اعجاز کا اور قرآن کریم کے کلام اللہ ہونے کا بیان ہو رہا ہے کہ کوئی اس کا بدل اور مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس جیسا قرآن بلکہ اس جیسی دس سورتیں بلکہ ایک سورت بھی کسی کے بس کی نہیں۔ یہ بے مثل قرآن بے مثل اللہ کی طرف سے ہے۔ اس کی فصاحت و بلاغت' اس کی وجاہت وحلاوت' اس کے معنوں کی بلندی' اس کے مضامین کی عمدگی بالکل بے نظیر چیز ہے۔ اور یہی دلیل ہے اس کی کہ یہ قرآن اس اللہ کی طرف سے ہے جس کی ذات بے مثل، صفتیں بے مثل؛ جس کے اقوال بے مثل؛ جس کے افعال بے مثل؛ جس کا کلام اس چیز سے عالی اور بلند کہ مخلوق کا کلام اس کے مشابہ ہو سکے۔ یہ کلام تو رب العالمین کا ہی کلام ہے' نہ کوئی اور اسے بنا سکے' نہ یہ کسی اور کا بنایا ہوا۔ یہ تو سابقہ کتابوں کی تصدیق کرتا ہے' ان پر نگہبانی کرتا ہے' ان کا اظہار کرتا ہے' ان میں جو تحریف تبدیل تاویل ہوئی ہے اسے بے حجاب کرتا ہے' حلال وحرام جائز و ناجائز غرض کل امور شرح کا شافی اور پورا بیان فرماتا ہے۔ پس اس کے کلام اللہ ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں اگلی خبریں ہیں اس میں آنے والی پیش گوئیاں ہیں اور آنے والی خبریں ہیں۔ سب جھگڑوں کے فیصلے ہیں سب احکام کے حکم ہیں۔ [1] اگر تمہیں اس کے کلام اللہ ہونے میں شک ہے۔ تم اسے گھڑا ہوا سمجھتے ہو اور کہتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے کہہ لیا ہے تو جاؤ تم سب مل کر ایک ہی سورت اس جیسی بنا لاؤ اور کل انسانوں اور جنوں سے مدد بھی لے لو۔ یہ تیسرا مقام ہے جہاں کفار کو مقابلے پر بلا کر عاجز کیا گیا ہے کہ اگر وہ اپنے دعوے میں سچے ہوں تو اس کے مقابلے میں اسی جیسا کلام پیش کریں۔ لیکن یہ ہے ناممکن۔ یہ خبر بھی ساتھ ہی دے دی تھی کہ انسان جنات سب جمع ہو جائیں ایک دوسرے کا ساتھ دیں لیکن اس قرآن جیسا بنا کر پیش نہیں کر سکتے۔ اس پورے قرآن کے مقابلہ سے جب وہ عاجز ولاچار ثابت ہو چکے تو ان سے مطالبہ ہوا کہ اس جیسی صرف دس سورتیں ہی بنا کر لاؤ۔ سورۂ ہود کے شروع کی آیت ﴿قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ﴾ [2] الخ' میں یہی فرمان ہے۔ جب یہ بھی ان سے نہ ہو سکا تو اور آسانی کر دی گئی اور سورۂ بقرہ میں جو مدنی ہے فرمایا کہ اچھا ایک ہی سورت اس جیسی بنا کر پیش کرو۔ وہاں بھی ساتھ ہی فرمایا کہ نہ یہ تمہارے بس کی بات نہ ساری مخلوق کے بس کی بات۔ پس اس الہامی کتاب کو جھٹلا کر عذاب الٰہی مول نہ لو۔ اس وقت کلام کی فصاحت و بلاغت پر پورا زور تھا۔ عرب اپنے مقابلے میں سارے جہاں کو عجم یعنی گونگا کہا کرتے تھے۔ اپنی زبان پر بڑا گھمنڈ تھا' اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن اتارا کہ سب سے پہلے انہی شاعروں اور زبان دانوں اور عالموں کی گردنیں اس کے سامنے خم ہوئیں جیسے سب سے پہلے حضرت

---

[1] [ضعیف: ترمذی: کتاب فضائل القرآن: باب ماجاء فی فضل القرآن (۲۹۰۶)] شیخ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی، المشکاۃ (۲۱۳۸)] اس کی سند میں حارث اعور راوی ضعیف ہے۔

[2] [سورۃ ہود: آیت ۱۳]

عیسیٰ علیہ السلام کے اس معجزے نے کہ مردوں کو بحکم الٰہی جلا دینا۔ مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو بحکم رب شفا دے دینا‘ دنیا کے سب سے پہلے معالجوں اور اطباء کو اللہ کی راہ پر لا کھڑا کر دیا۔ کیونکہ انہوں نے دیکھ لیا کہ یہ کام دوا کا نہیں اللہ کا ہے۔ جادوگروں نے سانپ کو جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لکڑی تھی دیکھتے ہی آپ کی نبوت کا یقین کر لیا اور عاجز و درماندہ ہو گئے۔ اسی طرح اس قرآن نے فصیح و بلیغ لوگوں کی زبانیں بند کر دیں۔ ان کے دلوں میں یقین آ گیا کہ بے شک یہ کلام انسان کا کلام نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نبیوں کو ایسے معجزے دیئے گئے کہ ان کی وجہ سے لوگ ان پر ایمان لائے۔ میرا ایسا معجزہ قرآن ہے پس مجھے امید ہے کہ میرے تابعدار بہ نسبت ان کے بہت ہی زیادہ ہوں گے۔ [1] یہ (کافر) لوگ بغیر سوچے سمجھے‘ بغیر علم حاصل کئے اسے جھٹلانے لگے۔ اب تک تو اس کے مصداق اور حقیقت تک بھی یہ نہیں پہنچے۔ اپنی جہالت و سفاہت کی وجہ سے اس کی ہدایت اس کے علم سے محروم رہ گئے اور چلانا شروع کر دیا کہ ہم اسے نہیں مانتے۔ ان سے پہلے کی امتوں نے بھی اللہ کے کلام کو اسی طرح جھٹلایا تھا جس بنا پر وہ ہلاک کر دیئے گئے۔ تو آپ نے دیکھ لیا کہ ان کا کیسا برا انجام ہوا۔ کس طرح ان کے پرخچے اڑے؟ ہمارے رسولوں کو ستانے ان کے نہ ماننے کا کبھی انجام اچھا نہیں ہوتا۔ تمہیں ڈرنا چاہئے کہیں انہی آفتوں کا نشانہ تم بھی نہ بنو۔ تیری امت کے بھی بعض لوگ تو اس پر ایمان لائے ہیں تجھے رسول برحق مانا ہے۔ تیری باتوں سے نفع اٹھا رہے ہیں۔ اور بعض ایمان سے رہ گئے ہیں۔ خیر سے خالی ہو گئے ہیں۔ تیرا رب مفسدوں کو بخوبی جانتا ہے۔ گمراہ اور نیک راہ اس پر ظاہر ہیں۔ ہدایت اور ضلالت کے مستحق اس کے سامنے ہیں۔ وہ عادل ہے ظالم نہیں۔ ہر ایک کو اس کا حصہ دیتا ہے۔ وہ برکت اور بلندی والا پاک اور انتہائی حسن والا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓـــُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـــــًٔا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۴﴾

اگر یہ لوگ تجھے جھٹلائیں تو تو کہہ دے کہ میرے لئے میرا کام ہے اور تمہارے لئے تمہارا کام ہے تم اس سے بری ہو جو میں کرتا ہوں اور میں اس کا ذمے دار نہیں جو تم کر رہے ہو ○ ان میں ایسے بھی ہیں جو تیری طرف کان لگاتے ہیں‘ تو کیا تو بہروں کو سنائے گا اگرچہ وہ عقل بھی نہ رکھتے ہوں؟ ○ اور ان میں سے بعض تیری طرف دیکھنے لگتے ہیں‘ تو کیا تو اندھوں کو راہ دکھلائے گا گو وہ دیکھتے بھی نہ ہوں؟ ○ بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر بالکل ظلم نہیں کرتا‘ لیکن لوگ اپنی جانوں پر آپ ہی ظلم کرتے ہیں ○

مشرکین سے براءت کا اظہار: فرمان ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اگر یہ مشرکین تجھے جھوٹا ہی بتلاتے رہیں تو تو ان

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب فضائل القرآن: باب کیف نزول الوحی واول مانزل (۴۹۸۱) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب وجوب الایمان برسالة نبینا محمد (۱۵۲)]

سے اور ان کے کاموں سے اپنی بے زاری کا اعلان کر دے۔ اور کہہ دے کہ تمہارے اعمال تمہارے ساتھ میرے اعمال میرے ساتھ۔ جیسے کہ سورۂ ﴿قُلْ يَآ اَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ میں بیان ہوا ہے۔ اور جیسے کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ ہم تم سے اور تمہارے معبودوں سے بیزار ہیں جنہیں تم نے اللہ کے سوا اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ ان میں سے بعض تیرا کلام بھی سنتے ہیں اور خود اللہ تعالیٰ کا بلند و بالا کلام بھی ان کے کانوں میں پڑ رہا ہے۔ لیکن ہدایت نہ تیرے ہاتھ نہ ان کے ہاتھ گو یہ فصیح و صحیح کلام دلوں میں گھر کرنے والا' انسانوں کو پورا نفع دینے والا ہے۔ یہ کافی اور وافی ہے لیکن بہروں کو کون سنا سکے؟ یہ دل کے کان نہیں رکھتے۔ اللہ ہی کے ہاتھ ہدایت ہے۔ یہ تجھے دیکھتے ہیں' تیرے پاکیزہ اخلاق' تیری ستھری تعلیم' تیری نبوت کی روشن دلیلیں ہر وقت ان کے سامنے ہیں لیکن ان سے بھی انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ مومن تو انہیں دیکھ کر ایمان بڑھاتے ہیں لیکن ان کے دل اندھے ہیں عقل و بصیرت ان میں نہیں ہے مومن وقار کی نظر ڈالتے ہیں اور یہ حقارت کی۔ ہر وقت ہنسی مذاق اڑاتے رہتے ہیں۔ پس اپنے اندھے پن کی وجہ سے راہ ہدایت دیکھ نہیں سکتے۔ اس میں بھی اللہ کی حکمت کا دخل ہے کہ ایک تو دیکھے اور سنے اور نفع پائے دوسرا دیکھے سنے اور نفع سے محروم رہے۔ اسے اللہ کا ظلم نہ سمجھو وہ تو سراسر عدل کرنے والا ہے' کسی پر کبھی کوئی ظلم وہ روا نہیں رکھتا۔ لوگ خود اپنا برا آپ ہی کر لیتے ہیں۔ اللہ عزوجل اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی فرماتا ہے کہ اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کر لیا ہے اور تم پر بھی اسے حرام کر دیا خبردار! ایک دوسرے پر ظلم ہرگز نہ کرنا۔ اس کے آخر میں ہے اے میرے بندو! یہ تو تمہارے اپنے اعمال ہیں جنہیں میں جمع کر رہا ہوں پھر تمہیں ان کا بدلہ دوں گا۔ پس جو شخص بھلائی پائے وہ اللہ کا شکر بجا لائے اور جو اس کے سوا کچھ اور پائے وہ صرف اپنے نفس کو ہی ملامت کرے [1] (مسلم)

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ۭ قَدْ
خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝

جس دن اللہ انہیں جمع کرے گا گویا کہ یہ دن کی ایک ساعت ہی رہے تھے آپس میں ایک دوسرے کو پہچان لیں گے' بے شک وہ برباد ہوئے جو اللہ سے ملنے کو جھٹلاتے رہے اور راہ یافتہ نہ ہوئے ○

آخرت کو بھولنے والے خسارے میں: بیان ہو رہا ہے کہ وہ وقت بھی آ رہا ہے جب قیامت قائم ہو گی اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ ان کی قبروں سے اٹھا کر میدان قیامت میں جمع کرے گا۔ اس وقت انہیں ایسا معلوم ہو گا کہ گویا گھڑی بھر دن ہی ہم رہے تھے صبح یا شام ہی تک ہمارا رہنا ہوا تھا۔ کہیں گے کہ دس روز دنیا میں گزارے ہوں گے۔ تو بڑے بڑے حافظے والے کہیں گے کہاں کے دس دن تم تو ایک ہی دن رہے۔ قیامت کے دن یہ قسمیں کھا کھا کر

[1] [صحیح :صحیح مسلم : کتاب البرو الصلة : باب تحریم الظلم (۲۵۷۷) ترمذی : کتاب صفة القیامة (۱۱۳) ابن ماجه : کتاب الزهد : باب ذکر التوبه (۴۲۵۷) مسند احمد (۵/۱۶۰)]

کہیں گے کہ ایک ساعت ہی رہے وغیرہ۔ ایسی آیتیں قرآن کریم میں بہت سی ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ دنیا کی زندگی آج بہت تھوڑی معلوم ہوگی۔ سوال ہوگا کہ کتنے سال دنیا میں گزارے؟ جواب دیں گے کہ ایک دن بلکہ اس سے بھی کم۔ شماروالوں سے پوچھ لو۔ جواب ملے گا کہ واقعہ میں دار دنیا دار آخرت کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے اور فی الحقیقت وہاں کی زندگی بہت ہی تھوڑی تھی لیکن تم نے اس کا خیال زندگی بھر نہ کیا۔ اس وقت بھی ہر ایک دوسرے کو پہچانتا ہوگا۔ جیسے دنیا میں تھے ویسے ہی وہاں بھی ہوں گے۔ رشتے کنبے باپ بیٹوں کو الگ الگ پہچان لیں گے۔ لیکن ہر ایک نفسانفسی میں مشغول ہوگا۔ جیسے فرمان الٰہی ہے کہ صور کے پھونکتے ہی حسب ونسب فنا ہو جائیں گے۔ کوئی دوست اپنے کسی دوست سے کچھ سوال تک نہ کرے گا۔ جو اس دن کو جھٹلاتے رہے آج گھاٹے میں رہیں گے۔ ان کے لئے ہلاکت ہوگی' انہوں نے اپنا ہی برا کیا اور اپنے والوں کو بھی برباد کیا۔ اس سے بڑھ کر خسارہ اور کیا ہوگا کہ ایک دوسرے سے دور ہے' دوستوں کے درمیان تفریق ہے' حسرت وندامت کا دن ہے۔

وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِىْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِىَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾

اگر ہم تجھے اپنا کوئی وعدہ دکھادیں جو ہم ان سے کرتے ہیں یا ہم تجھے فوت کرلیں بہرصورت ان کا لوٹنا ہماری ہی طرف ہے پھر اللہ ہی ان کے کرتوتوں پر شاہد ہے ○ ہر امت کیلئے رسول ہے' پھر جب ان کا رسول آ گیا تو ان میں انصاف کر دیا گیا اور وہ ظلم نہیں کئے جاتے ○

اللہ تعالیٰ ہی قادر مطلق: فرمان ہے کہ اگر تیری زندگی میں ہم ان کفار پر کوئی عذاب اتاریں یا تجھے ان عذابوں کے اتارنے سے پہلے ہی اپنے پاس بلالیں۔ بہرصورت ہے تو یہ سب ہمارے قبضے میں ہی اور ٹھکانا ان کا ہمارے ہاں ہی ہے۔ اور ہم پر ان کا کوئی عمل پوشیدہ نہیں۔ طبرانی کی حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا گزشتہ رات اسی حجرے کے پاس میرے سامنے میری ساری امت پیش کی گئی کسی نے پوچھا کہ اچھا موجود لوگ تو خیر لیکن جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے وہ کیسے پیش کئے گئے؟ آپ نے فرمایا ان کی مٹی کے جسم پیش کئے گئے جیسے تم اپنے کسی ساتھی کو پہچانتے ہو ایسے ہی میں نے انہیں پہچان لیا۔[1]

ہر امت کے رسول ہیں۔ جب کسی امت کے پاس رسول پہنچ گیا پھر حجت پوری ہوگئی۔ اب قیامت کے دن ان کے درمیان عدل وانصاف کے ساتھ بغیر کسی ظلم کے حساب چکا دیا جائے گا۔ جیسے ﴿وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ﴾[2] الخ' والی آیت میں ہے۔ ہر امت اللہ کے سامنے ہوگی' رسول موجود ہوگا' نامۂ اعمال ساتھ ہوگا'

---

[1] [ضعیف : طبرانی کبیر (۳۰۵۵)] امام ہیثمیؒ نے اسے زیاد بن منذر کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔[مجمع الزوائد (۱۰/۷۲)]

[2] [سورۃ الزمر: آیت ٦٩]

گواہ فرشتے حاضر ہوں گے' ایک کے بعد دوسری امت آئے گی اس شریف امت کا فیصلہ سب سے پہلے ہوگا' گو دنیا میں یہ سب سے آخر میں آئی ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہم سب سے آخر میں آئے ہیں لیکن قیامت کے دن سب سے پہلے ہوں گے۔ ہمارے فیصلے سب سے اول ہوں گے۔ [1] اپنے نبی ﷺ کی فضیلت و شرف کی وجہ سے یہ امت بھی اللہ کے ہاں شریف و افضل ہے۔

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٤٨﴾ قُل لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا وَلَا نَفْعًا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۗ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۚ إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً ۖ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴿٤٩﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُهُ بَيَاتًا أَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُونَ ﴿٥٠﴾ أَثُمَّ إِذَا مَا وَقَعَ آمَنتُم بِهِ ۚ آلْآنَ وَقَدْ كُنتُم بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ ﴿٥١﴾ ثُمَّ قِيلَ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا بِمَا كُنتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿٥٢﴾

کہتے ہیں کہ وہ وعدہ کب ہے؟ اگر تم سچے ہو○ تو کہہ دے کہ میں تو اپنی جان کے نقصان نفع کا اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے' ہر ایک امت کا ایک وقت مقرر ہے' جب ان کا وقت آ جائے گا تو نہ ایک ساعت کی دیر کر سکیں گے اور نہ جلدی کر سکیں گے○ کہہ تم بتاؤ تو سہی اگر تمہارے پاس اس کا عذاب رات کو آ جائے یا دن کو بہر حال کیا چیز ہے جس کی جلدی یہ گنہگار مچا رہے ہیں؟○ کیا پھر جس وقت وہ آ جائے گا تب تم اس پر ایمان لاؤ گے' کیا اب؟ حالانکہ تم تو اس کی جلدی مچا رہے تھے○ پھر تو ظالموں سے کہا جائے گا کہ ہمیشگی کا عذاب چکھو تمہیں بدلہ نہ دیا جائے گا مگر اسی کا جو تم کرتے رہے○

مشرکین مکہ کے بے فائدہ سوالات: ان کا بے فائدہ سوال دیکھو۔ وعدہ کا دن کب آئے گا؟ یہ پوچھتے ہیں اور پھر وہ بھی نہ ماننے اور انکار کے بعد بطور یہ جلدی مچا رہے ہیں اور مومن خوف زدہ ہو رہے ہیں کیونکہ وہ اسے حق جانتے ہیں۔ وقت نہ معلوم ہو نہ سہی جانتے ہیں کہ بات سچی ہے ایک دن آئے گا ضرور۔ ہدایات دی جاتی ہیں کہ انہیں جواب دے کہ میرے اختیار میں تو کوئی بات نہیں۔ جو بات مجھے بتلا دی جائے میں تو وہی جانتا ہوں۔ کسی چیز کی مجھ میں قدرت نہیں یہاں تک کہ خود اپنے نفع نقصان کا بھی مالک نہیں۔ میں تو اللہ کا غلام ہوں اور اس کا رسول ﷺ ہوں۔ اس نے مجھ سے فرمایا میں نے تم سے کہا کہ قیامت آئے گی ضرور۔ نہ اس نے مجھے اس کا خاص وقت بتایا نہ میں تمہیں بتا سکوں ہاں ہر زمانے کی ایک میعاد معین ہے جہاں اجل آئی پھر نہ ایک ساعت پیچھے نہ آگے۔ اجل آنے کے بعد نہیں رکتی۔ پھر فرمایا کہ وہ تو اچانک آنے والی ہے ممکن ہے رات کو آ جائے دن کو آ جائے اس کے عذاب میں دیر کیا ہے؟ پھر اس شور مچانے سے اور وقت کا تعین پوچھنے سے کیا حاصل؟ کیا جب قیامت آ جائے عذاب دیکھ لو تب ایمان لاؤ گے؟ وہ محض بے سود ہے۔ اس وقت تو یہ سب کہیں گے کہ ہم نے دیکھ سن لیا۔

---

[1] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب الایمان والنذور: باب قول الله تعالیٰ: لا یؤاخذکم الله باللغو فی ایمانکم (٦٦٢٤)]

کہیں گے ہم اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور دوسروں سے کفر کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے عذاب کو دیکھنے کے بعد ایمان بے نفع ہے۔ اللہ کا طریقہ اپنے بندوں میں یہی رہا ہے وہاں تو کافروں کو نقصان ہی رہے گا۔ اس دن تو ان سے صاف کہہ دیا جائے گا اور بہت ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ کہ اب تو دائمی عذاب چکھو' ہمیشہ کی مصیبت اٹھاؤ۔ انہیں دھکے دے دے کر جہنم میں جھونک دیا جائے گا کہ یہ ہے جسے تم نہیں مانتے تھے۔ اب بتاؤ کہ یہ جادو ہے یا تم اندھے ہو؟ جاؤ اب اس میں چلے جاؤ اب تو صبر کرنا نہ کرنا برابر اپنے اعمال کا بدلہ ضرور پاؤ گے۔ (۱)

وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ اِىْ وَرَبِّىْۤ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؔؕ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِى الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِىَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۵۴﴾

تجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا یہ حق ہے' تو کہہ دے کہ قسم ہے میرے پروردگار کی یہ بالکل حق ہے اور تم عاجز کرنے والے نہیں ہو○ اگر ہر ظلم کرنے والے انسان کے لئے وہ ہو جو روئے زمین پر ہے تو وہ سب اپنے فدیے میں دے دے' دل ہی دل میں پشیمان ہوں گے جب کہ عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے' عدل کے ساتھ ان میں فیصلہ کر دیا جائے گا اور وہ ظلم نہ کئے جائیں گے○

مٹی بننے کے بعد زندگی: پوچھتے ہیں کہ کیا مٹی ہو جانے اور سڑ گل جانے کے بعد جی اٹھنا اور قیامت کا قائم ہونا حق ہی ہے؟ تو ان کا شبہ مٹا دے اور قسم کھا کر کہہ دے کہ یہ سراسر حق ہی ہے۔ جس اللہ نے تمہیں اس وقت پیدا کیا جب کہ تم کچھ نہ تھے۔ وہ تمہیں دوبارہ جب کہ تم مٹی ہو جاؤ گے پیدا کرنے پر یقیناً قادر ہے وہ تو جو چاہتا ہے فرما دیتا ہے کہ یوں ہو جا اسی وقت ہو جاتا ہے اسی مضمون کی اور دو آیتیں قرآن کریم میں ہیں۔ سورۂ سبا میں ہے ﴿قُلْ بَلٰى وَرَبِّىْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ﴾ (۲) الخ' سورۂ تغابن میں ہے ﴿قُلْ بَلٰى وَرَبِّىْ لَتُبْعَثُنَّ﴾ (۳) الخ' ان دونوں میں بھی قیامت کے ہونے پر قسم کھا کر یقین دلایا گیا ہے۔ اس دن تو کفار زمین بھر کر سونا اپنے بدلے میں دے کر بھی چھٹکارا پانا پسند رکھیں گے۔ دلوں میں ندامت ہوگی' عذاب سامنے ہوں گے' حق کے ساتھ فیصلے ہو رہے ہوں گے' کسی پر ظلم ہرگز نہ ہوگا۔

اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰـكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُوَ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۶﴾

خبردار رہو آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کا ہے' خبردار رہو یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن ان میں سے اکثر بے علم ہیں○ وہی جلاتا اور مارتا ہے اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے○

اللہ تعالیٰ ہی مالک کل: مالک آسمان و زمین' مختار کل کائنات اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اللہ کے وعدے سچے ہیں وہ

(۱) [الطور: ۱۳، ۱۶] (۲) [سبا: ۳] (۳) [التغابن: ۷]

پورے ہو کر ہی رہیں گے۔ یہ اور بات ہے کہ اکثر لوگ علم نہیں رکھتے۔ جلانے مارنے والا وہی ہے' سب باتوں پر وہ قادر ہے۔ جسم سے علیحدہ ہونے والی چیز کو' اس کے بکھر کر بگڑ کر ٹکڑے ہونے کو وہ جانتا ہے اس کے حصے کن جنگلوں میں کن دریاؤں میں کہاں ہیں؟ وہ خوب جانتا ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٥٧﴾ قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِۦ فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا۟ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿٥٨﴾

لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آ چکی اور وہ شفاء ہے ان علتوں کی جو سینوں میں ہیں اور ہدایت اور رحمت ہے مسلمانوں کے واسطے ○ اور کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہی ایسی چیز ہے جس پر شادمانی منانی چاہئے' یہ اس سے بہت بہتر ہے جسے وہ جمع کر رہے ہیں ○

قرآن کریم اللہ کی طرف سے وعظ و نصیحت: اپنے رسول کریم ﷺ پر قرآن عظیم نازل فرمانے کے احسان کو اللہ رب العزت بیان فرما رہے ہیں کہ اللہ کا وعظ تمہارے پاس آ چکا جو تمہیں بدیوں سے روک رہا ہے' جو دلوں کے شک شکوک دور کرنے والا ہے' جس سے ہدایت حاصل ہوتی ہے' جس سے اللہ کی رحمت ملتی ہے۔ جو اس سچائی کی تصدیق کریں' اسے مانیں' اس پر یقین رکھیں' اس پر ایمان لائیں وہ اس سے نفع حاصل کرتے ہیں۔ یہ ہمارا نازل کردہ قرآن مومنوں کے لئے شفا اور رحمت ہے ظالم تو اپنے نقصان میں ہی بڑھتے رہتے ہیں۔ اور آیت میں ہے کہ کہہ دے کہ یہ تو ایمانداروں کے لئے ہدایت اور شفا ہے۔ اللہ کے فضل و رحمت یعنی اس قرآن کے ساتھ خوش ہونا چاہئے۔ دنیائے فانی کے دھن دولت پر ریجھ جانے اور اس پر شادمان و فرحاں ہو جانے سے تو اس دولت کو حاصل کرنے اور اس ابدی خوشی اور دائمی مسرت کو پا لینے سے بہت خوش ہونا چاہئے۔ ابن ابی حاتم اور طبرانی میں ہے کہ جب عراق فتح ہو گیا اور وہاں سے خراج دربارِ فاروق میں پہنچا تو آپ نے اونٹوں کی گنتی کرنا چاہی لیکن وہ بے شمار تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کر کے اسی آیت کی تلاوت کی۔ تو آپ کے مولیٰ عمرو نے کہا یہ بھی تو اللہ کا فضل و رحمت ہی ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے غلط کہا یہ تو ہمارے حاصل کردہ ہیں جس فضل و رحمت کا بیان اس آیت میں ہے وہ یہ نہیں۔

قُلْ أَرَءَيْتُم مَّآ أَنزَلَ اللَّهُ لَكُم مِّن رِّزْقٍ فَجَعَلْتُم مِّنْهُ حَرَامًا وَحَلَٰلًا قُلْ ءَآللَّهُ أَذِنَ لَكُمْ أَمْ عَلَى اللَّهِ تَفْتَرُونَ ﴿٥٩﴾ وَمَا ظَنُّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيَٰمَةِ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٦٠﴾ ع

ع ٦ / ١١

کہہ کہ بھلا دیکھو تو سہی جو روزی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اتاری تم نے اس میں سے کچھ تو حرام کر لی اور کچھ حلال' پوچھ کہ کیا اللہ نے تمہیں حکم دیا تھا یا تم اللہ پر بہتان باندھ لیتے ہو؟○ جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا قیامت کے دن کی بابت کیا خیال ہے؟ یقیناً اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑے ہی فضل و احسان والا ہے لیکن اکثر لوگ ناشکری کرتے ہیں○

حجت شرعی کے بغیر حلال و حرام کی مذمت: مشرکوں نے بعض جانور مخصوص نام رکھ کر اپنے لئے حرام قرار دے رکھے تھے اس عمل کی تردید میں یہ آیتیں ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ اللہ کی پیدا کی ہوئی کھیتیوں اور چوپایوں میں یہ کچھ نہ کچھ حصہ تو اس کا کرتے ہیں۔ [1] مسند احمد میں ہے حضرت عوف بن مالک بن نضلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت میری حالت یہ تھی کہ میلا کچیلا جسم بال بکھرے ہوئے۔ آپ نے مجھ سے پوچھا' تمہارے پاس کچھ مال بھی ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ کس قسم کا مال؟ میں نے کہا۔ اونٹ' غلام' گھوڑے' بکریاں وغیرہ۔ غرض ہر قسم کا مال ہے۔ آپ نے فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ نے تجھے سب کچھ دے رکھا ہے تو اس کا اثر بھی تیرے جسم پر ظاہر ہونا چاہئے۔ پھر آپ نے پوچھا کہ تیرے ہاں اونٹنیاں بچے بھی دیتی ہیں؟ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا وہ بالکل ٹھیک ٹھاک ہوتے ہیں پھر تو اپنے ہاتھ میں چھری لے کر کسی کا کان کاٹ کر اس کا نام بحیرہ رکھ لیتا ہے کسی کی کھال کاٹ کر حرام نام رکھ لیتا ہے پھر اسے اپنے اوپر اور اپنے والوں کو حرام سمجھ لیتا ہے؟ میں نے کہا ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔ آپ نے فرمایا سن! اللہ نے تجھے جو دیا ہے وہ حلال ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بازو تیرے بازو سے قوی ہے اور اللہ تعالیٰ کی چھری تیری چھری سے بہت زیادہ تیز ہے۔ [2] اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان لوگوں کے فعل کی پوری مذمت بیان فرمائی ہے جو اپنی طرف سے بغیر شرعی دلیل کے کسی حرام کو حلال یا کسی حلال کو حرام ٹھہرا لیتے ہیں۔ انہیں اللہ نے قیامت کے عذاب سے دھمکایا ہے اور فرمایا ہے کہ ان کا کیا خیال ہے؟ یہ کس ہوا میں ہیں۔ کیا یہ نہیں جانتے کہ یہ بے بس ہو کر قیامت کے دن ہمارے سامنے حاضر کئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ تو لوگوں پر اپنا فضل و کرم ہی کرتا ہے۔ وہ دنیا میں سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ اسی کا فضل ہے کہ اس نے دنیا میں بہت سی نفع کی چیزیں لوگوں کے لئے حلال کر دی ہیں۔ صرف انہیں چیزوں کو حرام فرمایا ہے۔ جو بندوں کو نقصان پہنچانے والی اور ان کے حق میں مضر ہیں۔ دنیوی طور پر یا اخروی طور پر۔ لیکن اکثر لوگ ناشکری کر کے اللہ کی نعمتوں سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اپنی جانوں کو خود تنگی میں ڈالتے ہیں۔ مشرک لوگ اسی طرح از خود احکام گھڑ لیا کرتے تھے اور انہیں

---

[1] [سورة الانعام: آیت ۱۳۶]

[2] [صحیح : مسند احمد (۴/۴۷۳) ابوداؤد : کتاب اللباس : باب فی غسل الثوب وفی الخلقان (۴۰۶۳) نسائی : کتاب الزینة : باب الجلاجل (۵۲۳۸) صحیح ابن حبان (۵۴۱۶/۱۲) مستدرک حاکم (۱۸۱/۴)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ امام ابن حبانؒ، امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۵۸۸۸)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس، حافظ زبیر علی زئی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

شریعت سمجھ بیٹھتے تھے۔ اہل کتاب نے بھی اپنے دین میں ایسی ہی بدعتیں ایجاد کر لی تھیں۔ تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے قیامت کے دن اولیاء اللہ کی تین قسمیں کر کے انہیں جناب باری کے سامنے لایا جائے گا۔ پہلی قسم والوں میں سے ایک سے سوال ہوگا کہ تم لوگوں نے یہ نیکیاں کیوں کیں؟ وہ جواب دیں گے کہ پروردگار تو نے جنت بنائی' اس میں درخت لگائے' ان درختوں میں پھل پیدا کئے' وہاں نہریں جاری کیں' حوریں پیدا کیں اور نعمتیں تیار کیں' پس اسی جنت کے شوق میں ہم راتوں کو بیدار رہے اور دنوں کو بھوک پیاس اٹھائی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھا تو تمہارے اعمال جنت کے حاصل کرنے کے لئے تھے۔ میں تمہیں جنت میں جانے کی اجازت دیتا ہوں اور یہ میرا خاص فضل ہے کہ جہنم سے تمہیں نجات دیتا ہوں۔ گو یہ بھی میرا فضل ہی ہے کہ میں تمہیں جنت میں پہنچاتا ہوں پس یہ اور اس کے سب ساتھی بہشت بریں میں داخل ہو جائیں گے۔ پھر دوسری قسم کے لوگوں میں سے ایک سے پوچھا جائے گا کہ تم نے یہ نیکیاں کیسے کیں؟ وہ کہے گا پروردگار تو نے جہنم پیدا کیا۔ اپنے دشمنوں اور نافرمانوں کے لئے وہاں زنجیر' حرارت' آگ' گرم پانی اور گرم ہوا کا عذاب رکھا وہاں طرح طرح کے روح فرسا دکھ دینے والے عذاب تیار کئے۔ پس میں راتوں کو جاگتا رہا' دنوں کو بھوکا پیاسا رہا' صرف اس جہنم سے ڈر کر۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ میں نے تجھے اس جہنم سے آزاد کیا اور تجھ پر میرا یہ خاص فضل ہے کہ تجھے اپنی جنت میں لے جاتا ہوں پس یہ اور اس کے ساتھی سب جنت میں چلے جائیں گے۔ پھر تیسری قسم کے لوگوں میں سے ایک کو لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اس سے دریافت فرمائے گا کہ تم نے نیکیاں کیوں کیں؟ وہ جواب دے گا کہ صرف تیری محبت اور تیرے شوق میں۔ تیری عزت کی قسم میں راتوں کو عبادت میں جاگتا رہا اور دنوں کو روزے رکھ کر بھوک پیاس سہتا رہا' یہ سب صرف تیرے شوق اور تیری محبت کے لئے تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے یہ اعمال صرف میری محبت اور میرے اشتیاق میں ہی کئے ہیں۔ لے اب میرا دیدار کر لے۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ جل جلالہ اسے اور اس کے ساتھیوں کو اپنا دیدار کرائے گا' فرمائے گا' دیکھ لے یہ ہوں میں۔ پھر فرمائے گا یہ میرا خاص فضل ہے کہ میں تجھے جہنم سے بچاتا ہوں میرے فرشتے تیرے پاس پہنچتے رہیں گے اور میں خود بھی تجھ پر سلام کہا کروں گا' پس وہ مع اپنے ساتھیوں کے جنت میں چلا جائے گا۔

وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِن قُرْآنٍ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ ۚ وَمَا يَعْزُبُ عَن رَّبِّكَ مِن مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِن ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ﴿٦١﴾

تو جس کسی مشغلے میں ہو اور اللہ کی طرف سے آئے ہوئے قرآن کی جو کچھ تلاوت کر رہے ہو اور جو کچھ بھی کام تم کرتے ہو ہم برابر تم پر مطلع رہتے ہیں جب بھی تم اس کام کو شروع کرتے ہو' تیرے رب سے ذرے برابر کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں رہتی نہ زمین میں نہ آسمان میں اس سے بھی کوئی چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیز ایسی نہیں جو روشن اور کھلی کتاب میں نہ ہو○

اللہ تعالیٰ ہر چیز سے خبردار: اللہ تعالیٰ عزوجل اپنے نبی ﷺ کو خبر دیتا ہے کہ خود آپ کے اور آپ کی تمام امت کے تمام احوال ہر وقت اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ ساری مخلوق کے کل کام اس کے علم میں ہیں۔ اس کے علم سے اور اس کی نگاہ سے آسمان و زمین کا کوئی ذرہ بھی پوشیدہ نہیں۔ سب چھوٹی بڑی چیزیں ظاہر کتاب میں لکھی ہوئی ہیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ﴾ [1] الخ' غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں۔ جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہ خشکی تری کی ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ ہر پتے کے جھڑنے کی اسے خبر ہے۔ زمین کے اندھیروں میں جو دانہ ہو' جو تر و خشک چیز ہو' سب کتاب مبین میں موجود ہے۔ الغرض درختوں کا ہلنا۔ جمادات کا ادھر ادھر ہونا' جانداروں کا حرکت کرنا' کوئی چیز روئے زمین کی اور تمام آسمانوں کی ایسی نہیں' جس سے علیم و خبیر اللہ بے خبر ہو۔ فرمان ہے ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ﴾ [2] الخ' ایک اور آیت میں ہے کہ زمین کے ہر جاندار کا روزی رساں اللہ تعالیٰ۔ جب کہ درختوں' ذروں' جانوروں اور تمام تر و خشک چیزوں کے حال سے اللہ عزوجل واقف ہے بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ بندوں کے اعمال سے وہ بے خبر ہو۔ جنہیں عبادت رب کی بجا آوری کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمان ہے اس ذی عزت اور بڑے رحم و کرم والے اللہ پر تو بھروسہ رکھ جو تیرے قیام کی حالت میں بھی تجھے دیکھتا رہتا ہے اور سجدہ کرنے والوں میں تیرا آنا جانا بھی دیکھ رہا ہے۔ یہی بیان یہاں ہے کہ تم سب ہماری آنکھوں اور کانوں کے سامنے ہو۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جب حضور ﷺ سے احسان کی بابت سوال کیا تو آپ نے یہی فرمایا کہ اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے' اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تو تجھے یقیناً دیکھ ہی رہا ہے۔ [3]

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۴﴾

خبردار رہو کہ جو لوگ اللہ کے دوست ہیں ان پر کسی قسم کا خوف و ہراس نہیں نہ وہ غمگین ہوں گے ○ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے رہے ○ ان کے لئے دنیا میں بھی بشارتیں ہیں اور آخرت میں بھی' کلام الٰہی کے لئے کوئی تبدیلی نہیں' یہی تو زبردست کامیابی اور مقصد آوری ہے ○

اللہ کے ولی کون؟: اولیاء اللہ وہ ہیں جن کے دلوں میں ایمان و یقین ہو' جن کا ظاہر تقویٰ اور پرہیزگاری میں ڈوبا ہوا ہو' جتنا تقویٰ ہوگا' اتنی ہی ولایت ہوگی۔ ایسے لوگ محض نڈر اور بے خوف ہیں۔ قیامت کے دن کی وحشت ان سے دور ہے' نہ وہ کبھی غم و رنج سے آشنا ہوں گے۔ دنیا میں جو چھوٹ جائے اس پر انہیں حسرت و افسوس نہیں ہوتا۔

[1] [سورة الانعام: آيت ٥٩] [2] [سورة الانعام: آيت ٣٨]

[3] [صحيح : صحيح بخاری : كتاب الايمان : باب سؤال جبريل النبی عن الايمان والاسلام والاحسان (٥٠) صحيح مسلم : كتاب الايمان : باب الايمان ماهو و بيان خصاله (١٠٩)]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور بھی بہت سے سلف صالحین فرماتے ہیں کہ اولیا اللہ وہ ہیں جن کا چہرہ دیکھنے سے اللہ یاد آ جائے۔ بزار کی مرفوع حدیث میں بھی یہ آیا ہے۔ [1] وہ حدیث مرسل بھی مروی ہے ابن جریر میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں اللہ کے بعض بندے ایسے بھی ہیں جن پر انبیاء علیہم السلام اور شہداء رحمۃ اللہ علیہم بھی رشک کریں گے لوگوں نے پوچھا حضور ﷺ وہ کون ہیں؟ ہمیں بتایئے تاکہ ہم بھی ان سے محبت والفت رکھیں۔ آپ نے فرمایا ''یہ وہ لوگ ہیں جو صرف اللہ کی وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں۔ مالی فائدے کی وجہ سے نہیں رشتے داری اور نسب کی بنا پر نہیں۔ صرف اللہ کی وجہ سے ان کے چہرے نورانی ہوں گے یہ نور کے منبروں پر ہوں گے۔ سب کو ڈر خوف ہوگا لیکن یہ بالکل بے خوف اور محض نڈر ہوں گے جب لوگ غم زدہ ہوں گے یہ بے غم ہوں گے''۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ یہی روایت منقطع سند سے ابوداؤد میں بھی ہے۔ [2] واللہ اعلم۔

مسند احمد کی ایک مطول حدیث میں ہے کہ دور دراز کے رہنے والے خاندانوں اور برادریوں سے الگ شدہ لوگ جن میں کوئی رشتہ، کنبہ، قوم، برادری نہیں وہ محض توحید وسنت کی وجہ سے اللہ کی رضامندی کے حاصل کرنے کے لئے آپس میں ایک ہو گئے ہوں گے اور آپس میں میل ملاپ، محبت، مودت، دوستی، اور بھائی چارہ رکھتے ہوں گے، دین میں سب ایک ہوں گے۔ ان کے لئے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نورانی منبر بچھا دے گا۔ جن پر وہ عزت سے تشریف رکھیں گے۔ لوگ پریشان ہوں گے لیکن یہ باطمینان ہوں گے۔ یہی ہیں وہ اللہ کے اولیا جن پر کوئی خوف غم نہیں۔ [3]

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بشارتوں کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ نیک خواب ہیں جنہیں مسلمان دیکھے یا اس کے لئے دکھائے جائیں۔ [4] حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے جب اس کا سوال ہوا تو آپ نے فرمایا تم نے آج مجھ سے وہ بات پوچھی جو تم سے پہلے کسی نے نہیں پوچھی سوائے اس شخص کے جس نے یہی سوال حضور ﷺ سے کیا اور آپ نے وہ جواب دیا (جو اوپر مذکور ہوا) اور روایت میں ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے یہ سوال آپ سے کیا تھا اور آپ نے اس کا جواب دینے سے پہلے انہیں فرمایا تھا کہ تجھ سے پہلے

---

[1] [مرسل: مجمع الزوائد (۱۶۷۷۹) ابو نعیم فی اخبار اصبھان (۱/۲۳۰) المقدسی فی المختارة (۱۰۴) ابن المبارك فی الزهد (۲۱۸) طبرانی کبیر (۱۲۳۲۵) نسائی فی التفسیر (۱۱۲۳۵/٦)

[2] [صحیح: ابوداؤد: کتاب البیوع: باب فی الرهن (۳۵۲۷) صحیح ابن حبان (۵۷۳) نسائی فی السنن الکبری (۱۱۲۳٦) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۷۲۸، ۱۷۷۲۹) بیهقی فی شعب الایمان (۸۹۹۸/٦)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

[3] [ضعیف: مسند احمد (۳٤۳/۵) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۷۳۰) ابن المبارك فی الزهد (۷۱٤) تفسیر ابن ابی حاتم (۱۰٤۵۲/٦)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو شہر بن حوشب راوی کی وجہ سے ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۲۲۹۰٦)]

[4] [صحیح: مسند احمد (٤٤۵/٦) ترمذی: کتاب الرؤیا: باب قوله لهم البشری فی الحیوة الدنیا (۲۲۷۵) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۷۳۲)] شیخ شعیب ارناؤوط اور شیخ البانی ؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۲۷۵۱۰) السلسلة الصحیحة (۱۷۸٦)]

میرے کسی امتی نے مجھ سے یہ سوال نہیں کیا۔ خود انہیں صحابی سے جب سائل نے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو آپ نے بھی یہ فرما کر پھر تفسیر مرفوع حدیث سے بیان فرمائی۔ اور روایت میں ہے حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ آخرت کی بشارت تو جنت ہے دنیا کی بشارت کیا ہے؟ فرمایا نیک خواب جسے بندہ دیکھے یا اس کے لئے اوروں کو دکھائے جائیں۔ یہ نبوت کا چوالیسواں یا سترواں جزء ہیں۔ [1] حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے آپ سے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ! انسان نیکیاں کرتا ہے پھر لوگوں میں اس کی تعریف ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا یہی دنیوی بشارت ہے۔ [2] (مسلم)

فرماتے ہیں کہ دنیا کی بشارت نیک خواب ہیں جن سے مومن کو خوشخبری سنائی جاتی ہے یہ نبوت کا انچاسواں حصہ ہے اس کے دیکھنے والے کو اسے بیان کرنا چاہئے اور جو اس کے سوا دیکھے وہ شیطانی خواب ہیں تاکہ اسے غم زدہ کر دے۔ چاہئے کہ ایسے موقعہ پر تین دفعہ بائیں جانب تھتکار دے۔ اللہ کی بڑائی بیان کرے اور کسی سے اس خواب کو بیان نہ کرے۔ [3] (مسند احمد) اور روایت میں ہے کہ نیک خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ [4] اور حدیث میں ہے دنیوی بشارت نیک خواب۔ اور اخروی بشارت جنت۔ [5] ابن جریر میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں نبوت جاتی رہی خوشخبریاں رہ گئیں۔ [6] بشریٰ کی یہی تفسیر ابن مسعودؓ ابو ہریرہؓ ابن عباس رضی اللہ عنہما مجاہدؒ عروہ بن زبیرؒ یحییٰ بن ابی کثیرؒ ابراہیم نخعیؒ عطا بن ابی رباح رحمہ اللہ علیہم وغیرہ سلف صالحین سے مروی ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ مراد اس سے وہ خوشخبری ہے جو مومن کو اس کی موت کے وقت فرشتے دیتے ہیں جس کا ذکر آیت ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ﴾ [7] الخ میں ہے کہ سچے پکے مومنوں کے پاس فرشتے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم خوف نہ کرو، تم غم نہ کرو، تمہیں ہم اس جنت کی خوشخبری سناتے ہیں جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا۔ ہم دنیا و آخرت میں تمہارے کارساز و ولی ہیں۔ سنو! تم جو چاہو گے، جنت میں پاؤ گے، جو مانگو گے، ملے گا۔ تم تو غفور و رحیم اللہ کے خاص مہمان بنو گے'' ۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ کی مطول حدیث میں ہے کہ مومن کی موت کے وقت نورانی سفید چہرے والے پاک صاف اجلے سفید کپڑوں والے فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے پاک روح چل کشادگی راحت تروتازگی خوشبو اور بھلائی کی طرف چل۔ تیرے اس پالنہار کی طرف جو تجھ سے کبھی خفا نہیں ہونے کا۔ پس اس کی روح اس بشارت کو سن کر اس کے منہ سے اتنی آسانی اور شوق سے نکلتی ہے جیسے مشک کے منہ سے پانی کا کوئی قطرہ

---

[1] [ضعیف تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۷٤٥)] اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ راوی ضعیف ہے۔]

[2] [صحیح صحیح مسلم : کتاب البر والصلة : باب اذا اثنی علی الصالح فهی بشریٰ (۲٦٤۲) ابن ماجه : کتاب الزهد : باب الثناء الحسن (٤۲۲٥) مسند احمد (٥/١٥٦)]

[3] [صحیح لغیرہ مسند احمد (۲/۲۱۹) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۷٤٤) مجمع الزوائد (۷/۱۷۸)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۷۰٤٤)]

[4] [صحیح بالشواهد تفسری ابن جریر الطبری (۱۷۷٦۹)]

[5] [ضعیف تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۷٤۳)] اس کی سند میں عمار غیر قوی اور اعمش مدلس ہے۔]

[6] [حسن تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۷٤۷)]

[7] [سورة فصلت: آیت ۳۰، ۳۲]

چھوجائے۔ [1] اورآخرت کی بشارت کا ذکر آیت ﴿لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ﴾ [2] الخ' میں ہے یعنی انہیں اس دن کی زبردست پریشانی بالکل ہی نہ گھبرائے گی ادھرادھر سے ان کے پاس فرشتے آئے ہوں گے اور کہتے ہوں گے کہ اسی دن کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا تھا۔ایک آیت میں ہے ﴿يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [3] الخ، جس دن تو مومن مردوں عورتوں کو دیکھے گا کہ ان کا نوران کے آگے آگے اور دائیں طرف چل رہا ہوگا۔لوتم خوشخبری سن لو کہ آج تمہیں وہ جنتیں ملیں گی۔جن کے نیچے نہریں لہریں لے رہی ہیں۔ جہاں کی رہائش ہمیشہ کی ہوگی۔ یہی زبردست کامیابی ہے۔اللہ کا وعدہ غلط نہیں ہوتا۔وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا'اس نے جوفرمادیا سچ ہے' ثابت ہے' اٹل ہے' یقینی اورضروری ہے۔یہ ہے پوری مقصد آوری' یہ ہے زبردست کامیابی' یہ ہے مراد کا ملنا اور یہ ہے گود کا بھرنا۔

وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ؕ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۵﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ ؕ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۶۶﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۷﴾

ان کی باتوں سے تو ہرگز رنجیدہ نہ ہونا' یقیناً عزت تو سب کی سب اللہ ہی کی ہے۔وہ ہے ہی سنتا جانتا ○ سن رکھو آسمانوں میں اور زمین میں جو ہے سب اللہ کا ہے۔اللہ کے سوا اور شریکوں کو جو پکارتے ہیں وہ پیروی نہیں کرتے' وہ تو صرف وہم کی پیروی کرتے ہیں اور وہ تو محض اٹکل باندھتے ہیں ○ وہ اللہ ہے جس نے تمہارے آرام کے لئے رات بنادی ہے اور دن کو روشن دکھانے والا بنایا ہے' جولوگ سنتے ہیں ان کے لئے تو اس میں بڑی بڑی نشانیاں ہیں ○

ساری عزت اللہ ہی کے لیے: ان مشرکوں کی باتوں کا کوئی رنج وغم نہ کر۔اللہ تعالیٰ سے ان پر مدد طلب کر' اسی پر بھروسہ رکھ' ساری عزتیں اسی کے ہاتھ ہیں' وہ اپنے رسول کو' مومنوں کو عزت دے گا۔وہ بندوں کی باتوں کو خوب سنتا ہے وہ ان کی حالتوں سے پورا خبردار ہے۔آسمان وزمین کا وہی مالک ہے۔اس کے سوا جن جن کو تم پوجتے ہو ان میں سے کوئی کسی چیز کا بھی اختیار نہیں رکھتا کوئی نفع نقصان ان کے بس کا نہیں۔ پھران کی عبادت بھی محض بے دلیل ہے۔صرف گمان' اٹکل' جھوٹ اور افترا ہے۔حرکت' رنج وتعب' تکلیف اور کام کاج سے راحت وآرام سکون واطمینان حاصل کرنے کے لئے اللہ نے رات بنادی ہے۔دن کو اس نے روشن اور اجالے والا بنادیا ہے تاکہ تم اس میں کام کاج کرو' معاش اور روزی کی فکر' سفر' تجارت' کاروبار کرسکو' ان دلیلوں میں بہت کچھ عبرت ہے لیکن اس سے فائدہ وہی اٹھاتے ہیں جو ان آیتوں کو دیکھ کر ان

---

[1] [صحیح مستدرك حاكم (۱/۳۷) عبد الرزاق (۶۷۳۷) مسند احمد (۲۸۷/٤)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔امام ابن قیمؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔[تهذيب السنن (۳۳۷/٤)]

[2] [سورة الانبياء: آیت ۱۰۳]

[3] [سورة الحديد: آیت ۱۲]

کے خالق کی عظمت و جبروت کا تصور باندھتے اور اس خالق و مالک کی قدر و عزت کرتے ہیں۔

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِيُّ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۭ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾

کہتے ہیں کہ اللہ کی بھی اولاد ہے وہ پاک ہے وہ بے نیاز ہے آسمانوں میں زمین میں جو بھی ہے اسی کا ہے تمہارے پاس اس کی کوئی بھی دلیل نہیں اللہ پر کیوں وہ کہتے ہو جو نہیں جانتے ○ کہہ دے کہ اللہ پر جھوٹ افترا جو باندھتے ہیں وہ چھٹکارے سے محروم رہ جاتے ہیں ○ دنیا میں تو یونہی سا فائدہ اور بات ہے پھر ان سب کا لوٹنا تو ہماری طرف ہی ہے پھر تو ہم بھی انہیں ان کے کفر کے بدلے سخت عذاب چکھائیں گے ○

اللہ کی اولاد کا عقیدہ رکھنے والوں کا بطلان: جو لوگ اللہ کی اولاد مانتے تھے ان کے عقیدے کا بطلان بیان ہو رہا ہے کہ اللہ اس سے پاک ہے وہ سب سے بے نیاز ہے سب اس کے محتاج ہیں زمین و آسمان کی ساری مخلوق اس کی ملکیت ہے اس کی غلام ہے پھر ان میں سے کوئی اس کی اولاد کیسے ہو جائے؟ تمہارے اس جھوٹ اور بہتان کی خود تمہارے پاس بھی کوئی دلیل نہیں۔ تم تو اللہ پر بھی اپنی جہالت سے باتیں بنانے لگے۔ تمہارے اس کلمے سے تو ممکن ہے کہ آسمان پھٹ جائیں زمین شق ہو جائے پہاڑ ٹوٹ جائیں کہ تم اللہ رحمان کی اولاد ثابت کرنے بیٹھے ہو؟ بھلا اس کی اولاد کیسے ہوگی؟ اسے تو یہ لائق نہیں زمین آسمان کی ہر چیز اس کی غلامی میں حاضر ہونے والی ہے۔ سب اس کے شمار میں ہیں۔ سب کی گنتی اس کے پاس ہے۔ ہر ایک تنہا تنہا اس کے سامنے پیش ہونے والا ہے۔ یہ افترا پرداز گروہ ہر کامیابی سے محروم ہے۔ دنیا میں انہیں کچھ مل جائے تو وہ عذاب کا پیش خیمہ اور سزاؤں کی زیادتی کا باعث ہے۔ آخر ایک وقت آئے گا جب عذاب میں گرفتار ہو جائیں گے۔ سب کا لوٹنا اور سب کا اصلی ٹھکانا تو ہمارے ہاں ہے۔ یہ کہتے تھے اللہ کا بیٹا ہے۔ ان کے اس کفر کا ہم اس وقت ان کو بدلہ چکھائیں گے جو نہایت سخت اور بہت بدترین ہوگا۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ ۘ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۷۱﴾ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾

انہیں نوح کا احوال بھی سنا‘ جب کہ اس نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! اگر تم پر میرا رہنا سہنا اور اللہ کی باتوں سے نصیحت کرنا گراں گزرتا ہو تو سنو میرا بھروسہ تو اللہ کی ذات پر ہے‘ تم سب مل کر اپنے شریکوں کو بھی لے کر اپنا مضبوط ارادہ مقرر کر لو دیکھو تمہارے کام میں کوئی کسر باقی نہ رہ جائے پھر میرے ساتھ جو کرنا ہے کر گزرو اور مجھے مطلقاً مہلت نہ دو○ اگر تم نے منہ پھیر لیا تو میں کسی بدلے کا تو تم سے خواہاں نہیں ہوں‘ میرا اجر تو میرے اللہ پر ہے مجھے یہی فرمایا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں رہوں○ لیکن پھر بھی انہوں نے اسے جھٹلایا آخر ہم نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو کشتی میں بٹھا کر نجات دیدی اور ہم نے انہیں جانشین کر دیا اور ان سب کو ڈبو دیا جو ہماری آیتوں کو جھٹلا رہے تھے‘ تو آپ دیکھ لیں کہ جنہیں ڈرایا گیا تھا ان کا انجام کیسا کچھ ہوا○

نوح علیہ السلام کا تذکرہ: اے رسول ﷺ تو انہیں حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ کی خبر دے کہ ان کا اور ان کی قوم کا کیا حشر ہوا؟ جس طرح کفار مکہ تجھے جھٹلاتے اور ستاتے ہیں‘ قوم نوح علیہ السلام نے بھی یہی وطیرہ اختیار کر رکھا تھا۔ بالآخر سب کے سب غرق کر دیئے گئے‘ سارے کافر دریا برد ہو گئے۔ پس انہیں بھی خبردار رہنا چاہئے اور میری پکڑ سے بے خوف نہ ہونا چاہئے اس کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ایک مرتبہ ان سے صاف فرما دیا کہ اگر تم پر یہ گراں گزرتا ہے کہ میں تم میں رہتا ہوں اور تمہیں اللہ کی باتیں سنا رہا ہوں‘ تم اس سے چڑتے ہو اور مجھے نقصان پہنچانے کے درپے ہو تو سنو میں صاف کہتا ہوں کہ میں تم سے نڈر ہوں۔ مجھے تمہاری کوئی پرواہ نہیں۔ میں تمہیں کوئی چیز نہیں سمجھتا۔ میں تم سے مطلقاً نہیں ڈرتا۔ تم سے جو ہو سکے کر لو‘ میرا جو بگاڑ سکو بگاڑ لو۔ تم اپنے ساتھ اپنے شریکوں اور اپنے جھوٹے معبودوں کو بھی بلا لو اور مل جل کر مشورے کر کے بات کھول کر پوری قوت کے ساتھ مجھ پر حملہ کرو‘ تمہیں قسم ہے جو میرا بگاڑ سکتے ہو اس میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھو‘ مجھے بالکل مہلت نہ دو‘ اچانک گھیر لو‘ میں بالکل بے خوف ہوں‘ اس لئے کہ تمہاری روش کو میں باطل جانتا ہوں۔ میں حق پر ہوں‘ حق کا ساتھی اللہ ہوتا ہے‘ میرا بھروسہ اسی کی عظیم الشان ذات پر ہے‘ مجھے اسکی قدرت کی بڑائی معلوم ہے۔ یہی حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اللہ کے سوا جس کی بھی تم پوجا کر رہے ہو۔ میں تم سے اور ان سے بالکل بری ہوں‘ خوب کان کھول کر سن لو اللہ بھی سن رہا ہے‘ تم سب مل کر میرے خلاف کوشش کر لو میں تو تم سے مہلت بھی نہیں مانگتا۔ میرا بھروسہ اپنے اور تمہارے حقیقی مربی پر ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام فرماتے ہیں اگر تم اب بھی مجھے جھٹلاؤ میری اطاعت سے منہ پھیر لو تو میرا اجر ضائع نہیں جائے گا۔ کیونکہ میرا اجر دینے والا میرا مربی ہے‘ مجھے تم سے کچھ نہیں لینا۔ میری خیر خواہی‘ میری تبلیغ کسی معاوضے کی بنا پر نہیں‘ مجھے تو جو اللہ کا حکم ہے میں اس کی بجا آوری میں لگا ہوا ہوں‘ مجھے اس کی طرف سے مسلمان ہونے کا حکم دیا گیا ہے سو الحمدللہ میں مسلمان ہوں۔ اللہ کا پورا فرماں بردار ہوں۔ تمام نبیوں کا دین اول سے آخر تک صرف اسلام ہی رہا ہے۔ گو احکام میں قدرے اختلاف رہا ہو۔ جیسے فرمان ہے ہر ایک کے لئے راہ اور طریقہ ہے۔ دیکھئے یہ نوح علیہ السلام جو اپنے آپ کو مسلم بتاتے ہیں۔ یہ ہیں ابراہیم علیہ السلام جو اپنے آپ کو مسلم بتاتے ہیں۔ اللہ ان سے فرماتا ہے اسلام لا۔ وہ جواب دیتے ہیں رب العالمین کے لئے میں اسلام لایا۔ اسی کی وصیت آپ اور حضرت یعقوب علیہ السلام اپنی اولاد کو کرتے ہیں کہ اے میرے بیٹو! اللہ نے تمہارے لئے اسی دین کو پسند فرما لیا ہے۔ خبردار

یادرکھنا! مسلم ہونے کی حالت میں ہی موت آئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام اپنی دعا میں فرماتے ہیں اللہ مجھے اسلام کی حالت میں موت دینا موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے فرماتے ہیں کہ اگر تم مسلمان ہوتو اللہ پر توکل کرو۔ آپ کے ہاتھ پر ایمان قبول کرنے والے جادوگر اللہ سے دعا کرتے ہوئے کہتے ہیں تو ہمیں مسلمان اٹھانا۔ بلقیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاتھ پر مسلمان ہوتی ہوں۔ قرآن فرماتا ہے کہ تورات کے مطابق وہ انبیاء حکم فرماتے ہیں جو مسلمان ہیں۔ حواری حضرت عیسی علیہ السلام سے کہتے ہیں آپ گواہ رہیئے ہم مسلمان ہیں۔ خاتم الرسل سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے شروع کی دعا کے آخر میں فرماتے ہیں۔ میں اول مسلمان ہوں یعنی اس امت میں۔ [۱] ایک حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہم انبیاء ایسے ہیں جیسے ایک باپ کی اولاد دین ایک اور بعض بعض احکام جداگانہ۔ [۲] پس توحید میں سب یکساں ہیں گو فروعی احکام میں علیحدگی ہو۔ جیسے دو بھائی جن کا باپ ایک ہو مائیں جدا جدا ہوں۔ پھر فرماتا ہے قوم نوح نے نوح نبی علیہ السلام کو نہ مانا بلکہ انہیں جھوٹا کہا آخر ہم نے انہیں غرق کردیا۔ نوح نبی علیہ السلام کو مع ایمانداروں کے اس بدترین عذاب سے ہم نے صاف بچالیا۔ کشتی میں سوار کر کے انہیں طوفان سے محفوظ رکھ لیا۔ وہ ہی وہ زمین پر باقی رہے پس ہماری اس قدرت کو دیکھ لے کہ کس طرح ظالموں کا نام ونشان مٹادیا اور کس طرح مومنوں کو بچالیا۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ۝۷۴

نوح کے بعد بھی ہم نے پیغمبروں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا وہ ان کے پاس دلیلیں لے کر پہنچے مگر جس چیز کو وہ پہلے سے جھٹلا چکے تھے اس پر ایمان لانے کے لئے وہ تیار نہ ہوئے حد سے نکل جانے والوں کے دلوں پر ہم اسی طرح مہر لگا دیتے ہیں ○

پیغمبروں کا سلسلہ: حضرت نوح علیہ السلام کے بعد بھی رسولوں کا سلسلہ جاری رہا ہر رسول اپنی قوم کی طرف اللہ کا پیغام اور اپنی سچائی کی دلیلیں لے کر آتا رہا۔ لیکن عموماً ان سب کے ساتھ بھی لوگوں کی وہی پرانی روش رہی۔ یعنی ان کی سچائی کو تسلیم نہ کیا جیسے آیت ﴿وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ﴾ [۳] الخ میں ہے۔ پس ان کی حد سے بڑھ جانے کی وجہ سے جس طرح ان کے دلوں پر مہر لگ گئی۔ اسی طرح ان جیسے تمام لوگوں کے دل مہر زدہ ہو جاتے ہیں اور عذاب دیکھ لینے سے پہلے انہیں ایمان نصیب نہیں ہوتا۔ یعنی نبیوں اور ان کے تابعداروں کو بچالینا اور مخالفین کو ہلاک کرنا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد سے برابر یہی ہوتا رہا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے میں بھی انسان زمین پر آباد تھے۔ جب ان میں بت پرستی شروع ہوگئی تو اللہ تعالیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام کو ان میں بھیجا۔ یہی وجہ ہے کہ جب قیامت کے دن

---

[۱] [صحیح صحیح مسلم : کتاب صلاۃ المسافرین : باب صلاۃ النبی ودعائه (۷۷۱)]

[۲] [صحیح صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء : باب قول اللہ تعالی واذکر فی الکتاب مریم (۳۴۴۳) صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب فضائل عیسی (۲۳۶۵)]

[۳] [سورۃ الانعام: آیت ۱۱۰]

لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس سفارش کی درخواست لے کر جائیں گے تو کہیں گے کہ آپ پہلے رسول ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف مبعوث فرمایا۔ [1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان دس زمانے گزرے اور وہ سب اسلام میں ہی گزرے اسی لئے فرمانِ اللہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد کے آنے والے کو ہم نے ان کی بدکرداریوں کے باعث ہلاک کر دیا۔ مقصود یہ کہ ان باتوں کو سن کر مشرکین عرب ہوشیار ہو جائیں کیونکہ وہ سب سے افضل و اعلیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلا رہے ہیں۔ پس جب کہ ان سے کم مرتبہ نبیوں اور رسولوں کے جھٹلانے پر ایسے دہشت افزا عذاب سابقہ لوگوں پر نازل ہو چکے ہیں تو اس سید المرسلین امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے جھٹلانے پر ان سے بھی بدترین عذاب ان پر نازل ہوں گے۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ىِٕهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ۝ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ۭ اَسِحْرٌ هٰذَا ۭ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ۝ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَاۗءُ فِي الْاَرْضِ ۭ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ۝

ان کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرعون اور اس کی قوم کی طرف اپنی نشانیاں دے کر بھیجا پس انہوں نے تکبر کیا وہ سب تھے ہی گنہگار لوگ ○ ان کے پاس جب ہماری طرف سے حق آ پہنچا تو کہنے لگے کہ یہ تو صریح جادو ہے ○ موسیٰ نے کہا اس سچی بات کو جب کہ وہ تمہارے پاس آ چکی تم یوں کہہ رہے ہو۔ کیا یہ جادو ہے؟ سنو جادوگر کامیاب نہیں ہوتے ○ وہ کہنے لگے کہ کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہمیں اس دین سے پھیر دے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے؟ اور تم دونوں کی ہی سرداری اس ملک میں ہو جائے؟ ہم تو تمہاری مان کر دینے کے نہیں ○

ان نبیوں کے بعد ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو فرعون اور اس کی قوم کے پاس بھیجا۔ اپنی دلیلیں اور حجتیں عطا فرما کر بھیجا۔ لیکن آل فرعون نے بھی اتباع حق سے تکبر کیا اور تھے بھی پکے مجرم اور قسمیں کھا کر کہا کہ یہ تو صریح جادو ہے۔ حالانکہ دل قائل تھے کہ یہ حق ہے لیکن صرف اپنی بڑھی چڑھی خود داری اور ظلم کی عادت سے مجبور تھے۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام نے سمجھایا کہ اللہ کے سچے دین کو جادو کہہ کر کیوں اپنی ہلاکت کو بلا رہے ہو؟ کہیں جادوگر بھی کامیاب ہوتے ہیں؟ ان پر اس نصیحت نے بھی الٹا اثر کیا اور دو اعتراض اور جڑ دیئے کہ تم تو ہمیں اپنے باپ دادا کی روش سے ہٹا رہے ہو۔ اور اس سے نیت تمہاری یہی ہے کہ اس ملک کے مالک بن جاؤ۔ سو بکتے رہو ہم تو تمہارے ماننے کے نہیں۔ اس قصے کو قرآن کریم میں بار بار دہرایا گیا ہے اس لئے کہ یہ عجیب و غریب قصہ ہے۔ فرعون موسیٰ سے بہت ڈرتا بچتا رہا۔

---

[1] [صحیح صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء : باب قول الله عزوجل : ولقد ارسلنا نوحا الی قومه (۳۳۴۰) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب ادنی اهل الجنة منزلة فيها (۱۹۴)]

لیکن قدرت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے نبی کو اسی کے ہاں پلوایا اور شاہزادوں کی طرح عزت کے گہوارے میں جھلایا۔ جب جوانی کی عمر کو پہنچے تو ایک ایسا سبب کھڑا کر دیا کہ یہاں سے آپ چلے گئے۔ پھر جناب باری نے ان سے خود کلام کیا۔ نبوت و رسالت دی اور اسی کے ہاں پھر بھیجا۔ فقط ایک ہارون علیہ السلام کو ساتھ لے کر آپ نے یہاں آ کے اس عظیم الشان سلطان کے رعب و دبدبے کی کوئی پرواہ نہ کر کے اسے دین حق کی دعوت دی۔ اس سرکش نے اس پر بہت برا منایا اور کمینہ پن پر اتر آیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے دونوں رسولوں کی خود ہی حفاظت کی وہ معجزات اپنے نبی علیہ السلام کے ہاتھوں ظاہر کئے کہ ان کے دل ان کی نبوت مان گئے۔ لیکن تاہم ان کا نفس ایمان پر آمادہ نہ ہوا اور یہ اپنے کفر سے ذرا بھی ادھر ادھر نہ ہوئے۔ آخر اللہ کا عذاب آ ہی گیا۔ اور ان کی جڑیں کاٹ دی گئیں۔ فالحمد للہ۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُونِي بِكُلِّ سَاحِرٍ عَلِيمٍ ﴿٧٩﴾ فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُوسَىٰ أَلْقُوا مَا أَنْتُمْ مُلْقُونَ ﴿٨٠﴾ فَلَمَّا أَلْقَوْا قَالَ مُوسَىٰ مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ ۖ إِنَّ اللَّهَ سَيُبْطِلُهُ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ ﴿٨١﴾ وَيُحِقُّ اللَّهُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ﴿٨٢﴾

فرعون کہنے لگا کہ میرے پاس ہر ایک دانا جادوگر کو لے آؤ ○ جب جادوگر جمع ہو گئے تو موسیٰ نے کہا کہ تمہیں جو کچھ ڈالنا ہے ڈال دو ○ جب انہوں نے ڈال دیا تو موسیٰ نے کہا یہ جو کچھ تم لائے ہو یہ تو جادو ہے' اسے تو اللہ تعالیٰ ابھی درہم برہم کر دے گا ایسے مفسدوں کا کام اللہ تعالیٰ سنوارتا نہیں ○ وہ تو حق کو اپنے فرمان سے ثابت کر دکھائے گا گو گنہگار اسے ناپسند کرتے ہیں ○

موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے جادوگر: سورۂ اعراف' سورۂ طٰہٰ' سورۂ شعراء اور اس سورت میں بھی فرعونی جادوگروں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ بیان فرمایا گیا ہے۔ ہم نے اس پورے واقعہ کی تفصیل سورۂ اعراف کی تفسیر میں لکھ دی ہے۔ فرعون نے جادوگروں اور شعبدہ بازوں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی۔ اس کے لئے انتظامات کئے۔ قدرت نے بھرے میدان میں اسے شکست فاش دی اور خود جادوگر حق کو مان گئے وہ سجدے میں گر کر اللہ اور اس کے دونوں نبیوں پر وہیں ایمان لائے اور اپنے ایمان کا غیر مشتبہ الفاظ میں سب کے سامنے فرعون کی موجودگی میں اعلان کر دیا۔ اس وقت فرعون کا منہ کالا ہو گیا اور اللہ کے دین کا بول بالا ہوا۔ اس نے اپنی سپاہ اور جادوگروں کے جمع کرنے کا حکم دیا۔ یہ آئے' صفیں باندھ کر کھڑے ہوئے' فرعون نے ان کی کمر ٹھونکی انعام کے وعدے دیئے' انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کر بولو اب ہم پہلے اپنا کرتب دکھائیں یا تو پہل کرتے ہو۔ آپ نے اسی بات کو بہتر سمجھا کہ ان کے دل کی بھڑاس پہلے نکل جائے۔ لوگ ان کے تماشے اور باطل کے ہتھکنڈے پہلے دیکھ لیں۔ پھر حق آئے اور باطل کا صفایا کر جائے' یہ اچھا اثر ڈالے گا' اس لئے آپ نے انہیں فرمایا کہ تمہیں جو کرنا ہے شروع کر دو۔ انہوں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر کے انہیں ہیبت زدہ کرنے کا زبردست مظاہرہ کیا جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں بھی خطرہ پیدا ہو گیا۔ فوراً اللہ کی طرف سے وحی اتری کہ خبردار ڈرنا

مت۔ اپنے دائیں ہاتھ کی لکڑی زمین پر ڈال دے وہ ان کے سوڈھکو سلے صاف کر دے گی۔ یہ جادو کے مکر کی صفت ہے۔ اس میں اصلیت کہاں انہیں اوج و فلاح کیسے نصیب ہو؟ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام سنبھل گئے اور زور دے کر پیشگوئی کی کہ تم تو یہ سب جادو کے کھلونے بنا لائے ہو دیکھنا اللہ تعالیٰ انہیں ابھی درہم برہم کر دے گا۔ تم فسادیوں کے اعمال دیرپا ہو ہی نہیں سکتے۔ حضرت لیث بن ابی سلیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ان آیتوں میں اللہ کے حکم سے جادو کی شفا ہے۔ ایک برتن میں پانی لے کر اس پر یہ آیتیں پڑھ کر دم کر دیا جائے اور جس پر جادو کر دیا گیا ہو اس کے سر پر وہ پانی بہا دیا جائے ﴿فَلَمَّا أَلْقَوْا﴾ سے ﴿كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ﴾ [1] تک کی یہ آیتیں اور آیت ﴿فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ [2] سے چار آیتوں تک اور آیت ﴿إِنَّمَا صَنَعُوا كَيْدُ سَاحِرٍ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَى﴾ [3] (ابن ابی حاتم)

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ىِٕهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ۭ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ۝۸۳

پس فرعون کی قوم کی کچھ اولاد کے سوا موسیٰ پر کوئی بھی ایمان نہ لایا فرعون اور اپنی قوم کے ڈر کی وجہ سے کہ کہیں وہ انہیں تکلیف نہ پہنچائے، اس ملک میں فرعون تھا بھی سرکش، اور تھا بھی وہ انصاف کی حد سے گزر جانے والوں میں ○

معجزے دیکھنے کے بعد بھی بہت کم فرعونی ایمان لائے: ان زبردست روشن دلیلوں کے اور معجزوں کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بہت کم فرعونی ایمان لا سکے۔ کیونکہ ان کے دل میں فرعون کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ یہ خبیث رعب دبدبے والا بھی تھا اور ترقی پر بھی تھا۔ حق ظاہر ہو گیا تھا لیکن کسی کو اس کی مخالفت کی جرأت نہیں تھی۔ ہر ایک کو خوف تھا کہ اگر آج میں ایمان لے آیا تو کل اس کی سخت سزاؤں سے مجبور ہو کر دین حق چھوڑنا پڑے گا۔ پس بہت کم ایسے جانباز موحد نکلے جنہوں نے اس کی سلطنت اور سزا کی کوئی پرواہ نہ کی اور حق کے سامنے سر جھکا دیا۔ ان میں خصوصیت سے قابل ذکر فرعون کی بیوی تھی اس کی آل کا ایک اور شخص تھا ایک جو فرعون کا خزانچی تھا۔ اس کی بیوی تھی وغیرہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بنی اسرائیل کی تھوڑی سی تعداد کا ایمان لانا ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ ذریت سے مراد قلیل ہے یعنی بہت کم لوگ۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اولاد بھی مراد ہے۔ یعنی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی بن کر آئے اس وقت جو لوگ تھے ان کی موت کے بعد ان کی اولاد میں سے کچھ لوگ ایمان لائے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ تو قول مجاہد رحمہ اللہ کو پسند فرماتے ہیں کہ ((قَوْمِهٖ)) میں ضمیر کا مرجع حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں کیونکہ یہی نام اس سے قریب ہے۔ لیکن یہ محل نظر ہے کیونکہ ذریت کے لفظ کا تقاضا جوان اور کم عمر لوگ ہیں اور بنو اسرائیل تو سب کے سب مومن تھے جیسا کہ مشہور ہے یہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آنے کی خوشیاں منا رہے تھے ان کی کتابوں میں تو موجود تھا کہ اس طرح اللہ کے نبی علیہ السلام آئیں گے اور ان کے ہاتھوں

---

[1] [یونس: ۸۱، ۸۲] [2] [الاعراف: ۱۱۸] [3] [طٰہ: ۶۷، ۶۹]

انہیں فرعون کی غلامی کی ذلت سے نجات ملے گی ان کی کتابوں کی یہی بات تو فرعون کے ہوش وحواس گم کئے ہوئی تھی جس کی وجہ سے اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دشمنی پر کمر کس لی تھی اور آپ کی نبوت کے ظاہر ہونے سے پہلے اور آپ کے آنے سے پہلے اور آپ کے آ جانے کے بعد ہم تو اس کے ہاتھوں بہت ہی تنگ کئے گئے ہیں۔ آپ نے انہیں تسلی دی کہ جلدی نہ کرو۔ اللہ تمہارے دشمن کا ناس کرے گا، تمہیں ملک کا مالک بنائے گا پھر دیکھے گا کہ تم کیا کرتے ہو؟ پس یہ تو سمجھ میں نہیں آتا کہ اس آیت سے مراد قوم موسیٰ کی نئی نسل ہو۔ اور یہ کہ بنو اسرائیل میں سے سوائے قارون کے اور کوئی دین کا چھوڑنے والا ایسا نہ تھا جس کے فتنے میں پڑ جانے کا خوف ہو۔ قارون قوم موسیٰ میں سے تھا لیکن وہ باغی تھا فرعون کا دوست تھا۔ اس کے حاشیہ نشینوں میں تھا، اس سے گہرے تعلق رکھتا تھا۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ ((مَلَا۟ئِهِمْ)) میں ضمیر فرعون کی طرف عائد ہے اور بطور اس کی تابعداری کرنے والوں کی زیادتی کے ضمیر جمع کی لائی گئی ہے۔ یا یہ کہ فرعون سے پہلے الفاظ ((ال)) جو مضاف تھا محذوف کر دیا گیا ہے۔ اور مضاف الیہ اس کے قائم مقام رکھ دیا ہے انکا قول بھی بہت دور کا ہے۔ گو امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بعض نحویوں سے بھی ان دونوں اقوال کی حکایت کی ہے اور اس سے اگلی آیت جو آ رہی ہے وہ بھی دلالت کرتی ہے کہ بنی اسرائیل سب مومن تھے۔

وَقَالَ مُوسَىٰ يَا قَوْمِ إِن كُنتُمْ آمَنتُم بِاللَّهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوا إِن كُنتُم مُّسْلِمِينَ ﴿٨٤﴾ فَقَالُوا عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٨٥﴾ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿٨٦﴾

موسیٰ نے کہا میری قوم کے لوگو اگر تمہارا اللہ پر ایمان ہے اور تم سچے حکم بردار ہو تو تم اسی پر پورا بھروسہ بھی کرو○ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارا بھروسہ اللہ ہی پر ہے، اے ہمارے پروردگار تو ہمیں ظالم لوگوں کے لئے فتنہ نہ بنا○ اور ہمیں اپنی رحمت سے اس کافر قوم سے نجات عطا فرما○

اہل ایمان کو چاہیے کہ اللہ پر پورا بھروسہ رکھیں: حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم بنی اسرائیل سے فرماتے ہیں کہ اگر تم مومن مسلمان ہو تو اللہ پر بھروسہ رکھو۔ جو اس پر بھروسہ کرے وہ اسے کافی ہے عبادت و توکل دونوں ہم پلہ چیزیں ہیں۔ فرمان رب ہے ﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ [1] اسی کی عبادت کر اور اسی پر بھروسہ رکھ۔ ایک اور آیت میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتا ہے۔ کہہ دے کہ رب رحمان پر ہم ایمان لائے اور اسی کی ذات پاک پر ہم نے توکل کیا۔ [2] فرماتا ہے مشرق و مغرب کا رب جو عبادت کے لائق معبود ہے، جس کے سوا پرستش کے لائق اور کوئی نہیں۔ تو اسی کو اپنا وکیل و کارساز بنا لے۔ [3] تمام ایمانداروں کو جو سورت پانچوں نمازوں میں تلاوت کرنے کا حکم ہوا اس میں بھی ان کی زبانی اقرار کرایا گیا کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد طلب کرتے ہیں۔ [4] بنو اسرائیل نے اپنے نبی علیہ السلام کا یہ حکم سن کر اطاعت کی اور جواباً عرض کیا کہ "ہمارا بھروسہ اپنے رب پر ہی ہے۔ پروردگار تو ہمیں ظالموں

[1] [سورة هود: آيت ١٢٣]
[2] [سورة الملك: آيت ٢٩]
[3] [سورة مزمل: آيت ٩]
[4] [سورة فاتحه: آيت ٥]

کے لئے فتنہ نہ بنا کہ وہ ہم پر غالب رہ کر یہ سمجھنے لگیں کہ اگر یہ حق پر ہوتے اور ہم باطل پر ہوتے تو ہم ان پر غالب کیسے رہ سکتے ؟ ۔" یہ مطلب بھی اس دعا کا بیان کیا گیا ہے کہ "اللہ ہم پر ان کے ہاتھوں عذاب مسلط نہ کرانا" نہ اپنے پاس سے کوئی عذاب ہم پر نازل فرما کہ یہ لوگ کہنے لگیں کہ اگر بنی اسرائیل حق پر ہوتے تو ہماری سزائیں کیوں بھگتتے یا اللہ کے عذاب ان پر کیوں اترتے ؟ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر یہ ہم پر غالب رہے تو ایسا نہ ہو کہ یہ کہیں ہمارے سچے دین سے ہمیں ہٹانے کے لئے کوششیں کریں۔ اور اے پروردگار ان کافروں سے جنہوں نے حق سے انکار کر دیا ہے، حق کو چھپا لیا ہے تو ہمیں نجات دے، ہم تجھ پر ایمان لائے ہیں اور ہمارا بھروسہ صرف تیری ذات پاک پر ہے۔

وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨٧﴾

ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کو وحی کی کہ اپنی قوم کے لئے مصر کے گھروں میں جگہ کر و اور اپنے گھر قبلہ بنا لو اور نماز کو قائم رکھو، اور تو ایمانداروں کو بشارت سنا دے ○

بنی اسرائیل کی فرعون سے نجات: بنی اسرائیل کا فرعون اور فرعون کی قوم سے نجات پانا، اس کی کیفیت بیان ہو رہی ہے دونوں نبیوں کو اللہ کی وحی ہوئی کہ "اپنی قوم کے لئے مصر میں گھر بنا لو۔ اور اپنے گھروں کو مسجدیں مقرر کر لو۔ اور خوف کے وقت گھروں میں ہی نماز ادا کر لیا کرو"۔ چنانچہ فرعون کی سختی بہت بڑھ گئی تھی۔ اس لئے انہیں کثرت سے نماز ادا کرنے کا حکم ہوا۔ یہی حکم اس امت کو ہے کہ ایمان دار وصبر اور نماز سے مدد چاہو۔ [1] حضور ﷺ کی عادت مبارک بھی یہی تھی کہ جب کوئی گھبراہٹ ہوتی فوراً نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ [2] یہاں بھی حکم ہوتا ہے کہ اپنے گھروں کو قبلہ بنا لو۔ اے نبی ﷺ! ان مومنوں کو تم بشارت دو انہیں دار آخرت میں ثواب ملے گا اور دنیا میں ان کی تائید و نصرت ہوگی۔ اسرائیلیوں نے اپنے نبی علیہ السلام سے کہا تھا کہ فرعونیوں کے سامنے ہم اپنی نماز اعلان سے نہیں پڑھ سکتے تو اللہ نے انہیں حکم دیا کہ اپنے گھر قبلہ رو ہو کر وہیں نماز ادا کر سکتے ہو اپنے گھر آمنے سامنے بنانے کا حکم ہو گیا۔

وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓي اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿٨٨﴾ قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰۗنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٨٩﴾

---

[1] [سورة البقرة: آیت ۱۵۳]

[2] [حسن: ابو داؤد: كتاب التطوع : باب وقت قيام النبى (۱۳۱۹)] شیخ البانیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح الجامع الصغير (۴۷۰۳) صحيح ابوداود]

موسیٰ نے دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار تو نے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی کی آرائش اور مال دے رکھا ہے۔ اے ہمارے رب یہ اس لئے کہ وہ تیری راہ سے بہکاتے پھریں، اے ہمارے پروردگار تو ان کے مال کو نیست و نابود کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے کہ وہ جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں ایمان نہ لائیں ○ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی اب تم استقلال رکھو اور بے علموں کی راہ کے پیچھے ہرگز نہ لگو ○

جب ظلم حد سے بڑھا تو موسیٰ علیہ السلام کی بد دعا: جب فرعون اور فرعونیوں کا تکبر، تجبّر، تعصب بڑھتا ہی گیا۔ ظلم و ستم بے رحمی اور جفا کاری انتہا کو پہنچ گئی تو اللہ کے صابر نبیوں نے ان کے لئے بد دعا کی کہ یا اللہ! تو نے انہیں دنیا کی زینت و مال خوب خوب دیا اور تو بخوبی جانتا ہے کہ وہ تیرے حکم کے مطابق مال خرچ نہیں کرتے۔ یہ صرف تیری طرف سے انہیں ڈھیل اور مہلت ہے۔ یہ مطلب تو ہے جب ﴿لِيَضِلُّوْا﴾ پڑھا جائے جو ایک قرأت ہے اور جب ﴿لِيُضِلُّوْا﴾ پڑھیں تو مطلب یہ ہے کہ یہ اس لئے کہ وہ اوروں کو گمراہ کریں جن کی گمراہی تیری چاہت میں ہے ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوگا کہ یہی لوگ اللہ کے محبوب ہیں ورنہ اتنی دولت مندی اور اس قدر عیش عشرت انہیں کیوں نصیب ہوتا؟ اب ہماری دعا ہے کہ ان کے یہ مال تو غارت اور تباہ کر دے۔ چنانچہ ان کے تمام مال اسی طرح پتھر بن گئے۔ سونا چاندی ہی نہیں بلکہ کھیتیاں تک پتھر کی ہو گئیں۔ حضرت محمد بن کعب اس سورۂ یونس کی تلاوت امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے سامنے کر رہے تھے جب اس آیت تک پہنچے تو خلیفۃ المسلمین نے سوال کیا کہ یہ طمس کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا ان کے مال پتھر بنا دیئے گئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا صندوقچہ منگوا کر اس میں سے سفید چنا نکال کر دکھایا جو پتھر بن گیا تھا۔ [1] اور دعا کی کہ پروردگار ان کے دل سخت کر دے اور ان پر مہر لگا دے کہ انہیں عذاب دیکھنے تک ایمان لانا نصیب نہ ہو۔ یہ بد دعا صرف دینی حمیت اور دینی دل سوزی کی وجہ سے تھی یہ غصہ اللہ اور اس کے دین کی خاطر تھا۔ جب دیکھ لیا اور مایوسی کی حد آ گئی حضرت نوح علیہ السلام کی دعا ہے کہ الٰہی زمین پر کسی کافر کو زندہ نہ چھوڑ ورنہ اوروں کو بھی بہکائیں گے اور جو نسل ان کی ہوگی وہ بھی انہی جیسی بے ایمان بدکار ہوگی۔ [2] جناب باری نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام دونوں بھائیوں کی یہ دعا قبول فرمائی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے جاتے تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہتے جاتے تھے۔ اسی وقت وحی آئی کہ تمہاری یہ دعا مقبول ہو گئی" سے دلیل پکڑی گئی ہے کہ آمین کا کہنا بمنزلہ دعا کرنے کے ہے کیونکہ دعا کرنے والے صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے آمین کہنے والے حضرت ہارون علیہ السلام تھے لیکن اللہ نے دعا کی نسبت دونوں کی طرف کی پس مقتدی کے آمین کہہ لینے سے گویا فاتحہ کا پڑھ لینے والا ہے۔ پس اب تم دونوں بھائی میرے حکم پر مضبوطی سے جم جاؤ۔ جو میں کہوں بجا لاؤ۔ اس دعا کے بعد فرعون چالیس ماہ زندہ رہا کوئی کہتا ہے چالیس دن۔

---

[1] [**ضعیف** : اخرجه ابن المنذر و ابو الشيخ كما في الدر المنثور للسيوطي (٥٦٦/٣)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند ابو معشر کی وجہ سے ضعیف ہے۔]

[2] [سورة نوح: آيت ٢٧]

وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝۹۰ آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝۹۱ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ۝۹۲ ع

ہم نے بنی اسرائیل کو دریا پار کر دیا فرعون اپنے لشکروں سمیت ظلم وزیادتی سے ان کے پیچھے لگ گیا تھا۔ یہاں تک کہ جب اسے ڈوبنے کی مصیبت نے آ دبوچا تو کہنے لگا کہ میں ایمان لاتا ہوں کہ کوئی بھی لائق عبادت نہیں بجز اس اللہ کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں مسلمانوں میں شامل ہوتا ہوں ○ کیا اب؟ حالانکہ تو اس سے پہلے خوب نافرمانیاں کر چکا ہے اور مفسدوں میں رہ چکا ہے ○ اچھا آج ہم تیرے جسم کو بچالیں گے کہ تو اپنے بعد والوں کے لئے نشان بن جائے' بے شک اکثر لوگ ہماری آیتوں سے البتہ غافل ہیں ○

فرعون اور آل فرعون کی غرقابی: فرعون اور اس کے لشکریوں کے غرق ہونے کا واقعہ بیان ہو رہا ہے۔ بنی اسرائیل جب اپنے نبی کے ساتھ چھ لاکھ کی تعداد میں جو بال بچوں کے علاوہ تھی' مصر سے نکل کھڑے ہوئے اور فرعون کو یہ خبر پہنچی تو اس نے بڑا ہی تاؤ کھایا اور زبردست لشکر جمع کر کے اپنے تمام لوگوں کو لے کر ان کے پیچھے لگا۔ اس نے تمام لاؤ لشکر کو تمام سرداروں' فوجوں' رشتے کنبے کے تمام لوگ اور کل ارکان سلطنت کو اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ اپنے پورے ملک میں کسی صاحب حیثیت شخص کو باقی نہیں چھوڑا تھا۔ بنی اسرائیل جس راہ گئے تھے اسی راہ یہ بھی نہایت تیزی سے جا رہا تھا۔ ٹھیک سورج چڑھے' اس نے انہیں اور انہوں نے اسے دیکھ لیا۔ بنی اسرائیل گھبرا گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے لو اب پکڑ لئے گئے کیونکہ سامنے دریا تھا اور پیچھے لشکر فرعون' نہ آگے بڑھ سکتے تھے' نہ پیچھے ہٹ سکتے تھے۔ آگے بڑھتے تو ڈوبتے پیچھے ہٹتے تو قتل ہوتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں تسکین دی اور فرمایا میں اللہ کے بتائے ہوئے راستے سے تمہیں لئے جا رہا ہوں۔ میرا رب میرے ساتھ ہے۔ وہ مجھے کوئی نہ کوئی نجات کی راہ بتلا دے گا۔ تم بے فکر رہو۔ وہ سختی کو آسانی سے' تنگی کو فراخی سے بدلنے پر قادر ہے۔ اسی وقت وحی آئی کہ اپنی لکڑی دریا پر مار دے۔ آپ نے یہی کیا۔ اس وقت پانی پھٹ گیا' راستے دے دیئے اور پہاڑ کی طرح پانی کھڑا ہو گیا۔ ان کے بارہ قبیلے تھے۔ بارہ راستے دریا میں بن گئے۔ تیز اور سوکھی ہوائیں چل پڑیں جس نے راستے خشک کر دیئے۔ اب نہ تو فرعونیوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہونے کا کھٹکا رہا' نہ پانی میں ڈوب جانے کا۔ ساتھ ہی قدرت نے پانی کی دیواروں میں طاق اور سوراخ بنا دیئے کہ ہر قبیلہ دوسرے قبیلہ کو بھی دیکھ سکے۔ تاکہ دل میں خدشہ بھی نہ رہے کہ کہیں وہ ڈوب نہ گیا ہو۔ بنو اسرائیل ان راستوں میں جانے لگے اور دریا پار اتر گئے۔ انہیں پار ہوتے ہوئے فرعونی دیکھ رہے تھے۔ جب یہ سب کے سب اس کنارے پہنچ گئے اب لشکر فرعون بڑھا اور سب کے سب

دریا میں اتر گئے۔ ان کی تعداد کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ان کے پاس ایک لاکھ گھوڑے تو صرف سیاہ رنگ کے تھے۔ جو باقی رنگ کے تھے ان کی تعداد کا خیال کر لیجئے۔ فرعون بڑا کائیاں تھا۔ دل سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت جانتا تھا۔ اسے یہ رنگ دیکھ کر یقین ہو چکا تھا کہ یہ بھی بنی اسرائیل کی غیبی تائید ہوئی وہ چاہتا تھا کہ یہاں سے واپس لوٹ جائے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول ہو چکی تھی۔ قدرت کا قلم چل چکا تھا۔ اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام گھوڑے پر سوار آ گئے۔ ان کے جانور کے پیچھے فرعون کا گھوڑا لگ گا۔ آپ نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ فرعون کا گھوڑا اسے گھسیٹتا ہوا دریا میں اتر گیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو آواز لگائی کہ بنی اسرائیل گزر گئے اور تم یہاں ٹھہر گئے' چلو ان کے پیچھے اپنے گھوڑے بھی میری طرح دریا میں ڈال دو۔ اسی وقت ساتھیوں نے بھی اپنے گھوڑوں کو مہمیز کیا۔ حضرت میکائیل علیہ السلام اس گروہ کے پیچھے تھے تا کہ ان کے جانوروں کو ہنکائیں غرض بغیر ایک کے بھی باقی رہے سب دریا میں اتر گئے۔ جب یہ سب اندر پہنچ گئے اور ان کا سب سے آگے کا حصہ دوسرے کنارے کے قریب پہنچ چکا' اسی وقت جناب باری قادر وقیوم کا دریا کو حکم ہوا کہ اب مل جا اور ان کو ڈبو دے۔ پانی کے پتھر بنے ہوئے پہاڑ فوراً پانی ہو گئے اور اسی وقت یہ سب غوطے کھانے لگے اور فوراً ڈوب گئے۔ ان میں سے ایک بھی باقی نہ بچا۔ پانی کی موجوں نے انہیں اوپر تلے کر کر کے ان کے جوڑ جوڑ الگ الگ کر دیئے فرعون جب موجوں میں پھنس گیا اور سکراتِ موت کا اسے مزہ آنے لگا تو کہنے لگا کہ میں لاشریک رب واحد پر ایمان لاتا ہوں۔ جس پر بنو اسرائیل ایمان لائے ہیں۔ ظاہر ہے کہ عذاب کے دیکھ چکنے کے بعد' عذاب کے آ جانے کے بعد ایمان سود مند نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اس بات کو فرما چکا ہے اور یہ قاعدہ جاری کر چکا ہے۔ اسی لئے فرعون کو جواب ملا کہ اس وقت یہ کہتا ہے حالانکہ اب تک شر و فساد پر تلا رہا۔ پوری عمر اللہ کی نافرنیاں کرتا رہا۔ ملک میں فساد مچاتا رہا۔ خود گمراہ ہو کر اوروں کو بھی راہ حق سے روکتا رہا۔ لوگوں کو جہنم کی طرف بلانے کا امام تھا۔ قیامت کے دن بے یار و مددگار رہے گا۔ فرعون کا اس وقت کا قول اللہ تعالیٰ علام الغیوب نے اپنے علم غیب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس واقعے کی خبر دیتے وقت جبرائیل علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ کاش! آپ اس وقت ہوتے اور دیکھتے کہ میں اس کے منہ میں کیچڑ ٹھونس رہا تھا اس خیال سے کہ کہیں اس کی بات پوری ہونے پر اللہ کی رحمت اس کی دست گیری نہ کر لے۔ [1] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ڈوبتے وقت فرعون نے شہادت کی انگلی! آسمان کی طرف اٹھا کر اپنے ایمان کا اقرار کرنا شروع کیا جس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کے منہ میں مٹی بھرنی شروع کی۔ اس فرعون ملعون کا منہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اس وقت بند کر رہے تھے اور اس کے منہ میں کیچڑ ٹھونس رہے تھے۔ واللہ اعلم۔

---

[1] [صحیح لغیرہ : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورۃ یونس (۳۱۰۷) نسائی فی التفسیر (۲۵۸) صحیح ابن حبان (۶۲۱۵) مسند احمد (۱/۲۴۵) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۸۷۵)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح لغیرہ کہا ہے۔[صحیح ترمذی]

کہتے ہیں بعض بنی اسرائیل کو فرعون کی موت میں شک سا پیدا ہو گیا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا کہ اس کی لاش بلند ٹیلے پر خشکی میں ڈال دے۔ تا کہ یہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اور ان کا معائنہ کر لیں۔ چنانچہ اس کا جسم مع اس کے لباس کے خشکی میں ڈال دیا گیا تا کہ بنی اسرائیل کو معلوم ہو جائے اور ان کے لئے نشانی اور عبرت بن جائے وہ جان لیں کہ غضب الٰہی کو کوئی چیز دفع نہیں کر سکتی۔ باوجود ان کھلے واقعات کے بھی اکثر لوگ ہماری آیتوں سے غفلت برتتے ہیں۔ کچھ نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ ان فرعونیوں کا غرق ہونا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مع مسلمانوں کے نجات پانا عاشورے کے دن ہوا تھا۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینے میں آئے تو یہودیوں کو اس دن کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا۔ وہ کہتے تھے کہ اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون پر غالب آئے تھے۔ آپ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ تم تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہ نسبت ان کے زیادہ حقدار ہو تم بھی اس عاشورے کے دن کا روزہ رکھو۔ (۱)

وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰھُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰی جَآءَھُمُ الْعِلْمُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۳﴾

ہم نے بنی اسرائیل کو بہت اچھا مقام رہنے کو دیا اور ستھری نفیس چیزیں کھانے کو دیں، پس باوجود علم کے آجانے کے انہوں نے آپس میں اختلاف کیا، یقیناً تیرا رب ان میں قیامت کے دن ان تمام امور کا فیصلہ کر دے گا جن میں وہ اختلاف کرتے رہے ○

بنی اسرائیل پر ربانی انعامات: اللہ نے جو نعمتیں بنی اسرائیل پر انعام فرمائیں ان کا ذکر ہو رہا ہے کہ شام اور ملک مصر میں بیت المقدس کے آس پاس انہیں جگہ دی۔ تمام و کمال ملک مصر پر ان کی حکومت ہو گئی۔ فرعون کی ہلاکت کے بعد دولت موسویہ قائم ہو گئی۔ جیسے قرآن میں بیان ہے کہ ہم نے ان کمزور بنی اسرائیلیوں کو مشرق و مغرب کے ملک کا مالک کر دیا۔ برکت والی زمین ان کے قبضے میں دے دی اور ان پر اپنی سچی بات کو کھول دیا ان کے صبر کا پھل انہیں مل گیا۔ فرعون، فرعونی اور ان کی کاریگریاں سب نیست و نابود ہو گئیں۔ اور آیتوں میں ہے کہ ہم نے فرعونیوں کو باغوں سے، چشموں سے، خزانوں سے بہترین مقامات اور مکانات سے نکال باہر کیا۔ اور بنی اسرائیل کے قبضے میں یہ سب کچھ کر دیا۔ اور آیتوں میں ہے ﴿كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ﴾ (۲) الخ، باوجود اس کے خلیل الرحمٰن علیہ السلام کے شہر بیت المقدس کی محبت ان کے دل میں چٹکیاں لیتی رہی۔ وہاں عمالقہ کی قوم کا قبیلہ تھا۔ انہوں نے اپنے پیغمبر علیہ السلام سے درخواست کی، انہیں جہاد کا حکم ہوا یہ نامردی کر گئے، جس کے بدلے انہیں چالیس سال تک

---

(۱) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء: باب قول الله تعالی "وهل اتك حديث موسى" (۳۳۹۷) صحیح مسلم: کتاب الصیام: باب صوم یوم عاشوراء (۱۱۳۰)]

(۲) [سورة الدخان: آیت ۲۵]

میدان تیہ میں سرگرداں پھرنا پڑا۔ وہیں حضرت ہارون علیہ السلام کا انتقال ہوا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا۔ ان کے بعد یہ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے ساتھ نکلے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں پر بیت المقدس کو فتح کیا۔ یہاں بخت نصر کے زمانے تک انہی کا قبضہ رہا پھر کچھ مدت کے بعد دوبارہ انہوں نے اسے لے لیا پھر یونانی بادشاہوں نے وہاں قبضہ کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے تک وہاں یونانیوں کا ہی قبضہ رہا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ضد میں ان ملعون یہودیوں نے شاہ یونان سے ساز باز کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گرفتاری کے احکام انہیں باغی قرار دے کر نکلوا دیئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی کو تو اپنی طرف چڑھا لیا اور آپ کے کسی حواری پر آپ کی شباہت ڈال دی۔ انہوں نے آپ کے دھوکے میں اسے قتل کر دیا اور سولی پر لٹکا دیا۔ یقیناً جناب روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے ہاتھوں قتل نہیں ہوئے۔ انہیں تو اللہ نے اپنی طرف بلند کر لیا۔ اللہ عزیز وحکیم ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تقریباً تین سو سال بعد یعنی قسطنطیس نامی یونانی بادشاہ عیسائی بن گیا۔ وہ بڑا پاجی اور مکار تھا۔ دین عیسوی میں یہ بادشاہ صرف سیاسی منصوبوں کے پورا کرنے اور اپنی سلطنت کو مضبوط کرنے اور دین نصاریٰ کو بدل ڈالنے کے لئے گھسا تھا۔ حیلہ اور مکر وفریب اور چال کے طور پر یہ مسیحی بنا تھا کہ مسیحیت کی جڑیں کھوکھلی کر دے۔ نصرانی علماء اور درویشوں کو جمع کر کے ان سے قوانین شریعت کے مجموعے کے نام سے نئی نئی تراشی ہوئی باتیں لکھوا کر ان بدعتوں کو نصرانیوں میں پھیلا دیا اور اصل کتاب وسنت سے انہیں ہٹا دیا۔ اس نے کلیسا' گرجے' خانقاہیں' ہیکلیں وغیرہ بنوائیں اور بیسیوں قسم کے مجاہدے اور نفس کشی کے طریقے اور طرح طرح کی عبادتیں ریاضتیں نکال کر لوگوں میں اس نئے دین کی خوب اشاعت کی اور حکومت کے زور اور زر کے لالچ سے اسے دور تک پہنچا دیا۔ جو بے چارے موحد' متبع انجیل اور سچے تابعدار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصلی دین پر قائم رہے' انہیں ان ظالموں نے شہر بدر کر دیا۔ یہ لوگ جنگلوں میں رہنے سہنے لگے اور یہ نئے دین والے جن کے ہاتھوں میں تبدیلی اور مسخ والا دین رہ گیا تھا اٹھ کھڑے ہوئے اور تمام جزیرہ روم پر چھا گئے۔ قسطنطنیہ کی بنیادیں اس نے رکھیں۔ بیت اللحم اور بیت المقدس کے کلیسا اور حواریوں کے شہر سب اسی کے بسائے ہوئے ہیں۔ بڑی بڑی شاندار' دیرپا اور مضبوط عمارتیں اس نے بنوائیں۔ صلیب کی پرستش' مشرق کا قبلہ' کنیسوں کی تصویریں' سور کا کھانا وغیرہ یہ سب چیزیں نصرانیت میں اسی نے داخل کیں۔ فروع اصول سب بدل کر دین مسیحی کو الٹ پلٹ کر دیا۔ امانت کبیرہ اسی کی ایجاد ہے جو دراصل ذلیل ترین خیانت ہے۔ لمبے چوڑے' فقہی مسائل کی کتابیں اسی نے لکھوائیں۔ اب بیت المقدس انہی کے ہاتھوں میں رہا یہاں تک کہ صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فتح کیا۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت میں یہ مقدس شہر اس مقدس جماعت کے قبضے میں آیا۔ الغرض یہ پاک جگہ انہیں ملی تھی اور پاک روزی اللہ نے دے رکھی تھی جو شرعاً بھی حلال اور طبعاً بھی طیب۔ افسوس باوجود اللہ کی کتاب ہاتھ میں ہونے کے انہوں نے اختلاف بازی اور فرقہ بندی شروع کر دی۔ ایک دو نہیں بہتر (۷۲) فرقے قائم ہو گئے۔ اللہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام نازل فرمائے۔ آپ نے ان کی اس پھوٹ کا ذکر فرما کر فرمایا کہ میری امت میں بھی یہی بیماری پھیلے گی اور ان کے تہتر

(۷۳) فرقے ہو جائیں گے جن میں سے ایک جنتی باقی سب دوزخی ہوں گے۔ پوچھا گیا کہ جنتی کون ہیں؟ فرمایا وہ اس پر ہوں گے جس پر میں اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ [1] (مستدرک حاکم) اللہ فرماتا ہے ان کے اختلافات کا فیصلہ قیامت کے دن میں آپ ہی کروں گا۔

فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْــَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَاۗءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَلَوْ جَاۗءَتْھُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۹۷﴾

جو کچھ ہم نے تیری جانب نازل فرمایا ہے اس میں سے کسی بات میں بھی تجھے شک ہو تو ان سے دریافت کر لے جو تجھ سے پہلے کتاب اللہ پڑھتے آئے ہیں یقیناً تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے حق آ چکا ہے تجھے ہرگز شک شبہ کرنے والوں میں نہ ہونا چاہیے○ تو ان میں سے بھی نہ ہو جو اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں ورنہ تو نقصان اٹھانے والوں میں شامل ہو جائے گا○ جس پر تیرے پروردگار کی بات ٹھیک اتر آئی ہے وہ تو ایمان لانے کے نہیں○ اگرچہ ان کے پاس سب نشانیاں آ جائیں یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں○

اگر تمہیں شک ہے تو سابقہ الہامی کتب دیکھو: جب یہ آیت اتری تو حضور ﷺ نے فرمایا نہ مجھے کچھ شک نہ مجھے کسی سے پوچھنے کی ضرورت۔ [2] پس اس آیت سے مطلب صرف اتنا ہوتا ہے کہ آپ کی امت کے ایمان کی مضبوطی کی جائے اور ان سے بیان کیا جائے کہ اگلی الہامی کتابوں میں بھی ان کے نبی ﷺ کی صفتیں موجود ہیں، خود اہل کتاب بھی بخوبی واقف ہیں۔ جیسے آیت ﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ﴾ [3] الخ، میں ہے۔ ان لوگوں پر تعجب اور افسوس ہے ان کی کتابوں میں اس نبی آخر الزمان کی تعریف و

---

[1] [**حسن**: ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ماجآء فی افتراق ھذہ الامة (۲٦٤١) ابن ماجه (۳۹۹۱) ابوداود (٤٥٩٦) مستدرك حاکم (۱۲۸/۱) صحیح ابن حبان (٦٢٤٧/١٤)] امام ابن حبانؒ، امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ امام ترمذیؒ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ترمذی، المشکاۃ (۱۷۱) السلسلة الصحیحة (۱۳٤۸)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے بھی اسے حسن کہا ہے۔]

[2] [**مرسل**: عبد الرزاق فی المصنف (۱۲٦/٦) وفی التفسیر (۱۱۷۳) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۷۹۰۷) الدر المنثور للسیوطی (۵۷۱/۳) الضیاء فی المختارة (۹۱/۱۰)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اسے مرسل کہا ہے۔]

[3] [سورۃ الاعراف: آیت ۱۵۷]

توصیف اور جان پہچان ہونے کے باوجود بھی ان کتابوں کے احکام کو غلط ملط کرتے ہیں اور تحریف وتبدیل کر کے بات بدل دیتے ہیں اور دلیل سامنے ہونے کے باوجود انکاری رہتے ہیں۔ شک وشبہ کی ممانعت کے بعد آیات رب کی تکذیب کی ممانعت ہوئی۔ پھر بدقسمت لوگوں کے ایمان سے ناامیدی دلائی گئی۔ جب تک کہ وہ عذاب نہ دیکھ لیں ایمان نہیں لائیں گے۔ یہ تو اس وقت ایمان لائیں گے جس وقت ایمان لانا بے سود ہوگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے لئے اور فرعونیوں کے لئے یہی بددعا کی تھی۔ ان کی جہالت اس درجے پر پہنچ چکی ہے کہ بالفرض ہم اپنے فرشتوں کو ان پر اتاریں۔ مردے ان سے بولیں۔ ہر پوشیدہ چیز سامنے آ جائے جب بھی انہیں ایمان نصیب نہیں ہوگا ہاں مرضی مولیٰ اور چیز ہے۔

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ؕ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿٩٨﴾

پس کیوں نہ ہوئی ایسی بستی جو ایمان لاتی اور اسے اس کا ایمان نفع دیتا سوائے یونس کی قوم کے کہ جب وہ ایمان لائی ہم نے ان سے دنیا کی زندگی میں رسوا کرنے والا عذاب دور کر دیا اور انہیں ایک معین وقت تک فائدہ دیا۞

اکثر لوگ حق کے مخالف ہی تھے: کسی بستی کے تمام باشندے کسی نبی پر کبھی ایمان نہیں لائے۔ یا تو سب نے ہی کفر کیا یا اکثر نے۔ سورۂ یاسین میں فرمایا بندوں پر افسوس ہے ان کے پاس جو رسول آئے انہوں نے ان کا مذاق اڑایا۔ ایک آیت میں ہے ان سے پہلے جو رسول آئے انہیں لوگوں نے جادوگر یا مجنون کا ہی خطاب دیا۔ تجھ سے پہلے جتنے رسول آئے سب کو ان کی قوم کے سرکشوں ساہوکاروں نے یہی کہا کہ ہم نے تو اپنے بڑوں کو جس لکیر پر پایا اسی کے فقیر بنے رہیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھ پر انبیاء پیش کئے گئے کسی نبی کے ساتھ تو لوگوں کا ایک گروہ تھا۔ کسی کے ساتھ صرف ایک آدمی کسی کے ساتھ صرف دو کوئی محض تنہا۔ پھر آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کی کثرت کا بیان کیا۔ پھر اپنی امت کا اس سے بھی زیادہ ہونا زمین کے مشرق مغرب کی سمت کو ڈھانپ لینا بیان فرمایا۔[1] الغرض تمام انبیاء میں سے کسی ساری امت نے انہیں نبی نہیں مانا۔ سوائے اہل نینویٰ کے جو حضرت یونس علیہ السلام کی امت کے لوگ تھے۔ یہ بھی اس وقت جب نبی علیہ السلام کی زبان سے عذاب کی خبر معلوم ہوگئی۔ پھر اس کے ابتدائی آثار بھی دیکھ لئے۔ ان کے نبی انہیں چھوڑ کر چلے بھی گئے اسی وقت یہ سارے کے سارے اللہ کے سامنے جھک گئے اس سے فریاد شروع کی اس کی جناب میں عاجزی اور گریہ وزاری کرنے لگے اپنی مسکینی ظاہر کرنے لگے۔ اور دامن رحمت سے لپٹ گئے۔ سارے کے سارے میدان میں نکل کھڑے ہوئے اپنی بیویوں بچوں اور جانوروں کو بھی ساتھ اٹھا کر لے گئے۔ اور آنسوؤں کی جھڑیاں لگا کر اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنے دعائیں

---

[1] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب الرقاق: باب یدخل الجنة سبعون الفا بغیر حساب (٦٥٤١) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنة بغیر حساب (٢٢٠)]

مانگنے لگے کہ یارب عذاب ہٹالے۔ رحمت رب جوش میں آئی' پروردگار نے ان سے عذاب ہٹالیا اور دنیا کی رسوائی کے عذاب سے انہیں بچالیا۔ اور ان کی عمر تک کی انہیں مہلت دے دی اور اس دنیا کا فائدہ انہیں پہنچایا۔ یہاں جو فرمایا کہ دنیا کا عذاب ان سے ہٹالیا۔ اس سے بعض نے کہا ہے کہ اخروی عذاب دور نہیں۔ لیکن یہ ٹھیک نہیں اس لئے کہ دوسری آیت میں ہے ﴿فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ﴾ [1] وہ ایمان لائے اور ہم نے انہیں زندگی کا فائدہ دیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ وہ ایمان لائے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ایمان آخرت کے عذاب سے نجات دینے والا ہے۔ واللہ اعلم۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں آیت کا مطلب یہ ہے کہ کسی بستی اہل کفر کا عذاب دیکھ لینے کے بعد ایمان لانا ان کے لئے نفع بخش ثابت نہیں ہوا۔ سوائے یونس علیہ السلام کی قوم کے کہ جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے نبی ان میں سے نکل گئے اور انہوں نے خیال کر لیا کہ اب اللہ کا عذاب آنا چاہتا ہے' اسی وقت توبہ استغفار کرنے لگے۔ ٹاٹ پہن کر خشوع وخضوع سے میلے کچیلے میدان میں آ کھڑے ہوئے۔ بچوں کو ماؤں سے دور کر دیا۔ جانوروں کے تھنوں سے ان کے بچوں کو الگ کر دیا۔ اب جو رونا دھونا اور فریاد شروع کی تو چالیس دن رات اسی طرح گزار دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کی سچائی دیکھ لی۔ ان کی توبہ و ندامت قبول فرمائی اور ان سے عذاب دور کر دیا' یہ لوگ موصل کے شہر نینویٰ کے رہنے والے تھے۔ ((فَلَوْلَا)) کی ((فَهَلَّا)) قرأت بھی ہے ان کے سروں پر عذاب رات کی سیاہی کے ٹکڑوں کی طرح گھوم رہا تھا۔ ان کے علماء نے انہیں مشورہ دیا تھا کہ جنگل میں نکل کھڑے ہوؤ اور اللہ سے دعا کرو کہ وہ ہم سے اپنے عذاب دور کر دے اور یہ کہو ((يَاحَيُّ حِيْنَ لَاحَيَّ يَاحَيُّ مُحْيِي الْمَوْتٰى يَاحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ)) قوم یونس کا پورا قصہ سورۂ والصافات کی تفسیر میں انشاء اللہ العزیز ہم بیان کریں گے۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۭ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٩٩﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿١٠٠﴾

اگر تیرا رب چاہتا تو زمین والے سب کے سب سارے ہی ایمان دار ہو جاتے' تو کیا تو لوگوں پر زبردستی کرے گا کہ وہ مومن ہو جائیں؟ ○ بغیر اللہ کی مرضی کے کوئی شخص ایمان لا ہی نہیں سکتا' اللہ تعالیٰ گندگی کو تو انہیں پر ڈالتا ہے جو عقل سمجھ نہیں رکھتے ○

اگر اللہ چاہے تو سب مومن بن جائیں: اللہ کی حکمت ہے کہ کوئی ایمان لائے اور کسی کو ایمان نصیب ہی نہ ہو۔ ورنہ اگر اللہ کی مشیت ہوتی تو تمام انسان ایمان دار ہو جاتے۔ اگر وہ چاہتا تو سب کو ایک ہی دین پر کاربند کر دیتا۔ لوگوں میں اختلاف تو باقی ہی رہے۔ سوائے ان کے جن پر رب کا رحم ہو' انہیں اسی لئے پیدا کیا ہے' تیرے رب کا یہ

[1] [سورة الصافات: آیت ۱٤۷، ۱٤۸]

کرنے لگوں۔ میں تو صرف اسی کا بندہ ہوں اور اسی کی بندگی میں لگا رہوں گا جو تمہاری موت پر بھی ویسا ہی قادر ہے جیسا تمہاری پیدائش پر قادر ہے تم سب اسی کی طرف لوٹنے والے اور اسی کے سامنے جمع ہونے والے ہو۔ اچھا اگر تمہارے ہی معبود کچھ طاقت وقدرت رکھتے ہیں تو ان سے کہو کہ جو ان کے بس میں ہو مجھے سزا دیں۔ حق تو یہ ہے کہ نہ کوئی سزا ان کے قبضے میں' نہ جزا۔ یہ محض بے بس ہیں' بے نفع ونقصان ہیں' بھلائی برائی سب میرے اللہ کے قبضے میں ہے۔ وہ واحد اور لاشریک ہے' مجھے اس کا حکم ہے کہ میں مومن رہوں' یہ بھی مجھے حکم مل چکا ہے کہ میں صرف اسی کی عبادت کروں۔ شرک سے یکسو اور بالکل علیحدہ رہوں۔ اور مشرکوں میں ہرگز شمولیت نہ کروں۔ خیر وشر' نفع وضرر' اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔ کسی اور کو کسی امر میں کچھ بھی اختیار نہیں۔ پس کسی اور کی کسی طرح کی عبادت بھی لائق نہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ اپنی پوری عمر اللہ تعالیٰ سے بھلائی طلب کرتے رہو۔ رب کی رحمتوں کے موقعہ کی تلاش میں رہو۔ ان موقعوں پر اللہ پاک جسے چاہے' اپنی بھرپور رحمتیں عطا فرما دیتا ہے۔ اس سے اپنے عیبوں کی پردہ پوشی اور اپنے خوف ڈر کا امن طلب کیا کرو۔ [1] پھر فرماتا ہے کہ جس گناہ سے جو شخص بھی توبہ کرے' اللہ اسے بخشنے والا اور اس پر مہربانی کرنے والا ہے۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۝١٠٨ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝١٠٩

ع ۱۱ / ۱۶

کہہ دے کہ اے لوگو تمہارے پروردگار کی طرف سے حق آ چکا ہے' جو راہ پالے وہ اپنے ہی نفع کے لئے راہ یافتہ ہوگا' اور جو راہ گم کردے اس کا وبال بھی اسی پر ہوگا' میں کچھ تم پر داروغہ نہیں ہوں ○ اے نبی اسی کی پیروی کرتا رہ جو تیری طرف وحی کی جائے اور صبر وسہار کر یہاں تک کہ اللہ خود فیصلہ کردے' وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے ○

حق کا منکر اپنا ہی نقصان کرتا ہے: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے فرماتا ہے کہ لوگوں کو آپ خبردار کردیں کہ جو میں لایا ہوں' وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ بلاشک وشبہ وہ نرا حق ہے جو اس کی اتباع کرے گا وہ اپنے نفع کو جمع کرے گا اور جو اس سے بھٹک جائے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔ میں تم پر وکیل نہیں ہوں کہ تمہیں ایمان پر مجبور کردوں۔ میں تو کہنے سننے والا ہوں۔ ہادی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اے نبی ﷺ! تو خود بھی میرے احکام اور وحی کا تابعدار رہ اور اس پر مضبوطی سے جما رہ۔ لوگوں کی مخالفت کی کوئی پرواہ نہ کر۔ ان کی ایذاؤں پر صبر وتحمل سے کام لے۔ یہاں تک کہ خود اللہ تجھ میں اور ان میں فیصلہ کردے۔ وہ بہترین فیصلے کرنے والا ہے جس کا کوئی فیصلہ عدل وحکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

---

[1] [ضعیف ومنقطع: تاریخ دمشق لابن عساکر (۳۲۸/۸) بغوی فی شرح السنة (۱۳۷۸/۵) بیهقی فی شعب الایمان (۱۱۲۱/۲) طبرانی کبیر (۷۲۰/۱) ابو نعیم فی الحلیة (۱۶۲/۳) القضاعی فی مسند الشهاب (۷۰۱/۱) ابن عبد البر فی التمهید (۳۳۹/۵)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے اور اس میں انقطاع ہے۔]

تفسیر سورہ ھود

ابو یعلی میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ بوڑھے کیسے ہوگئے؟ فرمایا مجھے سورۂ ہود' سورۂ واقعہ' سورۂ عم اور سورۂ کورت نے بوڑھا کر دیا۔ [1] ترمذی کی اس حدیث میں سورۂ ہود' سورۂ واقعہ سورۂ والمرسلات' سورۂ النبا' اور سورۂ ﴿إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾ کا ذکر ہے۔ [2] ایک روایت میں ہے سورۂ ہود اور اس جیسی اور سورتوں نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ طبرانی میں ہے مجھے سورۂ ہود نے اور اسی جیسی سورتوں مثلاً واقعہ' الحاقہ' اذا الشّمس کورت نے بوڑھا کر دیا ہے۔ [3] ایک روایت میں ہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس سوال کے جواب میں آپ کا صرف دو سورتوں کا ذکر کرنا ہی مروی ہے۔ سورۂ ہود اور سورۂ واقعہ۔ [4]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓرٰ قف كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۝ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ۝ وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ۝ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو تمام جہان کا پالنہار ہے۔

یہ کتاب جس کی آیتیں حکم والی ہیں اور پھر واضح کردہ ہیں جو درست کار خبردار اللہ کی طرف سے ہے○ یہ کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو میں تمہیں اس کی طرف سے ڈرانے اور بشارت سنانے والا ہوں○ اور تم اپنے پروردگار سے استغفار کرو اور اسی کی طرف رجوع

---

[1] [اسنادہ منقطع بین عکرمة وابی بکر وھو حدیث صحیح : مسند ابو یعلی (۱۰۷/۱) ابن سعد فی الطبقات (۳۳۶/۱) مسند ابی بکر (۳۱) مستدرك حاکم (۴۷۶/۲)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند منقطع ہے مگر یہ روایت (دیگر شواہد کی بنا پر) صحیح ہے۔]

[2] [صحیح : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة الواقعة (۳۲۹۷) المروزی فی مسند ابی بکر (۳۰) دارقطنی فی العلل (۲۰۰/۱) ابو نعیم فی الحلیة (۳۵۰/۴) بزار (۱۷۰/۱) مستدرك حاکم (۳۴۴/۲)] امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے بخاری کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔[السلسلة الصحیحة (۹۵۵)]

[3] [ضعیف جدا : طبرانی کبیر (۵۸۰۴) الدر المنثور للسیوطی (۵۷۷/۳) مجمع الزوائد (۳۷/۷)] اس کی سند میں سعید بن سلام عطار کذاب ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس روایت کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔]

[4] [ضعیف جدا : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۰۰۹۱) طبرانی کبیر (۱۰۰۹۲/۱۰) دارقطنی فی العلل (۲۱۰/۱) مجمع الزوائد (۴۰/۷) الدر المنثور (۵۷۷/۳) ترمذی فی الشمائل (۴۲)] اس کی سند میں عمرو بن ثابت ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس روایت کو عمرو بن ثابت کی وجہ سے سخت ضعیف کہتے ہیں۔]

کرتے رہو کہ وہ تمہیں میعاد معلوم تک اچھا فائدہ پہنچائے اور ہر بزرگی والے کو اس کی بزرگی کی جزا دے اس پر بھی اگر تم روگردانی کرو تو مجھے تو تم پر بہت بڑے دن کے عذاب کا خوف ہے ○ تم سب کا لوٹنا اللہ ہی کی طرف ہے وہ ہر ہر چیز پر قادر ہے ○

قرآن کریم کا کچھ تعارف: اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جو حروف سورتوں کے شروع میں آتے ہیں ان کی پوری تفصیل اس تفسیر کے شروع میں سورۂ بقرہ کے ان حروف کے بیان میں گزر چکی ہے جسے دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہاں فرمان ہے کہ یہ قرآن لفظوں میں محکم اور معنی میں مفصل ہے۔ پس مضمون اور معنی ہر طرح سے کامل ہے۔ یہ اس اللہ کا کلام ہے جو اپنے اقوال واحکام میں حکیم ہے۔ جو کاموں کے انجام سے خبردار ہے۔ یہ قرآن اللہ کی عبادت کرانے اور دوسروں کی عبادت سے روکنے کے لئے اترا ہے۔ سب رسولوں پر پہلی وحی اسی توحید کی آتی رہی ہے۔ سب سے یہی فرمایا گیا ہے کہ لوگ اللہ کی عبادت کریں۔ اس کے سوا اور کسی کی پرستش نہ کریں۔ پھر فرمایا کہ اللہ کی مخالفت کی وجہ سے جو عذاب آ جاتے ہیں ان سے میں ڈرا رہا ہوں۔ اور اس کی اطاعت کی بنا پر جو ثواب ملتے ہیں ان کی میں بشارت سناتا ہوں۔ حضور ﷺ صفا پہاڑی پر چڑھ کر قریش کے خاندانوں کو آواز دیتے ہیں۔ زیادہ قریب والے پہلے پھر ترتیب وار جب سب جمع ہو جاتے ہیں تو آپ ان سے دریافت فرماتے ہیں کہ اگر میں تم سے کہوں کہ کوئی لشکر صبح کو تم پر دھاوا کرنے والا ہے تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے آج تک آپ کی زبان سے کوئی جھوٹ سنا ہی نہیں۔ آپ نے فرمایا سنو! میں تم سے کہتا ہوں کہ قیامت کے دن تمہاری ان بداعمالیوں کی وجہ سے سخت تر عذاب ہوگا۔ پس تم ان سے ہوشیار ہو جاؤ۔ [1]

پھر ارشاد ہے کہ اے نبی ﷺ! یہ بھی کہہ دو کہ میں تمہیں اپنے گزشتہ گناہوں سے توبہ کرنے اور آئندہ کے لئے اللہ کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت کرتا ہوں۔ اگر تم بھی ایسا ہی کرتے رہے تو دنیا میں بھی اچھی زندگی بسر کرو گے اور نیک عمل کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ آخرت میں بھی بڑے بلند درجے عنایت فرمائے گا۔ قرآن کریم نے آیت ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى﴾ [2] میں فرمایا ہے کہ جو مرد و عورت ایمان دار ہو کر نیک عمل بھی کرتا رہے اسے ہم پاکیزہ زندگی سے زندہ رکھیں گے۔ صحیح حدیث میں بھی ہے۔ حضور ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اللہ کی رضامندی کی تلاش میں تو جو کچھ بھی خرچ کرے گا اس کا اجر اللہ تعالیٰ سے پائے گا یہاں تک کہ جو لقمہ تو اپنی بیوی کے منہ میں دے اس کا بھی۔ [3] فضل والوں کو اللہ تعالیٰ فضل دے گا۔ یعنی گناہ تو برابر لکھا جاتا ہے اور نیکی دس گنا لکھی جاتی ہے پھر اگر گناہ کی سزا دنیا میں ہی ہوگئی تو نیکیاں جوں کی توں باقی رہیں۔ اور اگر یہاں اس کی سزا نہ ملی تو زیادہ سے زیادہ ایک نیکی اس کے مقابل جا کر بھی نو نیکیاں بچ رہیں۔ پھر جس کی اکائیاں دھائیوں پر غالب آ جائیں وہ تو واقعی خود ہی بد اور برا ہے۔ پھر انہیں دھمکایا جاتا ہے جو اللہ کے احکام سے روگردانی کر لیں اور

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب "وانذر عشيرتك الاقربين" (٤٧٧٠) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب فی قوله تعالى وانذر عشيرتك الاقربين (٢٠٨)]

[2] [سورة النحل: آیت ٩٧]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الوصایا: باب ان يترك ورثة اغنياء خير (٢٧٤٢) صحیح مسلم: کتاب الوصیة: باب الوصية بالثلث (١٦٢٨)]

رسولوں کی نہ مانیں کہ ایسے لوگوں کو ضرور ضرور قیامت کے دن سخت عذاب ہوگا۔ تم سب کو لوٹ کر مالک ہی کے پاس جانا ہے اس کے سامنے جمع ہونا ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے اپنے دوستوں سے احسان اپنے دشمنوں سے انتقام مخلوق کی نئی پیدائش سب اس کے قبضے میں ہے۔ پس پہلے رغبت دلائی اور اب ڈرایا۔

اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ۭ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑤

دیکھو تو یہ لوگ اپنے سینے موڑتے ہیں کہ اس اللہ سے چھپ جائیں یہ اس وقت جب کہ اپنے کپڑے لپیٹ لیتے ہیں وہ بخوبی جانتا ہے جسے چھپاتے ہیں اور جسے کھولتے ہیں وہ سینوں کی باتوں کا جاننے والا ہے ○

اللہ سینوں کے بھیدوں سے بھی خبردار: آسمان کی طرف اپنی شرم گاہ کا رخ کرنا وہ مکروہ جانتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرأت میں ((تَثْنُوْنِیْ)) ہے۔ مجامعت کے وقت اور تنہائی میں وہ عریانی سے حجاب کرتے تھے کہ پاخانہ کے وقت آسمان تلے ننگے ہوں یا مجامعت اس حالت میں کریں۔ [1] وہ اپنے سروں کو ڈھانپ لیتے اور یہ بھی مراد ہے کہ وہ اللہ کے بارے میں شک کرتے تھے اور کام برائی کے کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ برے کام یا برے عمل کے وقت وہ جھک جھک کر اپنے سینے دوہرے کر ڈالتے گویا کہ وہ اللہ سے شرما رہے ہیں۔ اور اس سے چھپ رہے ہیں تو اللہ فرماتا ہے کہ راتوں کو کپڑے اوڑھے ہوئے بھی جو تم کرتے ہو اس سے بھی اللہ تو خبردار ہے۔ جو چھپاؤ جو کھولو جو دلوں اور سینوں میں رکھو وہ سب کو جانتا ہے دل کے بھید سینے کے راز اور ہر ایک پوشیدگی اس پر ظاہر ہے۔ زہیر بن ابو سلمہ اپنے مشہور معلقہ میں کہتا ہے کہ تمہارے دلوں کی کوئی بات اللہ تعالیٰ پر چھپی ہوئی نہیں تم گو کسی خیال میں ہو لیکن یاد رکھو کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ ممکن ہے کہ تمہارے بدخیالات پر وہ تمہیں یہیں سزا کرے اور ہوسکتا ہے کہ وہ نامہ اعمال میں لکھ لئے جائیں اور قیامت کے دن پیش کئے جائیں۔ یہ جاہلیت کا شاعر ہے۔ اسے اللہ کا اس کے کامل علم کا قیامت کا اور اس دن کی جزا سزا کا اعمال نامے کا اور قیامت کے دن اس کے پیش ہونے کا اقرار ہے۔ اس آیت کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہ لوگ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرتے تو سینہ موڑ لیتے اور سر ڈھانپ لیتے۔ [2]

آیت میں ﴿لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ﴾ ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ سے چھپنا چاہتے ہیں یہی اولیٰ ہے کیونکہ اسی کے بعد ہے کہ جب یہ لوگ سوتے وقت کپڑے اوڑھ لیتے ہیں اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کو ان کے تمام افعال کا جو وہ چھپ کر کریں اور جو ظاہر کریں علم ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرأت میں ﴿اَلَا اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرُهُمْ﴾ ہے اس قرأت پر بھی معنی تقریباً یکساں ہیں۔ الحمدللہ تفسیر محمدی کا گیارہواں پارہ ختم ہوا۔

---

[1] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب الا انهم یثنون صدورهم (٤٦٨١ ـ ٤٦٨٢)]

[2] [مرسل :تفسیر ابن جریر الطبری (١٧٩٥٣ ـ ١٧٩٥٤) تفسیر ابن ابی حاتم (١٠٦٥٩/٦) سعید بن منصور و ابن المنذر و ابو الشیخ کما فی الدر المنثور (٥٧٩/٣)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اسے مرسل کہتے ہیں۔]

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٦﴾

زمین پر چلنے پھرتے جتنے جاندار ہیں سب کی روزیاں اللہ تعالیٰ پر ہیں وہی ان کے رہنے سہنے کی جگہ کو جانتا ہے اوران کے سونپے جانے کی جگہ کو بھی' سب کچھ واضح کتاب میں موجود ہے ○

ہر مخلوق کا رازق صرف اللہ تعالیٰ: ہر ایک چھوٹی بڑی' خشکی تری' کی مخلوق کا روزی رساں ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہی ان کو چلنے پھرنے' آنے جانے' رہنے سہنے' مرنے جینے اور ماں کے رحم میں قرار پکڑنے کی اور باپ کی پیٹھ کی جگہ کو جانتا ہے۔ امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کرام کے بہت سے اقوال ذکر کئے ہیں۔ فاللہ اعلم۔ یہ تمام باتیں اللہ کے پاس کی واضح کتاب میں لکھی ہوئی ہیں جیسے فرمان ہے ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ﴾ [1] الخ' یعنی زمین پر چلنے والے جانور اور اپنے پروں پر اڑنے والے پرند سب کے سب تم جیسی ہی امتیں ہیں' ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی' پھر سب کے سب اپنے پروردگار کی طرف جمع کئے جائیں گے۔ اور فرمان ہے ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ﴾ [2] الخ' یعنی غیب کی کنجیاں اسی اللہ کے پاس ہیں۔ انہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ خشکی تری کی تمام چیزوں کا اسے علم ہے۔ جو پتہ جھڑتا ہے اس کے علم میں ہے' کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں اور کوئی تر و خشک چیز ایسی نہیں جو واضح کتاب میں نہ ہو۔

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٧﴾ وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰٓى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ؕ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٨﴾ ع

اللہ ہی وہ ہے جس نے چھ دن میں آسمان وزمین کو پیدا کیا اور اس کا عرش پانی پر تھا تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے عمل والا کون ہے؟ اگر تو ان سے کہے کہ تم لوگ مرنے کے بعد اٹھا کھڑے کئے جاؤ گے تو کافر لوگ پلٹ کر جواب دیں گے کہ یہ تو نرا صاف صاف جادو ہی ہے ○ اگر ہم ان سے عذاب کو گنی چنی مدت تک کے لئے پیچھے ڈال دیں تو یہ ضرور پکار اٹھیں گے کہ عذاب کو کون سی چیز روکے ہوئے ہے! سنو جس دن وہ ان کے پاس آئے گا پھر ان سے ٹلنے والا نہیں پھر تو جس کی ہنسی اڑا رہے تھے وہ انہی پر الٹ پڑے گا ○

آسمانوں اور زمین کی تخلیق چھ دنوں میں: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اسے ہر چیز پر قدرت ہے۔ آسمان وزمین

[1] [سورۃ الانعام: آیت ۳۸]
[2] [سورۃ الانعام: آیت ۵۹]

کو اس نے صرف چھ دن میں پیدا کیا ہے۔ اس سے پہلے اس کا عرش کریم پانی کے اوپر تھا۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے بنو تمیم! تم خوشخبری قبول کرو۔ انہوں نے کہا خوشخبریاں تو آپ نے سنا دیں اب کچھ دلوائیے۔ آپ نے فرمایا اے اہل یمن! تم قبول کرو۔ انہوں نے کہا ہاں ہمیں قبول ہے۔ مخلوق کی ابتدا تو ہمیں سنائیے کہ کس طرح ہوئی؟ آپ نے فرمایا سب سے پہلے اللہ تھا اس کا عرش پانی کے اوپر تھا۔ اس نے لوح محفوظ میں ہر چیز کا تذکرہ لکھا۔ راوی حدیث حضرت عمران رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور نے اتنا ہی فرمایا تھا جو کسی نے آن کر مجھے خبر دی کہ تیری اونٹنی زانو کھلوا کر بھاگ گئی' میں اسے ڈھونڈنے چلا گیا۔ پھر مجھے نہیں معلوم کہ کیا بات ہوئی؟ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے۔ [1] ایک روایت میں ہے اللہ تھا اور اس سے پہلے کچھ نہ تھا۔ [2] ایک روایت میں ہے اس کے ساتھ کچھ نہ تھا۔ اس کا عرش پانی پر تھا اس نے ہر چیز کا تذکرہ لکھا۔ پھر آسمان و زمین کو پیدا کیا۔ [3] مسلم کی حدیث میں ہے زمین و آسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیر لکھی۔ اس کا عرش پانی پر تھا۔ [4] امام بخاری صحیح بخاری میں اس آیت کی تفسیر کے موقعہ پر ایک قدسی حدیث لائے ہیں کہ اے انسان تو میری راہ میں خرچ کر میں تجھے دوں گا اور فرمایا ''اللہ کا ہاتھ پُر ہے''۔ دن رات کا خرچ اس میں کوئی کمی نہیں لاتا۔ خیال تو کرو کہ آسمان و زمین کی پیدائش سے اب تک کتنا کچھ خرچ کیا ہوگا لیکن تاہم اس کے داہنے ہاتھ میں جو تھا وہ کم نہیں ہوتا اس کا عرش پانی پر تھا۔ اس کے ہاتھ میں میزان ہے جھکاتا ہے اور اونچا کرتا ہے۔ [5] مسند میں ہے ابورزین لقیط بن عامر بن منتفق عقیلی نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ مخلوق کی پیدائش کرنے سے پہلے ہمارا پروردگار کہاں تھا؟ آپ نے فرمایا عما میں نیچے بھی ہوا اور اوپر بھی ہوا پھر عرش کو اس کے بعد پیدا کیا۔ یہ روایت ترمذی کتاب التفسیر میں بھی ہے۔ سنن ابن ماجہ میں بھی ہے۔ [6] امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن کہتے ہیں۔ مجاہد کا قول

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب بدء الخلق : باب ماجاء فی قول اللہ تعالی وھو الذی یبدء الخلق ثم یعیدہ (٣١٩١) مسند احمد (٤٣١/٤)]

[2] [ایضا]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب بدء الخلق : باب فی قول اللہ تعالی "وھو الذی یبدء الخلق ثم یعیدہ" (٣١٩١) و کتاب التوحید (٧٤١٨)]

[4] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب القدر : باب حجاج آدم و موسیٰ (٢٦٥٣)]

[5] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قولہ و کان عرشہ علی الماء (٤٦٨٤) صحیح مسلم : کتاب الزکاۃ : باب الحث علی النفقۃ (٩٩٣)]

[6] [ضعیف : مسند احمد (١١/٤، ١٢) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورۃ ھود (٣١٠٩) ابن ماجہ : کتاب السنۃ : باب فیما انکرت الجھمیۃ (١٨٢) صحیح ابن حبان (٦١٤١) مسند طیالسی (١٠٩٣) ابی ابی عاصم فی السنۃ (٦١٢) تفسیر ابن جریر الطبری (٤/١٢) ابو الشیخ فی العظمہ (٨٣/١) بیھقی فی الاسماء والصفات (٨٠١/٢) طبرانی کبیر (٤٦٨/١٩)] امام ابن حبانؒ اور امام ابوعبید قاسم بن سلام اسے صحیح کہتے ہیں۔ جبکہ شیخ شعیب ارناؤوط اور شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (١٦١٨٨) ضعیف ابن ماجہ (٣٢) ضعیف ترمذی (٦٠٢) مختصر العلو (١٩٣، ٢٥٠)]

ہے کہ کسی چیز کو پیدا کرنے سے پہلے عرش الٰہی پانی پر تھا۔ وهب' ضمرہ' قتادہ' ابن جریر رحمہم اللہ وغیرہ بھی یہی کہتے ہیں۔ قتادہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ بتاتا ہے کہ آسمان وزمین کی پیدائش سے پہلے ابتدا مخلوق کس طرح ہوئی! ربیع بن انس رحمہ اللہ کہتے ہیں اس کا عرش پانی پر تھا۔ جب آسمان وزمین کو پیدا کیا تو پانی کے دو حصے کر دیئے۔ نصف عرش کے نیچے یہی بحر مسجود ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں بوجہ بلندی کے عرش کو عرش کہا جاتا ہے۔ سعد طائی فرماتے ہیں کہ عرش سرخ یاقوت کا ہے۔ محمد بن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ اسی طرح تھا جس طرح اس نے اپنے نفس کریم کا وصف کیا۔ اس لئے کہ کچھ نہ تھا' پانی تھا' اس پر عرش تھا۔ عرش پر ذوالجلال والاکرام' ذوالعزت والسلطان' ذوالملک والقدرہ' ذوالعلم والرحمۃ والنعمہ تھا جو جو چاہے کر گزرنے والا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوا کہ پانی کس چیز پر تھا؟ آپ نے فرمایا ہوا کی پیٹھ پر۔ پھر فرماتا ہے۔ آسمان وزمین کی پیدائش تمہارے نفع کے لئے ہے اور تم اس لئے ہو کہ اسی ایک خالق کی عبادت کرو' اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ یاد رکھو تم بیکار پیدا نہیں کئے گئے۔ آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی چیزیں باطل پیدا نہیں کیں یہ گمان تو کافروں کا ہے اور کافروں کے لئے آگ کا عذاب ہے اور آیت میں ﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا﴾ [1] الخ' کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ ہم نے تمہیں عبث پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف لوٹائے نہ جاؤ گے؟ اللہ جو سچا مالک ہے' وہی حق ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ عرش کریم کا رب ہے۔ اور آیت میں ہے انسانوں اور جنوں کو میں نے صرف اپنی عبادت کے لئے ہی پیدا کیا ہے۔ [2] وہ تمہیں آزما رہا ہے کہ تم میں اچھے عمل کرنے والے کون ہیں؟ اس لئے کہ عمل حسن وہ ہوتا ہے جس میں خلوص ہو اور شریعت محمدیہ کی تابعداری ہو۔ ان دونوں باتوں میں سے اگر ایک بھی نہ ہو تو وہ عمل بے کار اور غارت ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اے نبی ﷺ! اگر آپ کہیں کہ تم مرنے کے بعد زندہ کئے جاؤ گے۔ جس اللہ نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا ہے وہ دوبارہ بھی پیدا کرے گا تو صاف کہہ دیں گے کہ ہم اسے نہیں مانتے۔ حالانکہ قائل بھی ہیں کہ زمین آسمان کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ظاہر ہے کہ شروع جس پر گراں نہ گزرا۔ اس پر دوبارہ کی پیدائش کیسے گراں گزرے گی؟ یہ تو بہ نسبت اول مرتبہ کے بہت ہی آسان ہے۔ فرمان الٰہی ہے۔ ﴿وَهُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ﴾ [3] اسی نے پہلی پیدائش شروع میں کی وہی دوبارہ پیدائش کرے گا اور یہ تو اس پر نہایت ہی آسان ہے اور آیت میں ہے کہ تم سب کا بنانا اور مار کر زندہ کرنا مجھ پر ایسا ہی ہے جیسا ایک کا۔ [4] لیکن یہ لوگ اسے نہیں مانتے تھے اور اسے کھلے جادو سے تعبیر کرتے تھے۔ کفر' عناد سے اس قول کو جادو کا اثر خیال کرتے تھے۔

پھر فرماتا ہے کہ اگر ہم عذاب و پکڑ کو ان سے کچھ مقرر مدت تک کے لئے موخر کر دیں تو یہ اس کو نہ آنے والا جان کر جلدی کا مطالبہ کرنے لگتے ہیں کہ عذاب ہم سے موخر کیوں ہو گئے؟ ان کے دل میں کفر و شرک اس طرح بیٹھ گیا ہے کہ اس سے چھٹکارا ہی نہیں ملتا۔ امت کا لفظ قرآن وحدیث میں کئی ایک معنی میں مستعمل ہے۔ اس سے مراد

---

[1] [المومنون: ۱۱۵، ۱۱۶] [2] [الذاریات: ٥٦]
[3] [الروم: ۲۷] [4] [سورۃ لقمان: ۲۸]

مدت بھی ہے اس آیت میں اور آیت ﴿وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ﴾ [1] جو سورۂ یوسف میں ہے یہی معنی ہیں۔ امام و مقتدی کے معنی میں بھی یہ لفظ آیا ہے۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ﴿أُمَّةً قَانِتًا﴾ [2] الخ، آیا ہے ملت اور دین کے بارے میں بھی یہ لفظ آتا ہے جیسے مشرکوں کا قول ﴿إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَى أُمَّةٍ﴾ [3] ہے اور جماعت کے معنی میں بھی آتا ہے ﴿وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً﴾ [4] والی آیت ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ﴾ [5] میں اور آیت ﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ﴾ [6] میں ان آیتوں میں امت سے مراد کافر مومن سب امتی ہیں۔ جیسے مسلم کی حدیث میں ہے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس امت کا جو یہودی نصرانی میرا نام سنے اور مجھ پر ایمان نہ لائے وہ جہنمی ہے۔ [7] ہاں تابعدار امت وہ ہے جو رسولوں کو مانے جیسے ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ﴾ [8] والی آیت میں۔ صحیح حدیث میں ہے میں کہوں گا اُمَّتِی اُمَّتِی۔ [9] اسی طرح کا لفظ فرقے اور گروہ کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے جیسے آیت ﴿وَمِن قَوْمِ مُوسَىٰ أُمَّةٌ﴾ [10] الخ، اور جیسے آیت ﴿مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ﴾ [11] الآیہ میں۔

وَلَئِنْ أَذَقْنَا الْإِنسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنَاهَا مِنْهُ إِنَّهُ لَيَئُوسٌ كَفُورٌ ﴿٩﴾ وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ نَعْمَاءَ بَعْدَ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ ذَهَبَ السَّيِّئَاتُ عَنِّي ۚ إِنَّهُ لَفَرِحٌ فَخُورٌ ﴿١٠﴾ إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ﴿١١﴾

اگر ہم انسان کو اپنی کسی نعمت کا ذائقہ چکھا کر پھر اسے اس سے لے لیں، تو وہ بہت ہی نا امید اور بڑا ہی ناشکرا بن جاتا ہے ○ اور اگر ہم اسے کوئی رحمت پہنچائیں اس سختی کے بعد جو اسے پہنچ چکی تھی تو وہ کہنے لگتا ہے کہ بس برائیاں مجھ سے جاتی رہیں، یقیناً وہ بڑا ہی خوش ہو کر فخر کرنے لگتا ہے ○ سوائے ان کے جو صبر کرتے ہیں اور نیک کاموں میں لگے رہتے ہیں، انہی لوگوں کے لئے بخشش بھی ہے اور بہت بڑا نیک بدلہ بھی ○

نعمت ملے تو ناشکری: سوائے کامل ایمان والوں کے عموماً لوگوں میں جو برائیاں ہیں ان کا بیان ہو رہا ہے کہ راحت کے بعد کی سختی پر مایوس اور محض نا امید ہو جاتے ہیں اللہ سے بدگمانی کر کے آئندہ کے لئے بھلائی کو بھول

---

[1] [سورۃ یوسف: ٤٥] [2] [النحل: ۱۲۰] [3] [الزخرف: ۲۳]

[4] [القصص: ۲۳] [5] [النحل: ۳٦] [6] [سورۃ یونس: ٤٧]

[7] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب وجوب الایمان برسالۃ نبینا محمد (۱۵۳)]

[8] [سورۃ آل عمران: آیت ۱۱۰]

[9] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التوحید: باب کلام الرب تعالی یوم القیامۃ مع الانبیاء وغیرھم (۷۵۱۰) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب ادنی اھل الجنۃ منزلۃ (۱۹۳)]

[10] [سورۃ الاعراف: آیت ۱۵۹] [11] [سورۃ ال عمران: آیت ۱۱۳]

بیٹھتے ہیں گویا کہ نہ کبھی اس سے پہلے کوئی آرام اٹھایا تھا نہ اس کے بعد کسی راحت کی توقع ہے۔ یہی حال اس کے برخلاف بھی ہے اگر سختی کے بعد آسانی ہوگئی تو کہنے لگتے ہیں کہ بس اب برا وقت ٹل گیا۔ اپنی راحت اپنی آسانیوں پر مست و بے فکر ہو جاتے ہیں۔ دوسروں کا استہزاء کرنے لگتے ہیں' اکڑفوں میں پڑ جاتے ہیں اور آئندہ کی سختی کو بالکل فراموش کر دیتے ہیں۔ ہاں ایمان دار اس بری خصلت سے محفوظ رہتے ہیں' وہ دکھ درد میں صبر و استقامت سے کام لیتے ہیں راحت و آرام میں اللہ کی فرماں برداری کرتے ہیں۔ یہ صبر پر مغفرت اور نیکی پر ثواب پاتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ مومن کو کوئی سختی' کوئی مصیبت کوئی دکھ' کوئی غم ایسا نہیں پہنچتا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی خطائیں معاف نہ فرماتا ہو یہاں تک کہ کانٹا لگنے پر بھی۔ (۱) بخاری و مسلم کی ایک اور حدیث میں ہے مومن کے لئے اللہ تعالیٰ کا ہر فیصلہ سراسر بہتر ہی بہتر ہوتا ہے۔ یہ راحت پا کر شکر کرتا ہے۔ اور بھلائی سمیٹتا ہے۔ تکلیف اٹھا کر صبر کرتا ہے' نیکی پاتا ہے ایسا حال مومن کے سوا اور کسی کا نہیں ہوتا۔ (۲) اسی کا بیان سورۂ والعصر میں ہے۔ یعنی عصر کے وقت کی قسم تمام انسان نقصان میں ہیں سوائے ان کے جو ایمان لائیں اور ساتھ ہی نیکیاں بھی کریں اور ایک دوسرے کو دین حق کی اور صبر کی ہدایت کرتے رہیں۔ یہی بیان آیت ﴿اِنَّ الاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا﴾ (۳) الخ' میں ہے۔

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ۭ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝۱۲ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۱۳ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝۱۴

پس شاید کہ تو اس وحی کے کسی حصے کو چھوڑ دینے والا ہے جو تیری طرف نازل کی جاتی ہے اور اس سے تیرا دل تنگ ہونے والا ہے صرف ان کی اس بات پر کہ اس پر کوئی خزانہ کیوں نہیں اترا؟ اس کے ساتھ کوئی فرشتہ ہی آتا' سن تو تو صرف ڈرانے والا ہی ہے' ہر چیز کا ذمہ دار اللہ تعالیٰ ہی ہے ○ کیا یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو اسی نے گھڑ لیا ہے؟ تو جواب دے کہ پھر تم بھی اسی کے مثل دس سورتیں گھڑی ہوئی لے آؤ اور اللہ کے سوا جسے چاہو اپنے ساتھ ملا بھی لو اگر تم سچے ہو ○ پھر اگر وہ تمہاری اس بات کو قبول نہ کریں تو تم یقین سے جان لو کہ یہ قرآن اللہ کے علم کے ساتھ اتارا گیا ہے اور دراصل اس اللہ کے سوا کوئی معبود

---

(۱) [صحیح : صحيح بخاری : كتاب المرض : باب ماجآء فی كفارة المرض (٥٦٤١ ـ ٥٦٤٢) صحيح مسلم : كتاب البر والصلة : باب ثواب المومن فيما يصيبه من مرض اوحزن (٢٥٧٣) ترمذی : كتاب الجنائز : باب ماجآء فی ثواب المريض (٩٦٦) مسند احمد (٣٣٥/٢)]

(۲) [صحیح : صحيح مسلم : كتاب الزهد : باب المؤمن امره كله خير (٢٩٩٩) مسند احمد (١١٧/٣)]

(۳) [سورة المعارج: آیت ۱۹، ۲۲]

نہیں، پس کیا تم مسلمان ہوتے ہو؟ ○

کفار کی طعنہ بازی کی پرواہ نہ کرنا: کافروں کی زبان پر جو آتا وہی طعنہ بازی رسول اللہ ﷺ پر کرتے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اپنے سچے پیغمبر ﷺ کو دلاسا اور تسلی دیتا ہے کہ آپ نہ اس سے کام میں سستی کریں، نہ تنگ دل ہوں یہ تو ان کا شیوہ ہے۔ کبھی وہ کہتے اگر یہ رسول ہے تو کھانے پینے کا محتاج کیوں ہے؟ بازاروں میں کیوں آتا جاتا ہے؟ اس کی ہم نوائی میں کوئی فرشتہ کیوں نہیں اترا؟ اسے کوئی خزانہ کیوں نہیں دیا گیا؟ اس کے کھانے کو کوئی خاص باغ کیوں نہیں بنایا گیا؟ مسلمانوں کو طعنہ دیتے کہ تم تو اس کے پیچھے چل رہے ہو۔ جس پر جادو کر دیا گیا ہے۔ [1] پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے پیغمبر ﷺ آپ ملول خاطر نہ ہوں، آزردہ دل نہ ہوں، اپنے کام سے نہ رکئے، انہیں حق کی پکار سنانے میں کوتاہی نہ کیجئے، دن رات اللہ کی طرف بلاتے رہئے۔ ہمیں معلوم ہے کہ ان کی تکلیف دہ باتیں آپ کو بری لگتی ہیں، آپ توجہ بھی نہ کیجئے، ایسا نہ ہو آپ مایوس ہو جائیں یا تنگ دل ہو کر بیٹھ جائیں کہ یہ آوازے کستے، پھبتیاں اڑاتے ہیں۔ اپنے سے پہلے کے رسولوں کو دیکھئے سب جھٹلائے گئے، ستائے گئے اور صبر و ثابت قدم رہے۔ یہاں تک کہ اللہ کی مدد آ پہنچی۔

پھر قرآن کا معجزہ بیان فرمایا کہ اس جیسا قرآن لانا تو کہاں؟ اس جیسی دس سورتیں بلکہ ایک سورت بھی ساری دنیا مل کر بنا کر نہیں لا سکتی اس لئے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ جیسی اس کی ذات مثال سے پاک، ویسے ہی اس کی صفتیں بھی بے مثال۔ اس کے کلام جیسا مخلوق کا کلام ہو یہ ناممکن ہے۔ اللہ کی ذات اس سے بلند و بالا پاک اور منفرد ہے معبود اور رب صرف وہی ہے۔ جب تم سے یہ نہیں ہو سکتا اور اب تک نہیں ہو سکا تو یقین کر لو کہ تم اس کے بنانے سے عاجز اور دراصل یہ اللہ کا کلام ہے اور اسی کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اس کا علم، اس کے حکم احکام اس کی روک ٹوک اسی کلام میں ہیں اور ساتھ ہی مان لو کہ معبود برحق صرف وہی ہے بس آؤ اسلام کے جھنڈے تلے کھڑے ہو جاؤ۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ﴿١٥﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٦﴾

جو شخص دنیا کی زندگی اور اسی کی زینت پر ریجھا ہوا ہو، ہم بھی ایسوں کو ان کے کل اعمال یہیں بھرپور پہنچا دیتے ہیں اور یہاں انہیں کوئی کمی نہیں کی جاتی ○ ہاں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں سوائے آگ کے اور کچھ نہیں اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا وہاں سب باطل ہے اور جو کچھ ان کے اعمال تھے سب برباد ہوئے ○

ریاکاری سے نیکی کا خاتمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ریاکاروں کی نیکیوں کا بدلہ سب کچھ اسی دنیا میں مل جاتا ہے ذرا سی بھی کمی نہیں ہوتی۔ پس جو شخص دنیا میں دکھاوے کے لئے نماز پڑھے، روزے رکھے یا تہجد گزاری کرے، اس کا اجر اسے دنیا میں ہی مل رہتا ہے۔ آخرت میں وہ خالی ہاتھ اور محض بے عمل اٹھتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ وغیرہ کا بیان ہے کہ

---

[1] [سورۃ الفرقان: آیت ۷،۸]

یہ آیت یہود ونصاریٰ کے حق میں اتری ہے اور مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں ریا کاروں کے بارے میں اتری ہے۔ الغرض جس کا جو قصد ہو اسی کے مطابق اس سے معاملہ ہوتا ہے۔ دنیا طلبی کے لئے جو اعمال ہوں وہ آخرت میں کار آمد نہیں ہو سکتے۔ مومن کی نیت اور مقصد چونکہ آخرت طلبی ہی ہوتا ہے اللہ اسے آخرت میں اس کے اعمال کا بہترین بدلہ عطا فرماتا ہے اور دنیا میں بھی اس کی نیکیاں کام آتی ہیں۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی یہی مضمون آیا ہے۔ قرآن کریم کی آیت ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ﴾ [1] الخ، میں بھی اسی کا تفصیلی بیان ہے کہ دنیا طلب لوگوں میں سے جسے ہم جس قدر چاہیں دے دیتے ہیں۔ پھر اس کا ٹھکانا جہنم ہوتا ہے، جہاں وہ ذلیل وخوار ہو کر داخل ہوتا ہے۔ ہاں جس کی طلب آخرت ہو اور بالکل اسی کے مطابق اس کا عمل بھی ہو اور وہ ایمان دار بھی ہو تو ایسے لوگوں کی کوشش کی قدر دانی کی جاتی ہے۔ انہیں ہر ایک کو ہم تیرے رب کی عطا سے بڑھاتے رہتے ہیں تیرے پروردگار کا انعام کسی سے رکا ہوا نہیں۔ تو خود دیکھ کہ کس طرح ہم نے ایک کو ایک پر فضیلت بخشی ہے۔ آخرت کیا باعتبار درجوں کے اور کیا باعتبار فضیلت کے بہت ہی بڑی اور زبردست چیز ہے اور آیت میں ارشاد ہے ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ﴾ [2] الخ، جس کا ارادہ آخرت کی کھیتی کا ہو ہم خود اس میں اس کے لئے برکت عطا فرماتے ہیں۔ اور جس کا ارادہ دنیا کی کھیتی کا ہو ہم گو اسے اس میں سے کچھ دے دیں لیکن آخرت میں وہ بے نصیب رہ جاتا ہے۔

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۗ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۷﴾

کیا وہ شخص جو اپنے رب کے پاس کی دلیل پر ہو اور اس کے متصل ہی اللہ کی طرف کا گواہ ہو اور اس سے پہلے کتاب موسیٰ کی پیشوا اور رحمت، یہی لوگ ہیں جو اس پر ایمان رکھتے ہیں، تمام فرقوں میں سے جو بھی اس کا منکر ہو اس کے آخری وعدے کی جگہ جہنم ہے پس تو اس میں کسی قسم کے شبہ میں نہ رہ یقیناً یہ تیرے رب کی جانب سے سراسر برحق ہے یہ تو بات ہی اور ہے کہ اکثر لوگ ایمان والے نہیں ہوتے ○

اہل ایمان کا وصف: ان مومنوں کا وصف بیان ہو رہا ہے جو فطرت پر قائم ہیں جو اللہ کی وحدانیت کو دل سے مانتے ہیں۔ جیسے حکم الٰہی ہے کہ ﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا﴾ [3] الخ، اپنا منہ دین حنیف پر قائم کر دے اللہ کی فطرت جس پر اس نے انسانی فطرت پیدا کی ہے۔ بخاری ومسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں جیسے کہ جانوروں کے بچے صحیح سالم پیدا ہوتے ہیں پھر لوگ ان کے کان کاٹ ڈالتے ہیں۔ [4] مسلم شریف کی حدیث قدسی میں ہے میں نے اپنے تمام

---

[1] [الاسراء: ۱۸، ۲۱]　[2] [الشوریٰ: ۲۰]　[3] [سورۃ الروم: ۳۰]

[4] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الجنائز: باب ما قیل فی اولاد المشرکین (۱۳۸۱) صحیح مسلم: کتاب القدر: باب معنی کل مولود یولد علی الفطرۃ (۲۶۵۸) ترمذی: کتاب القدر (۲۱۳۸) ابوداؤد: کتاب السنۃ (۴۷۱۴) مسند احمد (۲/۳۷۵)]

بندوں کو موحد پیدا کیا ہے لیکن پھر شیطان آ کر انہیں ان کے دین سے بہکا دیتا ہے اور میری حلال کردہ چیزیں ان پر حرام کر دیتا ہے' اور انہیں کہتا ہے کہ میرے ساتھ انہیں شریک کریں جن کی کوئی دلیل میں نے نہیں اتاری۔ [1] مسند اور سنن میں ہے کہ ہر بچہ اسی ملت پر پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کی زبان کھلے' [2] الخ' پس مومن فطرتِ رب پر ہی باقی رہتا ہے۔ پس ایک تو فطرت اس کی صحیح سالم ہوتی ہے۔ پھر اس کے پاس اللہ کا شاہد آتا ہے یعنی اللہ کی شریعت پیغمبر ﷺ کے ذریعے پہنچتی ہے جو شریعت حضرت محمد ﷺ کی شریعت کے ساتھ ختم ہوئی۔ پس شاہد سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں اللہ کی رسالت اولاً حضرت جبرائیل علیہ السلام لائے اور آپ کے واسطے سے حضرت محمد ﷺ ایک قول میں کہا گیا ہے کہ وہ علی رضی اللہ عنہ ہیں لیکن وہ قول ضعیف ہے۔ اس کا کوئی قائل ثابت ہی نہیں۔ حق بات پہلی ہی ہے۔ پس مومن کی فطرت اللہ کی وحی سے مل جاتی ہے۔ اجمالی طور پر اسے پہلے سے ہی یقین ہوتا ہے' پھر شریعت کی تفصیلات کو مان لیتا ہے۔ اس کی فطرت ایک ایک مسئلے کی تصدیق کرتی جاتی ہے۔ پس فطرت سلیم' اس کے ساتھ قرآن کی تعلیم' جسے حضرت جبرائیل نے اللہ کے نبی ﷺ کو پہنچایا اور آپ نے اپنی امت کو پھر اس سے پہلے کی ایک اور تائید بھی موجود' وہ کتابِ موسیٰ علیہ السلام یعنی تورات جسے اللہ نے اس زمانے کی امت کے لئے پیشوائی کے قابل بنا کر بھیجا تھا اور جو اللہ کی طرف سے رحمت تھی' اس پر جن کا پورا ایمان ہے وہ لامحالہ اس نبی اور اس کتاب پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ کیونکہ اس کتاب نے اس کتاب پر ایمان لانے کی رہنمائی کی ہے۔ پس یہ لوگ اس کتاب پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ پھر پورے قرآن کو یا اس کے کسی حصے کو نہ ماننے والوں کی سزا کا بیان فرمایا کہ دنیا والوں میں سے جو گروہ' فرقہ اسے نہ مانے خواہ یہودی ہو' خواہ نصرانی کہیں کا ہو' کوئی ہو' کسی رنگت اور شکل وصورت کا ہو۔ قرآن پہنچا اور نہ مانا وہ جہنمی ہے۔ جیسے رب العالمین نے اپنے نبی کی زبانی اسی قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ ﴿لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ﴾ [3] کہ میں اس سے تمہیں بھی آگاہ کر رہا ہوں اور انہیں بھی جنہیں یہ پہنچ جائے۔ اور آیت میں ہے ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾ [4] لوگوں میں اعلان کر دو کہ اے انسانو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس امت میں سے جو بھی مجھے سن لے اور پھر مجھ پر ایمان نہ لائے وہ جہنمی ہے۔ [5] حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں جو صحیح حدیث سنتا

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا (۲۸٦۵) مسند احمد (۱٦۳/٤ ـ ۲٦٦)]

[2] [صحیح : مسند احمد (۳٤۵/۳) صحیح ابن حبان (۱۳۲) مستدرك حاكم (۱۲۳/۲) دارمی (۲۲۳/۲) بیهقی فی السنن الکبری (۷۷/۹، ۷۸) طبرانی کبیر (۸۲٦ ـ ۸۲۸)] امام ابن حبانؒ، امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [السلسلة الصحیحة (٤۰۲/۱)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[3] [سورة الانعام: آیت ۱۹]

[4] [سورة الاعراف: آیت ۱۵۸]

[5] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب وجوب الایمان برسالة نبینا محمد (۱۵۳)]

ہوں اس کی تصدیق کتاب اللہ میں ضرور پاتا ہوں ۔ مندرجہ بالا حدیث سن کر میں اس تلاش میں لگا کہ اس کی تصدیق قرآن کی کس آیت سے ہوتی ہے تو مجھے یہ آیت ملی پس تمام دین والے اس سے مراد ہیں ۔ (۱) پھر جناب باری ارشاد فرماتا ہے کہ اس قرآن کے اللہ کی طرف سے سراسر حق ہونے میں تجھے کوئی شک وشبہ نہ کرنا چاہئے جیسے ارشاد ہے کہ اس کتاب کے رب العالمین کی طرف سے نازل شدہ ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ۔ (۲) اور جگہ ہے ﴿ذَالِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ﴾ (۳) اس کتاب میں کوئی شک نہیں ۔ پھر ارشاد ہے کہ اکثر لوگ ایمان سے کورے ہوتے ہیں جیسے فرمان ہے : ﴿وَمَا اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ (۴) یعنی گو تیری چاہت ہو لیکن یقین کر لے کہ اکثر مومن نہیں ہوں گے ۔ اور آیت میں ہے ﴿وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (۵) اگر تو دنیا والوں کی اکثریت کی پیروی کرے گا تو وہ تجھے راہ حق سے بھٹکا دیں گے اور آیت میں ہے ﴿وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (۶) یعنی ان پر ابلیس نے اپنا گمان سچ کر دکھایا اور سوائے مومنوں کی ایک مختصر سی جماعت کے باقی سب اسی کے پیچھے لگ گئے ۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰي رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَاۗءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰي رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۸﴾ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ اُولٰۗىِٕكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَاۗءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۭ مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۱﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۲۲﴾

وقف لازم

اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھ لے یہ لوگ اپنے پروردگار کے سامنے پیش کئے جائیں گے اور سارے گواہ کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ باندھا' خبردار ہو کہ اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر ○ جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کر لیتے ہیں' یہی ہیں آخرت کے منکر ○ نہ یہ لوگ دنیا میں اللہ کو ہرا سکے نہ ان کا کوئی حمایتی اللہ کے سوا ہوا' ان کے لئے عذاب دگنا کیا جائے گا' نہ یہ سننے کی طاقت رکھتے تھے اور نہ یہ دیکھتے ہی تھے ○ یہی ہیں جنہوں

---

(۱) [صحیح : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۸۰۸۷ ـ ۱۸۰۸۹) تفسیر ابن ابی حاتم (۱۰۷۶۹/۶) مستدرک حاکم (۳۴۲/۲)] امام حاکمؒ نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے ۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے صحیح کہتے ہیں ۔]

(۲) [السجدہ: ۱، ۲] (۳) [البقرہ: ۱،۲] (۴) [یوسف:۱۰۳]

(۵) [الانعام: ۱۱۶] (۶) [سبا: ۲۰]

نے اپنا نقصان آپ کرلیا اور جن سے اپنا باندھا ہوا افترا گم ہو گیا○ بے شک یہی لوگ آخرت میں زیاں کار ہوں گے○

سب سے بڑا ظالم اللہ پر بہتان باندھنے والا: جو لوگ اللہ کے ذمے بہتان باندھ لیں' ان کا انجام اور قیامت کے دن کی ساری مخلوق کے سامنے کی ان کی رسوائی کا بیان ہو رہا ہے۔ مسند احمد میں صفوان بن محرز کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور پوچھنے لگا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے دن کی سرگوشی کے بارے میں کیا سنا ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ عزوجل مومن کو اپنے سے قریب کرے گا یہاں تک کہ اپنا بازو اس پر رکھ دے گا اور اسے لوگوں کی نگاہوں سے چھپا لے گا اور اسے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا کہ کیا تجھے اپنا فلاں گناہ یاد ہے؟ اور فلاں بھی؟ یہ اقرار کرتا جائے گا یہاں تک کہ سمجھ لے گا کہ بس اب ہلاک ہوا۔ اس وقت ارحم الراحمین فرمائے گا کہ میرے بندے! میں دنیا میں ان پر پردہ ڈالتا رہا سن آج بھی میں انہیں بخشتا ہوں۔ پھر اس کی نیکیوں کا عمل نامہ اسے دے دیا جائے گا۔ اور کفار اور منافقین پر تو گواہ پیش ہوں گے جو کہیں گے کہ یہی وہ ہیں جو اللہ پر جھوٹ بولتے تھے۔ یاد رہے کہ ان ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے۔ [1]

یہ لوگ اتباع حق' ہدایت اور جنت سے اوروں کو روکتے رہے اور اپنا طریقہ ٹیڑھا' ترچھا ہی تلاش کرتے رہے ساتھ ہی قیامت اور آخرت کے دن کے بھی منکر ہی رہے اسے مانا ہی نہیں۔ یاد رہے کہ یہ اللہ کے ماتحت ہیں وہ ان سے ہر وقت انتقام لینے پر قادر ہے اگر چاہے تو آخرت سے پہلے دنیا میں ہی پکڑ لے لیکن اس کی طرف سے تھوڑی سے ڈھیل انہیں مل گئی ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے اللہ تعالیٰ ظالموں کو مہلت دیتا ہے بالآخر جب پکڑتا ہے تب چھوڑتا ہی نہیں۔ [2] ان کی سزائیں بڑھتی ہی چلی جائیں گی۔ اس لئے کہ اللہ کی دی ہوئی قوتوں سے انہوں نے کام نہ لیا حق سننے سے کافروں کو بہرہ رکھا۔ حق کی تابعداری سے آنکھوں کو اندھا رکھا جہنم میں جاتے وقت خود ہی کہیں گے کہ ﴿لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾ [3] یعنی اگر سنتے ہوتے عقل رکھتے ہوتے تو آج دوزخی نہ بنتے۔ یہی فرمان آیت ﴿اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ﴾ [4] الخ' میں ہے کہ کافروں کے لئے اللہ کی راہ سے روکنے والوں کے لئے عذاب پر

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المظالم : باب قول الله تعالی الا لعنة الله علی الظالمین (۲٤٤١) و کتاب التفسیر (٤٦٨٥) صحیح مسلم : کتاب التوبة : باب فی سعة رحمة الله تعالی علی المومنین (۲۷٦٨) ابن ماجه : مقدمه : باب فیما انکرت الجهمیة (۱۸۳) مسند احمد (۲/۷٤۔ ۱۰۵)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب و کذلك اخذ ربك اذا اخذ القری وهی ظالمة (٤٦٨٦) صحیح مسلم : کتاب البر والصلة : باب تحریم الظلم (۲٥٨۳) ابن ماجه : کتاب الفتن : باب العقوبات (٤٠١٨) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن (۳۱۱۰) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۸٥٥٩) بیهقی فی السنن الکبری (٦/٩٤) شرح السنة (٤١٦٢)]

[3] [سورۃ الملك: آیت ۱۰]

[4] [سورۃ النحل: آیت ۸۸]

عذاب بڑھتا چلا جائے گا۔ ہر ایک حکم عدولی پر' ہر ایک برائی کے کام پر سزا بھگتیں گے۔ بس صحیح قول یہی ہے کہ آخرت کی نسبت کے اعتبار سے کفار بھی فروع شرع کے مکلّف ہیں۔ یہی ہیں وہ جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا اور خود اپنے آپ کو جہنمی بنایا۔ جہاں کا عذاب ذرا سی دیر بھی ہلکا نہیں ہوگا۔ آگ کے شعلے کم ہونے تو کہاں اور تیز تیز ہوتے جائیں گے جنہیں انہوں نے گھڑ لیا تھا یعنی بت اور اللہ کے شریک وغیرہ آج وہ ان کے کسی کام نہ آئیں گے بلکہ نظر بھی نہ پڑیں گے بلکہ اور نقصان پہنچائیں گے۔ وہ تو ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کے شرک سے صاف مکر جائیں گے۔ گو یہ انہیں باعث عزت سمجھتے ہیں لیکن درحقیقت وہ ان کے لئے باعث ذلت ہیں۔ کھلے طور پر اس بات کا قیامت کے دن انکار کر دیں گے کہ ان مشرکوں نے انہیں پوجا۔ یہی ارشاد خلیل الرحمان کا اپنی قوم سے تھا کہ ان بتوں سے گو تم دینی تعلقات وابستہ رکھو لیکن قیامت کے دن ایک دوسرے کا انکار کر دیں گے اور ایک دوسرے پر لعنت کرنے لگیں گے۔ اور تم سب کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور کوئی کسی کو کوئی مدد نہ پہنچائے گا۔ یہی مضمون آیت ﴿اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا﴾ (1) الخ' میں ہے یعنی اس وقت پیشوا لوگ اپنے مریدوں سے دست بردار ہو جائیں گے عذاب الٰہی آنکھوں دیکھ لیں گے اور باہمی تعلقات سب منقطع ہو جائیں گے۔ اسی قسم کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں وہ بھی ان کی ہلاکت اور نقصان کی خبر دیتی ہیں۔ یقیناً یہی لوگ قیامت کے دن سب سے زیادہ نقصان اٹھائیں گے۔ جنت کے درجوں کے بدلے انہوں نے جہنم کے گڑھے لئے' اللہ کی نعمتوں کے بدلے جہنم کی آگ قبول کی میٹھے ٹھنڈے خوشگوار جنتی پانی کے بدلے جہنم کا آگ جیسا کھولتا ہوا گرم پانی انہیں ملا' حورعین کے بدلے لہو پیپ اور بلند و بالا محلات کے بدلے دوزخ کے تنگ مقامات انہوں نے لئے' رب رحمٰن کی نزدیکی اور دیدار کے بدلے اس کا غضب اور سزا انہیں ملی۔ بے شک یہاں یہ سخت گھاٹے میں رہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰی رَبِّهِمْ ۙ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۳﴾ مَثَلُ الْفَرِیْقَیْنِ كَالْاَعْمٰی وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِیْرِ وَالسَّمِیْعِ ؕ هَلْ یَسْتَوِیٰنِ مَثَلًا ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾ ع

یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام بھی کئے اور اپنے پالنے والے کی طرف جھکتے رہے وہی جنت میں جانے والے ہیں' جہاں وہ ہمیشہ ہی رہنے والے ہیں ○ ان دونوں فرقوں کی مثال اندھے بہرے اور دیکھتے سنتے جیسی ہے' کیا یہ دونوں مثال میں برابر ہیں؟ کیا پھر بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ ○

باعمل مسلمان جنت کا وارث: بروں کے ذکر کے بعد اب اچھے لوگوں کا بیان ہو رہا ہے جن کے دل ایمان والے جن کے جسمانی اعضاء فرماں برداری کرنے والے تھے' قول و فعل سے فرمانِ رب بجا لانے والے اور رب کی نافرمانی سے بچنے والے تھے یہ لوگ جنت کے وارث ہوں گے۔ بلند و بالا بالا خانے' بچھے بچھائے تخت' جھکے ہوئے خوشوں اور میووں کے درخت' ابھرے ابھرے فرش' خوبصورت بیویاں' قسم قسم کے ذائقہ پھل' چاہت کے لذیذ

---

(1) [سورة البقرة: آیت ١٦٦]

کھانے پینے اور سب سے بڑھ کر دیدار الٰہی۔ یہ نعمتیں ہوں گی جوان کے لئے ہمیشگی لئے ہوئے ہوں گی۔ نہ انہیں موت آئے نہ بڑھاپا' نہ بیماری' نہ غفلت' نہ پاخانہ' پیشاب' نہ تھوک' نہ ناک مشک بو والا پسینہ آیا اور غذا ہضم۔ پہلے بیان کردہ کافر شقی لوگ اور یہ مومن متقی لوگ بالکل وہی نسبت رکھتے ہیں جو اندھے بہرے اور بینا اور سنتے میں ہے۔ کافر دنیا میں حق کو دیکھنے میں اندھے تھے اور آخرت کے دن بھی بھلائی کی راہ نہیں پائیں گے نہ اسے دیکھیں گے۔ وہ حقانیت کی دلیلوں کے سننے سے بہرے تھے' نفع دینے والی بات سنتے ہی نہ تھے' اگر ان میں کوئی بھلائی ہوتی تو اللہ تعالیٰ انہیں ضرور سناتا۔ اسے برخلاف مومن سمجھ دار' ذکی' عاقل' عالم' دیکھتا' بھالتا' سوچتا' سمجھتا' حق و باطل میں تمیز کرتا۔ بھلائی لے لیتا' برائی چھوڑ دیتا' دلیل اور شبہ میں فرق کر لیتا اور باطل سے بچتا' حق کو مانتا' بتلایئے یہ دونوں کیسے برابر ہو سکتے ہیں؟ تعجب ہے کہ پھر بھی تم ایسے دو مختلف شخصوں میں فرق نہیں سمجھتے' ارشاد ہے ﴿لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ﴾ (١) الخ۔ دوزخی اور جنتی ایک نہیں ہوتے جنتی تو بالکل کامیاب ہیں۔ اور آیت میں ہے اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں' اندھیرا اور اجالا برابر نہیں' سایہ اور دھوپ برابر نہیں' زندہ مردہ برابر نہیں۔ اللہ تو جسے چاہے سنا سکتا ہے۔ تو قبر والوں کو سنا نہیں سکتا۔ تُو تو صرف آگاہ کر دینے والا ہے۔ ہم نے تجھے حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے' ہر ہر امت میں ڈرانے والا ہو چکا ہے۔ (٢)

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٢٥﴾ أَن لَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ ۖ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ أَلِيمٍ ﴿٢٦﴾ فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ مَا نَرَاكَ إِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرَاكَ اتَّبَعَكَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ أَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّأْيِ وَمَا نَرَىٰ لَكُمْ عَلَيْنَا مِن فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كَاذِبِينَ ﴿٢٧﴾

یقیناً ہم نے نوح (علیہ السلام) کو اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا کہ میں تمہیں صاف صاف ہوشیار کر دینے والا ہوں ○ کہ تم صرف اللہ ہی کی عبادت کرو' مجھے تو تم پر دردناک دن کے عذاب کا خوف ہے ○ اس کی قوم کے کافروں کے سرداروں نے جواب دیا کہ ہم تو تجھے اپنے جیسا انسان ہی دیکھتے ہیں اور تیرے تابعداروں کو بھی ہم دیکھتے ہیں کہ سوائے کمین' موٹی سمجھ والوں کے اور کوئی نہیں' ہم تو تیری کسی قسم کی برتری اپنے اوپر نہیں دیکھ رہے بلکہ ہم تو تمہیں جھوٹا سمجھ رہے ہیں ○

نوح علیہ السلام کا کچھ تذکرہ: سب سے پہلے کافروں کی طرف رسول بنا کر بت پرستی سے روکنے کے لئے زمین پر حضرت نوح علیہ السلام ہی بھیجے گئے تھے۔ آپ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ میں تمہیں اللہ کے عذاب سے ڈرانے آیا ہوں اگر تم غیر اللہ کی عبادت نہ چھوڑو گے تو عذاب میں پھنسو گے۔ دیکھو تم صرف ایک اللہ ہی کی عبادت کرتے رہو۔ اگر تم نے خلاف ورزی کی تو قیامت کے دن کے دردناک سخت عذابوں میں مجھے تمہارے لینے کا خوف ہے۔ اس پر قومی کافروں رؤسا اور امراء بول اٹھے کہ آپ کوئی فرشتہ تو ہیں نہیں ہم جیسے ہی انسان ہیں' پھر کیسے ممکن ہے کہ ہم

(١) [سورة الحشر: آیت ٢٠]
(٢) [سورة فاطر: آیت ١٩، ٢٤]

سب کو چھوڑ کر تم ایک ہی کے پاس وحی آئے۔ اور ہم اپنی آنکھوں دیکھ رہے ہیں کہ ایسے رذیل لوگ آپ کے حلقے میں شامل ہو گئے ہیں کوئی شریف اور رئیس آپ کا فرماں بردار نہیں ہوا اور یہ لوگ بے سود سمجھے بغیر غور و فکر کے آپ کی مجلس میں آن بیٹھے ہیں اور ہاں میں ہاں ملائے جاتے ہیں۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اس نئے دین نے تمہیں کوئی فائدہ بھی نہیں پہنچایا کہ تم خوش حال ہو گئے ہو تمہاری روزیاں بڑھ گئی ہوں یا خلق میں تمہیں کوئی برتری ہم پر حاصل ہو گئی ہو۔ بلکہ ہمارے خیال سے تو تم سب جھوٹے ہو نیکی اور صلاحیت اور عبادت پر جو وعدے تم ہمیں آخرت کے ملک کی دے رہے ہو ہمارے نزدیک تو یہ سب ہی جھوٹی باتیں ہیں۔ ان کفار کی بے عقلی تو دیکھئے اگر حق کے قبول کرنے والے نچلے طبقہ کے لوگ ہوئے تو کیا اس سے حق کی شان گھٹ گئی؟ حق حق ہی ہے خواہ اس کے ماننے والے بڑے لوگ ہوں خواہ چھوٹے لوگ ہوں۔ بلکہ حق بات یہ ہے کہ حق کی پیروی کرنے والے ہی شریف لوگ ہیں۔ چاہے وہ مسکین مفلس ہی ہوں اور حق سے روگردانی کرنے والے ہی ذلیل اور رذیل ہیں گو وہ غنی مالدار اور امیر امراء ہوں۔ ہاں یہ واقعہ ہے کہ سچائی کی آواز کو پہلے پہل غریب مسکین لوگ ہی قبول کرتے ہیں اور امیر کبیر لوگ ناک بھوں چڑھانے لگتے ہیں۔ فرمان قرآن ہے کہ تجھ سے پہلے جس جس بستی میں ہمارے انبیاء علیہم السلام آئے وہاں کے بڑے لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو جس دین پر پایا ہے ہم تو انہی کی خوشہ چینی کرتے رہیں گے۔ [1] شاہ روم ہرقل نے جو ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا کہ شریف لوگوں نے اس کی تابعداری کی ہے یا ضعیف لوگوں نے؟ تو اس نے یہی جواب دیا تھا کہ ضعیفوں نے۔ جس پر ہرقل نے کہا تھا کہ رسولوں کے تابعدار یہی لوگ ہوتے ہیں۔ [2] حق کی فوری قبولیت بھی کوئی عیب کی بات نہیں، حق کی وضاحت کے بعد رائے فکر کی ضرورت ہی کیا؟ بلکہ ہر عقل مندی کا کام یہی ہے کہ حق کے ماننے میں سبقت اور جلدی کرے۔ اس میں تامل کرنا جہالت اور کند ذہنی ہے۔ اللہ کے تمام پیغمبر بہت واضح اور صاف کھلی ہوئی دلیلیں لے کر آتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ میں نے جسے بھی اسلام کی طرف بلایا اس میں کچھ جھجک ضرور پائی سوائے ابو بکر کے انہوں نے تردّد و تأمل نہ کیا واضح چیز کو دیکھتے ہی فوراً بے جھجک قبول کر لیا۔ [3] ان کا تیسرا اعتراض کہ ہم کوئی برتری تم میں نہیں دیکھتے یہ بھی ان کے اندھے پن کی وجہ سے ہے اپنی ان کی آنکھیں اور کان نہ ہوں اور ایک موجود چیز کا انکار کر دیں تو فی الواقع اس کا نہ ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ یہ تو نہ حق کو دیکھیں نہ حق کو سنیں بلکہ اپنے شک میں غوطے لگاتے رہتے ہیں۔ اپنی جہالت میں ڈبکیاں مارتے رہتے ہیں۔ جھوٹے مفتری خالی ہاتھ، رذیل اور نقصانوں والے ہیں۔

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ﴿۲۸﴾

---

[1] [سورة الزخرف: آیت ٢٣]

[2] [صحيح : صحيح بخاری : كتاب بدء الوحی : باب كيف كان بدء الوحی الی رسول الله (٧) صحيح مسلم : كتاب الجهاد : باب كتب النبی الی هرقل (١٧٧٣)]

[3] [طبرانی كبير (١٣٣٨٣) مجمع الزوائد (١٤٣٢٠/٩)]

نوح نے کہا میری قوم والو مجھے بتلاؤ تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے کسی دلیل پر ہوا اور مجھے اس نے اپنے پاس کی کوئی نعمت عطا کی ہوتی ہوئی پھر وہ تمہاری نگاہوں میں نہ آئی تو کیا زبردستی میں اسے تمہارے گلے سے منڈھ دوں؟ حالانکہ تم اس سے بیزار ہو ○

نوح علیہ السلام کا قوم کو جواب: حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو جواب دیا کہ سچی نبوت، یقین اور واضح چیز میرے پاس تو میرے رب کی طرف سے آ چکی۔ بہت بڑی رحمت ونعمت اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی اور وہ تم سے پوشیدہ رہی تم اسے نہ دیکھ سکے نہ تم نے اس کی قدردانی کی نہ اسے پہچانا بلکہ بے سوچے سمجھے تم نے اسے دھکے دے دیئے اور اسے جھٹلانے لگ گئے۔ اب بتاؤ کہ تمہاری اس ناپسندیدگی کی حالت میں میں کیسے یہ کر سکتا ہوں کہ تمہیں اس کا ماتحت بنا دوں؟

وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ؕ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِىْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳۰﴾

میری قوم والو میں تم سے اس پر کوئی مال نہیں مانگتا، میرا ثواب تو صرف اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے نہ میں ایمان داروں کو اپنے پاس سے نکال سکتا ہوں، انہیں اپنے رب سے ملنا ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ جہالت کر رہے ہو ○ میری قوم کے لوگو! اگر میں ان مومنوں کو اپنے پاس سے نکال دوں تو اللہ کے مقابلہ میں میری مدد کون کر سکتا ہے؟ کیا تم کچھ بھی غور وفکر نہیں کرتے؟ ○

بلا اجرت وعظ: آپ اپنی قوم سے فرماتے ہیں کہ میں جو کچھ نصیحت تمہیں کر رہا ہوں جتنی خیر خواہی تمہاری کرتا ہوں اس کی کوئی اجرت تو تم سے نہیں مانگتا، میری اجرت تو اللہ کے ذمے ہے۔ تم جو مجھ سے کہتے ہو کہ ان غریب مسکین ایمان والوں کو میں دھکے دے دوں مجھ سے تو یہ کبھی نہیں ہونے کا۔ یہی طلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کی گئی تھی جس کے جواب میں یہ آیت اتری ﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ﴾ [1] الخ، یعنی صبح شام اپنے رب کے پکارنے والوں کو اپنی مجلس سے نہ نکال۔ اور آیت میں ہے ﴿وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ﴾ [2] الخ، اسی طرح ہم نے ایک کو دوسرے سے آزما لیا اور وہ کہنے لگے کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن پر ہم سب کو چھوڑ کر اللہ کا فضل نازل ہوا؟ کیا اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو نہیں جانتا؟

وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّىْ مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِىْۤ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِىْۤ اَنْفُسِهِمْ ۖۚ اِنِّىْۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں سنو میں غیب کا علم بھی نہیں رکھتا نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں کوئی فرشتہ ہوں نہ میرا یہ قول ہے کہ جن پر تمہاری نگاہیں ذلت سے پڑ رہی ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کوئی نعمت دے گا ہی نہیں، ان کے دل

---

[1] [سورۃ الانعام: آیت ٥٢] [2] [سورۃ الانعام: آیت ٥٣]

میں جو ہے اسے اللہ ہی خوب جانتا ہے' اگر میں ایسی باتیں کہوں تو یقیناً میرا شمار ظالموں میں ہو جائے ○

لوگوں کو صرف توحید الٰہی کی دعوت: آپ فرماتے ہیں کہ میں صرف اللہ کا رسول ہوں' اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت اور توحید کی طرف اس کے فرمان کے مطابق تم سب کو بلاتا ہوں۔ اس سے میری مراد تم سے مال سمیٹنا نہیں۔ ہر بڑے چھوٹے کے لئے میری دعوت عام ہے جو قبول کرے گا نجات پائے گا۔ اللہ کے خزانوں کے ہیر پھیر کی مجھ میں قدرت نہیں۔ میں غیب نہیں جانتا ہاں جو بات اللہ مجھے معلوم کرا دے معلوم ہو جاتی ہے۔ میں فرشتہ ہونے کا دعوے دار نہیں ہوں۔ بلکہ ایک انسان ہوں جس کی تائید اللہ کی طرف سے معجزوں سے ہو رہی ہے' جنہیں تم رذیل اور ذلیل سمجھ رہے ہو میں تو اس کا قائل نہیں کہ انہیں اللہ کے ہاں ان کی نیکیوں کا بدلہ نہیں ملے گا۔ ان کے باطن کا حال بھی مجھے معلوم نہیں اللہ ہی کو اس کا علم ہے۔ اگر ظاہر کی طرح باطن میں بھی ایماندار ہیں تو انہیں اللہ کے ہاں ضرور نیکیاں ملیں گی جو ان کے انجام کی برائی کو کہے اس نے ظلم کیا اور جہالت کی بات کہی۔

قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ۭ هُوَ رَبُّكُمْ ۣ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۴﴾

کہنے لگے کہ اے نوح! تو ہم سے جھگڑا اور خوب ہی جھگڑ چکا اب تو تو جس چیز سے ہمیں دھمکا رہا ہے وہی ہمارے پاس لے آ اگر تو سچوں میں سے ہے ○ جواب دیا کہ اسے بھی اللہ ہی لائے گا اگر وہ چاہے ہاں تم اسے ہرانے والے نہیں ہو ○ تمہیں میری خیر خواہی کچھ بھی نفع نہیں دے سکتی گو میں کتنی ہی تمہاری خیر خواہی کیوں نہ چاہوں بشرطیکہ اللہ کا ارادہ تمہیں گمراہ کرنے کا ہو' وہی تم سب کا پروردگار ہے اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے ○

قوم نوح علیہ السلام کی عجلت: قوم نوح علیہ السلام کی عجلت بیان ہو رہی ہے کہ عذاب مانگ بیٹھے۔ کہنے لگے بس حجتیں تو ہم نے بہت سی سن لیں۔ آخری فیصلہ ہمارا یہ ہے کہ ہم تو تیری تابعداری نہیں کرنے کے' اب اگر تو سچا ہے تو دعا کر کے ہم پر عذاب لے آ۔ آپ نے جواب دیا کہ یہ بھی میرے بس کی بات نہیں اللہ کے ہاتھ ہے۔ اسے کوئی عاجز کرنے والا نہیں۔ اگر اللہ کا ارادہ ہی تمہاری گمراہی اور بربادی کا ہے تو پھر واقعی میری نصیحت بے سود ہے۔ سب کا مالک اللہ ہی ہے تمام کاموں کی تکمیل اسی کے ہاتھ ہے۔ متصرف' عالم' عادل' غیر ظالم' فیصلوں کے امر کا مالک' ابتدا پیدا کرنے والا' پھر لوٹانے والا' دنیا و آخرت کا تنہا مالک وہی ہے۔ ساری مخلوق کو اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ وَاَنَا بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ﴿۳۵﴾ ع

کیا یہ کہتے ہیں؟ کہ اسے خود اسی نے گھڑ لیا ہے؟ تو جواب دے کہ اگر میں نے اسے گھڑ لیا ہو تو میرا گناہ مجھ پر ہے اور میں ان گناہوں سے تو بری ہوں جو تم کر رہے ہو ○

کفار کا الزام اور نبی کریم ﷺ کا جواب: یہ درمیانی کلام اس قصے کے بیچ میں اس کی تائید اور تقریر کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے آخری رسول ﷺ سے فرماتا ہے کہ یہ کفار تجھ پر اس قرآن کے از خود گھڑ لینے کا الزام لگا رہے ہیں تو جواب دے کہ اگر ایسا ہے تو میرا گناہ مجھ پر ہے میں جانتا ہوں کہ اللہ کے عذاب کیسے کچھ ہیں؟ پھر کیسے ممکن ہے کہ میں اللہ پر جھوٹ افترا گھڑ لوں؟ ہاں اپنے گناہوں کے ذمے دار تم آپ ہو۔

وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿٣٦﴾ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿٣٧﴾ وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ ۣ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ۭ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ﴿٣٨﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿٣٩﴾

نوح کی طرف وحی بھیجی گئی کہ تیری قوم میں سے جو ایمان لا چکے ان کے سوا اور کوئی اب ایمان لائے گا ہی نہیں پس تو ان کے کاموں پر غمگین نہ ہو ○ اور ایک کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی سے تیار کر اور ظالموں کے بارے میں ہم سے کوئی بات چیت نہ کر وہ پانی میں ڈبو دیئے جانے والے ہیں ○ نوح (علیہ السلام) کی کشتی کی تیاری کی حالت میں اس کی قوم کی جو جماعت اس کے پاس سے گزرتی وہ اس کا مذاق اڑاتی اس نے کہا کہ اگر تم ہمارا مذاق اڑاتے ہو تو ہم بھی تم پر ایک دن ہنسیں گے جیسے تم مسخرا پن کر رہے ہو ○ تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ کس پر عذاب آنا ہے جو اسے رسوا کرے اور اس پر ہمیشگی کی سزا اتر آئے ○

کشتی کی تیاری اور سرداروں کا مذاق: قوم نوح علیہ السلام نے جب عذابوں کی مانگ میں جلدی مچائی تو آپ نے اللہ سے دعا کی کہ الٰہی زمین پر کسی کافر کو رہتا بستا نہ چھوڑ۔ ① پروردگار میں عاجز آ گیا ہوں' تو میری مدد کر۔ ② اسی وقت وحی آئی کہ جو ایمان لا چکے ہیں ان کے سوا اور کوئی اب ایمان نہ لائے گا تو ان پر افسوس نہ کر نہ ان کا کوئی ایسا خاص خیال کر۔ ہمارے دیکھتے ہی ہماری تعلیم کے مطابق ایک کشتی تیار کر اور اب ظالموں کے بارے میں ہم سے کوئی بات چیت نہ کر' ہم ان کا ڈبو دینا مقرر کر چکے۔ بعض سلف کہتے ہیں حکم ہوا کہ لکڑیاں کاٹ کر سکھا کر تختے بنا لو۔ اس میں ایک سو سال گزر گئے' پھر مکمل تیاری میں سو سال اور نکل گئے۔ ایک قول ہے چالیس سال لگے۔ واللہ اعلم۔ امام محمد بن اسحاق تورات سے نقل کرتے ہیں کہ ساگ کی لکڑی کی یہ کشتی تیار ہوئی اس کا طول اسی (٨٠) ہاتھ تھا اور عرض پچاس (٥٠) ہاتھ کا تھا۔ اندر باہر سے روغن کیا گیا تھا پانی کاٹنے کے پر پرزے بھی تھے۔ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ لمبائی تین سو (٣٠٠) ہاتھ کی تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ طول بارہ سو (١٢٠٠) ہاتھ کا تھا اور چوڑائی

---

① [سورة نوح: آیت ٢٦] ② [سورة القمر: آیت ١٠]

چھ سو (۶۰۰) ہاتھ کی تھی۔ کہا گیا ہے کہ طول دو ہزار (۲۰۰۰) ہاتھ اور چوڑائی ایک سو ہاتھ کی تھی۔ واللہ اعلم۔ اس کی اندرونی اونچائی تیس ہاتھ کی تھی اس میں تین درجے تھے ہر درجہ دس ہاتھ اونچا تھا۔ سب سے نیچے کے حصے میں چوپائے اور جنگلی جانور تھے۔ درمیان کے حصے میں انسان تھے۔ اوپر کے حصے میں پرندے تھے۔ ان میں چوڑا دروازہ تھا' اوپر سے بالکل بند تھی۔ ابن جریر نے ایک غریب اثر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا ہے کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے درخواست کی کہ اگر آپ بحکم الٰہی کسی ایسے مرد کو جلاتے جس نے کشتی نوح دیکھی ہوتو ہمیں اس سے معلومات حاصل ہوتیں آپ انہیں لے کر چلے ایک ٹیلے پر پہنچ کر وہاں کی مٹی اٹھائی اور فرمایا جانتے ہو یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول کو ہی علم ہے۔ آپ نے فرمایا یہ پنڈلی ہے حام بن نوح کی پھر آپ نے اپنی لکڑی اس ٹیلے پر مار کر فرمایا اللہ کے حکم سے اٹھ کھڑا ہو اسی وقت ایک بڈھا سا آدمی اپنے سر سے مٹی جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ آپ نے اس سے پوچھا کیا تو بڑھاپے میں مرا تھا؟ اس نے کہا نہیں مرا تو تھا جوانی میں لیکن اب دل پر دہشت بیٹھی کہ قیامت قائم ہوگئی اس دہشت نے بوڑھا کر دیا۔ آپ نے فرمایا اچھا حضرت نوح کی کشتی کی بابت اپنی معلومات بیان کرو۔ اس نے کہا وہ بارہ سو (۱۲۰۰) ہاتھ لمبی اور چھ سو (۶۰۰) ہاتھ چوڑی تھی' تین درجوں کی تھی۔ ایک میں جانور اور چوپائے تھے' دوسرے میں انسان' تیسرے میں پرند۔ جب جانوروں کا گوبر پھیل گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ ہاتھی کی دم ہلاؤ۔ آپ کے ہلاتے ہی اس سے خنزیر نر مادہ نکل آئے اور وہ میلا کھانے لگے۔ چوہوں نے جب اس کے تختے کترنے شروع کیے تو حکم ہوا کہ شیر کی پیشانی پر انگلی لگا۔ اس سے بلی کا جوڑا نکلا اور چوہوں کی طرف لپکا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا کہ حضرت نوح علیہ السلام کو شہروں کے غرقاب ہونے کا علم کیسے ہوگیا؟ آپ نے فرمایا کہ انہوں نے کوے کو خبر لینے کے لئے بھیجا لیکن وہ ایک لاش پر بیٹھ گیا' دیر تک وہ واپس نہ آیا تو آپ نے اس کے لئے ہمیشہ ڈرتے رہنے کی بددعا کی۔ اسی لئے وہ گھروں سے مانوس نہیں ہوتا۔ پھر آپ نے کبوتر کو بھیجا وہ اپنی چونچ میں زیتون کے درخت کا پتہ لے کر آیا اور اپنے پنجوں میں خشک مٹی لایا اس سے معلوم ہوگیا کہ شہر ڈوب چکے ہیں۔ آپ نے اس کی گردن میں خصرہ کا طوق ڈال دیا اور اس کے لئے امن وانس کی دعا کی پس وہ گھروں میں رہتا سہتا ہے۔ حواریوں نے کہا کہ اے رسول اللہ! آپ انہیں ہمارے ہاں لے چلئے کہ ہم میں بیٹھ کر اور بھی باتیں ہمیں سنائیں۔ آپ نے فرمایا یہ تمہارے ساتھ کیسے آ سکتا ہے؟ جب کہ اس کی روزی نہیں۔ پھر فرمایا اللہ کے حکم سے جیسا تھا ویسا ہی ہو جا' وہ اسی وقت مٹی ہوگیا۔ [1] نوح علیہ السلام تو کشتی بنانے میں لگے اور کافروں کو ایک مذاق ہاتھ لگ گیا۔ وہ چلتے پھرتے انہیں چھیڑتے اور باتیں بناتے اور طعنہ دیتے کیونکہ انہیں جھوٹا جانتے تھے اور عذاب کے وعدے پر انہیں یقین نہ تھا۔ اس کے جواب میں حضرت نوح علیہ السلام فرماتے اچھا دل خوش کر لو وقت آ رہا ہے کہ اس کا پورا بدلہ لے لیا جائے۔ ابھی جان لو گے کہ کون اللہ کے عذاب سے دنیا میں رسوا ہوتا ہے اور کس پر اخروی عذاب آ چمٹتا ہے جو کبھی ٹالے نہ ٹلے۔

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۸۱۵۱ـ ۱۸۱۵۲)] اس کی سند میں علی بن زید ضعیف ہے۔]

حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَمۡرُنَا وَ فَارَ التَّنُّوۡرُ ۙ قُلۡنَا احۡمِلۡ فِیۡہَا مِنۡ کُلٍّ زَوۡجَیۡنِ اثۡنَیۡنِ وَ اَہۡلَکَ اِلَّا مَنۡ سَبَقَ عَلَیۡہِ الۡقَوۡلُ وَ مَنۡ اٰمَنَ ؕ وَ مَاۤ اٰمَنَ مَعَہٗۤ اِلَّا قَلِیۡلٌ ﴿۴۰﴾

یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ پہنچا اور تنورا بلنے لگا ہم نے فرمادیا کہ کشتی میں ہر قسم کے جوڑے دو ہرے سوار کرا لے اور اپنے گھر کے لوگوں کو بھی سوائے ان کے جن پر پہلے سے بات پڑ چکی ہے اور سب ایمان والوں کو بھی' اس کے ساتھ ایمان لانے والے بہت ہی کم تھے ○

قوم نوح پر عذاب کی آمد: حسب فرمانِ ربی آسمان سے موسلا دھار لگا تار بارش برسنے لگی اور زمین سے بھی پانی ابلنے لگا اور ساری زمین پانی سے بھر گئی اور جہاں تک منظور رب تھا پانی بھر گیا اور حضرت نوح علیہ السلام کو رب العالمین نے اپنی نگاہوں کے سامنے چلنے والی کشتی پر سوار کر دیا۔ اور کافروں کو ان کے کیفر کردار کو پہنچا دیا۔ تنور کے ابلنے سے بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ مطلب ہے کہ روئے زمین سے چشمے پھوٹ پڑے یہاں تک کہ آگ کی جگہ تنور میں سے بھی پانی ابل پڑا۔ یہی قول جمہور سلف وخلف کا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تنور صبح کا نکلنا اور فجر کا روشن ہونا ہے یعنی صبح کی روشنی اور فجر کی چمک لیکن زیادہ غالب پہلا قول ہے۔ مجاہد اور شعبی کہتے ہیں یہ تنور کوفے میں تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ہند میں ایک نہر ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں جزیرہ میں ایک نہر ہے جسے عین الوردہ کہتے ہیں لیکن یہ سب اقوال غریب ہیں۔ الغرض ان علامتوں کے ظاہر ہوتے ہی نوح علیہ السلام کو اللہ کا حکم ہوا کہ اپنے ساتھ کشتی میں جاندار مخلوق سے ہر قسم کا ایک ایک جوڑا نر مادہ سوار کرالو۔ کہا گیا ہے کہ پرندوں میں سب سے پہلے درہ کشتی میں آیا اور سب سے آخر میں گدھا سوار ہونے لگا۔ ابلیس اس کی دم میں لٹک گیا جب اس کے دو اگلے پاؤں کشتی میں آگئے اور اس نے اپنے پچھلا دھڑ اٹھانا چاہا تو نہ اٹھا سکا کیونکہ دم پر اس ملعون کا بوجھ تھا۔ حضرت نوح جلدی کر رہے تھے۔ یہ بہتیرا چاہتا تھا مگر پچھلے پاؤں چڑھ نہیں سکتے تھے۔ آخر آپ نے فرمایا آج تیرے ساتھ ابلیس بھی ہو آیا تب وہ چڑھ گیا اور ابلیس بھی اس کے ساتھ ہی آیا۔ بعض سلف کہتے ہیں کہ شیر کو اپنے ساتھ لے جانا مشکل ہو گیا' آخر اسے بخار چڑھ آیا تب اسے سوار کر لیا۔ ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام نے جب تمام مویشی اپنی کشتی میں سوار کر لئے تو لوگوں نے کہا شیر کی موجودگی میں یہ مویشی کیسے آرام سے رہ سکیں گے؟ پس اللہ تعالیٰ نے اس پر بخار ڈال دیا۔ اس سے پہلے زمین پر یہ بیماری نہ تھی۔ پھر لوگوں نے چوہے کی شکایت کی' یہ ہمارا کھانا اور دیگر سب چیزیں خراب کر رہے ہیں تو اللہ کے حکم سے شیر کی چھینک میں سے ایک بلی نکلی جس سے چوہے دبک کر کونے کھدرے میں بیٹھ رہے۔ [1] حضرت نوح کو حکم ہوا کہ اپنے گھر والوں کو بھی اپنے ساتھ کشتی میں بٹھا لو مگر ان میں سے جو ایمان نہیں لائے' انہیں ساتھ نہ لینا۔ آپ کا لڑکا حام بھی

---

[1] [مرسل: تفسیر ابن ابی حاتم (١٠٨٧١/٦) تفسیر ابن جریر الطبری (١٨١٥٤) البدایة والنهاية (١٢٦/١)] امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اسے مرسل کہا ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے مرسل کہتے ہیں۔]

انہیں کافروں میں تھا وہ الگ ہو گیا۔ یا آپ کی بیوی کہ وہ بھی اللہ رسول کی منکر تھی۔ اور اپنی قوم کے تمام مسلمانوں کو بھی اپنے ساتھ بٹھالے۔ لیکن ان مسلمانوں کی تعداد بہت ہی کم تھی۔ ساڑھے نوسو (۹۵۰) سال کے قیام کی طویل مدت میں آپ پر بہت ہی کم لوگ ایمان لائے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کل اسی (۸۰) آدمی تھے جن میں عورتیں بھی تھیں کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں سب بہتر (۷۲) اشخاص تھے۔ ایک قول ہے صرف دس آدمی تھے۔ ایک قول ہے حضرت نوح تھے اور ان کے تین لڑکے تھے۔ سام، حام، یافث اور چار عورتیں تھیں۔ تین تو ان تینوں کی بیویاں اور چوتھی حام کی بیوی اور کہا گیا ہے کہ خود حضرت نوح کی بیوی۔ لیکن اس میں نظر ہے ظاہر یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی ہلاک ہونے والوں میں ہلاک ہوئی۔ اس لئے کہ وہ اپنی قوم کے دین پر ہی تھی تو جس طرح لوط علیہ السلام کی بیوی قوم کے ساتھ ہلاک ہوئی اسی طرح یہ بھی۔ واللہ اعلم واحکم۔

وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۴۱ وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۫ وَنَادٰى نُوْحُ ۨ ابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۴۲ قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ۝۴۳

نوح (علیہ السلام) نے کہا اس کشتی میں بیٹھ جاؤ۔ اللہ ہی کے نام سے اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے، یقیناً میرا پالنے والا بڑی بخشش اور بڑے رحم والا ہے ○ وہ کشتی انہیں لے کر موجوں میں پہاڑ کی طرح جارہی تھی نوح نے اپنے لڑکے کو جو ایک کنارے تھا پکار کر کہا کہ پیارے بچے ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں میں شامل نہ رہ ○ اس نے جواب دیا کہ میں تو کسی بڑے پہاڑ کی طرف پناہ میں آجاؤں گا جو مجھے پانی سے بچالے گا، نوح نے کہا آج اللہ کے امر سے بچانے والا کوئی نہیں صرف وہی بچیں گے جن پر اللہ کا رحم ہوا، اسی وقت ان دونوں کے درمیان موج حائل ہوگئی اور وہ ڈوبنے والوں میں سے ہو گیا ○

کشتی نوح پر سوار ہونے والے: حضرت نوح علیہ السلام جنہیں اپنے ساتھ لے جانا چاہتے تھے ان سے فرمایا کہ آؤ اس میں سوار ہو جاؤ اس کا پانی پر چلنا اللہ کے نام کی برکت سے ہے اور اسی طرح اس کا آخری ٹھہراؤ بھی اسی پاک نام سے ہے۔ ایک قراءت میں ﴿مَجْرَاهَا وَمُرْسَاهَا﴾ بھی ہے۔ یہی اللہ کا آپ کو حکم تھا کہ جب تم اور تمہارے ساتھی ٹھیک طرح بیٹھ جاؤ تو کہنا ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ [1] اور یہ بھی دعا کرنا کہ ﴿رَبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ﴾ [2] اسی لئے مستحب ہے کہ تمام کاموں کے شروع میں بسم اللہ پڑھ لی جائے خواہ کشتی پر سوار ہونا، خواہ جانور پر سوار ہونا ہو۔ جیسے فرمان باری ہے کہ اسی اللہ نے تمہارے لئے تمام جوڑے پیدا کئے ہیں اور کشتیاں اور چوپائے تمہاری سواری کے لئے پیدا کئے ہیں کہ تم ان کی

---

[1] [المومنون: ۲۸،۲۹] [2] [ایضا]

پیٹھ پر سواری کرو الخ‘ حدیث میں بھی اس کی تاکید اور رغبت آئی ہے‘ سورۂ زخرف میں اس کا پورا بیان ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ طبرانی میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں میری امت کے لئے ڈوبنے سے بچاؤ ان کے اس قول میں ہے کہ سوار ہوتے ہوئے کہہ لیں ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الْمَلِكِ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ﴾ [1] پوری آیت ﴿بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ [2] اس دعا کے آخر میں اللہ کا وصف غفور ورحیم اس لئے لائے کہ کافروں کی سزا کے مقابلے میں مومنوں پر رحمت وشفقت کا اظہار ہو۔ جیسے فرمان ہے تیرا رب جلد سزا کرنے والا اور ساتھ ہی غفور ورحیم بھی ہے۔[3] اور آیت میں ہے۔ ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰي ظُلْمِهِمْ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ [4] یعنی تیرا پروردگار لوگوں کے گناہوں کو بخشنے والا بھی ہے اور وہ سخت سزا دینے والا بھی ہے۔ اور بھی بہت سی آیتیں ہیں جن میں رحمت وانتقام کا بیان ملا جلا ہے۔

پانی روئے زمین پر پھر گیا ہے‘ کسی اونچے سے اونچے پہاڑ کی بلند سے بلند چوٹی بھی دکھائی نہیں دیتی بلکہ پہاڑوں سے بھی اور پندرہ ہاتھ اور بقولے اسی میل اوپر کو ہو گیا ہے باوجود اس کے کشتی نوح بحکم الٰہی برابر صحیح طور پر جا رہی ہے‘ خود اللہ اس کا محافظ ہے۔ اور وہ خاص اس کی عنایت ومہر ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿اِنَّا لَمَّا طَغَي الْمَاۗءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ﴾ [5] الخ‘ یعنی پانی کی طغیانی کے وقت ہم نے آپ تمہیں کشتی میں چڑھا لیا کہ ہم اسے تمہارے لئے نصیحت بنائیں اور یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھ لیں اور آیت میں ہے کہ ہم نے تمہیں اس تختوں والی کشتی پر سوار کرایا اور اپنی حفاظت میں پار اتارا اور کافروں کو ان کے کفر کا انجام دکھا دیا اور اسے ایک نشان بنا دیا کیا اب بھی کوئی ہے جو عبرت حاصل کرے؟[6] اس وقت حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے کو بلایا یہ آپ کے چوتھے لڑکے تھے اس کا نام حام تھا یہ کافر تھا اسے آپ نے کشتی میں سوار ہونے کے وقت ایمان کی اور اپنے ساتھ بیٹھ جانے کی ہدایت کی تاکہ ڈوبنے سے اور کافروں کے عذاب سے بچ جائے۔ مگر اس بدنیت نے جواب دیا کہ نہیں مجھے اس کی ضرورت نہیں میں پہاڑ پر چڑھ کر طوفان باراں سے بچ جاؤں گا۔ ایک اسرائیلی روایت میں ہے کہ اس نے شیشے کی کشتی بنائی تھی۔ واللہ اعلم۔ قرآن میں تو یہ ہے کہ اس نے یہ سمجھا کہ یہ طوفان پہاڑوں کی چوٹیوں تک نہیں پہنچنے کا میں جب جا پہنچوں گا تو یہ پانی میرا کیا بگاڑے گا؟ اس پر حضرت نوح علیہ السلام نے جواب دیا کہ آج عذاب الٰہی سے

---

[1] [سورة الزمر: آیت ٦٧]

[2] [موضوع: طبرانی کبیر (١٢٦٦١) وفی الاوسط (٦١٣٦/٦) الدر المنثور للسیوطی (٦٠٢/٣)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں نہشل بن سعید راوی متروک ہے۔ [مجمع الزوائد (١٣٥/١٠)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں اس کی سند سخت ضعیف ہے۔ شیخ البانیؒ نے اسے موضوع کہا ہے۔ [السلسلة الضعيفة (٢٩٣٢)] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [سورة الاعراف: آیت ١٦٧]

[4] [سورة الرعد: آیت ٦]

[5] [سورة الحاقه: آیت ١١،١٢]

[6] [سورة القمر: آیت ١٣،١٥]

کہیں پناہ نہیں' وہی بچے گا جس پر اللہ کا رحم ہو۔ یہاں عاصم معصوم کے معنی میں ہے جیسے طاعم مطعوم میں اور کاسی مکسو کے معنی میں آیا ہے۔ یہ باتیں ہو ہی رہی ہیں جو ایک موج آئی اور پسر نوح کو لے ڈوبی۔

وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾

فرمادیا گیا کہ اے زمین اپنے پانی کو نگل جا' اے آسمان بس کر تھم جا اسی وقت پانی سکھا دیا گیا اور کام پورا کر دیا گیا اور کشتی جودی نامی پہاڑ پر جا لگی اور فرمادیا گیا کہ ناانصافی کرنے والے لوگوں پر لعنت نازل ہو جیو○

طوفان نوح علیہ السلام کی کچھ کیفیت: روئے زمین کے سب لوگ اس طوفان میں جو درحقیقت غضب الٰہی اور مظلوم پیغمبر کی بددعا کا عذاب تھا غرق ہو گئے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ عزوجل نے اس پانی کے نگل لینے کا حکم دیا جو اس کا اگلا ہوا اور آسمان کا برسایا ہوا تھا۔ ساتھ ہی آسمان کو بھی پانی برسانے سے رک جانے کا حکم ہو گیا۔ پانی گھٹنے لگا اور کام پورا ہو گیا یعنی تمام کافر نابود گئے' صرف کشتی والے مومن ہی بچے۔ کشتی بحکم ربی جودی پر رکی۔ مجاہد کہتے ہیں یہ جزیرہ میں ایک پہاڑ ہے سب پہاڑ ڈبو دیئے گئے تھے اور یہ پہاڑ بوجہ اپنی عاجزی اور تواضع کے غرق ہونے سے بچ رہا تھا یہیں کشتی نوح لنگر انداز ہوئی۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مہینے بھر تک یہیں لگی رہی اور سب اتر گئے اور کشتی لوگوں کی عبرت کے لئے یہیں ثابت و سالم رکھی رہی' یہاں تک کہ اس امت کے اول لوگوں نے بھی اسے دیکھ لیا۔ حالانکہ اس کے بعد کی بہترین اور مضبوط سینکڑوں کشتیاں بنیں بگڑیں بلکہ راکھ اور خاک ہو گئیں۔ ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں جودی نام کا پہاڑ موصل میں ہے۔ بعض کہتے ہیں طور پہاڑ کو ہی جودی بھی کہتے ہیں۔ ذر بن حبیش کو ابواب کندہ سے داخل ہو کر دائیں طرف کے زاویہ میں نماز بکثرت پڑھتے ہوئے دیکھ کر توبہ بن سالم نے پوچھا کہ آپ جو جمعہ کے دن برابر یہاں اکثر نماز پڑھا کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ کشتی نوح علیہ السلام یہیں لگی تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں بال بچوں سمیت کل اسی (۸۰) آدمی تھے۔ ایک سو پچاس دن تک۔ وہ سب کشتی میں ہی رہے۔ اللہ تعالیٰ نے کشتی کا منہ مکہ شریف کی طرف کر دیا۔ یہاں وہ چالیس دن تک بیت اللہ شریف کا طواف کرتی رہی۔ پھر اسے اللہ تعالیٰ نے جودی کی طرف روانہ کر دیا' وہاں وہ ٹھہر گئی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کوے کو بھیجا کہ وہ خشکی کی خبر لائے۔ وہ ایک مردار کے کھانے میں لگ گیا اور دیر لگادی۔ آپ نے ایک کبوتر کو بھیجا وہ اپنی چونچ میں زیتون کے درخت کا پتہ اور پنجوں میں مٹی لے کر واپس آیا' اس سے حضرت نوح علیہ السلام نے سمجھ لیا کہ پانی سوکھ گیا ہے اور زمین ظاہر ہو گئی ہے۔ پس آپ جودی کے نیچے اترے اور وہیں ایک بستی کی بنا ڈال دی جسے ثمانین کہتے ہیں۔ ایک دن صبح کو جب لوگ جاگے تو ہر ایک کی زبان بدلی ہوئی تھی۔ ایسی زبانیں بولنے لگے جن میں سب سے اعلیٰ اور بہتر عربی زبان تھی۔ ایک کو دوسرے کا کلام سمجھنا محال ہو گیا۔ نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سب زبانیں معلوم کرا دیں' آپ ان سب کے درمیان مترجم تھے۔ ایک کا مطلب دوسرے کو سمجھا دیتے تھے۔ حضرت کعب احبار فرماتے ہیں کہ کشتی نوح مشرق مغرب کے درمیان چل رہی تھی پھر جودی پر ٹھہر گئی۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ وغیرہ فرماتے ہیں رجب کی دسویں تاریخ مسلمان اس میں سوار ہوئے تھے پانچ ماہ تک اسی میں رہے انہیں لے کر کشتی جودی پر مہینے بھر تک ٹھہری رہی۔ آخر محرم کے عاشورے کے دن وہ سب اس میں سے اترے۔ اسی قسم کی ایک مرفوع حدیث بھی ابن جریر میں ہے' انہوں نے اس دن روزہ بھی رکھا۔ [1] واللہ اعلم۔

مسند احمد میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چند یہودیوں کو عاشورے کے دن روزہ رکھے ہوئے دیکھ کر ان سے اس کا سبب دریافت فرمایا تو انہوں کہا اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو پار اتارا تھا اور فرعون اور اس کی قوم کو ڈبو دیا تھا۔ اور اسی دن کشتی نوح جودی پر لگی تھی۔ پس ان دونوں پیغمبروں نے شکر الٰہی کا روزہ اس دن رکھا تھا۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا پھر موسیٰ علیہ السلام کا سب سے زیادہ حق دار میں ہوں اس دن کے روزے کا میں زیادہ مستحق ہوں۔ پس آپ نے اس دن کا روزہ رکھا اور اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ تم میں سے جو آج روزے سے ہو وہ تو اپنا روزہ پورا کرے اور جو ناشتہ کر چکا ہو وہ بھی باقی دن کچھ نہ کھائے۔ [2] یہ روایت اس سند سے تو غریب ہے لیکن اس کے بعض حصے کے شاہد صحیح حدیث میں بھی موجود ہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ظالموں کو خسارہ' ہلاکت اور رحمت حق سے دوری ہوئی۔ وہ سب ہلاک ہوئے۔ ان میں سے ایک بھی باقی نہ بچا۔ تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ قوم نوح میں سے کسی پر بھی رحم کرنے والا ہوتا تو اس بچے کی ماں پر رحم کرتا۔ حضرت نوح اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال تک ٹھہرے آپ نے ایک درخت بویا تھا جو سو سال تک بڑھتا اور بڑا ہوتا رہا پھر اسے کاٹ کر تختے بنا کر کشتی بنانی شروع کی۔ اور کافر لوگ مذاق اڑاتے کہ یہ اس خشکی میں کشتی کیسے چلائیں گے؟ آپ جواب دیتے تھے کہ عنقریب اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے جب آپ بنا چکے اور پانی زمین سے ابلنے اور آسمان سے برسنے لگا اور گلیاں اور راستے پانی سے ڈوبنے لگے تو اس بچے کی ماں جسے اپنے اس بچے سے غایت درجے کی محبت تھی' وہ اسے لے کر پہاڑ کی طرف چلی گئی اور جلدی جلدی اس پر چڑھنا شروع کیا' تہائی حصے پر چڑھ گئی لیکن جب اس نے دیکھا کہ پانی وہاں بھی پہنچا تو اوراوپر کو چڑھی۔ دو تہائی تک پہنچی جب پانی وہاں بھی پہنچا تو اس نے چوٹی پر جا کر دم لیا لیکن پانی وہاں بھی پہنچ گیا جب گردن گردن پانی چڑھ گیا تو اس نے اپنے بچے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر اونچا اٹھا لیا لیکن پانی وہاں بھی پہنچا اور ماں بچہ دونوں غرق ہو گئے۔ پس اگر اس دن کوئی کافر بچنے والا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس بچے کی ماں پر رحم کرتا۔ [3] یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔ کعب احبار' مجاہد' اور ابن جبیر سے بھی اس بچے اور اس کی ماں کا یہی قصہ مروی ہے۔

---

[1] [مرسل وضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۸۲۰۲)]

[2] [صحیح لغیرہ: مسند احمد (۲/۳۵۹، ۳۶۰)] شیخ شعیب ارناؤط فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح لغیرہ ہے، البتہ یہ سند عبدالصمد کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۸۷۱۶)]

[3] [منکر: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۸۱۴۸) تفسیر ابن ابی حاتم (۱۰۸۴۸/۶) مستدرك حاكم (۳۴۲/۲) مجمع الزوائد (۲۰۳/۸)] امام ہیثمی نے فرمایا ہے کہ اس کی سند میں موسیٰ بن یعقوب راوی ضعیف ہے۔ شیخ البانی نے اسے منکر کہا ہے۔ [السلسلة الضعيفة (۵۹۸۵)] حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]

وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿٤٥﴾ قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿٤٦﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْئَلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٤٧﴾

نوح نے اپنے پروردگار کو پکارا اور کہنے لگا کہ میرے رب میرا بیٹا تو میرے گھر والوں میں سے ہے یقیناً تیرا وعدہ بالکل سچا ہے اور تو تمام حاکموں سے بہتر حاکم ہے ○ اللہ نے فرمایا اے نوح یقیناً وہ تیرے گھرانے کے لوگوں میں نہیں ہے اس کے کام بالکل ہی ناشائستہ ہیں تجھے ہرگز اس چیز کو نہ مانگنا چاہئے جس کا تجھے مطلقاً علم نہ ہو میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تو جاہلوں میں اپنا شمار کرانے سے باز رہے ○ کہنے لگا میرے پالنہار میں تیری ہی پناہ چاہتا ہوں کہ تجھ سے وہ مانگوں جس کا مجھے علم ہی نہ ہو۔ اگر تو مجھے نہ بخشے گا اور تو مجھ پر رحم نہ فرمائے گا تو میں تو خرابی والوں میں ہو جاؤں گا ○

نوح علیہ السلام کی بیٹے کی نجات کے لئے فریاد: یاد رہے کہ یہ دعا حضرت نوح علیہ السلام کی محض اس غرض سے تھی کہ آپ کو صحیح طور پر اپنے ڈوبے ہوئے لڑکے کا حال معلوم ہو جائے۔ کہتے ہیں کہ پروردگار یہ بھی ظاہر ہے کہ میرا لڑکا میری اہل میں سے تھا۔ اور میرے اہل کو بچانے کا تیرا وعدہ تھا اور یہ بھی ناممکن ہے کہ تیرا وعدہ غلط ہو۔ پھر یہ میرا بچہ کفار کے ساتھ کیسے غرق کر دیا گیا؟ جواب ملا کہ تیرے جس اہل کو نجات دینے کا میرا وعدہ تھا ان میں تیرا یہ بچہ داخل نہ تھا' میرا یہ وعدہ ایمانداروں کی نجات کا تھا۔ میں کہہ چکا تھا کہ ﴿وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ﴾ [1] یعنی اپنے اہل کو بھی تو کشتی میں چڑھا لے مگر جس پر میری بات بڑھ چکی ہے یہ بوجہ اپنے کفر کے انہی میں سے تھا جو میرے سابق علم میں کفر والے اور ڈوبنے والے مقرر ہو چکے تھے۔ یہ بھی یاد رہے کہ جن بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ دراصل حضرت نوح علیہ السلام کا لڑکا تھا ہی نہیں کیونکہ آپ کے بطن سے نہ تھا۔ بلکہ بدکاری سے تھا اور بعض نے کہا ہے کہ یہ آپ کی بیوی کا اگلے گھر کا لڑکا تھا۔ یہ دونوں قول غلط ہیں' بہت سے بزرگوں نے صاف لفظوں میں اسے غلط کہا ہے بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور بہت سے سلف سے منقول ہے کہ کسی نبی کی بیوی نے کبھی زناکاری نہیں کی۔ پس یہاں اس فرمان سے کہ وہ تیرے اہل میں سے نہیں یہی مطلب ہے کہ تیرے جس اہل کی نجات کا میرا وعدہ ہے یہ ان میں سے نہیں۔ یہی بات سچ ہے اور یہی قول اصلی ہے۔ اس کے سوا اور طرف جانا محض غلطی ہے اور ظاہر خطا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی غیرت اس بات کو قبول نہیں کر سکتی کہ اپنے کسی نبی کے گھر میں زانیہ عورت دے۔ یہ خیال فرمائیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت جنہوں نے بہتان بازی کی تھی ان پر اللہ تعالیٰ کس قدر غضبناک ہوا؟ اس لڑکے کے اہل میں سے نکل جانے کی وجہ قرآن نے بیان فرما دی ہے کہ اس کے عمل نیک نہ تھے۔ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک قرأت

[1] [سورة هود: آیت ٤٠]

﴿اِنَّـهُ عَـمَلًا غَيْرَ صَالِحٍ﴾ ہے مسند کی حدیث میں ہے حضرت اسماء بنت یزید فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو ﴿اِنَّـهُ عَـمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ﴾ پڑھتے سنا ہے اور ﴿يَاعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ﴾ [1] الخ' پڑھتے سنا ہے۔ [2] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال ہوا کہ ﴿فَخَانَتَاهُمَا﴾ [3] کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا اس سے مراد زنا نہیں بلکہ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کی خیانت تو یہ تھی کہ لوگوں سے کہتی تھی یہ مجنون ہے۔ اور حضرت لوط کی بیوی کی خیانت یہ تھی کہ جو مہمان آپ کے ہاں آتے اپنی قوم کو خبر کر دیتی۔ پھر آپ نے آیت ﴿اِنَّـهُ عَـمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ﴾ پڑھی۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے جب حضرت نوح کے لڑکے کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا اللہ سچا ہے اس نے اسے حضرت نوح علیہ السلام کا لڑکا فرما دیا ہے پس وہ یقیناً حضرت نوح علیہ السلام کا ثابت النسب لڑکا ہی تھا۔ دیکھو اللہ فرماتا ہے کہ کسی نبی کی بیوی نے کبھی زنا کاری نہیں کی ایسا ہی حضرت مجاہد سے مروی ہے۔ اور یہی ابن جریر کا پسندیدہ ہے۔ اور فی الواقع ٹھیک اور صحیح بات بھی یہی ہے

قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ۭ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۸﴾

فرما دیا گیا کہ اے نوح (علیہ السلام) ہماری طرف کی سلامتی اور برکتوں کے ساتھ اتر جو تجھ پر ہیں اور تیرے ساتھ کی بہت سی جماعتوں پر؛ اور بہت سی وہ امتیں ہوں گی جنہیں ہم فائدہ تو ضرور پہنچائیں گے لیکن پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۝

جب کشتی ٹھہر گئی طوفان تھم گیا: کشتی ٹھہری اور اللہ کا سلام آپ پر اور آپ کے تمام مومن ساتھیوں اور ان کی اولاد میں سے قیامت تک جو ایماندار آنے والے ہیں سب پر نازل ہوا۔ ساتھ ہی کافروں کے دنیوی فائدے سے مستفید ہونے اور پھر عذاب میں گرفتار ہونے کا بھی اعلان ہوا۔ پس یہ آیت قیامت تک کے مومنوں کی سلامتی اور برکت اور کافروں کی سزا پر مبنی ہے۔ امام ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب جناب باری جل شانہ نے طوفان بند کرنے کا ارادہ فرمالیا تو روئے زمین پر ایک ہوا بھیج دی جس نے پانی کو ساکن کر دیا اور اس کا ابلنا بند ہو گیا۔ ساتھ ہی آسمان کے دروازے بھی جو اب تک پانی برسا رہے تھے بند کر دیئے گئے۔ زمین کو پانی کے جذب کر لینے کا حکم ہو گیا اسی وقت پانی کم ہونا شروع ہو گیا اور بقول اہل تورات کے ساتویں مہینے کی سترہویں تاریخ کشتی نوح جودی پر لگی۔ دسویں مہینے کی پہلی تاریخ کو پہاڑوں کی چوٹیاں کھل گئیں۔ اس کے چالیس دن کے بعد کشتی کے روزن پانی

---

[1] [سورة الزمر: آیت ۵۳]

[2] [صحيح بالشواهد: مسند احمد (۴۵۹/۶) مسند طيالسى (۱۶۳۱) ابوداود: كتاب الحروف والقرائات (۳۹۸۲) مستدرك حاكم (۲۴۹/۲)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ شاہد کی بنا پر پہلا حصہ تحسین کا احتمال رکھتا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۲۷۵۶۹)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اسے شواہد کی بنا پر صحیح کہتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

[3] [سورة التحريم: آیت ۱۰]

کے اوپر دکھائی دینے لگے پھر آپ نے کوے کو پانی کی تحقیق کے لئے بھیجا لیکن وہ پلٹ کر نہ آیا' آپ نے کبوتر کو بھیجا جو واپس آیا۔ اپنے پاؤں رکھنے کو اسے جگہ نہ ملی' آپ نے اپنے ہاتھ پر لے کر اسے اندر لے لیا' پھر سات دن کے بعد اسے دوبارہ بھیجا۔ شام کو وہ واپس آیا' اپنی چونچ میں زیتون کا پتہ لئے ہوئے تھا اس سے اللہ کے نبی نے معلوم کر لیا کہ پانی زمین سے کچھ ہی اونچا رہ گیا ہے۔ پھر سات دن کے بعد بھیجا اب کی مرتبہ وہ نہ لوٹا تو آپ نے سمجھ لیا کہ زمین بالکل خشک ہو چکی۔ الغرض پورے ایک سال کے بعد حضرت نوح نے کشتی کا سرپوش اٹھایا اور آواز آئی کہ اے نوح ہماری نازل کردہ سلامتی کے ساتھ اب اتر آؤ' الخ۔

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۚ فَاصْبِرْ ۚ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٩﴾

یہ خبریں غیب کی خبروں میں سے ہیں جن کی وحی ہم تیری طرف کرتے ہیں' انہیں اس سے پہلے نہ تو جانتا تھا نہ تیری قوم' پس تو صبر کرتا رہ' یقین مان کہ انجام کار پرہیزگاروں کے لئے ہی ہے ○

نبی ﷺ عالم الغیب نہیں: قصہ نوح علیہ السلام اور اسی قسم کے گزشتہ واقعات وہ ہیں جو تیرے سامنے نہیں ہوئے لیکن بذریعہ وحی کے ہم تجھے ان کی خبر کر رہے ہیں اور تو لوگوں کے سامنے ان کی حقیقت اس طرح کھول رہا ہے کہ گویا ان کے ہونے کے وقت تو وہیں موجود تھا۔ اس سے پہلے نہ تو تجھے ہی ان کی کوئی خبر تھی نہ تیری قوم میں سے کوئی اور ان کا علم رکھتا تھا اور کسی کو بھی گمان ہو کہ شاید تو نے اس سے سیکھ لئے ہوں پس صاف بات ہے کہ یہ اللہ کی وحی سے تجھے معلوم ہوئے اور ٹھیک اسی طرح جس طرح اگلی کتابوں میں موجود ہیں۔ پس اب تجھے ان کے ستانے جھٹلانے پر صبر و برداشت کرنا چاہئے ہم تیری مدد پر ہیں تجھے اور تیرے تابعداروں کو ان پر غلبہ دیں گے' انجام کے لحاظ سے تم ہی غالب رہو گے' یہی طریقہ اور پیغمبروں کا بھی رہا۔

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ﴿٥٠﴾ يٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔــلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَي الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٥١﴾ وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاۗءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿٥٢﴾

عادیوں کی طرف ان کے بھائی ہود کو ہم نے بھیجا' اس نے کہا میری قوم والو! اللہ ہی کی عبادت کیا کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں' تم تو صرف بہتان بازی کر رہے ہو ○ میرے قومی بھائیو! میں تم سے اس کی کوئی اجرت نہیں چاہتا' میرا اجر اس کے ذمے ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے' تو کیا پھر بھی تم عقل سے کام نہیں لیتے ○ اے میری قوم کے لوگو! تم اپنے پالنے والے سے اپنی تقصیروں کی معافی طلب کرو اور اس کی جناب میں توبہ کرو تا کہ وہ برسنے والے بادل تم پر بھیج دے اور تمہاری طاقت قوت بڑھا دے تم باوجود گنہگار ہونے کے روگردانی نہ کرو ○

قوم ہود کا تذکرہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا' انہوں نے قوم کو اللہ کی توحید کی دعوت دی۔ اور اس کے سوا اوروں کی پوجا پاٹ سے روکا۔ اور بتلایا کہ جن کو تم پوجتے ہو ان کی پوجا خود تم نے گھڑ لی ہے۔ بلکہ ان کے نام اور وجود تمہارے خیالی ڈھکوسلے ہیں۔ ان سے کہا کہ میں اپنی اس نصیحت کا کوئی بدلہ اور معاوضہ تم سے نہیں چاہتا۔ میرا ثواب میرا رب مجھے دے گا۔ جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ کیا تم یہ موٹی سی بات بھی عقل میں نہیں لاتے؟ کہ یہ دنیا آخرت کی بھلائی کی تمہیں راہ دکھانے والا ہے اور تم سے کوئی اجرت طلب کرنے والا نہیں۔ تم استغفار میں لگ جاؤ' گزشتہ گناہوں کی معافی اللہ تعالیٰ سے طلب کرو۔ اور توبہ کرو' آئندہ کے لئے گناہوں سے رک جاؤ۔ یہ دونوں باتیں جس میں ہوں اللہ تعالیٰ اس کی روزی اس پر آسان کرتا ہے۔ اس کا کام اس پر سہل کرتا ہے۔ اس کی نشانی کی حفاظت کرتا ہے۔ سنو! ایسا کرنے سے تم پر بارشیں برابر عمدہ اور زیادہ برسیں گی اور تمہاری قوت و طاقت میں دن دونی رات چوگنی برکتیں ہوں گی۔ حدیث شریف میں ہے جو شخص استغفار کو لازم پکڑ لے اللہ تعالیٰ اسے ہر مشکل سے نجات دیتا ہے' ہر تنگی سے کشادگی عطا فرماتا ہے اور روزی تو ایسی جگہ سے پہنچاتا ہے جو خود اس کے خواب و خیال میں بھی نہ ہو۔ [1]

قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿٥٣﴾ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ۭ قَالَ اِنِّىْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّىْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿٥٤﴾ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ﴿٥٥﴾ اِنِّىْ تَوَكَّلْتُ عَلَي اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ ۭ مَا مِنْ دَاۗبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ۭ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٥٦﴾

وہ کہنے لگے اے ہود! تو ہمارے پاس کوئی دلیل تو لایا نہیں اور ہم صرف تیرے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں اور نہ ہم تجھ پر ایمان لانے والے ہیں ○ بلکہ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ ہمارے کسی معبود کے برے جھپٹے میں آ گیا ہے' اس نے جواب دیا کہ میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں تو اللہ کے سوا ان سب سے بیزار ہوں جنہیں تم شریک رب بنا رہے ہو ○ اچھا تم سب مل کر میرے حق میں بدی کر لو اور مجھے بالکل ہی مہلت بھی نہ دو ○ میرا بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر ہی ہے جو میرا اور تم سب کا پروردگار ہے' جتنے بھی پاؤں دھرنے والے ہیں سب کی چوٹیاں وہی تھامے ہوئے ہے' یقیناً میرا رب بالکل صحیح راہ پر ہے ○

ہود علیہ السلام کو قوم کا جواب: قوم ہود نے اپنے نبی علیہ السلام کی نصیحت سن کر جواب دیا کہ آپ ہمیں بلا رہے ہیں اس کی

---

[1] [ضعیف: ابو داؤد : کتاب الوتر : باب فی الاستغفار (١٥٠٨) ابن ماجه : کتاب الادب : باب الاستغفار (٣٨١٩) ابن نصر فی قیام اللیل (ص ٦٥) طبرانی کبیر (١٠٦٦٥) مستدرك حاکم (٤/٢٦٢) مسند احمد (٢٢٣٤) نسائی فی عمل الیوم واللیلة (٤٥٦) ابن السنی (٣٥٨)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابو داود ، السلسلة الضعیفة (٧٠٦)]

کوئی دلیل و حجت تو ہمارے پاس آپ لائے نہیں۔ اور یہ ہم کرنے سے رہے کہ آپ کہیں اپنے معبودوں کو چھوڑ دو اور ہم چھوڑ ہی دیں۔ نہ ہم آپ کو سچا ماننے والے ہیں نہ آپ پر ایمان لانے والے۔ بلکہ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ چونکہ تو ہمیں ہمارے ان معبودوں کی عبادت سے روک رہا ہے اور انہیں عیب لگاتا ہے۔ اس لئے جھنجھلا کر ان میں سے کسی کی مار تجھ پر پڑی ہے تیری عقل چل گئی ہے۔ یہ سن کر اللہ کے نبی نے فرمایا اگر یہی ہے تو سنو میں نہ صرف تمہیں ہی بلکہ اللہ کو بھی گواہ کر کے اعلان کرتا ہوں کہ میں اللہ کے سوا جس جس کی عبادت ہو رہی ہے سب سے بری اور بیزار ہوں اب تم ہی نہیں بلکہ اپنے ساتھ اوروں کو بھی بلا لو اور اپنے ان سب جھوٹے معبودوں کو بھی ملا لو۔ اور تم سے جو ہو سکے مجھے نقصان پہنچا دو' مجھے کوئی مہلت نہ لینے دو' نہ مجھ پر کوئی ترس کھاؤ جو نقصان تمہارے بس میں ہو مجھے پہنچانے میں کمی نہ کرو۔ میرا توکل ذات رب پر ہے میرا اور تمہارا سب کا مالک ہے ناممکن کہ اس کی منشاء بغیر میرا بگاڑ کوئی بھی کر سکے۔ دنیا بھر کے جاندار اس کے قبضے میں اور اس کی ملکیت میں ہیں۔ کوئی نہیں جو اس کے حکم سے باہر اس کی بادشاہی سے الگ ہو۔ وہ ظالم نہیں جو تمہارے منصوبے پورے ہونے دے وہ صحیح راستے پر ہے۔ بندوں کی چوٹیاں اس کے ہاتھ میں ہیں' مومن پر وہ اس سے بھی زیادہ مہربان ہے جو مہربانی ماں باپ کو اولاد پر ہوتی ہے۔ وہ کریم ہے' اس کے کرم کی کوئی حد نہیں۔ اسی وجہ سے بعض لوگ بہک جاتے ہیں اور غافل ہو جاتے ہیں۔ حضرت ہود علیہ السلام کے اس فرمان پر دوبارہ غور کیجئے کہ آپ نے عادیوں کے لئے اپنے اس قول میں توحید ربانی کی بہت سی دلیلیں بیان کر دیں۔ بتا دیا کہ جب اللہ کے سوا کوئی نفع نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ جب اس کے سوا کسی چیز پر کسی کا قبضہ نہیں تو پھر وہی ایک مستحق عبادت ٹھہرا۔ اور جن کی عبادت تم اس کے سوا کر رہے ہو وہ سب باطل ٹھہرے۔ اللہ ان سے پاک ہے ملک تصرف قبضہ اختیار اسی کا ہے سب اس کی ماتحتی میں ہیں۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

فَإِن تَوَلَّوْا فَقَدْ أَبْلَغْتُكُم مَّا أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَيْكُمْ ۚ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّي قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّونَهُ شَيْئًا ۚ إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ﴿٥٧﴾ وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُودًا وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَنَجَّيْنَاهُم مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴿٥٨﴾ وَتِلْكَ عَادٌ ۖ جَحَدُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهُ وَاتَّبَعُوا أَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ﴿٥٩﴾ وَأُتْبِعُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ أَلَا إِنَّ عَادًا كَفَرُوا رَبَّهُمْ ۗ أَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُودٍ ﴿٦٠﴾ ع ۵

پس اگر تم روگردانی کرلو تو کرلو میں تو تمہیں وہ پیغام پہنچا چکا جو دے کر مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا تھا' میرا رب تمہارے قائم مقام اور لوگوں کو کر دے گا' اور تم اس کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکو گے' یقیناً میرا پروردگار ہر چیز پر نگہبان ہے ○ جب ہمارا حکم آ پہنچا ہم نے ہود کو اس کے مسلمان ساتھیوں کو اپنی خاص رحمت سے نجات عطا فرمائی' اور ہم نے ان سب کو سخت عذاب سے بال بال بچا لیا ○ یہ تھے عادی جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں کا انکار کر دیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر ایک سرکش مخالف کے حکم کی تابعداری کی ○ دنیا میں بھی ان کے پیچھے لعنت لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی' دیکھ لو قوم عاد نے اپنے رب سے کفر کیا' ہود کی قوم کے عادیوں پر لعنت ہو ○

ہود علیہ السلام کا جواب: حضرت ہود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اپنا کام تو میں پورا کر چکا' اللہ کی رسالت تمہیں پہنچا چکا' اب اگر منہ موڑ لو اور نہ مانو تو تمہارا وبال تم پر ہی ہے نہ کہ مجھ پر۔ اللہ کو قدرت ہے کہ وہ تمہاری جگہ انہیں دے جو اس کی توحید کو مانیں اور صرف اسی کی عبادت کریں۔ اسے تمہاری کوئی پرواہ نہیں' تمہارا کفر اسے کوئی نقصان نہیں دے گا بلکہ اس کا وبال تم پر ہی ہے۔ میرا رب بندوں پر شاہد ہے۔ ان کے اقوال افعال اس کی نگاہ میں ہیں۔ آخر ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آ گیا۔ خیر و برکت سے خالی' عذاب و سزا سے بھری ہوئی آندھیاں ان پر چلنے لگیں۔ اس وقت حضرت ہود علیہ السلام اور آپ کی جماعت مسلمین اللہ کے فضل و کرم اور اس کے لطف و رحم سے نجات پا گئے۔ سزاؤں سے بچ گئے سخت عذاب ان پر سے ہٹا لئے گئے۔ یہ تھے عادی جنہوں نے اللہ کے ساتھ کفر کیا' اللہ کے پیغمبروں کی نافرمانی کی۔ یہ یاد رہے کہ ایک نبی کا نافرمان کل نبیوں کا نافرمان ہے۔ یہ انہی کی مانتے رہے جو ان میں ضدی اور سرکش تھے۔ اللہ کی اور اس کے مومن بندوں کی لعنت اس پر برس پڑی۔ اس دنیا میں بھی ان کا ذکر لعنت سے ہونے لگا۔ اور قیامت کے دن بھی میدان محشر میں سب کے سامنے ان پر اللہ کی لعنت ہوگی۔ اور پکار دیا جائے گا کہ عادی اللہ کے منکر ہیں۔ حضرت سدی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ان کے بعد جتنے نبی آئے سب ان پر لعنت ہی کرتے آئے ان کی زبانی اللہ کی لعنتیں بھی ان پر ہوتی رہیں۔

وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ ۚ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُّجِيبٌ ﴿٦١﴾ وقف لازم

ثمودیوں کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا' اس نے کہا کہ اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں' اسی نے تمہیں زمین سے پیدا کیا ہے اور اسی نے اس زمین میں تمہیں بسایا ہے پس تم اس سے معافی طلب کرو اور اس کی طرف رجوع کرو' بے شک میرا رب سب کے پاس ہی ہے اور ہے بھی دعاؤں کا قبول کرنے والا ○

صالح علیہ السلام کی قوم کا تذکرہ: حضرت صالح علیہ السلام ثمودیوں کی طرف اللہ کے رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ قوم کو آپ نے اللہ کی عبادت کرنے کی اور اس کے سوا دوسروں کی عبادت سے باز آنے کی نصیحت کی۔ بتلایا کہ انسان کی ابتدائی پیدائش اللہ تعالیٰ نے مٹی سے شروع کی ہے۔ تم سب کے باپ باوا آدم علیہ السلام اسی مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔ اسی نے اپنے فضل سے تمہیں زمین پر بسایا ہے کہ تم اسی میں گزران کر رہے ہو۔ تمہیں اللہ سے استغفار کرنا چاہئے۔ اس کی طرف جھکے رہنا چاہئے۔ وہ بہت ہی قریب ہے اور قبول فرمانے والا ہے۔

قَالُوا يَا صَالِحُ قَدْ كُنتَ فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هَٰذَا ۖ أَتَنْهَانَا أَن نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا وَإِنَّنَا لَفِي شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ ﴿٦٢﴾ قَالَ يَا قَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِن كُنتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّي وَآتَانِي مِنْهُ رَحْمَةً فَمَن يَنصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِنْ عَصَيْتُهُ ۖ فَمَا تَزِيدُونَنِي غَيْرَ تَخْسِيرٍ ﴿٦٣﴾

وہ کہنے لگے اے صالح! اس سے پہلے تو ہم تجھ سے بہت کچھ امیدیں لگائے ہوئے تھے کیا تو ہمیں ان کی عبادتوں سے روک رہا ہے جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے چلے آئے؟ ہمیں تو اس دین میں شک ہے جس کی طرف تو ہمیں بلا رہا ہے ہم متحیر ہیں ○ اس نے جواب دیا کہ اے میری قوم کے لوگو! ذرا بتلاؤ تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے کسی مضبوط دلیل پر ہوا اور اس نے مجھے اپنے پاس کی رحمت عطا کی ہوئی ہوتی پھر اگر میں نے اس کی نافرمانی کر لی تو کون ہے جو اس کے مقابلے میں میری مدد کرے؟ تم تو میرا نقصان ہی بڑھا رہے ہو ○

قوم کا جواب: حضرت صالح علیہ السلام اور آپ کی قوم کے درمیان جو بات چیت ہوئی اس کا بیان ہو رہا ہے وہ کہتے ہیں کہ تو یہ بات زبان سے نکال۔ اس سے پہلے تو ہماری بہت کچھ امیدیں تجھ سے وابستہ تھیں، لیکن تو نے ان سب پر پانی پھیر دیا۔ ہمیں پرانی روش اور باپ دادا کے طریقے اور پوجا پاٹ سے ہٹانے لگا۔ ہمیں تو تیری اس نئی رہبری میں بہت بڑا شک شبہ ہے۔ آپ نے فرمایا سنو! میں اعلیٰ دلیل پر ہوں۔ میرے پاس میرے رب کی نشانی ہے، مجھے اپنی سچائی پر دلی اطمینان ہے میرے پاس اللہ کی رسالت کی رحمت ہے۔ اب اگر میں تمہیں اس کی دعوت نہ دوں اور اللہ کی نافرمانی کروں اور اس کی عبادت کی طرف تمہیں نہ بلاؤں تو کون ہے جو میری مدد کر سکے؟ اور اللہ کے عذاب سے مجھے بچا سکے؟ میرا ایمان ہے کہ مخلوق میرے کام نہیں آ سکتی تم میرے لئے محض بے سود ہو۔ سوائے میرے نقصان کے تم مجھے اور کیا دے سکتے ہو۔

وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ﴿۶۴﴾ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ﴿۶۵﴾ فَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِىِٕذٍ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۶۶﴾ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۶۷﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۭ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا۟ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ۭ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿۶۸﴾ ع

میری قوم والو یہ ہے اللہ کی بھیجی ہوئی اونٹنی جو تمہارے لئے ایک معجزہ ہے اب تم اسے اللہ کی زمین میں کھاتی ہوئی چھوڑ دو اور اسے کسی طرح کی ایذا نہ پہنچاؤ ورنہ فوری عذاب تمہیں پکڑ لے گا ○ پھر بھی ان لوگوں نے اس اونٹنی کے پاؤں کاٹ کر اسے مار ڈالا اس پر صالح (علیہ السلام) نے کہا کہ اچھا! اب تم اپنے گھروں میں تین دن تک تو رہ سہ لو یہ وعدہ جھوٹا نہیں ہے ○ پھر جب ہمارا فرمان آ پہنچا ہم نے صالح (علیہ السلام) کو اور ان پر ایمان لانے والوں کو اپنے فضل سے اس سے بھی بچا لیا اور اس دن کی رسوائی سے بھی، یقیناً تیرا پروردگار ہی نہایت توانا اور غالب ہے ○ ظالموں کو بڑے زور کی کڑک نے آ دبوچا پھر تو وہ اپنے گھروں میں زانوں کے بل مردہ پڑے ہوئے رہ گئے ○ ایسے کہ گویا وہ وہاں کبھی آباد ہی نہ تھے، آگاہ رہو کہ ثمودیوں نے اپنے رب سے کفر کیا، سن لو ان ثمودیوں پر پھٹکار ہے ○

ان تمام آیتوں کی پوری تفسیر اور ثمودیوں کی ہلاکت کے اور اونٹنی کے مفصل واقعات سورۂ اعراف میں بیان ہو چکے ہیں یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۰﴾ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴿۷۳﴾

ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس خوش خبری لے کر پہنچے اور سلام کہا' اس نے بھی جواب سلام دیا اور بغیر کسی دیر کے گائے کے بچے کا بھنا ہوا گوشت لے آیا○ اب جو دیکھا کہ ان کے تو ہاتھ بھی اسے نہیں لگ رہے تو انہیں انجان پا کر دل ہی دل میں خوف کرنے لگا' انہوں نے کہا ڈرنہیں ہم تو قوم لوط کی طرف بھیجے ہوئے آئے ہیں○ اس کی بیوی جو کھڑی ہوئی تھی وہ ہنس دی تو ہم نے اسے اسحق (علیہ السلام) کی' اور اسحق (علیہ السلام) کے پیچھے یعقوب (علیہ السلام) کی خوشخبری دی○ وہ کہنے لگی آہ میرے ہاں کیسے اولاد ہو سکتی ہے؟ میں آپ پوری بڑھیا اور یہ ہیں میرے خاوند بھی بہت بڑی عمر کے' یہ تو یقیناً بہت بڑے تعجب کی چیز ہے○ فرشتوں نے کہا کیا تو اللہ کی قدرت سے تعجب کر رہی ہے تم پر اے اس گھر کے لوگو اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔ بے شک اللہ سزاوار حمد و ثنا اور بڑی بزرگیوں والا ہے○

ابراہیم علیہ السلام کے پاس اولاد کی بشارت لے کر فرشتوں کی آمد: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس وہ فرشتے بطور مہمان بشکل انسان آتے ہیں جو قوم لوط کی ہلاکت کی خوشخبری اور حضرت ابراہیم کے ہاں فرزند ہونے کی بشارت لے کر اللہ کی طرف سے آئے ہیں۔ وہ آ کر سلام کرتے ہیں۔ آپ ان کے جواب میں سلام کہتے ہیں۔ اس لفظ کو پیش سے کہنے میں علم بیان کے مطابق ثبوت و دوام پایا جاتا ہے۔ سلام کے بعد ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے سامنے مہمان داری پیش کرتے ہیں۔ بچھڑے کا گوشت جسے گرم پتھروں پر سینک لیا گیا تھا' لاتے ہیں۔ جب دیکھا کہ ان نو وارد مہمانوں کے ہاتھ کھانے کی طرف بڑھتے ہی نہیں' اس وقت ان سے کچھ بدگمان سے ہو گئے اور کچھ دل میں خوف کھانے لگے۔ حضرت سدی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ہلاکت قوم لوط کے لئے جو فرشتے بھیجے گئے وہ بصورت خوبصورت انسان زمین پر آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر پر اترے' آپ نے انہیں دیکھ کر بڑی تکریم کی' جلدی جلدی اپنا بچھڑا لے کر اس کو گرم پتھروں پر سینک کر لا حاضر کیا اور خود بھی ان کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھ گئے' آپ کی بیوی صاحبہ حضرت سارہ کھلانے پلانے کے کام کاج میں لگ گئیں۔ ظاہر ہے کہ فرشتے کھانا نہیں کھاتے۔ وہ کھانے سے رکے اور کہنے لگے ابراہیم ہم جب تک کسی کھانے کی قیمت نہ دے دیں کھایا نہیں کرتے۔

آپ نے فرمایا ہاں قیمت دے دیجئے' انہوں نے پوچھا' کیا قیمت ہے؟ آپ نے فرمایا بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرنا اور کھانا کھا کر الحمد للہ کہنا یہی اس کی قیمت ہے۔ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت میکائیل علیہ السلام کی طرف دیکھا اور اپنے دل میں کہا کہ فی الواقع یہ اس قابل ہیں کہ اللہ انہیں اپنا خلیل بنائے۔ اب بھی جو انہوں نے کھانا شروع نہ کیا تو آپ کے دل میں طرح طرح کے خیالات گزرنے لگے۔ حضرت سارہ نے دیکھا کہ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے اکرام میں یعنی ان کے کھلانے کی خدمت میں ہیں' تاہم وہ کھانا نہیں کھاتے تو ان مہمانوں کی اس عجیب حالت پر انہیں بے ساختہ ہنسی آ گئی۔ حضرت ابراہیم کو خوف زدہ دیکھ کر فرشتوں نے کہا! آپ خوف نہ کیجئے۔ اب دہشت دور کرنے کے لئے اصلی واقعہ کھول دیا کہ ہم کوئی انسان نہیں فرشتے ہیں۔ قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں کہ انہیں ہلاک کریں۔ حضرت سارہ علیہا السلام کو قوم لوط کی ہلاکت کی خبر نے خوش کر دیا۔ اسی وقت انہیں ایک دوسری خوشخبری بھی ملی کہ اس ناامیدی کی عمر میں تمہارے ہاں بچہ ہوگا۔ انہیں یہ بھی تعجب تھا کہ جس قوم پر اللہ کا عذاب اتر رہا ہے' وہ پوری غفلت میں ہے۔ الغرض فرشتوں نے آپ کو اسحاق نامی بچہ ہونے کی بشارت دی۔ اور پھر اسحاق علیہ السلام کے ہاں یعقوب علیہ السلام کے ہونے کی بھی ساتھ ہی خوش خبری سنائی۔ اس آیت سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔ کیونکہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی تو بشارت دی گئی تھی اور ساتھ ہی ان کے ہاں بھی اولاد ہونے کی بشارت دی گئی تھی۔ یہ سن کر حضرت سارہ علیہا السلام نے عورتوں کی عام عادت کے مطابق اس پر تعجب ظاہر کیا کہ میاں بیوی دونوں کے اس بڑھے ہوئے بڑھاپے میں اولاد کیسی؟ یہ تو سخت حیرت کی بات ہے فرشتوں نے کہا امرِ الٰہی میں کیا حیرت؟ تم دونوں کو اس عمر میں ہی اللہ بیٹا دے گا گو تم سے آج تک کوئی اولاد نہیں ہوئی اور تمہارے میاں کی عمر بھی ڈھل چکی ہے لیکن اللہ کی قدرت میں کمی نہیں وہ جو چاہے ہو کر رہتا ہے' اے نبی کے گھر والو! تم پر اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں ہیں' تمہیں اس کی قدرت میں تعجب نہ کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ تعریفوں والا اور بزرگ ہے۔

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ﴿۷۵﴾ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ﴿۷۶﴾

جب ابراہیم (علیہ السلام) کا ڈر خوف جاتا رہا اور اسے بشارت بھی پہنچ چکی تو ہم سے قوم لوط (علیہ السلام) کے بارے میں کہنے سننے لگ گیا○ یقیناً ابراہیم (علیہ السلام) بہت تحمل والا' نرم دل اور اللہ کی جانب جھکنے والا تھا○ اے ابراہیم (علیہ السلام) اس خیال کو چھوڑ دے تیرے رب کا حکم آ پہنچا ہے' ان پر نہ لوٹایا جانے والا عذاب ضرور آنے والا ہے○

ابراہیم علیہ السلام کی فرشتوں سے گفتگو: مہمانوں کے کھانا نہ کھانے کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں جو دہشت سمائی تھی۔ ان کا حال کھل جانے پر وہ دور ہوگئی۔ پھر آپ نے اپنے ہاں لڑکا ہونے کی خوش خبری بھی سن لی۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ فرشتے قوم لوط کی ہلاکت کے لئے بھیجے گئے ہیں تو آپ فرمانے لگے کہ اگر کسی بستی میں

تین سو مومن ہوں کیا پھر بھی وہ بستی ہلاک کی جائے گی؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ پھر پوچھا کہ اگر چالیس ہوں؟ جواب ملا پھر بھی نہیں۔ دریافت کیا اگر تیس ہوں؟ کہا گیا پھر بھی نہیں۔ یہاں تک کہ تعداد گھٹاتے گھٹاتے پانچ کی بابت پوچھا فرشتوں نے یہی جواب دیا۔ پھر ایک ہی کی نسبت سوال کیا اور یہی جواب ملا تو آپ نے فرمایا پھر اس بستی کو حضرت لوط علیہ السلام کی موجودگی میں تم کیسے ہلاک کرو گے؟ فرشتوں نے کہا ہمیں وہاں حضرت لوط علیہ السلام کی موجودگی کا علم ہے اسے اور اس کے اہل خانہ کو سوائے اس کی بیوی کے ہم بچا لیں گے۔ اب آپ کو اطمینان ہوا اور خاموش ہو گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بردبار، نرم دل اور رجوع کرنے والے تھے اس آیت کی تفسیر پہلے گزر چکی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی بہترین صفتیں بیان فرمائیں ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس گفتگو اور سفارش کے جواب میں فرمان باری تعالیٰ ہوا کہ اب آپ اس سے چشم پوشی کیجئے۔ قضاء حق نافذ و جاری ہو گئی اب عذاب آئے گا اور وہ لوٹایا نہ جائے گا۔

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ﴿۷۷﴾ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ؕ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ؕ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ﴿۷۸﴾ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ﴿۷۹﴾

جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لوط (علیہ السلام) کے پاس پہنچے تو وہ ان کی وجہ سے بہت غمگین ہو گیا اور دل ہی دل میں کڑھنے لگا اور کہنے لگا کہ آج کا دن بڑی مصیبت کا دن ہے ○ اس کی قوم دوڑتی ہوئی اس کے پاس آ پہنچی، وہ تو پہلے ہی سے بدکاریوں میں مبتلا تھی، لوط (علیہ السلام) نے کہا اے قوم کے لوگو! یہ ہیں میری بیٹیاں جو تمہارے لئے بہت ہی پاکیزہ ہیں اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں میں رسوا نہ کرو کیا تم میں ایک بھی بھلا آدمی نہیں؟ ○ انہوں نے جواب دیا کہ تو بخوبی جانتا ہے کہ ہمیں تو تیری لڑکیوں کی کوئی حاجت ہی نہیں، تو ہماری اصلی چاہت سے بخوبی واقف ہے ○

فرشتے لوط علیہ السلام کے گھر: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ فرشتے اپنا بھید بتا کر وہاں سے چل دیئے اور حضرت لوط علیہ السلام کے پاس ان کی زمین میں یا ان کے مکان میں پہنچے۔ امرد خوبصورت لڑکوں کی شکل میں تھے تاکہ قوم لوط کی پوری آزمائش ہو جائے، حضرت لوط علیہ السلام ان مہمانوں کو دیکھ کر قوم کی حالت سامنے رکھ کر سٹ پٹا گئے، دل ہی دل میں پیچ و تاب کھانے لگے کہ اگر انہیں مہمان بناتا ہوں تو ممکن ہے خبر پا کر لوگ چڑھ دوڑیں اور اگر مہمان نہیں رکھتا تو یہ انہی کے ہاتھ پڑ جائیں گے۔ زبان سے بھی نکل گیا کہ آج کا دن بڑا ہیبت ناک دن ہے۔ قوم والے اپنی شرارت سے باز نہیں آئیں گے۔ مجھ میں ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ کیا ہوگا؟ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام اپنی زمین میں تھے کہ یہ فرشتے بصورت انسان آئے اور ان کے مہمان بنے۔ شرما شرمی انکار نہ کر سکے اور انہیں لے کر گھر چلے، راستے میں صرف اس

نیت یہ ہے کہ یہ اب بھی واپس چلے جائیں۔ ان سے کہا کہ واللہ! یہاں کے لوگوں سے زیادہ برے اور خبیث لوگ اور کہیں نہیں ہیں۔ کچھ دور جا کر بھی یہی کہا غرض گھر پہنچنے تک چار بار یہی کہا۔ فرشتوں کو اللہ کا حکم بھی یہی تھا کہ جب تک ان کا نبی ان کی برائی نہ بیان کرے انہیں ہلاک نہ کرنا۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس چل کر دو پہر کو یہ فرشتے نہر سدوم پہنچے وہاں حضرت لوط علیہ السلام کی صاحبزادی جو پانی لینے گئی تھیں مل گئیں۔ ان سے انہوں نے پوچھا کہ یہاں ہم کہیں ٹھہر سکتے ہیں؟ اس نے کہا آپ یہیں رکئے میں واپس آ کر جواب دوں گی۔ انہیں ڈر لگا کہ اگر قوم والوں کے ہاتھ یہ لگ گئے تو ان کی بڑی بے عزتی ہوگی۔ یہاں آ کر والد صاحب سے ذکر کیا کہ شہر کے دروازے پر چند پردیسی نوعمر لوگ ہیں میں نے تو آج تک نہیں دیکھے جاؤ اور انہیں ٹھہراؤ ورنہ قوم والے ستائیں گے۔ اس بستی کے لوگوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہہ رکھا تھا کہ دیکھو کسی باہر والے کو تم اپنے ہاں ٹھہرایا نہ کرو۔ ہم آپ سب کچھ کر لیا کریں گے۔ آپ نے جب یہ حالت سنی تو جا کر چپکے سے انہیں اپنے گھر لے آئے۔ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے دی۔ مگر آپ کی بیوی جو قوم سے ملی ہوئی تھی اس کے ذریعہ سے بات پھوٹ نکلی۔ اب کیا تھا۔ لوگ دوڑے بھاگے آ گئے جسے دیکھو خوشیاں مناتا جلدی جلدی لپکتا چلا آتا ہے ان کی تو یہ خوخصلت ہو گئی تھی اس سیاہ کاری کو تو گویا انہوں نے عادت بنا لیا تھا۔ اس وقت اللہ کے نبی انہیں نصیحت کرنے لگے کہ تم اس بدخصلت کو چھوڑ و اپنی خواہشیں عورتوں سے پوری کرو۔ ((بَنَاتِی)) یعنی میری لڑکیاں۔ اس لئے فرمایا کہ ہر نبی اپنی امت کا گویا باپ ہوتا ہے۔ قرآن کریم کی ایک اور آیت میں ہے کہ اس وقت انہوں نے کہا تھا کہ ہم تو پہلے آپ کو منع کر چکے تھے کہ کسی کو اپنے ہاں نہ ٹھہرایا کرو۔ حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں سمجھایا اور دنیا آخرت کی بھلائی انہیں سمجھائی اور کہا کہ عورتیں ہی اس بات کے لئے موزوں ہیں۔ ان سے نکاح کر کے اپنی خواہش پوری کرنا ہی پاک کام ہے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ سمجھا جائے کہ آپ نے اپنی لڑکیوں کی نسبت یہ فرمایا تھا نہیں بلکہ نبی اپنی پوری امت کا گویا باپ ہوتا ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ وغیرہ سے بھی یہی مروی ہے۔ امام ابن جریج فرماتے ہیں یہ بھی نہ سمجھنا چاہئے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے عورتوں سے بے نکاح ملاپ کرنے کو فرمایا ہو۔ نہیں مطلب آپ کا ان سے نکاح کر لینے کے حکم کا تھا۔ فرماتے ہیں اللہ سے ڈرو میرا کہا مانو عورتوں کی طرف رغبت کرو ان سے نکاح کر کے حاجت روائی کرو۔ مردوں کی طرف اس رغبت سے نہ آؤ اور خصوصاً یہ تو میرے مہمان ہیں میری عزت کا خیال کرو کیا تم میں ایک بھی سمجھدار نیک راہ یافتہ بھلا آدمی نہیں۔ اس کے جواب میں ان سرکشوں نے کہا کہ ہمیں عورتوں سے کوئی سروکار ہی نہیں یہاں بھی ((بَنَاتِكَ)) یعنی تیری لڑکیاں کے لفظ سے مراد قوم کی عورتیں ہیں۔ اور تجھے معلوم ہے کہ ہمارا ارادہ کیا ہے؟ یعنی ہمارا ارادہ ان لڑکوں سے ملنے کا ہے۔ پھر جھگڑا اور نصیحت بے سود ہے۔

قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ ﴿۸۰﴾ قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ یَّصِلُوْۤا اِلَیْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ وَلَا یَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِیْبُهَا مَاۤ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ ﴿۸۱﴾

لوط (علیہ السلام) نے کہا کاش! کہ مجھ میں تم سے مقابلہ کرنے کی قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط آسرے کی پناہ میں ہوتا○ اب فرشتوں نے کہا اے لوط (علیہ السلام) ہم تیرے پروردگار کے بھیجے ہوئے ہیں ناممکن ہے کہ یہ تجھ تک پہنچ جائیں پس تو اپنے والوں کو لے کر کچھ رات رہے نکل کھڑا ہو تم میں سے کسی کو مڑ کر بھی نہ دیکھنا چاہیے' بجز تیری بیوی کے' کہ اسے بھی وہی پہنچنے والا ہے جو ان سب کو پہنچے گا' یقیناً ان کے وعدے کا وقت صبح کا ہے' کیا صبح بالکل نزدیک ہی نہیں؟○

قوم لوط پر عذاب: حضرت لوط علیہ السلام نے جب دیکھا کہ میری نصیحت ان پر اثر نہیں کرتی تو دھمکایا کہ اگر مجھ میں قوت' طاقت ہوتی یا میرا کنبہ' قبیلہ زوردار ہوتا تو میں تمہیں تمہاری اس شرارت کا مزہ چکھا دیتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ اللہ کی رحمت ہو لوط علیہ السلام پر کہ وہ زورآور قوم کی پناہ لینا چاہتے تھے۔ مراد اس سے ذات عزوجل ہے آپ کے بعد پھر جو پیغمبر بھیجا گیا وہ اپنے آبائی وطن میں ہی بھیجا گیا۔ [1] ان کی اس افسردگی' کامل ملال اور سخت تنگ دلی کے وقت فرشتوں نے اپنے آپ کو ظاہر کر دیا کہ ہم اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں یہ لوگ ہم تک یا آپ تک پہنچ ہی نہیں سکتے۔ آپ رات کے آخری حصے میں اپنے اہل وعیال کو لے کر یہاں سے نکل جایئے خود ان سب کے پیچھے رہئے۔ اور سیدھے اپنی راہ چلے جایئے قوم والوں کی آہ وبکا پر ان کے چیخنے چلانے پر تمہیں مڑ کر بھی نہ دیکھنا چاہیے پھر اس اثبات سے حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا استثنا کر لیا کہ وہ اس حکم کی پابندی نہ کر سکے گی۔ وہ عذاب کے وقت قوم کی ہائے وائے سن کر مڑ کر دیکھے گی۔ اس لئے کہ رحمانی قضا میں اس کا بھی ان کے ساتھ ہلاک ہونا طے ہو چکا ہے۔ ایک قرأت میں ((اِلَّا امْرَاَتُكَ)) تا کے پیش سے بھی ہے۔

جن لوگوں کے نزدیک پیش اور زبر دونوں جائز ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ آپ کی بیوی بھی یہاں سے نکلنے میں آپ کے ساتھ تھی لیکن عذاب کے نازل ہونے پر قوم کا شور سن کر صبر نہ کر سکی مڑ کر ان کی طرف دیکھا اور زبان سے نکل گیا کہ ہائے میری قوم۔ اسی وقت آسمان سے ایک پتھر اس پر بھی آیا اور وہ ڈھیر ہو گئی۔ حضرت لوط علیہ السلام کی مزید تشفی کے لئے فرشتوں نے اس خبیث قوم کی ہلاکت کا وقت بھی بیان کر دیا کہ یہ صبح ہوتے ہی تباہ ہو جائے گی۔ اور صبح اب بالکل قریب ہے۔ یہ کور باطن آپ کا گھر گھیرے ہوئے تھے اور ہر طرف سے لپکتے ہوئے آ پہنچے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام دروازے پر کھڑے ہوئے ان لوطیوں کو روک رہے تھے' جب کسی طرح وہ نہ مانے اور حضرت لوط علیہ السلام آزردہ خاطر ہو کر تنگ آ گئے اس وقت جبرائیل علیہ السلام گھر میں سے نکلے اور ان کے منہ پر اپنا پر مارا جس سے ان کی آنکھیں اندھی ہو گئیں۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام ان لوگوں کے پاس آتے' انہیں سمجھاتے کہ دیکھو اللہ کا عذاب نہ خریدو مگر انہوں نے خلیل الرحمٰن علیہ السلام کی بھی نہ مانی۔ یہاں تک کہ عذاب کے آنے کا قدرتی وقت آ پہنچا۔ فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے۔ آپ اس وقت اپنے کھیت میں کام کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ آج کی رات ہم آپ کے مہمان ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو فرمان رب ہو چکا تھا کہ جب تک

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء: باب و نبئھم عن ضعیف ابراھیم (۳۳۷۲۔ ۳۳۷۵) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب و من سورۃ یوسف (۳۱۱۶) طحاوی فی مشکل الآثار (۳۳۰) صحیح ابن حبان (۶۲۰۶) مسند احمد (۲/۳۲۲) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۸۳۹۷)]

حضرت لوط علیہ السلام تین مرتبہ ان کی بدچلنی کی شہادت نہ دے لیں۔ ان پر عذاب نہ کیا جائے۔ آپ جب انہیں لے کر چلے تو چلتے ہوئے خبر دی کہ یہاں کے لوگ بڑے بد ہیں یہ برائی ان میں گھسی ہوئی ہے۔ کچھ دور اور جانے کے بعد دوبارہ کہا کہ کیا تمہیں اس بستی کے لوگوں کی برائی کی خبر نہیں؟ میرے علم میں تو روئے زمین پر ان سے زیادہ برے لوگ نہیں' آہ میں تمہیں کہاں لے جاؤں؟ میری قوم تو تمام مخلوق سے بدتر ہے۔ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرشتوں سے کہا دیکھو دو مرتبہ یہ کہہ چکے۔ جب انہیں لے کر آپ اپنے گھر کے دروازے پر پہنچے تو رنج و افسوس سے رو دیئے اور کہنے لگے میری قوم تمام مخلوق سے بدتر ہے۔ تمہیں کیا معلوم نہیں کہ یہ کس بدی میں مبتلا ہیں؟ روئے زمین پر کوئی بستی اس بستی سے بری نہیں۔ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پھر فرشتوں سے فرمایا دیکھو تین مرتبہ یہ اپنی قوم کی بدچلنی کی شہادت دے چکے۔ یاد رکھنا اب عذاب ثابت ہو چکا۔ گھر میں گئے اور یہاں سے آپ کی بڑھیا بیوی اونچی جگہ پر چڑھ کر کپڑا اہلانے لگی جسے دیکھتے ہی بستی کے بدکار دوڑ پڑے۔ پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے کہا: لوط کے ہاں مہمان آئے ہیں' میں نے تو ان سے زیادہ خوبصورت اور ان سے زیادہ خوشبو والے لوگ کبھی دیکھے ہی نہیں۔ اب کیا تھا یہ خوشی خوشی مٹھیاں بند کئے دوڑتے بھاگتے حضرت لوط علیہ السلام کے گھر گئے۔ چاروں طرف سے آپ کے گھر کو گھیر لیا۔ آپ نے انہیں قسمیں دیں' پند و نصائح کئے۔ فرمایا کہ عورتیں بہت ہیں۔ لیکن وہ اپنی شرارت اور اپنے بدارادے سے باز نہ آئے۔ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ان کے عذاب کی اجازت چاہی' اللہ کی جانب سے اجازت مل گئی۔ آپ اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہو گئے۔ آپ کے دو پر ہیں۔ جن پر موتیوں کا جڑاؤ ہے۔ آپ کے دانت صاف چمکتے ہوئے ہیں۔ آپ کی پیشانی اونچی اور بڑی ہے۔ مرجان کی طرح کے دانے ہیں لؤلؤ ہیں اور آپ کے پاؤں سبزی کی طرف ہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ ہم تو تیرے پروردگار کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں' یہ لوگ تجھ تک پہنچ نہیں سکتے۔ آپ اس دروازے سے نکل جائیے۔ یہ کہہ کر ان کے منہ پر اپنا پر مارا جس سے وہ اندھے ہو گئے۔ راستوں تک کو نہیں پہنچ سکتے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام اپنے اہل کو لے کر راتوں رات چل دیئے۔ یہی اللہ کا حکم بھی تھا۔ محمد بن کعب' قتادہ' سدی وغیرہ کا یہی بیان ہے۔

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۳﴾ (النصف ع ۷)

پھر جب ہمارا حکم آ پہنچا ہم نے اس بستی کو زیر و زبر کر دیا اوپر کا حصہ نیچے کر دیا اور اس پر کنکر یلے پتھر برسائے جو تہہ بہ تہہ تھے○ نشان دار تھے تیرے رب کی طرف سے' اور وہ ان ظالموں سے کچھ بھی دور نہ تھے○

پتھروں کی بارش: سورج کے نکلنے کے وقت اللہ کا عذاب ان پر آ گیا۔ ان کی بستی سدوم نامی تہ و بالا ہو گئی۔ عذاب نے اوپر تلے سے ڈھانک لیا۔ آسمان سے پکی مٹی کے پتھر ان پر برسنے لگے جو سخت وزنی اور بہت بڑے بڑے تھے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے ﴿سجین سجیل﴾ دونوں ایک ہی ہیں۔[1] مَنْضُوْدٍ سے مراد پے

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قوله و کان عرشه علی المآء (٤٦٨٤)]

بہ پے تہہ بہ تہہ ایک کے بعد ایک کے ہیں۔ ان پتھروں پر قدرتی طور سے ان لوگوں کے نام لکھے ہوئے تھے۔ جس کے نام کا پتھر تھا اسی پر گرتا تھا۔ وہ مثل طوق کے تھے جو سرخی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ یہ ان شہریوں پر بھی برسے اور یہاں کے جو لوگ اور گاؤں گوٹھ میں تھے ان پر بھی وہیں گرے۔ ان میں سے جو جہاں تھا وہیں پتھر سے ہلاک کیا گیا۔ کوئی کھڑا ہوا' کسی جگہ کسی سے باتیں کررہا ہے' وہیں پتھر آسمان سے آیا اور اسے ہلاک کر گیا۔ غرض ان میں سے ایک بھی نہ بچا۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان سب کو جمع کر کے ان کے مکانات اور مویشیوں سمیت اونچا اٹھالیا یہاں تک کہ ان کے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آسمان کے فرشتوں نے سن لیں۔ آپ اپنے داہنے پر کے کنارے پر ان کی بستی کو اٹھائے ہوئے تھے۔ پھر انہیں زمین پر الٹ دیا۔ ایک کو دوسرے سے ٹکرا دیا اور سب ایک ساتھ ہلاک ہو گئے اکے دکے جو رہ گئے تھے۔ ان کے بھیجے آسمانی پتھروں نے پھوڑ دیئے اور محض بے نام ونشان کر دیئے گئے۔ مذکور ہے کہ ان کی چار بستیاں تھیں۔ ہر بستی میں ایک لاکھ آدمیوں کی آبادی تھی۔ ایک روایت میں ہے تین بستیاں تھیں۔ بڑی بستی کا نام سدوم تھا۔ یہاں کبھی کبھی خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی آ کر وعظ نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ پھر فرماتا ہے یہ چیزیں کچھ ان سے دور نہ تھیں سنن کی حدیث میں ہے کسی کو اگر تم لواطت کرتا ہوا پاؤ تو اوپر والے نیچے والے دونوں کو قتل کر دو۔ [1]

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ بِخَیْرٍ وَّاِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ ﴿۸۴﴾

ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا' اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں' تم ناپ تول میں بھی کمی نہ کرو میں تو تمہیں آسودہ حال دیکھ رہا ہوں اور مجھے تم پر گھیر لانے والے دن کے عذاب کا خوف بھی ہے ○

قوم شعیب علیہ السلام کا تذکرہ: عرب کا ایک قبیلہ جو حجاز وشام کے درمیان معان کے قریب رہتا تھا ان کے شہروں کا نام اور خود ان کا نام بھی مدین تھا۔ ان کی جانب اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت شعیب علیہ السلام بھیجے گئے۔ آپ ان میں شریف النسب اور اعلیٰ خاندان کے تھے اور انہی میں سے تھے اسی لئے ((اَخَاهُمْ)) کے لفظ سے بیان کیا یعنی ان کے بھائی آپ نے بھی انبیاء علیہم السلام کی عادت اور سنت اور اللہ تعالیٰ کے پہلے اور تاکیدی حکم کے مطابق اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا۔ ساتھ ہی ناپ تول کی کمی سے روکا کہ کسی کا حق نہ مارو۔ اور اللہ

[1] [صحیح: ابوداؤد: کتاب الحدود: باب فیمن عمل عمل قوم لوط (۴۴۶۲) ابن ماجہ: کتاب الحدود: باب من عمل عمل قوم لوط (۲۵۶۱) ترمذی: کتاب الحدود: باب ماجاء فی حد اللوطی (۱۴۵۶) مستدرک حاکم (۴/۳۵۵)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود، ارواء الغلیل (۲۳۵۰) المشکاۃ (۳۵۷۵)]

کا یہ احسان یاد دلایا کہ اس نے تمہیں فارغ البال اور آسودہ حال کر رکھا ہے۔ اور اپنا ڈر ظاہر کیا کہ اپنی مشرکانہ روش اور ظالمانہ حرکت سے اگر باز نہ آؤ گے تو تمہاری یہ اچھی حالت بدحالی سے بدل جائے گی۔

وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۸۵﴾ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۸۶﴾

اے میری قوم والو! ناپ تول انصاف کے ساتھ پوری پوری کرو لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو اور زمین میں فساد اور خرابی نہ مچاؤ ○ اللہ تعالیٰ کا حلال کیا ہوا نفع تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم ایماندار ہو میں کچھ تم پر نگہبان داروغہ نہیں ہوں ○

ناپ تول پورا کرو: پہلے تو اپنی قوم کو ناپ تول کی کمی سے روکا۔ اب لین دین کے دونوں وقت عدل وانصاف کے ساتھ پورے پورے ناپ تول کا حکم دیتے ہیں۔ اور زمین میں فساد اور تباہ کاری کرنے کو منع کرتے ہیں۔ ان میں رہزنی اور ڈاکے مارنے کی بدخصلت بھی تھی۔ لوگوں کے حق مار کر نفع اٹھانے سے اللہ کا دیا ہوا نفع بہت بہتر ہے۔ اللہ کی یہ وصیت تمہارے لئے خیریت لئے ہوئے ہے۔ عذاب سے جیسے ہلاکت ہوتی ہے اس کے مقابلے میں رحمت سے برکت ہوتی ہے۔ ٹھیک تول کر پورا ناپ کر حلال سے جو نفع ملے اسی میں برکت ہوتی ہے۔ خبیث و طیب میں کیا مساوات؟ دیکھو میں تمہیں ہر وقت دیکھ نہیں رہا۔ تمہیں برائیوں کا ترک اور نیکیوں کا فعل اللہ ہی کے لئے کرنا چاہئے نہ کہ دنیا دکھاوے کے لئے۔

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ۭ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ﴿۸۷﴾

انہوں نے جواب دیا کہ اے شعیب کیا تیری تلاوت تجھے یہی حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادوں کے معبودوں کو چھوڑ دیں اور ہم اپنے مالوں میں جو کچھ چاہیں اس کا کرنا بھی چھوڑ دیں، تو تو بڑا ہی باوقار اور نیک چلن آدمی ہے ○

پرانے معبود چھوڑنے سے انکار: حضرت اعمش رحمہ اللہ فرماتے ہیں صلوٰۃ سے مراد یہاں قرأت ہے۔ وہ لوگ ازراہ مذاق کہتے ہیں کہ واہ! آپ اچھے رہے کہ آپ کو آپ کی قرأت نے حکم دیا کہ ہم باپ دادوں کی روش کو چھوڑ کر اپنے پرانے معبودوں کی عبادت سے دست بردار ہو جائیں۔ یہ اور بھی لطف ہے کہ ہم اپنے مال کے بھی مالک نہ رہیں کہ جس طرح جو چاہیں اس میں تصرف کریں کسی کو ناپ تول میں کم نہ دیں۔ حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں واللہ! واقعہ یہی ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی نماز کا حکم یہی تھا کہ آپ انہیں غیر اللہ کی عبادت اور مخلوق کے حقوق کے غصب سے روکیں۔ ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے اس قول کا مطلب کہ جو ہم چاہیں، اپنے مالوں میں کریں یہ ہے کہ زکوٰۃ کیوں دیں؟ نبی اللہ کو ان کا حلیم ورشید کہنا ازراہ مذاق وحقارت تھا۔

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا تَوْفِيْقِيْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿۸۸﴾

کہا اے میری قوم! دیکھو تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے ظاہر دلیل لئے ہوئے ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے بہترین روزی دے رکھی ہو، میرا یہ ارادہ بالکل نہیں کہ تمہارا خلاف کر کے خود اس چیز کی طرف جھک جاؤں جس سے تمہیں روک رہا ہوں، میرا ارادہ تو اپنی طاقت بھر اصلاح کرنے کا ہی ہے، میری توفیق اللہ ہی کی مدد سے ہے، اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں ○

قوم کو وعظ: آپ اپنی قوم سے فرماتے ہیں کہ دیکھو میں اپنے رب کی طرف سے کسی دلیل و حجت اور بصیرت پر قائم ہوں اور اسی کی طرف تمہیں بلا رہا ہوں۔ اس نے اپنی مہربانی سے مجھے بہترین روزی دے رکھی ہے یعنی نبوت یا رزق حلال۔ یا دونوں۔ میری روش تم یہ نہ پاؤ گے کہ تمہیں تو بھلی بات کا حکم کروں اور خود تم سے چھپ کر اس کے برعکس کروں، میری مراد تو اپنی طاقت کے مطابق اطلاع کرنی ہے۔ ہاں میرے ارادے کی کامیابی اللہ کے ہاتھ ہے۔ اسی پر میرا بھروسہ اور توکل ہے اور اسی کی جانب رجوع توجہ اور جھکنا ہے۔ مسند احمد میں ہے حکیم بن معاویہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ اس کے بھائی مالک نے کہا کہ اے معاویہ! رسول اللہ ﷺ نے میرے پڑوسیوں کو گرفتار کر رکھا ہے، تم آپ ﷺ کے پاس جاؤ۔ آپ ﷺ سے تمہاری بات چیت بھی ہو چکی ہے اور تمہیں آپ ﷺ پہچانتے بھی ہیں۔ پس میں اس کے ساتھ چلا۔ اس نے کہا کہ میرے پڑوسیوں کو آپ رہا کر دیجئے وہ مسلمان ہو چکے تھے۔ آپ نے اس سے منہ پھیر لیا۔ وہ غضب ناک ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا واللہ! اگر آپ نے ایسا جواب دیا تو لوگ کہیں گے کہ آپ ہمیں تو پڑوسیوں کے بارہ میں اور حکم دیتے ہیں اور آپ خود اس کے خلاف کرتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کیا لوگوں نے ایسی بات زبان سے نکالی ہے؟ اگر میں ایسا کروں تو اس کا وبال مجھ پر ہی ہے ان پر تو نہیں۔ جاؤ اس کے پڑوسیوں کو چھوڑ دو۔ [1] اور روایت میں ہے کہ اس کی قوم کے چند لوگ کسی شبہ میں گرفتار تھے۔ اس پر قوم کا ایک آدمی حاضر ہوا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ خطبہ فرما رہے تھے۔ اس نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ کسی چیز سے دوسروں کو روکتے ہیں اور خود اسے کرتے ہیں۔ آپ نے سمجھا نہیں۔ اس لئے پوچھا کہ لوگ کیا کہتے ہیں؟ حضرت بہز بن حکیم کے دادا کہتے ہیں میں نے بیچ میں بولنا شروع کر دیا کہ اچھا ہے آپ کے کان میں یہ الفاظ نہ پڑیں کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے منہ سے میری قوم کے لئے کوئی بد دعا نکل جائے کہ پھر انہیں فلاح نہ ملے لیکن رسول اللہ ﷺ برابر اسی کوشش میں رہے یہاں تک کہ آپ نے

---

[1] [حسن :مسند احمد (٤/٤٤٧)، (١٩٨٩٩) مستدرك حاكم (٣/٦٤٢) صحيح ابن حبان (٤/١٦١) ابو داؤد : كتاب القضاة : باب في الحبس في الدين وغيره (٣٦٣١)] شیخ شعیب ارناؤط نے اسے حسن کہا ہے۔[الموسوعة الحديثية (٢٠٠١٤)]

اس کی بات سمجھ لی اور فرمانے لگے کیا انہوں نے ایسی بات زبان سے نکالی؟ یا ان میں سے کوئی اس کا قائل ہے؟ واللہ !اگر میں ایسا کروں تو اس کا بوجھ بار میرے ذمے ہے۔ان پر کچھ نہیں۔اس کے پڑوسیوں کو چھوڑ دو۔ [1] اسی قبیل سے وہ حدیث بھی ہے جسے امام احمد لائے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب تم میری جانب سے کوئی ایسی حدیث سنو کہ تمہارے دل اس کا انکار کریں اور تمہارے بدن اور بال اس سے علیحدگی کریں (یعنی متاثر نہ ہوں) اور تم سمجھ لو کہ وہ تم سے بہت دور ہے تو میں اس سے بھی زیادہ دور ہوں۔ [2] اس کی اسناد صحیح ہے۔حضرت مسروق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک عورت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہنے لگی کیا آپ بالوں میں جوڑ لگانے سے منع کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔اس نے کہا آپ کے گھر کی بعض عورتیں تو ایسا کرتی ہیں آپ نے فرمایا اگر ایسا ہو تو میں نے اللہ کے نیک بندے کی وصیت کی حفاظت نہیں کی۔میرا ارادہ نہیں کہ جس چیز سے تمہیں روکوں اس کے برعکس خود کروں۔حضرت ابو سلیمان ضبعی کہتے ہیں کہ ہمارے پاس امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ السلام کے رسالے آتے تھے جن میں اوامر ونواہی لکھے ہوئے ہوتے تھے اور آخر میں یہ لکھا ہوتا تھا کہ میں بھی اس میں وہی ہوں جو اللہ کے نیک بندے نے فرمایا کہ میری توفیق اللہ کے فضل سے ہے۔اسی پر میرا توکل ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔

وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ۭ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ﴿٨٩﴾ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿٩٠﴾

میری قوم کے لوگو! کہیں ایسا نہ ہو کہ تم میری مخالفت میں آ کر ان عذابوں کے لیے آمادہ ہو جاؤ جو قوم نوح (علیہ السلام) اور قوم ہود (علیہ السلام) اور قوم صالح (علیہ السلام) کو پہنچے ہیں، قوم لوط (علیہ السلام) تو تم سے کچھ بھی دور نہیں ○ تم اپنے رب سے استغفار کرو اور اس کی طرف جھک جاؤ، یقین مانو کہ میرا رب بڑی مہربانی والا اور بہت محبت کرنے والا ہے ○

قوم کو تباہی کا ڈراوا اور توبہ کی تلقین: فرماتے ہیں کہ میری عداوت اور بغض میں آ کر تم اپنے کفر اور اپنے گناہوں پر جم نہ جاؤ ورنہ تمہیں وہ عذاب پہنچے گا جو تم سے پہلے ایسے کاموں کا ارتکاب کرنے والوں کو پہنچا ہے۔خصوصاً قوم لوط جو تم سے قریب زمانے میں ہی گزری ہے اور قریب جگہ میں ہے تم اپنے گزشتہ گناہوں کی معافی مانگو۔آئندہ

---

[1] [حسن: مسند احمد (۵/۲) ابو داؤد (۳۶۳۰) ترمذی: کتاب الدیات: باب ماجاء فی الحبس فی التهمة (۱۴۱۷) طبرانی کبیر (۹۹۸/۱۹) عبد الرزاق (۱۸۸۹/۱۰)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۲۰۰۱۷)]

[2] [صحیح: مسند احمد (۴۹۷/۳)، (۴۲۵/۵) طبقات ابن سعد (۳۸۷/۲) مجمع الزوائد (۱۴۹/۱، ۱۵۰) مسند بزار (۱۸۷) ابن حبان (۶۳)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[السلسلة الصحیحة (۷۳۲/۲)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

کے لئے گناہوں سے توبہ کرلو۔ ایسا کرنے والوں پر میرا رب بہت ہی مہربان ہو جاتا ہے اور ان کو اپنا پیارا بنا لیتا ہے ابو لیلیٰ کندی کہتے ہیں کہ میں اپنے مالک کا جانور تھامے کھڑا تھا۔ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کو گھیرے ہوئے تھے۔ آپ نے اوپر سے سر بلند کیا اور یہی آیت تلاوت فرمائی۔ اور فرمایا میری قوم کے لوگو مجھے قتل نہ کرو۔ تم اس طرح تھے۔ پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسری میں ڈال کر دکھائیں۔

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۫ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴿٩١﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَاۗءَكُمْ ظِهْرِيًّا ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿٩٢﴾

انہوں نے کہا شعیب (علیہ السلام) تیری اکثر باتیں تو ہماری سمجھ میں ہی نہیں آتیں اور ہم تو تجھے اپنے اندر بہت کمزوری کی حالت میں پاتے ہیں، اگر تیرے قبیلے کا خیال نہ ہوتا تو ہم تو تجھے سنگسار کر دیتے ہم تو تجھے کوئی حیثیت والی ہستی نہیں گنتے ○ اس نے جواب دیا کہ اے میری قوم کے لوگو کیا تمہارے نزدیک میرے قبیلہ کے لوگ اللہ سے بھی زیادہ ذی عزت ہیں؟ کہ تم نے اسے پس پشت ڈال رکھا ہے؟ یقیناً میرا پروردگار جو کچھ تم کر رہے ہو سب کو گھیرے ہوئے ہے ○

قوم کا جواب: قوم مدین نے کہا کہ اے شعیب (علیہ السلام) آپ کی اکثر باتیں ہماری سمجھ میں تو آتی نہیں۔ اور خود آپ بھی ہم میں بے انتہا کمزور ہیں۔ سعید وغیرہ کا قول ہے کہ آپ کی نگاہ کم تھی۔ مگر آپ بہت ہی صاف گو تھے، یہاں تک کہ آپ کو خطیب الانبیاء کا لقب حاصل تھا۔ سدی کہتے ہیں اس وجہ سے کمزور کہا گیا ہے کہ آپ اکیلے تھے۔ مراد اس سے آپ کی حقارت تھی۔ اس لئے کہ آپ کے کنبے والے بھی آپ کے دین پر نہ تھے۔ کہتے ہیں کہ اگر تیری برادری کا لحاظ نہ ہوتا تو ہم تو پتھر مار مار کر تیرا قصہ ہی ختم کر دیتے۔ یا یہ کہ تجھے دل کھول کر برا کہتے۔ ہم میں تیری قدرت و منزلت، رفعت و عزت نہیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا بھائیو! تم مجھے میری قرابت داری کی وجہ سے چھوڑتے ہو اللہ کی وجہ سے نہیں چھوڑتے تو گویا تمہارے نزدیک قبیلے والے اللہ سے بھی بڑھ کر ہیں۔ اللہ کے نبی کو برائی پہنچاتے ہوئے اللہ کا خوف نہیں کرتے؟ افسوس! تم نے کتاب اللہ کو پیٹھ پیچھے ڈال دیا اس کی کوئی عظمت و اطاعت تم میں نہ رہی۔ خیر اللہ تعالیٰ تمہارے تمام حال احوال جانتا ہے وہ تمہیں پورا بدلہ دے گا۔

وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰي مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۭ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ۭ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ﴿٩٣﴾ وَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿٩٤﴾ ۙ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۭ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿٩٥﴾ ۧ

ع ٨ / ١٧

اے قومی بھائیو! اب تم اپنی جگہ عمل کئے جاؤ میں بھی عمل کر رہا ہوں، تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کس کے پاس وہ عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کرے اور کون ہے جو جھوٹا ہے، تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں ○ جب ہمارا عذاب آ پہنچا ہم نے شعیب کو اور ان کے ساتھ تمام مسلمانوں کو اپنی خاص رحمت سے نجات بخشی، اور ظالموں کو آواز سخت کے عذاب نے دھر دبوچا جس سے یہ اپنے گھروں میں ہی اوندھے پڑے ہوئے مردے ہو گئے ○ گویا کہ وہ ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے، آگاہ رہو مدین کے لئے بھی ویسی ہی دوری ہوئی جیسی دوری ثمود کو ہوئی ○

اہل مدین پر عذاب: جب اللہ کے نبی علیہ السلام اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تو تھک کر فرمایا اچھا تم اپنے طریقے پر چلے جاؤ میں اپنے طریقے پر قائم ہوں۔ تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ رسوا کرنے والے عذاب کن پر نازل ہوتے ہیں؟ اور اللہ کے نزدیک جھوٹا کون ہے؟ تم منتظر رہو میں بھی انتظار میں ہوں۔ آخرش ان پر بھی عذاب الٰہی اترا اس وقت نبی اللہ اور مومن بچا دیئے گئے ان پر رحمت رب ہوئی اور ظالموں کو تہس نہس کر دیا گیا وہ جل بجھے بے حس و حرکت رہ گئے۔ ایسے کہ گویا کبھی اپنے گھروں میں آباد ہی نہ تھے۔ اور جیسے کہ ان سے پہلے کے ثمودی تھے اللہ کی لعنت کا باعث بنے ویسے ہی یہ بھی ہو گئے۔ ثمودی ان کے پڑوسی تھے اور بدامنی میں انہی جیسے تھے۔ اور یہ دونوں قومیں عرب ہی سے تعلق رکھتی تھیں۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۶﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْۤا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَاۤ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ﴿۹۷﴾ يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ﴿۹۸﴾ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ﴿۹۹﴾

یقیناً ہم نے ہی موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنے نشانوں اور روشن دلیلوں کے ساتھ بھیجا تھا ○ فرعون اور اس کی جماعت کی طرف پھر بھی ان لوگوں نے فرعون کے احکام کی پیروی کی، اور فرعون کا کوئی حکم ٹھیک اور درست تھا ہی نہیں ○ وہ تو قیامت کے دن اپنی قوم کا پیش رو ہو کر ان سب کو دوزخ میں جا کھڑا کرے گا۔ وہ بہت ہی برا گھاٹ ہے جس پر لا کھڑے کئے گئے ○ ان پر تو اس دنیا میں بھی لعنت چپکا دی گئی اور قیامت کے دن بھی، برا انجام ہے جو دیا گیا ○

فرعون اور موسیٰ علیہ السلام: فرعون اور اس کی جماعت کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آیتوں اور ظاہر دلیلوں کے ساتھ بھیجا لیکن انہوں نے فرعون کی اطاعت نہ چھوڑی۔ اسی کی گمراہ روش پر اس کے پیچھے لگے رہے۔ جس طرح یہاں انہوں نے اس کی فرماں برداری ترک نہ کی اور اسے اپنا سردار مانتے رہے اسی طرح قیامت کے دن اسی کے پیچھے یہ ہوں گے اور وہ اپنی پیشوائی میں انہیں سب کو اپنے ساتھ ہی جہنم میں لے جائے گا اور خود دگنا عذاب برداشت کرے گا۔ یہی حال بروں کی تابعداری کرنے والوں کا ہوتا ہے وہ کہیں گے بھی کہ الٰہی انہی لوگوں نے ہمیں بہکایا تو انہیں دوگنا عذاب دے۔ مسند میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن جاہلیت کے شاعروں کا جھنڈا امراؤ القیس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ

انہیں لے کر جہنم کی طرف جائے گا۔ [1] اس آگ کے عذاب پر یہ اور زیادتی ہے کہ یہاں اور وہاں دونوں جگہ یہ لوگ ابدی لعنت میں پڑے۔ قیامت کے دن کی لعنت مل کر ان پر دو دو لعنتیں پڑ گئیں۔ یہ اور لوگوں کو جہنم کی دعوت دینے والے امام تھے۔ اس لئے ان پر دوہری لعنت پڑی۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآئِمٌ وَّحَصِيْدٌ ﴿۱۰۰﴾ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۭ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ﴿۱۰۱﴾

بستیوں کی یہ بعض خبریں جنہیں ہم تیرے سامنے بیان فرما رہے ہیں ان میں سے بعض تو موجود ہیں اور بعض بالکل نابود ہو گئیں ○ ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ خود انہوں نے ہی اپنے اوپر ظلم کیا انہیں ان کے ان معبودوں نے کوئی فائدہ نہ پہنچایا جنہیں وہ اللہ کے سوا پکارا کرتے تھے جب کہ تیرے پروردگار کا حکم آ پہنچا' بلکہ اور ان کا نقصان ہی انہوں نے بڑھایا ○

ہلاک ہونے والوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا: نبیوں اور ان کی امتوں کے واقعات بیان فرما کر ارشاد باری ہوتا ہے کہ یہ ان بستیوں والوں کے واقعات ہیں۔ جنہیں ہم تیرے سامنے بیان فرما رہے ہیں۔ ان میں سے بعض بستیاں تو اب تک آباد ہیں اور بعض مٹ چکی ہیں۔ ہم نے انہیں ظلم سے ہلاک نہیں کیا۔ بلکہ خود انہوں نے ہی اپنے کفر و تکذیب کی وجہ سے اپنے اوپر اپنے ہاتھوں ہلاکت مسلط کر لی۔ اور جن معبودانِ باطل کے انہیں سہارے تھے۔ وہ بروقت انہیں کچھ کام نہ آ سکے۔ بلکہ ان کی پوجا پاٹ نے انہیں اور غارت کر دیا۔ دونوں جہاں کا وبال ان پر آ پڑا۔

وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۰۲﴾

تیرے پروردگار کی پکڑ کا یہی طریقہ ہے جب کہ وہ بستیوں کے رہنے والے ظالموں کو پکڑتا ہے' بے شک اس کی پکڑ دکھ دینے والی اور نہایت سخت ہے ○

جس طرح ان ظالموں کی ہلاکت ہوئی ان جیسا جو بھی ہوگا اسی نتیجے کو وہ بھی دیکھے گا۔ اللہ تعالیٰ کی پکڑ المناک اور بہت سختی والی ہوتی ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ ظالموں کو ڈھیل دے کر پھر پکڑیں گے۔ وقت

---

[1] [ضعیف جدا: مسند احمد (۲/۲۲۸) ابن جوزی فی العلل (۲۰۰) ابن عدی فی الکامل (۱۴۰۴/۴) مسند بزار (۲۰۹۱) ابن حبان فی المجروحین (۱۵۰/۳)] امام ابن عدیؒ نے فرمایا ہے کہ اس سند کے ساتھ یہ روایت منکر ہے۔ امام ہیثمیؒ کے بیان کے مطابق اس میں ابو جہیم راوی مجہول ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۲۲/۸)] شیخ البانیؒ اور علامہ احمد شاکرؒ بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف الجامع الصغیر، التعلیق علی المسند (۷۱۲۷)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس کی سند کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔]

ناگہاں دبالیتا ہے۔ پھر مہلت نہیں ملتی پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی۔ [1]

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّمَنۡ خَافَ عَذَابَ الۡاٰخِرَۃِ ؕ ذٰلِکَ یَوۡمٌ مَّجۡمُوۡعٌ ۙ لَّہُ النَّاسُ وَ ذٰلِکَ یَوۡمٌ مَّشۡہُوۡدٌ ﴿۱۰۳﴾ وَ مَا نُؤَخِّرُہٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعۡدُوۡدٍ ﴿۱۰۴﴾ؕ یَوۡمَ یَاۡتِ لَا تَکَلَّمُ نَفۡسٌ اِلَّا بِاِذۡنِہٖ ۚ فَمِنۡہُمۡ شَقِیٌّ وَّ سَعِیۡدٌ ﴿۱۰۵﴾

یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے نشان عبرت ہے جو قیامت کے عذاب سے ڈرتے ہیں' وہ دن جس میں سب لوگ جمع کئے جائیں گے اور وہ دن ہے جس میں سب حاضر کئے جائیں گے۔ اسے ہم جو دیر کرتے ہیں وہ صرف ایک معین مدت تک ہے ○ جس دن وہ آ جائے گی مجال نہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت بغیر کوئی بات بھی کر لے' سو ان میں کوئی تو بد بخت ہوگا اور کوئی نیک بخت ○

کفار کی ہلاکت اور اہل ایمان کی نجات میں واضح دلیل: کافروں کی اس ہلاکت اور مومنوں کی نجات میں صاف دلیل ہے ہمارے ان وعدوں کی سچائی پر جو ہم نے قیامت کے بارے میں کئے ہیں جس دن تمام اوّل و آخر کے لوگ جمع کئے جائیں گے۔ ایک بھی باقی نہ چھوٹے گا وہ بڑا بھاری دن ہوگا تمام فرشتے' تمام رسول' تمام مخلوق حاضر ہوگی۔ حاکم حقیقی' عادل کافی انصاف کرے گا۔ قیامت کے قائم ہونے میں دیر کی وجہ یہ ہے کہ رب یہ بات پہلے مقرر کر چکا ہے کہ اتنی مدت تک دنیا بنی آدم سے آباد رہے گی۔ اتنی مدت خاموشی پر گزر رے گی پھر فلاں وقت قیامت ہوگی۔ جس دن قیامت آ جائے گی۔ کوئی نہ ہوگا جو اللہ کی اجازت کے بغیر لب بھی کھول سکے۔ مگر رحمٰن جسے اجازت دے اور وہ بات بھی ٹھیک بولے۔ تمام آوازیں رب رحمٰن کے سامنے پست ہوں گی۔ بخاری و مسلم کی حدیث شفاعت میں ہے اس دن صرف رسول ہی بولیں گے اور ان کا کلام بھی صرف یہی ہوگا کہ یا اللہ سلامت رکھ' یا اللہ سلامتی دے۔ [2] مجمع محشر میں بہت سے تو برے ہوں گے اور بہت سے نیک۔ اس آیت کے اترنے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پوچھتے ہیں کہ پھر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اعمال اس بنا پر ہیں جس سے پہلے ہی فراغت کر لی گئی ہے یا کسی نئی بنا پر؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ اس حساب پر جو پہلے سے ختم ہو چکا ہے جو قلم چلا چکا ہے لیکن ہر ایک کے لئے وہی آسان ہوگا جس کے لئے اس کی پیدائش کی گئی ہے۔ [3] (مسند ابویعلی)

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب و کذلك اخذ ربك اذا اخذ القری (٤٦٨٦) صحیح مسلم : کتاب البر والصلة : باب تحریم الظلم (٢٥٨٣) ابن ماجه : کتاب الفتن : باب العقوبات (٤٠١٨) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة هود (٣١١٠)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاذان : باب فضل السجود (٨٠٦) و کتاب التوحید : باب کلام الرب تعالی یوم القیامة مع الانبیاء (٧٥٠٩) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب ادنی اهل الجنة منزلة فیها (١٩٣ـ ٣٢٦) ابن ماجه : کتاب الزهد : باب ذکر الشفاعة (٤٣١٢)]

[3] [صحیح : مسند احمد (٥٢/٢) مسند ابویعلی (٥٤٦٣) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن باب ومن سورة هود (٣١١١)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ﴿۱۰۶﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿۱۰۷﴾

لیکن جو بد بخت ہوئے وہ دوزخ میں ہوں گے وہاں ان کی باریک اور موٹی گدھے جیسی آواز ہوگی ○ وہ وہیں ہمیشہ رہنے والے ہیں بقدر مدت بقائے آسمان وزمین کے سوائے اس وقت کے جو اللہ کا چاہا ہوا ہے' یقیناً تیرا رب کر گزرتا ہے جو کچھ چاہے ○

جہنمیوں کی چیخ وپکار: گدھے کے چیخنے میں جیسے زیر و بم ہوتا ہے ایسی ہی ان کی چیخیں ہوں گی۔ یہ یاد رہے کہ عرب کے محاوروں کے مطابق قرآن کریم نازل ہوا ہے۔ وہ ہمیشگی کے محاورے کو اسی طرح بولا کرتے ہیں کہ یہ ہمیشگی والا ہے جب تک آسمان وزمین کو قیام ہے۔ یہ بھی ان کے محاورے میں ہے کہ یہ باقی رہے گا جب تک دن رات کا چکر بندھا ہوا ہے پس ان الفاظ سے ہمیشگی مراد ہے نہ کہ قید۔ اس کے علاوہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس زمین و آسمان کے بعد دار آخرت میں ان کے سوا اور آسمان وزمین ہو پس یہاں مراد جنس ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہر جنت کا آسمان وزمین ہے۔ اس کے بعد اللہ کی منشا کا ذکر ہے جیسے آیت ﴿اَلنَّارُ مَثْوٰكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ﴾ [1] میں ہے۔ اس استثناء کے بارے میں بہت سے قول ہیں جنہیں جوزی نے زادالمسیر میں نقل کیا ہے۔ ابن جریر نے خالد بن معدان' ضحاک وقتادہ' اور ابن سنان کے اس قول کو پسند فرمایا ہے کہ موحد گنہگاروں کی طرف استثناء عائد ہے بعض سلف سے اس کی تفسیر میں بڑے ہی غریب اقوال وارد ہوئے ہیں۔ [2] قتادہ فرماتے ہیں اللہ ہی کو اس کا پورا علم ہے۔

وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿۱۰۸﴾

لیکن جو نیک بخت کئے گئے وہ جنت میں ہوں گے جہاں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان وزمین باقی رہے مگر جو چاہے تیرا پروردگار' بخشش ہے بے انتہا ○

انبیاء علیہم السلام کے اطاعت گزاروں کے لیے جنت: رسولوں کے تابعدار جنت میں رہیں گے۔ جہاں سے کبھی نکلنا نہ ہوگا۔ زمین وآسمان کی بقا تک ان کی بھی جنت میں بقا رہے گی مگر جو اللہ چاہے یعنی یہ بات بذاتہ واجب نہیں بلکہ اللہ کی مشیت اور اس کے ارادے پر ہے بقول ضحاک وحسن یہ بھی موحد گنہگاروں کے حق میں ہے وہ کچھ مدت جہنم میں گزار کر اس کے بعد وہاں سے نکالے جائیں گے۔ یہ عطیہ ربانی ہے جو ختم نہ ہوگا۔ نہ گھٹے گا یہ اس لئے فرمایا کہیں ذکرِ مشیت سے یہ کھٹکا نہ گزرے کہ ہمیشگی نہیں۔ جیسے کہ دوزخیوں کے دوام کے بعد بھی اپنی مشیت اور ارادے کی طرف رجوع کیا۔ سب اس کی حکمت وعدل ہے وہ ہر اس کام کو کر گزرتا ہے جس کا ارادہ کرے۔ بخاری

[1] [سورۃ الانعام: آیت ۱۲۸]

[2] [الدر المنثور للسیوطی (۶۳۵/۳)]

ومسلم میں ہے موت کو چتکبرے مینڈھے کی صورت میں لایا جائے گا اور اسے ذبح کر دیا جائے گا۔ پھر فرما دیا جائے گا کہ اہل جنت تم ہمیشہ رہو گے اور موت نہیں اور اے جہنم والو! تمہارے لئے ہمیشگی ہے موت نہیں۔ (۱)

فَلَا تَكُ فِىْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ ۭ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ ۭ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ﴿۱۰۹﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ۭ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱۱﴾

سو تو ان چیزوں سے شک شبہ میں نہ رہ جنہیں یہ لوگ پوج رہے ہیں۔ ان کی پوجا تو اسی طرح ہے جس طرح ان کے باپ دادوں کی اس سے پہلے تھی، ہم ان سب کو ان کا پورا پورا حصہ بغیر کسی کے دینے والے ہی ہیں ○ یقیناً ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی پھر اس میں اختلاف ڈال دیا گیا، اگر پہلے ہی تیرے رب کی بات صادر نہ ہوگئی ہوئی ہوتی تو یقیناً ان میں فیصلہ کر دیا جاتا، تو اس میں شبہ سا ہی ہے یہ تو قلق میں ہیں ○ یقیناً ان میں سے ہر ایک جب اس کے روبرو جائے گا تیرا رب اسے اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا، جو جو وہ کر رہے ہیں اسے سب خبر ہے ○

مشرکوں کی تردید: مشرکوں کے شرک کے باطل ہونے میں ہرگز شبہ نہ کرنا۔ ان کے پاس سوائے باپ دادا کی بھونڈی تقلید کے اور دلیل ہی کیا ہے؟ ان کی نیکیاں انہیں دنیا میں ہی مل جائیں گی آخرت میں عذاب ہی عذاب ہوگا۔ جو خیر و شر کے وعدے سب پورے ہونے والے ہیں۔ ان کا عذاب کا مقررہ حصہ انہیں ضرور پہنچے گا۔ موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے کتاب دی لیکن لوگوں نے تفرقہ ڈالا۔ کسی نے اقرار کیا تو کسی نے انکار کر دیا۔ پس انہی نبیوں جیسا حال آپ کا بھی ہے کوئی مانے گا کوئی ٹالے گا۔ چونکہ ہم وقت مقرر کر چکے ہیں چونکہ ہم بغیر حجت پوری کیے عذاب نہیں کیا کرتے اس لئے یہ تاخیر ہے ورنہ ابھی انہیں ان کے گناہوں کا مزہ یاد آ جاتا۔ کافروں کو اللہ اور اس کے رسول کی باتیں غلط ہی معلوم ہوتی ہیں۔ ان کا شک و شبہ زائل نہیں ہوتا۔ سب کو اللہ جمع کرے گا اور ان کے کیے ہوئے اعمال کا بدلہ دے گا۔ اس قرأت کا بھی معنی اس ہمارے ذکر کردہ معنی کی طرف ہی لوٹتا ہے۔

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ۭ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۲﴾ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَاۗءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

پس تو جمارہ جیسا کہ تجھے حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی جو تیرے ساتھ توبہ کر چکے ہیں خبردار تم حد سے نہ بڑھنا۔ اللہ تمہارے اعمال کا دیکھنے والا ہے ○ دیکھ ظالموں کی طرف ہرگز نہ جھکنا ورنہ تمہیں بھی آگ کا لوگ جائے گا اور اللہ کے سوا اور تمہارا مدد

---

(۱) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب وانذرھم یوم الحسرۃ (۴۷۳۰) صحیح مسلم : کتاب الجنۃ : باب النار یدخلھا الجبارون (۲۸۴۹)]

گار نہ کھڑا ہو سکے گا نہ تم مدد دیئے جاؤ گے ○

استقامت اختیار کرنے کی نصیحت: استقامت اور سیدھی راہ پر دوام' ہمیشگی' اور ثابت قدمی کی ہدایت اللہ تعالیٰ اپنے نبی اور تمام مسلمانوں کو کر رہا ہے۔ یہی سب سے بڑی چیز ہے۔ ساتھ ہی سرکشی سے روکتا ہے کیونکہ یہی تباہ کرنے والی چیز ہے گو کسی مشرک پر ہی کی گئی ہو۔ پروردگار بندوں کے ہر عمل سے آگاہ ہے مداہنت اور دین کے کاموں میں سستی نہ کرو۔ شرک کی طرف نہ جھکو۔ مشرکین کے اعمال پر رضامندی کا اظہار نہ کرو۔ ظالموں کی طرف نہ جھکو۔ ورنہ آگ تمہیں پکڑ لے گی۔ ظالموں کی طرفداری ان کے ظلم پر مدد ہے یہ ہرگز نہ کرو۔ اگر ایسا کیا تو کون ہے جو تم سے عذاب اللہ ہٹائے؟ اور کون ہے جو تمہیں اس سے بچائے۔

وَأَقِمِ الصَّلَوٰةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ۚ إِنَّ الْحَسَنَٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّـَٔاتِ ۚ ذَٰلِكَ ذِكْرَىٰ لِلذَّٰكِرِينَ ﴿١١٤﴾ وَاصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿١١٥﴾

دن کے دونوں سروں میں نماز برپا رکھ اور رات کی کئی ساعتوں میں بھی' یقیناً نیکیاں برائیوں کو دور کر دیا کرتی ہیں' یہ ہے نصیحت نصیحت پکڑنے والوں کے لئے۔ تو صبر کرتا رہ یقیناً اللہ تعالیٰ نیکی والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا ○

اوقات نماز کا کچھ بیان: ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ کہتے ہیں دن کے دونوں سرے سے مراد صبح کی اور مغرب کی نماز ہے۔ قتادہ ضحاک وغیرہ کا قول ہے کہ پہلے سرے سے مراد صبح کی نماز اور دوسرے سے مراد عصر کی نماز۔ رات کی گھڑیوں سے مراد عشاء کی نماز اور بقول مجاہد وغیرہ مغرب و عشاء کی۔ [1] نیکیوں کا کرنا گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ سنن میں ہے آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں جس مسلمان سے کوئی گناہ ہو جائے پھر وہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ لے' تو اللہ اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ [2] ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وضو کیا پھر فرمایا اسی طرح میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے دیکھا ہے اور آپ نے فرمایا ہے جو میرے اس وضو جیسا وضو کرے گا پھر دو رکعت نماز ادا کرے' جس میں اپنے دل سے باتیں نہ کرے تو اس کے تمام اگلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ [3] مسند

---

[1] [مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (١٨٦٤٨)] مزید برآں اس میں مبارک بن فضالہ مدلس کا عنعنہ ہے۔]

[2] [صحیح : ابوداؤد: کتاب الصلاۃ : باب فی الاستغفار (١٥٢١) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلاۃ : باب ماجآء فی ان الصلاۃ کفارۃ (١٣٩٥) ترمذی : کتاب الصلاۃ : باب ماجآء فی الصلاۃ عند التوبة (٤٠٦)] امام ترمذیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ امام ابن حبانؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند جید ہے۔ [التهذیب (٢٣٥/١)] امام ابن عدیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [الکامل (٤٢١/١)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داود ، المشکاۃ (١٣٢٤)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اسے حسن کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الوضوء : باب الوضوء ثلاثا ثلاثا (١٥٩ ـ ١٦٤) صحیح مسلم : کتاب الطهارة : باب صفة الوضوء و کماله (٢٢٦) ابوداؤد : کتاب الطهارة (١٠٦) نسائی : کتاب الطهارة (٨٤)]

میں ہے کہ آپ نے پانی منگوایا، وضو کیا، پھر فرمایا، میرے اس وضو کی طرح رسول اللہ ﷺ وضو کیا کرتے تھے۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا جو میرے اس وضو جیسا وضو کرے اور کھڑا ہو کر ظہر کی نماز ادا کرے، اس کے صبح سے لے کر اب تک کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، پھر عصر کی نماز پڑھے، تو ظہر سے عصر تک کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں، پھر مغرب کی نماز ادا کرے، تو عصر سے لے کر مغرب تک کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ پھر عشاء کی نماز سے مغرب سے عشاء تک کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ پھر یہ سوتا ہے، لوٹ پوٹ ہوتا ہے پھر صبح اٹھ کر نماز فجر پڑھ لینے سے عشاء سے لے کر صبح کی نماز تک کے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ یہی ہیں وہ بھلائیاں جو برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ [1] صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''بتلاؤ تو اگر تم میں سے کسی کے مکان کے دروازے پر ہی نہر جاری ہو اور وہ اس میں ہر دن پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کے جسم پر ذرا سا بھی میل باقی رہ جائے گا''؟ لوگوں نے کہا ہرگز نہیں۔ آپ نے فرمایا ''بس یہی مثال ہے۔ پانچ نمازوں کی کہ ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ خطائیں اور گناہ معاف فرما دیتا ہے''۔ [2] صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''پانچوں نمازیں اور جمعہ جمعہ تک اور رمضان المبارک رمضان المبارک تک کا کفارہ ہے جب تک کہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز کیا جائے''۔ [3] مسند احمد میں ہے ''ہر نماز اپنے سے پہلے کی خطاؤں کو مٹا دیتی ہے''۔ [4] بخاری میں ہے کہ کسی شخص نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا حضرت ﷺ سے اپنے اس گناہ کی ندامت ظاہر کی۔ اس پر یہ آیت اتری اس نے کہا میرے لئے یہ مخصوص ہے؟ آپ نے جواب دیا ''نہیں بلکہ میری ساری امت کے لئے یہی حکم''۔ [5] ایک اور روایت

---

[1] [صحیح :مسند احمد (۷۱/۱) مسند بزار (۴۰۵) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۳۲/۱۲) الضیاء فی المختارۃ (۳۲۳/۱)] امام سیوطیؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔[الدر المنثور (۶۴۰/۳)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب مواقیت الصلاۃ : باب الصلوات الخمس کفارۃ (۵۲۸) صحیح مسلم : کتاب المساجد : باب المشی الی الصلاۃ تمحی بہ الخطایا (۶۶۷) نسائی : کتاب الصلاۃ : باب فضل الصلوات الخمس (۴۶۱) ترمذی : کتاب الامثال : باب مثل الصلوات الخمس (۲۸۶۸) مسند احمد (۳۷۹/۲)]

[3] [صحیح :صحیح مسلم : کتاب الطھارۃ : باب الصلوات الخمس والجمعۃ الی الجمعۃ (۲۳۳) ترمذی : کتاب الصلاۃ : باب ماجآء فی فضل الصلوات الخمس (۲۱۴) مسند احمد (۲۲۹/۲)]

[4] [حسن :مسند احمد (۴۱۳/۵) طبرانی کبیر (۱۲۶/۴) مجمع الزوائد (۲۹۸/۱)] امام ہیثمیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ امام منذریؒ بھی اسے حسن کہتے ہیں۔ [الترغیب (۳۱۴/۱)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے بھی اس کی سند کو حسن کہا ہے۔]

[5] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب مواقیت الصلاۃ : باب الصلاۃ کفارۃ (۵۲۶) و کتاب التفسیر (۴۶۸۷) صحیح مسلم : کتاب التوبۃ : باب قولہ تعالی ان الحسنات یذھبن السیأت (۲۷۶۳) ابن ماجہ : کتاب الصلاۃ : باب ماجآء فی ان الصلاۃ کفارۃ (۴۲۵۴) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورۃ ھود (۳۱۱۴)]

میں ہے کہ اس نے کہا ''میں نے باغ میں اس عورت سے سب کچھ کیا' ہاں جماع نہیں کیا اب میں حاضر ہوں جو سزا میرے لئے آپ تجویز فرمائیں میں برداشت کرلوں گا'' ۔ حضور ﷺ نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ چلا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ نے اس کی پردہ پوشی کی تھی کاش یہ بھی اپنے نفس کی پردہ پوشی کرتا۔ آنحضرت ﷺ برابر اسی شخص کی طرف دیکھتے رہے۔ پھر فرمایا۔ اسے واپس بلالاؤ۔ جب وہ آ گیا تو آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ اس پر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ کیا یہ اسی کے لئے ہے''؟ آپ نے فرمایا ''نہیں بلکہ سب لوگوں کے لئے ہے'' ۔ [1] مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ نے جس طرح تم میں روزیاں تقسیم فرمائی ہیں۔ اخلاق بھی تقسیم فرمائے ہیں اللہ تعالیٰ دنیا تو اسے بھی دیتا ہے۔ جس سے خوش ہو اور اسے بھی جس سے غضبناک ہو۔ لیکن دین صرف انہی کو دیتا ہے جن سے اسے محبت ہو۔ پس جسے دین مل جائے یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھتا ہے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ بندہ مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا دل اور اس کی زبان مسلمان نہ ہوجائے۔ اور بندہ ایمان دار نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے پڑوسی اس کی ایذاؤں سے بے فکر نہ ہو جائیں۔ لوگوں نے پوچھا ایذائیں کیا کیا؟ فرمایا دھوکہ اور ظلم۔ سنو جو شخص مال حرام کمائے پھر اس میں سے خرچ کرے اللہ اسے برکت سے محروم رکھتا ہے۔ اگر وہ اس میں سے صدقہ کرے تو قبول نہیں ہوتا۔ اور جتنا کچھ اپنے بعد باقی چھوڑ مرے وہ سب اس کے لئے آگ دوزخ کا توشہ بنتا ہے۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا بلکہ برائی کو بھلائی سے مٹاتا ہے'' [2] مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ ایک عورت سودا لینے کے لئے آتی تھی۔ افسوس کہ میں اسے کوٹھڑی میں لے جا کر اس سے بجز جماع کے اور ہر طرح لطف اندوز ہوا۔ اب جو اللہ کا حکم ہو وہ مجھ پر جاری کیا جائے'' ۔ آپ نے فرمایا شاید اس کا خاوند غیر حاضر ہوگا؟ اس نے کہا جی ہاں یہی بات تھی۔ آپ نے فرمایا تم جاؤ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ پوچھو۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی سوال کیا پس آپ نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح فرمایا پھر وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی حالت بیان کی آپ نے فرمایا شاید اس کا خاوند اللہ کی راہ میں گیا ہوا ہوگا؟ پس قرآن کریم کی یہ آیت اتری تو وہ کہنے لگا' کیا یہ خاص میرے لئے ہی ہے؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا نہیں اس طرح تیری ہی آنکھیں ٹھنڈی نہیں ہوسکتیں بلکہ یہ سب لوگوں کے لئے عام ہے۔ یہ سن کر

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب التوبة: باب قوله تعالى ان الحسنات يذهبن السيأت (۲۷۶۳ـ ۴۲) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة هود (۳۱۱۲) ابوداؤد: کتاب الحدود: باب فی الرجل یصیب من المراة دون الجماع (۴۴۶۸) مسند احمد (۴۲۵۰ـ ۴۲۹۰)]

[2] [صحیح موقوفا ضعیف مرفوعا: مسند احمد (۳۸۷/۱) ابو نعیم فی الحلية (۱٦٦/۴) مسند بزار (۲۰۲٦/۵) مستدرك حاکم (۱٦۵/۱) بیهقی فی شعب الایمان (۵۵۲۴/۴) بغوی فی شرح السنة (۲۰۳۰/۸)] شیخ شعیب ارناؤط فرماتے ہیں کہ یہ روایت موقوفاً صحیح جبکہ مرفوعاً ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۳٦۷۲)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے موقوفاً صحیح کہتے ہیں۔]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ سچے ہیں۔ ① ابن جریر میں ہے کہ وہ عورت مجھ سے ایک درہم کی کھجوریں خریدنے آئی تھی تو میں نے اسے کہا کہ اندر کوٹھڑی میں اس سے بہت اچھی کھجوریں ہیں وہ اندر گئی' میں نے بھی اندر جا کر اسے چوم لیا۔ پھر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا آپ نے فرمایا اللہ سے ڈر اور اپنے نفس پر پردہ ڈالے رہ۔ لیکن ابوالیسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھ سے صبر نہ ہو سکا۔ میں نے جا کر حضور ﷺ سے واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا افسوس! تو نے ایک غازی مرد کی اس کی غیر حاضری میں ایسی خیانت کی۔ میں نے تو یہ سن کر اپنے آپ کو جہنمی سمجھ لیا اور میرے دل میں خیال آنے لگا کہ کاش! کہ میرا اسلام اس کے بعد کا ہوتا؟ حضور ﷺ نے ذرا سی دیر اپنی گردن جھکا لی اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کر اترے۔ ② ابن جریر میں ہے کہ ایک شخص نے آ کر حضور ﷺ سے درخواست کی کہ اللہ کی مقرر کردہ حد مجھ پر جاری کیجئے۔ ایک دو دفعہ اس نے یہ کہا لیکن آپ نے اس کی طرف سے منہ موڑ لیا۔ پھر جب نماز کھڑی ہوئی اور آپ نماز سے فارغ ہوئے تو دریافت فرمایا کہ وہ شخص کہاں ہے؟ اس نے کہا حضور ﷺ میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا تو نے اچھی طرح وضو کیا؟ اور ہمارے ساتھ نماز پڑھی؟ اس نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا بس تو تو ایسا ہی ہے جیسے اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ خبردار! اب کوئی ایسی حرکت نہ کرنا۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ ③ حضرت ابوعثمان کا بیان ہے کہ میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ انہوں نے ایک درخت کی خشک شاخ پکڑ کے اسے جھنجھوڑا تو تمام خشک پتے جھڑ گئے پھر فرمایا ابوعثمان تم پوچھتے نہیں ہو کہ میں نے یہ کیوں کیا؟ میں نے کہا ہاں جناب ارشاد ہو۔ فرمایا: اسی طرح میرے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے کیا۔ پھر فرمایا "جب بندہ مسلمان اچھی طرح وضو کر کے پانچوں نمازیں ادا کرتا ہے تو اس کے گناہ ایسے ہی جھڑ جاتے ہیں جیسے اس خشک شاخ کے پتے جھڑ گئے"۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ ④ مسند میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں برائی اگرچہ ہو جائے تو اس کے پیچھے ہی نیکی کر لو کہ اسے مٹا دے۔ اور لوگوں سے خوش اخلاقی سے ملا کرو۔ ⑤ اور حدیث میں ہے "جب تجھ سے کوئی گناہ ہو جائے تو اس کے

---

① [ضعیف : مسند احمد (۲٤٥/۱) طبرانی کبیر (۱۲۹۳۱/۱۲) مجمع الزوائد (٤۱/۷)] اس کی سند میں علی بن زید راوی ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس روایت کو اسی راوی کی وجہ سے ضعیف کہتے ہیں۔]

② [حسن : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة هود (۳۱۱٥) طبرانی کبیر (۳۷۱/۱۹) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۸٦۹۷۔ ۱۸٦۹۸)] امام ترمذیؒ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ترمذی] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

③ [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۸٦۹٤)]

④ [حسن : مسند احمد (٤۳۷/٥۔ ٤۳۸) دارمی (۷۲٥) مسند طیالسی (٦٥۲) تفسیر ابن جریر الطبری (۲۳۸۲۹) طبرانی کبیر (٦۱٥۱/٦)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح الترغیب (۳٥۹)]

⑤ [حسن : مسند احمد (۲۲۸/٥، ۱٥۲) ترمذی : کتاب البر والصلة : باب ماجاء فی معاشرة الناس (۱۹۸۷) مستدرك حاکم (٥٤/۱) دارمی (۲۷۹۱)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی، المشکاة (٥۰۸۳)]

پیچھے ہی نیکی کر لیا کرتا کہ یہ اسے مٹا دے میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا ﴿لَآ اِلٰـهَ اِلاَّ اللّٰهُ﴾ پڑھنا بھی نیکی ہے؟ آپ نے فرمایا وہ تو بہترین اور افضل نیکی ہے۔ (1) ابو یعلی میں ہے " دن رات کے جس وقت کوئی ﴿لَآ اِلٰـهَ اِلاَّ اللّٰهُ﴾ پڑھے اس کے نامہ اعمال میں سے برائیاں مٹ جاتی ہیں یہاں تک کہ ان کی جگہ ویسی ہی نیکیاں ہو جاتی ہیں"۔ (2) اس کے راوی عثمان میں ضعف ہے۔ بزار میں ہے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ حضور ﷺ میں نے کوئی خواہش ایسی نہیں چھوڑی جو پوری نہ کی ہو۔ آپ نے فرمایا کیا تو اللہ کے ایک ہونے کی اور میری رسالت کی گواہی دیتا ہے؟ اس نے کہا ہاں تو آپ نے فرمایا بس یہ ان سب پر غالب رہے گی۔ (3)

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿١١٦﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿١١٧﴾

پس کیوں نہ ہوئے تم سے اگلے زمانے کے لوگوں میں سے ایسے باہوش' ذی اثر لوگ جو زمین میں فساد پھیلانے سے روکتے بجز ان چند کے جنہیں ہم نے ان میں سے نجات دی تھی' ظالم لوگ تو اس چیز کے پیچھے پڑ گئے جس میں انہیں آسودگی دی گئی تھی وہ تھے ہی گنہگار ○ تیرا رب ایسا نہیں کہ کسی بستی کو ظلم سے ہلاک کرے' اور وہاں کے لوگ نیک کار ○

اچھائی کی دعوت دینے والے ہی عذاب سے بچتے ہیں: یعنی سوائے چند لوگوں کے ہم گزشتہ زمانے کے لوگوں میں ایسے کیوں نہیں پاتے جو شریروں اور منکروں کو برائیوں سے روکتے رہیں۔ یہی وہ ہیں جنہیں ہم اپنے عذاب سے بچا لیا کرتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس امت میں ایسی جماعت کی موجودگی کا قطعی اور فرضی حکم دیا۔ فرمایا ﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ﴾ (4) الخ' بھلائی اور نیکی کی دعوت دینے والی ایک جماعت تم میں ہر وقت موجود رہنی چاہئے۔ الخ' ظالموں کا شیوہ یہی ہے کہ وہ اپنی بدعادتوں سے باز نہیں آتے۔ نیک علماء کے فرمان کی طرف توجہ بھی نہیں کرتے یہاں تک کہ اللہ کے عذاب ان کی بے خبری میں ان پر مسلط

---

(1) [حسن بالشواهد: مسند احمد (١٦٠/٥) طبرانی فی الدعاء (١٥٠٠/٣) بیهقی فی الاسماء والصفات (٢٠٢/١)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [السلسلة الصحيحة (٣٦١/٣)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

(2) [ضعیف: مسند ابویعلی (٣٦١١) مجمع الزوائد (١٦٨٠٣)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں عثمان بن عبدالرحمٰن راوی متروک ہے۔]

(3) [صحیح: بزار فی کشف الاستار (٣٠٦٧/٤) مسند ابو یعلی (٣٤٣٣/٦) طبرانی اوسط (٧٠٧٧/٧)] امام ہیثمیؒ نے اس کے راویوں کو ثقہ کہا ہے۔ [مجمع الزوائد (٨٦/١٠)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

(4) [سورۃ آل عمران: آیت ١٠٤]

ہو جاتے ہیں۔ بھلی بستیوں پر اللہ کی طرف از راہ ظلم عذاب کبھی آتے ہی نہیں۔ ہم ظلم سے پاک ہیں لیکن خود ہی وہ اپنی جانوں پر مظالم کرنے لگتے ہیں۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ﴿١١٨﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ۭ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿١١٩﴾

اگر تیرا پروردگار چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی راہ پر ایک گروہ کر دیتا وہ تو برابر اختلاف کرنے والے ہی رہیں گے ○ بجز ان کے جن پر تیرا رب رحم فرمائے، انہیں تو اسی لئے پیدا کیا ہے، تیرے رب کی یہ بات پوری ہے کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سے پر کروں گا ○

اللہ چاہے تو سب کو مسلمان کر دے: اللہ کی قدرت کسی کام سے عاجز نہیں۔ وہ چاہے تو سب کو ہی اسلام یا کفر پر جمع کر دے۔ لیکن اس کی حکمت ہے جو انسانی رائے ان کے دین و مذاہب جدا جدا برابر جاری و ساری ہیں۔ طریقے مختلف، مالی حالات جدا گانہ ایک ایک کے ماتحت یہاں مراد دین و مذہب کا اختلاف ہے۔ جن پر اللہ کا رحم ہو جائے وہ رسولوں کی تابعداری رب تعالیٰ کی حکم برداری میں برابر لگے رہتے ہیں۔ اب وہ نبی آخر الزمان ﷺ کے مطیع ہیں۔ اور یہی نجات پانے والے ہیں۔ چنانچہ مسند و سنن میں حدیث ہے جس کی ہر سند دوسری سند کو تقویت پہنچا رہی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہودیوں کے اکہتر (۷۱) گروہ ہوئے۔ نصاریٰ بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہو گئے، اس امت کے تہتر (۷۳) فرقے ہو جائیں گے، سب جہنمی ہیں، سوائے ایک جماعت کے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا "یارسول اللہ ﷺ وہ کون لوگ ہیں"؟ آپ نے جواب دیا وہ جو اس پر ہوں جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب رضی اللہ عنہم [1] (مستدرک حاکم) بقول عطا مُخْتَلِفِيْنَ سے مراد یہودی، نصرانی، مجوسی ہیں اور اللہ کے رحم والی جماعت سے مراد یک طرفہ دین اسلام کے مطیع لوگ ہیں۔ قتادہ کہتے ہیں کہ یہی جماعت ہے گو ان کے وطن اور بدن جدا ہوں۔ اور اہل معصیت فرقت و اختلاف والے ہیں گو ان کے وطن اور بدن ایک ہی ہوں۔ قدرتی طور پر ان کی پیدائش ہی اسی کے لئے ہے شقی و سعید کی ازلی تقسیم ہے۔ یہ بھی مطلب ہے کہ رحمت حاصل کرنے والی یہ جماعت بالخصوص اسی لئے ہے۔ حضرت طاؤس رحمہ اللہ کے پاس دو شخص اپنا جھگڑا لے کر آئے اور آپس کے اختلاف میں بہت بڑھ گئے تو آپ نے فرمایا کہ تم نے جھگڑا اور اختلاف کیا اس پر ایک شخص نے کہا اسی لئے ہم پیدا کئے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا، غلط ہے اس نے اپنے ثبوت میں اسی آیت کی تلاوت کی تو آپ نے فرمایا اس لئے نہیں پیدا کیا کہ آپس میں اختلاف کریں، بلکہ پیدائش تو جمع کے لئے اور رحمت حاصل کرنے کے لئے ہوئی ہے جیسے کہ ابن

---

[1] [صحیح : ترمذی : کتاب الایمان : باب ماجاء فی افتراق هذه الامة (۲۶۴۱)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی، المشکاۃ (۱۷۱) السلسلة الصحیحة (۱۳۴۸)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رحمت کے لئے پیدا کیا ہے نہ کہ عذاب کے لئے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ [1] میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے ہی پیدا کیا ہے۔ تیسرا قول یہ بھی ہے کہ رحمت اور اختلاف کے لئے پیدا کیا ہے۔ چنانچہ مالک رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ایک فرقہ جنتی اور ایک جہنمی۔ انہیں رحمت حاصل کرنے اور انہیں اختلاف میں مصروف رہنے کے لئے پیدا کیا ہے تیرے رب کا یہ فیصلہ ناطق ہے کہ اس کی مخلوق میں ان دونوں اقسام کے لوگ ہوں گے۔ اور ان دونوں سے جنت دوزخ پر کئے جائیں گے۔ اس کی کامل حکمتوں کو وہی جانتا ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنت دوزخ میں آپس میں گفتگو ہوئی۔ جنت نے کہا مجھ میں تو صرف ضعیف اور کمزور لوگ ہی داخل ہوتے ہیں۔ اور جہنم نے کہا میں تکبر اور ظلم کرنے والوں کے ساتھ مخصوص کی گئی ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ عزوجل نے جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے جسے میں چاہوں اسے تجھ سے نوازوں گا۔ اور جہنم سے فرمایا تو میرا عذاب ہے جسے میں چاہوں تیرے عذاب کے ذریعے اس سے انتقام لوں گا۔ تم دونوں پُر ہو جاؤ گی۔ جنت میں تو برابر زیادتی رہے گی یہاں تک کہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ ایک نئی مخلوق پیدا کرے گا اور اسے اس میں بسائے گا اور جہنم بھی برابر زیادتی طلب کرتی رہے گی یہاں تک کہ اس پر اللہ رب العزت اپنا قدم رکھ دے گا تب وہ کہے گی تیری عزت کی قسم اب بس ہے۔ [2]

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٢٠﴾

رسولوں کے سب احوال ہم تیرے سامنے تیرے دل کی تسکین کے لئے بیان فرما رہے ہیں۔ تیرے پاس اس صورت میں بھی حق پہنچ چکا جو نصیحت و وعظ ہے مومنوں کے لئے ○

گزشتہ اقوام کے قصوں سے مقصود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا: پہلی امتوں کا اپنے نبیوں کو جھٹلانا، نبیوں کا ان کی ایذاؤں پر صبر کرنا، آخر اللہ کے عذاب کا آنا، کافروں کا برباد ہونا، نبیوں رسولوں اور مومنوں کا نجات پانا، یہ سب واقعات ہم تجھے سنا رہے ہیں۔ تاکہ تیرے دل کو ہم اور مضبوط کر دیں اور تجھے کامل سکون حاصل ہو جائے۔ اس سورت میں بھی حق تجھ پر واضح ہو چکا کہ اس دنیا میں بھی تیرے سامنے سچے واقعات بیان ہو چکے۔ یہ عبرت ہے کفار کے لئے اور نصیحت ہے مومنوں کے لئے کہ وہ اس سے نفع حاصل کریں۔

وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ۭ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿١٢١﴾ وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿١٢٢﴾

ایمان نہ لانے والوں سے کہہ دے کہ تم اپنے طور پر عمل کئے جاؤ ہم بھی عمل میں مشغول ہیں ○ اور تم بھی انتظار کرو ہم

---

[1] [سورۃ الزاریات: آیت ۵۶]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب قولہ "وتقول ھل من مزید" (۴۸۴۹۔ ۴۸۵۰) صحیح مسلم: کتاب الجنۃ: باب النار یدخلھا الجبارون (۲۸۴۶۔ ۳۵) مسند احمد (۲/۳۱۴)]

بھی منتظر ہیں ○

بطور دھمکانے ڈرانے اور ہوشیار کرنے کے ان کافروں سے کہہ دو کہ اچھا تم اپنے طریقے سے نہیں ہٹتے تو نہ ہٹو ہم بھی اپنے طریقے پر کاربند ہیں۔ تم منتظر رہو کہ آخر کیا انجام ہوتا ہے، ہم بھی اسی انجام کی راہ دیکھتے ہیں۔ فالحمدللہ دنیا نے ان کافروں کا انجام دیکھ لیا اور ان مسلمانوں کا بھی جو اللہ کے فضل و کرم سے دنیا پر چھا گئے۔ مخالفین پر کامیابی کے ساتھ غلبہ حاصل کر لیا دنیا کو مٹھی میں لے لیا۔ فللّٰہ الحمد۔

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۲۳ ع

زمینوں اور آسمانوں کا علم غیب اللہ تعالیٰ ہی کو ہے تمام کاموں کا رجوع بھی اسی کی جانب ہے پس تجھے اسی کی عبادت کرنی چاہئے اور اسی پر بھروسہ رکھنا چاہئے، تم جو کچھ کرتے ہو اس سے اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں ○

آسمانوں و زمین کے ہر غیب کو جاننے والا صرف اللہ تعالیٰ عزوجل ہی ہے۔ اسی کی سب کو عبادت کرنی چاہئے۔ اور اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ جو بھی اس پر بھروسہ رکھے وہ اس کے لئے کافی ہے۔ حضرت کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تورات کا خاتمہ بھی انہی آیتوں پر ہے اللہ تعالیٰ مخلوق میں سے کسی کے کسی عمل سے بے خبر نہیں۔ الحمدللہ سورۂ ہود کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورہ یوسف

اس سورت کی فضیلت میں ایک حدیث وارد ہوئی ہے۔ کہ اپنے ماتحتوں کو سورۂ یوسف سکھاؤ جو مسلمان اسے پڑھے یا اسے اپنے گھر والوں کو سکھائے یا اپنے ماتحت لوگوں کو سکھائے۔ اس پر اللہ تعالیٰ سکراتِ موت آسان کرتا ہے اور اسے اتنی قوت بخشتا ہے کہ وہ کسی مسلمان سے حسد نہ کرے۔ [1] لیکن اس کی سند بہت ہی ضعیف ہے۔ اس کا ایک متابع ابن عساکر میں ہے لیکن اس کی بھی تمام سندیں منکر ہیں۔ امام بیہقی رحمہ اللہ کی کتاب دلائل النبوۃ میں ہے کہ جب یہودیوں نے یہ سورت سنی تو وہ مسلمان ہو گئے۔ کیونکہ ان کے ہاں بھی یہ واقعہ اسی طرح بیان تھا۔ [2] یہ روایت کلبی کی ابوصالح سے اور ان کی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الۗرٰ ۣ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝۱ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۲ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ڰ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝۳

---

[1] [ضعیف : الواحدی (۲/۵۹۹)] اس کی سند میں سلام بن سلیم راوی ضعیف ہے۔]

[2] [ضعیف : بیهقی فی دلائل النبوة (۲۷۶/۶)] اس کی سند میں محمد بن مروان سدی، کلبی اور ابوصالح ضعیف ہے۔]

QLRF

معبود مہربان رحم کرنے والے کے نام سے شروع

''الر'' یہ ہیں روشن کتاب کی آیتیں○ یقیناً ہم نے آپ اس عربی قرآن کو نازل فرمایا ہے کہ تم سمجھ سکو○ ہم آپ تیرے سامنے بہترین بیان پیش کرتے ہیں تیری جانب اس قرآن کو اپنی وحی کے ساتھ نازل فرمانے سے یقیناً تو اس سے پہلے بے خبروں میں تھا○

قرآن کریم کا کچھ تعارف: سورۂ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں حروف مقطعات کی بحث گزر چکی ہے۔ اس کتاب یعنی قرآن شریف کی یہ آیتیں بہت واضح کھلی ہوئی اور خوب صاف ہیں۔ مبہم چیزوں کی حقیقت کھول دیتی ہیں یہاں پر ((تِـلْكَ)) معنی میں ((هـذه)) کے ہے۔ چونکہ عربی زبان نہایت کامل اور مقصد کو پوری طرح واضح کر دینے والی اور وسعت و کثرت والی ہے، اس لئے یہ پاکیزہ تر کتاب اس بہترین زبان میں، افضل تر رسول پر، فرشتوں کے سردار فرشتے کی سفارت میں، تمام روئے زمین کے بہتر مقام میں، وقتوں میں بہترین وقت میں نازل ہو کر ہر اک طرح کے کمال کو پہنچی تا کہ تم ہر طرح سوچ سمجھ سکو اور اسے جان لو ہم بہترین قصہ بیان فرماتے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ اگر کوئی واقعہ بیان فرماتے؟ اس پر یہ آیت اتری۔ [1] اور روایت میں ہے کہ ایک زمانے تک قرآن کریم نازل ہوتا گیا اور آپ صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے تلاوت فرماتے رہے پھر انہوں نے کہا حضور ﷺ کوئی واقعہ بھی بیان ہو جاتا تو؟ اس پر آیتیں اتریں۔ پھر کچھ وقت کے بعد کہا کاش کہ آپ کوئی بات بیان فرماتے اس پر آیت ﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ﴾ [2] الخ، اتری اور بات بیان ہوئی۔ [3] روش کلام کا ایک ہی انداز دیکھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ بات سے اوپر کی اور قرآن سے نیچے کی کوئی چیز ہوتی یعنی واقعہ، اس پر یہ آیتیں اتریں۔ پھر انہوں نے حدیث کی خواہش کی اس پر آیت ﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ﴾ الخ، اتری پس قصے کے ارادے پر بہترین قصہ اور بات کے ارادے پر بہترین بات نازل ہوئی۔ [4]

اس جگہ جہاں کہ قرآن کریم کی تعریف ہو رہی ہے اور یہ بیان ہے کہ یہ قرآن اور سب کتابوں سے بے نیاز کر دینے والا ہے۔ مناسب ہے کہ ہم مسند احمد کی حدیث کو بھی بیان کر دیں جس میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کسی اہل کتاب سے ایک کتاب ہاتھ لگ گئی تھی اسے لے کر آپ حاضر حضور ﷺ ہوئے اور آپ کے سامنے اسے سنانے لگے۔ آپ سخت غضب ناک ہو گئے اور فرمانے لگے اے خطاب کے لڑکے! کیا تم اس میں مشغول ہو کر بہک جانا چاہتے ہو؟ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں اس کو نہایت روشن اور واضح طور پر لے کر آیا ہوں۔ تم ان اہل کتاب سے کوئی بات نہ پوچھو ممکن ہے کہ وہ صحیح جواب دیں اور تم اسے جھٹلا دو۔ اور ہو سکتا ہے کہ وہ غلط جواب دیں اور تم اسے سچا سمجھ لو۔ سنو! اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر آج

---

[1] [ضعیف و منقطع: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۸۷۸٦)]

[2] [سورۃ الزمر: آیت ۲۳]

[3] [حسن: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۲/۱۵۰) مستدرك حاكم (۲/۳٤٥)]

[4] [مرسل: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۸۷۸۸)]

خود حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو انہیں بھی سوائے میری تابعداری کے کوئی چارہ نہ تھا۔ [1] ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا کہ بنو قریظہ قبیلہ کے میرے ایک دوست نے تورات میں سے چند جامع باتیں مجھے لکھ دی ہیں۔ تو کیا میں انہیں آپ کو سناؤں؟ آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے عمر! کیا تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو نہیں دیکھ رہے؟ اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نگاہ پڑی تو آپ کہنے لگے ہم اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر دل سے رضامند ہیں۔ تب آپ کے چہرہ سے غصہ دور ہوا اور فرمایا اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے کہ اگر تم میں خود حضرت موسیٰ علیہ السلام ہوتے پھر تم مجھے چھوڑ کر ان کی اتباع میں لگ جاتے تو تم سب گمراہ ہو جاتے امتوں میں سے میرا حصہ تم ہو اور نبیوں میں سے تمہارا حصہ میں ہوں۔ [2] ابو یعلی میں ہے کہ سوس کا رہنے والا قبیلہ عبدالقیس کا ایک شخص جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس آیا آپ نے اس سے پوچھا کہ تیرا نام فلاں فلاں ہے؟ اس نے کہا ہاں پوچھا تو سوس میں مقیم ہے اس نے کہا ہاں تو آپ کے ہاتھ میں خوشہ تھا اسے مارا۔ اس نے کہا امیر المومنین رضی اللہ عنہ! میرا کیا قصور ہے؟ آپ نے فرمایا بیٹھ جا۔ میں بتاتا ہوں پھر ((بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)) پڑھ کر اسی سورت کی آیتیں ﴿لَمِنَ الْغَافِلِيْنَ﴾ تک پڑھیں تین مرتبہ ان آیتوں کی تلاوت کی اور تین مرتبہ اسے مارا۔ اس نے پوچھا امیر المومنین رضی اللہ عنہ! میرا کیا قصور ہے؟ آپ نے فرمایا تو نے دانیال کی کتاب لکھی ہے۔ اس نے کہا پھر جو آپ فرمائیں۔ میں کرنے کو تیار ہوں' آپ نے فرمایا جا اور گرم پانی اور سفید روئی سے اسے بالکل مٹا دے۔ خبردار! آج کے بعد اسے خود پڑھنا نہ کسی اور کو پڑھانا۔ اب اگر میں نے اس کے خلاف سنا کہ تو نے خود اسے پڑھا یا کسی کو پڑھایا تو ایسی سخت سزا دوں گا کہ عبرت بنے۔ پھر فرمایا بیٹھ جا' ایک بات سنتا جا۔ میں نے جا کر اہل کتاب کی ایک کتاب لکھی پھر اسے چمڑے میں لئے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ میں نے کہا ایک کتاب ہے کہ ہم علم میں بڑھ جائیں۔ اس پر آپ اس قدر ناراض ہوئے کہ غصے کی وجہ سے آپ کے رخسار پر سرخی نمودار ہو گئی پھر منادی کی گئی کہ نماز جمع کرنے والی ہے۔ اسی وقت انصار نے ہتھیار سنبھال لئے کہ کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کر دیا ہے اور منبر نبوی کے چاروں طرف وہ لوگ ہتھیار بند بیٹھ گئے۔ اب آپ نے فرمایا لوگو میں جامع کتاب دیا گیا ہوں اور کلمات کے خاتم دیا گیا ہوں اور پھر میرے لئے بہت ہی اختصار کیا گیا ہے میں اللہ کے دین کی باتیں بہت سفید اور نمایاں لایا ہوں۔ خبردار! تم بہک نہ جانا۔ گہرائی میں اترنے والے کہیں تمہیں بہکا نہ دیں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے میں تو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رب ہونے پر' اسلام کے دین ہونے پر آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے پر دل سے راضی ہوں۔ اب

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۳/۳۳۸) مسند ابو یعلی (۲۱۳۵) مجمع الزوائد (۱/۱۷۳، ۱۷۴)] اس کی سند میں مجالد بن سعید راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [ضعیف : مسند احمد (۴/۲۶۶) مجمع الزوائد (۱/۱۷۳، ۱۷۴)] اس کی سند میں جابر جعفی راوی ضعیف ہے۔]

حضور ﷺ منبر سے اترے [۱] اس کے ایک راوی عبدالرحمٰن بن اسحاق کو محدثین ضعیف کہتے ہیں۔ امام بخاری ان کی حدیث کو صحیح نہیں لکھتے۔ میں کہتا ہوں اس کا ایک شاہد اور سند سے حافظ ابوبکر احمد بن ابراہیم اسماعیلی لائے ہیں کہ خلافت فاروقی میں آپ نے حمص کے چند آدمی بلائے ان میں دو شخص وہ تھے جنہوں نے یہودیوں سے چند باتیں منتخب کر کے لکھ لی تھیں۔ وہ اس مجموعے کو بھی اپنے ساتھ لائے تاکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کر لیں اگر آپ نے اجازت دی تو ہم اس میں اسی جیسی اور باتیں بھی بڑھا لیں گے ورنہ اسے بھی پھینک دیں گے۔ یہاں آ کر انہوں نے کہا کہ ''امیر المومنین رضی اللہ عنہ یہودیوں سے ہم بعض ایسی باتیں سنتے ہیں کہ جن سے ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں تو کیا وہ باتیں ان سے لے لیں یا بالکل ہی نہ لیں؟ آپ نے فرمایا شاید تم نے ان کی کچھ باتیں لکھ رکھی ہیں؟ سنو! میں اس میں فیصلہ کن واقعہ سناؤں۔ میں حضور ﷺ کے زمانے میں خیبر گیا۔ وہاں کے ایک یہودی کی باتیں مجھے بہت پسند آئیں۔ میں نے اس سے درخواست کی اور اس نے وہ باتیں مجھے لکھ دیں۔ میں نے واپس آ کر حضور ﷺ سے ذکر کیا آپ نے فرمایا جاؤ وہ لے کر آؤ میں خوشی خوشی چلا کہ شاید حضور ﷺ کو میرا یہ کام پسند آ گیا۔ لا کر میں نے اس کا پڑھنا شروع کیا۔ اب جو ذرا دیر کے بعد میں نے نظر اٹھائی تو دیکھا کہ حضور ﷺ تو سخت ناراض ہیں۔ میری زبان سے تو ایک حرف بھی نہ نکلا اور مارے خوف کے میرا رواں رواں کھڑا ہو گیا۔ میری یہ حالت دیکھ کر اب آپ نے ان تحریروں کو اٹھا لیا اور ان کا ایک ایک حرف مٹانا شروع کیا اور زبان مبارک سے ارشاد فرماتے جاتے تھے کہ دیکھو خبردار! ان کی نہ ماننا۔ یہ تو گمراہی کے گڑھے میں جا پڑے ہیں اور یہ تو دوسروں کو بہکا رہے ہیں۔ چنانچہ آپ نے اس ساری تحریر کا ایک حرف بھی باقی نہ رکھا۔ یہ سنا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم نے بھی ان کی باتیں لکھی ہوئی ہوتیں تو میں تمہیں ایسی سزا کرتا جو اوروں کے لئے عبرت ہو جائے۔ انہوں نے کہا واللہ! ہم ہرگز ایک حرف بھی نہ لکھیں گے۔ باہر آتے ہی جنگل میں جا کر انہوں نے اپنی وہ تختیاں گڑھا کھود کر دفن کر دیں۔ [۲] مراسیل ابی داؤد میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت ہے واللہ اعلم۔

اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ۝۴

جب کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے باپ سے ذکر کیا کہ ابا جی میں نے گیارہ ستاروں کو اور سورج چاند کو دیکھا اور دیکھا کہ وہ سب مجھے سجدہ کر رہے ہیں ○

---

۱ [ضعیف :الضیاء المقدسی فی المختارۃ (۲۴۱/۱)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ارواء الغلیل (۱۵۸۹)] اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن اسحٰق راوی ضعیف ہے۔ [میزان (۴۸۱۲)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

۲ [ضعیف :مراسیل ابو داود (۴۵۵)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند ابوقلابہ اور عمرؓ کے درمیان منقطع ہے۔]

قصہ یوسف علیہ السلام بہترین قصہ: حضرت یوسف علیہ السلام کے والد حضرت یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ کریم بن کریم بن کریم بن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں۔ [1] (بخاری) آنحضرت سے سوال ہوا کہ سب لوگوں میں زیادہ بزرگ کون ہے؟ آپ نے فرمایا جس کے دل میں اللہ کا ڈر سب سے زیادہ ہو۔ انہوں نے کہا ہمارا مقصود ایسا عام جواب نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا پھر سب لوگوں میں زیادہ بزرگ حضرت یوسف ہیں جو خود نبی تھے، جن کے والد نبی تھے، جن کے دادا نبی تھے، جن کے پڑدادا نبی خلیل اللہ تھے۔ انہوں نے کہا ہم یہ بھی نہیں پوچھتے۔ آپ نے فرمایا پھر کیا تم عرب کے قبیلوں کی نسبت یہ سوال کرتے ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا سنو! جاہلیت کے زمانے میں جو ممتاز اور شریف تھے وہ اسلام لانے کے بعد بھی ویسے ہی شریف ہیں، جب کہ انہوں نے دینی سمجھ حاصل کر لی ہو [2] (بخاری) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبیوں کے خواب اللہ کی وحی ہوتے ہیں۔ مفسرین نے کہا ہے کہ یہاں گیارہ ستاروں سے مراد حضرت یوسف کے گیارہ بھائی ہیں۔ اور سورج چاند سے مراد آپ کے والد اور والدہ ہیں۔ اس خواب کی تعبیر خواب دیکھنے کے چالیس سال بعد ظاہر ہوئی۔ بعض کہتے ہیں اسی (۸۰) برس کے بعد ظاہر ہوئی۔ جب کہ آپ نے اپنے ماں باپ کو تخت شاہی پر بٹھایا۔ اور گیارہ بھائی آپ کے سامنے سجدے میں گر پڑے۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ میرے مہربان باپ یہ دیکھئے آج اللہ نے میرے خواب کو سچا کر دکھایا۔ ایک روایت میں ہے کہ بستانہ نامی یہودیوں کا ایک زبردست عالم تھا۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان گیارہ ستاروں کے نام دریافت کئے۔ آپ خاموش رہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے آسمان سے نازل ہو کر آپ کو نام بتائے آپ نے اسے بلوایا اور فرمایا اگر میں تجھے ان کے نام بتا دوں تو تُو مسلمان ہو جائے گا؟ اس نے اقرار کیا تو آپ نے فرمایا سنو ان کے نام یہ ہیں۔ جریان، طارق، ذیال، ذوالکنفات، قابس، وثاب، عمودان، فیلق، مصبح، ضروح، فرغ، ضیا، نور۔ یہودی نے کہا ہاں ہاں اللہ کی قسم ان ستاروں کے یہی نام ہیں۔ [3] (ابن جریر)

یہ روایت دلائل بیہقی میں اور ابو یعلی بزار اور ابن ابی حاتم میں بھی ہے۔ ابو یعلی میں یہ بھی ہے کہ حضرت

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء: باب قول اللہ تعالی لقد کان فی یوسف واخوتہ (۳۳۹۰) و کتاب التفسیر (۴۶۸۸) مسند احمد (۹۶/۲)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء: باب "ام کنتم شهداء اذ حضر یعقوب الموت" (۳۳۷۴۔ ۳۳۸۳) صحیح مسلم: کتاب الفضائل: باب من فضائل یوسف (۲۳۷۸) مسند طیالسی (۷۱) مسند احمد (۲۵۷/۲)]

[3] [ضعیف جدا: مسند بزار (۲۲۲۰) مسند ابو یعلی کما فی المطالب العالیۃ (۴۰۱۵/۸) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۸۷۹۲) بیهقی فی دلائل النبوۃ (۲۷۷/۶)] امام ابن جوزیؒ نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔ [۱۴۵/۱] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند سخت ضعیف ہے۔ امام ہیثمیؒ کے بیان کے مطابق اس کی سند میں حکم راوی متروک ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۱۰۸۴)]

یوسف علیہ السلام نے جب یہ خواب اپنے والد صاحب سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا۔ ''یہ سچا خواب ہے یہ پورا ہو کر رہے گا''۔ آپ فرماتے ہیں سورج سے مراد باپ ہیں اور چاند سے مراد ماں ہیں۔ لیکن اس روایت کی سند میں حکم بن ظہیر فزاری منفرد ہیں جنہیں بعض اماموں نے ضعیف کہا ہے اور اکثر نے انہیں متروک کر رکھا ہے یہی حسن یوسف کی روایت کے راوی ہیں۔ انہیں چاروں ہی ضعیف کہتے ہیں۔

قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝

یعقوب (علیہ السلام) نے کہا پیارے بچے اپنے اس خواب کا ذکر اپنے بھائیوں سے نہ کرنا ایسا نہ ہو کہ وہ تیرے ساتھ کوئی فریب کاری کریں' شیطان تو انسان کا صریح دشمن ہے ○

یعقوب علیہ السلام کی نصیحت: حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ خواب سن کر اس کی تعبیر کو سامنے رکھ کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے تاکید کر دی کہ اسے بھائیوں کے سامنے نہ دوہرانا کیونکہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ بھائی آپ کے سامنے پست ہوں گے یہاں تک کہ وہ آپ کی عزت و تعظیم کے لئے آپ کے سامنے اپنی بہت ہی لاچاری اور عاجزی ظاہر کریں اس لئے بہت ممکن ہے کہ خواب کو سن کر اس کی تعبیر کو سامنے رکھ کر شیطان کے بہکاوے میں آ کر ابھی سے وہ تمہاری دشمنی میں لگ جائیں۔ اور حسد کی وجہ سے کوئی نامعقول طریق کار کرنے لگیں اور کسی حیلے سے تجھے پست کرنے کی فکر میں لگ جائیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیم بھی یہی ہے۔ فرماتے ہیں تم لوگ کوئی اچھا خواب دیکھو تو خیر اسے بیان کر دو۔ اور جو شخص کوئی ایسا برا خواب دیکھے تو جس کروٹ پر ہو وہ کروٹ بدل دے اور بائیں طرف تین مرتبہ دھتکار دے اور اس کی برائی سے اللہ کی پناہ طلب کرے اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرے اس صورت میں اسے وہ خواب کوئی نقصان نہ دیگا۔ [1] مسند احمد وغیرہ کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں خواب کی تعبیر جب تک نہ لی جائے وہ گویا پرند کے پاؤں پر ہے۔ ہاں جب اس کی تعبیر بیان ہوگئی پھر وہ ہو جاتا ہے [2] اسی سے یہ حکم بھی لیا جا سکتا ہے کہ نعمت کو چھپانا چاہئے۔ جب تک کہ وہ از خود اچھی طرح حاصل نہ ہو جائے اور ظاہر نہ ہو جائے' جیسے کہ ایک حدیث میں ہے۔ ضرورتوں کے پورا کرنے پر ان کے چھپانے سے بھی مدد لیا کرو کیونکہ ہر وہ

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التعبیر : باب من رای النبی فی المنام (۶۹۹۵ ـ ۶۹۸۶) صحیح مسلم : کتاب الرؤ یا : باب فی کون الرؤ یا وانها جزء من النبوة (۲۶۶۱) مسند احمد (۳۰۳/۵، ۳۰۵) نسائی فی عمل الیوم واللیلة (۸۹۹)]

[2] [صحیح : ابوداؤد : کتاب الادب : باب ماجآء فی الرؤیا (۵۰۲۰) ابن ماجه : کتاب تعبیر الرؤیا : باب الرؤیا اذا عبرت وقعت (۳۹۱۴) ترمذی : کتاب الرؤیا : باب ماجآء فی تعبیر الرؤیا (۲۲۷۸) مسند احمد (۱۰/۴)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ امام ابن حبانؒ، امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔ [فتح الباری (۴۳۲/۱۲)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود ، السلسلة الصحیحة (۱۱۹)]

شخص جسے کوئی نعمت ملے لوگ اس کے حسد کے در پے ہو جاتے ہیں۔ [1]

وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۶ ع

اوراسی طرح برگزیدہ کرے گا تجھے تیرا پروردگار اور تجھے باتوں کی کل بٹھانی بھی سکھائے گا اور اپنی نعمت تجھے بھرپور عطا فرمائے گا اور یعقوب کے گھر والوں کو بھی جیسے کہ اس نے اس سے پہلے تیرے دو دادوں یعنی ابراہیم و اسحاق کو بھی بھرپور اپنی نعمت دی' یقیناً تیرا رب بہت بڑے علم والا اور زبردست حکمتوں والا ہے ○

خوشخبری بھی اور خیر خواہی بھی: حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے لخت جگر حضرت یوسف علیہ السلام کو انہیں ملنے والے مرتبوں کی خبر دیتے ہیں جس طرح خواب میں اس نے تمہیں یہ فضیلت دکھائی اسی طرح وہ تمہیں نبوت کا بلند مرتبہ عطا فرمائے گا۔ اور تمہیں خواب کی تعبیر سکھا دے گا۔ اور تمہیں اپنی بھرپور نعمت دے گا یعنی نبوت۔ جیسے کہ اس سے پہلے وہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو اور حضرت اسحاق علیہ السلام کو بھی عطا فرما چکا ہے جو تمہارے دادا اور پڑدادا تھے۔ اللہ تعالیٰ اس سے خوب واقف ہے کہ نبوت کے لائق کون ہے؟

لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ ۝۷ اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِۚ ۝۸ ۙ اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ۝۹ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝۱۰

یقیناً یوسف (علیہ السلام) اور اس کے بھائیوں میں دریافت کرنے والوں کے لئے بڑے بڑے نشان ہیں جب کہ انہوں نے کہا کہ یوسف اور اس کا بھائی بہ نسبت ہمارے باپ کو بہت زیادہ پیارا ہے حالانکہ ہم طاقت ور جماعت ہیں' کوئی شک نہیں کہ ہمارا ابا صریح غلطی میں ہیں ○ یوسف (علیہ السلام) کو تو مار ہی ڈالو یا اسے کسی نامعلوم جگہ پہنچا دو کہ تمہارے والد کا رخ صرف تمہاری طرف ہی ہو جائے اس کے بعد تم صلاحیت والے ہو جانا ○ ان میں سے ایک نے کہا یوسف (علیہ السلام) کو قتل نہ کرو بلکہ اسے کسی گمنام کنویں کی تہہ میں ڈال آؤ کہ اسے کوئی راہ رو قافلہ اٹھا لے جائے اگر تمہیں کرنا ہی ہے تو یوں کرو ○

یوسف علیہ السلام کا خاندان: فی الواقع حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے واقعات اس قابل ہیں کہ ان کا

---

[1] [صحیح: بیهقی فی شعب الایمان (٦٦٥٥) ابن عدی فی الکامل (٢/٣٦٠-٤٠٤) العقیلی (٢/١٠٩) طبرانی کبیر (٢٠/١٨٣) ابن حبان فی المجروحین (٣٢٢/١)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[السلسلة الصحیحة (١٤٥٣) صحیح الجامع الصغیر (٩٤٣)]

دریافت کرنے والا ان سے بہت سی عبرتیں حاصل کر سکے اور نصیحتیں لے سکے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے ایک ہی ماں سے دوسرے بھائی بنیامین تھے باقی سب بھائی دوسری ماں سے تھے۔ یہ سب آپس میں کہتے ہیں کہ واللہ! ابا جان ہم سے زیادہ ان دونوں کو چاہتے ہیں۔ تعجب ہے کہ ہم پر جو جماعت ہیں ان کو ترجیح دیتے ہیں جو صرف دو ہیں۔ یقیناً یہ تو والد صاحب کی صریح غلطی ہے۔ یہ یاد رہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی نبوت پر دراصل کوئی دلیل نہیں۔ اور اس آیت کا طرز بیان تو بالکل اس کے خلاف پر ہے بعض لوگوں کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد انہیں نبوت ملی لیکن یہ چیز بھی محتاج دلیل ہے اور دلیل میں آیت قرآنی ﴿قُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا﴾ [1] میں سے لفظ اسباط پیش کرنا بھی احتمال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ اس لئے کہ بطون نبی اسرائیل کو اسباط کہا جاتا ہے جیسے کہ عرب کو قبائل کہا جاتا ہے اور عجم کو شعوب کہا جاتا ہے۔ پس آیت میں صرف اتنا ہی ہے کہ بنی اسرائیل کے اسباط پر وحی الٰہی نازل ہوئی انہیں اس لئے اجمالاً ذکر کیا گیا کہ یہ بہت تھے لیکن ہر سبط برادران یوسف میں سے ایک کی نسل تھی۔ پس اس کی کوئی دلیل نہیں کہ خاص ان بھائیوں کو اللہ تعالیٰ نے خلعت نبوت سے نوازا تھا۔ واللہ اعلم۔ پھر آپس میں کہتے ہیں ایک کام کرو نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ یوسف کا پاپ ہی کاٹو۔ یہ ہو نہ ہماری راہ کا کانٹا بنے۔ ہم ہی ہم نظر آئیں اور ابا کی محبت صرف ہمارے ساتھ رہے۔ اب اسے باپ سے ہٹانے کی دو صورتیں ہیں یا تو اسے مار ہی ڈالو۔ یا کہیں ایسی دور دراز جگہ پھینک آؤ کہ ایک کی دوسرے کو خبر ہی نہ ہو۔ اور یہ واردات کر کے پھر نیک بن جانا' توبہ کر لینا اللہ معاف کرنے والا ہے۔ یہ سن کر ایک نے مشورہ دیا جو سب سے بڑا تھا اور اس کا نام روبیل تھا۔ کوئی کہتا ہے یہودا تھا کوئی کہتا ہے شمعون تھا۔ اس نے کہا بھئی! یہ تو ناانصافی ہے۔ بے وجہ' بے قصور' صرف عداوت میں آ کر خون ناحق گردن پر لینا تو ٹھیک نہیں۔ یہ بھی کچھ اللہ کی حکمت تھی رب کو منظور ہی نہ تھا ان میں قتل یوسف کی قوت ہی نہ تھی۔ منظور رب تو یہ تھا کہ یوسف کو نبی بنائے' بادشاہ بنائے اور انہیں عاجزی کے ساتھ اس کے سامنے کھڑا کرے۔ پس ان کے دل روبیل کی رائے سے نرم ہو گئے اور طے ہوا کہ اسے غیر آباد کنویں کی تہہ میں پھینک دیں۔ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ بیت المقدس کا کنواں تھا انہیں یہ خیال ہوا کہ ممکن ہے مسافر وہاں سے گزریں اور وہ اسے اپنے قافلے میں لے جائیں پھر کہاں یہ اور کہاں ہم؟ جب گڑ دیئے کام نکلتا ہو تو زہر کیوں دو؟ بغیر قتل کئے مقصود حاصل ہوتا ہے تو کیوں ہاتھ خون آلود کرو۔ ان کے گناہ کا تصور تو کرو۔ یہ رشتے داری کے توڑنے' باپ کی نافرمانی کرنے' چھوٹے پر ظلم کرنے' بے گناہ کو نقصان پہنچانے بڑے بوڑھے کو ستانے اور حقدار کا حق کاٹنے' حرمت وفضیلت کا خلاف کرنے' بزرگی کو ٹالنے اور اپنے باپ کو دکھ پہنچانے' اور اسے اس کے کلیجے کی ٹھنڈک اور آنکھوں کے سکھ سے ہمیشہ کے لئے دور کرنے اور بوڑھے باپ' اللہ کے لاڈلے پیغمبر کو اس بڑھاپے میں ناقابل برداشت صدمہ پہنچانے اور اس بے سمجھ بچے کو اپنے مہربان باپ کی پیار بھری نگاہوں سے ہمیشہ اوجھل کرنے کے درپے ہیں۔ اللہ کے دو نبیوں کو دکھ دینا چاہتے ہیں' محبوب' محب میں تفرقہ ڈالنا چاہتے ہیں' سکھ کی جانوں کو دکھ میں

---

[1] [سورۃ البقرہ : آیت ۱۳۶]

ڈالنا چاہتے ہیں۔ پھول سے نازک بے زبان بچے کو اس کے مشفق مہربان باپ کی نرم وگرم گودی سے الگ کرتے ہیں۔ اللہ انہیں بخشے آہ! شیطان نے کیسی الٹی پٹی پڑھائی ہے۔ اور انہوں نے بھی کیسی بدی پر کمر باندھی ہے۔

قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ﴿۱۱﴾ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۱۲﴾

کہنے لگے کہ ابا آخر آپ یوسف کے بارے میں ہم پر اعتبار کیوں نہیں کرتے؟ ہم تو اس کے خیر خواہ ہیں ○ کل آپ اسے ضرور ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ خوب کھائے پئے اور کھیلے کودے اس کی حفاظت کے ہم ذمے دار ہیں ○

بڑے بھائی کی بات پر اتفاق: بڑے بھائی روبیل کے سمجھانے پر سب بھائیوں نے اس رائے پر اتفاق کر لیا کہ یوسف کو لے جائیں اور کسی غیر آباد کنویں میں ڈال آئیں۔ یہ طے کرنے کے بعد باپ کو دھوکہ دینے اور بھائی کو پھسلا کر لے جانے اور اس پر آفت ڈھانے کے لئے سب مل کر باپ کے پاس آئے باوجودیکہ تھے بد اندیش بدخواہ برا چاہنے والے لیکن باپ کو اپنی باتوں میں پھنسانے کے لئے اور اپنی گہری سازش میں انہیں الجھانے کے لئے پہلے جال بچھاتے ہیں کہ ابا جی آخر کیا بات ہے جو آپ ہمیں یوسف کے بارے میں امین نہیں جانتے؟ ہم تو اس کے بھائی ہیں اس کی خیر خواہی ہم سے زیادہ کون کر سکتا ہے؟ ﴿يَرْتَعْ وَيَلْعَبْ﴾ کی دوسری قرأت ﴿تَرْتَعْ وَنَلْعَبْ﴾ بھی ہے۔ باپ سے کہتے ہیں کہ بھائی یوسف کو کل ہمارے ساتھ سیر کے لئے بھیجئے۔ ان کا جی خوش ہوگا، دو گھڑی کھیل کود لیں گے، ہنس بول لیں گے، آزادی سے چل پھر لیں گے۔ آپ بے فکر رہئے ہم سب اس کی پوری حفاظت کریں گے۔ ہر وقت دیکھ بھال رکھیں گے۔ آپ ہم پر اعتماد کیجئے ہم اس کے نگہبان ہیں۔

قَالَ اِنِّیْ لَيَحْزُنُنِیْۤ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

کہا اسے تمہارا لے جانا مجھے تو سخت صدمہ دے گا اور مجھے یہ بھی کھٹکا لگا رہے گا کہ کہیں تمہاری غفلت میں اسے بھیڑیا کھا جائے ○ انہوں نے جواب دیا کہ ہم جیسی زور آور جماعت کی موجودگی میں بھی اگر اسے بھیڑیا کھا جائے تو ہم تو بالکل عاجز ہی ہوئے ○

والد کی طرف سے خطرے کا اظہار: نبی اللہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کی اس طلب کا کہ بھائی یوسف کو ہمارے ساتھ سیر کے لئے بھیجئے جواب دیتے ہیں کہ تمہیں معلوم ہے مجھے اس سے بہت محبت ہے۔ تم اسے لے جاؤ گے، مجھ پر اس کی اتنی دیر کی جدائی بھی شاق گزرے گی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اس بڑھی ہوئی محبت کی وجہ یہ تھی کہ آپ حضرت یوسف علیہ السلام کے چہرے پر خیر کے نشانات دیکھ رہے تھے۔ نبوت کا نور پیشانی سے ظاہر تھا۔ اخلاق کی پاکیزگی ایک ایک بات سے عیاں تھی۔ صورت کی خوبی، سیرت کی اچھائی کا بیان تھی۔ اللہ کی طرف سے دونوں باپ بیٹوں پر صلوٰۃ وسلام ہو۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ ممکن ہے تم اپنی بکریوں کے چرانے چگانے اور

دوسرے کاموں میں مشغول رہو اور اللہ نہ کرے کوئی بھیڑیا آ کر اس کا کام تمام کر جائے۔ اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے۔ آہ! حضرت یعقوب کی اسی بات کو انہوں نے لے لیا اور دماغ میں بسا لیا کہ یہی ٹھیک عذر ہے' یوسف کو الگ کر کے ابا کے سامنے یہی گھڑنت گھڑ دیں گے اسی وقت بات بنائی اور جواب دیا کہ ابا آپ نے کیا خوب سوچا۔ ہماری جماعت قوی اور طاقتور موجود ہو اور ہمارے بھائی کو بھیڑیا کھا جائے؟ بالکل ناممکن۔ اگر ایسا ہو جائے تو پھر تو ہم سب بے کار نکمے عاجز نقصان والے ہی ہوئے۔

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵﴾

پھر جب اسے لے کر چلے اور سب نے مل کر ٹھان لیا کہ اسے غیر آباد گہرے کنوئیں کی تہہ میں پھینک دیں' ہم نے یوسف کی طرف وحی کی کہ یقیناً وقت آ رہا ہے کہ تو انہیں اس ماجرے کی خبر اس حال میں دے کہ وہ جانتے ہی نہ ہوں گے ○

بھائیوں نے باپ کو راضی کر ہی لیا: سمجھا بجھا کر بھائیوں نے باپ کو راضی کر ہی لیا۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کو لے کر چلے جنگل میں جا کر سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ یوسف کو کسی غیر آباد کنوئے کی تہہ میں ڈال دیں۔ حالانکہ باپ سے یہ کہہ کر لے گئے تھے کہ اس کا جی بہلائیں گے' ہم اسے عزت کے ساتھ لے جائیں گے۔ ہر طرح خوش رکھیں گے۔ اس کا جی بہل جائے گا اور یہ راضی خوشی رہے گا۔ یہاں آتے ہی غداری شروع کر دی اور لطف یہ ہے کہ سب نے ایک ساتھ دل سخت کر لیا۔ باپ نے ان کی باتوں میں آ کر اپنے لخت جگر کو ان کے سپرد کر دیا۔ جاتے ہوئے سینے سے لگا کر پیار پچکار کر دعائیں دے کر رخصت کیا۔ باپ کی آنکھوں سے ہٹتے ہی ان سب نے بھائی کو ایذائیں دینی شروع کر دیں' برا بھلا کہنے لگے اور چانٹا چٹول سے بھی باز نہ رہے مارتے پیٹتے' برا بھلا کہتے' اس کنوئیں کے پاس پہنچے اور ہاتھ پاؤں رسی سے جکڑ کر کنوئیں میں گرانا چاہا۔ آپ ایک ایک کے دامن سے چمٹتے ہیں اور ایک ایک سے رحم کی درخواست کرتے ہیں لیکن ہر ایک جھڑک دیتا ہے اور دھکا دے کر مار پیٹ کر ہٹا دیتا ہے مایوس ہو گئے سب نے مل کر مضبوط باندھا اور کنوئیں میں لٹکا دیا آپ نے کنوئیں کا کنارہ ہاتھ سے تھام لیا لیکن بھائیوں نے انگلیوں پر مار مار کر اسے بھی ہاتھ سے چھڑا لیا۔ آدھی دور آپ پہنچے ہوں گے کہ انہوں نے رسی کاٹ دی۔ آپ تہہ میں جا گرے' کنوئیں کے درمیان میں ایک پتھر تھا جس پر آپ آ کر کھڑے ہو گئے۔ عین اس مصیبت کے وقت' عین اس سختی اور تنگی کے وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کی جانب وحی کی کہ آپ کا دل مطمئن ہو جائے آپ صبر و برداشت سے کام لیں اور انجام کا آپ کو علم ہو جائے۔ وحی میں فرمایا گیا کہ غمگین نہ ہو یہ نہ سمجھ کہ یہ مصیبت دور نہ ہو گی۔ سن! اللہ تعالیٰ تجھے اس سختی کے بعد آسانی کرے گا۔ اس تکلیف کے بعد راحت ملے گی۔ ان بھائیوں پر اللہ تجھے غلبہ دے گا یہ گو تجھے پست کرنا چاہتے ہیں لیکن اللہ کی چاہت ہے کہ وہ تجھے بلند کرے یہ جو کچھ آج تیرے ساتھ کر رہے ہیں وقت آئے گا کہ تو انہیں ان کے اس کرتوت کو یاد دلائے گا اور یہ ندامت سے سر جھکائے ہوئے ہوں گے اپنے قصور سن رہے ہوں گے اور انہیں یہ بھی معلوم نہ ہو گا کہ تو تو ہے۔ چنانچہ حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب برادران یوسف حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو آپ نے تو انہیں پہچان لیا لیکن یہ نہ پہچان سکے۔ اس وقت آپ نے ایک پیالہ منگوایا اپنے ہاتھ پر رکھ کر اسے انگلی سے ٹھونکا۔ آواز نکلتی ہی تھی اس وقت آپ نے فرمایا لو یہ جام تو کچھ کہہ رہا ہے اور تمہارے متعلق ہی خبر دے رہا ہے یہ کہہ رہا ہے کہ تمہارا ایک یوسف نامی سوتیلا بھائی تھا۔ تم اسے باپ کے پاس سے لے گئے اور اسے کنویں میں پھینک دیا۔ پھر اسے انگلی ماری اور ذرا سی دیر کان لگا کر فرمایا لو یہ کہہ رہا ہے کہ پھر تم اس کے کرتے پر جھوٹا خون لگا کر باپ کے پاس گئے اور وہاں جا کر ان سے کہہ دیا کہ تیرے لڑکے کو بھیڑیے نے کھا لیا۔ اب تو یہ حیران ہو گئے اور آپس میں کہنے لگے ہائے برا ہوا بھانڈا پھوٹ گیا اس جام نے تو تمام سچی سچی باتیں بادشاہ سے کہہ دیں۔ پس یہی ہے جو آپ کو کنویں میں وحی ہوئی کہ ان کے اس کرتوت کو تو انہیں ان کی بے شعوری میں جتائے گا۔

وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ﴿١٦﴾ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ﴿١٧﴾ وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ۭ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿١٨﴾

رات کے اندھیرے میں اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے پہنچے۔ اور کہنے لگے ابا جی ہم تو آپس میں شرطیہ دوڑ میں لگ گئے یوسف کو ہم نے اپنے اسباب کے پاس چھوڑا تھا جو اسے بھیڑیا کھا گیا' آپ تو ہماری بات باور کرنے کے نہیں گو ہم بالکل سچے ہی ہوں ○ یوسف کے کرتے کو جھوٹ موٹ کے خون سے خون آلودہ کر لائے تھے' باپ نے کہا یوں نہیں بلکہ تم نے اپنے دل سے ہی ایک بات بنا لی ہے' پس صبر ہی بہتر ہے تمہاری بنائی ہوئی باتوں پر اللہ ہی سے مدد کی طلب ہے ○

روتے ہوئے واپسی اور معذرت خواہانہ رویہ: چپ چاپ ننھے بھیا پر' اللہ کے معصوم نبی پر' باپ کی آنکھ کے تارا پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ کر رات ہوئے باپ کے پاس سرخرو ہونے اور اپنی ہمدردی ظاہر کرنے کے لئے غمزدہ ہو کر روتے ہوئے پہنچے۔ اور اپنے ملال کا یوسف کے نہ ہونے کا سبب یہ بیان کیا کہ ہم نے تیر اندازی اور دوڑ شروع کی۔ چھوٹے بھائی کو اسباب کے پاس چھوڑا۔ اتفاق کی بات ہے اسی وقت بھیڑیا آ گیا اور بھائی کا لقمہ بنا لیا' چیر پھاڑ کر کھا گیا۔ پھر باپ کو اپنی بات صحیح طور پر جچانے اور ٹھیک باور کرانے کے لئے پانی سے پہلے بند باندھتے ہیں کہ ہم اگر آپ کے نزدیک سچے ہی ہوتے تب بھی یہ واقعہ ایسا ہے کہ آپ ہمیں سچا ماننے میں تامل کرتے۔ پھر جب کہ پہلے ہی سے آپ نے اپنا ایک کھٹکا ظاہر کیا ہوا اور خلاف ظاہر واقعہ میں ہی اتفاقاً ایسا ہی ہو بھی جائے تو ظاہر ہے کہ آپ اس وقت تو ہمیں سچا مان ہی نہیں سکتے۔ ہیں تو ہم سچے ہی۔ لیکن آپ بھی ہم پر اعتبار نہ کرنے میں ایک حد تک حق بجانب ہیں۔ کیونکہ یہ واقعہ ہی ایسا انوکھا ہے' ہم خود حیران ہیں کہ یہ ہو کیا گیا؟ یہ تو تھا زبانی کھیل' ایک کام بھی اسی کے ساتھ کر لائے تھے یعنی بکری کے ایک بچے کو ذبح کر کے اس کے خون سے حضرت یوسف کا پیراہن داغدار کر دیا کہ بطور شہادت کے ابا کے سامنے پیش کریں گے کہ دیکھئے یہ ہیں یوسف بھائی کے خون کے دھبے ان

کے کرتے پر۔ لیکن اللہ کی شان چور کے پاؤں کہاں۔ سب کچھ تو کیا لیکن کرتا پھاڑنا بھول گئے۔ اس لئے باپ پر سب مکر کھل گیا۔ لیکن اللہ کے نبی نے ضبط کیا اور صاف لفظوں میں گو نہ کہا تاہم بیٹوں کو بھی پتہ چل گیا کہ ابا جی کو ہماری بات جچی نہیں۔ فرمایا کہ تمہارے دل نے یہ تو ایک بات بنا دی ہے۔ خیر میں تو تمہاری اس مذبوحی حرکت پر صبر ہی کروں گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس دکھ کو ٹال دے۔ تم جو ایک جھوٹی بات مجھ سے بیان کر رہے ہو اور ایک محال چیز پر مجھے یقین دلا رہے ہو اس پر میں اللہ سے مدد طلب کرتا ہوں اس کی مدد شامل حال رہی تو دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ ہو جائے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کا قول ہے کہ کرتا دیکھ کر آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ تعجب ہے بھیڑیا یوسف کو کھا گیا اس کا پیرہن خون آلود ہوا مگر کہیں سے ذرا بھی نہ پھٹا۔ خیر میں صبر کروں گا' جس میں کوئی شکایت نہ ہو نہ کوئی گھبراہٹ ہو۔ کہتے ہیں کہ تین چیزوں کا نام صبر ہے اپنی مصیبت کسی سے ذکر نہ کرنا۔ اپنے دل کا دکھڑا کسی کے سامنے نہ رونا۔ اور ساتھ ہی اپنے نفس کو پاک نہ سمجھنا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس موقعہ پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس واقعہ کی پوری حدیث کو بیان کیا ہے جس میں آپ پر تہمت لگائے جانے کا ذکر ہے۔ اس میں آپ نے فرمایا ہے واللہ! میری اور تمہاری مثال حضرت یوسف علیہ السلام کے باپ کی سی ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا اب صبر ہی بہتر ہے اور تمہاری ان باتوں پر اللہ ہی سے مدد چاہی گئی ہے۔ [1]

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ ۖ قَالَ يَٰبُشْرَىٰ هَٰذَا غُلَٰمٌ ۚ وَأَسَرُّوهُ بِضَٰعَةً ۚ وَٱللَّهُ عَلِيمٌۢ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿١٩﴾ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَٰهِمَ مَعْدُودَةٍ وَكَانُوا۟ فِيهِ مِنَ ٱلزَّٰهِدِينَ ﴿٢٠﴾

ایک قافلہ آیا انہوں نے اپنے پانی لانے والے کو بھیجا اس نے اپنا ڈول لٹکا دیا' کہنے لگا واہ واہ خوشی کی بات ہے یہ تو نوجوان بچہ ہے' انہوں نے اسے مال تجارت قرار دے کر چھپا دیا' اللہ باخبر تھا اس سے جو وہ کر رہے تھے ○ بھائیوں نے اسے بہت ہی ہلکی قیمت پر گنتی کے چند درہموں پر ہی بیچ ڈالا' وہ تو یوسف کے بارے میں بہت ہی بے رغبت تھے ○

کنویں سے مصر تک: بھائی تو حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈال کر چل دیئے۔ یہاں تین دن آپ کو اسی اندھیرے کنویں میں اکیلے گزر گئے۔ محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ اس کنویں میں گرا کر بھائی تماشا دیکھنے کے لئے اس کے آس پاس ہی دن بھر پھرتے رہے کہ دیکھیں وہ کیا کرتا ہے اور اس کے ساتھ کیا کیا جاتا ہے۔ قدرت اللہ کی کہ ایک قافلہ وہیں سے گزرا۔ انہوں نے اپنے سقے کو پانی کے لئے بھیجا۔ اس نے اسی کونے میں ڈول ڈالا' حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کی رسی کو مضبوط تھام لیا اور بجائے پانی کے آپ باہر نکلے۔ وہ آپ کو دیکھ کر باغ باغ ہو گیا رہ نہ سکا آواز بلند کہہ اٹھا کہ لو سبحان اللہ یہ تو نوجوان بچہ آ گیا۔ دوسری قرأت اس کی ((يَا بُشْرَایَ)) بھی ہے۔ سدی کہتے ہیں بشریٰ سقے کے بھیجنے والے کے نام بھی تھا اس نے اس کا نام لے کر پکار کر خبر دی کہ میرے ڈول میں تو ایک

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الشهادات: باب تعدیل النسآء بعضهن بعضا (٢٦٦١) صحیح مسلم: کتاب التوبة: باب فی حدیث الافك (٢٧٧٠)]

بچہ آیا ہے۔لیکن سدی رحمہ اللہ کا یہ قول غریب ہے۔اس طرح کی قرأت پر بھی وہی معنی ہو سکتے ہیں اس کی اضافت اپنے نفس کی طرف ہے اور یائے اضافت ساقط ہے۔اس کی تائید قرات ((یَـا بُشْـرَایَ)) سے ہوتی ہے جیسے عرب کہتے ہیں "یَا نَفْسُ اِصبِرِی" اور ﴿یاغُلَامُ اَقْبِلْ﴾ اضافت کے حرف کو ساقط کر کے۔اس وقت کسرہ دینا بھی جائز ہے اور رفع دینا بھی پس یہ اسی قبیل سے ہے اور دوسری قرأت اس کی تفسیر ہے۔واللہ اعلم۔ان لوگوں نے آپ کو بحیثیت پونجی کے چھپا لیا قافلے کے اور لوگوں پر اس راز کو ظاہر نہ کیا بلکہ کہہ دیا کہ ہم نے کنویں کے پاس کے لوگوں سے اسے خریدا ہے انہوں نے ہمیں اسے دے دیا ہے تا کہ وہ بھی اپنا حصہ نہ ملائیں۔ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد یہ بھی ہے کہ برادران یوسف علیہ السلام نے شناخت چھپائی۔اور حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی اپنے آپ کو ظاہر نہ کیا کہ ایسا نہ ہو یہ کہیں مجھے قتل ہی کر دیں۔اس لئے چپ چاپ بھائیوں کے ہاتھوں آپ بک گئے۔سقے سے انہوں نے کہا اس نے آواز دے کر بلا لیا انہوں نے اونے پونے یوسف علیہ السلام کو ان کے ہاتھ بیچ ڈالا۔اللہ کچھ ان کی اس حرکت سے بے خبر نہ تھا وہ خوب دیکھ بھال رہا تھا گو وہ قادر تھا کہ اسی وقت اس بھید کو ظاہر کر دے لیکن اس کی حکمتیں اسی کے ساتھ ہیں اس کی تقدیر یونہی جاری ہوئی تھی خلق وامر اسی کا ہے وہ رب العالمین برکتوں والا ہے۔ (1) اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایک طرح سے تسکین دی گئی ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ قوم آپ کو دکھ دے رہی ہے میں قادر ہوں کہ آپ کو ان سے چھڑا دوں انہیں غارت کر دوں لیکن میرے کام حکمت کے ساتھ ہیں دیر ہے اندھیر نہیں بے فکر رہو عنقریب غالب کروں گا اور رفتہ رفتہ ان کو پست کر دوں گا۔جیسے کہ یوسف علیہ السلام اوران کے بھائیوں کے درمیان میری حکمت کا ہاتھ کام کرتا رہا۔یہاں تک کہ آخرانجام حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے انہیں جھکنا پڑا اوران کے مرتبے کا اقرار کرنا پڑا۔بہت تھوڑے مول پر بھائیوں نے انہیں بیچ دیا۔ناقص چیز کے بدلے بھائی جیسا بھائی دے دیا۔اوراس کی بھی انہیں کوئی پرواہ نہ تھی بلکہ اگران سے بالکل بلا قیمت مانگا جاتا تو بھی دے دیتے۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ قافلے والوں نے اسے بہت کم قیمت پر خریدا۔لیکن یہ کچھ زیادہ درست نہیں اس لئے کہ انہوں نے تو اسے دیکھ کر خوشیاں منائی تھیں اور بطور پونجی اسے پوشیدہ کر دیا تھا۔پس اگر انہیں اس کی بے رغبتی ہوتی تو وہ ایسا کیوں کرتے؟ پس ترجیح اس بات کو ہے کہ یہاں مراد بھائیوں کا یوسف علیہ السلام کو گرے ہوئے نرخ پر بیچ ڈالنا ہے۔جس سے مراد حرام اور ظلم بھی ہے۔لیکن یہاں وہ مراد نہیں لی گئی۔اس قیمت کی حرمت کا علم تو ہر ایک کو ہے۔حضرت یوسف نبی بن نبی بن نبی بن خلیل الرحمٰن علیہم السلام تھا۔پس آپ تو کریم بن کریم بن کریم بن کریم تھے۔پس یہاں مراد ناقص کم تھوڑی اور کھوٹی بلکہ برائے نام قیمت پر بیچ ڈالنا ہے باوجود اس کے وہ ظلم وحرام بھی تھا۔بھائی کو بیچ رہے ہیں اور وہ بھی کوڑیوں کے مول۔چند درہموں کے بدلے بیس یا بائیس یا چالیس درہم کے بدلے۔یہ دام لے کر آپس میں بانٹ لئے۔اوراس کی انہیں کوئی پرواہ نہ تھی انہیں معلوم تھا کہ اللہ کے ہاں ان کی کیا قدر ہے؟ وہ کیا جانتے تھے کہ یہ اللہ کے نبی بننے والے ہیں۔حضرت مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اتنا سب کچھ کرنے پر بھی صبر نہ ہوا قافلے کے پیچھے ہو لئے اوران سے کہنے لگے اس غلام میں بھاگ نکلنے کی عادت ہے'

(1) [سورۃ الاعراف: آیت ٥٤]

اسے مضبوط باندھ دؤ کہیں تمہارے ہاتھوں سے بھی بھاگ نہ جائے۔ اسی طرح باندھے باندھے مصر تک پہنچے اور وہاں آپ کو بازار میں لے کر بیچنے لگے۔ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا مجھے جو لے گا وہ خوش ہو جائے گا۔ پس شاہ مصر نے آپ کو خرید لیا وہ تھا بھی مسلمان۔

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِنْ مِصْرَ لِامْرَأَتِهِ أَكْرِمِي مَثْوَاهُ عَسَىٰ أَنْ يَنْفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا ۚ وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهُ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ۚ وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢١﴾ وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿٢٢﴾

مصر والوں میں سے جس نے اسے خریدا تھا اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اسے بہت عزت و احترام کے ساتھ رکھو بہت ممکن ہے کہ یہ ہمیں فائدے پہنچائے یا اسے ہم اپنا بیٹا بنالیں' یوں ہم نے مصر کی سرزمین میں یوسف کا قدم جما دیا کہ ہم اسے خواب کی تعبیر کا کچھ علم سکھا دیں' اللہ اپنے ارادے پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ بے علم ہوتے ہیں ○ جب یوسف پوری طاقت کی عمر کو پہنچ گیا ہم نے اسے دانائی اور علم دیا' ہم نیک کاروں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں ○

مصر کے بازار سے شاہی محل تک: رب کا لطف بیان ہو رہا ہے کہ جس نے آپ کو مصر میں خریدا' اللہ نے اس کے دل میں آپ کی عزت و وقعت ڈال دی۔ اس نے آپ کے نورانی چہرے کو دیکھتے ہی سمجھ لیا کہ اس میں خیر و صلاح ہے۔ یہ مصر کا وزیر تھا۔ اس کا نام قطفیر تھا کوئی کہتا ہے اطفیر تھا۔ اس کے باپ کا نام روحیب تھا' یہ مصر کے خزانوں کا داروغہ تھا۔ مصر کی سلطنت اس وقت ریان بن ولید کے ہاتھ میں تھی۔ یہ عمالیق میں سے ایک شخص تھا۔ عزیز مصر کی بیوی صاحبہ کا نام راعیل تھا کوئی کہتا ہے زلیخا تھا۔ یہ رعائیل کی بیٹی تھیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ مصر میں جس نے آپ کو خریدا اس کا نام مالک بن دعر بن بویب بن عنقا بن مدیان بن ابراہیم تھا۔ واللہ اعلم۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سب سے زیادہ دور بین اور دور رس اور انجام پر نظریں رکھنے والے اور عقلمندی سے تاڑنے والے تین شخص گزرے ہیں۔ ایک تو یہی عزیز مصر کہ بیک نگاہ حضرت یوسف کو تاڑ گیا اور جاتے ہی بیوی سے کہا کہ اسے اچھی طرح آرام سے رکھو۔ دوسرے وہ بچی جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بیک نگاہ جان لیا اور جا کر باپ سے کہا کہ اگر آپ کو آدمی کی ضرورت ہے تو ان سے معاملہ کر لیجئے یہ قوی اور باامانت شخص ہے۔ [1] تیسرے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہ آپ نے دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے شخص کو سونپی۔ یہاں اللہ تعالیٰ اپنا ایک اور احسان بیان فرما رہا ہے کہ بھائیوں کے پھندے سے ہم نے چھڑایا پھر ہم نے مصر میں لا کر یہاں کی سرزمین پر ان کا قدم جما دیا۔ کیونکہ اب ہمارا یہ ارادہ پورا ہونا تھا کہ ہم اسے تعبیر خواب کا کچھ علم عطا فرمائیں۔ اللہ کے ارادہ کو کون ٹال سکتا ہے؟ کون روک سکتا ہے؟ کون خلاف کر سکتا ہے؟ وہ سب پر غالب ہے سب اس کے

---

[1] [سورۃ قصص: آیت ۲۶]

سامنے عاجز ہیں جو وہ چاہتا ہے ہو کر ہی رہتا ہے جو ارادہ کرتا ہے کر چکتا ہے۔ لیکن اکثر لوگ علم سے خالی ہوتے ہیں نہ اس کی حکمت کو مانتے ہیں نہ اس کی حکمت کو جانتے ہیں نہ اس کی باریکیوں پر ان کی نگاہ ہوتی ہے نہ وہ اس کی حکمتوں کو سمجھ سکتے ہیں۔ جب آپ کی عقل کامل ہوئی' جب جسم اپنی نشو ونما تمام کر چکا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت عطا فرمائی اور اس سے آپ کو مخصوص کیا۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہم نیک کاروں کو اسی طرح بھلا بدلہ دیتے ہیں۔ کہتے ہیں اس سے مراد تینتیس برس کی عمر ہے۔ یا تیس سے کچھ اوپر کی یا بیس کی یا چالیس کی یا پچیس کی یا تیس کی یا اٹھارہ کی۔ یا مراد جوانی کو پہنچنا ہے اور اس کے سوا اور اقوال بھی ہیں۔ واللہ اعلم۔

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ۚ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ ۖ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿٢٣﴾

اس عورت نے جس کے گھر میں یوسف تھا یوسف کو بہلانا پھسلانا شروع کیا کہ وہ اپنے نفس کی نگہبانی چھوڑ دے دروازے بند کر کے کہنے لگی لو آ جاؤ یوسف نے کہا اللہ کی پناہ! عزیز مصر میرا سردار ہے مجھے اس نے بہت ہی اچھی طرح رکھا ہے' بے انصافی کرنے والوں کا بھلا نہیں ہوتا ○

عزیز مصر کی بیوی کی بے حیائی اور جھوٹا الزام: عزیز مصر جس نے آپ کو خریدا تھا اور بہت اچھی طرح اولاد کے مثل رکھا تھا اپنی گھر والی سے تاکیداً کہہ دیا تھا کہ انہیں کسی طرح تکلیف نہ ہو عزت و اکرام سے انہیں رکھو۔ اس عورت کی نیت میں کھوٹ آ جاتی ہے۔ جمال یوسف پر فریفتہ ہو جاتی ہے۔ دروازے بند کر کے بن سنور کر برے کام کی طرف یوسف کو بلاتی ہے لیکن حضرت یوسف علیہ السلام بڑی سختی سے انکار کر کے اسے مایوس کر دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ تیرا خاوند میرا سردار ہے۔ اس وقت اہل مصر کے محاورے میں بڑوں کے لئے یہی لفظ بولا جاتا تھا۔ آپ فرماتے ہیں تمہارے خاوند کی مجھ پر مہربانی ہے وہ میرے ساتھ سلوک و احسان سے پیش آتے ہیں۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ میں ان کی خیانت کروں؟ یاد رکھو چیز کو غیر جگہ رکھنے والے بھلائی سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ((هَيْتَ لَكَ)) کو بعض لوگ سریانی زبان کا لفظ کہتے ہیں بعض قبطی زبان کا بعض اسے غریب لفظ بتلاتے ہیں بعض حورانیہ کا لغت بتاتے ہیں۔ کسائی اسی قرأت کو پسند کرتے تھے اور کہتے تھے اہل حوران کا یہ لغت ہے جو حجاز میں آ گیا ہے۔ اہل حوران کے ایک عالم نے کہا ہے کہ یہ ہمارا لغت ہے۔ امام ابن جریر نے اس کی شہادت میں شعر بھی پیش کیا ہے۔ اس کی دوسری قرأت ((هِئْتَ)) بھی ہے پہلی قرأت کے معنی تو آؤ کے تھے' اس کے معنی ہیں تیرے لئے تیار ہوں بعض لوگ اس قرأت کا انکار ہی کرتے ہیں۔ ایک قرأت ((هِـيْـتَ)) بھی ہے۔ یہ قرأت غریب ہے۔ ایک قرأت هِئْتَ بھی ہے۔ عام مدنی لوگوں کی یہی قرات ہے۔ اس پر بھی شہادت میں شعر پیش کیا جاتا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قاریوں کی قرأتیں قریب قریب ہیں پس جس طرح تم سکھائے گئے ہو پڑھتے رہو۔ گہرائی سے اور اختلاف سے اور لعن طعن سے اور اعتراض سے بچو اس لفظ کے یہی معنی ہیں کہ آ۔ اور سامنے ہو وغیرہ۔ پھر آپ نے اس لفظ کو پڑھا کسی نے کہا اسے دوسری طرح بھی پڑھتے ہیں آپ نے فرمایا درست ہے مگر میں نے تو جس طرح

سیکھا ہے اسی طرح پڑھوں گا۔ یعنی ((هَيْتَ)) نہ کہ ((هِيتَ)) یہ لفظ تذکیر' تانیث واحد' تثنیہ' جمع سب کے لئے یکساں ہوتا ہے۔ جیسے ((هَيْتَ لَكَ هَيْتَ لَكُمَا وَهَيْتَ لَكُمْ وَهَيْتَ لِكُنْ هَيْتَ لَهُنَّ))۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ۭ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْۗءَ وَالْفَحْشَاۗءَ ۭ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۲۴﴾

اس عورت نے یوسف (علیہ السلام) کی طرف قصد کیا اور یوسف (علیہ السلام) نے اس کا' اگر نہ ہوتی یہ بات کہ دیکھ لے وہ اپنے پروردگار کی دلیل' یونہی ہوا اس واسطے کہ ہم اس سے برائی اور بے حیائی دور کر دیں' بے شک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے تھا○

یوسف علیہ السلام کی پاکیزگی کا سبب: سلف کی ایک جماعت سے تو اس آیت کے بارے میں وہ مروی ہے جو ابن جریر وغیرہ لائے ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ یوسف علیہ السلام کا قصد اس عورت کے ساتھ صرف نفس کا کھٹکا تھا۔ بغوی کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کا فرمان ہے کہ جب میرا کوئی بندہ نیکی کا ارادہ کرے تو تم اس کی نیکی لکھ لو۔ اور جب اس نیکی کو کر گزرے تو اس جیسی دس گنی نیکی لکھ لو۔ اور اگر کسی برائی کا ارادہ کرے اور پھر اسے نہ کرے تو اس کے لئے نیکی لکھ لو۔ کیونکہ اس نے میری وجہ سے اس برائی کو چھوڑا ہے۔ اور اگر اس برائی کو کر ہی گزرے تو اس کے برابر اسے لکھ لو۔ اس حدیث کے الفاظ اور بھی کئی ایک ہیں اصل بخاری مسلم میں بھی ہے۔ [1] ایک قول ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اسے مارنے کا قصد کیا تھا۔ ایک قول ہے کہ اسے بیوی بنانے کی تمنا کی تھی۔ ایک قول ہے کہ آپ قصد کرتے اگر دلیل نہ دیکھتے لیکن چونکہ دلیل دیکھ لی قصد نہیں فرمایا۔ لیکن اس قول میں عربی زبان کی حیثیت سے کلام ہے جسے امام ابن جریر رحمہ اللہ وغیرہ نے بیان فرمایا ہے۔ یہ تو تھے اقوال قصد یوسف علیہ السلام کے متعلق۔ وہ دلیل جو آپ نے دیکھی اس کے متعلق بھی اقوال ملاحظہ فرمایئے۔ کہتے ہیں اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیکھا کہ گویا وہ اپنی انگلی منہ میں ڈالے کھڑے ہیں۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کے سینے پر آپ نے ہاتھ مارا۔ کہتے ہیں اپنے سردار کی خیالی تصویر سامنے آ گئی۔ کہتے ہیں آپ کی نظر چھت کی طرف اٹھ گئی دیکھتے ہیں کہ اس پر یہ آیت لکھی ہوئی ہے ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا﴾ [2] خبردار! زنا کے قریب بھی نہ پھٹکنا وہ بڑی بے حیائی کا اور اللہ کے غضب کا کام ہے اور وہ بڑا ہی برا راستہ ہے۔ کہتے ہیں تین آیتیں لکھی ہوئی تھیں ایک تو ﴿اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ﴾ [3] تم پر نگہبان مقرر ہیں۔ دوسری ﴿وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ﴾ [4] تم جس حال میں ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ تیسری آیت ﴿اَفَمَنْ هُوَ قَاۗىِٕمٌ﴾ [5]

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التوحید: باب قول اللہ تعالی یریدون ان یبدلوا کلم اللہ (۷۵۰۱) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب اذا ھم العبد بحسنۃ کتبت (۱۲۹) مسند احمد (۲/۳۱۵)]

[2] سورۃ الاسراء: ۳۲۔

[3] [سورۃ الانفطار: آیت ۱۰]

[4] [سورۃ یونس: آیت ٦١]

[5] [سورۃ الرعد: آیت ۳۳]

الخ' اللہ ہر شخص کے ہر عمل پر حاضر ناظر ہے کہتے ہیں کہ چار آیتیں لکھی پائیں تین وہی جو اوپر ہیں اور ایک حرمت زنا کی جو اس سے پہلے ہے۔ [1] کہتے ہیں کہ کوئی آیت دیوار پر ممانعت زنا کے بارے میں لکھی ہوئی پائی۔ کہتے ہیں ایک نشان تھا جو آپ کے ارادے سے آپ کو روک رہا تھا۔ ممکن ہے وہ صورت یعقوب علیہ السلام ہو۔ اور ممکن ہے اپنے خریدنے والے کی صورت ہو۔ اور ممکن ہے آیت قرآنی ہو کوئی ایسی صاف دلیل نہیں کہ کسی خاص ایک چیز کے فیصلے پر ہم پہنچ سکیں پس بہت ٹھیک راہ ہمارے لئے یہی ہے کہ اسے یونہی مطلق چھوڑ دیا جائے جیسے کہ اللہ کے فرمان میں بھی اطلاق ہے۔ (اسی طرح قصد کو بھی) پھر فرماتا ہے ہم نے جس طرح اس وقت اسے ایک دلیل دکھا کر برائی سے بچا لیا' اسی طرح اس کے اور کاموں میں بھی ہم اس کی مدد کرتے رہے اور اسے برائیوں اور بے حیائیوں سے محفوظ رکھتے رہے۔ وہ تھا بھی ہمارا برگزیدہ' پسندیدہ' بہترین اور مخلص بندہ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر درود سلام نازل ہوں۔

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ۚ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۶﴾ وَاِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيصَهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهُ مِنْ كَيْدِكُنَّ ۭ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ٚ وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ښ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ﴿۲۹﴾ ع

دونوں دروازے کی طرف دوڑے اور اس عورت نے یوسف (علیہ السلام) کا کرتا پیچھے کی طرف سے کھینچ کر پھاڑ ڈالا۔ دروازے کے پاس ہی عورت کا شوہر دونوں کو مل گیا تو کہنے لگی جو شخص تیری بیوی کے ساتھ برا ارادہ کرے بس اس کی سزا یہی ہے کہ اسے قید کر دیا جائے یا اور کوئی دردناک سزا دی جائے۔ یوسف نے کہا یہ عورت ہی مجھے بہلا پھسلا کر میرے نفس کی حفاظت سے مجھے غافل کرانا چاہتی تھی' عورت کے قبیلے ہی کے ایک شخص نے گواہی دی کہ اگر کرتا آگے سے پھٹا ہوا ہے تو عورت سچی ہے اور یوسف جھوٹ بولنے والوں میں ہے ○ اور اگر اس کا پیراہن پیچھے کی جانب سے پھاڑا گیا ہے تو عورت جھوٹی ہے اور یوسف سچوں میں سے ہے ○ خاوند نے جو دیکھا کہ پیراہن یوسف پیچھے کی جانب سے چاک کیا گیا ہے تو صاف کہہ دیا کہ یہ تو تم عورتوں کے چھند ہیں' بے شک تمہارے ہتھکنڈے بھاری ہیں ○ یوسف اب اس بات کو آتی جاتی کر و اور اے عورت تو اپنے گناہ سے توبہ کر' بے شک تو گنہگاروں میں سے ہے ○

ایک گواہ کی گواہی اور الزام کا دفعیہ: حضرت یوسف علیہ السلام اپنے آپ کو بچانے کے لئے وہاں سے دروازے کی طرف دوڑے اور یہ عورت آپ کو پکڑنے کے ارادے سے آپ کے پیچھے بھاگی۔ پیچھے سے کرتا اس کے ہاتھ میں آ گیا۔ زور سے اپنی طرف گھسیٹا جس سے حضرت یوسف علیہ السلام پیچھے کی طرف گر جانے کے قریب ہو گئے لیکن آپ

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۹۰۹۵)]

نے بھی آگے کو زور لگا کر دوڑ جاری رکھی اس میں کرتا پیچھے سے بالکل بے طرح پھٹ گیا اور دونوں دروازے پر پہنچ گئے دیکھتے ہیں کہ عورت کا خاوند موجود ہے۔ اسے دیکھتے ہی اس نے چال چلی اور فوراً ہی سارا الزام یوسف کے سر تھوپ دیا اور آپ اپنی پاک دامنی عصمت اور مظلومیت جتانے لگی۔ سوکھا سا منہ بنا کر اپنی پیتا اور پھر پاکیزگی بیان کرتے ہوئے کہتی ہے فرمایئے حضور آپ کی بیوی سے جو بدکاری کا ارادہ رکھے اس کی کیا سزا ہونی چاہیے؟ قید سخت یا بری مار سے کم تو ہرگز کوئی سزا اس جرم کی نہیں ہو سکتی۔ اب جب کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی آبرو کو خطرے میں دیکھا اور خیانت کی بدترین تہمت لگتی دیکھی تو اپنے اوپر سے الزام ہٹانے اور صاف اور سچی حقیقت کے ظاہر کر دینے کے لئے فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ یہی میرے پیچھے پڑی تھیں' میرے بھاگنے پر مجھے پکڑ رہی تھیں' یہاں تک کہ میرا کرتا بھی پھاڑ دیا۔ اسی عورت کے قبیلے سے ایک گواہ نے گواہی دی۔ اور مع ثبوت و دلیل ان سے کہا کہ پھٹے ہوئے پیرہن کو دیکھ لو اگر وہ سامنے کے رخ سے پھٹا ہوا ہے تو ظاہر ہے کہ عورت سچی ہے اور یہ جھوٹا ہے اس نے اسے اپنی طرف لانا چاہا اس نے اسے دھکے دیئے۔ روکا منع کیا ہٹایا اس میں سامنے سے کرتا پھٹ گیا تو واقعی قصوروار مرد ہے اور عورت جو اپنی بے گناہی بیان کرتی ہے وہ سچی ہے فی الواقع اس صورت میں وہ سچی ہے۔ اور اگر اس کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا پاؤ تو عورت کے جھوٹ اور مرد کے سچ ہونے میں شبہ نہیں۔ ظاہر ہے کہ عورت اس پر مائل تھی یہ اس سے بھاگا وہ دوڑی' پکڑا کرتا ہاتھ میں آ گیا اس نے اپنی طرف گھسیٹا اس نے اپنی جانب کھینچا وہ پیچھے کی طرف سے پھٹ گیا۔ کہتے ہیں یہ گواہ بڑا آدمی تھا جس کے منہ پر داڑھی تھی یہ عزیز مصر کا خاص آدمی تھا اور پوری عمر کا مرد تھا۔ اور زلیخا کے چچا کا لڑکا تھا زلیخا بادشاہ وقت ریان بن ولید کی بھانجی تھی پس ایک قول تو اس گواہ کے متعلق یہ ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ایک چھوٹا سا دودھ پیتا گھوارے میں جھولتا بچہ تھا۔ ابن جریر میں ہے کہ چار چھوٹے بچوں نے بچپن میں ہی کلام کیا اس پوری حدیث میں اس بچے کا بھی ذکر ہے جس نے حضرت یوسف صدیق علیہ السلام کی پاکدامنی کی شہادت دی تھی۔ [1] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں چار بچوں نے کلام کیا ہے فرعون کی لڑکی کی مشاطہ کے لڑکے نے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے گواہ نے۔ جریج کے صاحب نے اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے۔ مجاہد رحمہ اللہ نے تو ایک بالکل ہی غریب بات کہی ہے۔ وہ کہتے ہیں وہ صرف اللہ کا حکم تھا کوئی انسان تھا ہی نہیں۔ اس تجویز کے مطابق زلیخا کے شوہر نے دیکھا تو حضرت یوسف کے پیراہن کو پیچھے کی جانب سے پھٹا ہوا دیکھا۔ اس کے نزدیک ثابت ہو گیا کہ یوسف سچا ہے اور اس کی بیوی جھوٹی ہے وہ یوسف صدیق پر تہمت لگا رہی ہے تو بے ساختہ اس کے منہ سے نکل گیا کہ یہ تو تم عورتوں کا فریب ہے۔ اس نوجوان پر تم تہمت باندھ رہی ہو اور جھوٹا الزام رکھ رہی ہو۔ تمہارے چلتر تو ہیں ہی چکر میں ڈال دینے والے۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام سے کہتا ہے کہ

---

[1] [ضعیف مرفوعا صحیح موقوفا: تفسیر ابن جریر طبری (۱۹۱۱۸) مسند ابویعلی (۲۵۱۷) صحیح ابن حبان (۲۹۰٤) مسند احمد (۳۱۰/۱) مسند بزار (٥٤) طبرانی کبیر (۱۲۲۸۰) بیهقی فی دلائل النبوة (۳۸۹/۲) وفی شعب الایمان (۱٦۳٦/۲)] شیخ البانیؒ نے ان لفظوں میں اسے باطل کہا ہے۔[السلسلة الضعیفة (۸۸۰)]

آپ اس واقعہ کو بھول جایئے' جانے دیجئے۔ اس نامراد واقعہ کا پھر سے ذکر ہی نہ کیجئے۔ پھر اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ تم اپنے گناہ سے استغفار کرو نرم آدمی تھا نرم اخلاق تھے۔ یا یوں سمجھ لیجئے کہ وہ جان رہا تھا کہ عورت معذور سمجھے جانے کے لائق ہے اس نے وہ دیکھا ہے جس پر صبر کرنا بہت مشکل ہے۔ اس لئے اسے ہدایت کردی کہ اپنے برے ارادے سے توبہ کر۔ سراسر تو ہی خطاوار ہے۔ کیا خود اور الزام دوسروں کے سر رکھا۔

وَ قَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَ اَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّ اٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّ قَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ۝ قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ؕ وَ لَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَ لَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَ لَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْۤ اِلَيْهِ ۚ وَ اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَ اَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

شہر کی عورتوں میں یہ چرچا ہونے لگا کہ عزیز کی بیوی اپنے جوان غلام کو اپنا مطلب نکالنے کے لئے بہلانے پھسلانے میں لگی رہتی ہے' اس کے دل میں تو یوسف کی محبت بیٹھ گئی ہے' ہمارے خیال میں تو وہ صریح غلطی میں پڑ رہی ہے ○ اس نے جب ان کی اس پرفریب غیبت کا حال سنا تو انہیں بلوا بھیجا اور ان کے لئے مجلس مرتب کی اور ان میں سے ہر ایک کو چھری دی اور کہا اے یوسف ان کے سامنے چلے آ ؤ' ان عورتوں نے جب اسے دیکھا تو بہت بڑا جانا اور اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور زبان سے نکل گیا حاشا اللہ یہ انسان تو ہرگز نہیں' یہ تو یقیناً کوئی بہت ہی بزرگ فرشتہ ہے ○ اس وقت عزیز مصر کی بیوی نے کہا یہی ہیں جن کے بارے میں تم مجھے طعنے دے رہی تھیں' میں نے ہر چند اس سے اپنا مطلب حاصل کرنا چاہا لیکن یہ بال بال بچا رہا' واللہ جو کچھ میں اسے کہہ رہی ہوں اگر یہ نہ کرے گا تو یقیناً یہ قید کر دیا جائے گا اور بے شک یہ بہت ہی بے عزت ہوگا ○ یوسف نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار جس بات کی طرف یہ عورتیں مجھے بلا رہی ہیں اس سے تو مجھے جیل خانہ بہت پسند ہے' اگر تو نے ان کا فن فریب مجھ سے دور نہ کیا تو میں تو ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور بالکل نادانوں میں جا ملوں گا ○ اس کے رب نے اس کی دعا قبول کر لی اور ان عورتوں کے داؤ پیچ اس سے پھیر دیئے' یقیناً وہ سننے جاننے والا ہے ○

اہل مصر کی چند شریف زادیوں کی دعوت: اس داستان عشق کی خبر شہر میں ہوگئی' چرچے ہونے لگے۔ چند شریف زادیوں نے نہایت تعجب و حقارت سے اس قصے کو دہرایا کہ دیکھو وزیر کی بیوی ہے اور ایک غلام پر جان دے رہی ہے' اس کی محبت کو اپنے دل میں جمائے ہوئے ہے۔ "شغف" کہتے ہیں حد سے گزری ہوئی قاتل محبت کو اور شغف اس سے کم درجے کی ہوتی ہے۔ دل کے پردوں کو عورتیں شغاف کہتی ہیں۔ کہتی ہیں کہ عزیز کی بیوی صریح

غلطی میں پڑی ہوئی ہے۔ان غیبتوں کا پتہ عزیز کی بیوی کو بھی چل گیا۔ یہاں لفظ مکر اس لئے بولا گیا ہے کہ بقول خود ان عورتوں کا یہ فی الواقع ایک کھلا مکر تھا۔انہیں تو دراصل حسن یوسف کے دیدار کی تمنا تھی یہ تو صرف ایک حیلہ بنایا تھا۔عزیز کی بیوی بھی ان کی چال سمجھ گئی اور پھر اس میں اس نے اپنی معذوری کی مصلحت بھی دیکھی تو ان کے پاس اسی وقت بلاوا بھیج دیا کہ فلاں وقت آپ کی میرے ہاں دعوت ہے اور ایک مجلس، محفل اور بیٹھک درست کرلی جس میں پھل اور میوہ بہت تھا۔اس نے تراش تراش کر چھیل چھیل کر کھانے کے لئے ایک ایک تیز چاقو سب کے ہاتھ میں دے دیا یہ تھا ان عورتوں کے دھوکے کا جواب انہوں نے اعتراض کر کے جمالِ یوسف دیکھنا چاہا اس نے اپنے آپ کو معذور ظاہر کرنے کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ آپ آیئے۔انہیں اپنی مالکہ کا حکم ماننے سے کیسے انکار ہوسکتا تھا؟اسی وقت جس کمرے میں تھے وہاں سے آ گئے عورتوں کی نگاہ جو آپ کے چہرے پر پڑی تو سب کی سب دہشت زدہ ہوگئیں۔ ہیبت وجلال اور رعبِ حسن سے بے خود ہوگئیں اور بجائے اس کے کہ ان تیز چلنے والی چھریوں سے پھل کٹتے ان کے ہاتھ اور انگلیاں کٹنے لگیں حضرت زید بن اسلم کہتے ہیں کہ ضیافت باقاعدہ پہلے ہوچکی تھی اب تو صرف میوے سے تواضع ہورہی تھی۔ میٹھے ہاتھوں میں تھے' چاقو چل رہے تھے' جو اس نے کہا یوسف کو دیکھنا چاہتی ہو؟ سب یک زبان ہوکر بول اٹھیں ہاں ہاں ضرور۔اسی وقت حضرت یوسف سے کہلوا بھیجا کہ تشریف لایئے۔آپ آئے پھر اس نے کہا جایئے آپ چلے گئے۔آتے جاتے سامنے سے پیچھے سے ان سب عورتوں نے پوری طرح آپ کو دیکھا۔دیکھتے ہی سب سکتے میں آ گئیں ہوش وحواش جاتے رہے بجائے نیبو کاٹنے کے اپنے ہاتھ کاٹ لئے۔اور کوئی احساس تک نہ ہوا جب حضرت یوسف علیہ السلام چلے گئے تب ہوش آیا اور تکلیف محسوس ہوئی۔تب پتہ چلا کہ بجائے پھل کے ہاتھ کاٹ لیا ہے۔اس پر عزیز مصر کی بیوی نے کہا دیکھا' ایک ہی مرتبہ کے جمال نے تمہیں ایسا ازخود رفتہ کردیا پھر بتاؤ میرا کیا حال ہوگا؟

عورتوں نے کہا واللہ! یہ انسان نہیں۔ یہ تو فرشتہ ہے اور فرشتہ بھی مرتبے والا۔آج کے بعد ہم کبھی تمہیں ملامت نہ کریں گی۔ان عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام جیسا تو کہاں ان کے قریب' ان کے مشابہ بھی کوئی شخص نہیں دیکھا تھا۔آپ کو آدھا حسن قدرت نے عطا فرما رکھا تھا۔چنانچہ معراج کی حدیث میں ہے کہ تیسرے آسمان میں رسول اللہ ﷺ کی ملاقات حضرت یوسف علیہ السلام سے ہوئی جنہیں آدھا حسن دیا گیا تھا۔ [1] اور روایت میں ہے کہ حضرت یوسف اور آپ کی والدہ صاحبہ کو آدھا حسن قدرت کی فیاضیوں نے عنایت فرمایا تھا۔اور روایت میں ہے تہائی حسن یوسف کو اور آپ کی والدہ کو دیا گیا تھا۔ [2] آپ کا چہرہ بجلی کی طرح روشن تھا جب کبھی کوئی عورت آپ

---

[1] [**صحیح** : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب الاسراء برسول الله الی السموات (١٦٢) مسند احمد (٢٠٨/٤) صحیح ابن حبان (٤٨)]

[2] [**منکر وباطل** : تفسیر ابن جریر الطبری (١٩٢٣٧)] شیخ البانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت ان لفظوں میں منکر وباطل ہے۔[السلسلة الصحیحة (١٤٨١/٣)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے منکر کہتے ہیں۔]

کے پاس کسی کام کے لئے آتی تو آپ اپنا منہ ڈھک کر اس سے بات کرتے کہ کہیں وہ فتنے میں نہ پڑ جائے۔اور روایت میں ہے کہ حسن کے تین حصے کئے گئے تمام لوگوں میں دو حصے تقسیم کئے گئے اور ایک حصہ صرف آپ کو اور آپ کی ماں کو دیا گیا۔ یا حسن کی دو تہائیاں ان ماں بیٹے کو ملیں اور ایک تہائی میں دنیا کے تمام لوگ اور روایت میں ہے کہ حسن کے دو حصے کئے گئے ایک حصے میں حضرت یوسف اور آپ کی والدہ اور ایک حصے میں دنیا کے اور سب لوگ۔ سہیلی میں ہے کہ آپ کو حضرت آدم کا آدھا حسن دیا گیا تھا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنے ہاتھ سے کمال صورت نمونہ بنایا تھا اور بہت ہی حسین پیدا کیا تھا آپ کی اولاد میں آپ کا ہم پلہ کوئی نہ تھا۔اور حضرت یوسف کو ان کا آدھا حسن دیا گیا۔ پس ان عورتوں نے آپ کو دیکھ کر ہی کہا کہ معاذ اللہ! یہ انسان نہیں بَشَـرًا کی دوسری قرأت بُشْـرٰی ہے یعنی یہ تو خریدا ہوا ہو ہی نہیں سکتا یہ تو کوئی ذی عزت فرشتہ ہے۔اب عزیز کی بیوی نے کہا بتلاؤ اب تو تم مجھے عذر والی سمجھو گی؟ اس کا جمال و کمال کیا ایسا نہیں کہ صبر و برداشت چھین لے؟ میں نے اسے ہر چند اپنی طرف مائل کرنا چاہا لیکن یہ میرے قبضے میں نہیں آیا۔اب سمجھ لو کہ جہاں اس میں یہ بہترین ظاہری خوبی ہے وہاں عصمت وعفت کی یہ باطنی خوبی بھی بے نظیر ہے۔ پھر دھمکانے لگی کہ اگر میری بات یہ نہ مانے گا تو اسے قید خانہ بھگتنا پڑے گا۔اور میں اس کو بہت ذلیل کروں گی۔

اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کے اس ڈھونگ سے اللہ کی پناہ طلب کی اور دعا کی کہ یا اللہ! مجھے جیل خانے جانا پسند ہے مگر تو مجھے ان کے بد ارادوں سے محفوظ رکھنا ایسا نہ ہو میں کسی برائی میں پھنس جاؤں۔اے اللہ! تو اگر مجھے بچالے تب تو میں بچ سکتا ہوں ورنہ مجھ میں اتنی قوت نہیں۔ مجھے اپنے کسی نفع نقصان کا کوئی اختیار نہیں۔ تیری مدد اور تیرے رحم و کرم کے بغیر نہ میں کسی گناہ سے رک سکوں' نہ کسی نیکی کو کر سکوں۔اے باری تعالیٰ میں تجھ سے مدد طلب کرتا ہوں' تجھی پر بھروسہ رکھتا ہوں۔تو مجھے میرے نفس کے حوالے نہ کر دے کہ میں ان عورتوں کی طرف جھک جاؤں اور جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔اللہ تعالیٰ کریم و قادر نے آپ کی دعا قبول فرمالی اور آپ کو بال بال بچالیا' عصمت وعفت عطا فرمائی' اپنی حفاظت میں رکھا اور برائی سے آپ بچے ہی رہے۔ باوجود بھرپور جوانی کے' باوجود بے انداز حسن و خوبی کے' باوجود ہر طرح کے کمال کے' جو آپ میں تھا' آپ اپنی خواہش نفس کی بے جا تکمیل سے بچتے رہے۔اور اس عورت کی طرف رخ بھی نہ کیا جو رئیس زادی ہے' رئیس کی بیوی ہے' ان کی مالکہ ہے' پھر بہت ہی خوبصورت ہے' جمال کے ساتھ ہی مال بھی ہے' ریاست بھی ہے۔ وہ اپنی بات کے ماننے پر انعام و اکرام اور نہ ماننے پر جیل اور سخت سزا کا حکم سنا رہی ہے۔ لیکن آپ کے دل میں اللہ کے خوف کا سمندر موج زن ہے' آپ اپنے اس دنیوی آرام کو اور اس عیش اور لذت کو نام رب پر قربان کرتے ہیں اور قید و بند کو اس پر ترجیح دیتے ہیں کہ اللہ کے عذابوں سے بچ جائیں اور آخرت میں ثواب کے مستحق بن جائیں۔ بخاری مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں سات قسم کے لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ عزوجل اپنے سائے تلے سایہ دے گا جس دن کوئی سایہ سوا اس کے سائے کے نہ ہوگا۔(۱) مسلمان عادل بادشاہ (۲) وہ جوان مرد و عورت جس نے اپنی جوانی اللہ کی عبادت میں گزاری۔ (۳) وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہو جب مسجد سے نکلے مسجد کی دھن میں رہے یہاں

تک کہ پھر وہاں جائے۔ (۴) وہ دو شخص جو آپس میں محض اللہ کے لئے محبت رکھتے ہیں اسی پر جمع ہوتے ہیں اور اسی پر جدا ہوتے ہیں۔ (۵) وہ شخص جو صدقہ دیتا ہے لیکن اس پوشیدگی سے کہ دائیں ہاتھ کے خرچ کی خبر بائیں ہاتھ کو نہیں ہوتی (۶) وہ شخص جسے کوئی جاہ و منصب والی جمال و صورت والی عورت اپنی طرف بلائے اور وہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ (۷) وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا پھر اس کی دونوں آنکھیں بہہ نکلیں۔ [1]

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۳۵﴾ ع

ان تمام نشانیوں کے دیکھ لینے کے بعد بھی انہیں یہی مصلحت معلوم ہوئی کہ یوسف کو کچھ مدت کے لئے قید خانہ میں رکھیں ○

یوسف علیہ السلام جیل میں: حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کا راز سب پر کھل گیا۔ لیکن تاہم ان لوگوں نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ کچھ مدت تک حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل خانہ میں ہی رکھیں۔ بہت ممکن ہے کہ اس میں ان سب نے یہ مصلحت سوچی ہو کہ لوگوں میں بات پھیل گئی ہے کہ عزیز کی بیوی اس کی چاہت میں مبتلا ہے۔ جب ہم یوسف کو قید کر دیں گے تو لوگ سمجھ لیں گے کہ قصور اسی کا تھا اسی نے کوئی ایسی نگاہ کی ہوگی۔ یہی وجہ تھی کہ جب شاہ مصر نے آپ کو قید خانے سے آزاد کرنے کے لئے اپنے پاس بلوایا تو آپ نے وہیں سے فرمایا کہ میں نہ نکلوں گا جب تک میری برأت اور میری پاکدامنی صاف طور پر ظاہر نہ ہو جائے اور آپ حضرات اس کی پوری تحقیق نہ کر لیں جب تک بادشاہ نے ہر طرح کے گواہ سے بلکہ خود عزیز کی بیوی سے پوری تحقیق نہ کر لی اور آپ کا بے قصور ہونا ساری دنیا پر کھل نہ گیا آپ جیل خانے سے باہر نہ نکلے۔ پھر آپ باہر آئے جب کہ ایک دل بھی ایسا نہ تھا جس میں صدیق اکبر نبی اللہ پاکدامن اور معصوم رسول اللہ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف سے ذرا بھی بدگمانی ہو۔ قید کرنے کی بڑی وجہ یہی تھی کہ عزیز کی بیوی کی رسوائی نہ ہو۔

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ۭ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّىْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّىْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۭ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۶﴾

اس کے ساتھ ہی دو اور جوان بھی جیل خانے میں داخل ہوئے، ان میں سے ایک نے تو کہا کہ میں نے خواب میں اپنے آپ کو شراب نچوڑتے دیکھا ہے، اور دوسرے نے کہا میں نے اپنے آپ کو دیکھا ہے کہ میں اپنے سر پر روٹی اٹھائے ہوئے ہوں جسے پرندے کھا رہے ہیں، ہمیں اس کی تعبیر بتائیے، ہمیں تو آپ خوبیوں والے شخص دکھائی دیتے ہیں ○

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الاذان: باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ (۶۶۰) و کتاب الزکاۃ: باب الصدقۃ بالیمین (۱۴۲۳) و کتاب الرقاق: باب البکاء من خشیۃ اللہ عزوجل (۶۴۷۹) و کتاب الحدود: باب فضل ترک الفواحش (۶۸۰۶) صحیح مسلم: کتاب الزکاۃ: باب اخفاء الصدقۃ (۱۰۳۱۔ ۹۱) ترمذی: کتاب الزھد (۲۳۹۱) مسند احمد (۲/۴۳۹)]

جیل میں بادشاہ کے باورچی اور ساقی سے ملاقات: اتفاق سے جس روز حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل خانے جانا پڑا اسی دن بادشاہ کا ساقی اور نان بائی کسی جرم میں جیل خانے بھیج دیئے گئے۔ ساقی کا نام نبوا تھا اور باورچی کا نام مجلث تھا۔ ان پر الزام یہ تھا کہ انہوں نے کھانے پینے میں بادشاہ کو زہر دینے کی سازش کی تھی۔ قید خانے میں بھی نبی اللہ حضرت یوسف علیہ السلام کی نیکیوں کی کافی شہرت تھی۔ سچائی، امانت داری، سخاوت، خوش خلقی، کثرت عبادت، اللہ ترسی، علم و عمل، تعبیر خواب، احسان و سلوک وغیرہ میں آپ مشہور ہو گئے تھے۔ جیل خانے کے قیدیوں کی بھلائی، ان کی خیر خواہی، ان سے مروت و سلوک، ان کے ساتھ بھلائی اور احسان، ان کی دلجوئی اور دلداری، ان کے بیماروں کی تیمارداری خدمت اور دوا دارو بھی آپ کا تشخص تھا۔ یہ دونوں شاہی ملازم حضرت یوسف علیہ السلام سے بہت ہی محبت کرنے لگے۔ ایک دن کہنے لگے کہ حضرت ہمیں آپ سے بہت ہی محبت ہو گئی ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تمہیں برکت دے۔ بات یہ ہے کہ مجھے تو جس نے چاہا کوئی نہ کوئی آفت ہی مجھ پر لایا۔ پھوپھی کی محبت، باپ کا پیار، عزیز کی بیوی کی چاہت سب مجھے یاد ہے۔ اور اس کا نتیجہ میری ہی نہیں بلکہ تمہاری بھی آنکھوں کے سامنے ہے۔ اب دونوں نے ایک مرتبہ خواب دیکھا ساقی نے تو دیکھا کہ وہ انگور کا شیرہ نچوڑ رہا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ((خَمْرًا)) کے بدلے لفظ عِنَباً ہے۔ اہل عمان انگور کو خمر کہتے ہیں۔ اس نے دیکھا تھا کہ گویا اس نے انگور کی بیل بوئی ہے اس میں خوشے لگے ہیں، اس نے توڑے ہیں، پھر ان کا شیرہ نچوڑ رہا ہے کہ بادشاہ کو پلائے۔ یہ خواب بیان کر کے آرزو کی کہ آپ ہمیں اس کی تعبیر بتلائیں۔ اللہ کے پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا اس کی تعبیر یہ ہے کہ تمہیں تین دن کے بعد جیل خانے سے آزاد کر دیا جائے گا اور تم اپنے کام پر یعنی بادشاہ کی ساقی گری پر لگ جاؤ گے۔ دوسرے نے کہا جناب میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں سر پر روٹی اٹھائے ہوئے ہوں اور پرندے آ کر اس میں سے کھا رہے ہیں۔ اکثر مفسرین کے نزدیک مشہور بات تو یہی ہے کہ واقعی ان دونوں نے یہی خواب دیکھے تھے۔ اور ان کی صحیح تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام سے دریافت کی تھی۔ لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ درحقیقت انہوں نے کوئی خواب تو نہیں دیکھا تھا۔ لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کی آزمائش کے لئے جھوٹے خواب بیان کر کے تعبیر طلب کی تھی۔

قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ۭ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ۭ اِنِّىْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَاۗءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَي النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝

یوسف نے کہا تمہیں جو کھانا دیا جاتا ہے اس کے تمہارے پاس پہنچنے سے پہلے ہی میں تمہیں اس کی تعبیر بتلا دوں گا، یہ سب اس علم کی بدولت ہے جو مجھے میرے رب نے سکھایا ہے، میں نے ان لوگوں کا مذہب چھوڑ دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے

اور آخرت کے بھی منکر ہیں ○ میں اپنے باپ دادوں کے دین کا پابند ہوں یعنی ابراہیم واسحاق اور یعقوب کے دین کا' ہمیں ہرگز یہ سزاوار نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو بھی شریک کریں' ہم پر اور تمام اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ خاص فضل ہے لیکن اکثر ناشکری کرتے ہیں ○

جیل میں خوابوں کی تعبیر اور دعوتِ توحید: حضرت یوسف علیہ السلام اپنے دونوں قیدی ساتھیوں کو تسکین دیتے ہیں کہ میں تمہارے خواب کی صحیح تعبیر جانتا ہوں اور اس کے بتانے میں مجھے کوئی بخل نہیں۔ اس کی تعبیر کے واقعہ ہونے سے پہلے ہی میں تمہیں وہ بتا دوں گا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے اس فرمان اور اس وعدے سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت یوسف تنہائی کی قید میں تھے کھانے کے وقت کھول دیا جاتا تھا اور ایک دوسرے سے مل سکتے تھے اس لئے آپ نے ان سے یہ وعدہ کیا اور ممکن ہے کہ اللہ کی طرف تھوڑی تھوڑی کر کے دونوں خوابوں کی پوری تعبیر بتلائی گئی ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ اثر مروی ہے گو بہت غریب ہے۔ پھر فرماتے ہیں مجھے یہ علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا فرمایا گیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ میں نے ان کافروں کا مذہب چھوڑ رکھا ہے جو نہ اللہ کو مانیں نہ آخرت کو برحق جانیں۔ میں نے اللہ کے پیغمبروں کے سچے دین کو مان رکھا ہے اور اسی کی تابعداری کرتا ہوں۔ خود میرے باپ' دادا اللہ کے رسول تھے۔ ابراہیم' اسحاق' یعقوب علیہم السلام فی الواقع جو بھی راہ راست پر استقامت سے چلے ہدایت کا پیرو رہے۔ اللہ کے رسولوں کی اتباع کو لازم پکڑ لے' گمراہوں کی راہ سے منہ پھیر لے۔ اللہ تبارک تعالیٰ اس کے دل کو پُر نور اور اس کے سینے کو معمور کر دیتا ہے۔ اسے علم وعرفان کی دولت سے مالا مال کر دیتا ہے۔ اسے بھلائی میں لوگوں کا پیشوا کر دیتا ہے کہ اور دنیا کو وہ نیکی کی طرف بلاتا رہتا ہے۔ ہم جب کہ راہ راست دکھا دیئے گئے' توحید کی سمجھ دے دیئے گئے' شرک کی برائی بتا دیئے گئے۔ پھر ہمیں کیسے یہ بات زیب دیتی ہے؟ کہ ہم اللہ کے ساتھ اور کسی کو بھی شریک کرلیں۔ یہ توحید اور سچا دین اور یہ اللہ کی وحدانیت کی گواہی یہ خاص اللہ کا فضل ہے جس میں ہم تنہا نہیں بلکہ اللہ کی اور مخلوق بھی شامل ہے۔ ہاں ہمیں یہ برتری ہے کہ ہماری جانب یہ براہ راست اللہ کی وحی آئی۔ اور لوگوں کو ہم نے یہ وحی پہنچائی۔ لیکن اکثر لوگ ناشکری کرتے ہیں۔ اللہ کی اس زبردست نعمت کی جو اللہ نے ان پر رسول بھیج کر انعام فرمائی ہے' ناقدری کرتے ہیں اور اسے مان کر نہیں رہتے۔ بلکہ رب کی نعمت کے بدلے کفر کرتے ہیں۔ اور خود مع اپنے ساتھیوں کے ہلاکت کے گھر میں اپنی جگہ بنا لیتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما دادا کو بھی باپ کے مساوی میں رکھتے ہیں اور فرماتے جو چاہے میں حطیم میں اس سے مباہلہ کرنے کو تیار ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے دادا دادی کا ذکر نہیں کیا دیکھو حضرت یوسف کے بارے میں فرمایا میں نے اپنے باپ ابراہیم اسحاق' اور یعقوب کے دین کی پیروی کی۔

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَ اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿٣٩﴾ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٠﴾

اے میرے قید خانے کے ساتھیو! کیا متفرق کئی ایک پروردگار بہتر ہیں؟ یا ایک اللہ زبردست طاقتور؟○ اس کے سوا تم جن کی پوجا پاٹ کر رہے ہو وہ سب نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے خود ہی گھڑ لئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ فرماں روائی صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے' اسکا فرمان ہے کہ تم سب سوائے اسکے کسی اور کی عبادت نہ کرو' یہی دین درست ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے○

توحید کے پیغام کی مزید توضیح: یوسف علیہ السلام سے وہ اپنے خواب کی تعبیر پوچھنے آئے ہیں۔ آپ نے انہیں تعبیر خواب بتا دینے کا اقرار کر لیا ہے۔ لیکن اس سے پہلے انہیں توحید کا وعظ سنا رہے ہیں۔ اور شرک سے اور مخلوق پرستی سے نفرت دلا رہے ہیں۔ فرما رہے ہیں کہ وہ اللہ واحد جس نے ہر چیز پر قبضہ کر رکھا ہے جس کے سامنے تمام مخلوق پست و عاجز لاچار و بے بس ہے۔ جس کا ثانی شریک اور ساجھی کوئی نہیں۔ جس کی عظمت وسلطنت چپے چپے اور ذرے ذرے پر ہے وہی ایک بہتر؟ یا تمہارے یہ خیالی کمزور اور ناکارے بہت سے معبود بہتر؟ پھر فرمایا کہ تم جن جن کی پوجا پاٹ کر رہے ہو بے سند ہیں۔ یہ نام اور ان کے لئے عبادت یہ تمہاری اپنی گھڑت ہے۔ زیادہ سے زیادہ تم یہ کہہ سکتے ہو کہ تمہارے باپ دادے بھی اس مرض کے مریض تھے۔ لیکن کوئی دلیل اس کی تم لا نہیں سکتے بلکہ اس کی کوئی عقلی نقلی دلیل دنیا میں اللہ نے بنائی ہی نہیں۔ حکم' تصرف' قبضہ' قدرت' کل کی کل اللہ تعالیٰ کی ہی ہے۔ اس نے اپنے بندوں کو اپنی عبادت کا اور اپنے سوا کسی اور کی عبادت کرنے سے باز آنے کا قطعی اور حتمی حکم دے رکھا ہے۔ دین مستقیم یہی ہے کہ اللہ کی توحید ہو' اس کے لئے ہی عمل و عبادت ہو۔ اسی اللہ کا حکم ہو۔ اس پر بے شمار دلیلیں موجود ہیں۔ لیکن اکثر لوگ ان باتوں سے ناواقف ہیں۔ نادان ہیں توحید و شرک کا فرق نہیں جانتے۔ اسی لئے اکثر شرک کی دلدل میں دھنسے رہتے ہیں۔ باوجود نبیوں کی چاہت کے انہیں یہ امن نصیب نہیں ہوتا۔ خواب کی تعبیر سے پہلے اس بحث کے چھیڑنے کی ایک خاص مصلحت یہ بھی تھی کہ ان میں سے ایک کے لئے تعبیر نہایت بری تھی تو آپ نے چاہا کہ یہ اسے نہ پوچھیں تو بہتر ہے۔ لیکن اس تکلف کی کیا ضرورت ہے؟ خصوصاً ایسے موقعہ پر جب کہ اللہ کے پیغمبر ان سے تعبیر دینے کا وعدہ کر چکے ہیں۔ یہاں تو صرف یہ بات ہے کہ انہوں نے آپ کی بزرگی اور عزت دیکھ کر آپ سے ایک بات پوچھی۔ آپ نے اس کے جواب سے پہلے انہیں اس سے زیادہ بہتر کی طرف توجہ دلائی۔ اور دین اسلام ان کے سامنے مع دلائل پیش فرمایا۔ کیونکہ آپ نے دیکھا تھا کہ ان میں بھلائی کے قبول کرنے کا مادہ ہے۔ بات کو سوچیں گے۔ جب آپ اپنا فرض ادا کر چکے۔ احکام اللہ کی تبلیغ کر چکے۔ تو اب بغیر اس کے کہ وہ دوبارہ پوچھیں آپ نے ان کا جواب شروع کیا۔

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ۭ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ۝۴۱

اے میرے قید خانے کے رفیقو! تم دونوں میں سے ایک تو اپنے بادشاہ کو شراب پلانے پر مقرر ہو جائے گا' لیکن دوسرا سولی دیا جائیگا اور پرندے اس کا سر نوچ نوچ کھائیں گے' تم دونوں جس کے بارے میں تحقیق کر رہے تھے وہ کام فیصل کر دیا گیا○

خواب کی تعبیر: اب اللہ کے برگزیدہ پیغمبران کے خواب کی تعبیر بتلا رہے ہیں لیکن یہ نہیں فرماتے کہ تیرے خواب کی یہ تعبیر ہے اور تیرے خواب کی یہ تعبیر ہے تا کہ ایک رنجیدہ نہ ہو جائے اور موت سے پہلے اس پر موت کا بوجھ نہ پڑ جائے۔ بلکہ مبہم کر کے فرماتے ہیں تم دو میں سے ایک تو اپنے بادشاہ کا ساقی بن جائے گا یہ دراصل یہ اس کے خواب کی تعبیر ہے جس نے شیرہ انگور تیار کرتے اپنے آپ کو دیکھا تھا۔ اور دوسرا جس نے اپنے سر پر روٹیاں دیکھی تھیں اس کے خواب کی تعبیر یہ دی کہ اسے سولی دی جائے گی اور پرندے اس کا مغز کھائیں گے۔ پھر ساتھ ہی فرمایا کہ یہ اب ہو کر ہی رہے گا۔ اس لئے کہ جب تک خواب کی تعبیر بیان نہ کی جائے وہ معلق رہتا ہے اور جب تعبیر ہو چکی وہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ تعبیر سننے کے بعد ان دونوں نے کہا کہ ہم نے تو دراصل کوئی خواب دیکھا ہی نہیں۔ آپ نے فرمایا اب تو تمہارے سوال کے مطابق ظاہر ہو کر ہی رہے گا۔ اس سے ظاہر ہے کہ جو شخص خواہ مخواہ کا خواب گھڑ لے اور پھر اس کی تعبیر بھی دے دی جائے تو وہ لازم ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔ مسند احمد میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں خواب گویا پرندے کے پاؤں پر ہے جب تک اس کی تعبیر نہ دے دی جائے جب تعبیر دے دی گئی پھر وہ واقع ہو جاتا ہے [۱] مسند ابو یعلی میں مرفوعاً مروی ہے کہ خواب کی تعبیر سب سے پہلے جس نے دی اس کے لئے ہے۔ [۲]

وَقَالَ لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ ۡ فَاَنْسٰىهُ الشَّیْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ بِضْعَ سِنِیْنَ ؏ (۴۲)

ع ۵ / ۱۵

جس کی نسبت یوسف کا گمان تھا کہ ان دونوں میں سے یہ چھوٹ جائے گا اس سے کہا کہ اپنے بادشاہ سے میرا ذکر کر دینا پھر اسے شیطان نے اپنے بادشاہ سے ذکر کرنا بھلا دیا اور یوسف نے کئی سال قید خانے میں ہی کاٹے ○

نجات پانے والے کو بادشاہ سے اپنے ذکر کی تاکید: جسے حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کے خواب کی تعبیر کے مطابق اپنے خیال میں جیل خانہ سے آزاد ہونے والا سمجھا تھا اس سے در پردہ علیحدگی میں کہا کہ وہ دوسرا یعنی باورچی نہ سنے فرمایا کہ بادشاہ کے سامنے ذرا میرا ذکر بھی کر دینا۔ لیکن یہ اس بات کو بالکل ہی بھول گیا۔ یہ بھی

---

[۱] [صحیح :ابوداؤد : کتاب الادب : باب ماجآء فی الرؤیا (۵۰۲۰) ابن ماجہ : کتاب تعبیر الرؤیا : باب الرؤیا اذا عبرت وقعت (۳۹۱۴) ترمذی : کتاب الرؤیا : باب ماجآء فی تعبیر الرؤیا (۲۲۷۸) مسند احمد (۱۰/۴)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ امام ابن حبانؒ، امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔ [فتح الباری (۴۳۲/۱۲)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داود ، السلسلة الصحیحة (۱۱۹)]

[۲] [ضعیف :ابن ابی شیبة (۱۱/۷) ابن ماجہ : کتاب تعبیر الرؤیا : باب علام تعبر به الرؤیا (۳۹۱۵)] حافظ بوصیریؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ [الزوائد (۱۵۷/۴)] حافظ ابن حجرؒ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے اور فرمایا ہے کہ اس کی سند میں یزید رقاشی راوی ضعیف ہے۔ [فتح الباری (۴۳۲/۱۲)] شیخ البانیؒ بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ابن ماجہ (۸۴۹)]

ایک شیطانی چال ہی تھی جس سے نبی اللہ علیہ السلام کئی سال قید خانے میں ہی رہے۔ پس ٹھیک قول یہی ہے کہ فَاَنْسَاهُ میں ہ کی ضمیر کا مرجع نجات پانے والا شخص ہی ہے۔ گویا یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ضمیر حضرت یوسف کی طرف پھرتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یوسف یہ کلمہ نہ کہتے تو جیل خانہ میں اتنی لمبی مدت نہ گزارتے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور سے کشادگی چاہی۔ [1] یہ روایت بہت ہی ضعیف ہے۔ اس لئے کہ سفیان بن وکیع اور ابراہیم بن یزید دونوں راوی ضعیف ہیں۔ حسن اور قتادہ سے مرسلاً مروی ہے۔ گو مرسل حدیثیں کسی موقع پر قابل قبول بھی ہوں لیکن ایسے اہم مقامات پر ایسی مرسل روایتیں ہرگز احتجاج کے قابل نہیں ہوسکتیں۔ واللہ اعلم۔ ((بِضْعَ)) لفظ تین سے نو تک کے لئے آتا ہے۔ حضرت وہب بن منبہ کا بیان ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام بیماری میں سات سال مبتلا رہے۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام قید خانے میں سات سال تک رہے اور بخت نصر کا عذاب بھی سات سال تک رہا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں مدت قید بارہ سال تھی۔ ضحاک کہتے ہیں چودہ برس آپ نے قید خانے میں گزارے۔

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْۤ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ؕ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْيَایَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ ۝ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ ۝ وَقَالَ الَّذِیْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ۝ يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا فِیْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّیْۤ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِیْ سُنْۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ۝ ثُمَّ يَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ۝ ثُمَّ يَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ۝ع

بادشاہ نے کہا میں نے خواب دیکھا ہے کہ سات موٹی تازی فربہ گائیں ہیں جن کو سات لاغر دبلی پتلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات بالیں ہیں ہری ہری اور سات اور ہیں بالکل خشک' اے درباریو! میرے اس خواب کی تعبیر بتلاؤ اگر تم خواب کی تعبیر دے سکتے ہو○ انھوں نے جواب دیا کہ یہ تو اڑتے اڑتے پریشان خواب ہیں' اور ایسے شوریدہ خوابوں کی تعبیر جاننے والے ہم نہیں○ ان دو قیدیوں میں سے جو چھوٹا تھا اسے مدت کے بعد یاد آ گیا اور کہنے لگا میں تمہیں تعبیر بتلا دوں گا مجھے جانے کی

---

[1] [ضعیف جدا : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۹۳۲۲) طبرانی کبیر (۱۱۶۴۰)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں ابراہیم بن یزید قرشی راوی متروک ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۱۰۸۷)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس کی سند کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔]

اجازت دیجئے ○ اے یوسف اے بہت بڑے سچے یوسف آپ ہمیں اس خواب کی تعبیر بتلایئے کہ سات موٹی تازی گائیں ہیں جنھیں سات پتلی دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات بالکل سبز خوشے ہیں اور سات ہی اور بھی ہیں بالکل خشک تا کہ میں واپس جا کر ان لوگوں سے کہوں کہ وہ سب جان لیں ○ یوسف علیہ السلام نے جواب دیا کہ تم سات سال تک پے در پے لگا تار حسب عادت برابر غلہ بویا کرنا' اور فصل کاٹ کر اسے بالوں سمیت ہی رہنے دینا بجز اپنے کھانے کی تھوڑی سی مقدار کے ○ اس کے بعد سات سال نہایت سخت قحط کے آئیں گے وہ اس غلہ کو کھا جائیں گے جو تم نے ان کے لئے ذخیرہ رکھ چھوڑا تھا بجز اس تھوڑے سے کے جو تم روک رکھو ○ اس کے بعد جو سال آئے گا اس میں لوگوں پر خوب بارش برسائی جائے گی اور اس میں شیرہ انگور بھی خوب نچوڑیں گے ○

مصر کے بادشاہ کو خواب اور تعبیر کے لیے یوسف علیہ السلام تک رسائی: قدرت الٰہی نے یہ مقرر رکھا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام قید خانے سے باعزت واکرام پاکیزگی برأت اور عصمت کے ساتھ نکلیں۔ اس قدرت نے یہ سبب بنایا کہ شاہ مصر نے ایک خواب دیکھا جس سے وہ بھونچکا سا ہو گیا۔ دربار منعقد کیا اور تمام امراء' رؤسا' کاہن' منجم اور علماء کو خواب کی تعبیر بیان کرنے والوں کو جمع کیا۔ اور اپنا خواب بیان کر کے ان سب سے تعبیر دریافت کی۔ لیکن کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا اور سب نے لاچار ہو کر یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ کوئی باقاعدہ لائق تعبیر سچا خواب نہیں جس کی تعبیر ہو سکے۔ یہ تو یونہی پریشان خواب' مخلوط خیالات اور فضول توہمات کا خاکہ ہے اس کی تعبیر ہم نہیں جانتے۔ اس وقت شاہی ساقی کو حضرت یوسف یاد آ گئے کہ وہ تعبیر کے پورے ماہر ہیں۔ اس علم میں ان کو کافی مہارت ہے۔ یہ وہی شخص ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ جیل خانہ بھگت رہا تھا یہ بھی اور اس کا ایک اور ساتھی بھی۔ اسی سے حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا تھا کہ بادشاہ کے پاس میرا ذکر بھی کرنا۔ لیکن اسے شیطان نے بھلا دیا تھا۔ آج مدت مدید کے بعد اسے یاد آ گیا اور اس نے سب کے سامنے کہا اگر آپ کو اس کی تعبیر سننے کا شوق ہے اور وہ بھی صحیح تعبیر تو مجھے اجازت دو۔ یوسف صدیق علیہ السلام جو قید خانے میں ہیں' ان کے پاس جاؤں اور ان سے دریافت کر آؤں۔ سب نے اسے منظور کیا اور اسے اللہ کے محترم نبی ﷺ کے پاس بھیجا۔ ((اُمَّۃ)) کی دوسری قرأت اُمَہٍ بھی ہے۔ اس کے معنی بھول کے ہیں۔ یعنی بھول جانے کے بعد اسے حضرت یوسف علیہ السلام کا فرمان یاد آیا۔ دربار سے اجازت لے کر یہ چلا۔ قید خانے پہنچ کر اللہ کے نبی ابن نبی ابن نبی ابن نبی علیہم السلام سے کہا کہ اے نرے سچے یوسف علیہ السلام! بادشاہ نے اس طرح کا ایک خواب دیکھا ہے۔ اسے تعبیر کا اشتیاق ہے۔ تمام دربار بھرا ہوا ہے۔ سب کی نگاہیں لگیں ہوئیں۔ آپ مجھے تعبیر بتلا دیں تو میں جا کر انہیں سناؤں اور سب معلوم کر لیں۔ آپ نے نہ تو اسے کوئی ملامت کی کہ تو اب تک مجھے بھولے رہا۔ باوجود میرے کہنے کے تو نے آج تک بادشاہ سے میرا ذکر بھی نہ کیا۔ نہ اس امر کی درخواست کی کہ مجھے جیل خانے سے آزاد کیا جائے بلکہ بغیر کسی الزام دینے کے خواب کی پوری تعبیر سنا دی۔ اور ساتھ ہی تدبیر بھی بتا دی۔

فرمایا کہ سات فربہ گایوں سے مراد یہ ہے کہ سات سال تک برابر ضرورت کے مطابق بارش برستی رہے گی۔ خوب تر سالی ہو گی۔ غلے کھیت باغات خوب پھلیں گے۔ یہی مراد سات ہری بالیوں سے ہے۔ گائیں بیل ہی

ہلوں میں جتتے ہیں ان سے زمین پر کھیتی کی جاتی ہے۔ اب ترکیب بھی بتلا دی کہ ان سات برسوں میں جو اناج غلہ نکلے۔ اسے بطور ذخیرے کے جمع کر لینا۔ اور رکھنا بھی بالوں اور خوشوں سمیت تا کہ سڑے گلے نہیں خراب نہ ہو۔ ہاں اپنی کھانے کی ضرورت کے مطابق اس میں سے لے لینا۔ لیکن خیال رہے کہ ذرا سا بھی زیادہ نہ لیا جائے صرف حاجت کے مطابق ہی نکالا جائے۔ ان سات برسوں کے گزرتے ہی اب جو قحط سالیاں شروع ہوں گی وہ برابر سات سال تک متواتر رہیں گی۔ نہ بارش برسے گی نہ پیداوار ہوگی۔ یہی مراد سات دبلی گایوں اور خشک خوشوں سے ہے کہ ان سات برسوں میں وہ جمع شدہ ذخیرہ تم کھاتے پیتے رہو گے۔ یاد رکھنا ان میں کوئی غلہ کھیتی نہ ہوگی۔ وہ جمع کردہ ذخیرہ ہی کام آئے گا۔ تم دانے بوؤ گے لیکن پیداوار کچھ بھی نہ ہوگی۔ آپ نے خواب کی پوری تعبیر دے کر ساتھ ہی یہ خوشخبری بھی سنا دی کہ ان سات خشک سالیوں کے بعد جو سال آئے گا وہ برکتوں والا ہوگا۔ خوب بارشیں برسیں گی خوب غلے اور کھیتیاں ہوں گی۔ ریل پیل ہو جائے گی۔ اور تنگی دور ہو جائے گی۔ اور لوگ حسب عادت زیتون وغیرہ کا تیل نکالیں گے۔ اور حسب عادت انگور کا شیرہ نچوڑیں گے۔ اور جانوروں کے تھن دودھ سے لبریز ہو جائیں گے کہ خود دودھ نکالیں اور پئیں۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ۝۵۰ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْۗءٍ ۭ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۡ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۵۱ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّىْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَاۗىِٕنِيْنَ ۝۵۲

بادشاہ کہنے لگا یوسف کو میرے پاس لاؤ' جب قاصد یوسف کے پاس پہنچا تو اس نے کہا اپنے بادشاہ کے پاس واپس جا اور اس سے پوچھ کہ ان عورتوں کا حقیقی واقعہ کیا ہے؟ جنہوں اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے ان کے حیلے کو صحیح طور پر جاننے والا میرا پروردگار ہی ہے ○ بادشاہ نے پوچھا کہ اے عورتو! اس وقت کا صحیح واقعہ کیا ہے جب تم داؤ گھات کر کے یوسف کو اس کی دلی منشا سے بہکانا چاہتی تھیں' انہوں نے صاف جواب دیا کہ معاذ اللہ ہم نے تو یوسف میں کوئی برائی نہیں پائی' پھر تو عزیز کی بیوی بول اٹھی کہ اب تو سچی بات نکھر آئی فی الواقع میں ہی اسے اس کے نفس کی حفاظت کی جانب سے ورغلا رہی تھی اور کوئی شک نہیں واقعی یوسف سچے لوگوں میں ہے ○ اس تمام بات سے غرض یہ تھی کہ عزیز کو معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی پیٹھ پیچھے اس کی کوئی خیانت نہیں کی تھی اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ دغا بازوں کے ہتھکنڈے چلنے نہیں دیتا ○

یوسف علیہ السلام کی جیل سے باعزت آزادی: خواب کی تعبیر معلوم کر کے جب قاصد پلٹا اور اس نے بادشاہ کو تمام حقیقت سے مطلع کیا۔ تو بادشاہ کو اپنے خواب کی تعبیر پر یقین آ گیا۔ ساتھ ہی اسے بھی معلوم ہو گیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام بڑے ہی عالم فاضل شخص ہیں۔ خواب کی تعبیر میں تو آپ کو کمال حاصل ہے۔ ساتھ ہی اعلیٰ اخلاق

والے حسن تدبیر والے اور خلق اللہ کا نفع چاہنے والے اور محض بے طمع شخص ہیں۔ اب اسے شوق ہوا کہ خود آپ سے ملاقات کرے۔ اسی وقت حکم دیا کہ جاؤ حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل خانے سے آزاد کر کے میرے پاس لے آؤ۔ دوبارہ قاصد آپ کے پاس آیا اور بادشاہ کا پیغام پہنچایا تو آپ نے فرمایا میں یہاں سے نہ نکلوں گا جب تک کہ شاہ مصر اور اس کے درباری اور اہل مصر یہ نہ معلوم کر لیں کہ میرا قصور کیا تھا؟ عزیز کی بیوی کی نسبت جو بات مجھ سے منسوب کی گئی ہے اس میں سچ کہاں تک ہے؟ اب تک میرا قید خانہ بھگتنا واقعی کسی حقیقت کی بنا پر تھا؟ یا ظلم و زیادتی کی بنا پر؟ تم اپنے بادشاہ کے پاس واپس جا کر میرا یہ پیغام پہنچاؤ کہ وہ اس واقعہ کی پوری تحقیق کریں۔ حدیث شریف میں بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے اس صبر کی اور آپ کی اس شرافت وفضیلت کی تعریف آئی ہے۔ بخاری و مسلم وغیرہ میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ شک کے حقدار ہم بہ نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بہت زیادہ ہیں جب کہ انہوں نے فرمایا تھا میرے رب مجھے اپنا مردوں کا زندہ کرنا مع کیفیت دکھا [1] (یعنی جب ہم اللہ کی قدرت میں شک نہیں کرتے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کیسے شک کر سکتے تھے؟ پس آپ کی یہ طلب از روئے مزید اطمینان کے تھی کہ نہ از روئے شک۔ چنانچہ خود قرآن میں ہے کہ آپ نے فرمایا یہ میرے اطمینان دل کے لئے ہے) اللہ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم کرے وہ کسی زور آور جماعت یا مضبوط قلعہ کی پناہ میں آنا چاہنے لگے۔ اور سنو! اگر میں یوسف علیہ السلام کے برابر جیل خانہ بھگتے ہوئے ہوتا اور پھر قاصد میری رہائی کا پیغام لاتا تو میں تو اسی وقت جیل خانے سے آزادی منظور کر لیتا۔ [2] مسند احمد میں اسی آیت فاضلہ کی تفسیر میں منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں ہوتا تو اسی وقت قاصد کی بات مان لیتا اور کوئی عذر تلاش نہ کرتا۔ [3] مسند عبدالرزاق میں ہے آپ فرماتے ہیں واللہ! مجھے حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر وکرم پر رہ رہ کر تعجب آتا ہے اللہ اسے بخشے۔ دیکھو تو سہی بادشاہ نے خواب دیکھا ہے وہ تعبیر کے لئے مضطرب ہے قاصد آ کر آپ سے تعبیر پوچھتا ہے آپ فوراً بغیر کسی شرط کے بتا دیتے ہیں۔ اگر میں ہوتا تو جب تک جیل خانے سے اپنی رہائی نہ کرا لیتا ہرگز نہ بتلاتا۔ مجھے حضرت

---

[1] [سورۃ البقرہ: آیت ۲۶۰]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء : باب قوله ونبيهم عن ضيف ابراهيم (۳۳۷۲) و کتاب التفسير (۴۵۳۷۔ ۴۶۹۴) صحيح مسلم : كتاب الايمان : باب زيادة طمانية القلب (۱۵۱۔ ۲۳۸) ابن ماجه : كتاب الفتن : باب الصبر على البلاء (۴۰۲۶) مسند احمد (۳۲۶/۲)]

[3] [حسن : مسند احمد (۳۸۹/۲) تفسير ابن جرير الطبرى (۱۹۴۰۱/۱۶) تفسير ابن ابى حاتم (۱۱۶۸۵/۷) مجمع الزوائد (۴۳/۷) الدر المنثور للسيوطى (۴۲/۴) مستدرك حاكم (۳۴۶/۲)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں محمد بن عمرو راوی ہے اور وہ حسن الحدیث ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۸۵۰۴)] شیخ البانیؒ بھی اسے حسن کہتے ہیں [السلسلة الصحيحة (۳۱۵۰)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

یوسف ﷺ کے صبر وکرم پر تعجب معلوم ہو رہا ہے اللہ انہیں بخشے کہ جب ان کے پاس قاصد ان کی رہائی کا پیغام لے کر پہنچتا ہے تو آپ فرماتے ہیں ابھی نہیں جب تک کہ میری پاکیزگی، پاک دامنی اور بے قصوری سب پر تحقیق سے کھل نہ جائے۔ اگر میں انکی جگہ ہوتا تو دوڑ کر دروازے پر پہنچتا یہ روایت مرسل ہے۔

اب بادشاہ نے تحقیق کرنی شروع کی ان عورتوں کو جنہیں عزیز کی بیوی نے اپنے ہاں دعوت پر جمع کیا تھا اور خود اسے بھی دربار میں بلوایا۔ پھر ان تمام عورتوں سے پوچھا کہ ضیافت والے دن کیا گزری تھی؟ سب بیان کرو۔ انہوں نے جواب دیا کہ حاشا اللہ یوسف پر کوئی الزام نہیں اس پر بے سروپا تہمت ہے۔ واللہ! ہم خوب جانتی ہیں کہ یوسف میں کوئی بدی نہیں۔ اس وقت عزیز کی بیوی خود بول اٹھی کہ اب حق ظاہر ہو گیا واقعہ کھل گیا۔ حقیقت نکھر آئی مجھے خود اس امر کا اقرار ہے کہ واقعی میں نے ہی اسے پھنسانا چاہا تھا۔ اس نے جو بروقت کہا تھا کہ یہ عورت مجھے پھسلا رہی تھی اس میں وہ بالکل سچا ہے۔

میں اس کا اقرار کرتی ہوں اور اپنا قصور آپ بیان کرتی ہوں تا کہ میرے خاوند بھی یہ بات جان لیں کہ میں نے اس کی کوئی خیانت دراصل نہیں کی۔ یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی کی وجہ سے کوئی شر اور برائی مجھ سے ظہور میں نہیں آئی۔ بدکاری سے اللہ تعالیٰ نے مجھے بچائے رکھا۔ میرے اس اقرار سے اور واقعہ کے کھل جانے سے صاف ظاہر ہے اور میرے خاوند جان سکتے ہیں کہ میں برائی میں مبتلا نہیں ہوئی۔ یہ بالکل سچ ہے کہ خیانت کرنے والوں کی مکاریوں کو اللہ تعالیٰ فروغ نہیں دیتا۔ ان کی دغا بازی کوئی پھل نہیں لاتی۔

الحمد للہ اللہ کے فضل وکرم اور اس کے لطف ورحم سے بارہویں پارے کی تفسیر ختم ہوئی، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔



وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٥٣﴾

میں اپنے نفس کی پاکیزگی بیان نہیں کرتی' بے شک نفس تو برائی پر ابھارنے والا ہے ہی مگر یہ کہ میرا پروردگار ہی اپنا رحم کرے یقیناً میرا پالنے والا بڑی بخشش کرنے والا اور بہت مہربانی فرمانے والا ہے ○

عزیز مصر کی بیوی کہہ رہی ہے کہ میں اپنی پاکیزگی بیان نہیں کر رہی اپنے آپ کو نہیں سراہتی۔ نفس انسانی تمناؤں اور بری باتوں کا مخزن ہے۔ اس میں ایسے جذبات اور شوق اچھلتے رہتے ہیں۔ وہ برائیوں پر ابھارتا رہتا ہے۔ اس کے پھندے میں پھنس کر میں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا۔ مگر جسے اللہ چاہے نفس کی برائی سے محفوظ رکھ لیتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ بڑا غفور ورحیم ہے۔ بخشش کرنا' معافی دینا اس کی ابدی اور لازمی صفت ہے۔ یہ قول عزیز مصر کی عورت کا ہی ہے۔ یہی بیان زیادہ مشہور ہے اور زیادہ لائق ہے اور واقعہ کے بیان سے بھی مناسب ہے۔ اور کلام کے معنی کے ساتھ بھی زیادہ موافق ہے۔ امام ماوردی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں اسے وارد کیا ہے۔ اور علامہ ابو العباس حضرت امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے تو اسے ایک مستقل تصنیف میں بیان فرمایا ہے اور اس کی تائید کی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ قول حضرت یوسف علیہ السلام کا ہے۔ ((لِيَعْلَمَ)) سے اس دوسری آیت کے ختم تک انہی کا فرمان ہے۔ ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہم نے تو صرف یہی ایک قول نقل کیا ہے۔ چنانچہ ابن جریر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بادشاہ نے عورتوں کو جمع کر کے جب ان سے پوچھا کہ کیا تم نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بہلایا پھسلایا تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ حاشا اللہ ہم نے اس میں کوئی برائی نہیں دیکھی۔ اس وقت عزیز مصر کی بیوی نے اقرار کیا کہ واقعی حق تو یہی ہے۔ تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا یہ سب اس لئے تھا کہ میری امانت داری کا یقین ہو جائے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ سے فرمایا وہ دن بھی یاد ہے؟ کہ آپ نے کچھ ارادہ کر لیا تھا؟ تب آپ نے فرمایا میں اپنے نفس کی براءت تو نہیں کر رہا؟ بے شک نفس برائیوں کا حکم دیتا ہے۔ [1] الغرض ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ کلام حضرت یوسف علیہ السلام کا ہے۔ لیکن پہلا قول یعنی اس کلام کا عزیز کی عورت کا کلام ہونا ہی زیادہ قوی اور زیادہ ظاہر ہے۔ اس لئے کہ اوپر سے انہی کا کلام چلا آ رہا ہے جو بادشاہ کے سامنے سب کی موجودگی میں ہو رہا تھا۔ اس وقت تو حضرت یوسف علیہ السلام وہاں موجود ہی نہ تھے۔ اس تمام قصے کے کھل جانے کے بعد بادشاہ نے آپ کو بلوایا۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ﴿٥٤﴾ قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰي خَزَاۗىِٕنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّىْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ﴿٥٥﴾

بادشاہ نے کہا اسے میرے پاس لاؤ تاکہ میں اسے اپنے خاص ذاتی کاموں کے لئے مقرر کر لوں' پھر جب اس سے بات

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۷/۲۳۷)]

چیت کی تو کہنے لگا کہ تو تو ہمارے ہاں آج سے ذی عزت اور امانت دار ہے ○ یوسف نے کہا آپ مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیجئے' میں حفاظت کرنے والا اور باخبر ہوں ○

جب بادشاہ کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کی بے گناہی کھل گئی تو خوش ہو کر کہا کہ انہیں میرے پاس بلالاؤ کہ میں انہیں اپنے خاص مشیروں میں کرلوں۔ چنانچہ آپ تشریف لائے۔ جب وہ آپ سے ملا' آپ کی صورت دیکھی۔ آپ کی باتیں سنیں' آپ کے اخلاق دیکھے تو دل سے گرویدہ ہو گیا اور بے ساختہ زبان سے نکل گیا کہ آج سے آپ ہمارے ہاں معزز اور معتبر ہیں۔ اس وقت آپ نے ایک خدمت اپنے لئے پسند فرمائی اور اس کی اہلیت ظاہر کی۔ انسان کو یہ جائز ہے کہ جب وہ انجان لوگوں میں ہو تو اپنی قابلیت بوقت ضرورت بیان کر دے۔ اس خواب کی بناء پر جس کی تعبیر آپ نے دی تھی۔ آپ نے یہی آرزو کی کہ زمین کی پیداوار غلہ وغیرہ جو جمع کیا جاتا ہے اس پر مجھے مقرر کیا جائے تاکہ میں محافظت کروں نیز اپنے علم کے مطابق عمل کر سکوں تاکہ رعایا کو قحط سالی کی مصیبت کے وقت قدرے عافیت مل سکے۔ بادشاہ کے دل پر تو آپ کی امانت داری' سچائی' سلیقہ مندی' اور کامل علم کا سکہ بیٹھ چکا تھا اسی وقت اس نے درخواست کو منظور کر لیا۔

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِى الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ۭ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٥٦﴾ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿٥٧﴾ ع

اس طرح ہم نے یوسف کو ملک کا قبضہ دے دیا' کہ وہ جہاں کہیں چاہے رہے سہے' ہم جسے چاہیں اپنی رحمت پہنچا دیتے ہیں ہم نیک کاروں کا ثواب ضائع نہیں کرتے ○ یقیناً ایمانداروں اور پرہیزگاروں کا اخروی اجر بہت ہی بہتر ہے ○

زمین مصر میں یوں حضرت یوسف علیہ السلام کی ترقی ہوئی کہ اب ان کے اختیار میں تھا کہ جس طرح چاہیں تصرف کریں۔ جہاں چاہیں مکانات تعمیر کریں۔ جیل کی تنہائی اور قید کو دیکھئے اور اب اس اختیار اور آزادی کو دیکھئے۔ سچ ہے رب جسے چاہے اپنی رحمت کا جتنا حصہ چاہے دے۔ صابروں کا صبر پھل لا کر ہی رہتا ہے۔ بھائیوں کا دکھ سہا' اللہ کی نافرمانی سے بچنے کے لئے عزیز مصر کی عورت سے بگاڑ لی اور قید خانے کی مصیبتیں برداشت کیں۔ پس رحمت الٰہی کا ہاتھ بڑھا اور صبر کا اجر ملا۔ نیک کاروں کی نیکیاں کبھی ضائع نہیں جاتیں۔ پھر ایسے باایمان تقویٰ والے آخرت میں بڑے درجے اور اعلیٰ ثواب پاتے ہیں۔ یہاں یہ ملا۔ وہاں کے ملنے کی کچھ نہ پوچھئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں بھی قرآن میں آیا ہے کہ یہ دنیا کی دولت وسلطنت ہم نے تجھے اپنے احسان سے دی ہے اور قیامت کے دن بھی تیرے لیے ہمارے ہاں اچھی مہمانی ہے۔ [1] الغرض شاہ مصر ریان بن ولید نے

---

[1] [سورۃ ص: آیت ۳۹، ۴۰]

سلطنت مصر کی وزارت آپ کو دی‘ پہلے اس عہدے پر اس عورت کا خاوند تھا۔ جس نے آپ کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا‘ اسی نے آپ کو خرید لیا تھا آخر شاہ مصر آپ کے ہاتھ پر ایمان لایا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ آپ کے خریدنے والے کا نام اطفیر تھا۔ یہ انہی دنوں میں انتقال کر گیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے اس کی زوجہ راعیل سے حضرت یوسف علیہ السلام کا نکاح کر دیا۔ جب آپ ان سے ملے تو فرمایا کہو کیا یہ تمہارے اس ارادے سے بہتر نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ اے صدیق! مجھے ملامت نہ کیجئے آپ کو معلوم ہے کہ میں حسن و خوبصورتی والی دھن دولت والی عورت تھی میرے خاوند مردمی سے محروم تھے وہ مجھ سے مل ہی نہیں سکتے تھے۔ ادھر آپ کو قدرت نے جس فیاضی سے دولت حسن کے ساتھ مالا مال کیا ہے وہ بھی ظاہر ہے۔ پس مجھے اب ملامت نہ کیجئے۔ کہتے ہیں کہ واقعی حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں کنواری پایا۔ پھر ان کے بطن سے آپ کو دو لڑکے ہوئے افرائیم اور میشا۔ افرائیم کے ہاں نون پیدا ہوئے جو حضرت یوشع کے والد ہیں اور رحمت نامی صاحبزادی ہوئی جو حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی ہیں۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عزیز کی بیوی راستے میں کھڑی تھیں جو حضرت یوسف علیہ السلام کی سواری نکلی تو بے ساختہ ان کے منہ سے نکل گیا کہ الحمدللہ اللہ کی شان کے قربان جس نے اپنی فرمانبرداری کی وجہ سے غلاموں کو بادشاہی پر پہنچایا اور اپنی نافرمانی کی وجہ سے بادشاہوں کو غلامی پر لا اتارا۔

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۵۹﴾ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۲﴾

یوسف علیہ السلام کے بھائی آئے اور یوسف کے پاس گئے تو اس نے انہیں پہچان لیا اور انہوں نے اسے نہ پہچانا○ جب انہیں ان کا اسباب مہیا کر دیا تو کہا تم میرے پاس اپنے بھائی کو بھی لانا جو تمہارے باپ سے ہے کیا تم نے دیکھا نہیں کہ میں نے ناپ بھی پورا دیا اور میں ہوں بھی بہترین میزبانی کرنے والوں میں سے○ پس اگر تم اسے میرے پاس نہ لائے تو میری طرف سے تمہیں کوئی ناپ نہ ملے گا بلکہ تم میرے قریب بھی نہ پھٹکنا○ انہوں نے کہا اچھا ہم اس کے باپ سے اس کی بابت بات چیت کرنے کی کوشش پوری کریں گے○ اپنے خدمتگاروں سے کہا کہ ان کی پونجیاں انہی کی بوریوں میں رکھ دو کہ جب یہ لوٹ کر اپنے اہل وعیال میں جائیں اور پونجیوں کو پہچان لیں تو بہت ممکن ہے کہ یہ پھر لوٹ کر آئیں○

کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے وزیر مصر بن کر سات سال تک غلے اور اناج کو بہترین طور پر جمع کیا۔ اس کے بعد جب عام قحط سالی شروع ہوئی اور لوگ ایک ایک دانے کو ترسنے لگے تو آپ نے محتاجوں کو دینا شروع کیا۔ یہ قحط علاقہ مصر سے نکل کر کنعان وغیرہ شہروں میں بھی پھیل گیا تھا۔ آپ ہر بیرونی شخص کو اونٹ بھر کر غلہ عطا

فرمایا کرتے تھے۔اور خود آپ کا لشکر بلکہ خود بادشاہ بھی دن میں صرف ایک ہی مرتبہ دوپہر کے وقت ایک آدھ نوالہ کھالیتے تھے اور اہل مصر کو پیٹ بھر کر کھلاتے تھے پس اس زمانے میں یہ بات ایک رحمت رب تھی۔ یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے پہلے سال مال کے بدلے غلہ بیچا۔ دوسرے سال سامان اسباب کے بدلے' تیسرے سال بھی اور چوتھے سال بھی۔ پھر خود لوگوں کی جان اوران کی اولاد کے بدلے۔ پس خود لوگ' ان کے بچے اوران کی کل ملکیت اور مال کے آپ مالک بن گئے۔ لیکن اس کے بعد آپ نے سب کو آزاد کر دیا اوران کے مال بھی ان کے حوالے کر دیئے۔ یہ روایت بنواسرائیل کی ہے جسے ہم سچ جھوٹ نہیں کہہ سکتے۔ یہاں یہ بیان ہو رہا ہے کہ ان آنے والوں میں برادران یوسف بھی تھے۔ جو باپ کے حکم سے آئے تھے۔ انہیں معلوم ہوا تھا کہ عزیز مصر مال متاع کے بدلے غلہ دیتے ہیں تو آپ نے اپنے دس بیٹوں کو یہاں بھیجا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے سگے بھائی بنیامین کو جو آپ کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کے نزدیک بہت ہی پیارے تھے اپنے پاس روک لیا۔ جب یہ قافلہ اللہ کے نبی علیہ السلام کے پاس پہنچا تو آپ نے یک نگاہ سب کو پہچان لیا لیکن ان میں سے ایک بھی آپ کو نہ پہچان سکا۔ اس لئے کہ آپ ان سے بچپن میں ہی جدا ہو گئے تھے۔ بھائیوں نے آپ کو سوداگروں کے ہاتھ بیچ ڈالا تھا۔ انہیں کیا خبر تھی کہ پھر کیا ہوا۔ اور یہ ذہن میں بھی نہ آ سکتا تھا وہ بچہ جسے بحیثیت غلام بیچا تھا۔ آج وہی عزیز مصر بن کر بیٹھا ہے۔ ادھر حضرت یوسف علیہ السلام نے طرز گفتگو بھی ایسا اختیار کیا کہ انہیں وہم بھی نہ ہو۔ ان سے پوچھا کہ تم لوگ میرے ملک میں کیسے آ گئے؟ انہوں نے کہا یہ سن کر کہ آپ غلہ عطا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے تو شک ہے کہ کہیں تم جاسوس نہ ہو؟ انہوں نے کہا معاذ اللہ! ہم جاسوس نہیں۔ فرمایا تم رہنے والے کہاں کے ہو؟ کہا کنعان کے اور ہمارے والد صاحب کا نام یعقوب نبی اللہ علیہ السلام ہے۔ آپ نے پوچھا تمہارے سوا ان کے لڑکے اور بھی ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں ہم بارہ بھائی تھے۔ ہم میں جو سب سے چھوٹا تھا اور ہمارے باپ کی آنکھوں کا تارا تھا وہ ہلاک ہو گیا۔ اسی کا ایک بھائی اور ہے۔ اسے باپ نے ہمارے ساتھ نہیں بھیجا بلکہ اسے اپنے پاس ہی روک لیا ہے کہ اس سے ذرا آپ کو اطمینان اور تسلی رہے۔ ان باتوں کے بعد آپ نے حکم دیا کہ انہیں سرکاری مہمان سمجھا جائے اور ہر طرح خاطر مدارات کی جائے اور اچھی جگہ ٹھہرایا جائے۔

اب جب انہیں غلہ دیا جانے لگا اوران کے تھیلے بھر دیئے گئے اور جتنے جانور ان کے ساتھ تھے' وہ جتنا غلہ اٹھا سکتے تھے بھر دیا تو فرمایا دیکھو اپنی صداقت کے اظہار کے لئے اپنے اس بھائی کو جسے تم اس مرتبہ اپنے ساتھ نہیں لائے اب اگر آؤ تو لیتے آنا دیکھو میں نے تم سے اچھا سلوک کیا ہے اور تمہاری بڑی خاطر تواضع کی ہے۔ اس طرح رغبت دلا کر پھر دھمکا بھی دیا کہ اگر دوبارہ کے آنے میں اسے ساتھ نہ لائے تو میں تمہیں ایک دانہ اناج کا نہ دوں گا بلکہ تمہیں نزدیک بھی نہ آنے دوں گا۔ انہوں نے وعدے کئے کہ ہم انہیں کہہ سن کر لالچ دکھا کر پوری کوشش کریں گے کہ اپنے بھائی کو بھی لائیں تا کہ بادشاہ کے سامنے ہم جھوٹے نہ پڑیں۔ سدی رحمہ اللہ تو کہتے ہیں کہ آپ نے ان سے رہن رکھ لیا کہ جب اسے لاؤ گے تو یہ پاؤ گے۔ لیکن یہ بات کچھ جی کو لگتی نہیں اس لئے کہ آپ نے تو انہیں

واپسی کی بڑی رغبت دلائی اور بہت کچھ تمنا ظاہر کی۔ جب بھائی کوچ کی تیاریاں کرنے لگے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے چالاک چاکروں سے اشارہ کیا کہ جو اسباب یہ لائے تھے اور جس کے عوض انہوں نے ہم سے غلہ لیا ہے وہ بھی انہیں واپس کر دو لیکن اس خوبصورتی سے کہ انہیں معلوم تک نہ ہو۔ ان کے کجاووں اور بوروں میں ان کی تمام چیزیں رکھ دو۔ ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ آپ کو خیال ہوا کہ اب گھر میں کیا ہوگا جسے لے کر یہ غلہ لینے کیلئے آئیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے اپنے باپ اور بھائی سے اناج کا کچھ معاوضہ لینا مناسب نہ سمجھا ہو اور یہ بھی قرین قیاس ہے کہ آپ نے یہ خیال فرمایا ہو کہ جب یہ اپنا اسباب کھولیں گے اور یہ چیزیں اس میں پائیں گے تو ضروری ہے کہ ہماری یہ چیزیں ہمیں واپس دینے کو آئیں گے تو اس بہانے ہی بھائی سے ملاقات ہو جائے گی۔

فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ۭ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۠ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝

جب یہ لوگ لوٹ کر اپنے والد کے پاس گئے تو کہنے لگے ابا جی ہم سے تو غلہ کا پیمانہ روک لیا گیا اب آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو بھیجئے کہ ہم پیمانہ بھر کر لائیں ہم اس کی نگہبانی کے ذمہ دار ہیں ○ کہا کہ مجھے تو اس کی بابت بھی تمہارا بس ویسا اعتبار ہے جیسے اس سے پہلے اس کے بھائی کے بارے میں تھا، پس اللہ ہی بہترین حافظ ہے اور ہے بھی سب مہربانوں سے بڑا مہربان ○

بیان ہو رہا ہے کہ باپ کے پاس پہنچ کر انہوں نے کہا کہ اب ہمیں تو غلہ مل نہیں سکتا تاوقتیکہ آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو نہ بھیجیں اگر انہیں ساتھ کر دیں تو البتہ مل سکتا ہے آپ بے فکر رہئے ہم آپ اس کی نگہبانی کر لیں گے ((نَكْتَل)) کی دوسری قرات ((يُكْتَل)) بھی ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ بس وہی تم ان کے ساتھ کرو گے، جو اس سے پہلے ان کے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ کر چکے ہو کہ یہاں سے لے گئے اور یہاں پہنچ کر کوئی بات بنا دی۔ ((حَافِظًا)) کی دوسری قراءت ((حِفْظًا)) بھی ہے آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی بہترین نگہبان ہے اور ہے بھی وہ ارحم الراحمین میرے بڑھاپے پر، میری کمزوری پر وہ رحم فرمائے گا اور جو غم مجھے اپنے بچے کا ہے وہ دور کر دے گا۔ مجھے اس کی پاک ذات سے امید ہے کہ وہ میرے یوسف علیہ السلام کو مجھ سے پھر ملا دے گا اور میری پراگندگی کو دور کر دے گا۔ اس پر کوئی مشکل نہیں وہ اپنے بندوں سے اپنے رحم و کرم کو نہیں روکتا۔

وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ۭ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ۭ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ۭ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ۝ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰي مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ۝

جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا تو انہوں نے اپنا سرمایہ موجود پایا جوان کی جانب لوٹا دیا گیا تھا' کہنے لگے اے ہمارے باپ' ہمیں اور کیا چاہئے' دیکھئے تو یہ ہمارا سرمایہ بھی' ہمیں واپس لوٹا دیا گیا ہے' ہم اپنے خاندان کو رسد لا دیں گے اور اپنے بھائی کی نگرانی رکھیں گے اور ایک اونٹ کا پیمانہ زیادہ لائیں گے۔ یہ ناپ تو بہت آسان ہے○ یعقوب نے کہا میں تو اسے ہرگز ہرگز تمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا جب تک کہ تم اللہ کو بیچ میں رکھ کر مجھے قول قرار نہ دو کہ تم اسے میرے پاس پہنچا دو گے بجز اس ایک صورت کے کہ تم سب گرفتار کر لئے جاؤ۔ جب انہوں نے پکا قول قرار دے دیا تو اس نے کہا ہم جو کچھ کہتے ہیں اللہ اس پر نگہبان ہے○

یوسف علیہ السلام کے بھائی دوبارہ ان کے پاس: یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ بھائیوں کی واپسی کے وقت اللہ کے نبی نے ان کا مال ومتاع' ان کے اسباب کے ساتھ پوشیدہ طور پر واپس کر دیا تھا۔ یہاں گھر پہنچ کر انہوں نے کجاوے کھولے اور اسباب علیحدہ علیحدہ کیا تو سب اپنی چیزیں جوں توں واپس شدہ پائیں تو اپنے والد سے کہنے لگے لیجئے اب آپ کو اور کیا چاہئے۔ اصل تک تو عزیز مصر نے ہمیں واپس کر دی ہے اور بدلے کا غلہ پورا پورا دے دیا ہے۔ اب تو بھائی صاحب کو ضرور ہمارے ساتھ کر دیجئے تو ہم اپنے خاندان کے لئے غلہ بھی لائیں گے اور بھائی کی وجہ سے ایک اونٹ کا بوجھ اور بھی مل جائے گا کیونکہ عزیز مصر ہر شخص کو ایک اونٹ کا بوجھ ہی دیتے ہیں۔ اور آپ کو انہیں ہمارے ساتھ کرنے میں تأمل کیوں ہے؟ ہم اس کی دیکھ بھال اور نگہداشت پوری کریں گے۔ یہ ناپ بہت ہی آسان ہے یہ تھا کلام کا تتمہ اور کلام کو اچھا کرنا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام ان تمام باتوں کے جواب میں فرماتے ہیں کہ جب تک تم حلفیہ اقرار نہ کرو کہ اپنے بھائی کو اپنے ہمراہ مجھ تک واپس پہنچاؤ گے میں اسے تمہارے ساتھ بھیجوں گا نہیں۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ اللہ نہ کرے تم سب ہی گھر جاؤ اور چھوٹ نہ سکو۔ چنانچہ بیٹوں نے اللہ کو بیچ میں رکھ کر مضبوط عہد و پیمان کیا۔ اب حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ فرما کر کہ ہماری اس گفتگو کا اللہ وکیل ہے۔ اپنے پیارے بچے کو ان کے ساتھ کر دیا۔ اس لئے کہ قحط کے مارے غلے کی ضرورت تھی اور بغیر بھیجے چارہ نہ تھا۔

وَ قَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَاۤ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾

اور کہنے لگے اے میرے بچو تم سب ایک دروازے سے نہ جانا بلکہ کئی ایک دروازوں میں سے جدا جدا طور پر داخل ہونا' میں اللہ کی طرف سے آنے والی کسی چیز کو تم سے ٹال نہیں سکتا حکم صرف اللہ کا چلتا ہے' میرا کامل بھروسہ اسی پر ہے اور ہر ایک بھروسہ کرنے والے کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے○ جب وہ انہی راستوں میں سے جن کا حکم ان کے والد نے انہیں دیا تھا گئے' کچھ نہ تھا کہ اللہ نے جو بات مقرر کر دی ہے وہ اس سے انہیں ذرا بھی بچا لے ہاں یعقوب نے اپنے ضمیر کے ایک خطرے کو

سرانجام دے دیا' وہ ہمارے سکھلائے ہوئے علم کا عالم تھا لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ○

گھر سے نکلتے وقت یعقوب علیہ السلام کی بیٹوں کو نصیحت: چونکہ اللہ کے نبی حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے بچوں پر نظر لگ جانے کا کھٹکا تھا کیونکہ وہ سب اچھے' خوبصورت' تنومند' طاقتور' مضبوط' دیدہ رو نوجوان تھے اس لئے بوقت رخصت ان سے فرماتے ہیں کہ پیارے بچو تم سب شہر کے ایک ہی دروازے سے شہر میں نہ جانا بلکہ مختلف دروازوں سے ایک ایک دو دو کر کے جانا۔ نظر کا لگ جانا حق ہے۔ گھوڑ سوار کو یہ گرا دیتی ہے۔ پھر ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ یہ میں جانتا ہوں اور میرا ایمان ہے کہ تدبیر تقدیر میں ہیر پھیری نہیں کر سکتی۔ اللہ کی قضا کو کوئی شخص کسی تدبیر سے بدل نہیں سکتا۔ اللہ کا چاہا پورا ہو کر ہی رہتا ہے۔ حکم اسی کا چلتا ہے۔ کون ہے جو اس کے ارادے کو بدل سکے؟ اس کی قضا کو لوٹا سکے؟ میرا بھروسہ اسی پر ہے اور مجھ پر ہی کیا موقوف ہے۔ ہر ایک توکل کرنے والے کو اسی پر توکل کرنا چاہئے۔ چنانچہ بیٹوں نے باپ کی فرماں برداری کی اور اسی طرح کئی ایک دروازوں میں بٹ گئے اور شہر میں پہنچے۔ اس طرح وہ اللہ کی قضا کو لوٹا تو نہیں سکتے تھے ہاں حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایک ظاہری تدبیر پوری کی کہ اس سے وہ نظر بد سے بچ جائیں۔ وہ ذی علم تھے' الہامی علم ان کے پاس تھا۔ [1] ہاں اکثر لوگ ان باتوں کو نہیں جانتے۔

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْۤ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَىٕسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٩﴾

یہ سب جب یوسف کے پاس پہنچ گئے تو اس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس بٹھا لیا اور کہا میں تیرا بھائی (یوسف) ہوں پس یہ جو کچھ کرتے رہے اس کا کچھ رنج نہ کر ○

بنیامین جو حضرت یوسف علیہ السلام کے سگے بھائی تھے انہیں لے کر آپ کے اور بھائی جب مصر پہنچے آپ نے اپنے سرکاری مہمان خانے میں ٹھہرایا۔ بڑی عزت تکریم کی اور صلہ اور انعام واکرام دیا۔ اپنے بھائی سے تنہائی میں فرمایا کہ میں تیرا بھائی یوسف ہوں اللہ نے مجھ پر انعام واکرام فرمایا' اب تمہیں چاہئے کہ بھائیوں نے جو سلوک میرے ساتھ کیا ہے' اس کا رنج نہ کرو اور اس حقیقت کو بھی ان پر نہ کھولو میں کوشش میں ہوں کسی نہ کسی طرح تمہیں اپنے پاس روک لوں۔

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴿٧٠﴾ قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ﴿٧١﴾ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ﴿٧٢﴾

پھر جب انہیں ان کا سامان اسباب ٹھیک ٹھیک کر کے دیا تو اپنے بھائی کے اسباب میں پانی پینے کا پیالہ رکھ دیا' پھر

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۵۰/۷)]

ایک آواز دینے والے نے پکار کر کہا اے قافلہ والو! تم لوگ تو چور ہو○ انہوں نے ان کی طرف منہ پھیر کر کہا تمہاری کیا چیز کھوئی گئی ہے؟○ جواب دیا کہ شاہی جام گم ہے جو اسے لے آئے اسے ایک اونٹ کے بوجھ کا غلہ ملے گا اس وعدے کا میں ضامن ہوں○

بنیامین کو اپنے پاس رکھنے کے لیے بہانہ: جب آپ اپنے بھائیوں کو حسب عادت ایک ایک اونٹ غلے کا دینے لگے اور ان کا اسباب لدنے لگے تو اپنے چالاک ملازموں سے چپکے سے اشارہ کر دیا کہ چاندی کا شاہی کٹورا بنیامین کے اسباب میں چپکے سے رکھ دیں۔ بعض نے کہا ہے یہ کٹورا سونے کا تھا۔ اسی میں پانی پیا جاتا تھا اور اسی سے غلہ بھر کر دیا جاتا تھا بلکہ ویسا ہی پیالہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بھی تھا۔ پس آپ کے ملازمین نے ہوشیاری سے وہ پیالہ آپ کے بھائی حضرت بنیامین کی خورجی میں رکھ دیا۔ جب یہ چلنے لگے تو سنا کہ پیچھے سے منادی ندا کرتا آ رہا ہے کہ اے قافلہ والو تم چور ہو۔ ان کے کان کھڑے ہوئے' رک گئے' ادھر متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ آپ کی کیا چیز کھوئی ہوئی ہے؟ جواب ملا شاہی پیمانہ جس سے اناج ناپا جاتا تھا' سنو شاہی اعلان ہے کہ اس کے ڈھونڈ لانے والے کو ایک بوجھ غلہ ملے گا اور میں خود ضامن ہوں۔

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۶﴾

انہوں نے کہا اللہ کی قسم تم کو خوب علم ہے کہ ہم ملک میں فساد پھیلانے کے لئے نہیں آئے اور نہ ہم چور ہیں○ انہوں نے کہا اچھا چور کی کیا سزا ہے اگر تم جھوٹے ہو○ جواب دیا کہ اس کی سزا یہی ہے کہ جس کے اسباب میں سے پایا جائے وہی اس کا بدلہ ہے' ہم تو ایسے ظالموں کو یہی سزا دیا کرتے ہیں○ پس یوسف نے ان کی خرجیوں کی تلاش شروع کی اپنے بھائی کی خرجی کی تلاش سے پہلے پھر اس جام کو اپنے بھائی کے تھیلے سے نکالا' ہم نے یوسف کے لئے اسی طرح یہ تدبیر کی' اس بادشاہ کے انصاف کی رو سے یہ اپنے بھائی کو نہ لے سکتا تھا مگر یہ کہ منظور اللہ ہو' ہم جس کے چاہیں درجے بلند کر دیں' ہر ذی علم سے فوقیت رکھنے والا دوسرا ذی علم موجود ہے○

بھائیوں نے قسمیں کھا کر صفائی پیش کی: اپنے اوپر چوری کی تہمت سن کر برادران یوسف کے کان کھڑے ہوئے اور کہنے لگے تم ہمیں جان چکے ہو ہمارے عادات و خصائل سے واقف ہو چکے ہو ہم ایسے نہیں کہ کوئی فساد اٹھائیں ہم ایسے نہیں ہیں کہ چوریاں کرتے پھریں۔ شاہی ملازموں نے کہا اچھا اگر جام و پیمانے کا چور تم میں سے

ہی کوئی ہو اور تم جھوٹے پڑو تو اس کی سزا کیا ہونی چاہئے؟ جواب دیا کہ دین ابراہیمی کے مطابق اس کی سزا یہ ہے کہ وہ اس شخص کے سپرد کر دیا جائے' جس کا مال اس نے چرایا ہے' ہماری شریعت میں یہی فیصلہ ہے۔ اب حضرت یوسف علیہ السلام کا مطلب پورا ہو گیا۔ آپ نے حکم دیا کہ ان کی تلاشی لی جائے چنانچہ بھائیوں کے اسباب کی تلاشی لی' حالانکہ معلوم تھا کہ ان کی خورجیاں خالی ہیں لیکن صرف اس لئے کہ انہیں اور دوسرے لوگوں کو کوئی شبہ نہ ہو آپ نے یہ کام کیا۔ جب بھائیوں کی تلاشی ہو چکی اور جام نہ ملا تو اب بنیامین کے اسباب کی تلاشی شروع ہوئی چونکہ ان کے اسباب میں رکھوایا تھا اس لئے اس میں سے ہی نکلنا تھا۔ نکلتے ہی حکم دیا کہ انہیں روک لیا جائے۔ یہ تھی وہ ترکیب جو جناب باری نے اپنی حکمت اور حضرت یوسف علیہ السلام کی اور بنیامین وغیرہ کی مصلحت کے لئے حضرت یوسف صدیق علیہ السلام کو سکھائی تھی۔ کیونکہ شاہ مصر کے قانون کے مطابق تو باوجود چور ہونے کے بنیامین کو حضرت یوسف علیہ السلام اپنے پاس نہیں رکھ سکتے تھے لیکن چونکہ بھائی خود یہی فیصلہ کر چکے تھے' اس لئے یہی فیصلہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جاری کر دیا۔ آپ کو معلوم تھا کہ شرع ابراہیمی کا فیصلہ چور کی بابت کیا ہے۔ اس لئے بھائیوں سے پہلے ہی منوالیا تھا۔ جس کے درجے اللہ بڑھانا چاہے' بڑھا دیتا ہے۔ جیسے فرمان ہے تم میں سے ایمانداروں کے درجے ہم بلند کریں گے۔ [1] ہر عالم سے بالا کوئی اور عالم بھی ہے یہاں تک کہ اللہ سب سے بڑا عالم ہے۔ اسی سے علم کی ابتدا ہے اور اسی کی طرف انتہا ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قراءت میں ﴿فَوْقَ كُلِّ عَالِمٍ عَلِيْمٌ﴾ ہے۔

قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿۷۷﴾

کہنے لگے کہ اگر اس نے چوری کی تو اس کا بھائی بھی پہلے چوری کر چکا ہے' یوسف نے اس بات کو اپنے دل میں رکھ لیا اور ان کے سامنے بالکل ظاہر نہ کیا' کہا تم گھٹیا درجے کے ہو' اور جو تم بیان کرتے ہو اسے اللہ ہی خوب جانتا ہے○

بھائی کے تھیلے میں سے جام کا نکلنا دیکھ کر بات بنا دی کہ دیکھو اس نے چوری کی تھی اور یہی کیا اس کے بھائی یوسف نے بھی ایک مرتبہ اس سے پہلے چوری کر لی تھی۔ وہ واقعہ یہ تھا کہ اپنے نانا کا بت چپکے سے اٹھا لائے تھے اور اسے توڑ دیا تھا۔ یہ بھی مروی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی ایک بڑی بہن تھیں' جن کے پاس اپنے والد حضرت اسحاق علیہ السلام کا ایک کمر پٹہ تھا جو خاندان کے بڑے آدمی کے پاس رہا کرتا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام پیدا ہوتے ہی اپنی پھوپھی صاحبہ کی پرورش میں تھے۔ انہیں حضرت یوسف علیہ السلام سے کمال درجے کی محبت تھی۔ جب آپ کچھ بڑے ہو گئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے آپ کو لے جانا چاہا۔ بہن صاحبہ کو درخواست کی۔ لیکن بہن نے جدائی کو ناقابل برداشت بیان کر کے انکار کر دیا۔ ادھر آپ کے والد صاحب حضرت یعقوب علیہ السلام کے شوق کی بھی انتہا نہ تھی' سر ہو گئے۔ آخر بہن صاحبہ نے فرمایا اچھا کچھ دنوں رہنے دو پھر لے جانا۔ اسی اثناء میں ایک دن انہوں نے وہی کمر پٹہ حضرت یوسف علیہ السلام کے کپڑوں کے نیچے چھپا دیا' پھر تلاش شروع

[1] [سورۃ المجادلہ: آیت ۱۱]

کی۔ گھر بھر چھان مارا، نہ ملا، شور مچا، آخر یہ ٹھہری کہ گھر میں جو ہیں، ان کی تلاشیاں لی جائیں۔ تلاشیاں لی گئیں۔ کسی کے پاس ہو تو نکلے آخر حضرت یوسف علیہ السلام کی تلاشی لی گئی، ان کے پاس سے برآمد ہوا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو خبر دی گئی۔ اور ملت ابراہیمی کے قانون کے مطابق آپ اپنی پھوپھی کی تحویل میں کر دیئے گئے۔ اور پھوپھی نے اس طرح اپنے شوق کو پورا کیا۔ انتقال کے وقت تک حضرت یوسف علیہ السلام کو نہ چھوڑا۔ اسی بات کا طعنہ آج بھائی دے رہے ہیں۔ جس کے جواب میں حضرت یوسف علیہ السلام نے چپکے سے اپنے دل میں کہا کہ تم بڑے خانہ خراب لوگ ہو اس کے بھائی کی چوری کا حال اللہ خوب جانتا ہے۔

قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَیْخًا كَبِیْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا
نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا
عِنْدَهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۝

رکوع ۹

کہنے لگے کہ اے عزیز مصر اس کے والد بہت بڑی عمر کے بالکل بوڑھے شخص ہیں آپ اس کے بدلے ہم میں سے کسی کو لے لیجئے، ہم دیکھتے ہیں کہ آپ بڑے محسن شخص ہیں ○ یوسف نے کہا کہ ہم نے جس کے پاس اپنی چیز پائی ہے اس کے سوا دوسرے کی گرفتاری کرنے سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں ایسا کرنے سے تو یقیناً ہم ناانصاف ہو جائیں گے ○

عزیز مصر کو بوڑھے والد کا حال سنایا: جب بنیامین کے پاس سے شاہی مال برآمد ہوا اور ان کے اپنے اقرار کے مطابق وہ شاہی قید میں ٹھہر چکے تو اب انہیں رنج ہونے لگا۔ عزیز مصر کو پرچانے لگے اور اسے رحم دلانے کے لئے کہا کہ ان کے والد ان کے بڑے ہی دلدادہ ہیں۔ ضعیف اور بوڑھے شخص ہیں۔ ان کا ایک سگا بھائی پہلے ہی گم ہو چکا ہے۔ جس کے صدمے سے وہ پہلے ہی سے چور ہیں اب جو یہ سنیں گے تو ڈر ہے کہ زندہ نہ بچ سکیں۔ آپ ہم میں سے کسی کو ان کے قائم مقام اپنے پاس رکھ لیں اور اسے چھوڑ دیں آپ بڑے محسن ہیں، اتنی عرض ہماری قبول فرمالیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب دیا کہ بھلا یہ سنگدلی اور ظلم کیسے ہو سکتا ہے کہ کرے کوئی بھرے کوئی۔ چور کو روکا جائے گا نہ کہ شاہ کو نا کردہ گناہ کو سزا دینا اور گنہگار کو چھوڑ دینا یہ تو صریح ناانصافی اور بدسلوکی ہے۔

فَلَمَّا اسْتَیْــٴَـسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِیًّا ؕ قَالَ كَبِیْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنَّ اَبَاكُمْ
قَدْ اَخَذَ عَلَیْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَ مِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِیْ یُوْسُفَ ۚ فَلَنْ
اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى یَاْذَنَ لِیْۤ اَبِیْۤ اَوْ یَحْكُمَ اللّٰهُ لِیْ ۚ وَ هُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ ۝
اِرْجِعُوْۤا اِلٰۤى اَبِیْكُمْ فَقُوْلُوْا یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَ مَا شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا
عَلِمْنَا وَ مَا كُنَّا لِلْغَیْبِ حٰفِظِیْنَ ۝ وَ سْــٴَـلِ الْقَرْیَةَ الَّتِیْ كُنَّا فِیْهَا وَ الْعِیْرَ
الَّتِیْۤ اَقْبَلْنَا فِیْهَا ؕ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝

جب یہ اس سے مایوس ہو گئے تو تنہائی میں بیٹھ کر مشورہ کرنے لگے' ان میں سے جو سب سے بڑا تھا اس نے کہا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے والد نے تم سے اللہ کو بیچ میں رکھ کر پختہ قول اقرار لیا ہے اور اس سے پہلے یوسف کے بارے میں تم زبردست قصور کر چکے ہو' پس میں تو اس سرزمین سے نہ ٹلوں گا جب تک کہ والد خود مجھے اجازت نہ دیں یا اللہ تعالیٰ میرا یہ معاملہ فیصل کر دے' وہی بہترین حاکم ہے ○ تم سب والد صاحب کی خدمت میں واپس جاؤ' اور کہو کہ اباجی آپ کے صاحبزادے نے چوری کی' اور ہم نے وہی گواہی دی تھی جو ہم جانتے تھے ہم کچھ غیب کی حفاظت کرنے والے تو نہ تھے۔ آپ اس شہر کے لوگوں سے دریافت فرما لیں جہاں ہم تھے اور اس قافلہ سے بھی پوچھ لیں جس کے ساتھ ہم آئے ہیں واللہ ہم بالکل سچے ہیں ○

بھائیوں کی مایوسی اور پریشانی: جب برادران یوسف اپنے بھائی کے چھٹکارے سے مایوس ہو گئے' انہیں اس بات نے شش و پنج میں ڈال دیا کہ ہم والد سے سخت عہد و پیمان کر کے آئے ہیں کہ بنیامین کو آپ کے حضور میں پہنچا دیں گے۔ اب یہاں سے یہ کسی طرح چھوٹ نہیں سکتے۔ الزام ثابت ہو چکا ہماری اپنی قرارداد کے مطابق وہ شاہی قیدی ٹھہر چکے اب بتاؤ کیا کیا جائے اس آپس کے مشورے میں بڑے بھائی نے اپنا خیال ان لفظوں میں ظاہر کیا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اس زبردست ٹھوس وعدے کے بعد جو ہم اباجان سے کر کے آئے ہیں' اب انہیں منہ دکھانے کے قابل تو نہیں رہے نہ یہ ہمارے بس کی بات ہے کہ کسی طرح بنیامین کو شاہی قید سے آزاد کر لیں پھر اس وقت ہمیں اپنا پہلا قصور اور نادم کر رہا ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں ہم سے اس سے پہلے سرزد ہو چکا ہے پس اب میں تو یہیں رک جاتا ہوں۔ یہاں تک کہ یا تو والد صاحب میرا قصور معاف فرما کر مجھے اپنے پاس حاضر ہونے کی اجازت دیں یا اللہ تعالیٰ مجھے کوئی فیصلہ سجھا دے کہ میں یا تو لڑ بھڑ کر اپنے بھائی کو لے جاؤں یا اللہ تعالیٰ کوئی اور صورت بنا دے۔ کہا گیا ہے کہ ان کا نام روبیل تھا یا یہودا تھا یہی تھے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جب اور بھائیوں نے قتل کرنا چاہا تھا انہوں نے روکا تھا۔ اب یہ اپنے اور بھائیوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ تم اباجی کے پاس جاؤ۔ انہیں حقیقت حال سے مطلع کرو۔ ان سے کہو کہ ہمیں کیا خبر تھی کہ یہ چوری کر لیں گے اور چوری کا مال ان کے پاس موجود ہے' ہم سے تو مسئلے کی صورت پوچھی گئی ہم نے بیان کر دی۔ آپ کو ہماری بات کا یقین نہ ہو تو اہل مصر سے دریافت فرما لیجئے جس قافلے کے ساتھ ہم آئے ہیں اس سے پوچھ لیجئے۔ کہ ہم نے صداقت' امانت' حفاظت میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ اور ہم جو کچھ عرض کر رہے ہیں' وہ بالکل راستی پر مبنی ہے۔

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۸۳﴾ وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰٓاَسَفٰى عَلٰي يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۸۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴿۸۵﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾

کہا یہ تو نہیں بلکہ تم نے اپنی طرف سے بات بنالی ہے' پس اب صبر ہی بہتر ہے' کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو میرے پاس ہی پہنچا دے' وہی علم و حکمت والا ہے ○ پھر ان سے منہ پھیر لیا اور کہنے لگا آہ یوسف! اس کی آنکھیں بوجہ رنج و غم کے سفید ہو چکی تھیں اور وہ غم کے مارے گھٹا جا رہا تھا ○ بیٹوں نے کہا واللہ تم تو ہمیشہ یوسف کی یاد ہی میں لگے رہو گے یہاں تک گھل جاؤ یا ختم ہی ہو جاؤ ○ اس نے کہا کہ میں تو اپنی پریشانی اور رنج کی فریاد اللہ ہی سے کر رہا ہوں مجھے اللہ سے طرف کی وہ باتیں معلوم ہیں جن سے تم سراسر بے خبر ہو ○

بنیامین کے متعلق سن کر یعقوب علیہ السلام کی پریشانی میں اضافہ: بھائیوں کی زبانی یہ خبر سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے وہی فرمایا جو اس سے پہلے اس وقت فرمایا تھا جب انہوں نے پیراہن یوسف خون آلودہ پیش کر کے اپنی گھڑی ہوئی کہانی سنائی تھی کہ صبر ہی بہتر ہے۔ آپ سمجھے کہ اسی کی طرح یہ بات بھی ان کی اپنی بنائی ہوئی ہے۔ بیٹوں سے یہ فرما کر اب اپنی امید ظاہر کی جو اللہ سے تھی کہ بہت ممکن ہے کہ بہت جلد اللہ تعالیٰ میرے تینوں بچوں کو مجھ سے ملا دے یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کو بنیامین کو اور آپ کے بڑے صاحبزادے روبیل کو جو مصر میں ٹھہر گئے تھے اس امید پر کہ اگر موقعہ لگ جائے تو بنیامین کو خفیہ طور پر نکال کر لے جائیں یا ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ حکم دے اور یہ اس کی رضا مندی کے ساتھ واپس لوٹیں۔ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ علیم ہے میری حالت کو خوب جان رہا ہے۔ حکیم ہے اس کی قضا و قدر اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اب آپ کے اس رنج نے پرانا رنج بھی تازہ کر دیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کی یاد دل میں چٹکیاں لینے لگی۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ((اِنَّا لِلّٰہِ)) الخ پڑھنے کی ہدایات صرف اسی امت کو کی گئی ہیں اس نعمت سے اگلی امتیں مع اپنے نبیوں کے محروم تھیں۔ دیکھئے حضرت یعقوب علیہ السلام بھی ایسے موقعہ پر ((یَا اَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ)) کہتے ہیں۔ آپ کی آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ غم نے آپ کو نابینا کر دیا تھا اور زبان خاموش تھی۔ مخلوق میں سے کسی سے شکایت و شکوہ نہیں کرتے تھے۔ غمگین اور اندوہ گین رہا کرتے تھے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کی کہ لوگ تجھ سے یہ کہہ کر دعا مانگتے ہیں کہ اے ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کے رب' تو تو ایسا کر کہ ان تین ناموں میں چوتھا نام میرا بھی شامل ہو جائے۔ جواب ملا کہ اے داؤد حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے اور صبر کیا۔ تیری آزمائش ابھی ایسی نہیں ہوئی۔ اسحاق علیہ السلام نے خود اپنی قربانی منظور کر لی اور اپنا گلا کٹوانے بیٹھ گئے۔ تجھ پر یہ بات بھی نہیں آئی۔ یعقوب علیہ السلام سے میں نے ان کے لخت جگر کو الگ کر دیا اس نے صبر کیا تیرے ساتھ یہ واقعہ بھی نہیں ہوا[1] یہ روایت مرسل ہے اور اس میں نکارت بھی ہے اس میں بیان ہوا ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسحاق علیہ السلام تھے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔ اس روایت کے راوی علی بن زید بن جدعان اکثر منکر اور غریب روایتیں بیان کر دیا کرتے تھے۔ واللہ اعلم۔ بہت ممکن ہے کہ احنف بن قیس رحمہ اللہ نے یہ روایت بنی اسرائیل سے لی ہو۔ جیسے کعب' وہب وغیرہ۔ واللہ اعلم

---

[1] [**ضعیف جدا:** تفسیر ابن ابی حاتم (۱۱۸۸۲/۷)] اس کی سند میں علی بن زید راوی ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس کی سند کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔]

بنی اسرائیل کی روایتوں میں یہ بھی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اس موقعہ پر جب کہ بنیامین قید میں تھے۔ ایک خط لکھا تھا جس میں انہیں رحم دلانے کے لئے لکھا تھا کہ ہم مصیبت زدہ لوگ ہیں۔ میرے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے۔ میرے والد حضرت اسحاق علیہ السلام ذبح کے ساتھ آزمائے گئے۔ میں خود فراق یوسف میں مبتلا ہوں۔ لیکن یہ روایت بھی سنداً ثابت نہیں۔ بچوں نے باپ کا یہ حال دیکھ کر انہیں سمجھانا شروع کر دیا کہ اباجی آپ تو اسی کی یاد میں اپنے آپ کو گھلا دیں گے بلکہ ہمیں تو ڈر ہے کہ اگر آپ کا یہی حال کچھ دنوں اور رہا تو کہیں زندگی سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے انہیں جواب دیا کہ میں تم سے تو کچھ نہیں کہہ رہا میں تو اپنے رب کے پاس اپنا دکھ رو رہا ہوں۔ اور اس کی ذات سے بہت امید رکھتا ہوں وہ بھلائیوں والا ہے۔ مجھے یوسف کا خواب یاد ہے، جس کی تعبیر ظاہر ہو کر رہے گی۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ایک مخلص دوست نے ایک مرتبہ آپ سے پوچھا کہ آپ کی بینائی کیسے جاتی رہی؟ اور آپ کی کمر کیسے کبڑی ہوگئی؟ آپ نے فرمایا یوسف کو رو رو کر آنکھیں کھو بیٹھا اور بنیامین کے صدمے نے کمر توڑ دی۔ اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کے بعد کہتا ہے کہ میری شکایتیں دوسروں کے سامنے کرنے سے آپ شرماتے نہیں؟ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اسی وقت فرمایا کہ میری پریشانی اور غم کی شکایت اللہ ہی کے سامنے ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا آپ کی شکایت کا اللہ کو خوب علم ہے۔ [1] یہ حدیث بھی غریب ہے اور اس میں بھی نکارت ہے۔

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝۸۷ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ۝۸۸

میرے پیارے بچو تم جاؤ اور یوسف کی اور اسکے بھائی کی تلاش کرو اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو یقیناً رحمت رب سے ناامید وہی ہوتے ہیں جو کافر ہوتے ہیں۔ پھر جب یہ لوگ یوسف کے پاس پہنچے تو کہنے لگے اے عزیز ہم اور ہمارا خاندان بڑی تکلیف میں ہے ہم حقیر پونجی لے کر آئے ہیں پس آپ ہم پر خیرات کیجئے، اللہ تعالیٰ خیرات کرنے والے کو بدلہ دیتا ہے ○

یعقوب علیہ السلام بیٹوں کو بھائیوں کی تلاش میں روانہ کرتے ہیں: حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کو حکم فرما رہے ہیں کہ تم ادھر ادھر جاؤ اور حضرت یوسف اور بنیامین کی تلاش کرو۔ عربی میں ((تَحَسَّسَ)) کا لفظ بھلائی کی جستجو

---

[1] [ضعیف : بیهقی فی شعب الایمان (۳/۳۴۰۳) مستدرك حاكم (۲/۳۴۸)] اس کی سند میں حفص بن عمر راوی ضعیف ہے۔ [المیزان (۲۱۵۶) لسان المیزان (۲/۲۸۹۰)]

کے لئے بولا جاتا ہے۔اور برائی کی ٹٹول کے لئے ((تَجَسَّسَ)) کا لفظ بولا جاتا ہے۔ساتھ میں فرماتے ہیں کہ اللہ کی ذات سے مایوس نہ ہونا چاہیے اس کی رحمت سے مایوس وہی ہوتے ہیں جن کے دلوں میں کفر ہوتا ہے۔تم تلاش بند نہ کرو' اللہ سے نیک امید رکھو اور اپنی کوشش جاری رکھو۔ چنانچہ یہ لوگ چلے' پھر مصر پہنچے' حضرت یوسف علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہوئے' وہاں اپنی خستہ حالی ظاہر کی کہ قحط سالی نے ہمارے خاندان کو ستا رکھا ہے۔ ہمارے پاس کچھ نہیں رہا' جس سے غلہ خریدتے اب ردی' واہی' ناقص' بے کار' کھوٹی اور قیمت نہ بننے والی کچھ یونہی سی رکھی رکھائی چیزیں لے کر آپ کے پاس آئے ہیں گو یہ بدلہ نہیں کہا جا سکتا نہ قیمت بنتی ہے لیکن تاہم ہماری خواہش ہے کہ آپ ہمیں وہی دیجئے جو سچی صحیح اور پوری قیمت پر دیا کرتے ہیں۔ ہمارے بوجھ بھر دیجئے' ہماری خورجیاں پر کر دیجئے' ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں ((فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ)) کے بدلے ((فَاَوْقِرْ رِكَابَنَا)) ہے یعنی ہمارے اونٹ غلے سے لاد دیجئے۔اور ہم پر صدقہ کیجئے ہمارے بھائی کو رہائی دیجئے۔ یا یہ مطلب ہے کہ یہ غلہ ہمیں ہمارے اس مال کے بدلے نہیں بلکہ بطور خیرات دیجئے۔ حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے سوال ہوتا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی کسی نبی پر صدقہ حرام ہوا ہے؟ تو آپ نے یہی آیت پڑھ کر استدلال کیا کہ نہیں ہوا۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ کیا کسی شخص کا اپنی دعا میں یہ کہنا مکروہ ہے کہ یا اللہ مجھ پر صدقہ کر۔ فرمایا ہاں اس لئے کہ صدقہ وہ کرتا ہے جو طالب ثواب ہو۔

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿٨٩﴾ قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ۭ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ ۡ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ۭ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٩٠﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِــــِٕيْنَ ﴿٩١﴾ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۭ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۡ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿٩٢﴾

یوسف نے کہا جانتے بھی ہو کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ اپنی جہالت کی حالت میں کیا کیا کیا؟○ انھوں نے پوچھا شاید تو ہی یوسف ہے' جواب دیا ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضل و کرم کیا' بات یہ ہے کہ جو شخص بھی پرہیزگاری اور صبر کرے تو اللہ تعالیٰ کسی نیک کار کا اجر ضائع نہیں کرتا○ انہوں نے کہا اللہ کی قسم اللہ نے تجھے ہم پر برتری دی ہے اور یہ بھی بالکل سچ ہے کہ ہم خطا کار تھے۔ جواب دیا کہ آج تم پر کوئی خفگی بھرا الزام نہیں ہے' اللہ تمہیں بخشے وہ سب مہربانوں سے بڑا مہربان ہے○

یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کی گفتگو: جب بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس عاجزی اور بے بسی کی حالت میں پہنچے اپنے تمام دکھ رونے لگے' اپنے والد اور اپنے گھر والوں کی مصیبتیں بیان کیں تو حضرت یوسف علیہ السلام کا دل بھر آیا نہ رہا گیا۔ اپنے سر سے تاج اتار دیا اور بھائیوں سے کہا کچھ اپنے کرتوت یاد بھی ہیں کہ تم نے یوسف کے ساتھ کیا کیا؟ اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا؟ وہ نری جہالت کا کرشمہ تھا اسی لئے بعض سلف فرماتے ہیں کہ اللہ کا

[1] بظاہر معلوم ہوتا ہر گنہگار جاہل ہے۔ قرآن فرماتا ہے ﴿ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ﴾ ہے کہ پہلی دو دفعہ کی ملاقات میں حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے آپ کو ظاہر کرنے کا حکم نہ تھا۔ اب حکم ہو گیا۔ آپ نے معاملہ صاف کر دیا۔ جب تکلیف بڑھ گئی، سختی زیادہ ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی اور کشادگی عطا فرما دی۔ جیسے ارشاد ہے کہ سختی کے ساتھ آسانی ہے یقیناً سختی کے ساتھ آسانی ہے۔ [2] بھائی چونک پڑے، کچھ اس وجہ سے کہ تاج اتارنے کے بعد پیشانی کی نشانی دیکھ لی اور کچھ اس قسم کے سوالات، کچھ حالات، کچھ اگلے واقعات سب سامنے آگئے۔ تاہم اپنا شک دور کرنے کے لئے پوچھا کہ کیا آپ ہی یوسف ہیں؟ آپ نے اس سوال کے جواب میں صاف کہہ دیا ہاں میں خود یوسف ہوں اور یہ میرا سگا بھائی ہے، اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضل و کرم کیا، بچھڑنے کے بعد ملا دیا، تفرقہ کے بعد اجتماع کر دیا، تقویٰ اور صبر رائیگاں نہیں جاتے۔ نیک کاری بے پھل لائے نہیں رہتی۔ اب تو بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی فضیلت اور بزرگی کا اقرار کیا کہ واقعی صورت سیرت دونوں اعتبار سے آپ ہم پر فوقیت رکھتے ہیں۔ ملک و مال کے اعتبار سے بھی اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دے رکھی ہے۔ اسی طرح بعض کے نزدیک نبوت کے اعتبار سے بھی کیونکہ یوسف نبی تھے اور یہ بھائی نبی نہ تھے۔ اس اقرار کے بعد خطا کاری کا بھی اقرار کیا۔ اسی وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا میں آج کے دن کے بعد سے تمہیں یہ خطا یاد بھی نہ دلاؤں گا، میں تمہیں کوئی ڈانٹ ڈپٹ کرنا نہیں چاہتا نہ تم پر الزام رکھتا ہوں نہ تم پر اظہار خفگی کرتا ہوں بلکہ میری دعا ہے کہ اللہ بھی تمہیں معاف فرمائے وہ ارحم الراحمین ہے۔ بھائیوں نے عذر پیش کیا، آپ نے قبول فرما لیا اللہ تمہاری پردہ پوشی کرے اور تم نے جو کیا ہے اسے بخش دے۔

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿۹۵﴾

الربع

میرا یہ کرتہ تم لے جاؤ، اور اسے میرے والد کے منہ پر ڈال دو کہ وہ دیکھنے لگیں اور آ جائیں، اور اپنے تمام خاندان کو میرے پاس لے آؤ○ جب یہ قافلہ جدا ہوا تو ان کے والد نے کہا کہ مجھے تو یوسف کی خوشبو آ رہی ہے اگر تم مجھے کم عقل نہ بناؤ○ وہ کہنے لگے کہ واللہ آپ تو اپنی اسی پرانی غلطی پر قائم ہیں○

چونکہ اللہ کے رسول حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے رنج و غم میں روتے روتے نابینا ہو گئے، اس لئے حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ میرا یہ کرتہ لے کر اپنے ابا کے پاس جاؤ، اسے ان کے منہ پر ڈالتے ہی ان شاء اللہ ان کی نگاہ روشن ہو جائے گی۔ پھر انہیں اور اپنے گھرانے کے تمام اور لوگوں کو یہیں میرے پاس لے آؤ۔ یہ قافلہ مصر سے نکلا، ادھر اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو پہنچا دی تو آپ نے اپنے

---

[1] [سورۃ النحل: آیت ۱۱۹]
[2] [سورۃ الانشراح: آیت ۵، ۶]

بچوں سے جو آپ کے پاس تھے فرمایا کہ مجھے تو میرے پیارے فرزند کی خوشبو آ رہی ہے۔ لیکن تم تو مجھے سترا بہترا کم عقل بڈھا سمجھ کر میری اس بات کو باور نہیں کرو گے۔ ابھی قافلہ کنعان سے آٹھ دن کے فاصلے پر تھا[1] جو بحکم الٰہ ہوا نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کے پیراہن کی خوشبو پہنچا دی۔ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی گمشدگی کی مدت اسّی سال کی گزر چکی تھی اور قافلہ اسّی (۸۰) فرسخ آپ سے دور تھا۔ لیکن بھائیوں نے کہا آپ تو یوسف کی محبت میں غلطی میں پڑے ہوئے ہیں نہ غم آپ کے دل میں سے دور ہو نہ آپ کو تسلی ہو۔ ان کا یہ کلمہ بڑا سخت تھا کسی لائق اولاد کو لائق نہیں کہ اپنے باپ سے یہ کہے نہ کسی امتی کو لائق ہے کہ اپنے نبی سے یہ کہے۔

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ ﴿۹۷﴾ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۹۸﴾

جب خوشخبری دینے والے نے پہنچ کر اس کے منہ پر وہ کرتہ ڈالا اسی وقت وہ پھر سے بینا ہو گیا' کہنے لگا کیا میں نہ کہا کرتا تھا کہ میں اللہ کی طرف کی وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ○ وہ کہنے لگے ابا جی آپ ہمارے لئے ہمارے گناہوں کی بخشش طلب کیجئے بے شک ہم قصوروار ہیں ○ کہا اچھا میں تمہارے لئے اپنے پروردگار سے بخشش مانگوں گا' وہ بہت بڑا بخشنے والا اور نہایت مہربانی کرنے والا ہے ○

کہتے ہیں کہ پیراہن یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑے صاحبزادے یہودا لائے تھے۔ اس لئے کہ انہوں نے ہی جھوٹ موٹ وہ کرتہ پیش کیا تھا۔ جسے خون آلودہ کر کے لائے تھے اور باپ کو یہ سمجھایا تھا یہ یوسف کا خون ہے' اب بدلے کے لئے یہ کرتہ بھی یہی لائے کہ برائی کے بدلے بھلائی ہو جائے بری خبر کے بدلے خوشخبری ہو جائے۔ آتے ہی باپ کے منہ پر ڈالا۔ اسی وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں کھل گئیں اور بچوں سے کہنے لگے دیکھو میں تو ہمیشہ تم سے کہا کرتا تھا کہ اللہ کی بعض وہ باتیں میں جانتا ہوں جن سے تم محض بے خبر ہو۔ میں تم سے کہا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے یوسف کو ضرور مجھ سے ملائے گا' ابھی تھوڑے دنوں کا ذکر ہے میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھے آج میرے یوسف کی خوشبو آ رہی ہے۔ بیٹے کہنے لگے ابا جی! آپ ہمارے لئے ہمارے گناہوں کی بخشش طلب کیجئے باپ جواب میں فرماتے ہیں کہ مجھے اس سے انکار نہیں اور مجھے اپنے رب سے یہ بھی امید ہے کہ وہ تمہاری خطائیں معاف فرما دے گا اس لئے کہ وہ بخششوں اور مہربانیوں والا ہے توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرما لیا کرتا ہے میں صبح سحری کے وقت تمہارے لئے استغفار کروں گا۔ ابن جریر میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے تو سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ اللہ تو نے پکارا' میں نے مان لیا تو نے حکم دیا میں بجا لایا' یہ سحر کا وقت ہے' پس تو مجھے بخش دے' آپ نے کان لگا کر غور کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر سے یہ آواز آ رہی ہے۔

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۷/۲۹٤)]

آپ نے ان سے پوچھا انہوں نے کہا یہی وہ وقت ہے جس کے لئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا کہ میں تمہارے لئے تھوڑی دیر بعد استغفار کروں گا۔ حدیث میں ہے کہ یہ رات جمعہ کی رات تھی۔ ابن جریر میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مراد اس سے یہ ہے کہ جمعہ کی رات آ جائے۔ (1) لیکن یہ حدیث غریب ہے۔ بلکہ اس کے مرفوع ہونے میں بھی کلام ہے۔ واللہ اعلم

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ۭ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۰۰﴾

جب یہ سارا گھرانہ یوسف کے پاس پہنچ گیا تو یوسف نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا کہ اللہ کو منظور ہے تو آپ سب امن وامان کے ساتھ مصر آ ؤ ○ اپنے تخت پر اپنے ماں باپ کو اونچا بٹھایا اور سب اس کے سامنے سجدے میں گر گئے تب کہا ابا جی یہ ہے میرے پہلے کے خواب کی تعبیر میرے رب نے اسے سچا کر دکھایا' اس نے میرے ساتھ بڑا احسان کیا ہے جب کہ مجھے جیل خانے سے نکالا اور تمہیں صحرا سے لے آیا۔ اس اختلاف کے بعد جو شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں ڈال دیا تھا' میرا رب جو چاہے اس کے لئے بہترین تدبیر کرنے والا ہے اور ہے بھی وہ بہت علم وحکمت والا ○

بھائیوں پر حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے آپ کو ظاہر کر کے فرمایا تھا کہ ابا جی کو اور گھر کے سب لوگوں کو یہیں لے آ ؤ۔ بھائیوں نے یہی کیا' اس بزرگ قافلے نے کنعان سے کوچ کیا جب مصر کے قریب پہنچے تو نبی اللہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے والد نبی اللہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے استقبال کے لئے چلے اور حکم شاہی سے شہر کے تمام امیر امراء اور ارکان دولت بھی آپ کے ساتھ تھے۔ یہ بھی مروی ہے کہ خود شاہ مصر بھی استقبال کے لئے شہر سے باہر آیا تھا۔ اس کے بعد جو جگہ دینے وغیرہ کا ذکر ہے اس کی بابت بعض مفسرین کا قول ہے کہ اس کی عبارت میں تقدیم وتاخیر ہے یعنی آپ نے ان سے فرمایا تم مصر میں چلو' انشاء اللہ پر امن اور بے خطر رہو گے اب شہر میں داخلے کے بعد آپ نے اپنے والدین کو اپنے پاس جگہ دی اور انہیں اونچے تخت پر بٹھایا۔ لیکن امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اس کی تردید کی ہے اور فرمایا ہے کہ اس میں سدی رحمہ اللہ کا قول بالکل ٹھیک ہے جب پہلے ہی ملاقات ہوئی تو آپ نے انہیں اپنے پاس کر لیا اور جب شہر کا دروازہ آیا تو فرمایا اب اطمینان کے ساتھ یہاں چلئے۔ لیکن اس میں بھی ایک بات رہ گئی ہے۔ اوی اصل میں منزل میں جگہ دینے کو کہتے ہیں جیسے ((اٰوٰی اِلَیْهِ اَخَاهُ)) میں ہے۔ اور حدیث میں بھی ہے

(1) [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۹۸۸۰، ۱۹۸۸۱)] اس میں ابن جریج راوی مدلس ہے۔]

((مَنْ اٰوٰی مُحْدِثًا)) ① پس کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس کا مطلب یہ بیان نہ کریں کہ ان کے آ جانے کے بعد انہیں جگہ دینے کے بعد آپ نے ان سے فرمایا کہ تم امن کے ساتھ مصر میں داخل ہو یعنی قحط وغیرہ کی مصیبتوں سے محفوظ ہو کر باآرام رہو سہو' مشہور ہے کہ اور جو قحط سالی کے سال باقی تھے' وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی تشریف آوری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے دور کر دیئے۔ جیسے کہ اہل مکہ کی قحط سالی سے تنگ آ کر ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے آپ سے شکایت کی اور بہت روئے پیٹے اور سفارش چاہی۔ ② عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کا پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا۔ اس وقت آپ کے والد صاحب کے ہمراہ آپ کی خالہ صاحبہ آئی تھیں۔ لیکن امام ابن جریر رحمہ اللہ اور امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کا قول ہے کہ آپ کی والدہ خود ہی زندہ موجود تھیں' ان کی موت پر کوئی صحیح دلیل نہیں اور قرآن کریم کے ظاہری الفاظ اس بات کو چاہتے ہیں کہ آپ کی والدہ ماجدہ زندہ موجود تھیں' یہی بات ٹھیک بھی ہے۔

آپ نے اپنے والدین کو اپنے ساتھ تخت شاہی پر بٹھالیا۔ اس وقت ماں باپ بھی اور گیارہ بھائی کل کے کل آپ کے سامنے سجدے میں گر پڑے۔ آپ نے فرمایا ابا جی لیجئے میرے خواب کی تعبیر ظاہر ہوگئی یہ ہیں گیارہ ستارے اور یہ ہیں سورج چاند جو میرے سامنے سجدے میں ہیں۔ ان کی شرع میں یہ چیز جائز تھی کہ بڑوں کو سلام کے ساتھ سجدہ کرتے تھے بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک یہ بات جائز ہی رہی لیکن اس ملت محمدیہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے کسی اور کے لئے سوائے اپنی ذات پاک کے سجدے کو مطلقاً حرام کر دیا۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسے اپنے لئے ہی مخصوص کر لیا۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ کے قول کا ماحصل مضمون یہی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ملک شام گئے' وہاں انہوں نے دیکھا کہ شامی لوگ اپنے بڑوں کو سجدے کرتے ہیں یہ جب لوٹے تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا' آپ نے پوچھا' معاذ! یہ کیا بات ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ میں نے اہل شام کو دیکھا کہ وہ اپنے بڑوں اور بزرگوں کو سجدہ کرتے ہیں تو آپ تو اس کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر میں کسی کو کسی کیلئے سجدے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاند کے سامنے سجدہ کرے۔ یہ سبب اس بہت بڑے حق کے جو اس پر ہے۔ ③ اور حدیث میں ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام کے ابتدائی زمانے میں راستے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر آپ کے سامنے سجدہ کیا تو آپ نے فرمایا سلمان مجھے سجدہ نہ کرو۔ سجدہ

---

① [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجزیة : باب اثم من عاهد ثم غدر (۳۱۷۹) صحیح مسلم : کتاب الحج : باب فضل المدینة ودعاء النبی فیها بالبرکة (۱۳۷۰)]

② [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاستسقاء : باب دعاء النبی اجعلها علیهم سنین کسنی یوسف (۱۰۰۷) صحیح مسلم : کتاب صفات المنافقین (۲۷۹۸) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب سورة الدخان (۳۲۵٤) مسند احمد (۱/۳۸۰)]

③ [صحیح : ابن ماجه : کتاب النکاح : باب حق الزوج علی المرأة (۱۸۵۳)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابن ماجه ، السلسلة الصحیحة (۱۲۰۳) ارواء الغلیل (۷/۵۵ - ٥٦)]

اس اللہ کو کرو جو ہمیشہ کی زندگی والا ہے جو کبھی نہ مرے گا۔ [1]

الغرض چونکہ اس شریعت میں جائز تھا اس لئے انہوں نے سجدہ کیا تو آپ نے فرمایا لیجئے ابا جی میرے خواب کا ظہور ہو گیا۔ میرے رب نے اسے سچا کر دکھایا۔ اس کا انجام ظاہر ہو گیا۔ چنانچہ اور آیت میں قیامت کے دن کے لئے بھی یہی لفظ بولا گیا ہے ﴿يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلُهُ﴾ [2] پس یہ بھی اللہ کا مجھ پر ایک احسان عظیم ہے کہ اس نے میرے خواب کو سچا کر دکھایا اور جو میں نے سوتے سوتے دیکھا تھا' الحمد للہ مجھے جاگتے میں بھی اس نے دکھا دیا۔ اور احسان اس کا یہ بھی ہے کہ اس نے مجھے قید خانے سے نجات دی اور تم سب کو صحرا سے یہاں لا کر مجھ سے ملا دیا۔ آپ چونکہ جانوروں کو پالنے والے تھے' اس لئے عموماً بادیہ میں ہی قیام رہتا تھا' فلسطین بھی شام کے جنگلوں میں ہے اکثر اوقات پڑاؤ رہا کرتا تھا۔ کہتے ہیں یہ اولاج میں حسمی کے نیچے رہا کرتے تھے اور مویشی پالتے تھے' اونٹ بکریاں وغیرہ ساتھ ہی رہتی تھیں۔ [3]

پھر فرماتے ہیں اس کے بعد کہ شیطان نے ہم میں پھوٹ ڈلوا دی تھی' اللہ تعالیٰ جس کام کا ارادہ کرتا ہے' اس کے ویسے ہی اسباب مہیا کر دیتا ہے اور اسے آسان اور سہل کر دیتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کی مصلحتوں کو خوب جانتا ہے اپنے افعال' اقوال' قضاء وقدر' مختار و مراد میں وہ باحکمت ہے۔ سلیمان کا قول ہے کہ خواب کے دیکھنے اور اس کی تاویل کے ظاہر ہونے میں چالیس سال کا وقفہ تھا۔ عبداللہ بن شداد فرماتے ہیں خواب کی تعبیر کے واقع ہونے میں اس سے زیادہ زمانہ لگتا بھی نہیں یہ آخری مدت ہے۔ [4] حضرت حسن رحمۃ اللہ سے روایت ہے کہ باپ بیٹے اسّی برس کے بعد ملے تم خیال تو کرو کہ زمین پر حضرت یعقوب علیہ السلام سے زیادہ اللہ کا کوئی محبوب بندہ نہ تھا۔ پھر بھی اتنی مدت انہیں فراق یوسف میں گزری' ہر وقت آنکھوں سے آنسو جاری رہتے اور دل میں غم کی موجیں اٹھتیں اور روایت میں ہے کہ یہ مدت تراسی سال کی تھی۔ فرماتے ہیں جب حضرت یوسف علیہ السلام کنویں میں ڈالے گئے اس وقت آپ کی عمر سترہ سال کی تھی۔ اسّی برس تک آپ باپ کی نظروں سے اوجھل رہے۔ پھر ملاقات کے بعد تیئیس برس زندہ رہے اور ایک سو بیس برس کی عمر میں انتقال کیا۔ بقول حضرت قتادہ رحمۃ اللہ ترپین (۵۳) برس کے بعد باپ بیٹا ملے۔ ایک قول ہے کہ اٹھارہ سال ایک دوسرے سے دور رہے اور ایک قول ہے کہ چالیس سال کی جدائی رہی اور پھر مصر میں باپ سے ملنے کے بعد سترہ سال زندہ رہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنو اسرائیل جب مصر پہنچے ہیں ان کی تعداد صرف تریسٹھ کی تھی اور جب یہاں سے نکلے ہیں اس وقت ان کی تعداد ایک لاکھ ستر ہزار کی تھی۔ مسروق کہتے ہیں آنے کے وقت یہ مع مرد وعورت تین سو نوے تھے۔ عبداللہ بن شداد کا قول ہے کہ جب یہ لوگ آئے کل چھیاسی تھے مرد وعورت بوڑھے بچے سب ملا کر اور جب نکلے ہیں ان کی گنتی چھ لاکھ سے اوپر اوپر تھی۔

---

[1] [جمع الجوامع للسيوطى (٨٧٧) الديلمى (٨٥١٠) كنز العمال (١٩٨٦٠)]

[2] [سورة الاعراف: آيت ٥٣]

[3] [تفسير ابن جرير الطبرى (٣٠٧/٧)]

[4] [تفسير ابن جرير الطبرى (٣٠٨/٧)]

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَ عَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۣ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۱﴾

اے میرے پروردگار تو نے مجھے ملک عطا فرمایا اور تو نے مجھے خواب کی تعبیر سکھائی' اے آسمان وزمین کے پیدا کرنے والے تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا والی اور کارساز ہے' تو مجھے مسلمان مار اور نیکوں میں ملا دے ○

نبوت مل چکی' بادشاہت عطا ہوگئی' دکھ کٹ گئے' ماں باپ اور بھائی سب سے ملاقات ہوگئی تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ جیسے یہ دنیوی نعمتیں تو نے مجھ پر پوری کی ہیں' ان نعمتوں کو آخرت میں پوری فرما' جب بھی موت آئے تو اسلام پر اور تیری فرمانبرداری پر آئے اور میں نیک لوگوں میں ملا دیا جاؤں اور نبیوں اور رسولوں علیہم السلام میں بہت ممکن ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی یہ دعا بوقت وفات ہو۔ جیسے کہ بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے کہ انتقال کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی اٹھائی اور یہ دعا کی کہ اے اللہ رفیق اعلیٰ میں ملا دے۔ تین مرتبہ آپ نے یہی دعا کی۔ [1] ہاں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی اس دعا کا مقصود یہ ہے کہ جب بھی وفات آئے اسلام پر آئے اور نیکوں میں مل جاؤں۔ یہ نہیں کہ اسی وقت آپ نے یہ دعا اپنی موت کے لئے کی ہو۔ اس کی بالکل وہی مثال ہے جو کوئی کسی کو دعا دیتے ہوئے کہتا ہے کہ اللہ تجھے اسلام پر موت دے۔ اس سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ ابھی ہی تجھے موت آجائے۔ یا جیسے ہم مانگتے ہیں کہ اللہ ہمیں تیرے دین پر ہی موت آئے یا ہماری یہی دعا کہ اللہ مجھے اسلام پر مار اور نیک کاروں میں ملا اور اگر یہی مراد ہو کہ واقعی آپ نے اسی وقت موت مانگی تو ممکن ہے کہ یہ بات اس شریعت میں جائز ہو۔ چنانچہ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جب آپ کے تمام کام بن گئے' آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں' ملک' مال' عزت' آبرو' خاندان' برادری' بادشاہت سب مل گئے تو آپ کو صالحین کی جماعت میں پہنچنے کا اشتیاق پیدا ہوا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کسی نبی نے سوائے حضرت یوسف علیہ السلام کے آپ سے پہلے موت طلب نہیں کی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہی سب سے پہلے اس دعا کے مانگنے والے ہیں' ممکن ہے اس سے مراد ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ ہو کہ اس دعا کو سب سے پہلے کرنے والے یعنی خاتمہ اسلام پر ہونے کی دعا کے سب سے پہلے مانگنے والے آپ ہی تھے۔ جیسے کہ یہ دعا ﴿رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ﴾ [2] سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام نے مانگی تھی۔ باوجود اس کے بھی اگر یہی کہا جائے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے موت کی ہی دعا کی تھی تو ہم کہتے ہیں ہوسکتا ہے کہ ان کے دین میں جائز ہو۔ ہمارے ہاں تو سخت ممنوع ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تم میں سے کوئی کسی سختی اور ضرر سے گھبرا کر موت کی آرزو نہ کرے اگر اسے ایسی ہی تمنا کرنی ضروری ہے تو یوں کہے اے اللہ جب تک میری حیات تیرے علم میں میرے لئے بہتر ہے' مجھے زندہ رکھ اور جب

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب مرض النبی ووفاته (٤٤٣٨) صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابة: باب من فضائل عائشه (٢٤٤٤)]

[2] [سورۃ نوح: آیت ٢٨]

تیرے علم میں میری موت میرے لئے بہتر ہو مجھے موت دے دے۔ (۱) بخاری و مسلم کی اسی حدیث میں ہے کہ تم میں سے کوئی کسی سختی کے نازل ہونے کی وجہ سے موت کی تمنا ہرگز نہ کرے اگر وہ نیک ہے تو اس کی زندگی اس کی نیکیاں بڑھائے گی اور اگر وہ بد ہے تو بہت ممکن ہے کہ زندگی میں کسی وقت توبہ کی توفیق ہو جائے بلکہ یوں کہے اے اللہ جب تک میرے لئے حیات بہتر ہے تو مجھے زندہ رکھ۔ (۲) مسند احمد میں ہے ہم ایک مرتبہ حضور ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے آپ نے ہمیں وعظ و نصیحت کی اور ہمارے دل گرمائے۔ اس وقت ہم میں سب سے زیادہ رونے والے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے روتے روتے ہی ان کی زبان سے نکل گیا کہ کاش کہ میں مرجاتا آپ نے فرمایا سعد! میرے سامنے موت کی تمنا کرتے ہو؟ تین مرتبہ یہی الفاظ دوہرائے پھر فرمایا اے سعد! اگر تو جنت کیلئے پیدا کیا گیا ہے تو جس قدر عمر بڑھے گی اور نیکیاں زیادہ ہوں گی تیرے حق میں بہتر ہے۔ (۳) مسند احمد میں ہے آپ فرماتے ہیں تم میں سے کوئی ہرگز ہرگز موت کی تمنا نہ کرے نہ اس کی دعا کرے اس سے پہلے کہ وہ آئے۔ ہاں اگر کوئی ایسا ہو کہ اسے اپنے اعمال کا وثوق اور ان پر یقین ہو۔ سنو تم میں سے جو مرتا ہے اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں مومن کے اعمال اس کی نیکیاں ہی بڑھاتے ہیں۔ (۴) یہ یاد رہے کہ یہ حکم اس مصیبت میں ہے جو دنیوی ہو اور اسی کی ذات کے متعلق ہو۔ لیکن اگر فتنہ مذہبی ہو مصیبت دینی ہو تو موت کا سوال جائز ہے۔ جیسے کہ فرعون کے جادوگروں نے اس وقت دعا کی تھی جب کہ فرعون انہیں قتل کی دھمکیاں دے رہا تھا۔ کہ اللہ ہم کو صبر عطا کر اور ہمیں اسلام کی حالت میں موت دے۔ (۵) اسی طرح حضرت مریم علیہا السلام جب دردِ زہ سے گھبرا کر کھجور کے تنے تلے گئیں تو بے ساختہ منہ سے نکل گیا کہ کاش کہ میں اس سے پہلے ہی مرگئی ہوتی اور آج تو لوگوں کی زبان سے بھلادی گئی ہوتی۔ (۶) یہ آپ نے اس وقت فرمایا جب معلوم ہوا کہ لوگ انہیں زنا کی تہمت لگا رہے ہیں اس لئے کہ آپ خاوند والی نہ تھیں اور حمل ٹھہر گیا تھا۔ پھر بچہ پیدا ہوا تھا اور دنیا نے شور مچایا کہ مریم بڑی بدعورت ہے نہ مار

---

(۱) [صحیح: مسند احمد (۳/۱۰۱)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے [الموسوعة الحديثية (۱۱۰٤۱)]

(۲) [صحیح: صحيح بخارى : كتاب الدعوات : باب الدعاء بالموت والحياة (٦٣٥١) صحيح مسلم كتاب الذكر والدعا : باب كراهة تمنى الموت (٢٦٨٠ ـ ٢٦٨٢) ابن ماجه : كتاب الزهد : باب ذكر الموت والاستعداد له (٤٢٦٥) ابوداؤد : كتاب الجنائز : باب فى كراهية تمنى الموت (٣١٠٨) نسائى : كتاب الجنائز : باب تمنى الموت (١٨٢٠) مسند احمد (٢/٥١٤)]

(۳) [ضعیف: مسند احمد (٥/٢٦٧) طبرانى كبير (٧٨٧٠)] اس کی سند میں علی بن یزید اور قاسم بن عبدالرحمٰن راوی ضعیف ہیں۔ [مجمع الزوائد (١٧٥٤٤)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔]

(۴) [صحیح بالشواهد: مسند احمد (٢/٣٥٠)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اسے صحیح کہتے ہیں۔]

(۵) [سورة الاعراف: آیت ١٢٦] (۶) [سورة مريم: آیت ٢٣]

بری نہ باپ بدکار۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی مخلصی کر دی اور آپ اپنے بندے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گہوارے میں زبان دی اور مخلوق کو زبردست معجزہ اور ظاہر نشان دکھا دیا۔

ایک حدیث میں ایک لمبی دعا کا ذکر ہے جس میں یہ جملہ بھی ہے کہ اللہ جب تو کسی قوم کے ساتھ فتنہ کا ارادہ کرے تو مجھے اس فتنے میں مبتلا کرنے سے پہلے ہی دنیا سے اٹھا لے۔ [1] حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دو چیزوں کو انسان اپنے دل میں برا جانتا ہے' موت کو برا جانتا ہے اور موت مومن کے لئے فتنے سے بہتر ہے۔ مال کی کمی کو انسان اپنے دل میں برائی خیال کرتا ہے حالانکہ مال کی کمی حساب کی کمی ہے [2] الغرض دینی فتنوں کے وقت طلب موت جائز ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے آخری زمانے میں جب دیکھا کہ لوگوں کی شرارتیں کسی طرح ختم نہیں ہوتیں اور کسی طرح اتفاق نصیب نہیں ہوتا تو دعا کی الٰہ العالمین مجھے اب تو اپنی طرف قبض کر لے۔ یہ لوگ مجھ سے اور میں ان سے تنگ آ چکا ہوں۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ پر بھی جب فتنوں کی زیادتی ہوئی اور دین کا سنبھالنا مشکل ہو پڑا اور امیر خراسان کے ساتھ بڑے معرکے پیش آئے تو آپ نے جناب باری سے دعا کی کہ اللہ اب مجھے اپنے پاس بلا لے۔ ایک حدیث میں ہے کہ فتنوں کے زمانوں میں انسان قبر کو دیکھ کر کہے گا کاش کہ میں اس جگہ ہوتا [3] کیونکہ فتنوں' بلاؤں' زلزلوں اور سختیوں نے ہر ایک مفتون کو فتنے میں ڈال رکھا ہوگا۔

ابن جریر میں ہے کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے ان بیٹوں کیلئے جن سے بہت سے قصور سرزد ہو چکے تھے۔ استغفار کیا اللہ تعالیٰ نے ان کا استغفار قبول کیا اور انہیں بخش دیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سارا خاندان مصر میں جمع ہو گیا تو برادران یوسف نے ایک روز آپس میں کہا کہ ہم نے اباجی کو جتنا ستایا ہے ظاہر ہے' ہم نے بھائی یوسف پر جو ظلم توڑے ہیں' ظاہر ہیں۔ اب گو یہ دونوں بزرگ ہمیں کچھ نہ کہیں اور ہماری خطا سے درگزر فرمائیں۔ لیکن کچھ خیال بھی ہے کہ اللہ کے ہاں ہماری کیسی درگت بنے گی؟ آخر یہ ٹھہری کہ آؤ اباجی کے پاس چلیں اور ان سے التجائیں کریں۔ چنانچہ سب مل کر آپ کے پاس آئے۔ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام بھی باپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' آتے ہی انہوں نے بیک زبان کہا کہ حضور ہم آپ کے پاس ایک اہم امر کیلئے آج آئے ہیں کہ اس سے پہلے کبھی ایسے اہم کام کیلئے آپ کے پاس نہیں آئے تھے' اباجی اور اے بھائی صاحب ہم اس وقت ایسی مصیبت میں مبتلا ہیں اور ہمارے دل اس وقت کپکپا رہے ہیں کہ آج سے پہلے ہماری ایسی حالت کبھی

---

[1] [صحیح : ترمذی : کتاب التفسیر : باب ومن سورة صٓ (۳۲۳۵) مسند احمد (۲۴۳/۵)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی ، مختصر العلو (۱۱۹)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد ،شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح : مسند احمد (۴۲۷/۵) بغوی فی شرح السنة (۴۰۶۶/۱۴) مجمع الزوائد (۲۰۷/۱۰)] شیخ البانیؒ نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔[الصحیحة (۸۱۳/۲)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس حدیث کو صحیح کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الفتن : باب لا تقوم الساعة حتی یغبط اهل القبور (۷۱۱۵)]

نہیں ہوئی۔ الغرض کچھ اس طرح نرمی اور لجاجت کی کہ دونوں بزرگوں کا دل بھر آیا ظاہر ہے کہ انبیاء کے دلوں میں تمام مخلوق سے زیادہ رحم اور نرمی ہوتی ہے۔ پوچھا کہ آخر تم کیا کہتے ہو اور ایسی تم پر کیا پتا پڑی ہے؟ سب نے کہا آپ کو خوب معلوم ہے کہ ہم نے آپ کو کس قدر ستایا' ہم نے بھائی پر کیسے ظلم وستم ڈھائے؟ دونوں نے کہا ہاں معلوم ہے پھر؟ کہا گیا یہ درست ہے کہ آپ دونوں نے ہماری تقصیر معاف فرمادی؟ کہا ہاں بالکل درست ہے۔ ہم دل سے معاف کر چکے۔ تب لڑکوں نے کہا' آپ کا معاف کر دینا بھی بے سود ہے۔ جب تک کہ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف نہ کر دے۔ پوچھا اچھا پھر مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ جواب دیا یہی کہ آپ ہمارے لئے اللہ سے بخشش طلب فرمائیں' یہاں تک کہ بذریعہ وحی آپ کو معلوم ہو جائے کہ اللہ نے ہمیں بخش دیا تو البتہ ہماری آنکھوں میں نور اور دل میں سرور آسکتا ہے ورنہ ہم تو دونوں جہاں سے گئے گزرے۔ اس وقت آپ کھڑے ہو گئے' قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے' بڑے خشوع وخضوع سے جناب باری میں گڑگڑا کر دعائیں شروع کیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام دعا کرتے تھے' حضرت یوسف علیہ السلام آمین کہتے تھے' کہتے ہیں کہ بیس سال تک دعا مقبول نہ ہوئی۔ آخر بیس سال تک جب کہ بھائیوں کا خون اللہ کے خوف سے خشک ہونے لگا' تب وحی آئی اور قبولیت دعا اور بخشش فرزندان کی بشارت سنائی گئی بلکہ یہ بھی فرمایا گیا کہ اللہ کا وعدہ ہے کہ تیرے بعد نبوت بھی انہیں ملے گی۔ [1] یہ قول حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ہے اور اس میں دو راوی ضعیف ہیں یزید رقاشی' صالح مری۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی موت کے وقت حضرت یوسف علیہ السلام کو وصیت کی کہ مجھے ابراہیم علیہ السلام کی جگہ میں دفن کرنا۔ چنانچہ بعد از انتقال آپ نے یہ وصیت پوری کی اور ملک شام کی زمین میں آپ کو آپ کے باپ دادا کے پاس دفن کیا۔ (علیھم الصلاۃ والسلام)

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ﴿١٠٢﴾ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٣﴾ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٤﴾

یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جس کی ہم تیری طرف وحی کر رہے ہیں' تو تو ان کے پاس نہ تھا جب کہ انہوں نے اپنی بات ٹھان لی تھی اور وہ فریب کرنے لگے تھے ○ گو تو لاکھ چاہے لیکن اکثر لوگ ایماندار نہ ہوں گے ○ تو ان سے اس پر کوئی اجرت طلب نہیں کر رہا' یہ تو تمام دنیا کے لئے نری نصیحت ہی ہے ○

حضرت یوسف علیہ السلام کا تمام وکمال قصہ بیان فرما کر کہ کس طرح بھائیوں نے ان کے ساتھ برائی کی اور کس طرح ان کی جان تلف کرنی چاہی اور اللہ نے انہیں کس طرح بچایا اور کس طرح اوج وترقی پر پہنچایا اب اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ یہ اور اس جیسی اور چیزیں سب ہماری طرف سے تمہیں دی جاتی ہیں تاکہ لوگ ان سے

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۳۰۹/۷)]

نصیحت حاصل کریں اور آپ کے مخالفین کی بھی آنکھیں کھلیں اور ان پر ہماری حجت قائم ہو جائے تو اس وقت ان کے پاس تھوڑے ہی تھا۔ جب وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ کھلا داؤ کر رہے تھے۔ کنویں میں ڈالنے کیلئے مستعد ہو گئے تھے۔ صرف ہمارے بتانے سکھانے سے تجھے یہ واقعات معلوم ہوئے۔ جیسے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے قصے کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد ہوا ہے کہ جب وہ قلمیں ڈال رہے تھے کہ مریم کو کون پالے تو اس وقت ان کے پاس نہ تھا۔ الخ۔ [1] حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں بھی اس قسم کا ارشاد فرمایا ہے کہ بجانب مغرب جب موسیٰ علیہ السلام کو ہم اپنی باتیں سمجھا رہے تھے تو وہاں نہ تھا۔ [2] اسی طرح اہل مدین کا معاملہ بھی تجھ سے پوشیدہ ہی تھا۔ ملاء اعلیٰ کی آپس کی گفتگو میں تو موجود نہ تھا۔ یہ سب ہماری طرف سے بذریعہ وحی تجھے بتایا گیا یہ کھلی دلیل ہے تیری رسالت و نبوت کی کہ گزشتہ واقعات تو اس طرح کھول کھول کر لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہے کہ گویا تو نے آپ بچشم خود دیکھے ہیں اور تیرے سامنے ہی گزرے ہیں۔ پھر یہ واقعات نصیحت و عبرت، حکمت و موعظت سے پر ہیں، جن سے انسانوں کی دین و دنیا سنور سکتی ہے۔ باوجود اس کے بھی اکثر لوگ ایمان سے کورے رہ جاتے ہیں گو تو لاکھ چاہے کہ یہ مومن بن جائیں اور آیت میں ہے ﴿وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِى الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ [3] اگر تو انسانوں کی اکثریت کی اطاعت کرے گا تو وہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا اور بھٹکا دیں گے۔ بہت سے واقعات کے بیان کے بعد ہر ایک واقعہ کے ساتھ قرآن نے فرمایا ہے کہ گو اس میں بڑا زبردست نشان ہے لیکن پھر بھی اکثر لوگ ماننے والے نہیں۔ [4] آپ جو کچھ بھی جفاکشی کر رہے ہیں اور اللہ کی مخلوق کو راہ حق دکھا رہے ہیں، اس میں آپ کا اپنا دنیوی نفع ہرگز مقصود نہیں، آپ ان سے کوئی اجرت اور کوئی بدلہ نہیں چاہتے بلکہ یہ صرف اللہ کی رضا جوئی کیلئے مخلوق کے نفع کیلئے ہے۔ یہ تو تمام جہان کیلئے سراسر ذکر ہے کہ وہ راہ راست پائیں نصیحت حاصل کریں عبرت پکڑیں ہدایت و نجات پائیں۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۰۷﴾

آسمانوں اور زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں جن سے یہ منہ موڑے گزر جاتے ہیں ○ ان میں سے اکثر لوگ باوجود اللہ پر ایمان رکھنے کے بھی مشرک ہی ہیں ○ کیا وہ اس بات سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ان کے پاس اللہ کے عذابوں میں سے کوئی عذاب آ جائے یا ان پر اچانک قیامت ٹوٹ پڑے اور وہ محض بے خبر ہی ہوں؟ ○

بیان ہو رہا ہے کہ قدرت کی بہت سی نشانیاں، وحدانیت کی بہت سی گواہیاں، دن رات ان کے سامنے ہیں، پھر بھی اکثر لوگ نہایت بے پرواہی اور سبک سری سے ان میں کبھی غور و فکر نہیں کرتے۔ کیا یہ اتنا وسیع آسمان، کیا یہ اس

---

[1] [سورة آل عمران: آیت ٤٤]
[2] [سورة القصص: آیت ٤٤]
[3] [سورة الانعام: آیت ١١٦]
[4] [سورة الشعراء: آیت ٨]

قدر پھیلی ہوئی زمین' کیا یہ روشن ستارے' یہ گردش والا سورج' چاند' یہ درخت اور پہاڑ' یہ کھیتیاں اور سبزیاں' یہ تلاطم برپا کرنے والے سمندر' یہ بزور چلنے والی ہوائیں' یہ مختلف قسم کے رنگارنگ میوے' یہ الگ الگ غلے اور قدرت کی بے شمار نشانیاں ایک عقل مند کو اس قدر بھی کام نہیں آسکتیں؟ کہ وہ ان سے اپنے اللہ کی جو احد ہے' صمد ہے' فرد ہے' واحد ہے' لاشریک ہے' قادر وقیوم ہے' باقی اور کافی ہے اس ذات کو پہچان لیں اور اس کے ناموں اور صفتوں کے قائل ہو جائیں؟ بلکہ ان میں سے اکثریت کی ذہنیت تو یہاں تک بگڑ چکی ہے کہ اللہ پر ایمان ہے پر شرک سے دست برداری نہیں۔ آسمان وزمین پہاڑ اور درخت' انسان اور جن کا خالق اللہ کو مانتے ہیں۔ لیکن پھر بھی اس کے سوا دوسروں کو اس کے ساتھ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ یہ مشرکین حج کو آتے ہیں' احرام باندھ کر لبیک پکارتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ تیرا کوئی شریک نہیں' جو بھی شریک ہیں' ان کا خود مالک بھی تو ہے اور ان کی ملکیت کا مالک بھی تو ہے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ جب وہ اتنا کہتے ہیں کہ ہم حاضر ہیں الٰہی تیرا کوئی شریک نہیں تو آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں بس بس' یعنی اب آگے کچھ نہ کہو۔ [1] فی الواقع شرک ظلم عظیم ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کی بھی عبادت کی جائے۔ بخاری و مسلم میں ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسالت پناہ ﷺ سے سوال کیا کہ سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ تیرا اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا حالانکہ اسی اکیلے نے تجھے پیدا کیا ہے۔ [2] اسی طرح اسی آیت کے تحت میں منافقین بھی داخل ہیں۔ ان کے عمل اخلاص والے نہیں ہوتے بلکہ وہ ریاکار ہوتے ہیں اور ریاکاری بھی شرک ہے۔ قرآن کا فرمان ہے ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ﴾ [3] الخ' منافق اللہ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں حالانکہ اللہ کی طرف سے خود دھوکے میں ہیں۔ یہ نماز کو بڑے ہی سست ہو کر کھڑے ہوتے ہیں' صرف لوگوں کو دکھانا مقصود ہوتا ہے ذکر اللہ تو برائے نام ہوتا ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ بعض شرک بہت ہلکے اور پوشیدہ ہوتے ہیں خود کرنے والے کو بھی پتہ نہیں چلتا۔ چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ایک بیمار کے پاس گئے' اس کے بازو پر ایک دھاگا بندھا ہوا دیکھ کر آپ نے اسے توڑ دیا اور یہی آیت پڑھی کہ ایماندار ہوتے ہوئے بھی مشرک بنتے ہو؟ حدیث شریف میں ہے اللہ کے سوا دوسرے کے نام کی جس نے قسم کھائی وہ مشرک ہو گیا۔ ملاحظہ ہو ترمذی شریف۔ [4] حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ جھاڑ پھونک

---

[1] [صحیح :صحیح مسلم : کتاب الحج : باب التلبیة وصفتها ووقتها (١١٨٥)]

[2] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب فلا تجعلوا لله انداد (٤٤٧٧) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بیان کون الشرك اقبح الذنوب (٨٦)]

[3] [سورۃ النسآء : آیت ١٤٢]

[4] [صحیح :ترمذی : کتاب الایمان والنذور (١٥٣٥) ابوداؤد : کتاب الایمان والنذور : باب فی کراهیة الحلف بالآباء (٣٢٥١) مستدرك حاکم (١/١٨) مسند طیالسی (١٨٩٦) مسند احمد (٢/٣٤) عبد الرزاق (١٥٩٢٦) ابن حبان (٤٣٥٨)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[السلسلة الصحیحة (٢٠٤٢) ارواء الغلیل (٢٥٦١) صحیح ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

ڈورے دھاگے اور جھوٹے تعویذ شرک ہیں۔ ① اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو توکل کے باعث سب سختیوں سے دور کر دیتا ہے۔ ② (ابوداؤد وغیرہ) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی صاحبہ فرماتی ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی عادت تھی، جب کبھی باہر سے آتے زور سے کھنگھارتے، تھوکتے کہ گھر والے سمجھ جائیں اور آپ انہیں کسی ایسی حالت میں نہ دیکھ پائیں کہ برا لگے۔ ایک دن اسی طرح آپ آئے اس وقت میرے پاس ایک بڑھیا تھی جو بوجہ بیماری کے مجھ پر دم جھاڑا کرنے آئی تھی میں نے آپ کی کھنگھار کی آواز سنتے ہی اس کو چارپائی تلے چھپا دیا آپ آئے میرے پاس میری چارپائی پر بیٹھ گئے اور میرے گلے میں دھاگا دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ میں نے کہا اس میں دم کرا کے میں نے باندھ لیا ہے۔ آپ نے اسے پکڑ کر توڑ دیا اور فرمایا عبداللہ کا گھر شرک سے بے نیاز ہے۔ خود میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جھاڑ پھونک تعویذات اور ڈور و دھاگے شرک ہیں۔ میں نے کہا یہ آپ کیسے فرماتے ہیں میری آنکھ دکھ رہی ہوتی تھی، میں فلاں یہودی کے پاس جایا کرتی تھی، وہ دم جھاڑا کر دیتا تھا، آپ نے فرمایا تیری آنکھ میں شیطان چوکا مارا کرتا تھا اور اس کی پھونک سے وہ رک جایا کرتا تھا تجھے یہ کافی تھا کہ تو وہ کہتی جو رسول اللہ ﷺ نے سکھایا ہے ﴿اَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ اشْفِ اَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَآءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا﴾ (مسند احمد) ③ مسند احمد کی اور حدیث میں عیسیٰ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عکیم بیمار پڑے۔ ہم ان کی عیادت کیلئے گئے، ان سے کہا گیا کہ آپ کوئی ڈور و دھاگا لٹکا لیں تو اچھا ہو آپ نے فرمایا ڈور و دھاگا لٹکاؤں؟ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے جو شخص جو چیز لٹکائے وہ اسی کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ ④ مسند احمد میں ہے جو شخص کوئی ڈورا دھاگا لٹکائے اس نے شرک کیا۔ ایک روایت میں

---

① [صحیح : ابن ماجه : کتاب الطب : باب تعليق التمائم (۳۵۳۰) ابوداؤد : كتاب الطب : باب فی تعليق التمائم (۳۸۸۳)] شیخ البانی اسے صحیح کہتے ہیں۔[السلسلة الصحيحة (۳۳۱)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

② [صحیح : ابوداؤد : کتاب الطب : باب فی الطيرة (۳۹۱۰) ابن ماجه : كتاب الطب : باب من كان يعجبه الفال ويكره الطير (۳۵۳۸) ترمذی : كتاب السير : باب ماجاء فی الطيرة (۱۶۱۴) صحیح ابن حبان (۶۰۹۰) بغوی فی شرح السنة (۳۲۴۰) مسند احمد (۳۸۱/۱)] شیخ البانی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابوداود ، السلسلة الصحيحة (۴۳۰)]

③ [حسن بالشواهد : مسند احمد (۳۱۰/۴) مستدرك حاكم (۲۱۶/۴)] بغوی فی شرح السنة (۱۶۰/۱۲)] شیخ البانی نے اسے حسن کہا ہے۔[غاية المرام (۲۹۷)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

④ [صحیح : ترمذی : کتاب الطب : باب ماجاء فی كراهية التعليق (۲۰۷۲) مستدرك حاكم (۲۱۶/۴) مسند ابو یعلی (۱۷۵۹/۳) طبرانی کبیر (۸۲۰/۱۷) شرح معانی الآثار (۳۲۵/۴)مسند احمد (۲۱۱/۴)] امام حاکم اور امام ذہبی نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔ امام ہیثمی اس کے راویوں کو ثقہ کہتے ہیں۔[مجمع الزوائد (۱۰۶/۵)] امام منذری نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔[الترغيب (۳۰۶/۴)] شیخ البانی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحيح ترمذی ، غاية المرام (۲۹۷)]

ہے جو شخص ایسی کوئی چیز لٹکائے' اللہ اس کا کام پورا نہ کرے اور جو شخص اسے لٹکائے اللہ اسے لٹکا ہوا ہی رکھے۔ [۱] ایک حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں تمام شریکوں سے بے نیاز اور بے پرواہ ہوں جو شخص اپنے کسی کام میں میرا کوئی شریک ٹھہرائے میں اسے اور اس کے شریک کو چھوڑ دیتا ہوں۔ (مسلم) [۲] مسند احمد میں ہے قیامت کے دن جب کہ اول آخر سب جمع ہوں گے' اللہ کی طرف سے ایک منادی ندا کرے گا کہ جس نے اپنے عمل میں شرک کیا ہے' وہ اس کا ثواب اپنے شریک سے طلب کر لے' اللہ تعالیٰ تمام شرکاء سے بڑھ کر شرک سے بے نیاز ہے۔ [۳] مسند احمد میں آپ فرماتے ہیں مجھے تم پر سب سے زیادہ ڈر چھوٹے شرک کا ہے' لوگوں نے کہا وہ کیا ہے؟ فرمایا ریا کاری' قیامت کے دن لوگوں کو جزائے اعمال دی جائے گی۔ اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا اے ریا کارو! تم جاؤ اور جن کے دکھانے سنانے کیلئے تم نے عمل کئے تھے' انہیں سے اپنے اجر طلب کرو اور دیکھو وہ دیتے ہیں یا نہیں؟ [۴] مسند احمد میں ہے آپ فرماتے ہیں جو شخص کوئی بدشگونی لے کر اپنے کام سے لوٹ جائے وہ مشرک ہو گیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر ان کا کفارہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہنا ﴿اَللّٰھُمَّ لَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرُكَ وَلَا طَیْرَ اِلَّا طَیْرُكَ وَلَا اِلٰهَ غَیْرُكَ﴾ [۵] یعنی اے اللہ سب بھلائیاں سب نیک شگون تیرے ہی ہاتھ میں ہیں' تیرے سوا کوئی بھلائیوں اور نیک شگونیوں والا نہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا لوگو! شرک سے بچو وہ تو چیونٹی کی چال سے زیادہ پوشیدہ چیز ہے' اس پر حضرت عبداللہ بن حزن اور حضرت قیس بن مضارب کھڑے ہو گئے اور کہا یا تو آپ اس کی دلیل پیش کیجئے یا ہم جائیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے آپ کی شکایت کریں۔ آپ نے فرمایا لو دلیل لو۔ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک

---

۱ [اسنادہ قوی: مسند احمد (۱۵٤/٤) مستدرك حاكم (٤١٧/٤) طبرانی كبير (٨٢٠/١٧) مجمع الزوائد (١٠٣/٥)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو قوی کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (١٧٤٢٢)]

۲ [صحيح: صحيح مسلم: كتاب الزهد: باب تحريم الرياء (٢٩٨٥) ابن ماجه: كتاب الزهد: باب الرياء والسمعة (٤٢٠٢)]

۳ [حسن بالشواهد: مسند احمد (٤٦٦/٣) ابن ماجه: كتاب الزهد: باب الرياء والسمعة (٤٢٠٣) ترمذى: كتاب التفسير: باب ومن سورة الكهف (٣١٥٤) طبرانی كبير (٧٧٨/٢٢) بيهقى فى شعب الايمان (٦٨١٧/٥)] امام ابن مدینیؒ اس کی سند کو صالح کہتے ہیں۔ [كما فى الاصابة لابن حجر (٨٦/٤)] امام ابن حبانؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [ابن حبان (٤٠٤/٢)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

۴ [صحيح بالشواهد: مسند احمد (٤٢٨/٥) مجمع الزوائد (١٠٧/١) بيهقى فى شعب الايمان (٦٨٣١)] امام منذریؒ اور شیخ البانیؒ اس کی سند کو جید کہتے ہیں۔ [الترغيب (٦٨/١) السلسلة الصحيحة (٩٥١/٢)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس کی سند کو جید کہتے ہیں۔]

۵ [حسن بالشواهد: مسند احمد (٢٢٠/٢) شرح السنة (٤١٣٥/١٤) مجمع الزوائد (١٠٥/٥)] شيخ البانیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [السلسلة الصحيحة (١٠٦٥)]

دن خطبہ سنایا اور فرمایا لوگو! شرک سے بچو وہ تو چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے پس کسی نے آپ سے پوچھا کہ پھر اس سے بچاؤ کیسے ہوسکتا ہے؟ فرمایا یہ دعا پڑھا کرو ﴿اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِكَ اَنْ نُشْرِكَ بِكَ شَيْئاً نَعْلَمُهٗ وَنَسْتَغْفِرُكَ مِمَّا لَا نَعْلَمُ﴾ [1] ایک اور روایت میں ہے کہ یہ سوال کرنے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ نے پوچھا تھا کہ یا رسول اللہ ﷺ شرک تو یہی ہے کہ اللہ کے ساتھ دوسرے کو پکارا جائے۔ اس حدیث میں دعا کے الفاظ یہ ہیں ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اُشْرِكَ بِكَ وَاَنَا اَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُكَ مِمَّا لَا اَعْلَمُ﴾ (مسند ابویعلی) [2]

ابوداؤد میں ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی دعا سکھایئے جسے میں صبح اور شام سوتے وقت پڑھا کروں تو آپ نے فرمایا یہ دعا پڑھ ﴿اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ الشَّهَادَةِ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَّ مَلِيْكَهٗ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهٖ﴾ [3] ایک روایت میں ہے کہ مجھے حضور ﷺ نے یہ دعا پڑھنی سکھائی اس کے آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں ﴿وَاَنْ اَقْتَرِفَ عَلٰى نَفْسِيْ سُوْءًا اَوْ اَجُرَّهٗ اِلٰى مُسْلِمٍ﴾ [4] فرمان ہے کہ کیا ان مشرکوں کو اس بات کا خوف نہیں ہے کہ اگر اللہ کو منظور ہو تو چاروں طرف سے عذاب الٰہی انہیں اس طرح آ گھیرے کہ انہیں پتہ بھی نہ چلے۔ جیسے ارشاد ہے ﴿اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّئَاتِ﴾ [5] الخ، مکاریاں اور برائیاں کرنے والے کیا اس بات سے نڈر ہوگئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسا دے یا ایسی جگہ سے عذاب لا دے کہ انہیں شعور بھی نہ ہو یا انہیں لیٹتے بیٹھتے ہی پکڑ لے یا ہوشیار کر کے تھام لے۔ اللہ کسی بات میں عاجز نہیں، یہ تو

---

[1] [حسن لغيره : مسند احمد (٤٠٣/٤) التاريخ الكبير للبخاری (٥٨/٩) ابن ابی شيبة (٣٣٨/١٠) مجمع الزوائد (٢٢٣/١٠) الترغيب والترهيب (٧٦/١)] شیخ البانیؒ اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔[صحيح الترغيب (٣٦)]

[2] [ضعيف : مسند ابويعلى (٦٠) ابن السنی فی عمل اليوم والليلة (٢٨١)] اس کی سند میں لیث بن ابی سلیم راوی ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [صحيح : مسند احمد (٩/١) مسند طيالسی (٢٥٨٢) مستدرك حاكم (٥١٣/١) ابوداؤد: كتاب الادب : باب مايقول اذا اصبح (٥٠٦٧) ترمذی : كتاب الدعوات : باب منه (٣٣٩٢)] امام حاکمؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحيح ابوداود ، السلسلة الصحيحة (٢٧٥٣)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

[4] [صحيح بالشواهد : مسند احمد (١٤/١) ترمذی (٣٥٢٦) ابوداود (٥٠٨٣) طبرانی كبير (٣٤٥٠/٣)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (٦٨٥١)] شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔[السلسلة الصحيحة (٢٧٦٣) صحيح الكلم الطيب (٢٢/٩)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اسے شواہد کی بنا پر صحیح کہا ہے۔]

[5] [سورة النحل: آيت ٤٥، ٤٧]

صرف اس کی رحمت ورافت ہے کہ گناہ کریں اور پھلیں پھولیں۔ فرمان اللہ ہے کہ بستیوں کے گنہگار اس بات سے بے خطر ہوگئے ہیں کہ ان کے پاس راتوں کو ان کے سوتے ہوئے ہی عذاب آ جائیں یا دن دہاڑے بلکہ ہنستے کھیلتے ہوئے عذاب آ دھمکیں اللہ کے مکر سے بے خوف نہ ہونا چاہئے ایسے لوگ سخت نقصان اٹھاتے ہیں۔ (۱)

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣؔ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۱۰۸

تو کہہ میری راہ یہی ہے کہ اللہ کی طرف میں اور میرے فرمانبردار بلا رہے ہیں پورے یقین اور اعتماد کے بعد اللہ پاک ہے اور میں مشرکوں میں نہیں ○

توحید کی دعوت: اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو جنہیں تمام جن وانس کی طرف بھیجا گیا ہے، حکم دیتا ہے کہ لوگوں کو خبر کر دو کہ میرا مسلک، میرا طریق، میری سنت یہ ہے کہ اللہ کی وحدانیت کی دعوت عام کر دوں۔ پورے یقین و دلیل اور بصیرت کے ساتھ۔ میں اس طرف سب کو بلا رہا ہوں میرے جتنے پیرو ہیں، وہ بھی اسی طرف سب کو بلا رہے ہیں، شرعی، نقلی اور عقلی دلیلوں کے ساتھ اس طرف دعوت دیتے ہیں ہم اللہ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں، اس کی تعظیم و تقدیس، تسبیح و تہلیل بیان کرتے ہیں، اسے شریک سے، نظیر سے، عدیل سے، مشیر سے اور ہر طرح کی کمی اور کمزوری سے پاک جانتے ہیں، نہ اس کی اولاد مانیں، نہ بیوی، نہ ساتھی، نہ ہم جنس۔ وہ ان تمام بری باتوں سے پاک اور بلند و بالا ہے۔ آسمان وزمین اور ان کی ساری مخلوق اس کی حمد و تسبیح کر رہی ہے لیکن لوگ ان کی تسبیح سمجھتے نہیں، اللہ بڑا ہی حلیم اور غفور ہے۔ (۲)

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۱۰۹

تجھ سے پہلے ہم نے جتنے رسول بھیجے ہیں سب شہری مرد ہی تھے جن کی طرف ہم وحی نازل فرماتے گئے، کیا زمین میں کبھی چل پھر کر انہوں نے دیکھا نہیں کہ ان سے پہلے کے لوگوں کے ساتھ کیا انجام ہوا؟ یقیناً آخرت کا گھر پرہیزگاروں کیلئے بہت ہی بہتر ہے، کیا پھر بھی تم نہیں سمجھتے ○

پیغمبر صرف مرد ہی: بیان فرماتا ہے کہ رسول اور نبی مرد ہی بنتے رہے ہیں نہ کہ عورتیں جمہور اہل اسلام کا یہی قول ہے کہ نبوت عورتوں کو کبھی نہیں ملی۔ اس آیت کریمہ کا سیاق بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن بعض کا قول ہے کہ خلیل اللہ کی بیوی حضرت سارہ، موسیٰ کی والدہ اور عیسیٰ کی والدہ مریم بھی نبیہ تھیں۔ ملائکہ نے حضرت سارہ کو ان کے

(۱) [سورۃ الاعراف: آیت ۹۷-۹۸] (۲) [الاسراء: ٤٤]

QLRF

لڑکے اسحاق اور پوتے یعقوب کی بشارت دی۔ موسیٰ کی ماں کی طرف انہیں دودھ پلانے کی وحی ہوئی۔ [1] مریم کو حضرت عیسیٰ کی بشارت فرشتے نے دی۔ فرشتوں نے مریم سے کہا اللہ نے تجھے پسندیدہ پاک اور برگزیدہ کر لیا ہے۔ تمام جہاں کی عورتوں پر۔ اے مریم اپنے رب کی فرمانبرداری کرتی رہ اس کیلئے سجدے اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر۔ [2] اس کا جواب یہ ہے کہ اتنا تو ہم مانتے ہیں جتنا قرآن نے بیان فرمایا۔ لیکن اس سے ان کی نبوت ثابت نہیں ہوتی۔ صرف اتنا فرمان یا اتنی بشارت یا اتنے حکم کسی کی نبوت کیلئے دلیل نہیں۔ اہل سنت والجماعت کا اور سب کا مذہب یہ ہے کہ عورتوں میں سے کوئی نبوت والی نہیں۔ ہاں ان میں صدیقات ہیں جیسے کہ سب سے اشرف وافضل عورت حضرت مریم کی نسبت قرآن نے فرمایا ہے ﴿وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ﴾ [3] پس اگر وہ نبی ہوتیں تو اس مقام میں وہی مرتبہ بیان کیا جاتا۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ زمین کے رہنے والے انسان ہی نبی ہوتے رہے نہ کہ آسمان سے کوئی فرشتہ اترتا ہو۔ چنانچہ اور آیت میں ہے ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ﴾ [4] یعنی تجھ سے پہلے جتنے رسول ہم نے بھیجے وہ سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں آمدورفت بھی رکھتے تھے۔ وہ ایسے نہ تھے کہ کھانا کھانے سے پاک ہوں نہ ایسے تھے کہ کبھی مرنے والے ہی نہ ہوں ہم نے ان سے اپنے وعدے پورے کئے اور انہیں اور ان کے ساتھ جنہیں ہم نے چاہا نجات دی اور مسرف لوگوں کو ہلاک کر دیا۔ [5] اسی طرح اور آیت میں ہے ﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ﴾ [6] الخ یعنی میں کوئی پہلا رسول تو نہیں؟ الخ یاد رہے کہ اہل قریٰ سے مراد اہل شہر ہیں نہ کہ بادیہ نشین وہ تو بڑے کج طبع اور بد اخلاق ہوتے ہیں مشہور و معروف ہے کہ شہری نرم طبع اور خوش خلق ہوتے ہیں اسی طرح بستیوں سے دور والے بڑے کنارے رہنے والے بھی عموماً ایسے ہی ٹیڑھے ترچھے ہوتے ہیں۔ قرآن فرماتا ہے ﴿الْأَعْرَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا﴾ [7] الخ جنگلوں کے رہنے والے بد کفر و نفاق میں بہت سخت ہیں۔ قتادہ بھی یہی مطلب بیان فرماتے ہیں کیونکہ شہریوں میں علم و عمل زیادہ ہوتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ بادیہ نشین اعراب میں سے کسی نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا کہ آپ نے اسے بدلہ دیا لیکن اسے اس نے بہت کم سمجھا آپ نے اور دیا اور دیا یہاں تک کہ اسے خوش کر دیا۔ پھر فرمایا میرا تو جی چاہتا ہے کہ قریش کے سوا انصاری ثقفی اور دوسی لوگوں کے اوروں کا تحفہ قبول ہی نہ کروں۔ [8] ایک حدیث

---

[1] [القصص: ۷] [2] [آل عمران: ۴۲، ۴۳] [3] [المائدہ: ۷۵]

[4] [الفرقان: ۲۰] [5] [الانبیاء: ۸، ۹] [6] [سورۃ الاحقاف: آیت ۹]

[7] [سورۃ التوبۃ: آیت ۹۷]

[8] [صحیح: مسند احمد (۲۶۸۷) ترمذی: کتاب المناقب: باب فی ثقیف وبنی حنیفة (۳۹۴۵) ابو داود (۳۵۳۷) نسائی (۳۷۵۹) بزار فی کشف الاستار (۱۹۳۸) صحیح ابن حبان (۶۳۸۴) طبرانی کبیر (۱۰۸۹۷)] حافظ عراقیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [تخریج الاحیاء (۴۴۲/۸)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [تخریج الظلال (ص: ۴۸۰)] شیخ شعیب ارناؤوط، حافظ زبیر علی زئی اور شیخ عبدالرزاق مہدی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

میں ہے حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ وہ مومن جو لوگوں سے ملے جلے اور ان کی ایذاؤں پر صبر کرے' وہ اس سے بہتر ہے جو نہ ان سے ملے جلے نہ ان کی ایذاؤں پر صبر کرے۔ (۱)

یہ جھٹلانے والے کیا ملک میں چلتے پھرتے نہیں؟ کہ اپنے سے پہلے کے جھٹلانے والوں کی حالتوں کو دیکھیں اور ان کے انجام پر غور کریں؟ جیسے فرمان ہے ﴿اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَتَکُوْنَ لَھُمْ قُلُوْبٌ یَّعْقِلُوْنَ بِھَا﴾ (۲) الخ' یعنی کیا انہوں نے زمین کی سیر نہیں کی کہ ان کے دل سمجھدار ہوتے' الخ ان کے کان سن لیتے' ان کی آنکھیں دیکھ لیتیں کہ ان جیسے گنہگاروں کا کیا حشر ہوتا رہا ہے؟ وہ نجات سے محروم رہتے ہیں۔ عتاب الٰہی انہیں غارت کر دیتا ہے۔ عالم آخرت ان کیلئے بہت ہی بہتر ہے جو احتیاط سے زندگی گزار دیتے ہیں۔ یہاں بھی نجات پاتے ہیں اور وہاں بھی اور وہاں کی نجات یہاں کی نجات سے بہت ہی بہتر ہے۔ وعدہ الٰہی ہے ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا﴾ (۳) ہم اپنے رسولوں کی اور ان پر ایمان لانے والوں کی اس دنیا میں بھی مدد فرماتے ہیں اور قیامت کے دن بھی ان کی امداد کریں گے' اس دن گواہ کھڑے ہوں گے' ظالموں کے عذر بے سود رہیں گے' ان پر لعنت برسے گی اور ان کیلئے برا گھر ہوگا۔ گھر کی اضافت آخرت کی طرف کی۔ جیسے صلوٰۃ اولیٰ اور مسجد جامع اور عام اول اور بارحتہ الاولیٰ اور یوم الخمیس میں ایسی ہی اضافت ہے۔ عربی شعروں میں بھی یہ اضافت بکثرت آئی ہے۔

حَتّٰۤی اِذَا اسْتَیْئَسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّھُمْ قَدْ کُذِبُوْا جَآءَھُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّیَ مَنْ نَّشَآءُ ؕ وَلَا یُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۱۱۰﴾

یہاں تک کہ جب رسول نا امید ہونے لگے اور یہ خیال کرنے لگے کہ انہیں جھوٹ کہا گیا فوراً ہی ہماری مدد ان کے پاس آ پہنچی جسے ہم نے چاہا اسے نجات دی گئی' بات یہ ہے کہ ہمارا عذاب ان گنہگاروں سے واپس نہیں کیا جاتا○

پیغمبروں پر اللہ کی مدد: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اس کی مدد اس کے رسولوں پر بروقت اترتی ہے۔ دنیا کے جھٹکے جب زوروں پر ہوتے ہیں' مخالفت جب تن جاتی ہے' اختلاف بڑھ جاتا ہے' دشمنی جب پوری ہو جاتی ہے' انبیاء علیہم السلام کو جب چاروں طرف سے گھیر لیا جاتا ہے' معاً اللہ کی مدد آ پہنچتی ہے؟ ((کُذِبُوْا)) اور ((کُذِّبُوْا)) دونوں قراءتیں ہیں' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی قراءت ذال کی تشدید سے ہے' چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ یہ لفظ ((کُذِبُوْا)) یا ((کُذِّبُوْا)) ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ((کُذِّبُوْا)) ہے۔ انہوں نے کہا پھر تو یہ معنی ہوئے کہ رسولوں نے گمان کیا کہ وہ جھٹلائے گئے تو یہ گمان کی کونسی بات تھی کہ وہ جھٹلائے جاتے تھے۔ آپ نے فرمایا بے شک یہ یقینی بات تھی کہ وہ کفار کی طرف

---

(۱) [صحیح: ابن ماجہ: کتاب الزھد: باب الصبر علی البلاء (٤٠٣٢) ترمذی: کتاب الزھد (٢٥٠٧) مسند احمد (٥٠٢٢) الادب المفرد للبخاری (٥٨)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی، السلسلة الصحیحة (١٤٦)]

(۲) [سورة الحج: آیت ٤٦]

(۳) [سورة غافر: آیت ٥١، ٥٢]

سے جھٹلائے جاتے تھے لیکن وہ وقت بھی آئے کہ ایمان دار امتی بھی ایسے زلزلے میں ڈالے گئے اور اس طرح ان کی مدد میں تاخیر ہوئی کہ رسولوں کے دل میں آئی کہ غالباً اب تو ہماری جماعت بھی ہمیں جھٹلانے لگی ہوگی۔ اب مدد رب آئی۔ اور انہیں غلبہ ہوا۔ تم اتنا تو خیال کرو کہ۔ ((کُـذِبُـوْا)) کیسے ٹھیک ہوسکتا ہے؟ معاذ اللہ انبیاء علیہم السلام اللہ کی نسبت یہ بدگمانی کر سکتے ہیں کہ انہیں رب کی طرف سے جھٹلایا گیا؟① ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قراءت میں کُـذِبُـوْا ہے۔ آپ اسی کی دلیل میں آیت ﴿ حَتّٰـی یَـقُـوْلَ الـرَّسُـوْلُ ﴾② پڑھ دیتے تھے یعنی یہاں تک کہ انبیاء علیہم السلام اور ایماندار کہنے لگے کہ اللہ کی مدد کہاں ہے؟۔ یاد رکھو مدد رب بالکل قریب ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کا سختی سے انکار کر دیا کرتی تھیں اور فرمایا کرتی تھیں کہ جناب رسول اللہ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ نے جتنے وعدے کئے' آپ کو کامل یقین تھا کہ وہ سب یقینی اور حتمی ہیں اور سب پورے ہو کر رہیں گے آخر دم تک کبھی نعوذ باللہ آپ کے دل میں یہ وہم ہی پیدا نہیں ہوا کہ کوئی وعدہ ربانی غلط ثابت ہوگا۔ یا ممکن ہے کہ غلط ہو جائے یا پورا نہ ہو۔ ہاں انبیاء علیہم السلام پر برابر بلائیں اور آزمائشیں آتی رہیں' یہاں تک کہ ان کے دل میں یہ خطرہ پیدا ہونے لگا کہ کہیں میرے ماننے والے بھی مجھ سے بدگمان ہو کر مجھے جھٹلانہ رہے ہوں۔ ایک شخص قاسم بن محمد کے پاس آ کر کہتا ہے کہ محمد بن کعب قرظی ((کُـذِبُـوْا)) پڑھتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ان سے کہہ دو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سنا ہے وہ ((کُـذِّبُـوْا)) پڑھتی تھیں یعنی ان کے ماننے والوں نے انہیں جھٹلایا۔ پس ایک قراءت تو تشدید کے ساتھ ہے دوسری تخفیف کے ساتھ ہے' پھر اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تو وہ مروی ہے کہ اوپر گزر چکا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے یہ آیت اسی طرح پڑھ کر فرمایا یہی وہ ہے جو تو برا جانتا ہے۔ یہ روایت اس روایت کے خلاف ہے جسے ان دونوں بزرگوں سے اوروں نے روایت کیا ہے' اس میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب رسول ناامید ہو گئے کہ ان کی قوم ان کی مانے گی اور قوم نے یہ سمجھ لیا کہ نبیوں نے ان سے جھوٹ کہا' اسی وقت اللہ کی مدد آ پہنچی اور جسے چاہا اللہ نے نجات بخشی۔ اسی کی تفسیر اوروں سے بھی مروی ہے۔ ایک نوجوان قریشی نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے کہا کہ ہمیں بتایئے' اس لفظ کو کیا پڑھیں؟' مجھ سے تو اس لفظ کی قراءت کی وجہ سے ممکن ہے کہ اس سورت کو پڑھنا ہی چھوٹ جائے۔ آپ نے فرمایا سنو اس کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اس سے مایوس ہو گئے کہ ان کی قوم ان کی بات مانے گی اور قوم والے سمجھ بیٹھے کہ نبیوں نے غلط کہا ہے یہ سن کر حضرت ضحاک بن مزاحم بہت ہی خوش ہوئے اور فرمایا اس جیسا جواب کسی ذی علم کا میں نے نہیں سنا اگر میں یہاں سے یمن پہنچ کر بھی ایسے جواب کو سنتا تو میں اسے بھی بہت آسان جانتا۔ مسلم بن یسار رحمہ اللہ نے بھی آپ کا یہ جواب سن کر اٹھ کر آپ سے معانقہ کیا اور کہا اللہ تعالیٰ آپ کی پریشانیوں کو بھی اسی طرح دور کر دے' جس طرح آپ نے ہماری پریشانی دور فرمائی۔ بہت سے اور مفسرین نے بھی یہی مطلب بیان کیا ہے بلکہ مجاہد رحمہ اللہ کی تو قراء

---

① [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قوله حتى اذا استيئس الرسل (٤٦٩٥)]

② [سورة البقرہ: آیت ٢١٤]

ت ذال کرزبر سے ہے یعنی ((کُذِبُوْا)) ہاں بعض مفسرین ((وَظَنُّوْا)) کا فاعل مومنوں کو بناتے ہیں اور بعض کافروں کو یعنی کافروں نے یا یہ کہ بعض مومنوں نے یہ گمان کیا کہ رسولوں سے جو وعدہ مدد کا تھا اس میں وہ جھوٹے ثابت ہوئے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو فرماتے ہیں رسول ناامید ہو گئے یعنی اپنی قوم کے ایمان سے اور نصرت ربانی میں دیر دیکھ کر ان کی قوم گمان کرنے لگی کہ وہ جھوٹا وعدہ دیئے گئے تھے۔ پس یہ دونوں روایتیں تو ان دونوں بزرگ صحابیوں سے مروی ہیں۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کا صاف انکار کرتی ہیں۔ ابن جریر رحمہ اللہ بھی قول صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرفداری کرتے اور دوسرے قول کی تردید کرتے ہیں اور اسے ناپسند کر کے رد کر دیتے ہیں' واللہ اعلم۔

لَقَدْ كَانَ فِىْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِى الْاَلْبَابِ ۗ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَىْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۱۱۱ ع

ان کے قصوں میں عقل والوں کے لیے یقیناً نصیحت ہے' یہ قرآن جھوٹ بنائی ہوئی بات نہیں بلکہ یہ تصدیق ہے ان کتابوں کی جو ان سے پہلے کی ہیں اور کھول کھول کر بیان کرنے والی ہے ہر چیز کی اور ہدایت ورحمت ہے ایمان دار لوگوں کیلئے ○

انبیاء کے قصے باعث عبرت ونصیحت: نبیوں کے واقعات' مسلمانوں کی نجات' کافروں کی ہلاکت کے قصے' عقلمندوں کیلئے بڑی عبرت ونصیحت والے ہیں۔ یہ قرآن بناوٹی نہیں بلکہ اگلی کتابوں کی سچائی کی دلیل ہے۔ ان میں جو حقیقی باتیں اللہ کی ہیں ان کی تصدیق کرتا ہے۔ اور جو تحریف وتبدیلی ہوئی ہے اسے چھانٹ دیتا ہے' ان کی جو باتیں رکھنے کی تھیں انہیں باقی رکھتا ہے۔ اور جو احکام منسوخ ہو گئے انہیں بیان کرتا ہے۔ ہر ایک حلال وحرام' محبوب ومکروہ کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ طاعات' واجبات' مستحبات' محرمات' مکروہات وغیرہ کو بیان فرماتا ہے اجمالی اور تفصیلی خبریں دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل وعلا کی صفات بیان فرماتا ہے اور بندوں نے جو غلطیاں اپنے خالق کے بارے میں کی ہیں ان کی اصلاح کرتا ہے۔ مخلوق کو اس سے روکتا ہے کہ وہ اللہ کی کوئی صفت اس کی مخلوق میں ثابت کریں۔ پس یہ قرآن مومنوں کیلئے ہدایت ورحمت ہے' ان کے دل ضلالت سے ہدایت اور جھوٹ سے سچ اور برائی سے بھلائی کی راہ پاتے ہیں اور رب العباد سے دنیا اور آخرت کی بھلائی حاصل کر لیتے ہیں۔ ہماری بھی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دنیا آخرت میں ایسے ہی مومنوں کا ساتھ دے اور قیامت کے دن جب کہ بہت سے چہرے سفید ہوں گے اور بہت سے منہ کالے ہو جائیں گے' ہمیں مومنوں کے ساتھ نورانی چہروں میں شامل رکھے! آمین۔

الحمدللہ سورۂ یوسف کی تفسیر ختم ہو گئی۔ اللہ کا شکر ہے وہی تعریفوں کے لائق ہے اور اسی سے ہم مدد چاہتے ہیں۔

تفسیر سورۃ الرعد

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الٓمّٓرٰ ۚ تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ ؕ وَالَّذِىۡۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ الۡحَـقُّ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ①

اللہ رحمٰن ورحیم کے نام سے

یہ ہیں قرآن کی آیتیں اور جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے اتارا جاتا ہے سب حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے ○

سورتوں کے شروع میں جو حروف مقطعات آتے ہیں ان کی پوری تشریح سورۂ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں لکھ آئے ہیں۔ اور یہ بھی ہم کہہ آئے ہیں کہ جس سورت کے اول میں یہ حروف آئے ہیں وہاں عموماً یہی بیان ہوتا ہے کہ قرآن کلام اللہ ہے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ چنانچہ یہاں بھی ان حروف کے بعد فرمایا یہ کتاب کی یعنی قرآن کی آیتیں ہیں۔ بعض نے کہا مراد کتاب سے توراۃ' انجیل ہے لیکن یہ ٹھیک نہیں۔ پھر اسی پر عطف ڈال کر اور صفتیں اس پاک کتاب کی بیان فرمائیں کہ یہ سراسر حق ہے اور اللہ کی طرف سے تجھ پر اتارا گیا ہے۔ ((اَلۡحَقُّ)) خبر ہے اس کا مبتدا پہلے بیان ہوا ہے۔ یعنی ﴿الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ﴾ لیکن ابن جریر رحمہ اللہ کا پسندیدہ قول یہ ہے کہ واؤ زائد ہے یا عاطفہ ہے اور صفت کا صفت پر عطف ہے جیسے ہم نے پہلے کہا ہے پھر اس کی شہادت میں شاعر کا قول لائے ہیں۔ پھر فرمایا کہ باوجود حق ہونے کے پھر بھی اکثر لوگ ایمان سے محروم ہیں جیسے پہلے گزرا ہے کہ گو تو حرص کرے لیکن اکثر لوگ ایمان قبول کرنے والے نہیں۔ [1] یعنی اس کی حقانیت واضح ہے لیکن ان کی ضد' ہٹ دھرمی اور سرکشی انہیں ایمان کی طرف متوجہ نہ ہونے دے گی۔

اَللّٰهُ الَّذِىۡ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيۡرِ عَمَدٍ تَرَوۡنَهَا ثُمَّ اسۡتَوٰى عَلَى الۡعَرۡشِ وَسَخَّرَ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجۡرِىۡ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ يُفَصِّلُ الۡاٰيٰتِ لَعَلَّكُمۡ بِلِقَآءِ رَبِّكُمۡ تُوۡقِنُوۡنَ ②

اللہ وہ ہے جس نے آسمان کو بغیر ستونوں کے بلند کر رکھا ہے کہ تم اسے دیکھ رہے ہو پھر وہ عرش پر قرار پکڑے ہوئے ہے اسی نے سورج چاند کو ماتحتی میں لگا رکھا ہے' ہر ایک میعاد معین پر گشت کر رہا ہے وہ کام کی تدبیر کرتا ہے وہی اپنے نشانات کھول کھول کر بیان کر رہا ہے کہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کر لو○

کمال قدرت اور عظمت سلطنت ربانی دیکھو کہ بغیر ستونوں کے آسمان کو اس نے بلند و بالا اور قائم کر رکھا

---

[1] [سورہ یوسف: آیت ۱۰۳]

ہے۔ زمین سے آسمان کو اللہ نے کیسا اونچا کیا اور صرف اپنے حکم سے اسے ٹھہرایا۔ جس کی انتہا کوئی نہیں پاتا۔ آسمان دنیا ساری زمین کو اور جو اس کے ارد گرد ہے پانی ہوا وغیرہ سب کو احاطہ کئے ہوئے ہے اور ہر طرف سے برابر اونچا ہے، زمین سے پانچ سو سال کی راہ پر ہے، ہر جگہ سے اتنا ہی اونچا ہے۔ پھر اس کی اپنی موٹائی اور دل بھی پانچ سو سال کے فاصلے کا ہے، پھر دوسرا آسمان اس آسمان کو بھی گھیرے ہوئے ہے اور پہلے سے دوسرے تک کا فاصلہ وہی پانچ سو سال کا ہے۔ اسی طرح تیسرا پھر چوتھا پھر پانچواں پھر چھٹا پھر ساتواں، جیسے فرمان الٰہی ہے ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ﴾ [1] الخ، یعنی اللہ نے سات آسمان پیدا کئے ہیں اور اسی کی مثل زمین ہے۔ حدیث شریف میں ہے ساتواں آسمان اور ان میں اور ان کے درمیان میں جو کچھ ہے وہ کرسی کے مقابلے میں ایسا ہے جیسے کہ چٹیل میدان میں کوئی حلقہ ہو اور کرسی عرش کے مقابلے پر بھی ایسی ہی ہے۔ عرش کی قدر اللہ عزوجل کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ [2]

بعض سلف کا قول ہے کہ عرش سے زمین کا فاصلہ پچاس ہزار سال کا ہے۔ عرش سرخ یاقوت کا ہے۔ بعض مفسر کہتے ہیں آسمان کے ستون تو ہیں لیکن دیکھے نہیں جاتے۔ لیکن ایاس بن معاویہ فرماتے ہیں آسمان زمین پر مثل قبے کے ہے یعنی بغیر ستون کے ہے۔ قرآن کے طرز عبارت کے لائق بھی یہی ہے اور آیت ﴿وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ﴾ [3] سے بھی یہی ظاہر ہے پس ((تَرَوْنَهَا)) اس نفی کی تاکید ہوگی یعنی آسمان بلا ستون اس قدر بلند ہے اور تم آپ دیکھ رہے ہو، یہ ہے کمال قدرت۔ امیہ بن ابو الصلت کے اشعار میں ہے، جس کے اشعار کی بابت حدیث میں ہے کہ اس کے اشعار ایمان لائے ہیں اور اس کا دل کفر کرتا ہے اور یہ روایت ہے کہ یہ اشعار حضرت زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ کے ہیں جن میں ہے۔

وانت الذی من فضل منّ ورحمة — بعثت الی موسی رسولا منادیا
فقلت لہ فاذھب وھارون فادعوا — الی اللہ فرعون الذی کان طاغیا
وقولا لہ ھل انت سویت ھذہ — کما وتد حتی استقلت کما ھیا؟
وقولہ لہ: أأنت رفعت ھذہ — بلا عمد أو فوق ذلك بانیا؟
وقولا لہ ھل انت سویت وسطھا — منیرا اذا جنك اللیل ھادیا
وقولا لہ من انبت الحب فی الثری — فیصبح منہ العشب یھتز رابیا
ویخرج منہ حبہ فی رؤوسہ — ففی ذالك آیات لمن كان واعیا

یعنی تو وہ اللہ ہے جس نے اپنے فضل و کرم سے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کو مع ہارون کے فرعون کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور ان سے فرمایا کہ اس سرکش کو قائل کرنے کیلئے اس سے کہیں کہ اس بلند و بالا بے ستون آسمان کو کیا تو نے

---

[1] [سورة الطلاق: آیت ۱۲]

[2] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۵۷۹۴) السلسلة الضعیفة (۹۰۶) تخریج الطحاویة (ص: ۵۴)]

[3] [سورة الحج: آیت ۶۵]

بنایا ہے؟ اور اس میں سورج چاند ستارے تو نے پیدا کئے ہیں؟ اور مٹی سے دانوں کو اگانے والا پھر ان درختوں میں بالیں پیدا کر کے ان میں دانے پکانے والا کیا تو ہے؟ کیا قدرت کی یہ زبردست نشانیاں ایک گھرے انسان کیلئے اللہ کی ہستی کی دلیل نہیں ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہوا۔ اس کی تفسیر سورۂ اعراف میں گزر چکی ہے۔ اور یہ بھی بیان کر دیا گیا ہے کہ یہ جس طرح ہے اسی طرح چھوڑ دی جائے۔ کیفیت، تشبیہ، تعطیل، تمثیل سے اللہ کی ذات پاک ہے اور برتر و بلند و بالا ہے۔ سورج چاند اس کے حکم کے مطابق گردش میں ہیں اور وقت موزوں یعنی قیامت تک برابر اسی طرح لگے رہیں گے۔ جیسے فرمان ہے سورج اپنی جگہ برابر چل رہا ہے اس کی جگہ سے مراد عرش کے نیچے ہے جو زمین کے تلے سے دوسری طرف سے ملحق ہے یہ اور تمام ستارے یہاں تک پہنچ کر عرش سے اور دور ہو جاتے ہیں کیونکہ صحیح بات جس پر بہت سی دلیلیں ہیں یہی ہے کہ وہ قبہ ہے متصل عالم باقی آسمانوں کی طرح محیط نہیں اس لئے کہ اس کے پائے ہیں اور اس کے اٹھانے والے ہیں اور یہ بات آسمان مستدیر گھومے ہوئے آسمان میں تصور میں نہیں آسکتی جو بھی غور کرے گا اسے سچ مانے گا۔ آیات و احادیث کا جانچنے والا اسی نتیجے پر پہنچے گا۔ ((وللہ الحمد والمنة)) صرف سورج چاند ہی کا ذکر یہاں اس لئے ہے کہ ساتوں سیاروں میں بڑے اور روشن یہی دو ہیں پس جب کہ یہ دونوں مسخر ہیں تو اور تو بطور اولیٰ مسخر ہوئے۔ جیسے کہ سورج چاند کو سجدہ نہ کر دسے مراد ستاروں کو بھی سجدہ نہ کرنا ہے۔ پھر اور آیت میں تصریح بھی موجود ہے فرمان ہے ﴿وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۢ بِاَمْرِهٖ﴾ [1] الخ، یعنی سورج چاند اور ستارے اس کے حکم سے مسخر ہیں، وہی خلق و امر والا ہے، وہی برکتوں والا ہے وہی رب العالمین ہے۔ وہ اپنی آیتوں کو اپنی وحدانیت کی دلیلوں کو بالتفصیل بیان فرما رہا ہے کہ تم اس کی توحید کے قائل ہو جاؤ اور اسے مان لو کہ وہ تمہیں فنا کر کے پھر زندہ کر دے گا۔

وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا ۭ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ③ وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَاۗءٍ وَّاحِدٍ ۣ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰي بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ④

اسی نے زمین کو پھیلا کر بچھا دیا ہے اور اس میں پہاڑ اور نہریں پیدا کر دی ہیں، اور اس میں ہر قسم کے پھلوں کے جوڑے دوہرے دوہرے پیدا کر دیئے ہیں رات کو دن سے چھپا دیتا ہے، یقیناً غور و فکر کرنے والوں کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ○ اور زمین میں مختلف ٹکڑے ایک دوسرے سے لگتے لگاتے ہیں اور باغات ہیں انگوروں کے اور کھیت ہیں اور

---

[1] [سورة الاعراف: آیت ٥٤]

کھجوروں کے درخت ہیں شاخ دار اور بعض ایسے ہیں جو دوشاخے نہیں سب ایک ہی پانی پلائے جاتے ہیں پھر بھی ہم ایک کو ایک پر پھلوں میں برتری دیتے ہیں اس میں عقلمندوں کیلئے بہت سی نشانیاں ہیں ○

مختلف النوع مخلوقات: اوپر کی آیت میں عالم علوی کا بیان تھا' یہاں علم سفلی کا ذکر ہو رہا ہے' زمین کو طول و عرض میں پھیلا کر اللہ ہی نے بچھایا ہے۔ اس میں مضبوط پہاڑ بھی اسی کے گاڑے ہوئے ہیں' اس میں دریاؤں اور چشموں کو بھی اسی نے جاری کیا ہے۔ تا کہ مختلف شکل و صورت' مختلف رنگ' مختلف ذائقوں کے پھل پھول کے درخت اس سے سیراب ہوں۔ جوڑا جوڑا میوے اس نے پیدا کئے' کھٹے میٹھے وغیرہ۔ رات دن ایک دوسرے کے پیچھے پے در پے برابر آتے جاتے رہتے ہیں' ایک کا آنا دوسرے کا جانا پس مکان' سکان اور زمان سب میں تصرف اسی قادر مطلق کا ہے۔ اللہ کی ان نشانیوں' حکمتوں اور دلائل کو جو غور سے دیکھے وہ ہدایت یافتہ ہو سکتا ہے۔ زمین کے ٹکڑے ملے جلے ہیں' پھر قدرت کو دیکھئے کہ ایک ٹکڑے سے تو پیداوار ہو اور دوسرے سے کچھ نہ ہو۔ ایک کی مٹی سرخ ہو دوسرے کی سفید' زرد اور سیاہ' یہ پتھریلی' وہ نرم' یہ میٹھی' وہ شور۔ ایک ریتلی' ایک صاف' غرض یہ بھی خالق کی قدرت کی نشانی ہے اور بتاتی ہے کہ فاعل' خود مختار' مالک الملک' لاشریک ایک وہی اللہ خالق کل ہے۔ نہ اس کے سوا کوئی معبود نہ پالنے والا۔ ((زَرْعٌ وَّ نَخِيْلٌ)) کا اگر ((جَنّٰتٌ)) پر عطف ڈالیں تو پیش سے مرفوع پڑھنا چاہئے اور ((اَعْنَابٍ)) پر عطف ڈالیں تو زیر سے مضاف الیہ مان کر مجرور پڑھنا چاہئے۔ ائمہ کی جماعت کی دونوں قراءتیں ہیں۔ ((صِنْوَانٌ)) کہتے ہیں کہ ایک درخت جو کئی تنوں اور شاخوں والا ہو جیسے انار اور انجیر اور بعض کھجوریاں۔ ((غَيْرُ صِنْوَانٍ)) جو اس طرح نہ ہو ایک ہی تنا ہو جیسے درخت ہوتے ہیں۔ اسی سے انسان کے چچا کو ((صِنْوُ الْاَبِ)) کہتے ہیں حدیث میں بھی یہ آیا ہے۔ کہ حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ انسان کا چچا مثل باپ کے ہوتا ہے۔ [1] براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک جڑ یعنی ایک تنے میں کئی ایک شاخدار درخت' کھجور ہوتے ہیں اور ایک تنے پر ایک ہی ہوتا ہے یہی صنوان اور غیر صنوان ہے یہی قول اور بزرگوں کا بھی ہے۔ سب کیلئے پانی ایک ہی ہے یعنی بارش کا لیکن ہر مزے اور پھل کی کمی بیشی میں بے انتہا فرق ہے' کوئی میٹھا ہے' کوئی کھٹا ہے' حدیث میں بھی یہ تفسیر ہے ملاحظہ ہو ترمذی شریف۔ [2] الغرض قسموں اور جنسوں کا اختلاف' شکل و صورت کا اختلاف' رنگ کا اختلاف' بو کا اختلاف' مزے کا اختلاف' پتوں کا اختلاف' تر و تازگی کا اختلاف' ایک بہت ہی میٹھا' ایک سخت کڑوا' ایک نہایت خوش ذائقہ' ایک بے حد بد مزہ' رنگ کسی کا زرد' کسی کا

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : كتاب الزكاة : باب فی تقديم الزكاة ومنعها (۹۸۳) ابو داؤد : كتاب الزكاة : باب فی تعجيل الزكاة (۱۶۲۳)]

[2] [حسن : ترمذی : كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة الرعد (۳۱۱۸) ابو يعلى فی المعجم (۳۰۱) ابن عدی فی الكامل (۱۲۷۰/۳) الخطيب فی تاريخ بغداد (۲۲۶/۹) ابن الجوزی فی العلل المتناهية (۱۰۹۲/۲) العقيلی فی الضعفاء (۱۳۱/۲) المزی فی تهذيب الكمال (۳۳۱/۱۲) تفسير ابن جرير الطبری (۲۰۱۲۶)] شیخ البانی ؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحيح ترمذی]

سرخ، کسی کا سفید، کسی کا سیاہ، اسی طرح تازگی اور پھل میں بھی اختلاف، حالانکہ غذا کے اعتبار سے سب یکساں ہیں۔ یہ قدرت کی نیرنگیاں ایک ہوشیار شخص کیلئے عبرت ہیں۔ اور فاعل مختار اللہ کی قدرت کا بڑا زبردست پتہ دیتی ہیں کہ جو وہ چاہتا ہے ہوتا ہے۔ عقل مندوں کیلئے یہ آیتیں اور یہ نشانیاں کافی وافی ہیں۔

وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۬ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۵

اگر تجھے تعجب ہو تو واقعی ان کا یہ کہنا عجیب ہے کہ کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے کیا ہم نئی پیدائش میں ہوں گے، یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار سے کفر کیا، یہی ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور یہی ہیں جو جہنم کے رہنے والے ہیں، جو اس میں ہمیشہ رہیں گے ○

علاماتِ قدرت دیکھ کر بھی قیامت کے منکر: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ آپ ان کے جھٹلانے کا کوئی تعجب نہ کریں۔ یہ ہیں ہی ایسے اس قدر نشانیاں دیکھتے ہوئے، اللہ کی قدرت کا ہمیشہ مطالعہ کرتے ہوئے، اسے مانتے ہوئے کہ سب کا خالق اللہ ہی ہے پھر بھی قیامت کے منکر ہوتے ہیں حالانکہ اس سے بڑھ کر روز مرہ مشاہدہ کرتے رہتے ہیں کہ کچھ نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ سب کچھ کر دیتا ہے۔ ہر عاقل جان سکتا ہے کہ زمین و آسمان کی پیدائش انسان کی پیدائش سے بہت بڑی ہے۔ اور دوبارہ پیدا کرنا بہ نسبت اول بار پیدا کرنے کے بہت آسان ہے۔ جیسے فرمان ربانی ہے ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ [1] یعنی جس نے آسمان وزمین بغیر تھکے پیدا کر دیا، کیا وہ مردوں کو جلانے پر قادر نہیں؟ بے شک ہے بلکہ ہر چیز اس کی قدرت میں ہے۔ پس یہاں فرماتا ہے کہ دراصل کافر ہیں، ان کی گردنوں میں قیامت کے دن طوق ہوں گے اور یہ جہنمی ہیں جو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۶

یہ تجھ سے سزا کی طلبی میں جلدی کر رہے ہیں راحت سے پہلے ہی یقیناً ان سے پہلے سزائیں بطور مثال گزر چکی ہیں، بے شک تیرا رب البتہ بخشش والا ہے لوگوں کی بے جا حرکتوں پر بھی، اور یہ بھی یقینی بات ہے کہ تیرا رب بڑی سخت سزا دینے والا بھی ہے ○

قیامت کے منکروں کا قول: یہ منکرین قیامت کہتے ہیں کہ اگر سچے ہو تو ہم پر اللہ کا عذاب جلد ہی کیوں نہیں لاتے؟ کہتے تھے کہ اے اپنے آپ پر اللہ کی وحی نازل ہونے کا دعویٰ کرنے والے، ہمارے نزدیک تو تو پاگل

---

[1] [الاحقاف:۳۳]

QLRF

ہے۔ اگر بالفرض سچا ہے تو عذاب کے فرشتوں کو کیوں نہیں لاتا؟ اس کے جواب میں ان سے کہا گیا کہ فرشتے حق کے اور فیصلے کے ساتھ ہی آیا کرتے ہیں' جب وہ وقت آئے گا اس وقت ایمان لانے یا توبہ کرنے یا نیک عمل کرنے کی فرصت و مہلت نہیں ملے گی۔ اسی طرح اور آیت میں ہے ﴿يَسْتَعْجِلُوْنَكَ﴾ (1) دو آیتوں تک۔ اور جگہ ہے ﴿سَاَلَ سَآئِلٌ﴾ (2) الخ۔ اور آیت میں ہے کہ بے ایمان اس کی جلدی مچا رہے ہیں اور ایماندار اس سے خوف کھا رہے ہیں اور اسے برحق جان رہے ہیں۔ اسی طرح اور آیت میں فرمان ہے کہ وہ کہتے تھے کہ اے اللہ اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی اور المناک عذاب نازل فرما۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے کفر و انکار کی وجہ سے اللہ کے عذاب کا آنا محال جان کر اس قدر رنڈر اور بے خوف ہو گئے تھے کہ عذاب کے اترنے کی آرزو اور طلب کیا کرتے تھے۔ یہاں فرمایا کہ ان سے پہلے کے ایسے لوگوں کی مثالیں ان کے سامنے ہیں کہ کس طرح وہ عذاب کی پکڑ میں آ گئے۔ کہہ دو کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا حلم و کرم ہے کہ گناہ دیکھتا ہے اور فوراً نہیں پکڑتا ورنہ روئے زمین پر کسی کو چلتا پھرتا نہ چھوڑے' دن رات خطائیں دیکھتا ہے اور درگزر فرماتا ہے لیکن اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ وہ عذاب پر قدرت نہیں رکھتا۔ اس کے عذاب بھی بڑے خطرناک نہایت سخت اور بہت دردو دکھ دینے والے ہیں۔ چنانچہ فرمان ہے ﴿فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ﴾ (3) الخ' اگر یہ تجھے جھٹلائیں تو تو کہہ دے کہ تمہارا رب وسیع رحمتوں والا ہے لیکن اس کے آئے ہوئے عذاب گنہگاروں پر سے نہیں ہٹائے جا سکتے۔ اور فرمان ہے کہ تیرا پروردگار جلد عذاب کرنے والا' بخشنے والا اور مہربانی کرنے والا ہے اور آیت میں ہے ﴿نَبِّئْ عِبَادِيْ﴾ (4) الخ' میرے بندوں کو خبر کر دے کہ میں غفور و رحیم ہوں اور میرے عذاب بھی بڑے دردناک ہیں۔ اسی قسم کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں جن میں امید و بیم' خوف و لالچ کا ایک ساتھ بیان ہوا ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے اس آیت کے اترنے پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کا معاف فرمانا اور درگزر فرمانا نہ ہوتا تو کسی کی زندگی کا لطف باقی نہ رہتا اور اگر اس کا دھمکانا ڈرانا اور سزا کرنا نہ ہوتا تو ہر شخص بے پروائی سے ظلم و زیادتی میں مشغول ہو جاتا۔ (5) ابن عساکر میں ہے کہ حسن بن عثمان ابوحسان زیادی رحمہ اللہ نے خواب میں اللہ تعالیٰ عزوجل کا دیدار کیا دیکھا کہ آنحضرت ﷺ اللہ کے سامنے کھڑے اپنے ایک امتی کی شفاعت کر رہے ہیں جس پر فرمان باری ہوا کہ کیا تجھے اتنا کافی نہیں کہ میں نے سورۂ رعد میں تجھ پر آیت ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ﴾ (6) نازل فرمائی ہے۔ ابوحسان رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

---

(1) [العنكبوت: ٥٤] (2) [المعارج: ١]

(3) [سورة الانعام: آیت ١٤٧] (4) [سورة الحجر: آیت ٤٩]

(5) **[ضعیف :** تفسیر ابن ابی حاتم (١٢١٤٥/٧)] اس کی سند میں علی بن زید ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

(6) [سوره رعد : آیت ٦]

وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ﴿۷﴾ ع

کافر کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشان کیوں نہیں اتارا گیا' بات یہ ہے کہ تو تو صرف آگاہ کرنے والا ہے اور ہر قوم کے لئے ہادی ہے ○

کفار کا اعتراض: کافر لوگ از روئے اعتراض کہا کرتے تھے کہ جس طرح اگلے پیغمبر معجزے لے کر آئے' یہ پیغمبر کیوں نہیں لائے؟ مثلاً صفا پہاڑ سونے کا بنا دیتے یا مثلاً عرب کے پہاڑ یہاں سے ہٹ جاتے اور یہاں سبزہ اور نہریں ہو جاتیں۔ پس ان کے جواب میں اور جگہ ہے کہ ہم یہ معجزے بھی دکھا دیتے مگر اگلوں کی طرح ان کے جھٹلانے پر پھر اگلوں جیسے ہی عذاب ان پر آ جاتے۔ تو ان کی باتوں سے مغموم و متفکر نہ ہو جایا کر' تیرے ذمے تو صرف تبلیغ ہی ہے تو ہادی نہیں' ان کے نہ ماننے سے تیری پکڑ نہ ہوگی۔ ہدایت اللہ کے ہاتھ ہے' یہ تیرے بس کی بات نہیں۔ ہر قوم کیلئے رہبر اور داعی ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ ہادی میں ہوں تو تو ڈرانے والا ہے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ﴾ [1] ہر امت میں ڈرانے والا گزرا ہے اور مراد یہاں ہادی پیغمبر ہے۔ پس پیشوا رہبر ہر گروہ میں ہوتا ہے' جس کے علم و عمل سے دوسرے راہ پا سکیں' اس امت کے پیشوا آنحضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ ایک نہایت ہی منکر واہی روایت میں ہے کہ اس آیت کے اترنے کے وقت آپ نے اپنے سینہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ منذر تو میں ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کندھے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اے علی تو ہادی ہے۔ میرے بعد ہدایت پانے والے تجھ سے ہدایت پائیں گے۔ [2] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اس جگہ ہادی سے مراد قریش کا ایک شخص ہے۔ جنید کہتے ہیں وہ حضرت علی خود ہیں۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہادی ہونے کی روایت کی ہے لیکن اس میں سخت نکارت ہے۔

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ﴿۸﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ﴿۹﴾

مادہ اپنے شکم میں جو کچھ رکھتی ہے اسے اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے اور پیٹ کا گھٹنا بڑھنا بھی' ہر چیز اس کے پاس اندازے سے ہے ○ چھپے کھلے کا وہ عالم ہے سب سے بڑا اور سب سے بلند و بالا ○

اللہ کے علم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں: تمام جاندار مادہ حیوان ہوں یا انسان' ان کے پیٹ کے بچوں کا' ان کے حمل کا اللہ کو علم ہے کہ پیٹ میں کیا ہے؟ اسے اللہ بخوبی جانتا ہے یعنی مرد ہے یا عورت؟ اچھا ہے یا برا؟ نیک ہے یا بد؟

---

[1] [ایضاً]

[2] [موضوع : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۰۱۶۱)] شیخ البانیؒ نے اسے موضوع کہا ہے۔[السلسلة الضعيفة (۴۸۹۹)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اسے منکر کہتے ہیں۔]

عمر والا ہے یا بے عمر کا؟ چنانچہ ارشاد ہے ﴿هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ﴾ ① الخ، وہ بخوبی جانتا ہے جبکہ تمہیں زمین سے پیدا کرتا ہے اور جب کہ تم ماں کے پیٹ میں چھپے ہوئے ہوتے ہو۔ الخ، اور فرمان ہے ﴿يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ اُمَّهَاتِكُمْ﴾ ② الخ، وہ تمہیں تمہاری ماں کے پیٹ سے پیدا کرتا ہے ایک کے بعد دوسری پیدائش میں تین تین اندھیریوں میں۔ ارشاد ہے ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ﴾ ③ ہم نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے نطفے کو خون بستہ کیا خون بستہ کو لوتھڑا گوشت کا کیا۔ لوتھڑے کو ہڈی کی شکل میں کر دیا۔ پھر ہڈی کو گوشت چڑھایا، پھر آخری اور پیدائش میں پیدا کیا پس بہترین خالق بابرکت ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں فرمان رسول ﷺ ہے کہ تم میں سے ہر ایک کی پیدائش چالیس دن تک اس کی ماں کے پیٹ میں جمع ہوتی رہتی ہے، پھر اتنے ہی دنوں تک وہ بصورت خون بستہ رہتا ہے پھر اتنے ہی دنوں تک گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے، پھر اللہ تبارک و تعالیٰ خالق کل ایک فرشتے کو بھیجتا ہے، جسے چار باتوں کے لکھ لینے کا حکم ہوتا ہے، وہ اس کا رزق عمر عمل اور نیک بد ہونا لکھ لیتا ہے۔ ④ اور حدیث میں ہے وہ پوچھتا ہے کہ اے اللہ مرد ہوگا یا عورت؟ شقی ہوگا یا سعید؟ روزی کیا ہے؟ عمر کتنی ہے؟ اللہ تعالیٰ بتلاتا ہے اور وہ لکھ لیتا ہے۔ ⑤ حضور ﷺ فرماتے ہیں غیب کی پانچ کنجیاں ہیں۔ جنہیں بجز اللہ تعالیٰ علیم وخبیر کے اور کوئی نہیں جانتا کل کی بات اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ پیٹ میں کیا بڑھتا ہے۔ اور کیا گھٹتا ہے کوئی نہیں جانتا۔ بارش کب برسے گی اس کا علم بھی کسی کو نہیں۔ کون شخص کہاں مرے گا اسے بھی اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ قیامت کب قائم ہوگی اس کا علم بھی اللہ ہی کو ہے۔ ⑥ پیٹ میں کیا گھٹتا ہے اس سے مراد حمل کا ساقط ہو جانا ہے اور رحم میں کیا بڑھ رہا ہے کیسے پورا ہو رہا ہے، یہ بھی اللہ کو بخوبی علم رہتا ہے۔ دیکھ لو کوئی عورت دس مہینے لیتی ہے کوئی نو۔ کسی کا حمل گھٹتا ہے، کسی کا بڑھتا ہے۔ نو ماہ سے گھٹنا، نو سے بڑھ جانا اللہ کے علم میں ہے۔ حضرت ضحاک رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں دو سال ماں کے پیٹ میں رہا جب پیدا ہوا تو میرے اگلے دو دانت نکل آئے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے کہ حمل کی انتہائی مدت دو سال کی ہوتی ہے۔ کمی سے مراد بعض کے نزدیک ایام حمل میں خون کا آنا اور زیادتی سے مراد نو ماہ سے زیادہ حمل کا ٹھہرا رہنا ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں نو سے پہلے جب عورت خون کو دیکھے تو نو سے زیادہ ہو جاتے ہیں مثل ایام حیض کے۔ خون کے گرنے سے بچہ اچھا ہو جاتا ہے اور نہ گرے تو بچہ پورا پاٹھا اور بڑا ہوتا ہے۔ حضرت مکحول رحمہ اللہ فرماتے ہیں بچہ ماں کے پیٹ میں بالکل

---

① [النجم :۳۲] ② [الزمر: آیت ٦] ③ [المومنون:۱۲،۱٤]

④ [صحیح : صحیح بخاری : کتاب القدر (٦٥٩٤) و کتاب التوحید (٧٤٥٤) و کتاب احادیث الانبیاء : باب خلق آدم و ذریته (٣٣٣٢) صحیح مسلم : کتاب القدر : باب کیفیة الخلق الآدمی (٢٦٤٣) ابوداؤد : کتاب السنة : باب فی القدر (٤٧٠٨) ابن ماجه: مقدمه : باب فی القدر (٧٦) ترمذی : کتاب القدر : باب ماجآء ان الاعمال بالخواتیم (٢١٣٧) مسند احمد (١/٣٨٢)]

⑤ [صحیح : صحیح بخاری (٣٣٣٣) صحیح مسلم (٢٦٤٦)]

⑥ [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر (٤٦٩٧) مسند احمد (٢/٢٤)]

بے غم، بے کھٹکے اور با آرام ہوتا ہے۔ اس کی ماں کے حیض کا خون اس کی غذا ہوتا ہے، جو بے طلب با آرام اسے پہنچتا رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ ماں کو ان دنوں حیض نہیں آتا۔ پھر جب بچہ پیدا ہوتا ہے زمین پر آتے ہی روتا چلاتا ہے اس انجان جگہ سے اسے وحشت ہوتی ہے، جب اس کی نال کٹ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی روزی ماں کے سینے میں پہنچا دیتا ہے اور اب بھی بے طلب، بے جستجو، بے رنج وغم، بے فکری کے ساتھ اسے روزی ملتی رہتی ہے۔ پھر ذرا بڑا ہوتا ہے اپنے ہاتھوں کھانے پینے لگتا ہے۔ لیکن بالغ ہوتے ہی روزی کے لئے ہائے ہائے کرنے لگتا ہے۔ موت اور قتل تک سے روزی حاصل ہونے کا امکان ہو تو پس وپیش نہیں کرتا۔ افسوس! اے ابن آدم! تجھ پر حیرت ہے جس نے تجھے تیری ماں کے پیٹ میں روزی دی، جس نے تجھے تیری ماں کی گود میں روزی دی جس نے تجھے بچے سے بالغ بنانے تک روزی دی۔ اب تو بالغ اور عقل مند ہو کر یہ کہنے لگا کہ ہائے کہاں سے کھاؤں گا؟ موت ہو یا قتل ہو؟ پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ ہر چیز اس کے پاس اندازے کے ساتھ موجود ہے رزق اجل سب مقرر شدہ ہے۔ حضور ﷺ کی ایک صاحبزادی صاحبہ نے آپ کے پاس آدمی بھیجا کہ میرا بچہ آخری حالت میں ہے آپ کا تشریف لانا میرے لئے خوشی کا باعث ہے۔ آپ نے فرمایا جاؤ ان سے کہہ دو کہ جو اللہ لے لے وہ اسی کا ہے، جو دے رکھے وہ بھی اسی کا ہے، ہر چیز کا صحیح اندازہ اس کے پاس ہے ان سے کہہ دو کہ صبر کریں اور اللہ سے ثواب کی امید رکھیں۔ (۱)

اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کو بھی جانتا ہے جو بندوں سے پوشیدہ ہے اور اسے بھی جو بندوں پر ظاہر ہے، اس سے کچھ بھی مخفی نہیں۔ وہ سب سے بڑا ہے۔ وہ ہر ایک سے بلند ہے ہر چیز اس کے علم میں ہے ساری مخلوق اس کے سامنے عاجز ہے، تمام سر اس کے سامنے جھکے ہوئے ہیں تمام بندے اس کے سامنے عاجز ولاچار اور محض بے بس ہیں۔

سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ﴿۱۰﴾ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۗ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ﴿۱۱﴾

تم میں سے کسی کا اپنی بات چھپا کر کہنا اور آواز بلند اسے کہنا اور جو رات کو چھپا ہوا ہو اور جو دن میں چل رہا ہو سب اللہ پر برابر اور یکساں ہیں ○ اس کے پہرے دار انسان کے آگے پیچھے مقرر ہیں جو باحکم اللہ اس کی نگہبانی کرتے رہتے ہیں، کسی قوم کی حالت اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اسے بدلیں جو ان کے دلوں میں ہے، اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کی سزا کا ارادہ کر لیتا ہے تو وہ بدلا نہیں کرتا، اور بجز اس کے کوئی بھی ان کا کارساز نہیں ہوتا ○

اللہ کا علم تمام مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے: کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں، پست اور بلند ہر آواز وہ سنتا ہے چھپا

(۱) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجنائز : باب قول النبی یعذب المیت ببعض البکاء (۱۲۸۴) صحیح مسلم : کتاب الجنائز : باب البکاء علی المیت (۹۲۳) ابن ابی شیبۃ (۳/۳۹۲۔ ۳۹۳) عبدالرزاق (۶۶۷۰) مسند احمد (۵/۲۰۴۔ ۲۰۶)]

کھلا سب جانتا ہے۔ تم چھپاؤ یا کھولو اس سے مخفی نہیں۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے وہ اللہ پاک ہے جس کے سننے نے تمام آوازوں کو گھیرا ہوا ہے قسم اللہ کی اپنے خاوند کی شکایت لے کر آنے والی عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح کانا پھوسی کی کہ میں پاس ہی گھر میں بیٹھی ہوئی تھی لیکن میں بھی نہ سن سکی لیکن اللہ تعالیٰ نے آیتیں [1] ﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ﴾ الخ' اتاریں [2] اس عورت کی یہ تمام سرگوشی اللہ تعالیٰ سن رہا تھا۔ وہ سمیع و بصیر ہے' جو اپنے گھر کے تہہ خانے میں راتوں کے اندھیرے میں چھپا ہوا ہو۔ وہ' اور جو دن کے وقت کھلم کھلا آباد راستوں میں چلا جا رہا ہو' وہ علم الٰہی میں برابر ہیں۔ جیسے آیت ﴿اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ﴾ [3] الخ' میں فرمایا ہے اور آیت ﴿وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ﴾ [4] میں ارشاد ہوا ہے کہ تمہارے کسی کام کے وقت ہم ادھر ادھر نہیں ہوتے' کوئی ذرہ ہماری معلومات سے خارج نہیں۔ اللہ کے فرشتے بطور نگہبان اور چوکیدار کے بندوں کے اردگرد مقرر ہیں' جو انہیں آفتوں سے تکلیفوں سے بچاتے رہتے ہیں جیسے کہ اعمال پر نگہبان فرشتوں کی جماعت ہے' جو باری باری پے درپے آتے جاتے رہتے ہیں' رات کے الگ' دن کے الگ اور جیسے کہ دو فرشتے انسان کے دائیں بائیں اعمال لکھنے پر مقرر ہیں' داہنے والا نیکیاں لکھتا ہے بائیں جانب والا بدیاں لکھتا ہے۔ اسی طرح دو فرشتے اس کے آگے پیچھے ہیں جو اس کی حفاظت و حراست کرتے رہتے ہیں۔ پس ہر انسان ہر وقت چار فرشتوں میں رہتا ہے' دو کاتب دائیں بائیں دو نگہبانی کرنے والے آگے پیچھے' پھر رات کے الگ' دن کے الگ۔ چنانچہ حدیث میں ہے تم میں فرشتے پے درپے آتے جاتے رہتے ہیں' رات کے اور دن کے۔ ان کا میل صبح اور عصر کی نماز میں ہوتا ہے رات گزارنے والے آسمان پر چڑھ جاتے ہیں۔ باوجود علم کے اللہ تبارک و تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حالت میں چھوڑا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم گئے تو نماز میں پایا اور آئے تو نماز میں چھوڑا۔ [5] اور حدیث میں ہے تمہارے ساتھ وہ ہیں جو سوا پاخانے اور جماع کے وقت کے تم سے علیحدہ نہیں ہوتے۔ پس تمہیں ان کا لحاظ' ان کی شرم' ان کا اکرام اور ان کی عزت کرنی چاہیے۔ [6]

پس جب اللہ کو کوئی نقصان بندے کو پہنچانا منظور ہوتا ہے' بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما محافظ فرشتے اس کام کو

---

[1] [سورۃ المجادلہ : آیت ۱]

[2] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب التوحید : باب و کان اللہ سمیعا بصیرا تعلیقا (قبل الحدیث : ۷۳۸۶) ابن ماجہ : مقدمہ : باب فیما انکرت الجهمية (۱۸۸) نسائی : کتاب الطلاق : باب الظهار (۳٤٦٠)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابن ماجہ ، ارواء الغلیل (۱۷۵/۷)]

[3] [سورہ ھود : آیت ۵] [4] [سورۂ یونس: آیت ٦١]

[5] [**صحیح**: صحیح بخاری : کتاب مواقیت الصلاۃ : باب فضل صلاۃ العصر (۵۵۵) صحیح مسلم : کتاب المساجد : باب فضل صلاتی الصبح والعصر (٦٣٢)]

[6] [**ضعیف**: ترمذی : کتاب الادب : باب ماجاء فی الاستتار عندالجماع (۲۸۰۰)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی ، ارواء الغلیل (٦٤)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے ضعیف کہتے ہیں

ہو جانے دیتے ہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں ہر بندے کے ساتھ اللہ کی طرف سے موکل ہے جو اسے سوتے جاگتے جنات سے انسان سے زہریلے جانوروں اور تمام آفتوں سے بچاتا رہتا ہے ہر چیز کو روک دیتا ہے مگر وہ جسے اللہ پہنچانا چاہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ دنیا کے بادشاہوں امیروں کا ذکر ہے جو پہرے چوکی میں رہتے ہیں۔ ضحاک فرماتے ہیں کہ سلطان اللہ کی نگہبانی میں ہوتا ہے ﴿اَمْرِ اللّٰہِ﴾ سے یعنی مشرکین اور ظاہرین سے۔ واللہ اعلم۔ ممکن ہے غرض اس قول سے یہ ہو کہ جیسے بادشاہوں امیروں کی چوکیداری سپاہی کرتے ہیں اسی طرح بندے کے چوکیدار اللہ کی طرف سے مقرر شدہ فرشتے ہوتے ہیں۔ ایک غریب روایت میں تفسیر ابن جریر میں وارد ہوا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے دریافت کیا کہ فرمایئے بندے کے ساتھ کتنے فرشتے ہوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ایک تو دائیں جانب نیکیوں کا لکھنے والا جو بائیں جانب والے پر امیر ہے جب کوئی نیکی کرتا ہے وہ ایک کے بجائے دس لکھ لی جاتی ہیں جب تو کوئی برائی کرے تو بائیں والا دائیں والے سے اس کے لکھنے کی اجازت طلب کرتا ہے وہ کہتا ہے ذرا ٹھہر جاؤ شاید یہ توبہ و استغفار کر لے تین مرتبہ وہ اجازت مانگتا ہے تب تک بھی اگر اس نے توبہ نہ کی تو یہ نیکی کا فرشتہ اس سے کہتا ہے اب لکھ لے اللہ ہمیں اس سے بچائے یہ تو بڑا برا ساتھی ہے۔ اسے اللہ کا لحاظ نہیں یہ اس سے نہیں شرماتا۔ اللہ کا فرمان ہے کہ انسان جو بات زبان پر لاتا ہے اس پر نگہبان متعین اور مہیا ہیں۔ [1] اور دو فرشتے تیرے آگے پیچھے ہیں فرمان الٰہی ہے ﴿لَهٗ مُعَقِّبَاتٌ﴾ الخ، اور ایک فرشتہ تیرے ماتھے کے بال تھامے ہوئے ہے جب تو اللہ کے لئے تواضع اور فروتنی کرتا ہے وہ تجھے پست اور عاجز کر دیتا ہے اور دو فرشتے دو ہونٹوں پر ہیں، جو درود تو مجھ پر پڑھتا ہے اس کی وہ حفاظت کرتے ہیں۔ ایک فرشتہ تیرے منہ پر کھڑا ہے کہ کوئی سانپ وغیرہ جیسی چیز تیرے حلق میں نہ چلی جائے اور دو فرشتے تیری آنکھوں پر ہیں، پس یہ دس فرشتے ہر بنی آدم کے ساتھ ہیں پھر دن کے الگ ہیں۔ اور رات کے الگ ہیں یوں ہر شخص کے ساتھ بیس فرشتے منجانب اللہ موکل ہیں۔ ادھر بہکانے کے لئے دن بھر تو ابلیس کی ڈیوٹی رہتی ہے اور رات کو اس کی اولاد کی۔ [2] مسند احمد میں ہے تم میں سے ہر ایک کے ساتھ جن ساتھی ہے اور فرشتہ ساتھی ہے لوگوں نے کہا آپ کے ساتھ بھی؟ فرمایا ہاں لیکن اللہ نے اس پر میری مدد کی ہے، وہ مجھے بھلائی کے سوا کچھ نہیں کہتا۔ (مسلم) [3] یہ فرشتے بحکم رب اس کی نگہبانی رکھتے ہیں۔ بعض قراءتوں میں ((مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ)) کے بدلے ((بِاَمْرِ اللّٰہِ)) ہے۔ کعب کہتے ہیں اگر ابن آدم کیلئے ہر نرم و سخت کھل جائے تو البتہ ہر چیز اسے خود نظر آنے لگے۔ اور اگر اللہ کی طرف سے یہ محافظ فرشتے مقرر نہ ہوں جو کھانے پینے اور شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں تو واللہ تم تو اچک

---

[1] [سورۂ ق : آیت ۱۸]

[2] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۰۲۱۱/۱۶)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں جہالت اور انقطاع ہے۔]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب صفات المنافقین : باب تحریش الشیطان وبعثه سرایا (۲۸۱٤) مسند احمد (۳۸٥/۱)]

لئے جاؤ۔ ابوامامہ فرماتے ہیں ہر آدمی کے ساتھ محافظ فرشتہ ہے۔ جو تقدیری امور کے سوا اور تمام بلاؤں کو دفعہ کرتا رہتا ہے۔ ایک شخص قبیلہ مراد کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انہیں نماز میں مشغول دیکھا تو کہا قبیلہ مراد کے آدمی آپ کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں آپ پہرہ چوکی مقرر کر لیجئے آپ نے فرمایا ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے اس کے محافظ مقرر ہیں بغیر تقدیر کے لکھے کے کسی برائی کو انسان تک پہنچنے نہیں دیتے سنو! اجل ایک مضبوط قلعہ ہے اور عمدہ ڈھال ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ جیسے حدیث شریف میں ہے لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یہ جھاڑ پھونک جو ہم کرتے ہیں کیا اس سے اللہ کی مقرر کی ہوئی تقدیر ٹل جاتی ہے؟ آپ نے فرمایا وہ خود اللہ کی مقرر کردہ ہے۔ [1] ابن ابی حاتم میں ہے کہ بنی اسرائیل کے نبیوں میں سے ایک کی طرف وحی الٰہی ہوئی کہ اپنی قوم سے کہہ دے کہ جس بستی والے اور جس گھر والے اللہ کی اطاعت گزاری کرتے کرتے اللہ کی معصیت کرنے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی راحت کی چیزوں کو ان سے دور کر کے انہیں وہ چیزیں پہنچاتا ہے جو انہیں تکلیف دینے والی ہوں۔ اس کی تصدیق قرآن کی آیت ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ﴾ الخ، سے بھی ہوتی ہے۔ امام ابن ابی شیبہ کی کتاب صفۃ العرش میں یہ روایت مرفوعاً بھی آئی ہے۔ عمیر بن عبدالملک کہتے ہیں کہ کوفے کے منبر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ سنایا جس میں فرمایا کہ اگر میں چپ رہتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بات شروع کرتے اور جب میں پوچھتا تو آپ مجھے جواب دیتے۔ ایک دن آپ نے مجھ سے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے قسم ہے اپنی عزت و جلال کی، اپنی پوری بلندی کی جو عرش پر ہے کہ جس بستی کے جس گھر کے لوگ میری نافرمانیوں میں مبتلا ہوں پھر انہیں چھوڑ کر میری فرمانبرداری میں لگ جائیں تو میں بھی اپنے عذاب اور دکھ ان سے ہٹا کر اپنی رحمت اور سکھ انہیں عطا فرماتا ہوں۔ یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند میں ایک راوی غیر معروف ہے۔

هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾

وہی اللہ ہے جو تمہیں بجلی کی چمک ڈرانے اور امید دلانے کیلئے دکھاتا ہے اور بوجھل بادلوں کو پیدا کرتا ہے ○ گرج اس کی تسبیح و تعریف کرتی ہے اور فرشتے بھی اس کے خوف سے، وہی آسمان سے بجلیاں گراتا ہے اور جس پر چاہتا ہے اس پر ڈال دیتا ہے کفار اللہ کی بابت لڑ جھگڑ رہے ہیں، اللہ سخت قوت والا ہے ○

بجلی بھی اسی کے حکم میں: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک سائل کے جواب میں کہا تھا کہ برق پانی ہے۔ مسافر اسے دیکھ

---

[1] [**ضعیف**: ترمذی : کتاب الطب : باب ماجآء فی الرقی والادویة (۲۰۶۵) ابن ماجه : کتاب الطب : باب ما انزل الله داء (۳۴۳۷) مستدرك حاکم (۴/۴۰۲) طبرانی کبیر (۳/۳۰۹۰)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [المشکاة (۹۷)] اس کی سند میں صالح بن ابی خضر راوی ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (۵/۸۵)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس راوی کو ضعیف کہتے ہیں۔]

کر اپنی ایذا اور مشقت کے خوف سے گھبراتا ہے اور مقیم برکت ونفع کی امید پر رزق کی زیادتی کا لالچ کرتا ہے' وہی بوجھل بادلوں کو پیدا کرتا ہے جو بوجہ پانی کے بوجھ کے زمین کے قریب آ جاتے ہیں۔ پس ان میں بوجھ پانی کا ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ کڑک بھی اس کی تسبیح وتعریف بیان کرتی ہے۔ ایک اور جگہ ہے کہ ہر چیز اللہ کی تسبیح وحمد کرتی ہے۔ [1] ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بادل پیدا کرتا ہے جو اچھی طرح بولتے ہیں اور ہنستے ہیں۔ [2] ممکن ہے بولنے سے مراد گرجنا اور ہنسنے سے مراد بجلی کا ظاہر ہونا ہو۔ سعد بن ابراہیم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ بارش بھیجتا ہے اس سے اچھی بولی اور اس سے اچھی ہنسی والا کوئی نہیں۔ اس کی ہنسی بجلی ہے اور اس کی گفتگو گرج ہے۔ محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ برق ایک فرشتہ ہے جس کے چار منہ ہیں ایک انسان جیسا' ایک بیل جیسا' ایک گدھے جیسا' ایک شیر جیسا' وہ جب دم ہلاتا ہے تو بجلی ظاہر ہوتی ہے۔ آنحضرت ﷺ گرج سن کر یہ دعا پڑھتے تھے ﴿اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذَالِكَ﴾ (ترمذی) [3] اور روایت میں یہ دعا ہے ﴿سُبْحَانَ مَنْ يُّسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ﴾ [4] حضرت علی رضی اللہ عنہ گرج سن کر پڑھتے ﴿سُبْحَانَ مَنْ سَبَّحْتَ لَهٗ﴾ ابن ابی زکریا فرماتے ہیں جو شخص گرج سن کر کہے ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ﴾ اس پر بجلی نہیں گرے گی۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما گرج کی آواز سن کر باتیں چھوڑ دیتے اور فرماتے ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ الَّذِيْ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ﴾ اور فرماتے کہ اس آیت میں اور اس آواز میں زمین والوں کیلئے بہت تنزیر وعبرت ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ تمہارا رب العزت فرماتا ہے اگر میرے بندے میری پوری اطاعت کرتے تو راتوں کو بارشیں برساتا اور دن کو سورج چڑھاتا اور انہیں گرج کی آواز تک نہ سناتا۔ [5] طبرانی میں ہے آپ فرماتے ہیں گرج سن کر اللہ کا ذکر کرو۔ کیونکہ ذکر کرنے والوں پر کڑاکا نہیں گرتا۔ [6] وہ بجلی بھیجتا ہے جس پر چاہے اس پر گراتا ہے۔ اسی لئے آخر زمانہ میں

---

[1] [سورۃ الاسراء : آیت ٤٤]

[2] [صحیح : مسند احمد (٥/٤٣٥) العقیلی فی الضعفاء (٣٥/١) بیهقی فی الاسماء والصفات (٩٨٨)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ شیخ البانی ؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [السلسلة الصحيحة (١٦٦٥)]

[3] [ضعیف : ترمذی : کتاب الدعوات : باب مایقول اذاسمع الرعد (٣٤٥٠) مستدرك حاکم (٢٨٦/٤) ابن شیبة (٣١/٧) نسائی فی الیوم واللیلة (٩٢٧، ٩٢٨) ابن السنی (٢٩٨) الادب المفرد للبخاری (٢٧١) نسائی فی السنن الکبری (١٠٧٦٤) مسند احمد (١٠٠/٢)] شیخ البانی ؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی ، السلسلة الضعیفة (١٠٤٢)]

[4] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (٢٠٢٦٠)]

[5] [ضعیف : مستدرك الحاکم (٣٤٩/٢) مسند احمد (٣٥٩/٢) مجمع الزوائد (٣٢٧٨)] اس کی سند میں صدقہ بن موسیٰ راوی ضعیف ہے۔]

[6] [ضعیف : طبرانی کبیر (١١٣٧١) مجمع الزوائد (١٧١٢٧)] اس کی سند میں یحییٰ بن کثیر ضعیف ہے۔]

بکثرت بجلیاں گریں گی۔ مسند کی حدیث میں ہے کہ قیامت کے نزدیک بجلی بکثرت گرے گی یہاں تک کہ ایک شخص اپنی قوم سے آ کر پوچھے گا صبح کس پر بجلی گری؟ وہ کہیں گے فلاں فلاں پر۔ [1] ابو یعلی راوی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کو ایک مغرور سردار کے بلانے کو بھیجا اس نے کہا کون رسول اللہ ﷺ؟ اور کون اللہ؟ اللہ سونے کا ہے یا چاندی کا؟ یا پیتل کا؟ قاصد واپس آیا اور حضور ﷺ سے یہ ذکر کیا کہ دیکھئے میں نے تو آپ سے پہلے ہی کہا تھا کہ وہ متکبر مغرور شخص ہے۔ آپ اسے نہ بلوائیں۔ آپ نے فرمایا دوبارہ جاؤ اس سے یہی کہو اس نے جا کر پھر بلایا لیکن اس ملعون نے یہی جواب اس مرتبہ بھی دیا۔ قاصد نے واپس آ کر حضور ﷺ سے عرض کیا آپ نے تیسری مرتبہ بھیجا اب کی مرتبہ بھی اس نے پیغام سن کر وہی جواب دینا شروع کیا کہ ایک بادل اس کے سر پر آ گیا کڑکا اور اس میں سے بجلی گری اور اس کے سر سے کھوپڑی اڑا لی گئی۔ اس کے بعد یہ آیت اتری۔ [2] ایک روایت میں ہے کہ ایک یہودی حضرت ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا اللہ تانبے کا ہے یا موتی یا یاقوت کا؟ ابھی اس کا سوال پورا نہ ہوا تھا جو بجلی گری اور تباہ ہو گیا اور یہ آیت اتری۔ [3] قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں مذکور ہے ایک شخص نے قرآن کو جھٹلایا اور آنحضرت ﷺ کی نبوت کا انکار کیا اسی وقت آسمان سے بجلی گری اور وہ ہلاک ہو گیا اور یہ آیت اتری۔ [4]

اس آیت کے شان نزول میں عامر بن طفیل اور اربد بن قیس کا قصہ بھی بیان ہوتا ہے۔ یہ دونوں سرداران عرب مدینہ میں حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ ہم آپ کو مان لیں گے اس شرط پر کہ آپ ہمیں آدھوں آدھ شریک کر لیں۔ آپ نے انہیں اس سے مایوس کر دیا تو عامر ملعون نے کہا واللہ! میں سارے عرب کے میدان کو لشکروں سے بھر دوں گا آپ نے فرمایا تو جھوٹا ہے' اللہ تجھے یہ وقت ہی نہیں دے گا پھر یہ دونوں مدینے میں ٹھہرے رہے کہ موقعہ پا کر حضور ﷺ کو غفلت میں قتل کر دیں چنانچہ ایک دن انہیں موقعہ مل گیا ایک نے تو آپ کو سامنے سے باتوں میں لگا لیا دوسرا تلوار لیکر پیچھے سے آ گیا لیکن اس حافظ حقیقی نے آپ کو ان کی شرارت سے بچا لیا۔ اب یہاں سے نامراد ہو کر چلے اور اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے کیلئے عرب کو آپ کے خلاف ابھارنے لگے اسی حال میں اربد پر آسمان سے بجلی گری اور اس کا کام تمام ہو گیا عامر طاعون کی گلٹی سے پکڑا گیا اور اسی میں بلک بلک کر جان دی اور اسی جیسوں کے بارے میں یہ آیت اتری کہ اللہ تعالیٰ جس پر چاہے بجلی گراتا ہے۔ اربد کے بھائی

---

[1] [ضعیف: مسند احمد (٦٤/٣) مجمع الزوائد (١٢٥٨٤)] اس کی سند میں محمد بن مصعب ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [حسن: مسند ابویعلی (٣٤٦٨) تفسیر ابن جریر الطبری (١٢٥/١٣) النسائی فی التفسیر (١١٢٥٩/٦) العقیلی فی الضعفاء (٢٣٢/٣) طبرانی اوسط (٢٦٠٢/٣)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اسے حسن کہتے ہیں۔]

[3] [مرسل: تفسیر ابن جریر الطبری (٢٠٢٦٦/١٦) الدر المنثور للسیوطی (٩٩/٤)]

[4] [حسن: تفسیر ابن جریر الطبری (٢٠٢٧١)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔]

لبید نے اپنے بھائی کے اس واقعہ کو اشعار میں خوب بیان کیا ہے۔ اور روایت میں ہے کہ عامر نے کہا کہ اگر میں مسلمان ہو کر جاؤں تو مجھے کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا جو سب مسلمانوں کا حال وہی تیرا حال۔ اس نے کہا پھر تو میں مسلمان نہیں ہوتا۔ اگر آپ کے بعد اس امر کا والی میں بنوں تو میں دین قبول کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ امر خلافت نہ تیرے لئے ہے نہ تیری قوم کے لئے ہاں ہمارا لشکر تیری مدد پر ہوگا۔ اس نے کہا اس کی مجھے ضرورت نہیں اب بھی نجدی لشکر میری پشت پناہی پر ہے مجھے تو کچے پکے کا مالک کر دیں تو میں دین اسلام قبول کرلوں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ یہ دونوں آپ کے پاس سے چلے گئے۔ عامر کہنے لگا واللہ! میں مدینے کو چاروں طرف سے لشکروں سے محصور کرلوں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تیرا یہ ارادہ پورا نہیں ہونے دے گا۔ اب ان دونوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ایک تو حضرت محمد ﷺ کو باتوں میں لگائے دوسرا تلوار سے آپ کا کام تمام کر دے۔ پھر ان میں سے لڑے گا کون؟ زیادہ سے زیادہ دیت دے کر پیچھا چھٹ جائے گا۔ اب یہ دونوں پھر آپ کے پاس آئے۔ عامر نے کہا ذرا آپ اٹھ کر یہاں آئیں میں آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ آپ اٹھے اس کے ساتھ چلے حضور ﷺ بھی کھڑے سن رہے تھے اربد نے موقعہ پا کر تلوار پر ہاتھ رکھا اسے میان سے باہر نکالنا چاہا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا ہاتھ شل کر دیا اس سے تلوار نکلی ہی نہیں۔ جب کافی دیر لگ گئی اور اچانک حضور ﷺ کی نظر پشت کی جانب پڑی تو آپ نے یہ حالت دیکھی اور وہاں سے لوٹ کر چلے آئے۔ اب یہ دونوں مدینہ سے چلے حرہ راقم میں آ کر ٹھہرے لیکن حضرت سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما وہاں پہنچے اور انہیں وہاں سے نکالا' راقم میں پہنچے ہی تھے جو اربد پر بجلی گری اس کا تو وہیں ڈھیر ہو گیا۔ عامر یہاں سے بھاگم بھاگ چلا لیکن جرتج میں پہنچا تھا جو اسے طاعون کی گلٹی نکلی۔ بنو سلول قبیلے کی ایک عورت کے ہاں یہ ٹھہرا۔ وہ کبھی کبھی اپنی گردن کی گلٹی کو دباتا اور تعجب سے کہتا یہ تو ایسی ہے جیسے اونٹ کی گلٹی ہوتی ہے' افسوس! میں سلولیہ عورت کے گھر پر مروں گا۔ کیا اچھا ہوتا کہ میں اپنے گھر ہوتا۔ آخر اس سے نہ رہا گیا' گھوڑا منگوایا' سوار ہو کر چل دیا لیکن راستے ہی میں ہلاک ہو گیا پس ان کے بارے میں یہ آیتیں ﴿اَللّٰهُ يَعْلَمُ﴾ سے ﴿مِنْ وَّالٍ﴾ تک نازل ہوئیں ان میں آنحضرت ﷺ کی حفاظت کا ذکر بھی ہے پھر اربد پر بجلی گرنے کا ذکر ہے [1] اور فرمایا ہے کہ یہ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔ اس کی عظمت و توحید کو نہیں مانتے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے مخالفوں کو سخت سزا اور ناقابل برداشت عذاب کرنے والا ہے۔ پس یہ آیت مثل آیت ﴿وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ [2] الخ' کے ہے یعنی انہوں نے مکر کیا اور ہم نے بھی اس طرح کہ انہیں معلوم نہ ہو سکا۔ اب تو خود دیکھ لے کہ ان کے مکر کا انجام کیا ہوا؟ ہم نے انہیں اور ان کی قوم کو غارت کر دیا۔ اللہ سخت پکڑنے والا ہے۔ بہت قوی ہے' پوری قوت و طاقت والا ہے۔

---

[1] [ضعیف: طبرانی کبیر (۱۰۷۶۰) مجمع الزوائد (۱۱۰۹۱)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں عبد العزیز بن عمران راوی ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [سورۃ النمل: آیت ۵۰،۵۱]

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾

اسی کو پکارنا حق ہے‘ جو لوگ اس کے سوا اوروں کو پکارتے ہیں وہ ان کے کسی کام پر نہیں پہنچتے مگر جیسے کہ کوئی شخص اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے ہوئے ہو کہ اس کے منہ میں پڑ جائے تو وہ پانی اس کے منہ میں پہنچنے والا نہیں‘ ان منکروں کی جتنی پکار ہے سب گمراہی میں ہے ○

اللہ کو پکارنا ہی برحق ہے: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ کیلئے دعوت حق ہے‘ اس سے مراد توحید ہے۔ [1] محمد بن منکدر کہتے ہیں مراد ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ ہے۔ پھر مشرکوں‘ کافروں کی مثال بیان ہوئی کہ جیسے کوئی شخص پانی کی طرف ہاتھ پھیلائے ہوئے ہو کہ اس کے منہ میں خود بخود پہنچ جائے تو ایسا نہیں ہونے کا۔ اسی طرح یہ کفار جنہیں پکارتے ہیں اور جن سے امیدیں رکھتے ہیں‘ وہ ان کی امیدیں پوری نہیں کرنے کے۔ اور یہ مطلب بھی ہے کہ جیسے کوئی اپنی مٹھیوں میں پانی بند کر لے تو وہ رہنے کا نہیں۔ پس باسط قابض کے معنی میں ہے۔ عربی شعر میں بھی قابض ماء آیا ہے [2] پس جیسے پانی مٹھی میں روکنے والا اور جیسے پانی کی طرف ہاتھ پھیلانے والا پانی سے محروم ہے‘ ایسے ہی یہ مشرک اللہ کے سوا دوسروں کو گو پکاریں لیکن رہیں گے محروم ہی دین دنیا کا کوئی فائدہ انہیں نہ پہنچے گا۔ ان کی پکار بے سود ہے۔

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۩ ﴿۱۵﴾

اللہ ہی کیلئے زمین و آسمان کی سب مخلوق خوشی اور ناخوشی سے سجدہ کرتی رہتی ہے اور ان کے سائے بھی صبح و شام ○

ہر چیز اللہ کے سامنے سجدہ ریز: اللہ تعالیٰ اپنی عظمت و سلطنت کو بیان فرما رہا ہے کہ ہر چیز اس کے سامنے پست ہے اور ہر ایک اس کی سرکار میں عاجزی کا اظہار کرتی ہے۔ مومن خوشی سے اور کافر بزور اس کے سامنے سجدہ میں ہے۔ ان کی پرچھائیں صبح شام اس کے سامنے جھکتی رہتی ہیں۔ اصال جمع ہے اصیل کی۔ اور آیت میں بھی اس کا بیان ہوا ہے۔ فرمان ہے ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ﴾ [3] الخ‘ یعنی کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ تمام مخلوق اللہ کے سامنے دائیں بائیں جھک کر اللہ کو سجدہ کرتے ہیں اور اپنی عاجزی کا اظہار کرتے ہیں۔

---

[1] تفسیر ابن جریر الطبری (۳٦٤/۷)]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۳٦٤/۷) تفسیر روح المعانی (۱۲۱/۷)]

[3] [سورۃ النحل: آیت ٤٨]

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ⑯

پوچھ کہ آسمانوں اور زمین کا پروردگار کون ہے؟ کہہ دے اللہ' کہہ دے کہ کیا تم پھر بھی اس کے سوا اوروں کو حمایتی بنا رہے ہو؟ جو خود اپنی جان کے بھی بھلے برے کا اختیار نہیں رکھتے' کہہ دے کیا اندھا اور دیکھتا برابر ہوسکتا ہے' یا کیا اندھیریاں اور روشنی برابر ہوسکتی ہے' کیا جنہیں یہ شریک اللہ ٹھہرا رہے ہیں انہوں نے بھی اللہ کی طرح مخلوق پیدا کی ہے کہ ان کی نظر میں مخلوق مشتبہ ہوگئی ہو' کہہ دے کہ صرف اللہ ہی تمام چیزوں کا خالق ہے وہ اکیلا ہے اور زبردست غالب ہے ○

اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ یہ مشرکین بھی اس کے قائل ہیں کہ زمین و آسمان کا رب اور مدبر اللہ ہی ہے۔ اس کے باوجود دوسرے اولیاء کی عبادت کرتے ہیں حالانکہ وہ سب عاجز بندے ہیں۔ ان کے تو کیا خود اپنے بھی نفع نقصان کا انہیں کوئی اختیار نہیں پس یہ اور اللہ کے عابد یکساں نہیں ہوسکتے۔ یہ اندھیروں میں ہیں اور بندۂ رب نور میں ہے۔ جتنا فرق اندھے میں اور دیکھنے والے میں ہے' جتنا فرق اندھیروں اور روشنی میں ہے اتنا ہی فرق ان دونوں میں ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ کیا ان مشرکین کے مقرر کردہ شریک ان کے نزدیک کسی چیز کے خالق ہیں؟ کہ ان پر تمیز مشکل ہوگئی کہ کس چیز کا خالق اللہ ہے؟ اور کس چیز کے خالق ان کے معبود ہیں؟ حالانکہ ایسا نہیں اللہ کے مشابہ اس جیسا اس کے برابر کا اور اس کی مثل کا کوئی نہیں۔ وہ وزیر سے' شریک سے' اولاد سے' بیوی سے پاک ہے اور ان سب سے اس کی ذات بلند و بالا ہے۔ یہ تو مشرکین کی پوری بے وقوفی ہے کہ اپنے جھوٹے معبودوں کو اللہ کا پیدا کیا ہوا' اس کی مملوک سمجھتے ہوئے پھر بھی ان کی پوجا پاٹ میں لگے ہوئے ہیں۔ لبیک پکارتے ہوئے کہتے ہیں کہ یا اللہ ہم حاضر ہوئے تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ شریک کہ وہ خود تیری ملکیت میں ہے اور جس چیز کا وہ مالک ہے' وہ بھی دراصل تیری ہی ملکیت میں ہے۔ [1] قرآن نے اور جگہ ان کا مقولہ بیان فرمایا ہے کہ ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ [2] یعنی ہم تو ان کی عبادت صرف اس لالچ میں کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کردیں۔ ان کے اس اعتقاد کی رگ گردن توڑتے ہوئے ارشاد ربانی ہوا کہ اس کے پاس کوئی بھی اس کی اجازت کے بغیر لب نہیں ہلا سکتا۔ آسمانوں کے فرشتے بھی شفاعت اس کی اجازت بغیر کر ہی نہیں سکتے۔ سورۂ مریم میں فرمایا زمین و آسمان کی تمام مخلوق اللہ کے سامنے غلام بن کر آنے والی ہے' سب اس کی نگاہ میں اور اس کی گنتی میں ہیں اور ہر ایک تنہا تنہا اس کے سامنے قیامت کے دن حاضری

---

[1] [**صحيح** : صحيح مسلم : كتاب الحج : باب التلبية وصفتها ووقتها (١١٨٥)]

[2] [سورة الزمر: آيت ٣]

دینے والا ہے۔ (۱) پس جب کہ سب کے سب بندے غلام ہونے کی حیثیت میں یکساں ہیں، پھر ایک کا دوسرے کی عبادت کرنا بڑی حماقت اور کھلی بے انصافی نہیں تو اور کیا ہے؟ پھر اس نے رسولوں کا سلسلہ شروع دنیا سے جاری رکھا ہے۔ ہر ایک نے لوگوں کو پہلا سبق یہ دیا کہ اللہ ایک ہی عبادت کے لائق ہے۔ اس کے سوا کوئی اور عبادت کے لائق نہیں لیکن انہوں نے نہ اپنے اقرار کا پاس کیا نہ رسولوں کی متفقہ تعلیم کا لحاظ کیا، مخالفت کی، رسولوں کو جھٹلایا تو کلمہ عذاب ان پر صادق آ گیا۔ یہ رب کا ظلم نہیں۔

اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتۡ اَوۡدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحۡتَمَلَ السَّيۡلُ زَبَدًا رَّابِيًا ؕ وَمِمَّا يُوۡقِدُوۡنَ عَلَيۡهِ فِى النَّارِ ابۡتِغَآءَ حِلۡيَةٍ اَوۡ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثۡلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ يَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡحَـقَّ وَالۡبَاطِلَ ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذۡهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنۡفَعُ النَّاسَ فَيَمۡكُثُ فِى الۡاَرۡضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡاَمۡثَالَ ﴿۱۷﴾

اسی نے آسمان سے پانی برسایا پھر اپنی اپنی سمائی کے مطابق نالے بہہ نکلے پھر پانی کے ریلے نے اوپر چڑھے جھاگ کو اٹھا لیا، اور اس چیز میں بھی جس کو آگ میں ڈال کر تپاتے ہیں زیور یا ساز و سامان کیلئے اسی طرح کے جھاگ ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ حق و باطل کی مثال بیان فرماتا ہے، اب جھاگ تو ناکارہ ہو کر چلا جاتا ہے لیکن جو لوگوں کو نفع دینے والی چیز ہے وہ زمین میں ٹھہری رہتی ہے، اللہ تعالیٰ اسی طرح مثالیں بیان فرماتا ہے ○

باطل میں پائیداری نہیں: حق و باطل کے فرق، حق کی پائیداری اور باطل کی بے ثباتی کی یہ دو مثالیں بیان فرمائیں۔ ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ بادلوں سے مینہ برساتا ہے، چشموں، دریاؤں، نالیوں وغیرہ کے ذریعے برسات کا پانی بہنے لگتا ہے۔ کسی میں کم، کسی میں زیادہ، کوئی چھوٹی، کوئی بڑی۔ یہ دلوں کی مثال ہے اور ان کے تفاوت کی۔ کوئی آسمانی علم بہت زیادہ حاصل کر لیتا ہے کوئی کم۔ پھر پانی کی اس رو پر جھاگ تیرنے لگتا ہے۔ ایک مثال تو یہ ہوئی۔ دوسری مثال سونے چاندی کے لوہے تانبے کی ہے کہ اسے آگ میں تپایا جاتا ہے سونے چاندی زیور کیلئے لوہا تانبا برتن بھانڈے وغیرہ کیلئے۔ ان میں بھی جھاگ ہوتے ہیں تو جیسے ان دونوں چیزوں کے جھاگ مٹ جاتے ہیں، اسی طرح باطل جو کبھی حق پر چھا جاتا ہے اور حق نتھر آتا ہے جیسے پانی نتھر کر صاف ہو کر رہ جاتا ہے اور جیسے چاندی سونا وغیرہ تپا کر کھوٹ سے الگ کر لئے جاتے ہیں۔ اب سونے چاندی پانی وغیرہ سے تو دنیا نفع اٹھاتی رہتی ہے اور ان پر جو کھوٹ اور جھاگ آ گیا تھا، اس کا نام و نشان بھی نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے سمجھانے کے لئے کتنی صاف مثالیں بیان فرما رہا ہے۔ کہ سوچیں سمجھیں۔ جیسے فرمایا کہ ہم یہ مثالیں لوگوں کے سامنے بیان فرماتے ہیں لیکن اسے علماء خوب سمجھتے ہیں۔ (۲) بعض سلف کی سمجھ میں جو کوئی مثال نہیں آتی تھی تو وہ رونے لگتے تھے کیونکہ انہیں نہ سمجھنا علم سے خالی لوگوں کا وصف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں پہلی مثال میں بیان ہے ان لوگوں کا جن

---

(۱) [سورۃ مریم : آیت ۹۳، ۹۵] (۲) [سورۃ العنکبوت: آیت ۴۳]

کے دل میں یقین کے ساتھ علم الٰہی کامل ہوتے ہیں اور بعض دل وہ بھی ہیں' جن میں شک باقی رہ جاتا ہے پس شک کے ساتھ علم بے سود ہوتا ہے۔ یقین پورا فائدہ دیتا ہے۔ ابد سے مراد شک ہے جو کمتر چیز ہے' یقین کارآمد چیز ہے' جو باقی رہنے والی ہے۔ جیسے زیور جو آگ میں تپایا جاتا ہے تو کھوٹ جل جاتا ہے اور کھری چیز رہ جاتی ہے' اسی طرح اللہ کے ہاں یقین مقبول ہے شک مردود ہے۔ پس جس طرح پانی رہ گیا اور پینے وغیرہ کے کام آیا اور جس طرح سونا چاندی اصلی رہ گیا اور اس کے ساز و سامان بنے' اسی طرح نیک اور خالص اعمال عامل کو نفع دیتے ہیں اور باقی رہتے ہیں۔ ہدایت وحق پر جو عامل رہے' وہ نفع پاتا ہے جیسے لوہے کی چھری بغیر تپائے بن نہیں سکتی۔ اسی طرح باطل' شک اور ریاکاری والے اعمال اللہ کے ہاں کارآمد نہیں ہو سکتے۔ قیامت کے دن باطل ضائع ہو جائے گا۔ اور اہل حق کو حق نفع دے گا۔ سورۂ بقرہ کے شروع میں منافقوں کی دو مثالیں اللہ رب العزت نے بیان فرمائیں۔ ایک پانی کی ایک آگ کی۔

سورۂ نور میں کافروں کی دو مثالیں بیان فرمائیں۔ ایک سراب یعنی ریت کی دوسری سمندر کی تہہ کے اندھیروں کی۔ ریت کا میدان موسم گرما میں دور سے بالکل لہریں لیتا ہوا دریا کا پانی معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن یہودیوں سے پوچھا جائے گا کہ تم کیا مانگتے ہو؟ کہیں گے پیاسے ہو رہے ہیں' پانی چاہئے تو ان سے کہا جائے گا پھر جاتے کیوں نہیں ہو؟ چنانچہ جہنم انہیں ایسی نظر آئے گی جیسے دنیا میں ریتلے میدان۔ [1] دوسری آیت میں فرمایا ﴿اَوْ كَظُلُمَاتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ﴾ [2] الخ' بخاری و مسلم میں فرمان رسول ﷺ ہے کہ جس ہدایت و علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اس کی مثال بارش کی طرح ہے جو زمین پر برسی۔ زمین کے ایک حصے نے تو پانی کو قبول کیا' گھاس چارہ بکثرت اگ آیا۔ بعض زمین جاذب تھی' اس نے پانی کو روک لیا پس اللہ نے اس سے بھی لوگوں کو نفع پہنچایا۔ پانی ان کے پینے کے' پلانے کے' کھیت کے کام آیا اور جو ٹکڑا زمین کا سنگلاخ اور سخت تھا نہ اس میں پانی ٹھہرا نہ وہاں کچھ پیداوار ہوئی۔ پس یہ اس کی مثال ہے جس نے دین میں سمجھ حاصل کی اور میری بعثت سے اللہ نے اسے فائدہ پہنچایا اس نے خود علم سیکھا دوسروں کو سکھایا اور مثال ہے اس کی جس نے اس کیلئے سر بھی نہ اٹھایا اور نہ اللہ کی وہ ہدایت قبول کی جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں۔ [3] پس وہ سنگلاخ زمین کے مثل ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے میری اور تمہاری مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی جب آگ نے اپنے آس پاس کی چیزوں کو روشن کر دیں تو پتنگے اور پروانے وغیرہ کیڑے اس میں گر گر کر جان دینے لگے وہ انہیں ہر چند روکتا ہے لیکن پھر بھی وہ برابر گر رہے ہیں بالکل یہی مثال میری اور تمہاری ہے کہ میں تمہاری کمر پکڑ کر تمہیں روکتا ہوں اور کہہ رہا ہوں کہ آگ سے پرے ہٹو لیکن تم میری

---

[1] [صحیح: صحيح مسلم: كتاب الايمان: باب معرفة الطريق الرؤية (١٨٣)]

[2] [سورة النور: آیت ٤٠]

[3] [صحیح: صحيح بخاری: كتاب العلم: باب فضل من علم و علم (٧٩) صحيح مسلم: كتاب الفضائل: باب بيان مثل مابعث النبی من الهدى والعلم (٢٢٨٢) مسند احمد (٣٩٩/٤)]

نہیں سنتے، نہیں مانتے، مجھ سے چھوٹ چھوٹ کر آگ میں گرے چلے جاتے ہو۔ [1] پس حدیث میں بھی پانی اور آگ کی دونوں مثالیں آ چکی ہیں۔

لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰىؔ ؕ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۸﴾

جن لوگوں نے اپنے رب کے حکم کی بجا آوری کی ان کیلئے بھلائی ہے اور جن لوگوں نے اس کی حکم برداری نہ کی اگر ان کے لیے زمین میں جو کچھ ہے سب کچھ ہو اور اسی کے ساتھ ویسا ہی اور بھی ہو جب بھی وہ سب کچھ اپنے بدلے میں دے دیں، یہی ہیں جن کے لیے حساب کی سختی ہے اور جن کا ٹھکانا جہنم ہے جو بہت بری جگہ ہے ○

نیکوں اور بدوں کا انجام: اللہ رسول کو ماننے والے، احکام کے پابند، خبروں پر یقین رکھنے والے تو نیک بدلہ پائیں گے۔ ذوالقرنین رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ ظلم کرنے والے کو ہم بھی سزا دیں گے اور اللہ کے ہاں بھی سخت عذاب دیا جائے گا اور ایماندار اور نیک اعمال لوگ بہترین بدلہ پائیں گے اور ہم بھی ان سے نرمی کی باتیں کریں گے۔ [2] اور آیت میں فرمان ربی ہے نیکوں کیلئے نیک بدلہ ہے اور زیادتی بھی۔ [3] پھر فرماتا ہے جو لوگ اللہ کی باتیں نہیں مانتے یہ قیامت کے دن ایسے عذابوں کو دیکھیں گے کہ اگر ان کے پاس ساری زمین بھر کر سونا ہو تو وہ اپنے فدیے میں دینے کیلئے تیار ہو جائیں بلکہ اس جتنا اور بھی۔ مگر قیامت کے روز فدیہ نہ ہوگا، نہ بدلہ، نہ عوض، نہ معاوضہ۔ ان سے سخت باز پرس ہوگی ایک ایک چھلکے اور ایک ایک دانے کا حساب لیا جائے گا۔ حساب میں پورے نہ اتریں گے تو عذاب ہوگا۔ جہنم ان کا ٹھکانا ہوگا جو بدترین جگہ ہوگی۔

اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۹﴾

کیا ایک وہ شخص جو یہ علم رکھتا ہو کہ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے جو اتارا گیا ہے وہ حق ہے اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو اندھا ہو، نصیحت تو وہی قبول کرتے ہیں جو عقلمند ہوں ○

نیک اور بد برابر نہیں: ارشاد ہوتا ہے کہ ایک وہ شخص جو اللہ کے کلام کو جو آپ کی جانب اترا سراسر حق مانتا ہو، سب پر ایمان رکھتا ہو، ایک کو دوسرے کی تصدیق کرنے والا اور موافقت کرنے والا جانتا ہو، سب خبروں کو سچ جانتا ہو، سب

---

[1] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء: باب قول اللہ تعالی ووھبنا لداود سلیمان نعم العبد (۳۴۲۶) صحیح مسلم: کتاب الفضائل: باب شفقتہ علی امتہ (۲۲۸۴) ترمذی: کتاب الأمثال: باب ماجاء فی مثل ابن آدم واجلہ واملہ (۲۸۷۴) مسند احمد (۳۱۲/۲)]

[2] [سورۃ الکھف: آیت ۸۷-۸۸]

[3] [سورۃ یونس: آیت ۲۶]

حکموں کو مانتا ہو سب برائیوں کو بدلتا ہو آپ کی سچائی کا قائل ہو۔ اور دوسرا وہ شخص جو نابینا ہو بھلائی کو سمجھتا ہی نہیں اور اگر سمجھ بھی لے تو مانتا نہ ہو نہ سچا جانتا ہو یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ جیسے فرمان ہے کہ دوزخی اور جنتی برابر نہیں جنتی کامیاب ہیں' [1] یہی فرمان یہاں ہے کہ یہ دونوں برابر نہیں۔ بات یہ ہے کہ بھلی سمجھ سمجھ داروں کی ہی ہوتی ہے۔

الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۝۲۰ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ
بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ۝۲۱ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا
ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ
بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۝۲۲ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ
صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ
بَابٍ ۝۲۳ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۝۲۴

جو اللہ کے عہد و پیمان کو پورا کرتے ہیں اور قول و قرار کو توڑتے نہیں ○ اللہ نے جن چیزوں کو جوڑنے کا حکم دیا ہے وہ اسے جوڑتے ہیں اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور حساب کی سختی کا کھٹکا رکھتے ہیں ○ اپنے رب کی رضامندی کی طلب کی وجہ سے صبر کرتے رہتے ہیں اور نمازوں کو برابر قائم رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے اسے چھپے' کھلے خرچ کرتے رہتے ہیں اور برائی کو بھی بھلائی سے ٹالتے رہتے ہیں ان ہی کیلئے عاقبت کا گھر ہے ○ ہمیشہ رہنے کے باغات جہاں یہ خود جائیں گے اور ان کے باپ داداؤں اور بیویوں اور اولادوں میں سے بھی جو نیک کار ہوں' ان کے پاس فرشتے ہر ہر دروازے سے آئیں گے ○ کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہوتی رہے صبر کے بدلے کیا ہی اچھا بدلہ ہے اس گھر کا ○

نیک لوگوں کے اچھے انجام کی روداد: ان بزرگوں کی نیک صفتیں بیان ہو رہی ہیں اور ان کے بھلے انجام کی خبر دی جا رہی ہے جو آخرت میں جنت کے مالک بنیں گے اور یہاں بھی جو نیک انجام ہیں۔ وہ منافقوں کی طرح نہیں ہوتے کہ عہد شکنی' غداری اور بے وفائی کریں۔ یہ منافق کی خصلت ہے کہ وعدہ توڑ دیں۔ جھگڑوں میں گالیاں بکیں' باتوں میں جھوٹ بولیں' امانت میں خیانت کریں۔ صلہ رحمی کا' رشتہ داروں سے سلوک کرنے کا' فقیر محتاج کو دینے کا' بھلی باتوں کے نباہنے کا' جو حکم الٰہی ہے یہ اس کے عامل ہیں۔ رب کا خوف دل میں رکھتے ہوئے فرمان الٰہی سمجھ کر نیکیاں کرتے ہیں' بدیاں چھوڑتے ہیں۔ آخرت کے حساب سے ڈرتے ہیں' اسی لئے برائیوں سے بچتے ہیں' نیکیوں کی رغبت کرتے ہیں۔ اعتدال کا راستہ نہیں چھوڑتے۔ ہر حال میں فرمان الٰہی کا لحاظ رکھتے ہیں۔ گو نفس حرام کاموں اور اللہ کی نافرمانیوں کی طرف جانا چاہے لیکن یہ اسے روک لیتے ہیں اور ثواب آخرت یاد دلا کر مرضی مولا رضائے رب کے طالب ہو کر نافرمانیوں سے باز رہتے ہیں۔ نماز کی پوری حفاظت کرتے ہیں۔ رکوع' سجدہ' قعدہ خشوع خضوع' شرعی طور پر بجا لاتے ہیں۔ جنہیں دینا اللہ نے فرمایا ہے

---

[1] [سورة الحشر: آیت ۲۰]

انہیں اللہ کی دی ہوئی چیزیں دیتے رہتے ہیں۔ فقرا محتاج' مساکین اپنے ہوں یا غیر ہوں۔ ان کی برکتوں سے محروم نہیں رہتے۔ چھپے کھلے' دن رات' وقت بے وقت' برابر راہ اللہ خرچ کرتے رہتے ہیں۔ قباحت کو احسان سے' برائی کو بھلائی سے' دشمنی کو دوستی سے ٹال دیتے ہیں۔ دوسرا سرکشی کرے یہ نرمی کرتے ہیں۔ دوسرا سر چڑھے یہ سر جھکا دیتے ہیں۔ دوسروں کے ظلم سہہ لیتے ہیں اور خود نیک سلوک کرتے ہیں۔ تعلیم قرآن ہے ﴿اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ﴾ [۱] الخ' بہت اچھے طریقے سے ٹال دو تو دشمن بھی گاڑھا دوست بن جائے گا۔ صبر کرنے والے' صاحب نصیب ہی اس مرتبے کو پاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کیلئے اچھا انجام ہے۔

جنت اور اس کے محلات: وہ اچھا انجام اور بہترین گھر جنت ہے جو ہمیشگی والی اور پائیدار ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جنت کے ایک محل کا نام عدن ہے جس میں بروج اور بالا خانے ہیں جس کے پانچ ہزار دروازے ہیں' ہر دروازے پر پانچ ہزار فرشتے ہیں۔ وہ محل مخصوص ہے نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کیلئے۔ ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ جنت کا شہر ہے جس میں انبیاء علیہم السلام ہوں گے شہداء ہوں گے اور ہدایت کے ائمہ ہوں گے۔ ان کے آس پاس اور لوگ ہوں گے اور ان کے ارد گرد اور جنتیں ہیں وہاں یہ اپنے چہیتوں کو بھی اپنے ساتھ دیکھیں گے۔ ان کے بڑے باپ دادے' ان کے چھوٹے بیٹے پوتے' ان کے جوڑے جو بھی ایماندار اور نیکوکار تھے ان کے پاس ہوں گے اور راحتوں میں مسرور ہوں گے جس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی۔ یہاں تک کہ کسی کے عامل اس درجہ بلند تک پہنچنے کے قابل نہ بھی ہو نگے تو اللہ تعالیٰ ان کے درجے بڑھا دے گا اور اعلیٰ منزل تک پہنچا دے گا جیسے ﴿وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ﴾ [۲] الخ' جن ایمانداروں کی اولاد ان کی پیروی ایمان میں کرتی ہے ہم انہیں بھی ان کے ساتھ ملا دیتے ہیں ان کے پاس مبارک باد اور سلام کیلئے ہر ہر دروازے سے ہر وقت فرشتے آتے جاتے رہتے ہیں یہ بھی اللہ کا انعام ہے تاکہ یہ ہر وقت خوش رہیں اور بشارتیں سنتے رہیں۔ نبیوں' صدیقوں' شہیدوں کا پڑوس' فرشتوں کا سلام اور جنت الفردوس مقام۔

مسند کی حدیث میں ہے جانتے بھی ہو کہ سب سے پہلے جنت میں کون جائیں گے؟ لوگوں نے کہا اللہ کو علم ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو' فرمایا سب سے پہلے جنتی مساکین' مہاجرین ہیں جو دنیا کی لذتوں سے دور تھے جو تکلیفوں میں مبتلا تھے جن کی امنگیں دلوں میں ہی رہ گئیں اور قضا آ گئی۔ رحمت کے فرشتوں کو حکم الٰہی ہو گا کہ جاؤ انہیں مبارک باد دو فرشتے کہیں گے اللہ ہم تیرے آسمانوں کے رہنے والے تیری بہترین مخلوق۔ کیا تو ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم جا کر انہیں سلام کریں اور انہیں مبارک باد پیش کریں؟ جناب باری جواب دے گا یہ میرے بندے ہیں جنہوں نے صرف میری عبادت کی میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا دنیوی راحتوں سے محروم رہے مصیبتوں میں مبتلا رہے کوئی مراد پوری ہونے نہ پائی اور یہ صابر و شاکر رہے اب تو فرشتے جلدی جلدی بصد شوق ان کی طرف دوڑیں گے ادھر ادھر کے ہر ایک دروازے سے گھسیں گے اور سلام کر کے مبارک

---

[۱] [سورۃ فصلت: آیت ۳۴] [۲] [سورۃ الطور: آیت ۲۱]

باد پیش کریں گے۔ (۱) طبرانی میں ہے کہ سب سے پہلے جنت میں جانے والے تین قسم کے لوگ ہیں فقراء مہاجرین جو مصیبتوں میں مبتلا رہے، جب انہیں جو حکم ملا بجالاتے رہے، انہیں ضرورتیں بادشاہوں سے ہوتی تھیں لیکن مرتے دم تک پوری نہ ہوئیں۔ جنت کو بروز قیامت اللہ تعالیٰ اپنے سامنے بلائے گا وہ بنی سنوری اپنی تمام نعمتوں اور تازگیوں کے ساتھ حاضر ہوگی اس وقت ندا ہوگی کہ میرے وہ بندے جو میری راہ میں جہاد کرتے تھے، میری راہ میں ستائے جاتے تھے، میری راہ میں لڑتے بھڑتے تھے وہ کہاں ہیں۔ آؤ بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں چلے جاؤ۔ اس وقت فرشتے اللہ کے سامنے سجدے میں گر پڑیں گے اور عرض کریں گے کہ پروردگار ہم تو صبح شام تیری تسبیح و تقدیس میں لگے رہے یہ کون ہیں جنہیں ہم پر بھی تو نے فضیلت عطا فرمائی؟ اللہ رب العزت فرمائے گا یہ میرے وہ بندے ہیں جنہوں نے میری راہ میں جہاد کیا میری راہ میں تکلیفیں برداشت کیں۔ اب تو فرشتے جلدی کر کے ان کے پاس ہر ایک دروازے سے جا پہنچیں گے سلام کریں گے اور مبارک بادیاں پیش کریں گے کہ تمہیں تمہارے صبر کا بدلہ کتنا اچھا ملا۔ (۲) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

مومن جنت میں تخت پر باآرام نہایت شان سے تکیہ لگائے بیٹھا ہوا ہوگا خادموں کی قطاریں ادھر ادھر کھڑی ہوں گی جو دروازے والے خادم سے فرشتہ اجازت مانگے گا وہ دوسرے خادم سے کہے گا وہ یکے بعد دیگرے یہاں تک کہ مومن سے پوچھا جائے گا۔ مومن اجازت دے گا کہ اسے آنے دو یونہی ایک دوسرے کو پیغام پہنچائے گا اور آخری خادم فرشتے کو اجازت دے گا اور دروازہ کھول دے گا۔ وہ آئے گا اور چلا جائے گا۔ (۳) ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ہر سال کے آخر پر شہداء کی قبروں پر آتے اور کہتے ﴿سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾ اور اسی طرح ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم بھی۔ (۴) (اس کی سند ٹھیک نہیں)

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾

جو لوگ اللہ کے عہد کو اس کی مضبوطی کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جن چیزوں کے جوڑنے کا حکم اللہ نے ہے انہیں توڑتے رہتے ہیں

---

(۱) [صحیح: مسند احمد (۲/۱۶۸) ابن ابی عاصم فی الاوائل (۵۷) عبد بن حمید فی المنتخب (۳۵۲) بیهقی فی البعث والنشور (۴۱۴) مسند بزار (۳۶۶۵/٤) مجمع الزوائد (۱۰/۲۵۹)] امام ابن حبانؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اسے صحیح کہتے ہیں۔]

(۲) [صحیح: مسند احمد (۲/۱۶۸) ابو نعیم فی صفة الجنة (۸۱)]

(۳) [تفسیر ابن جریر الطبری (۷/۳۷۷)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں موجود ابوالحجاج کے حال کا کچھ پتہ نہیں۔]

(۴) [ضعیف و مرسل: تفسیر ابن جریر الطبری (۲۰۳٤٤)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

اور ملک میں فساد پھیلاتے رہتے ہیں ان پر لعنتیں ہیں اور ان کیلئے برا گھر ہے ٥

بدنصیب نافرمانوں کا ذکر: مومنوں کی صفتیں اوپر بیان ہوئیں کہ وہ وعدے کے پورے، رشتوں ناتوں کے ملانے والے ہوتے ہیں۔ پھر ان کا اجر بیان ہوا کہ وہ جنتوں کے مالک بنیں گے۔ اب یہاں ان بدنصیبوں کا ذکر ہو رہا ہے جو ان کے خلاف خصائل رکھتے تھے نہ اللہ کے وعدوں کا لحاظ کرتے تھے نہ صلہ رحمی اور احکام الٰہی کی پابندی کا خیال رکھتے تھے یہ لعنتی گروہ ہے اور برے انجام والا ہے۔ حدیث میں ہے منافق کی تین نشانیاں ہیں باتوں میں جھوٹ بولنا، وعدوں کا خلاف کرنا، امانت میں خیانت کرنا۔ [1] ایک حدیث میں ہے جھگڑوں میں گالیاں بکنا [2] اس قسم کے لوگ رحمت الٰہی سے دور ہیں ان کا انجام برا ہے یہ جہنمی گروہ ہے۔ یہ چھ خصلتیں ہوئیں جو منافقین سے اپنے غلبہ کے وقت ظاہر ہوتی ہیں باتوں میں جھوٹ، وعدہ خلافی، امانت میں خیانت، اللہ کے عہد کو توڑ دینا، اللہ کے ملانے کے حکم کی چیزوں کو نہ ملانا۔ ملک میں فساد پھیلانا۔ اور یہ دبے ہوئے ہوتے ہیں تب بھی جھوٹ وعدہ خلافی اور خیانت کرتے ہیں۔

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ۝۲۶

اللہ جس کی روزی چاہتا ہے بڑھاتا ہے اور گھٹاتا ہے یہ تو دنیا کی زندگی ہی میں مست ہو گئے حالانکہ دنیا آخرت کے مقابلے میں نہایت حقیر پونجی ہے ٥

رزق کا تعلق اللہ کے ساتھ: اللہ جس کی روزی میں کشادگی دینا چاہے قادر ہے، جسے تنگ روزی دینا چاہے قادر ہے، یہ سب کچھ حکمت وعدل سے ہو رہا ہے۔ کافروں کو دنیا پر ہی سہارا ہو گیا۔ یہ آخرت سے غافل ہو گئے سمجھنے لگے کہ یہاں رزق کی فراوانی حقیقی اور بھلی چیز ہے حالانکہ دراصل یہ مہلت ہے اور آہستہ پکڑ کی شروع ہے لیکن انہیں کوئی تمیز نہیں۔ مومنوں کو جو آخرت ملنے والی ہے اس کے مقابل تو یہ کوئی قابل ذکر چیز نہیں یہ نہایت ناپائیدار اور حقیر چیز ہے آخرت بہت بڑی اور بہتر چیز۔ لیکن عموماً لوگ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی کلمہ کی انگلی سے اشارہ کر کے فرمایا کہ اسے کوئی سمندر میں ڈبو لے اور دیکھے کہ اس میں کتنا پانی آتا ہے؟ جتنا یہ سمندر کے مقابلے پر ہے اتنی ہی دنیا آخرت کے مقابلے میں ہے۔ (مسلم) [3] ایک چھوٹے چھوٹے کانوں والی بکری کے مرے ہوئے بچے کو راستے میں پڑا ہوا دیکھ کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا جیسا یہ ان لوگوں کے نزدیک ہے

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الایمان : باب علامة المنافق (۳۳) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب خصال المنافق (۵۹) نسائی : کتاب الایمان : باب علامة المنافق (۵۰۳۶) ترمذی : کتاب الایمان : باب ماجآء فی علامة المنافق (۲٦۳۱)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری (۳٤) صحیح مسلم (۵۸) ابوداؤد (٤٦۸۸) ترمذی (۲٦۳۲)]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب فناء الدنیا وبیان الحشر (۲۸۵۸)]

جن کا یہ تھا اس سے بھی زیادہ بے کار اور ناچیز اللہ کے سامنے ساری دنیا ہے۔ [1]

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ۝ ښ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَىِٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ۭ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ۝

کافر کہتے ہیں کہ اس پر کوئی نشان کیوں نازل نہیں کیا گیا؟ تو جواب دے کہ جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے کر دیتا ہے اور جو اس کی طرف جھکے اسے راستہ دکھا دیتا ہے ○ جو لوگ ایمان لائے ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں، یاد رکھو اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو تسلی حاصل ہوتی ہے ○ جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک کام کئے ان کیلئے خوش حالی ہے اور بہترین ٹھکانا ہے ○

مشرکوں کا اعتراض: مشرکین کا اعتراض بیان ہو رہا ہے کہ اگلے نبیوں کی طرح یہ ہمیں ہمارا کہا ہوا کوئی معجزہ کیوں نہیں دکھاتا؟ اس کی پوری بحث کئی بار گزر چکی کہ اللہ کو قدرت تو ہے لیکن اگر پھر بھی یہ ٹس سے مس نہ ہوئے، تو انہیں نیست و نابود کر دیا جائے گا۔ حدیث میں ہے کہ اللہ کی طرف سے نبی ﷺ پر وحی آئی کہ ان کی چاہت کے مطابق میں صفا پہاڑ کو سونے کا کر دیتا ہوں، زمین عرب میں میٹھے دریاؤں کی ریل پیل کر دیتا ہوں، پہاڑی زمین، زراعتی زمین سے بدل دیتا ہوں لیکن پھر بھی اگر یہ ایمان نہ لائے تو انہیں وہ سزا دوں گا جو کسی کو نہ ہوئی ہو۔ اگر چاہوں تو یہ کر دوں اور اگر چاہوں تو ان کیلئے توبہ اور رحمت کا دروازہ کھلا رہنے دوں تو آپ نے دوسری صورت پسند فرمائی۔ [2] سچ ہے ہدایت، ضلالت اللہ کے ہاتھ ہے وہ کسی معجزے کے دیکھنے پر موقوف نہیں بے ایمانوں کیلئے نشانات اور ڈراوے سب بے سود ہیں جن پر کلمہ عذاب صادق ہو چکا ہے وہ تمام تر نشانات دیکھ کر بھی مان کر نہ دیں گے ہاں عذابوں کو دیکھ کر تو پورے ایماندار بن جائیں گے لیکن وہ محض بے کار چیز ہے فرماتا ہے ﴿وَلَوْ اَنَّنَا﴾ [3] الخ، یعنی اگر ہم ان پر فرشتے اتارتے اور ان سے مردے باتیں کرتے اور ہر چھپی چیز ان کے سامنے ظاہر کر دیتے تب بھی انہیں ایمان نصیب نہ ہوتا۔ ہاں اگر اللہ چاہے تو اور بات ہے لیکن ان میں سے اکثر جاہل ہیں۔ جو اللہ کی طرف جھکے اس سے مدد چاہے اس کی طرف عاجزی کرے وہ راہ یافتہ ہو جاتا ہے۔ جن کے دلوں میں ایمان جم گیا ہے، جن کے دل اللہ کی طرف جھکتے ہیں، اس کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں، راضی خوشی ہو جاتے ہیں اور فی الواقع ذکر اللہ اطمینان دل کی چیز بھی ہے۔ ایمانداروں اور نیک کاروں کیلئے خوشی، نیک فالی اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الزهد: باب الدنيا سجن المؤمن (۲۹۵۷) مسند احمد (۱/۳۲۹)]

[2] [صحیح: مسند احمد (۱/۲٤۲)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۲۱٦٦)]

[3] [سورة الانعام: آیت ۱۱۱]

ان کا انجام اچھا ہے' یہ مستحق مبارک باد ہیں' یہ بھلائی سمیٹنے والے ہیں ان کا لوٹنا بہتر ہے' ان کا مال نیک ہے۔ مروی ہے کہ طوبیٰ سے مراد ملک حبش ہے اور نام ہے جنت کا اور اس سے مراد جنت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جنت کی پیدائش ہو چکی اس وقت جناب باری نے یہی فرمایا تھا۔ کہتے ہیں کہ جنت میں ایک درخت کا نام بھی طوبیٰ ہے کہ ساری جنت میں اس کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں' ہر گھر میں اس کی شاخ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے ہاتھ سے بویا ہے' لؤلؤ کے دانے سے پیدا کیا ہے اور بحکم الٰہی یہ بڑھا اور پھیلا ہے۔ اس کی جڑوں سے جنتی شہد' شراب' پانی اور دودھ کی نہریں جاری ہوتی ہیں۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے طوبیٰ جنت کا ایک درخت ہے سو سال کے راستے کا۔ اسی کے خوشوں سے جنتیوں کے لباس نکلتے ہیں۔ [1] مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ جس نے آپ کو دیکھ لیا اور آپ پر ایمان لایا اسے مبارک ہو؟ آپ نے فرمایا ہاں اسے بھی مبارک ہو۔ اور اسے دوگنا مبارک ہو جس نے مجھے نہ دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا۔ ایک شخص نے پوچھا طوبیٰ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جنتی درخت ہے جو سو سال کی راہ تک پھیلا ہوا ہے' جنتیوں کے لباس اس کی شاخوں سے نکلتے ہیں۔ [2] بخاری مسلم میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں جنت میں ایک درخت ہے کہ سوار ایک سو سال تک اس کے سائے میں چلتا رہے گا لیکن وہ ختم نہ ہوگا [3] اور روایت میں ہے کہ چال بھی تیز اور سواری بھی تیز چلنے والی۔ [4] بخاری شریف میں آیت ﴿وِظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ﴾ کی تفسیر میں بھی یہی ہے۔ [5] اور حدیث میں ہے ستر سال یا سو سال۔ اس کا نام شجرۃ الخلد ہے۔ [6] سدرۃ المنتہیٰ کے ذکر میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے اس کی ایک شاخ کے سائے تلے ایک سو سال تک سوار چلتا رہے گا اور سو سوار اس کی ایک ایک شاخ تلے ٹھہر سکتے ہیں۔ اس میں سونے کی ٹڈیاں ہیں' اس کے پھل بڑے بڑے مٹکوں کے برابر ہیں۔ [7] (ترمذی) آپ فرماتے ہیں ہر جنتی کو طوبیٰ کے پاس لے جائیں گے اور اسے

---

[1] [اسنادہ ضعیف وبعضہ صحیح :مسند احمد (۷۱/۳) مسند ابویعلی (۱۳۷۴) تفسیر ابن جریر الطبری (۲۰۳۹٤) صحیح ابن حبان (۷٤۱۳)] اس روایت کا پہلا حصہ شواہد کی بنا پر صحیح ہے جیسا کہ شیخ البانی ؒ اور شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں۔ [السلسلۃ الصحیحۃ (۱۲٤۱) الموسوعۃ الحدیثیۃ (۱۱٦۷۳)] جبکہ باقی حصہ ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس کی بھی یہی رائے ہے۔]

[2] [ایضا]

[3] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب صفۃ الجنۃ والنار (٦۵۵۲-٦۵۵۳) صحیح مسلم : کتاب الجنۃ : باب ان فی الجنۃ یسیرا لراکب (۲۸۲۷)]

[4] [صحیح :صحیح بخاری (٦۵۵۳) صحیح مسلم (۲۸۲۸)]

[5] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قولہ وظل ممدود (٤۸۸۱) ترمذی (۳۲۹۳)]

[6] [صحیح دون الجملۃ :مسند احمد (٤۵۵/۲) مسند طیالسی (۲۰٤۷) عبد بن حمید (۱٤۵۷) دارمی (۲۸٤۲)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت "شجرۃ الخلد" کے الفاظ کے علاوہ صحیح ہے۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۹۸۷۰)]

[7] [ضعیف :ترمذی : کتاب صفۃ الجنۃ : باب ماجآء فی صفۃ ثمار اھل الجنۃ (٤۵٤۱)] شیخ البانی ؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی ، المشکاۃ (۵٦٤۰)]

اختیار دیا جائے گا کہ جس شاخ کو چاہے پسند کرے۔ سفید، سرخ، زرد، سیاہ جو نہایت خوبصورت نرم اور اچھی ہوں گی۔ [1] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں طوبیٰ کو حکم ہوگا کہ میرے بندوں کے لئے بہترین چیزیں ٹپکا۔ تو اس میں سے گھوڑے اور اونٹ برسنے لگیں گے، سجے سجائے اور زین لگام وغیرہ کسے کسائے اور عمدہ بہترین لباس وغیرہ۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اس جگہ ایک عجیب وغریب اثر وارد کیا ہے۔ رہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کا نام طوبیٰ ہے جس کے سائے تلے سوار سو سال تک چلتا رہے گا لیکن راستہ ختم نہ ہوگا۔ اس کی تروتازگی کھلے ہوئے چمن کی طرح ہے اس کے پتے بہترین اور عمدہ ہیں اس کے خوشے عنبرین ہیں اس کے کنکر یاقوت ہیں اس کی مٹی کافور ہے اس کا گارا مشک ہے جس کی جڑ سے شراب، دودھ اور شہد کی نہریں بہتی ہیں۔ اس کے نیچے جنتیوں کی مجلسیں ہوں گی، یہ بیٹھے ہوئے ہوں گے جو ان کے پاس فرشتے آئیں گے۔ جن کی زنجیریں سونے کی ہوں گی، جن پر یاقوت کے پالان ہوں گے جن پر سونا جڑاؤ ہوگا جن پر ریشمی جھولیں ہوں گی۔ وہ اونٹنیاں ان کے سامنے پیش کریں گے اور کہیں یہ سواریاں تمہیں بھجوائی گئی ہیں اور دربار الٰہی میں تمہارا بلاوا ہے، یہ ان پر سوار ہوں گے، وہ پرندوں کی پرواز سے بھی تیز رفتار ہوں گی۔ جنتی ایک دوسرے سے مل کر چلیں گے اونٹنیوں کے کان سے کان بھی نہ ملیں گے پوری فرمانبرداری کے ساتھ چلیں گی راستے میں جو درخت آئیں گے وہ خود بخود دہٹ جائیں گے کہ کسی کو اپنے ساتھی سے الگ نہ ہونا پڑے یونہی رحمٰن ورحیم کے پاس پہنچیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے چہرے سے پردے ہٹا دے گا یہ اپنے رب کے چہرہ کو دیکھیں گے اور کہیں گے ﴿اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وَحَقٌّ لَّكَ الْجَلَالُ وَالْاِكْرَامُ﴾ ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ رب العزت فرمائے گا ﴿اَنَا السَّلَامُ وَمِنِّي السَّلَامُ﴾ تم پر میری رحمت ثابت ہو چکی اور محبت بھی۔ میرے ان بندوں کو مرحبا ہو جو بن دیکھے مجھ سے ڈرتے رہے میری فرماں برادری کرتے رہے جنتی کہیں گے باری تعالیٰ نہ تو ہم سے تیری عبادت کا حق ادا ہوا نہ تیری پوری قدردانی ہوئی ہمیں اجازت دے کہ تیرے سامنے سجدہ کریں اللہ فرمائے گا یہ محنت کی جگہ نہیں نہ عبادت کی یہ تو نعمتوں راحتوں اور مالا مال ہونے کی جگہ ہے۔ عبادتوں کی تکلیف جاتی رہی مزے لوٹنے کے دن آ گئے جو چاہو مانگو، پاؤ گے۔ تم میں سے جو شخص جو مانگے میں اسے دوں گا۔ پس یہ مانگیں گے کم سے کم سوال والا کہے گا کہ اللہ تو نے دنیا میں جو پیدا کیا تھا جس میں تیرے بندے ہائے وائے کر رہے تھے۔ میں چاہتا ہوں کہ شروع دنیا سے ختم دنیا میں جتنا کچھ تھا مجھے عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے تو کچھ نہ مانگا اپنے مرتبے سے بہت کم چیز مانگی، اچھا ہم نے دی۔ میری بخشش اور دین میں کیا کمی ہے؟ پھر فرمائے گا جن چیزوں تک میرے بندوں کے خیالات کی رسائی بھی نہیں وہ انہیں دو چنانچہ دی جائیں گی یہاں تک کہ ان کی خواہشیں پوری ہو جائیں گی ان

---

[1] [ضعیف: ابن ابی الدنیا کما فی حادی الارواح لابن القیم (ص: ۲۹۱) الدر المنثور للسیوطی (۱۱۲/٤)] اس کی سند میں سعید بن یوسف شامی ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔]

چیزوں میں جو انہیں یہاں ملیں گی تیز رو گھوڑے ہوں گے ہر چار پر یاقوتی تخت ہوگا ہر تخت پر سونے کا ایک ڈیرا ہوگا ہر ڈیرے میں جنتی فرش ہوگا جن پر بڑی بڑی آنکھوں والی دو دو حوریں ہوں گی جو دو دو حلے پہنے ہوئے ہوں گے جن میں جنت کے تمام رنگ ہوں گے اور تمام خوشبوئیں۔ ان خیموں کے باہر سے ان کے چہرے ایسے چمکتے ہوں گے گویا وہ باہر بیٹھی ہیں ان کی پنڈلی کے اندر کا گودا باہر سے نظر آ رہا ہوگا جیسے سرخ یاقوت میں ڈورا پرو دیا ہو اور اوپر سے نظر آ رہا ہو۔ ہر ایک دوسری پر اپنی فضیلت ایسی جانتی ہوگی جیسی فضیلت سورج کی پتھر پر اس طرح جنتی کی نگاہ میں بھی دونوں ایسی ہی ہوں گی۔ یہ ان کے پاس جائے گا اور ان سے بوس و کنار میں مشغول ہو جائے گا۔ وہ دونوں اسے دیکھ کر کہیں گی واللہ! ہمارا تو خیال بھی نہ تھا کہ اللہ تم جیسا خاوند ہمیں دے گا۔ اب بحکم الٰہی اسی طرح صف بندی کے ساتھ سواریوں پر یہ واپس ہوں گے اور اپنی اپنی منزلوں میں پہنچیں گے۔ دیکھو تو سہی رب وہاب نے انہیں کیا کیا نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں؟ وہاں بلند درجہ لوگوں میں اونچے اونچے بالاخانوں میں جوڑے موتی کے بنے ہوئے ہوں گے جن کے دروازے سونے کے ہوں گے' جن کے منبر نور کے ہوں گے۔ جن کی چمک سورج کی چمک سے بالاتر ہوگی۔ اعلیٰ علیین میں ان کے محل ہوں گے یاقوت کے بنے ہوئے' نورانی جن کے نور سے آنکھوں کی روشنی جاتی رہے لیکن اللہ ان کی آنکھیں ایسی نہ کر دے گا۔ جو محلات یاقوت سرخ کے ہوں گے ان میں سبز ریشمی فرش ہوں گے ان کے فرش سرخ مخمل کے ہوں گے۔ جو زمرد اور سونے کے جڑاؤ کے ہوں گے' ان پر چھتیں لؤلؤ کی ہوں گی' ان کے برج مرجان کے ہوں گے۔ ان کے پہنچنے سے پہلے ہی رحمانی تحفے وہاں پہنچ چکے ہوں گے سفید یاقوتی گھوڑے غلمان لئے کھڑے ہوں گے جن کا سامان چاندی کا جڑاؤ ہوگا۔ ان کے تخت پر اعلیٰ ریشمی نرم و دبیز فرش بچھے ہوئے ہوں گے یہ ان سواریوں پر سوار ہو کر بے تکلف جنت میں جائیں گے دیکھیں گے کہ ان کے گھروں کے پاس نورانی منبروں پر فرشتے ان کے استقبال کے لئے بیٹھے ہوئے ہیں وہ ان کا شاندار استقبال کریں گے' مبارک باد دیں گے' مصافحہ کریں گے' پھر یہ اپنے گھروں میں داخل ہوں گے۔ انعامات الٰہی وہاں موجود پائیں گے' اپنے محلات کے پاس دو جنتیں ہری بھری پائیں گے اور دو پھلی پھولی جن میں دو چشمے پوری روانی سے جاری ہوں گے اور ہر قسم کے جوڑ دار میوے ہوں گے اور خیموں میں پاکدامن بھولی بھالی پردہ نشین حوریں ہوں گی۔ جب یہ وہاں پہنچ کر راحت و آرام میں ہوں گے اس وقت اللہ رب العزت فرمائے گا میرے پیارے بندو! تم نے میرے وعدے سچے پائے؟ کیا تم میرے ثوابوں سے خوش ہو گئے؟ وہ کہیں گے اللہ ہم خوب خوش ہو گئے؟ بہت ہی راضی رضا مند ہیں دل سے راضی ہیں کلی کلی کھلی ہوئی ہے تو بھی ہم سے خوش رہ۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اگر میری رضا مندی نہ ہوتی تو میں اپنے اس مہمان خانے میں کیسے داخل ہونے دیتا؟ اپنا دیدار کیسے کراتا؟ میرے فرشتے تم سے مصافحہ کیوں کرتے؟ تم خوش رہو با آرام رہو تمہیں مبارک ہو' تم پھلو پھولو اور سکھ چین اٹھاؤ میرے یہ انعامات گھٹنے اور ختم ہونے والے نہیں۔ اس وقت وہ کہیں گے اللہ ہی کی ذات سزاوار تعریف ہے جس نے ہم سے غم و رنج کو دور کر دیا اور ایسے مقام پر پہنچایا کہ جہاں ہمیں کوئی تکلیف' کوئی مشقت نہیں یہ اسی کا فضل ہے

وہ بڑا بخشنے والا اور قدر داں ہے۔ یہ سیاق غریب ہے اور یہ اثر عجیب ہے ہاں اس کے بعض شواہد بھی موجود ہیں۔ چنانچہ صحیحین میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے سے جو سب سے اخیر میں جنت میں جائے گا فرمائے گا کہ مانگ جو مانگتا ہے اور اللہ کریم دیتا جائے گا یہاں تک کہ اس کا سوال پورا ہو جائے گا۔ اب اس کے سامنے کوئی خواہش نہیں رہے گی تو اب اللہ تعالیٰ خود اسے یاد دلائے گا کہ یہ مانگ یہ مانگ یہ مانگے گا اور پائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ سب میں نے تجھے دیا اور اتنا ہی اور بھی دس مرتبہ عطا فرمایا۔ (١) صحیح مسلم کی قدسی حدیث میں ہے کہ اے میرے بندو! تمہارے اگلے پچھلے انسان جنات سب ایک میدان میں کھڑے ہو جائیں اور مجھ سے دعائیں کریں اور مانگیں میں ہر ایک کے تمام سوالات پورے کروں گا لیکن میرے ملک میں اتنی بھی کمی نہیں آئے گی جتنی کسی سوئی کو سمندر میں ڈبونے سے سمندر کے پانی میں آئے۔ (٢) خالد بن معدان کہتے ہیں جنت کے ایک درخت کا نام طوبیٰ ہے اس میں تھن ہیں جن سے جنتیوں کے بچے دودھ پیتے ہیں' کچے گرے ہوئے بچے جنت کی نہروں میں ہیں قیامت کے قائم ہونے تک پھر چالیس سال کے بن کر اپنے ماں باپ کے ساتھ جنت میں رہیں گے۔

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَاۡ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ۭ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ۝۳۰

اسی طرح ہم نے تجھے اس امت میں بھیجا ہے جس سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکی ہیں کہ تو انہیں ہماری طرف سے جو وحی تجھ پر اترے پڑھ سنائے یہ اللہ رحمٰن کے منکر ہیں' تو کہہ دے کہ میرا پالنے والا تو وہی ہے اس کے سوا درحقیقت کوئی بھی لائق عبادت نہیں اسی کے اوپر میرا بھروسہ ہے اور اس کی جانب میرا رجوع ہے ۝

نبی ﷺ کو تسلی: ارشاد ہوتا ہے کہ جیسے اس امت کی طرف ہم نے تجھے بھیجا کہ تو انہیں کلام الٰہی پڑھ کر سنائے' اسی طرح تجھ سے پہلے اور رسولوں کو ان اگلی امتوں کی طرف بھیجا تھا انہوں نے بھی پیغام الٰہی اپنی اپنی امتوں کو پہنچایا مگر انہوں نے جھٹلایا اسی طرح تو بھی جھٹلایا گیا تو تجھے تنگ دل نہ ہونا چاہئے۔ ہاں جھٹلانے والوں کو ان کا انجام دیکھنا چاہئے جو ان سے پہلے تھے کہ عذاب الٰہی نے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا پس تیری تکذیب تو ان کی تکذیب سے بھی ہمارے نزدیک زیادہ ناپسند ہے۔ اب یہ دیکھ لیں کہ ان پر کیسے عذاب برستے ہیں؟۔ یہی فرمان آیت ﴿تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَا﴾ (٣) الخ' میں اور آیت ﴿وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ﴾ (٤) میں ہے کہ دیکھ لے ہم نے

---

(١) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التوحید : باب قول الله تعالی وجوه یومیذ ناظرة (٧٤٣٧) صحیح مسلم : کتاب الایمان (١٨٢) مسند احمد (٢/٢٧٥_٢٧٦)]

(٢) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب البر والصلة : باب تحریم الظلم (٢٥٧٧) مسند احمد (٥/١٦٠) الادب المفرد للبخاری (٤٩٠)]

(٣) [النحل: ٦٣] (٤) [الانعام: ٣٤]

اپنے والوں کی کس طرح امداد فرمائی؟ اور انہیں کیسے غالب کیا؟ تیری قوم کو دیکھ کہ رحمٰن سے کفر کر رہی ہے۔ وہ اللہ کے اس وصف اور نام کو مانتی ہی نہیں۔ حدیبیہ کا صلح نامہ لکھتے وقت اس پر بضد ہو گئے کہ ہم ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ نہیں لکھنے دیں گے۔ ہم نہیں جانتے کہ رحمٰن اور رحیم کیا ہے؟ پوری حدیث بخاری میں موجود ہے۔ قرآن میں ہے ﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ﴾ [1] الخ' اللہ کہہ کر اسے پکارو یا یا رحمٰن کہہ کر جس نام سے پکارو وہ تمام بہترین ناموں والا ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں اللہ کے نزدیک عبداللہ اور عبدالرحمٰن نہایت پیارے نام ہیں۔ [2] فرمایا جس سے تم کفر کر رہے ہو میں تو اسے مانتا ہوں وہی میرا پروردگار ہے میرے بھروسے اس کے ساتھ ہیں اسی کی جانب میری تمام تر توجہ اور رجوع اور دل کا میل ہے اس کے سوا کوئی ان باتوں کا مستحق نہیں۔

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ اَفَلَمْ يَايْئَسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۳۱﴾ ع ۱۰

اگر بالفرض قرآن کے ساتھ پہاڑ چلا دیئے جاتے یا زمین ٹکڑے ٹکڑے کر دی جاتی یا مردوں سے باتیں کرا دی جاتیں' پھر بھی انہیں ایمان نہ آتا' بات یہ ہے کہ سب کام اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ تو کیا ایمان والوں کو اس بات پر دلجمعی نہیں کہ اگر اللہ چاہے تو تمام لوگوں کو ہدایت دے دے' کفار کو تو ان کے کفر کے بدلے ہمیشہ ہی کوئی نہ کوئی سخت سزا پہنچتی رہے گی یا ان کے مکانوں کے اردگرد گھومتی رہے گی تاوقتیکہ وعدہ الٰہی آ پہنچے اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

قرآن کریم کی بعض عظیم صفات: اللہ تعالیٰ اس پاک کتاب قرآن کریم کی تعریفیں بیان فرما رہا ہے کہ اگر سابقہ کتابوں میں کسی کتاب کے ساتھ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جانے والے اور زمین پھٹ جانے والی اور مردے جی اٹھنے والے ہوتے تو یہ قرآن جو تمام سابقہ کتابوں سے بڑھ چڑھ کر ہے ان سب سے زیادہ اس بات کا اہل تھا اس میں تو وہ معجز بیانی ہے کہ سارے جنات انسان مل کر بھی اس جیسی سورت نہ بنا کر لا سکے۔ یہ مشرکین اس کے بھی منکر ہیں تو معاملہ سپرد رب کرو۔ وہ مالک کل ہے' تمام کاموں کا مرجع وہی ہے' وہ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے' جو نہیں چاہتا ہرگز نہیں ہوتا۔ اس کے بھٹکائے ہوئے کی رہبری اور اس کے راہ دکھائے ہوئے کی گمراہی کسی کے بس میں نہیں۔ یہ یاد رہے کہ قرآن کا اطلاق اگلی الہامی کتابوں پر بھی ہوتا ہے اس لئے کہ وہ سب سے مشتق ہے۔ مسند میں ہے حضرت داؤد پر قرآن اس قدر آسان کر دیا گیا تھا کہ ان کے حکم سے سواری کسی جاتی اس کے تیار ہونے سے پہلے ہی وہ

---

[1] [الاسراء: ۱۱۰]

[2] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الآداب: باب النهی عن التکنی بابی القاسم (۲۱۳۲) ابوداوٗد (۲۸۳۵) ترمذی (۲۸۳۴) ابن ماجه (۳۷۲۸)]

قرآن کو ختم کر لیتے' سوا اپنے ہاتھ کی کمائی کے اور کچھ نہ کھاتے تھے۔ [1] پس مراد یہاں قرآن سے زبور ہے۔ کیا ایماندار اب تک اس سے مایوس نہیں ہوئے کہ تمام مخلوق ایمان نہیں لائے گی۔ کیا وہ مشیت الٰہی کے خلاف کچھ کر سکتے ہیں۔ رب کی یہ منشا ہی نہیں اگر ہوتی تو روئے زمین کے لوگ مسلمان ہو جاتے۔ بھلا اس قرآن کے بعد کس معجزے کی ضرورت دنیا کو رہ گئی؟ اس سے بہتر' واضح' اس سے صاف' اس سے زیادہ دلوں میں گھر کرنے والا اور کون سا کلام ہوگا؟ اسے تو اگر بڑے سے بڑے پہاڑ پر اتارا جاتا تو وہ بھی خشیت الٰہی سے چکنا چور ہو جاتا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں ہر نبی کو ایسی چیز ملی کہ لوگ اس پر ایمان لائیں۔ میری ایسی چیز اللہ کی یہ وحی ہے پس مجھے امید ہے کہ سب نبیوں سے زیادہ تابعداروں والا میں ہو جاؤں گا۔ [2] مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے معجزے ان کے ساتھ ہی چلے گئے اور میرا یہ معجزہ جیتا جاگتا رہتی دنیا تک رہے گا' نہ اس کے عجائبات ختم ہوں نہ یہ کثرت تلاوت سے پرانا ہو نہ اس سے علماء کا پیٹ بھر جائے۔ یہ فضل ہے دل لگی نہیں۔ جو سرکش اسے چھوڑ دے گا اللہ اسے توڑ دے گا جو اس کے سوا اور میں ہدایت تلاش کرے گا اسے اللہ گمراہ کرے گا۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کافروں نے آنحضرت ﷺ سے کہا اگر آپ یہاں کے پہاڑ ہٹوا دیں اور یہاں کی زمین زراعت کے قابل ہو جائے اور جس طرح سلیمان علیہ السلام زمین کی کھدائی ہوا سے کراتے تھے آپ بھی کرا دیجئے یا جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کر دیتے تھے آپ بھی کر دیجئے اس پر یہ آیت اتری [3] قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اگر کسی قرآن کے ساتھ یہ امور ظاہر ہوتے تو اس تمہارے قرآن کے ساتھ بھی ہوتے۔ [4] سب کچھ اللہ کے اختیار میں ہے لیکن وہ ایسا نہیں کرتا تاکہ تم سب کو آزما لے اپنے اختیار سے ایمان لاؤ یا نہ لاؤ۔ کیا ایمان والے نہیں جانتے؟ ((یَایْئَس)) کے بدلے دوسری جگہ ((یَتَبَیَّن)) بھی ہے ایمان داران کی ہدایت سے مایوس ہو چکے تھے۔ ہاں اللہ کے اختیارات میں کسی کا بس نہیں وہ اگر چاہے تمام مخلوق کو ہدایت پر کھڑا کر دے۔ یہ کفار برابر دیکھ رہے ہیں کہ ان کے جھٹلانے کی وجہ سے اللہ کے عذاب برابر برستے رہتے ہیں یا ان کے آس پاس آ جاتے ہیں پھر بھی یہ نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ جیسے فرمان ہے ﴿وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى﴾ [5] الخ' یعنی ہم نے تمہارے آس پاس کی بہت سی بستیوں کو ان کی بدکرداریوں کی وجہ سے غارت و برباد کر دیا اور طرح طرح سے اپنی نشانیاں ظاہر فرمائیں کہ لوگ برائیوں سے باز رہیں۔ اور آیت میں ہے ﴿اَفَلَمْ يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِى الْاَرْضَ

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء: باب قول الله تعالی واتینا داؤد زبورا (۳۴۱۷) مسند احمد (۲/۳۱۴)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب فضائل القرآن: باب کیف نزل الوحی واول ما نزل (۴۹۸۱) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب وجوب الایمان برسالة نبینا محمد (۱۵۲)]

[3] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۲۰۳۹۸)] اس کی سند میں عطیہ عوفی ضعیف ہے۔]

[4] [تفسیر ابن جریر الطبری (۷/۳۸۷)]

[5] [سورۃ الاحقاف: آیت ۲۷]

نَـنْـقُـصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا﴾ (۱) کیا وہ نہیں دیکھ رہے کہ ہم زمین کو گھٹاتے چلے آ رہے ہیں کیا اب بھی اپنا ہی غلبہ مانتے چلے جائیں گے؟ ((تَـحُلُّ)) کا فاعل ((قَـارِعَةٌ)) ہے (۲) یہی ظاہر اور مطابق روانی عبارت ہے لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قارعہ پہنچے یعنی چھوٹا سا لشکر اسلامی یا تو خود ان کے شہر کے قریب اتر پڑے یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تک کہ وعدہ ربانی آ پہنچے اس سے مراد فتح مکہ ہے۔ آپ سے ہی مروی ہے کہ قارعہ سے مراد آسمانی عذاب ہے اور آس پاس اترنے سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے لشکروں سمیت ان کی حدود میں پہنچ جانا ہے اور ان سے جہاد کرنا ہے۔ (۳) مجاہد، قتادہ، عکرمہ ان سب کا قول ہے کہ یہاں وعدہ الٰہی سے مراد فتح مکہ ہے۔ لیکن حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔ اللہ کا وعدہ اپنے رسولوں کی نصرت و امداد کا ہے وہ کبھی ٹلنے والا نہیں انہیں اور ان کے تابعداروں کو ضرور بلندی نصیب ہو گی۔ جیسے فرمان ہے ﴿فَلَا تَـحْسَبَـنَّ اللّٰهَ مُـخْـلِفَ وَعْـدِهٖ رُسُلَـهٗ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ﴾ (۴) یہ غلط گمان ہرگز نہ کرو کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرے۔ اللہ غالب ہے اور بدلہ لینے والا۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿۳۲﴾

یقیناً تجھ سے پہلے پیغمبروں کے ساتھ بھی مسخرا پن کیا گیا تھا اور میں نے بھی کافروں کو ڈھیل دی تھی پھر انہیں پکڑ لیا تھا پس میرے عذاب کی کیسی کچھ تکلیف ہوئی؟ ○

پہلے پیغمبروں کا بھی مذاق اڑایا گیا: اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے کہ آپ اپنی قوم کے غلط رویہ سے رنج و فکر نہ کریں آپ سے پہلے پیغمبروں کا بھی یونہی مذاق اڑایا گیا تھا میں نے ان کافروں کو بھی کچھ دیر تو ڈھیل دی تھی آخر بری طرح پکڑ لیا تھا اور نام و نشان تک مٹا دیا تھا۔ تجھے معلوم ہے کہ کس کیفیت سے میرے عذاب ان پر آئے؟ اور ان کا انجام کیسا کچھ ہوا؟ جیسے فرمان ہے بہت سی بستیاں ہیں جو ظلم کے باوجود ایک عرصہ سے دنیا میں مہلت لئے رہیں لیکن آخر میں اپنی بداعمالیوں کی پاداش میں عذابوں کا شکار ہوئیں۔ (۵) بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے پھر جب پکڑتا ہے تو وہ حیران رہ جاتا ہے پھر آپ نے یہ آیت ﴿وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ﴾ (۶) الخ، کی تلاوت کی۔ (۷)

---

(۱) [سورة الانبياء: آيت ٤٤]
(۲) تفسير ابن جرير الطبرى (٣٩١/٧)]
(۳) [تفسير ابن جرير الطبرى (٣٩٠/٧)]
(۴) [سورة ابراهيم: آيت ٤٧]
(۵) [سورة الحج: آيت ٤٨]
(۶) [سورة هود: آيت ١٠٢]
(۷) [صحيح: صحيح بخارى: كتاب التفسير: باب و كذلك اخذ ربك اذا اخذ القرى (٤٦٨٦) صحيح مسلم: كتاب البر والصلة: باب تحريم الظلم (٢٥٨٣) ابن ماجه: كتاب الفتن: باب العقوبات (٤٠١٨) ترمذى: كتاب تفسير القرآن: باب ومن سورة هود (٣١١٠)]

اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ؕ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾

آیا وہ اللہ کہ جو خبر لینے والا ہے ہر شخص کی اس کے کئے ہوئے اعمال پر‘ ان لوگوں نے اللہ کے شریک ٹھہرائے ہیں‘ کہہ ذرا ان کے نام تو لو‘ کیا تم اللہ کی وہ باتیں بتاتے ہو جو وہ زمین میں جانتا ہی نہیں یا صرف اوپری اوپری باتیں بنا رہے ہو‘ بات دراصل یہ ہے کہ کفر کرنے والوں کو ان کے مکر بھلے سجھائے گئے ہیں اور وہ صحیح راہ سے روک دیئے گئے ہیں‘ جس کو اللہ گمراہ کر دے اس کا راہ دکھانے والا کوئی نہیں ○

ہر نفس کا نگہبان: اللہ تعالیٰ ہر انسان کے اعمال کا محافظ ہے ہر ایک کے اعمال کو جانتا ہے‘ ہر نفس پر نگہبان ہے‘ ہر عامل کے خیر و شر کے عمل سے باخبر ہے۔ کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں‘ کوئی کام اس کی بے خبری میں نہیں۔ ہر حالت کا اسے علم ہے ہر عمل پر وہ موجود ہے ہر پتے کے جھڑنے کا اسے علم ہے ہر جاندار کی روزی اللہ کے ذمے ہے ہر ایک کے ٹھکانے کا اسے علم ہے ہر بات اس کی کتاب میں لکھی ہوئی ہے ظاہر و باطن ہر بات کو وہ جانتا ہے جہاں تم ہو وہاں اللہ تمہارے ساتھ ہے تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے ان صفتوں والا اللہ کیا تمہارے جھوٹے معبودوں جیسا ہے؟ جو نہ سنیں‘ نہ دیکھیں‘ نہ اپنے لئے کسی چیز کے مالک‘ نہ کسی اور کے نفع نقصان کا انہیں اختیار۔ اس جواب کو حذف کر دیا کیونکہ دلالت کلام موجود ہے۔ اور وہ فرمان الٰہی ﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ﴾ [1] ہے انہوں نے اللہ کے ساتھ اوروں کو شریک ٹھہرایا اور ان کی عبادت کرنے لگے تم ذرا ان کے نام تو بتاؤ ان کے حالات تو بیان کرو کہ دنیا جان لے کہ وہ محض بے حقیقت ہیں کیا تم زمین کی جن چیزوں کی خبر اللہ کو دے رہے ہو جنہیں وہ نہیں جانتا یعنی جس کا وجود ہی نہیں۔ اس لئے کہ اگر وجود ہوتا تو علم الٰہی سے باہر نہ ہوتا کیونکہ اس پر کوئی مخفی سے مخفی چیز بھی حقیقتاً مخفی نہیں یا صرف اٹکل پچو باتیں بنا رہے ہو؟ فضول گپ مار رہے ہو تم نے آپ ان کے نام گھڑ لئے‘ تم نے ہی انہیں نفع و نقصان کا مالک قرار دیا اور تم نے ہی ان کی پوجا پاٹ شروع کر دی۔ یہی تمہارے بڑے کرتے رہے۔ نہ تو تمہارے ہاتھ میں کوئی ربانی دلیل ہے نہ اور کوئی ٹھوس دلیل۔ یہ تو صرف وہم پرستی اور خواہش پروری ہے۔ ہدایت اللہ کی طرف سے نازل ہو چکی ہے۔ کفار کا مکر انہیں بھلے رنگ میں دکھائی دے رہا ہے وہ اپنے کفر پر اور اپنے شر پر ہی ناز کر رہے ہیں دن رات اسی میں مشغول ہیں اور اسی کی طرف اوروں کو بلا رہے ہیں جیسے فرمایا ﴿وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ﴾ [2] الخ‘ ان کے شیطانوں نے ان کی بے ڈھنگیاں ان کے سامنے دلکش بنا دی ہیں یہ راہ اللہ سے طریقہ ہدیٰ سے روک دیئے گئے ہیں ایک قراءت اس کی ((صَدُّوْا)) بھی ہے یعنی انہوں نے اسے اچھا جان کر پھر اوروں کو بھی اس میں پھانسنا شروع کر دیا اور راہ رسول سے لوگوں کو روکنے لگے رب کے گمراہ کئے ہوئے

---

[1] [سورۃ الانعام: آیت ۱۰۰] [2] [فصلت: ۲۵]

لوگوں کو کون راہ دکھا سکے؟ جیسے فرمایا ﴿وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا﴾ [1] جسے اللہ فتنے میں ڈالنا چاہے تو اس کیلئے اللہ کے ہاں کچھ بھی تو اختیار نہیں۔ اور آیت میں ہے کہ گو تو ان کی ہدایت کا لالچی ہو لیکن اللہ ان گمراہوں کو راہ دکھانا نہیں چاہتا پھر کون ہے جو ان کی مدد کرے۔ [2]

لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۴﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ اُكُلُهَا دَاۗىِٕمٌ وَّظِلُّهَا ۭ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ڰ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾

ان کیلئے دنیا کی زندگی میں بھی عذاب ہے اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی زیادہ سخت ہے انہیں غضب اللہ سے بچانے والا کوئی بھی نہیں ○ اسی جنت کی صفت جس کا وعدہ پرہیزگاروں کو دیا گیا ہے یہ ہے کہ اس کے نیچے سے نہریں لہریں لے رہی ہیں اس کے میوے ہیشگی والے ہیں اور اس کے سائے بھی یہ ہے انجام کار پرہیزگاروں کا اور کافروں کا انجام دوزخ ہے ○

جب موت مانگنے پر بھی نہ ملے گی: کفار کی سزا اور نیک کاروں کی جزا کا ذکر ہو رہا ہے کافروں کا کفر و شرک بیان فرما کر ان کی سزا بیان فرمائی کہ وہ مومنوں کے ہاتھوں قتل و غارت ہوں گے اس کے ساتھ ہی آخرت کے سخت تر عذابوں میں گرفتار ہوں گے جو اس دنیا کی سزا سے درجہا بدتر ہیں ملاعنہ کرنے والے میاں بیوی سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے بہت ہی ہلکا ہے۔ [3] یہاں کا عذاب فانی وہاں کا باقی اور اس آگ کا عذاب جو یہاں کی آگ سے ستر حصے زیادہ تیز ہے پھر قید وہ جو تصور میں بھی نہ آ سکے۔ جیسے فرمان ہے ﴿فَيَوْمَىِٕذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗ اَحَدٌ﴾ [4] الخ آج اس عذاب جیسے نہ کسی کے عذاب نہ اس جیسی کسی کی قید و بند۔ فرمان ہے ﴿وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا﴾ [5] الخ قیامت کے منکروں کے لئے ہم نے آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے دور سے ہی انہیں دیکھتے ہی شور و غل شروع کر دے گی وہاں کے تنگ و تاریک مکانات میں جب یہ جکڑے ہوئے ڈالے جائیں گے تو ہائے وائے کرتے ہوئے موت مانگنے لگیں گے۔ ایک ہی موت کیا مانگتے ہو بہت سی موتیں مانگو۔ اب بتاؤ کہ یہ ٹھیک ہے یا جنت خلد ٹھیک ہے جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے کیا گیا ہے کہ وہ ان کا بدلہ ہے اور ان کا ہمیشہ رہنے کا ٹھکانا۔ پھر نیکوں کا انجام بیان فرماتا ہے کہ ان سے جن جنتوں کا وعدہ ہے اس کی ایک صفت تو یہ ہے کہ اس کے چاروں طرف نہریں جاری ہیں جہاں چاہیں پانی لے جائیں پانی نہ بگڑنے والا پھر دودھ کی نہریں ہیں اور دودھ بھی ایسا جس کا مزہ کبھی نہ بگڑے اور شراب کی نہریں ہیں جس میں صرف لذت ہی لذت ہے۔ نہ بدمزگی نہ بے ہودہ نشہ اور صاف شہد کی نہریں ہیں اور ہر قسم کے

---

[1] [المائدہ: ٤١] [2] [النحل: ٣٧]

[3] [**صحیح**: صحیح مسلم: کتاب اللعان (١٤٩٣) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن (٣١٧٨۔ ١٢٠٢) مسند احمد (٢/١٩، ٤٢)]

[4] [سورۃ الفجر: آیت ٢٥، ٢٦] [5] [سورۃ الفرقان: آیت ١١، ١٥]

پھل ہمیشگی والے اس کے کھانے پینے کی چیزیں کبھی فنا ہونے والی نہیں۔ جب آنحضرت ﷺ نے کسوف کی نماز پڑھی تھی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ حضور ﷺ ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے کسی چیز کے گویا لینے کا ارادہ کیا تھا ہم نے دیکھا کہ آپ پچھلے پاؤں پیچھے کو ہٹنے لگے۔ آپ نے فرمایا ہاں میں نے جنت کو دیکھا تھا اور چاہا تھا کہ ایک خوشہ توڑ لوں اگر لے لیتا تو رہتی دنیا تک وہ رہتا اور تم کھاتے رہتے۔ ① ابو یعلی میں ہے کہ ایک دن ظہر کی نماز میں ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے کہ آپ ناگاہ آگے بڑھے اور ہم بھی بڑھے پھر ہم نے دیکھا کہ آپ نے گویا کوئی چیز لینے کا ارادہ کیا پھر آپ پیچھے ہٹ آئے۔ نماز کے خاتمہ کے بعد حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آج تو ہم نے آپ کو ایسا کام کرتے ہوئے دیکھا کہ آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا آپ نے فرمایا ہاں میرے سامنے جنت پیش کی گئی جو تروتازگی سے مہک رہی تھی میں نے چاہا کہ اس میں سے ایک خوشہ انگور کا توڑ لاؤں لیکن میرے اور اس کے درمیان آڑ کر دی گئی اگر میں اسے توڑ لاتا تو تمام دنیا اسے کھاتی رہتی اور پھر بھی ذرا سا کم نہ ہوتا۔ ② ایک دیہاتی نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ کیا جنت میں انگور ہوں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں اس نے کہا کتنے بڑے خوشے ہوں گے؟ فرمایا اتنے بڑے کہ اگر کوئی کالا کوا مہینہ بھر اڑتا رہے تو بھی اس خوشے سے آگے نہ نکل سکے۔ ③ اور حدیث میں ہے کہ جنتی جب کوئی پھل توڑیں گے اسی وقت اس کی جگہ دوسرا لگ جائے گا۔ ④ حضور ﷺ فرماتے ہیں جنتی خوب کھائیں پئیں گے لیکن نہ تھوک آئے گی نہ ناک آئے گی نہ پیشاب نہ پاخانہ، مشک جیسی خوشبو والا پسینہ آئے گا اور اسی سے کھانا ہضم ہو جائے گا۔ جیسے سانس بے تکلف چلتا ہے اس طرح تسبیح و تقدیس الہام کی جائے گی۔ ⑤ (مسلم وغیرہ)

ایک اہل کتاب نے حضور ﷺ سے کہا کہ آپ فرماتے ہیں جنتی کھائیں پئیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں ہاں

---

① [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الکسوف : باب صلاۃ الکسوف جماعۃ (۱۰۵۲) صحیح مسلم : کتاب الکسوف : باب ماعرض علی النبی فی صلاۃ الکسوف (۹۰۷) مسند احمد (۲۹۸/۱)]

② [ضعیف : مسند احمد (۳۵۲/۳) عبد بن حمید فی المنتخب (۱۰۳۶) مجمع الزوائد (۹۰/۲) مستدرك حاكم (۶۰۴/۴)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۱۴۸۰۰)]

③ [اسنادہ قابل للتحسین : مسند احمد (۱۸۳/۴، ۱۸۴) طبرانی کبیر (۸۲۰۸) مجمع الزوائد (۱۸۷۲۷) تفسیر ابن جریر الطبری (۲۰۳۹۳/۱۶)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند قابل تحسین ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۷۶۴۲)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس روایت کو صحیح کہتے ہیں۔]

④ [ضعیف : طبرانی کبیر (۱۴۴۹) مسند بزار (۳۵۳۰) مجمع الزوائد (۴۱۴/۱۰)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف الجامع الصغیر (۱۴۴۶)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔]

⑤ [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجنۃ : باب فی صفات الجنۃ واھلھا (۲۸۳۵) ابو داؤد : کتاب السنۃ : باب فی الشفاعۃ (۴۷۴۱) مسند احمد (۳۱۶/۳)]

اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ ہر شخص کو کھانے پینے، جماع اور شہوت کی اتنی قوت دی جائے گی جتنی یہاں سو آدمیوں کو مل کر ہو۔ اس نے کہا اچھا تو جو کھائے گا پئے گا اسے پیشاب پاخانے کی بھی حاجت لگے گی پھر جنت میں گندگی کیسی؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ پسینے کے راستے سب ہضم ہو جائے گا اور وہ پسینہ مشک بو ہو گا۔ [1] (مسند نسائی) فرماتے ہیں کہ جس پرندے کی طرف کھانے کے ارادے سے جنتی نظر ڈالے گا وہ اسی وقت بھنا بھنایا اس کے سامنے گر پڑے گا [2] بعض روایتوں میں ہے کہ پھر وہ اسی طرح بحکم الٰہی زندہ ہو کر اڑ جائے گا' قرآن میں ہے وہاں بکثرت میوے ہوں گے کہ نہ کٹیں نہ ٹوٹیں نہ ختم ہوں نہ گھٹیں سائے جھکے ہوئے شاخیں نیچیں۔ سائے بھی دائمی ہوں گے جیسے فرمان ہے ایماندار نیک کردار بہتی نہروں والی جنتوں میں جائیں گے وہاں ان کے لیے پاک بیویاں ہوں گی اور بہترین لمبے چوڑے سائے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں جنت کے ایک درخت کے سائے تلے تیز سواری والا سو سال تک دوڑتا ہوا جائے لیکن پھر بھی اس کا سایہ ختم نہ ہوگا۔ [3] قرآن میں ہے سائے ہیں پھیلے اور بڑھے ہوئے۔ عموماً قرآن کریم میں جنت اور دوزخ کا ذکر ایک ساتھ آتا ہے تاکہ لوگوں کو جنت کا شوق اور دوزخ سے ڈر لگے یہاں بھی جنت کا اور وہاں کی چند نعمتوں کا ذکر فرما کر فرمایا کہ یہ ہے انجام پرہیزگار اور تقویٰ شعار کا اور کافروں کا انجام جہنم ہے جیسے فرمان ہے کہ جہنمی اور جنتی برابر نہیں جنتی بامراد ہیں۔ خطیب دمشق حضرت بلال بن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اے بندگان رب! کیا تمہارے کسی عمل کی قبولیت کا یا کسی گناہ کی معافی کا کوئی پروانہ تم میں سے کسی کو ملا؟ کیا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ تم بے کار پیدا کیے گئے ہو؟ اور تم اللہ کے بس میں آنے والے نہیں ہو؟ واللہ! اگر اطاعت ربانی کا بدلہ دنیا میں ہی ملتا تو تم تمام نیکیوں پر جم جاتے۔ کیا تم دنیا پر ہی فریفتہ ہو گئے ہو؟ کیا اس کے پیچھے مر مٹو گے؟ کیا تمہیں جنت کی رغبت نہیں جس کے پھل اور جس کے سائے ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ (ابن ابی حاتم)

وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ۭ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ۭ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ۝ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ۭ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ بَعْدَ مَا جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ۝ع

جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ تو جو کچھ تجھ پر اتارا جاتا ہے اس سے خوش ہوتے ہیں اور دوسرے فرقے اس کی بعض باتوں

---

[1] [صحیح :النسائی فی السنن الکبری (١١٤٧٨) النسائی فی التفسیر (١١٤٧٨/٦) الزهد لابن المبارک (١٤٥٩) ابن ابی شیبة (٧٣/٨) مسند احمد (٣٦٧/٤)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [ضعیف :مسند بزار (٣٥٣٢) بیهقی فی البعث (٣١٨) مجمع الزوائد (١٨٧٣٤)] اس کی سند میں حمید بن عطار اوی ضعیف ہے۔]

[3] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب صفة الجنة والنار (٦٥٥٣) صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب ان فی الجنة شجرة یسیر الراکب (٢٨٢٨)]

کے منکر ہیں' تو اعلان کر دے کہ مجھے تو صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ ہی کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ شریک نہ کروں' میں اسی کی طرف بلا رہا ہوں اور اسی کی جانب رجوع کرتا ہوں ○ اسی طرح ہم نے اس قرآن کو عربی زبان کا فرمان اتارا ہے' اگر تو نے ان کی خواہشوں کی پیروی کر لی اس کے بعد کہ تیرے پاس علم آ چکا ہے تو نہ تو اللہ کے عذابوں سے تجھے کوئی حمایتی ملے گا اور نہ بچانے والا ○

سابقہ الہامی کتب پر عامل نزولِ قرآن سے بھی خوش: جو لوگ اس سے پہلے کتاب دیئے گئے ہیں اور وہ اس کے عامل ہیں وہ تو تجھ پر اس قرآن کے اترنے سے شاداں و فرحاں ہو رہے ہیں کیونکہ خود ان کی کتابوں میں اس کی بشارت اور اس کی صداقت موجود ہے۔ جیسے آیت ﴿اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ﴾ [1] الخ' میں ہے کہ کتابوں کو اچھی طور سے پڑھنے والے اس آخری کتاب پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ اور آیت میں ہے کہ تم مانو یا نہ مانو اگلی کتابوں والے تو اس کے سچے تابعدار بن جاتے ہیں کیونکہ ان کتابوں میں آنحضرت ﷺ کی رسالت کی خبر ہے اور وہ اس وعدے کو پورا دیکھ کر خوشی سے مان لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس کے وعدے غلط نکلیں اس کے فرمان صحیح ثابت نہ ہوں۔ پس وہ شاداں ہوتے ہوئے اللہ کے سامنے سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ ہاں ان جماعتوں میں ایسے بھی ہیں جو اس کی بعض باتوں کو نہیں مانتے۔ غرض بعض اہل کتاب مسلمان ہیں بعض نہیں۔ تو اے نبی ﷺ! اعلان کر دے کہ مجھے صرف اللہ واحد کی عبادت کا حکم ملا ہوا ہے کہ دوسرے کی شرکت کے بغیر صرف اسی کی ہی عبادت اس کی ہی توحید کے ساتھ کروں یہی حکم مجھ سے پہلے کے تمام نبیوں اور رسولوں کو ملا تھا' اسی راہ کی طرف' اسی الٰہی عبادت کی طرف میں دنیا کو دعوت دیتا ہوں۔ اسی اللہ کی طرف سب کو بلاتا ہوں اور اسی اللہ کی طرف لوٹنا ہے۔ جس طرح ہم نے تم سے پہلے نبی بھیجے ان پر اپنی کتابیں نازل فرمائیں اسی طرح یہ قرآن جو محکم اور مضبوط ہے عربی زبان میں جو تیری اور تیری قوم کی زبان ہے اس قرآن کو ہم نے تجھ پر نازل فرمایا۔ یہ بھی تجھ پر خاص احسان ہے کہ اس واضح اظہار مفصل اور محکم کتاب کے ساتھ تجھے ہم نے نوازا کہ نہ اس کے آگے سے باطل آ سکے نہ اس کے پیچھے سے آ کر اس میں مل سکے یہ حکیم و حمید اللہ کی طرف سے اتری ہے۔ اے نبی ﷺ تیرے پاس الہامی علم آسمانی وحی آ چکی ہے اب بھی اگر تو نے ان کی خواہش کی ماتحتی کی تو یاد رکھ کہ اللہ کے عذابوں سے تجھ کو کوئی بھی نہ بچا سکے گا۔ نہ کوئی تیری حمایت پر کھڑا ہو گا۔ سنت نبویہ اور طریقہ محمدیہ کے علم کے بعد جو گمراہی والوں کے راستوں کو اختیار کریں ان علماء کیلئے اس آیت میں زبردست وعید ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ۭ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ وَيُثْبِتُ ښ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾

[1] [سورة البقرة: آیت ۱۲۱]

ہم تجھ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں اور ہم نے ان سب کو بیوی بچوں والا بنایا تھا‘ کسی رسول سے نہیں ہوسکتا کہ کوئی نشانی بغیر اللہ کی اجازت کے لے آئے‘ ہر مقررہ وعدے کی ایک لکھت ہے○ اللہ جو چاہے نابود کردے اور جو چاہے ثابت رکھے لوح محفوظ اسی کے پاس ہے○

پہلے پیغمبر بھی بیویوں اور اولادوں والے: ارشاد ہے کہ جیسے آپ باوجود انسان ہونے کے رسول اللہ ہیں۔ ایسے ہی آپ سے پہلے کے تمام رسول بھی انسان ہی تھے‘ کھانا کھاتے تھے‘ بازاروں میں چلتے پھرتے تھے بیوی‘ بچوں والے تھے۔ اور آیت میں ہے کہ اے اشرف الرسل! آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ ﴿اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ﴾ [1] میں بھی تم جیسا ہی ایک انسان ہوں میری طرف وحی الٰہی کی جاتی ہے۔ بخاری مسلم کی حدیث میں ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نفلی روزے رکھتا بھی ہوں اور نہیں بھی رکھتا راتوں کو تہجد بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں گوشت بھی کھاتا ہوں اور عورتوں سے بھی ملتا ہوں جو شخص میرے طریقے سے منہ موڑ لے وہ میرا نہیں۔ [2] مسند احمد میں آپ کا فرمان ہے کہ چار چیزیں تمام انبیاء علیہم السلام کا طریقہ رہیں خوشبو لگانا‘ نکاح کرنا‘ مسواک کرنا اور مہندی‘ [3] پھر فرماتا ہے کہ معجزے ظاہر کرنا کسی نبی کے بس کی بات نہیں۔ یہ اللہ عزوجل کے قبضے میں چیز ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے‘ جو ارادہ کرتا ہے حکم دیتا ہے‘ ہر ایک بات مقررہ وقت اور معلوم مدت کتاب میں لکھی ہوئی ہے‘ ہر شے کی ایک مقدار معین ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ زمین و آسمان کی تمام چیزوں کا اللہ کو علم ہے سب کچھ کتاب میں لکھا موجود ہے یہ تو اللہ پر بہت آسان ہے۔ ہر کتاب کی جو آسمان سے اتری ہے اس کی ایک اجل ہے اور ایک مدت مقرر ہے ان میں سے جسے چاہتا ہے منسوخ کر دیتا ہے جسے چاہتا ہے باقی رکھتا ہے پس اس قرآن سے جو اس نے اپنے رسول صلوات اللہ وسلامہ علیہ پر نازل فرمایا ہے تمام اگلی کتابیں منسوخ ہوگئیں۔ اللہ تعالیٰ جو چاہے مٹائے جو چاہے باقی رکھے سال بھر کے امور مقرر کر دیئے لیکن اختیار سے باہر نہیں جو چاہا باقی رکھا جو چاہا بدل دیا۔ سوائے شقاوت‘ سعادت‘ حیات و ممات کے۔ کہ ان سے فراغت حاصل کر لی گئی ہے ان میں تغیر نہیں ہوتا۔ منصور کہتے ہیں میں نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے پوچھا کہ ہم میں سے کسی کا یہ دعا کرنا کیسا ہے کہ الٰہی اگر میرا نام نیکوں میں ہے تو باقی رکھ اور اگر بدوں میں ہے تو اسے ہٹا دے اور نیکوں میں کر دے۔ آپ نے فرمایا یہ تو اچھی دعا ہے سال بھر کے بعد پھر ملاقات ہوئی یا کچھ زیادہ عرصہ گزر گیا تھا تو میں نے پھر ان سے یہی بات

---

[1] [سورة الكهف: آيت ١١٠]

[2] [صحیح: صحيح بخارى : كتاب النكاح : باب الترغيب فى النكاح (٥٠٦٣) صحيح مسلم : كتاب النكاح : باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه اليه (١٤٠١)]

[3] [ضعیف: ترمذى : كتاب النكاح : باب ماجآء فى فضل التزوج والحث عليه (١٠٨٠) مسند احمد (٤٢١/٥) عبد بن حميد فى المنتخب (٣٢٠)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعيف ترمذى، المشكاة (٣٨٢) ارواء الغليل (٧٥)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ اس کی سند میں حجاج بن ارطاۃ راوی ضعیف ہے۔]

دریافت کی آپ نے ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ﴾ [1] سے دو آیتوں کی تلاوت کی اور فرمایا لیلۃ القدر میں سال بھر کی روزیاں، تکلیفیں، مقرر ہو جاتی ہیں۔ پھر جو اللہ چاہے مقدم موخر کرتا ہے، ہاں سعادت، شقاوت، کی کتاب نہیں بدلتی۔ حضرت شقیق بن سلمہ اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے اے اللہ اگر تو نے ہمیں بدبختوں میں لکھا ہے تو اسے مٹا دے اور ہماری گنتی نیکوں میں لکھ لے اور اگر تو نے ہمیں نیک لوگوں میں لکھا ہے تو اسے باقی رکھ تو جو چاہے مٹا دے جو چاہے باقی رکھ دے اصل کتاب تیرے ہی پاس ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے روتے روتے یہ دعا پڑھا کرتے تھے اے اللہ! اگر تو نے مجھ پر برائی اور گناہ لکھ رکھے ہیں تو انہیں مٹا دے تو جسے چاہے مٹاتا ہے اور باقی رکھتا ہے ام الکتاب تیرے پاس ہی ہے تو اسے سعادت اور رحمت کر دے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی یہی دعا کیا کرتے تھے۔ کعب رحمہ اللہ نے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر ایک آیت کتاب اللہ میں نہ ہوتی تو میں قیامت تک جو امور ہونے والے ہیں سب آپ کو بتا دیتا پوچھا کہ وہ کون سی آیت ہے؟ آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ [2] ان تمام اقوال کا مطلب یہ ہے کہ تقدیر کی الٹ پلٹ اللہ کے اختیار کی چیز ہے۔ چنانچہ مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ بعض گناہوں کی وجہ سے انسان اپنی روزی سے محروم کر دیا جاتا ہے اور تقدیر کو دعا کے سوا کوئی چیز نہیں بدل سکتی اور عمر کی زیادتی کرنے والی بجز نیکی کے کوئی چیز نہیں۔ نسائی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے۔ [3] اور صحیح حدیث میں ہے کہ صلہ رحمی عمر بڑھاتی ہے۔ [4] اور حدیث میں ہے کہ دعا اور قضا دونوں کی مڈبھیڑ آسمان و زمین کے درمیان ہوتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے پاس لوح محفوظ ہے جو پانچ سو سال کے راستے کی چیز ہے سفید موتی کی ہے یاقوت کے دو پٹھوں کے درمیان۔ تریسٹھ بار اللہ اس پر توجہ فرماتا ہے۔ جو چاہتا ہے مٹاتا ہے جو چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے ام الکتاب اسی کے پاس ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ رات کی تین ساعتیں باقی رہنے پر دفتر کھولا جاتا ہے پہلی ساعت میں اس دفتر پر نظر ڈالی جاتی ہے جسے اس کے سوا کوئی اور نہیں دیکھتا پس جو چاہتا ہے مٹاتا ہے جو چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے۔ [5] کلبی فرماتے ہیں روزی کو بڑھانا گھٹانا عمر کو بڑھانا گھٹانا اس سے مراد ہے ان سے پوچھا گیا کہ آپ سے یہ بات کس نے بیان کی؟ فرمایا ابو صالح نے ان سے حضرت جابر بن عبداللہ بن رئاب نے ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ پھر ان سے

---

[1] [سورة الدخان: آیت ۳،٤]

[2] [ضعیف و کذب تفسیر ابن جریر الطبری (۷/٤۰۱)] اس کی سند میں ابو حمزہ راوی متروک ہے۔]

[3] [حسن دون الجملة ابن ماجه: كتاب الفتن : باب الصبر على البلاء (٤۰۲۲) طبرانی کبیر (۱٤٤۲) مستدرك حاكم (۱/٤۹۳) ابن ابی شيبة (۱۰/٤٤۱)] شیخ البانی فرماتے ہیں کہ یہ روایت ان الفاظ ﴿ وان الرجل ليحرم الرزق بالذنب يصيبه ﴾ کے علاوہ حسن ہے۔[صحیح ابن ماجه]

[4] [صحيح صحيح بخاری : كتاب الادب : باب من بسط له في الرزق لصلة الرحم (۵۹۸٦) صحيح مسلم : كتاب البر والصلة : باب صلة الرحم وتحريم قطيعتها (۲۵۵۷)]

[5] [ضعيف تفسير ابن جرير الطبری (۲۰۵۰۲)] اس کی سند میں زیاد بن محمد راوی ضعیف ہے۔]

اس آیت کی بابت سوال ہوا تو جواب دیا کہ جمعرات کے دن سب باتیں لکھی جاتی ہیں ان میں سے جو باتیں جزا سزا سے خالی ہوں نکال دی جاتی ہیں جیسے تیرا یہ قول کہ میں نے کھایا میں نے پیا میں آیا میں گیا وغیرہ جو سچی باتیں ہیں اور ثواب عذاب کی چیزیں نہیں اور باقی جو ثواب عذاب کی چیزیں ہیں وہ رکھ لی جاتی ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ دو کتابیں ہیں ایک میں کمی زیادتی ہوتی ہے اور اللہ کے پاس ہے اصل کتاب وہی ہے۔ [1] فرماتے ہیں مراد اس سے وہ شخص ہے جو ایک زمانہ تک تو اللہ کی اطاعت میں لگا رہتا ہے پھر معصیت میں لگ جاتا ہے اور اسی پر مرتا ہے پس اس کی نیکی محو ہو جاتی ہے اور جس کیلئے ثابت رہتی ہے۔ یہ وہ ہے جو اس وقت تو نافرمانیوں میں مشغول ہے لیکن اللہ کی طرف سے اس کیلئے فرمانبرداری پہلے سے مقرر ہو چکی ہے۔ پس آخری وقت وہ خیر پر لگ جاتا ہے اور طاعت الٰہی میں مرتا ہے۔ یہ ہے جس کیلئے ثابت رہتی ہے۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جسے چاہے بخشے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے جو چاہتا ہے منسوخ کرتا ہے جو چاہتا ہے تبدیل نہیں کرتا ناسخ کا اختیار اسی کے پاس ہے اور اول بدل بھی۔ بقول قتادہ رحمہ اللہ یہ آیت مثل آیت ﴿مَا نَنسَخْ﴾ [2] الخ، کے ہے یعنی جو چاہے منسوخ کر دے جو چاہے باقی اور جاری رکھے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب اس سے پہلے کی آیت اتری کہ کوئی رسول بغیر اللہ کے فرمان کے کوئی معجزہ نہیں دکھا سکتا تو قریش کے کافروں نے کہا پھر تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم بالکل بے بس ہیں کام سے تو فراغت حاصل ہو چکی ہے۔ پس انہیں ڈرانے کیلئے یہ آیت اتری کہ ہم جو چاہیں تجدید کر دیں ہر رمضان میں تجدید ہوتی ہے پھر اللہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے روزی بھی تکلیف بھی دیتا ہے اور تقسیم بھی۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس کی اجل آ جائے چل بستا ہے جس کی نہ آئی ہو رہ جاتا ہے یہاں تک کہ اپنے دن پورے کر لے۔ ابن جریر رحمہ اللہ اسی قول کو پسند فرماتے ہیں۔ حلال حرام اس کے پاس ہے کتاب کا خلاصہ اور جڑ اسی کے ہاتھ ہے کتاب خود رب العالمین کے پاس ہی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کعب سے ام الکتاب کی بابت دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ اللہ نے مخلوق کو اور مخلوق کے اعمال کو جان لیا۔ پھر کہا کہ کتاب کی صورت میں ہو جائے ہو گیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ام الکتاب سے مراد ذکر ہے۔

وَإِن مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿٤٠﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا ۚ وَاللَّهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ ۚ وَهُوَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿٤١﴾

ان سے کئے ہوئے وعدوں میں سے کوئی اگر ہم تجھے دکھا دیں یا تجھے ہم فوت کر لیں۔ تو تجھ پر تو صرف پہنچا دینا ہی ہے حساب تو ہمارے ذمہ ہے○ کیا وہ نہیں دیکھتے؟ کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے چلے آ رہے ہیں، اللہ حکم کرتا ہے کوئی اس کے احکام پیچھے ڈالنے والا نہیں، وہ جلد حساب لینے والا ہے○

[1] [ضعیف تفسیر ابن جریر الطبری (٢٠٤٨٧)] اس کی سند میں محمد بن سائب کلبی راوی متروک ہے۔]

[2] [سورة البقرة: آیت ١٠٦]

پیغمبر کا کام صرف پیغام پہنچانا: تیرے دشمنوں پر جو ہمارے عذاب آنے والے ہیں وہ ہم تیری زندگی میں لائیں تو اور تیرے انتقال کے بعد لائیں تو تجھے کیا؟ تیرا کام تو صرف ہمارے پیغام پہنچا دینا ہے وہ تو کر چکا۔ ان کا حساب ان کا بدلہ ہمارے ہاتھ ہے۔ تو صرف انہیں نصیحت کر دے تو ان پر کوئی داروغہ اور نگہبان نہیں۔ جو منہ پھیرے گا اور کفر کرے گا اسے اللہ ہی بڑی سزاؤں میں داخل کر دے گا ان کا لوٹنا تو ہماری طرف ہی ہے اور ان کا حساب بھی ہمارے ذمے ہے۔ [۱] کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو تیرے قبضے میں دیتے آ رہے ہیں؟ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ آباد اور عالی شان محل کھنڈرا اور ویرانے بنتے جا رہے ہیں؟ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ مسلمان کافروں کو دباتے چلے آ رہے ہیں'' کیا وہ نہیں دیکھتے کہ برکتیں اٹھتی جا رہی ہیں خرابیاں آتی جا رہی ہیں؟ لوگ مرتے جا رہے ہیں زمین اجڑتی جا رہی ہے؟ خود زمین ہی اگر تنگ ہوتی جاتی تو انسان کو چھپڑ ڈالنا بھی محال ہو جاتا مقصد انسان کا اور درختوں کا کم ہوتے رہنا ہے۔ مراد اس سے زمین کی تنگی نہیں بلکہ لوگوں کی موت ہے علماء فقہا اور بھلے لوگوں کی موت بھی زمین کی بربادی ہے۔ عرب شاعر کہتا ہے ؎

اَلْاَرْضُ تَحْيَا اِذَا مَا عَاشَ عَالِمُهَا	مَتٰى يَمُتْ عَالِمٌ مِّنْهَا يَمُتْ طَرَفُ
كَالْاَرْضِ تَحْيَا اِذَا مَا الْغَيْثُ حَلَّ بِهَا	وَاِنْ اَبٰى عَادَ فِى اَكْنَافِهَا التَّلَفُ

یعنی جہاں کہیں جو عالم دین ہے وہاں کی زمین کی زندگی اسی سے ہے۔ اس کی موت اس زمین کی ویرانی اور خرابی ہے۔ جیسے کہ بارش جس زمین پر برسے لہلہانے لگتی ہے اور اگر نہ برسے تو سوکھنے اور بنجر ہونے لگتی ہے۔ اس آیت میں مراد اسلام کا شرک پر غالب آنا ہے' ایک کے بعد ایک بستی کو تابع کرنا ہے۔ جیسے فرمایا ﴿وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى﴾ [۲] الخ' یہی قول امام ابن جریر رحمہ اللہ کا بھی پسندیدہ قول ہے۔

وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ۭ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ۭ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿٤٢﴾

ان سے پہلے لوگوں نے بھی اپنی مکاری میں کمی نہ کی تھی لیکن تمام تدبیریں اللہ ہی کی ہیں' جو شخص جو کچھ کر رہا ہے اللہ کے علم میں ہے' کافروں کو ابھی معلوم ہو جائے گا کہ اس جہان کی جزا کس کیلئے ہے؟○

کفار کے مکر و فریب: اگلے کافروں نے بھی اپنے نبیوں کے ساتھ مکر کیا' انہیں نکالنا چاہا' اللہ نے ان کے مکر کا بدلہ لیا۔ انجام کار پرہیزگاروں کا ہی بھلا ہوا۔ اس سے پہلے آپ کے زمانے کے کافروں کی کارستانی بیان ہو چکی ہے کہ وہ آپ کو قید کرنے یا قتل کرنے یا دیس نکالا دینے کا مشورہ کر رہے تھے وہ گھات میں تھے اور اللہ ان کی گھات میں تھا۔ بھلا اللہ سے زیادہ اچھی تدبیر کس کی ہو سکتی ہے؟ [۳] ان کے مکر پر ہم نے بھی یہی کیا اور یہ بے خبر رہے۔ دیکھ لے کہ ان کے مکر کا انجام کیا ہوا؟ یہی کہ ہم نے انہیں غارت کر دیا اور ان کی ساری قوم کو برباد کر دیا

---

[۱] [سورة الغاشية: آيت ۲۱، ۲۶]
[۲] [الاحقاف: ۲۷]
[۳] [الانفال: ۳۰]

ان کے ظلم کی شہادت دینے والے ان کی غیر آباد بستیوں کے کھنڈرات ابھی موجود ہیں۔ [1] ہر ایک کے ہر ایک عمل سے اللہ تعالیٰ باخبر ہے پوشیدہ عمل، دل کے خوف اس پر ظاہر ہیں عامل کو اس کے اعمال کا بدلہ دے گا الْكُفَّارُ کی دوسری قراءت الْكَافِرُ بھی ہے۔ ان کافروں کو ابھی معلوم ہو جائے گا کہ انجام کار کس کا اچھا رہتا ہے، ان کا یا مسلمانوں کا؟ الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ حق والوں کو ہی غالب رکھا ہے انجام کے اعتبار سے یہی اچھے رہتے ہیں دنیا آخرت انہی کی سنورتی ہے۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا ۚ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِندَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ ﴿٤٣﴾

یہ کافر کہتے ہیں کہ تو اللہ کا رسول نہیں، تو جواب دے کہ مجھ میں اور تم میں اللہ گواہی دینے والا بس ہے اور وہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے ○

منکرین رسالت: کافر تجھے جھٹلا رہے ہیں، تیری رسالت کے منکر ہیں۔ تو غم نہ کر کہہ دیا کر کہ اللہ کی شہادت کافی ہے۔ تیری نبوت کا وہ خود گواہ ہے، میری تبلیغ پر، تمہاری تکذیب پر وہ شاہد ہے۔ میری سچائی، تمہاری تکذیب کو وہ دیکھ رہا ہے۔ علم کتاب جس کے پاس ہے اس سے مراد عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ قول حضرت مجاہد رحمہ اللہ وغیرہ کا ہے لیکن بہت غریب قول ہے اس لئے کہ یہ آیت مکہ شریف میں اتری ہے اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ تو ہجرت کے بعد مدینے میں مسلمان ہوئے ہیں۔ اس سے زیادہ ظاہر ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ یہود و نصاریٰ کے حق گو عالم مراد ہیں ہاں ان میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بھی ہیں، حضرت سلمان اور حضرت تمیم داری وغیرہ رضی اللہ عنہم بھی۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے ایک روایت مروی ہے کہ اس سے مراد خود اللہ تعالیٰ ہے۔ حضرت سعید رحمہ اللہ اس سے انکاری تھے کہ اس سے مراد حضرت عبداللہ بن سلام لئے جائیں کیونکہ یہ آیت مکیہ ہے اور آیت من عنداللہ پڑھتے تھے۔ یہی قراءت مجاہد اور حسن بصری سے بھی مروی ہے۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی یہی قراءت ہے لیکن وہ حدیث ثابت نہیں۔ [2] صحیح بات یہی ہے کہ یہ اسم جنس ہے ہر وہ عالم جو اگلی کتاب کا عالم ہے اس میں داخل ہے ان کی کتابوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت اور آپ کی بشارت موجود تھی۔ ان کے نبیوں نے آپ کی بابت پیش گوئی کر دی تھی۔ جیسے فرمان رب ذی شان ہے ﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ [3] یعنی میری رحمت نے تمام نبیوں کو گھیر رکھا ہے میں اسے ان لوگوں کے نام لکھ دوں گا جو متقی ہیں، زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں، ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں، رسولوں کی اطاعت کرنے والے ہیں، جس کا ذکر اپنی کتاب تورات و انجیل میں موجود پاتے ہیں اور آیت میں ہے کہ کیا یہ بات بھی ان کیلئے کافی نہیں کہ اس کے حق ہونے کا علم علماء بنی اسرائیل کو بھی ہے۔ ایک

---

[1] [النمل: ۵۰، ۵۲]

[2] [ضعیف: مسند ابویعلی (۵۵۷۴) مجمع الزوائد (۱۵۵/۷)] اس کی سند میں سلیمان بن ارقم راوی متروک ہے۔]

[3] [سورۃ الاعراف: آیت ۱۵۶، ۱۵۷]

بہت ہی غریب حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے علمائے یہود سے کہا میرا ارادہ ہے کہ اپنے باپ ابراہیم واسماعیل کی مسجد میں جا کر عید منائیں مکے پہنچے آنحضرت ﷺ یہیں تھے یہ لوگ حج سے لوٹے تو آپ سے ملاقات ہوئی اس وقت آپ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے اور لوگ بھی آپ کے پاس تھے یہ بھی مع اپنے ساتھیوں کے کھڑے ہو گئے آپ ﷺ نے ان کی طرف دیکھ کر پوچھا کہ آپ ہی عبداللہ بن سلام ہیں کہا ہاں فرمایا قریب آؤ جب قریب گئے تو آپ نے فرمایا کیا تم میرا ذکر تورات میں نہیں پاتے؟ انہوں نے کہا آپ اللہ کے اوصاف میرے سامنے بیان فرمایئے اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور حکم دیا کہو ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ [۱] آپ نے پوری سورت پڑھ سنائی۔ ابن سلام نے اسی وقت کلمہ پڑھ لیا' مسلمان ہو گئے' مدینے واپس چلے آئے لیکن اپنے اسلام کو چھپائے رہے۔ جب حضور ﷺ ہجرت کر کے مدینے پہنچے اس وقت آپ کھجور کے ایک درخت پر چڑھے ہوئے کھجوریں اتار رہے تھے جو آپ کو خبر پہنچی اسی وقت درخت سے کود پڑے ماں کہنے لگیں کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی آ جاتے تو تم درخت سے نہ کودتے۔ کیا بات ہے؟ جواب دیا کہ اماں جی! حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت سے بھی زیادہ خوشی مجھے ختم المرسلین کی یہاں تشریف آوری سے ہوئی ہے۔ [۲] الحمدللہ سورۂ رعد کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورہ ابراھیم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى
صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ① اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَوَيْلٌ
لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ۙ② الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ
وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ③

اللہ مہربان رحم کرنے والے کے نام سے

یہ عالی شان کتاب ہم نے تیری طرف اتاری ہے کہ تو لوگوں کو اندھیروں سے اجالے کی طرف لے آئے ان کے پروردگار کے حکم سے زبردست اور تعریفوں والے اللہ کی راہ کی طرف ○ جس اللہ کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے' منکروں کے لئے تو سخت عذاب کی خرابی ہے ○ جو آخرت کے مقابلے میں دنیوی زندگی کو پسند رکھتے ہیں اور راہ اللہ سے روکتے رہتے ہیں اور اس میں ٹیڑھ پن پیدا کرنا چاہتے ہیں' یہی لوگ پرلے درجے کی گمراہی میں ہیں ○

---

[۱] [سورۃ اخلاص]

[۲] [ضعیف و باطل ابو نعیم فی الدلائل (۲۴۶)] اس میں انقطاع ہے۔

حروف مقطعہ جو سورتوں کے شروع میں آتے ہیں ان کا بیان پہلے گزر چکا ہے اے نبی ﷺ یہ عظیم الشان کتاب ہم نے تیری طرف اتاری ہے۔ یہ کتاب تمام کتابوں سے اعلیٰ رسول تمام رسولوں سے افضل و بالا۔ جہاں اتری وہ جگہ دنیا کی تمام جگہوں سے بہترین اور عمدہ۔ اس کتاب کا پہلا وصف یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے تو لوگوں کو اندھیروں سے اجالے میں لے جا سکتا ہے۔ تیرا پہلا کام یہ ہے کہ گمراہیوں کو ہدایت سے' برائیوں کو بھلائیوں سے بدل دے ایمانداروں کا حمایتی خود اللہ ہے وہ انہیں اندھیروں سے اجالے میں لاتا ہے اور کافروں کے ساتھی اللہ کے سوا اور ہیں جو انہیں نور سے ہٹا کر تاریکیوں میں پھانس دیتے ہیں [1] اللہ اپنے غلام پر اپنی روشن اور واضح نشانیاں اتارتا ہے کہ وہ تمہیں تاریکیوں سے ہٹا کر نور کی جانب پہنچا دے۔ [2] اصل ہادی اللہ ہی ہے رسولوں کے ہاتھوں جن کی ہدایت منظور ہوتی ہے وہ راہ پا لیتے ہیں اور غیر مغلوب پر غالب و زبردست ہر چیز پر بادشاہ بن جاتے ہیں اور ہر حال میں تعریفوں والے اللہ کی راہ کی رہبری ہو جاتی ہے۔ اَللّٰهِ کی دوسری قراءت اَللّٰهُ بھی ہے پہلی قراءت بطور صفت کے ہے اور دوسری بطور نئے جملے کے جیسے آیت ﴿قُلْ يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ۨ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ [3] الخ' میں۔ جو کافر تیرے مخالف ہیں تجھے نہیں مانتے انہیں قیامت کے دن سخت عذاب ہوں گے۔ یہ لوگ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں دنیا کے لئے پوری کوشش کرتے ہیں اور آخرت کو بھولے بیٹھے ہیں رسولوں کی تابعداری سے دوسروں کو بھی روکتے ہیں راہ حق جو سیدھی اور صاف ہے اسے ترچھی کرنا چاہتے ہیں یہ اسی جہالت ضلالت میں رہیں گے لیکن اللہ کی راہ نہ ٹیڑھی ہوئی نہ ہو گی۔ پھر ایسی حالت میں ان کی صلاحیت کی کیا امید؟

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۭ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ④

ہم نے ہر ہر نبی کو اس کی قومی زبان میں ہی بھیجا ہے تاکہ ان کے سامنے وضاحت سے بیان کر دے اب اللہ جسے چاہے گمراہ کر دے اور جسے چاہے راہ کھائے' وہ غلبہ والا اور حکمت والا ہے ○

قوم کی زبان میں پیغمبر کی بعثت: یہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی انتہائی درجے کی مہربانی ہے کہ ہر نبی کو اس کی قومی زبان میں ہی بھیجا تاکہ سمجھنے سمجھانے کی آسانی رہے۔ مسند میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہر نبی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس کی امت کی زبان میں ہی بھیجا ہے۔ [4] حق ان پر کھل تو جاتا ہی ہے پھر ہدایت ضلالت اللہ کی طرف سے

---

[1] [البقرة: ٢٥٧] [2] [الحديد: ٩] [3] [الاعراف: ١٥٨]

[4] [اسنادہ ضعیف ومنقطع :مسند احمد (١٥٨/٥)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ مجاہد نے ابوذر سے نہیں سنا۔ [مجمع الزوائد (١١٠٩٥)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کا متن صحیح ہے کیونکہ قرآن میں یہ چیز موجود ہے البتہ اس کی سند میں مجاہد کا ابوذر سے سماع ثابت نہیں۔ [الموسوعة الحديثية (٢١٤١٠)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس کی سند کو منقطع وضعیف کہتے ہیں۔]

ہے اس کے چاہے کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا۔ وہ غالب ہے اس کا ہر کام حکمت سے ہے گمراہ وہی ہوتے ہیں جو اس کے مستحق ہوں اور ہدایت پر وہی آتے ہیں جو اس کے مستحق ہوں۔ چونکہ ہر نبی صرف اپنی اپنی قوم ہی کی طرف بھیجا جاتا رہا اس لئے اسے اس کی قومی زبان میں ہی کتاب اللہ ملتی تھی اور اس کی اپنی زبان بھی وہی ہوتی تھی۔ آنحضرت محمد بن عبداللہ ﷺ کی رسالت عام تھی ساری دنیا کی قوموں کی طرف آپ رسول اللہ تھے جیسے خود حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ مجھے پانچ چیزیں خصوصیت سے دی گئی ہیں جو کسی نبی کو عطا نہیں ہوئیں مہینے بھر کی راہ کی دوری پر صرف رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے میرے لئے ساری زمین مسجد اور پاکیزہ قرار دی گئی ہے مجھ پر مال غنیمت حلال کئے گئے ہیں جو مجھ سے پہلے کسی پر حلال نہیں تھے مجھے شفاعت سونپی گئی ہے ہر نبی صرف اپنی قوم ہی کی طرف آتا تھا اور میں تمام عام لوگوں کی طرف رسول اللہ ﷺ بنایا گیا ہوں۔ [1] قرآن یہی فرماتا ہے کہ اے نبی ﷺ اعلان کر دو کہ میں تم سب کی جانب اللہ کا رسول ہوں۔ [2]

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَاۤ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝

یاد کر جب کہ ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ تو اپنی قوم کو اندھیروں سے روشنی میں نکال اور انہیں اللہ کے احسانات یاد دلا اس میں نشانیاں ہیں ہر ایک صبر شکر کرنے والے کے لئے ○

موسیٰ علیہ السلام کو نو نشانیوں کی عطائیگی: جیسے ہم نے تجھے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے اور تجھ پر اپنی کتاب نازل فرمائی ہے کہ تو لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آئے۔ اسی طرح ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف بھیجا تھا بہت سی نشانیاں بھی دی تھیں جن کا بیان آیت ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍ﴾ [3] الخ میں ہے۔ انہیں بھی یہی حکم تھا کہ لوگوں کو نیکیوں کی دعوت دے انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں اور جہالت وضلالت سے ہٹا کر علم وہدایت کی طرف لے آ۔ انہیں اللہ کے احسانات یاد دلا۔ اللہ نے انہیں فرعون جیسے ظالم وجابر بادشاہ کی غلامی سے آزاد کیا ان کے لئے دریا کو کھڑا کر دیا ان پر ابر کا سایہ کر دیا ان پر من وسلوی اتارا اور بھی بہت سی نعمتیں عطا فرمائیں۔ مسند احمد کی مرفوع حدیث میں مروی ((اَيَّامِ اللّٰهِ)) کی تفسیر اللہ کی نعمتوں سے مروی ہے۔ [4] لیکن ابن جریر رحمہ اللہ میں یہ روایت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہی سے موقوفاً بھی آئی ہے اور یہی زیادہ ٹھیک

---

[1] **[صحیح** : صحیح بخاری : کتاب التیمم (۳۳۵) صحیح مسلم : کتاب المساجد : باب المساجد و مواضع الصلاۃ (۵۲۱)]

[2] [سورۃ الاعراف: آیت ۱۵۸] [3] [سورۃ بنی اسرائیل : آیت ۱۰۱]

[4] **[حدیث صحیح واسنادہ ضعیف** : مسند احمد (۱۲۲/۵) تفسیر ابن جریر الطبری (۲۰۵۷۹) مسلم (۱۷۲)، (۲۳۸۰)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے البتہ یہ سند ضعیف ہے۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۲۱۱۲۸)]

ہے۔ہم نے اپنے بندوں بنی اسرائیل کے ساتھ جو احسان کئے فرعون سے نجات دلوانا' اس کے ذلیل عذابوں سے چھڑوانا' اس میں ہر صابر و شاکر کے لئے عبرت ہے۔ جو مصیبت میں صبر کے اور راحت میں شکر کے خوگر ہیں۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اچھا بندہ وہ ہے جو سختی کے وقت صبر کرے اور نرمی کے وقت شکر کرے۔ (1) صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مومن کا تمام کام عجیب ہے اسے مصیبت پہنچے تو صبر کرتا ہے وہی اس کے حق میں بہتر ہوتا ہے اور اگر اسے راحت و آرام ملے شکر کرتا ہے اس کا انجام بھی اس کیلئے بہتر ہوتا ہے۔ (2)

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝۶ ع وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَىِٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۝۷ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝۸

جس وقت موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کے وہ احسانات یاد کرو جو اس نے تم پر کئے ہیں جب کہ اس نے تمہیں فرعونیوں سے نجات دی جو تمہیں برے دکھ پہنچاتے تھے تمہارے لڑکوں کو قتل کرتے تھے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے' اس میں تمہارے رب کی طرف سے تم پر بہت بڑی آزمائش تھی ۝ جب تمہارے پروردگار نے تمہیں آگاہ کر دیا کہ اگر تم شکر گزاری کرو گے تو بے شک میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یقیناً میرا عذاب بہت سخت ہے ۝ موسیٰ نے کہا کہ اگر تم سب اور روئے زمین کے تمام انسان اللہ کی ناشکری کریں تو بھی اللہ بے نیاز اور تعریفوں والا ہے ۝

بنی اسرائیل کو انعامات کی یاد دہانی: فرمان الٰہی کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو اللہ کی نعمتیں یاد دلا رہے ہیں۔ مثلاً قوم فرعون سے انہیں نجات دلوانا جو انہیں بے وقعت کر کے ان پر طرح طرح کے مظالم ڈھا رہے تھے یہاں تک کہ تمام نرینہ اولاد قتل کر ڈالتے تھے صرف لڑکیوں کو زندہ چھوڑتے تھے۔ یہ نعمت اتنی بڑی ہے کہ تم اس کی شکر گزاری کی طاقت نہیں رکھتے۔ یہ مطلب بھی اس جملہ کا ہو سکتا ہے کہ فرعونی ایذا در اصل تمہاری ایک بہت بڑی آزمائش تھی اور یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں معنی مراد ہوں' واللہ اعلم۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ (3) یعنی ہم نے انہیں بھلائی برائی سے آزما لیا کہ وہ لوٹ آئیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں آگاہ کر دیا۔ اور یہ معنی بھی ممکن ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی اپنی عزت و جلالت اور کبریائی کی۔ جیسے آیت ﴿وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ﴾ (4) الخ' میں۔ پس اللہ تعالیٰ کا حتمی وعدہ ہوا اور اس کا اعلان

---

(1) [تفسیر ابن جریر الطبری (۷/۴۱۸)]

(2) [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الزھد: باب المؤمن من امره کله خیر (۲۹۹۹)]

(3) [سورة الاعراف: آیت ۱۶۸] (4) [سورة الاعراف: آیت ۱۶۷]

بھی کہ شکر گزاروں کی نعمتیں اور بڑھ جائیں گی اور ناشکروں کی نعمتوں کے منکروں اور ان کے چھپانے والوں کی نعمتیں چھن جائیں گی اور انہیں سخت سزا ہوگی۔ حدیث میں ہے بندہ بوجہ گناہ کے اللہ کی روزی سے محروم ہو جاتا ہے۔ (۱) مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک سائل گزرا' آپ نے اسے کھجور دی۔ وہ بڑا بگڑا اور کھجور نہ لی۔ پھر دوسرا سائل گزرا آپ نے اسے بھی وہی کھجور دی اس نے اسے بخوشی لے لیا اور کہنے لگا کہ اللہ کے رسول کا عطیہ ہے۔ آپ نے اسے بیس درہم دینے کا حکم فرمایا۔ اور روایت میں ہے کہ آپ نے لونڈی سے فرمایا اسے لے جاؤ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس چالیس درہم ہیں وہ دلوا دو۔ (۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ تم سب اور روئے زمین کی تمام مخلوق بھی ناشکری کرنے لگے تو اللہ کا کیا بگاڑے گی؟ وہ بندوں سے اور ان کی ناشکری سے بے نیاز اور بے پرواہ ہے۔ تعریفوں کا مالک اور قابل وہی ہے۔ چنانچہ فرمان ہے ﴿اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ﴾ (۳) تم اگر کفر کرو تو اللہ تم سے غنی ہے اور آیت میں ہے ﴿فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ﴾ (۴) الخ' انہوں نے کفر کیا منہ موڑ لیا تو اللہ نے ان سے مطلقاً بے نیازی برتی۔ صحیح مسلم شریف میں قدسی حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندو! اگر تمہارے اول آخر انسان جن سب مل کر بہترین تقوے والے دل کے شخص جیسے بن جائیں تو اس سے میرا ملک ذرا سا بھی بڑھ نہ جائے گا اور اگر تمہارے سب اگلے پچھلے انسان جنات بدترین دل کے بن جائیں تو اس وجہ سے میرے ملک میں سے ایک ذرہ بھی نہ گھٹے گا۔ اے میرے بندو! تمہارے اگلے پچھلے انسان جن سب ایک میدان میں کھڑے ہو جائیں اور مجھ سے مانگیں اور میں ہر ایک کا سوال پورا کر دوں تو بھی میرے پاس کے خزانوں میں اتنی ہی کمی آئے گی جتنی سمندر میں سوئی ڈالنے سے ہو۔ (۵) پس ہمارا رب پاک ہے بلند ہے غنی ہے اور حمید ہے۔

مع
اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ۬ وَ الَّذِيْنَ مِنْۢ
بَعْدِهِمْ ۬ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ
فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ
اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ۝

الغلغة

(۱) [حسن دون الجملة : ابن ماجه: كتاب الفتن : باب الصبر على البلاء (٤٠٢٢) طبرانی کبیر (١٤٤٢) مستدرك حاكم (٤٩٣/١) ابن ابی شیبة (٤٤١/١٠)] شیخ البانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت ان الفاظ ﴿ وان الرجل ليحرم الرزق بالذنب يصيبه ﴾ کے علاوہ حسن ہے۔[صحیح ابن ماجه]

(۲) [ضعيف : مسند احمد (١٥٥/٣)] شیخ شعیب ارناؤط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (١٢٥٧٤)]

(۳) [سورة الزمر: آيت ٧] (۴) [سورة التغابن: آيت ٦]

(۵) [صحيح : صحيح مسلم : كتاب البر والصلة : باب تحريم الظلم (٢٥٧٧)]

کیا تمہارے پاس تم سے پہلے لوگوں کی خبریں نہیں آئیں؟ یعنی قوم نوح اور عاد ثمود کی اور ان کے بعد والوں کی؟ جنہیں بجز اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا' ان کے پاس ان کے رسول معجزے لائے لیکن وہ اپنے ہاتھ اپنے منہ میں پھیر لے گئے اور صاف کہہ دیا کہ جو کچھ تمہیں دے کر بھیجا گیا ہے ہم اس کے منکر ہیں اور جس چیز کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو ہمیں تو اس میں بہت بھاری شبہ ہے ہم اس سے خاطر جمع نہیں ○

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا باقی وعظ بیان ہو رہا ہے کہ آپ نے اپنی قوم کو اللہ کی وہ نعمتیں یاد دلاتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو تم سے پہلے کے لوگوں پر رسولوں کے جھٹلانے کی وجہ سے کیسے سخت عذاب آئے؟ اور کس طرح وہ غارت کئے گئے؟ یہ قول تو ہے امام ابن جریر رحمہ اللہ کا لیکن ذرا غور طلب ہے۔ بظاہر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ وعظ تو ختم ہو چکا اب یہ نیا بیان قرآن ہے۔ کہا گیا ہے کہ عادیوں اور ثمودیوں کے واقعات تورات شریف میں تھے ہی نہیں تو اگر یہ بات بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہی مانی جائے تو ظاہر ہے کہ ان کے قصے یہودیوں کے سامنے بیان ہو چکے تھے اور یہ دونوں واقعات بھی تورات میں تھے۔ واللہ اعلم۔ فی الجملہ ان لوگوں کے اور ان جیسے اور بھی بہت سے لوگوں کے واقعات قرآن کریم میں ہمارے سامنے بیان ہو چکے ہیں کہ ان کے پاس اللہ کے پیغمبر اللہ کی آیتیں اور اللہ کے دیئے ہوئے معجزے لے کر پہنچے ان کی گنتی کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں نسب نامہ کے بیان کرنے والے غلط گو ہیں بہت سی امتیں ایسی بھی گزری ہیں جن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ عروہ بن زبیر کا بیان ہے کہ معد بن عدنان کے بعد کا نسب نامہ صحیح طور پر کوئی نہیں جانتا۔ وہ اپنے ہاتھ ان کے منہ تک لوٹا لئے گئے کے ایک تو معنی یہ ہیں کہ رسولوں کے منہ بند کرنے لگے۔ ایک معنی یہ بھی ہیں کہ وہ اپنے ہاتھ اپنے منہ پر رکھنے لگے کہ محض جھوٹ ہے جو رسول کہتے ہیں۔ ایک معنی یہ ہیں کہ جواب سے لاچار ہو کر انگلیاں منہ پر رکھ لیں۔ ایک معنی یہ بھی ہیں کہ اپنے منہ سے انہیں جھٹلانے لگے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں پر فی معنی میں "بے" کے ہو جیسے بعض عرب کہتے ہیں ((اَدْخَلَكَ اللّٰهُ بِالْجَنَّةِ يَعْنِي فِي الْجَنَّةِ)) شعر میں بھی یہ محاورہ مستعمل ہے۔ اور بقول مجاہد رحمہ اللہ اس کے بعد کا جملہ اسی کی تفسیر ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے مارے غصے کے اپنی انگلیاں اپنے منہ میں ڈال لیں۔ چنانچہ اور آیت میں منافقین کے بارے میں ہے کہ ﴿وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ﴾ [1] یہ لوگ خلوت میں تمہاری جلن سے اپنی انگلیاں چباتے رہتے ہیں۔ یہ بھی ہے کہ کلام اللہ سن کر تعجب سے اپنے ہاتھ اپنے منہ پر رکھ دیتے ہیں اور کہہ گزرتے ہیں کہ ہم تو تمہاری رسالت کے منکر ہیں ہم تمہیں سچا نہیں جانتے بلکہ سخت شبہ میں ہیں۔

قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۭ تُرِيْدُوْنَ

---

[1] [سورۃ آل عمران: آیت ۱۱۹]

اَنۡ تَصُدُّوۡنَا عَمَّا كَانَ يَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاۡتُوۡنَا بِسُلۡطٰنٍ مُّبِيۡنٍ ﴿۱۰﴾ قَالَتۡ لَهُمۡ رُسُلُهُمۡ اِنۡ نَّحۡنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَاۤ اَنۡ نَّاۡتِيَكُمۡ بِسُلۡطٰنٍ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۱﴾ وَمَا لَنَاۤ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدۡ هَدٰٮنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصۡبِرَنَّ عَلٰى مَاۤ اٰذَيۡتُمُوۡنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ الۡمُتَوَكِّلُوۡنَ ﴿۱۲﴾

ان کے رسولوں نے انہیں کہا کہ کیا حق تعالیٰ کے بارے میں تمہیں شک ہے؟ جو آسمان وزمین کا بنانے والا ہے' وہ تو تمہیں اس لئے بلا رہا ہے کہ تمہارے تمام گناہ معاف فرمائے اور ایک مقررہ وقت تک تمہیں مہلت فرمائے' وہ کہنے لگے تم تو ہم جیسے ہی انسان ہو' تم چاہتے ہو کہ ہمیں ان معبودوں کی عبادت سے روک دو جن کی عبادت ہمارے باپ دادے کرتے رہے اچھا تو ہمارے سامنے کوئی کھلی سند پیش کرو○ ان کے پیغمبروں نے ان سے کہا یہ تو سچ ہے کہ ہم تم جیسے ہی انسان ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنا فضل کرتا ہے' بے حکم اللہ ہماری مجال نہیں کہ ہم کوئی معجزہ تمہیں لا دکھائیں' ایمانداروں کو صرف اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہئے○ آخر کیا وجہ ہے کہ ہم اللہ پر بھروسہ نہ رکھیں اسی نے ہمیں راہیں سمجھائی ہیں' واللہ جو ایذائیں تم ہمیں دو گے ہم ان پر صبر کریں گے' توکل کرنے والوں کو یہی لائق ہے کہ اللہ ہی پر توکل کریں○

کفار اور انبیاء علیہم السلام کی گفتگو: رسولوں کی اور ان کی قوم کے کافروں کی بات چیت بیان ہو رہی ہے۔ قوم نے اللہ کی عبادت میں شک وشبہ کا اظہار کیا اس پر رسولوں نے کہا اللہ کے بارے میں شک؟ یعنی اس کے وجود میں شک کیسا؟ فطرت اس کی شاہد عدل ہے انسان کی بنیاد میں اس کا اقرار موجود ہے۔ عقل سلیم اس کے ماننے پر مجبور ہے۔ اچھا اگر دلیل کے بغیر اطمینان نہیں تو دیکھو کہ یہ آسمان وزمین کیسے پیدا ہو گئے؟ موجود کیلئے موجد ہونا ضروری ہے۔ انہیں بغیر نمونہ پیدا کرنے والا وہی وحدہ لاشریک لہ ہے اس عالم کی تخلیق تو مطیع ومخلوق ہونا بالکل ظاہر ہے اس سے کیا اتنی موٹی بات بھی کچھ سمجھ نہیں آتی ؟ کہ اس کا صانع اس کا خالق ہے اور وہی اللہ ہے جو ہر چیز کا خالق مالک اور معبود برحق ہے۔ یا کیا تمہیں اس کی الوہیت اور اس کی وحدانیت میں شک ہے؟ جب تمام موجودات کا خالق اور موجد وہی ہے تو ہر عبادت میں تنہا وہی کیوں نہ ہو؟ چونکہ اکثر امتیں خالق کے وجود کی قائل تھیں پھر اوروں کی عبادت انہیں واسطہ اور وسیلہ جان کر اللہ سے نزدیک کرنے والے اور نفع دینے والے سمجھ کر کرتی تھیں اس لئے رسول اللہ انہیں ان کی عبادتوں سے یہ سمجھا کر روکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی طرف بلا رہا ہے کہ آخرت میں تمہارے گناہ معاف فرمادے اور جو وقت مقدر ہے اس تک تمہیں اچھائی سے پہنچادے ہر ایک فضیلت والے کو وہ اس کی فضیلت عنایت فرمائے گا۔ اب امتوں نے پہلے مقام کی تسلیم کرنے کے بعد جواب دیا کہ تمہاری رسالت ہم کیسے مان لیں'' تم میں انسانیت تو ہم جیسی ہے اچھا اگر سچے ہو تو زبردست معجزہ پیش کرو جو انسانی طاقت سے باہر ہو۔ اس کے جواب میں پیغمبران رب نے فرمایا کہ یہ تو بالکل مسلم ہے کہ ہم تم جیسے ہی انسان ہیں۔ لیکن رسالت

ونبوت اللہ کا عطیہ ہے وہ جسے چاہے دے۔ انسانیت رسالت کے منافی نہیں۔ اور جو چیز تم ہمارے ہاتھوں سے دیکھنا چاہتے ہو اس کی نسبت بھی سن لو کہ وہ ہمارے بس کی بات نہیں ہاں ہم اللہ سے طلب کریں گے اگر ہماری دعا مقبول ہوئی تو بے شک ہم دکھا دیں گے مومنوں کو تو ہر کام میں اللہ ہی پر توکل ہے۔ اور خصوصیت کے ساتھ ہمیں اس پر زیادہ توکل اور بھروسہ ہے اس لئے بھی کہ اس نے تمام راہوں میں سے بہترین راہ دکھائی۔ تم جتنا چاہو دکھ دو لیکن انشاء اللہ دامن توکل ہمارے ہاتھ سے چھوٹنے کا نہیں۔ متوکلین کے گروہ کے لئے اللہ کا توکل کافی وافی ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۭ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ۝ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۝ مِّنْ وَّرَاۗىِٕهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّاۗءٍ صَدِيْدٍ ۝ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۭ وَمِنْ وَّرَاۗىِٕهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ۝

کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تمہیں دیس بدر کر دیں گے یا تم پھر سے ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ، تو ان کے پروردگار نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ ہم ان ظالموں کو ہی غارت کر دیں گے ○ اور ان کے بعد ہم خود تمہیں اس زمین میں بسائیں گے، یہ ہے ان کے لئے جو میرے سامنے کھڑے ہونے کا ڈر رکھیں اور میرے وعدے سے خوفزدہ رہیں ○ آخر فیصلے کو طلب کرنے لگے تو سرکش ضدی لوگ نامراد ہو گئے ○ اس کے سامنے دوزخ ہے جہاں وہ پیپ کا پانی پلایا جائے گا ○ جسے بمشکل گھونٹ گھونٹ پئے گا پھر بھی اسے گلے سے اتار نہ سکے گا ہر جگہ سے موت آتی دکھائی دے گی لیکن وہ مرنے والا نہیں، پھر اس کے پیچھے بھی سخت عذاب ہے ○

پیغمبروں کو جلاوطن کرنے کی دھمکی: کافر جب تنگ ہوئے، کوئی حجت باقی نہ رہی تو نبیوں کو دھمکانے لگے اور دیس نکالے سے ڈرانے لگے۔ قوم شعیب نے بھی اپنے نبی اور مومنوں سے یہی کہا تھا کہ ہم تمہیں اپنی بستی سے نکال دیں گے۔ لوطیوں نے بھی یہی کہا تھا کہ آل لوط کو اپنے شہر سے نکال دو۔ مشرکین قریش نے بھی یہی منصوبہ باندھا تھا۔ اور یہ بھی کہا تھا قید کر لو یا قتل کر دو یا ملک سے باہر نکال دو۔ وہ اگرچہ مکر کرتے تھے لیکن اللہ ان کے داؤ میں تھا۔ (1) اپنے نبی کو سلامتی کے ساتھ مکے سے لے گیا اور مدینے والوں کو آپ کا انصار و مددگار بنا دیا وہ آپ کے لشکروں میں شامل ہو کر آپ کے جھنڈے تلے کافروں سے لڑے اور بتدریج اللہ تعالیٰ نے آپ کو ترقیاں دیں یہاں تک کہ بالآخر آپ نے مکہ بھی فتح کر لیا اب تو دشمنان دین کے منصوبے خاک میں شامل ہو گئے ان کی امیدوں پر اوس پڑ گئی ان کی آرزوئیں پامال ہو گئیں۔ اللہ کا دین لوگوں کے دلوں میں مضبوط ہو گیا، جماعتوں کی

(1) [سورہ الانفال: آیت ۳۰]

جماعتیں دین میں داخل ہونے لگیں، تمام روئے زمین کے ادیان پر دین اسلام چھا گیا، کلمہ حق بلند و بالا ہو گیا اور تھوڑے سے زمانے میں مشرق سے مغرب تک اشاعت اسلام ہو گئی فالحمدللہ۔ یہاں فرمان ہے کہ ادھر کفار نے نبیوں کو دھمکایا ادھر اللہ نے ان سے سچا وعدہ فرمایا کہ یہی ہلاک ہوں گے اور زمین کے مالک تم بنو گے۔ جیسے فرمان ہے کہ ہمارا کلمہ ہمارے رسولوں کے بارے میں سبقت کر چکا ہے کہ وہی کامیاب ہوں گے اور ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا [۱] اور آیت میں ہے ﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ﴾ [۲] الخ، اللہ لکھ چکا ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ہی غالب آئیں گے، اللہ قوت والا، عزت والا ہے۔ اور آیت میں ارشاد ہے کہ ذکر کے بعد زبور میں بھی یہی تحریر ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے یہی فرمایا تھا کہ تم اللہ سے مدد طلب کرو، صبر و برداشت کرو، زمین اللہ ہی کی ہے۔ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے وارث بنائے انجام کار پرہیز گاروں کا ہی ہے۔ اور جگہ ارشاد ہے ﴿وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ﴾ [۳] الخ، ضعیف اور کمزور لوگوں کو ہم نے زمین کی مشرق و مغرب کا وارث بنا دیا جہاں ہماری برکتیں تھیں بنی اسرائیل کے صبر کی وجہ سے ہمارا ان سے جو بہترین وعدہ تھا وہ پورا ہو گیا ان کے دشمن فرعون اور فرعونی اور ان کی تمام تیاریاں سب یکمشت خاک میں مل گئیں۔ نبیوں سے فرمادیا گیا کہ یہ زمین تمہارے قبضے میں آئے گی یہ وعدے ان کے لئے ہیں جو قیامت کے دن میرے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتے رہیں اور میرے ڈراوے اور عذاب سے خوف کھاتے رہیں۔ جیسے فرمان باری ہے ﴿فَاَمَّا مَنْ طَغٰى﴾ [۴] الخ، یعنی جس نے سرکشی کی اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اور آیت میں ہے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف جس نے کیا اسے دوہری جنتیں ہیں۔ [۵]

رسولوں نے اپنے رب سے مدد و فتح و فیصلہ طلب کیا یا یہ کہ ان کی قوم نے اسے طلب کیا جیسے قریش مکہ نے کہا تھا کہ الٰہی اگر یہ حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا اور کوئی دردناک عذاب ہمیں کر۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ادھر سے کفار کا مطالبہ ہوا ادھر سے رسولوں نے بھی اللہ سے دعا کی جیسے بدر والے دن ہوا تھا کہ ایک طرف رسول اللہ ﷺ دعا مانگ رہے تھے دوسری جانب سرداران کفر بھی یہی کہہ رہے تھے کہ الٰہی آج سچے کو غالب کر یہی ہوا بھی۔ مشرکین سے کلام اللہ میں اور جگہ فرمایا گیا ہے کہ تم فتح طلب کیا کرتے تھے لو اب وہ آ گئی اب بھی اگر باز آ جاؤ تو تمہارے حق میں بہتر ہے الخ نقصان یافتہ وہ ہیں جو متکبر ہوں اپنے تئیں کچھ گنتے ہوں حق سے عناد رکھتے ہوں قیامت کے روز فرمان ہوگا کہ ہر ایک کافر سرکش اور بھلائی سے روکنے والے کو جہنم میں داخل کرو جو اللہ کے ساتھ دوسروں کی پوجا کرتا تھا اسے سخت عذاب میں لے جاؤ۔ حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن جہنم کو لایا جائے گا وہ تمام مخلوق کو ندا کر کے کہے گی کہ میں ہر ایک سرکش ضدی کیلئے مقرر کی گئی ہوں۔ [۶] الخ، اس وقت ان بدلوگوں

---

۱ [الصافات: ۱۷۱، ۱۷۳] ۲ [مجادلہ: ۲۱] ۳ [الاعراف: ۱۳۷]

۴ [سورۃ النازعات: ۳۷] ۵ [الرحمن: ٤٦]

۶ [صحیح: ترمذی: کتاب صفۃ الجنۃ: باب ماجاء فی صفۃ النار (۲۵۷٤) مسند احمد (۳/٤۰)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی، السلسلۃ الصحیحۃ (۵۱۲)]

کا کیا ہی برا حال ہوگا جب کہ انبیاء علیہم السلام تک اللہ کے سامنے گڑگڑا رہے ہوں گے۔ ((وَرَاء)) یہاں پر معنی ((اَمَام)) سامنے کے ہیں جیسے آیت ﴿وَكَانَ وَرَآئَهُمْ مَلِكٌ﴾ [1] میں ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قراءت ہی ﴿وَكَانَ اَمَامَهُمْ مَلِكٌ﴾ ہے۔ غرض سامنے سے جہنم اس کی تاک میں ہوگی جس میں جا کر نکلنا ناممکن ہوگا قیامت کے دن تک تو صبح وشام پیش ہوتی رہی اب وہی ٹھکانہ بن گئی پھر وہاں اس کیلئے پانی کے بدلے آگ جیسا پیپ ہے اور حد سے زیادہ ٹھنڈا اور بدبودار وہ پانی ہے جو جہنمیوں کے زخموں سے رستا ہے۔ جیسے فرمایا ﴿هٰذَا فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ﴾ [2] الخ، پس ایک گرمی میں حد سے گزرا ہوا ایک سردی میں حد سے گزرا ہوا۔ ((صَدِيد)) کہتے ہیں پیپ اور خون کو جو دوزخیوں کے گوشت سے اور ان کی کھالوں سے بہا ہوا ہوگا۔ اسی کو ((طِيْنَةُ الْخَبَالِ)) بھی کہا جاتا ہے۔ [3] مسند احمد میں ہے کہ جب اس کے پاس لایا جائے گا تو اسے سخت تکلیف ہوگی، منہ کے پاس پہنچتے ہی سارے جسم کی کھال جھلس کر اس میں گر پڑے گی۔ ایک گھونٹ لیتے ہی پیٹ کی آنتیں پاخانے کے راستے باہر نکل پڑیں گی۔ اللہ کا فرمان ہے کہ وہ کھولتا ہوا گرم پانی پلائے جائیں گے جو ان کی آنتیں کاٹ دے اور فرمان ہے فریاد کرنے پر ان کی فریاد رسی پگھلے ہوئے تانبے جیسے گرم پانی سے کی جائے گی جو چہرہ جھلسا دے، الخ۔ [4] جبراً گھونٹ گھونٹ کر کے اتارے گا، فرشتے لوہے کے گرز مار مار کر پلائیں گے۔ بدمزگی، بدبو، حرارت، گرمی کی تیزی یا سردی کی تیزی کی وجہ سے گلے سے اترنا محال ہوگا۔ بدن میں، اعضاء میں، جوڑ جوڑ میں وہ درد اور تکلیف ہوگی کہ موت کا مزہ آئے لیکن موت آئے گی نہیں۔ رگ رگ پر عذاب ہوگا لیکن جان نہیں نکلتی۔ ایک ایک رواں ناقابل برداشت مصیبت میں جکڑا ہوا ہے لیکن روح بدن سے جدا نہیں ہوسکتی۔ آگے پیچھے بائیں دائیں سے موت آ رہی ہے لیکن آتی نہیں۔ طرح طرح کے عذاب دوزخ کی آگ گھیرے ہوئے ہے مگر موت بلائے سے بھی نہیں آتی۔ نہ موت آئے نہ عذاب جائے۔ ہر سزا ایسی ہے کہ موت کیلئے کافی سے زیادہ ہے لیکن وہاں تو موت کو موت آ گئی ہے تاکہ سزا دوام والی ہوتی رہے۔ ان تمام باتوں کے ساتھ پھر سخت تر مصیبت ناک الم افزا عذاب اور ہیں۔ جیسے زقوم کے درخت کے بارے میں فرمایا کہ وہ جہنم کی جڑ سے نکلتا ہے جس کے شگوفے شیطانوں کے سروں جیسے ہیں وہ اسے کھائیں گے اور پیٹ بھر کر کھائیں گے پھر کھولتا ہوا تیز گرم پانی پیٹ میں جا کر اس سے ملے گا ان کا لوٹنا جہنم کی طرف ہے۔ الغرض کبھی زقوم کھانے کا، کبھی حمیم پینے کا، کبھی آگ میں جلنے کا اور کبھی صدید پینے کا عذاب انہیں ہوتا رہے گا۔ اللہ کی پناہ۔ فرمان رب عالیشان ہے ﴿هٰذِهٖ جَهَنَّمُ

---

[1] [سورۃ الکھف: آیت ۷۹] [2] [سورۃ صٓ: آیت ۵۷]

[3] [ضعیف : مسند احمد (٦/٤٦٠) طبرانی کبیر (١٦٨/٢٤)] اس کی سند میں شہر بن حوشب راوی ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (٦٩/٥)]

[4] [ضعیف : ترمذی : کتاب صفة جهنم : باب ماجآء فی صفة شراب اهل النار (٢٥٨٣) تفسیر ابن جریر الطبری (٢٠٦٣٢) مسند احمد (٢٦٥/٥) مستدرك حاکم (٣٥١/٢)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی ، المشکاة (٥٦٨٠)] اس کی سند میں عبداللہ بن بسر راوی ضعیف ہے۔]

﴿الَّتِیْ یُکَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ﴾ [1] الخ' یہی وہ جہنم ہے جسے کافر جھٹلاتے رہے۔آج جہنم کے اوپر ابلے ہوئے تیز گرم پانی کے درمیان چکر کھاتے پھریں گے۔اور آیت میں ہے کہ زقوم کا درخت گنہگاروں کی غذا ہے جو پگھلے ہوئے تانبے جیسا ہوگا' پیٹ میں جا کر ابلے گا اور ایسے جوش مارے گا جیسے گرم پانی کھول رہا ہو۔اسے پکڑو اور اوپر سے بیچ جہنم میں ڈال دو پھر اس کے سر پر گرم پانی کے تریڑے کا عذاب بہاؤ مزہ چکھ تو اپنے خیال میں بڑا عزیز تھا اور اکرام والا تھا یہی ہے جس سے تم ہمیشہ شک وشبہ کرتے رہے۔سورۂ واقعہ میں فرمایا کہ وہ لوگ جن کے بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیئے جائیں گے یہ بائیں ہاتھ والے کیسے بدلوگ ہیں گرم ہوا اور گرم پانی میں پڑے ہوئے ہوں گے اور دھوئیں کے سائے میں جو نہ ٹھنڈا نہ باعزت دوسری آیت میں ہے سرکش کیلئے جہنم کا برا ٹھکانا ہے جس میں وہ داخل ہوں گے اور وہ رہائش کی بدترین جگہ ہے اس مصیبت کے ساتھ تیز گرم پانی اور پیپ لہو اور اسی کے ہم شکل اور بھی قسم قسم کے عذاب ہوں گے جو دوزخیوں کو بھگتنے پڑیں گے جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہوگا نہ کہ اللہ کا ظلم۔

مَثَلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّیْحُ فِیْ یَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا یَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰی شَیْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِیْدُ ﴿۱۸﴾

ان لوگوں کی مثال جنہوں نے اپنے پالنے والے سے کفر کیا ان کے اعمال مثل اس راکھ کے ہیں جس پر تیز ہوا آندھی والے دن چلے' جو بھی انہوں نے کیا اس میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہوں گے' یہی دور کی گمراہی ہے ○

اعمال راکھ کی مانند: کافر جو اللہ کے ساتھ دوسروں کی عبادت کے خوگر تھے پیغمبروں کی نہیں مانتے تھے جن کے اعمال ایسے تھے جیسے بنیاد بغیر کی عمارت ہو جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ سخت ضرورت کے وقت خالی ہاتھ کھڑے رہ گئے۔پس فرمان ہے کہ ان کافروں کی یعنی ان کے اعمال کی مثال۔قیامت کے دن جب کہ یہ پورے محتاج ہوں گے سمجھ رہے ہوں گے کہ اب ابھی ہماری بھلائیوں کا بدلہ ہمیں ملے گا لیکن کچھ نہ پائیں گے' مایوس رہ جائیں گے' حسرت سے منہ تکنے لگیں گے جیسے تیز آندھی والے دن ہوا راکھ کو اڑا کر ذرہ ذرہ ادھر ادھر بکھیر دے اسی طرح ان کے اعمال محض اکارت ہو گئے۔جیسے اس بکھری ہوئی اور اڑی ہوئی راکھ کا جمع کرنا محال ایسے ہی ان کے بے سود اعمال کا بدلہ محال۔وہ تو وہاں ہوں گے ہی نہیں ان کے آنے سے پہلے ہی ((هَبَآءً مَّنْثُوْرًا)) [2] ہو گئے۔فرمان رب ہے ﴿مَثَلُ مَا یُنْفِقُوْنَ فِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَثَلِ رِیْحٍ﴾ [3] الخ' یہ کفار جو کچھ اس حیات دنیا میں خرچ کرتے ہیں اس کی مثال اس آگ کے گولے جیسی ہے جو ظالموں کی کھیتی جھلسا دے۔اللہ ظالم نہیں لیکن وہ اپنے اوپر خود ظلم کرتے رہتے ہیں۔اور آیت میں ہے کہ ایمان والو! اپنے صدقے خیرات احسان رکھ کر اور ایذا دے کر برباد نہ کرو جیسے وہ جو ریاکاری کیلئے خرچ کرتا

---

[1] [سورة الرحمن: آیت ۴۳، ۴٤] [2] [الفرقان: ۲۳]

[3] [آل عمران: ۱۱۷]

ہو اور اللہ پر، قیامت پر ایمان نہ رکھتا ہو اس کی مثال اس چٹان کی طرح ہے جس پر مٹی تھی لیکن بارش کے پانی نے اسے دھو دیا اب وہ بالکل صاف ہو گیا یہ لوگ اپنی کمائی میں سے کسی چیز پر قادر نہیں اللہ تعالیٰ کافروں کی رہبری نہیں فرماتا۔ ① اس آیت میں ارشاد ہوا کہ یہ دور کی گمراہی ہے ان کی کوشش ان کے کام بے پایہ اور بے ثبات ہیں سخت حاجت مندی کے وقت ثواب گم پائیں گے یہی انتہائی بدقسمتی ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ
بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝١٩ۙ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۝٢٠

کیا تو نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو اور زمین کو بہترین تدبیر کے ساتھ پیدا کیا ہے، اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور نئی مخلوق لائے ○ اللہ پر یہ کام کچھ بھی مشکل نہیں ○

دوبارہ پیدائش: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ قیامت کے دن کی دوبارہ پیدائش پر میں قادر ہوں۔ جب میں نے آسمان وزمین کی پیدائش کر دی تو انسان کی پیدائش مجھ پر کیا مشکل ہے۔ آسمان کی اونچائی کشادگی بڑائی پھر اس میں ٹھہرے ہوئے اور چلتے پھرتے ستارے۔ اور یہ زمین پہاڑوں اور جنگلوں، درختوں اور حیوانوں والی سب اللہ ہی کی بنائی ہوئی ہے جو ان کی پیدائش سے عاجز نہ آیا وہ کیا مردوں کے دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں؟ بے شک قادر ہے۔ سورۂ یاسین میں فرمایا کہ کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا پھر وہ جھگڑالو بن بیٹھا۔ ہمارے سامنے بیان کرنے لگا اپنی پیدائش بھول گیا اور کہنے لگا ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟ کہہ دے کہ وہی اللہ جس نے انہیں اول بار پیدا کیا وہ ہر چیز کی پیدائش کو بخوبی جانتا ہے اس نے سبز درخت سے تمہارے لئے آگ بنائی ہے کہ تم اسے جلاتے ہو۔ کیا آسمان وزمین کا خالق ان جیسوں کی پیدائش پر قادر نہیں؟ بے شک ہے، وہی بڑا خالق ہے اور بہت بڑا علیم ہے اس کے ارادے کے بعد اس کا صرف اتنا ہی حکم بس ہے کہ ہو جا اسی وقت وہ ہو جاتا ہے وہ اللہ پاک ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور جس کی طرف تمہارا سب کا لوٹنا ہے۔ ② اس کے قبضے میں ہے کہ اگر چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور نئی مخلوق تمہارے قائم مقام یہاں آباد کر دے اس پر یہ بھی بھاری نہیں تم اس کے امر کا خلاف کرو گے تو یہی ہوگا اگر تم منہ موڑ لو گے تو وہ تمہارے بدلے اور قوم لائے گا جو تمہاری طرح نہ ہوگی۔ ③ اور آیت میں ہے اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم کو لائے گا جو اس کی پسندیدہ ہوگی اور اس سے محبت رکھنے والی ہوگی۔ ④ اور جگہ ہے اگر وہ چاہے تمہیں برباد کر دے اور دوسرے لائے اللہ اس پر قادر ہے۔ ⑤

① [البقرة: ٢٦٤]
② [سورة يٰسين: آيت ٧٧، ٨٣]
③ [سورة محمد: آيت ٣٨]
④ [سورة المائده: آيت ٥٤]
⑤ [سورة النسآء: آيت ١٣٣]

وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ۭ سَوَاۗءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ؀۲۱

سب کے سب اللہ کے سامنے روبرو کھڑے ہوں گے اس وقت کمزور لوگ برائی والوں سے کہیں گے کہ ہم تو تمہارے تابعدار تھے تو کیا تم اللہ کے عذابوں میں سے کچھ عذاب ہم سے دور کر سکنے والے ہو؟ وہ جواب دیں گے کہ اگر اللہ ہمیں ہدایت دیتا تو ہم بھی ضرور تمہاری راہنمائی کرتے! اب تو ہم پر بے قراری کرنا اور صبر کرنا دونوں ہی برابر ہے' ہمارے لئے کوئی چھٹکارا نہیں ○

تمام مخلوقات اللہ کے سامنے: صاف چٹیل میدان میں ساری مخلوق نیک و بد اللہ کے سامنے موجود ہوگی۔ اس وقت جو لوگ ماتحت تھے ان سے کہیں گے جو سردار اور بڑے تھے۔ اور جو انہیں اللہ کی عبادت اور رسول کی اطاعت سے روکتے تھے۔ کہ ہم تمہارے تابع فرمان تھے جو حکم تم دیتے تھے ہم بجالاتے تھے۔ جو تم فرماتے تھے ہم مانتے تھے پس جیسے کہ تم ہم سے وعدے کرتے تھے اور ہمیں تمنائیں دلاتے تھے کیا آج اللہ کے عذابوں کو ہم سے ہٹاؤ گے؟ اس وقت یہ پیشوا اور سردار کہیں گے ہم تو خود راہ راست پر نہ تھے تمہاری رہبری کیسے کرتے؟ ہم پر اللہ کا کلمہ سبقت کر گیا' عذاب کے مستحق ہم سب ہو گئے اب نہ ہائے وائے اور نہ بے قراری نفع دے اور نہ صبر و برداشت۔ عذاب کے بچاؤ کی تمام صورتیں ناپید ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن زید فرماتے ہیں کہ دوزخی لوگ کہیں گے کہ دیکھو یہ مسلمان اللہ کے سامنے روتے تھے اس وجہ سے وہ جنت میں پہنچے' آؤ ہم بھی اللہ کے سامنے روئیں گڑگڑائیں۔ خوب روئیں پیٹیں گے' چیخیں چلائیں گے لیکن بے سود رہے گا تو کہیں گے جنتیوں کے جنت میں جانے کی ایک وجہ صبر کرنا تھی۔ آؤ ہم بھی خاموشی اور صبر اختیار کریں اب ایسا صبر کریں گے کہ ایسا صبر کبھی دیکھا نہیں گیا لیکن یہ بھی لاحاصل رہے گا اس وقت کہیں گے ہائے صبر بھی بے سود اور بے قراری بھی بے نفع۔ ظاہر تو یہ ہے کہ پیشواؤں اور تابعداروں کی یہ بات چیت جہنم میں جانے کے بعد ہوگی جیسے آیت ﴿وَاِذْ يَتَحَاۗجُّوْنَ فِي النَّارِ﴾ [1] الخ' جب کہ وہ جہنم میں جھگڑیں گے اس وقت ضعیف لوگ تکبر والوں سے کہیں گے ہم تمہارے ماتحت تھے تو کیا آگ کے کسی حصہ سے تم ہمیں نجات دلا سکو گے؟ ہم تو سب جہنم میں موجود ہیں اللہ کے فیصلے بندوں میں ہو چکے ہیں اور آیت میں ہے ﴿قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ﴾ [2] اللہ فرمائے گا ان لوگوں میں شامل ہو جاؤ جو انسان جنات تم سے پہلے جہنم میں پہنچ چکے ہیں جو گروہ جائے گا وہ دوسرے کو لعنت کرتا جائے گا۔ جب سب جمع ہو جائیں گے تو پچھلے پہلوں کی نسبت جناب باری میں عرض کریں گے کہ پروردگار ان لوگوں نے ہمیں تو بہکا دیا۔ انہیں دوہرا عذاب کر۔ جواب ملے گا کہ ہر ایک کو دوہرا ہے لیکن تم نہیں جانتے۔ اور اگلے پچھلوں سے کہیں گے کہ تمہیں ہم پر فضیلت نہیں

---

[1] [سورۃ غافر: آیت ٤٧]
[2] [سورۃ الاعراف: آیت ٣٨]

تھی اپنے کئے ہوئے کاموں کے بدلے کا عذاب چکھو۔ اور آیت میں ہے کہ وہ کہیں گے ﴿رَبَّنَا اِنَّا اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَ نَا﴾ [1] الخ' اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے پیشواؤں اور بڑوں کی اطاعت کی جنہوں نے ہمیں راستے سے بھٹکا دیا اے ہمارے پالنہار تو انہیں دوہرا عذاب کر اور بڑی لعنت کر یہ لوگ محشر میں بھی جھگڑیں گے فرمان ہے ﴿اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ [2] الخ' کاش کہ تو دیکھتا جب کہ ظالم لوگ اللہ کے سامنے کھڑے ہوئے ایک دوسرے سے لڑ جھگڑ رہے ہوں گے تابعدار لوگ اپنے بڑوں سے کہتے ہوں گے کہ کیا ہدایت آ جانے کے بعد ہم نے تمہیں اس سے روک دیا؟ نہیں بلکہ تم تو آپ گنہگار بدکار تھے۔ یہ کمزور لوگ پھر ان زور آوروں سے کہیں گے کہ تمہارے رات دن کے داؤ گھات اور ہمیں یہ حکم دینا کہ ہم اللہ سے کفر کریں اس کے شریک ٹھہرائیں اب سب لوگ پوشیدہ طور پر اپنی اپنی جگہ نادم ہو جائیں گے جب کہ عذابوں کو سامنے دیکھ لیں گے ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے انہیں ان کے اعمال کا بدلہ ضرور ملے گا۔

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَاۤ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَاۤ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۲﴾ وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾

جب کہ کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا تو شیطان کہے گا کہ اللہ نے تو تمہیں سچا وعدہ دیا تھا اور میں نے جو تم سے وعدے کئے تھے ان کا خلاف کیا' میرا تم پر کوئی دباؤ تو تھا ہی نہیں ہاں میں نے تمہیں پکارا اور تم نے میری مان لی' پس تم مجھے الزام نہ لگاؤ بلکہ خود اپنے آپ کو ملامت کرو' نہ میں تمہارا فریادرس اور نہ تم میری فریاد کو پہنچنے والے' میں تو سرے سے مانتا ہی نہیں کہ تم مجھے اس سے پہلے شریک اللہ مانتے رہے' یقیناً ظالموں کیلئے دردناک عذاب ہے ○ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے وہ جنتوں میں داخل کئے جائیں گے جن کے نیچے چشمے جاری ہیں جہاں انہیں ہمیشگی ہوگی اپنے رب کے حکم سے' جہاں ان کا تحفہ سلام ہی سلام ہوگا ○

شیطان انسان کا دشمن اکبر: اللہ تعالیٰ جب بندوں کی قضا سے فارغ ہوگا' مومن جنت میں اور کافر دوزخ میں پہنچ جائیں گے' اس وقت ابلیس ملعون جہنم میں کھڑا ہو کر ان سے کہے گا کہ اللہ کے وعدے سچے اور برحق تھے' رسولوں کی تابعداری میں ہی نجات اور سلامتی تھی' میرے وعدے تو دھوکے تھے میں تو تمہیں غلط راہ پر ڈالنے کے لئے سبز باغ دکھایا کرتا تھا۔ میری باتیں بے دلیل تھیں میرا کلام بے حجت تھا۔ میرا کوئی زور غلبہ تم پر نہ تھا تم تو خواہ مخواہ میری ایک

[1] [سورة الاحزاب: آیت ٦٧-٦٨]
[2] [سورة سبا: آیت ٣١، ٣٣]

آواز پر دوڑ پڑے۔ میں نے کہا تم نے مان لیا رسولوں کے سچے وعدے ان کی بادلیل آواز ان کی کامل حجت والی دلیلیں تم نے ترک کر دیں۔ ان کی مخالفت اور میری موافقت کی۔ جس کا نتیجہ آج اپنی آنکھوں سے تم نے دیکھ لیا یہ تمہارے اپنے کرتوتوں کا بدلہ ہے مجھے ملامت نہ کرنا بلکہ اپنے نفس کو ہی الزام دینا' گناہ تمہارا اپنا ہے تم نے دلیلیں چھوڑیں تم نے میری بات مانی آج میں تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا نہ تمہیں بچا سکوں نہ نفع پہنچا سکوں۔ میں تو تمہارے شرک کے باعث تمہارا منکر ہوں میں صاف کہتا ہوں کہ میں شریک الٰہی نہیں جیسے فرمان الٰہی ہے ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَهٗ﴾ [1] الخ' اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے؟ جو اللہ کے سوا اوروں کو پکارے جو قیامت تک اس کی پکار کو قبول نہ کر سکیں بلکہ اس کے پکارنے سے محض غافل ہوں اور محشر کے دن ان کے دشمن اور ان کی عبادت کے منکر بن جائیں۔ اور آیت میں ہے ﴿كَلَّا سَیَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ﴾ [2] الخ' یقیناً وہ لوگ ان کی عبادتوں سے منکر ہو جائیں گے اور ان کے دشمن بن جائیں گے یہ ظالم لوگ ہیں اس لئے کہ حق سے منہ پھیر لیا باطل کے پیروکار بن گئے ایسے ظالموں کیلئے المناک عذاب ہیں۔ پس ظاہر ہے کہ ابلیس کا یہ کلام دوزخیوں سے دوزخ میں داخل ہونے کے بعد کا ہوگا۔ تاکہ وہ حسرت و افسوس میں اور بڑھ جائیں۔ لیکن ابن ابی حاتم کی ایک حدیث میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں جب اگلوں پچھلوں کو اللہ تعالیٰ جمع کرے گا اور ان میں فیصلے کر دے گا فیصلوں کے وقت عام گھبراہٹ ہوگی۔ مومن کہیں گے ہم میں فیصلے ہو رہے ہیں' اب ہماری سفارش کیلئے کون کھڑا ہوگا؟ پس حضرت آدم' حضرت نوح' حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ' حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے پاس جائیں گے۔ حضرت عیسیٰ کہیں گے نبی ﷺ کے پاس پہنچو چنانچہ وہ میرے پاس آئیں گے۔ مجھے کھڑا ہونے کی اللہ تبارک وتعالیٰ اجازت دے گا اسی وقت میری مجلس سے پاکیزہ تیز اور عمدہ خوشبو پھیلے گی کہ اس سے بہتر اور عمدہ خوشبو کبھی کسی نے نہ سونگھی ہوگی میں چل کر رب العالمین کے پاس آؤں گا میرے سر کے بالوں سے لے کر میرے پیر کے انگوٹھے تک نورانی ہو جائے گا۔ اب میں سفارش کروں گا اور جناب حق تبارک وتعالیٰ قبول فرمائے گا یہ دیکھ کر کافر لوگ کہیں گے کہ چلو بھئی ہم بھی کسی کو شفارشی بنا کر لے چلیں اور اس کیلئے ہمارے پاس سوائے ابلیس کے اور کون ہے؟ اسی نے ہم کو بہکایا تھا۔ چلو اسی سے عرض معروض کریں۔ آئیں گے ابلیس سے کہیں گے کہ مومنوں نے تو شفیع پالیا اب تو ہماری طرف سے شفیع بن جا۔ اس لئے کہ ہمیں گمراہ بھی تو نے ہی کیا ہے یہ سن کر یہ ملعون کھڑا ہوگا۔ اس کی مجلس سے ایسی گندی بدبو پھیلے گی کہ اس سے پہلے کسی ناک میں ایسی بدبو نہ پہنچی ہو۔ پھر وہ کہے گا جس کا بیان اس آیت میں ہے۔ محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب جہنمی اپنا صبر اور بے صبری یکساں بتلائیں گے اس وقت ابلیس ان سے کہے گا اس وقت وہ اپنی جانوں سے بھی بے زار ہو جائیں گے ندا آئے گی کہ تمہاری اس وقت کی اس بے زاری سے بھی زیادہ بے زاری اللہ کی تم سے اس وقت تھی جب کہ تمہیں

---

[1] [سورۃ الاحقاف: آیت ۵، ۶]

[2] [سورۃ مریم: آیت ۸۲]

ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا اور تم کفر کرتے تھے۔ عامر شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں تمام لوگوں کے سامنے اس دن دو شخص خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ تم اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو معبود بنالینا یہ آیتیں ﴿هَـٰذَا يَوْمُ يَنفَعُ الصَّادِقِينَ﴾ [1] الخ، تک اسی بیان میں ہیں اور ابلیس کھڑا ہو کر کہے گا۔ ﴿مَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُم مِّن سُلْطَانٍ﴾ الخ۔ برے لوگوں کے انجام کا اور ان کے درد و غم اور ابلیس کے جواب کا ذکر فرما کر اب نیک لوگوں کا انجام بیان ہو رہا ہے کہ ایمان دار نیک اعمال لوگ جنتوں میں جائیں گے جہاں چاہیں جائیں آئیں، چلیں پھریں، کھائیں پئیں، ہمیشہ ہمیش کیلئے وہیں رہیں یہاں نہ آزردہ ہوں، نہ دل بھرے، نہ طبیعت بھرے، نہ مارے جائیں، نہ نکالے جائیں، نہ نعمتیں کم ہوں۔ وہاں ان کا تحفہ سلام ہی سلام ہوگا جیسے فرمان ہے ﴿حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا﴾ [2] الخ، یعنی جب جنتی جنت میں جائیں گے اور اس کے دروازے ان کیلئے کھولے جائیں گے اور وہاں کے داروغے انہیں سلام کہیں گے، الخ اور آیت میں ہے ہر دروازے سے ان کے پاس فرشتے آئیں گے اور سلام علیکم کہیں گے۔ اور آیت میں ہے کہ وہاں تحیہ اور سلام سنائے جائیں گے۔ [3] اور آیت میں ہے ﴿دَعْوَاهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ﴾ [4] ان کی پکار وہاں اللہ کی پاکیزگی کا بیان ہوگا اور ان کا تحیہ وہاں سلام ہوگا۔ اور ان کی آخری آواز اللہ رب العزت کی حمد ہوگی۔

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ
وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ ﴿٢٤﴾ تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا ۗ وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ
لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٢٥﴾ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ
مِن فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِن قَرَارٍ ﴿٢٦﴾

کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ نے پاکیزہ بات کی مثال کس طرح بیان فرمائی مثل ایک پاکیزہ درخت کے جسکی جڑ مضبوط ہے اور جسکی ٹہنیاں آسمان میں ہیں ○ جو اپنے رب کے حکم سے ہر وقت اپنے پھل لاتا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ لوگوں کے سامنے مثالیں بیان فرما رہا ہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں ○ اور ناپاک بات کی مثال گندے درخت جیسی ہے جو زمین کے کچھ ہی اوپر سے اکھاڑ لیا گیا اسے کچھ مضبوطی تو ہے ہی نہیں ○

کلمہ طیبہ کا مفہوم: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کلمہ طیبہ سے مراد ﴿لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کی شہادت ہے۔ پاکیزہ درخت کی طرح کا مومن ہے اس کی جڑ مضبوط ہے۔ یعنی مومن کے دل میں ﴿لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ جما ہوا ہے اس کی شاخ آسمان میں ہے۔ یعنی اس توحید کے کلمہ کی وجہ سے اس کے اعمال آسمان کی طرف اٹھائے جاتے

---

[1] [سورة المائدة: آيت ١١٦، ١١٩]
[2] [سورة الزمر: آيت ٧٣]
[3] [سورة الفرقان: آيت ٧٥]
[4] [سورة يونس: آيت ١٠]

ہیں اور بھی بہت سے مفسرین سے یہی مروی ہے۔ ① کہ مراد اس سے مومن کے اعمال ہیں اور اس کے پاک اقوال اور نیک کام۔ مومن مثل کھجور کے درخت کے ہے۔ ہر وقت ہر صبح ہر شام اس کے اعمال آسمان پر چڑھتے رہتے ہیں۔ ② رسول اللہ ﷺ کے پاس کھجور کا ایک خوشہ لایا گیا۔ تو آپ نے اسی آیت کا پہلا حصہ تلاوت فرمایا کہ پاک درخت سے مراد کھجور کا درخت ہے۔ ③ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ہم آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ جو آپ نے فرمایا مجھے بتلاؤ وہ کون سا درخت ہے جو مسلمان کے مشابہ ہے۔ جس کے پتے نہیں جھڑتے نہ جاڑوں میں نہ گرمیوں میں جو اپنا پھل ہر موسم میں لاتا رہتا ہے؟۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میرے دل میں آیا کہ کہہ دوں وہ درخت کھجور کا ہے۔ لیکن میں نے دیکھا کہ مجلس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور وہ خاموش ہیں تو میں بھی چپ ہو رہا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ درخت کھجور کا ہے۔ جب یہاں سے اٹھ کر چلے تو میں نے اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ ذکر کیا آپ نے فرمایا پیارے بچے اگر تم یہ جواب دے دیتے تو مجھے تو تمام چیزوں کے مل جانے سے بھی زیادہ محبوب تھا۔ ④ حضرت مجاہد رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں مدینہ شریف تک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ رہا لیکن سوائے ایک حدیث کے اور کوئی روایت انہیں رسول اللہ ﷺ سے کرتے ہوئے نہیں سنا اس میں ہے کہ یہ سوال آپ نے اس وقت کیا۔ جب آپ کے سامنے کھجور کے سامنے کے درخت کے بیچ کا گودا لایا گیا تھا۔ میں اس لئے خاموش رہا کہ میں اس مجلس میں کم عمر تھا۔ ⑤ اور روایت میں ہے کہ جواب دینے والوں کا خیال اس وقت جنگلی درختوں کی طرف چلا گیا۔ ⑥

ابن ابی حاتم میں ہے کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا حضور ﷺ مالدار لوگ درجات میں بہت بڑھ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ یاد رکھو اگر تمام دنیا کی چیزیں لے کر انبار لگا دو تو بھی وہ آسمان تک نہیں پہنچ سکتے ہیں۔ تجھے ایسا عمل بتلاؤں جس کی جڑ مضبوط اور جس کی شاخیں آسمان میں ہیں اس نے پوچھا وہ کیا؟ فرمایا ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ ہر فرض نماز کے بعد دس بار کہہ لیا کرو جس کی اصل مضبوط اور جس کی فرع آسمان میں ہے۔ ⑦ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں وہ پاکیزہ درخت جنت میں ہے۔ ہر وقت پھل لائے یعنی صبح شام یا ہر ماہ میں یا ہر دو ماہ میں یا ہر ششماہی میں یا ہر ساتویں مہینے یا ہر سال۔ لیکن الفاظ کا ظاہر مطلب

---

① [تفسیر ابن جریر الطبری (۷/۴۳۹)] ② [تفسیر ابن جریر الطبری (۷/۴۳۹)]

③ [ضعیف مرفوعا : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة ابراهيم (۳۱۱۹)] شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت مرفوعا ضعیف ہے۔[ضعیف ترمذی]

④ [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قوله کشجرة طيبة اصلها ثابت (۴۶۹۸) صحیح مسلم : کتاب صفات المنافقین : باب مثل النخلة (۲۸۱۱)]

⑤ [صحیح : صحیح بخاری : کتاب العمل : باب الفهم فی العلم (۷۲) ، (۲۲۰۹) صحیح مسلم (ایضا) مسند احمد (۲/۱۲)]

⑥ [صحیح : صحیح بخاری : کتاب العلم : باب الحیاء العلم (۱۳۱) مسند احمد (۲/۶۱)]

⑦ [مرسل : تفسیر ابن ابی حاتم]

تو یہ ہے کہ مومن کی مثال اس درخت جیسی ہے جس کے پھل ہر وقت جاڑے گرمی میں دن رات میں اترتے رہتے ہیں اسی طرح مومن کے نیک اعمال دن رات کے ہر وقت چڑھتے رہتے ہیں اس کے رب کے حکم سے یعنی کامل، اچھے، بہت اور عمدہ۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کی عبرت ان کی سوچ سمجھ اور ان کی نصیحت کیلئے مثالیں واضح فرماتا ہے۔ پھر برے کلمہ کی یعنی کافر کی مثال بیان فرمائی۔ جس کی کوئی اصل نہیں، جو مضبوط نہیں، اس کی مثال اندرائن کے درخت سے دی۔ جسے حنظل اور شریان کہتے ہیں۔ ایک موقوف روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی آیا ہے اور یہی روایت مرفوعاً بھی آئی ہے۔ [1] اس درخت کی جڑ زمین کی تہہ میں نہیں ہوتی جھٹکا مارا اور اکھڑ آیا۔ اسی طرح سے کفر بے جڑ اور بے شاخ ہے، کافر کا نہ کوئی نیک عمل چڑھے نہ مقبول ہو۔

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ڙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ ؀ ٢٧

ع

ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ پکی بات کے ساتھ مضبوط رکھتا ہے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی ہاں ناانصاف لوگوں کو اللہ بہکا دیتا ہے اللہ جو چاہے کر گزرے ○

صحیح بخاری شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسلمان سے جب اس کی قبر میں سوال ہوتا ہے تو وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یہی مراد اس آیت کی ہے۔ [2]

مسند احمد میں ہے [3] کہ ایک انصاری کے جنازے میں ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے قبرستان پہنچے ابھی تک قبر تیار نہ تھی۔ آپ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے آس پاس ایسے بیٹھ گئے گویا ہمارے سروں پر پرند ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں جو تنکا تھا اس سے آپ زمین پر لکیریں نکال رہے تھے جو سر اٹھا کر دو تین مرتبہ فرمایا کہ عذاب قبر سے اللہ کی پناہ چاہو بندہ جب دنیا کی آخری اور آخرت کی پہلی گھڑی میں ہوتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے نورانی چہرے والے فرشتے آتے ہیں۔ گویا کہ ان کے چہرے سورج کے ہیں ان کے ساتھ جنتی کفن اور جنتی خوشبو ہوتی ہے اس کے پاس جہاں تک اس کی نگاہ کام کرے وہاں تک بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت آ کر اس کے سرہانے

---

[1] [ضعيف مرفوعا : ترمذی : كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة ابراهيم (٣١١٩) تفسير ابن جرير الطبرى (٢٠٩٢٨)] شیخ البانیؒ نے اسے مرفوعاً ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی]

[2] [صحيح : صحيح بخارى : كتاب الجنائز : باب ماجآء فى عذاب القبر (١٣٦٩) صحيح مسلم : كتاب الجنة : باب عرض مقعد الميت من الجنة (٢٨١٧) ابوداؤد : كتاب السنة : باب فى المسألة فى القبر وعذاب القبر (٤٧٥٠) ابن ماجه : كتاب الزهد : باب ذكر القبر والبلى (٤٢٦٩) ترمذی : كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة ابراهيم (٣١٢٠)]

[3] [صحيح : مسند احمد (٢٨٧/٤)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔[الموسوعة الحديثية (١٨٥٣٤)]

بیٹھ جاتے ہیں اور فرماتے ہیں اے پاک روح اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس کی رضا مندی میں چل وہ اس آسانی سے نکل آتی ہے جیسے کسی مشک سے پانی کا قطرہ ٹپک آیا ہو ایک آنکھ جھپکنے کے برابر کی دیر ہی میں وہ فرشتے اسے اس کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے فوراً لے لیتے ہیں اور جنتی کفن اور خوشبو میں رکھ لیتے ہیں۔ خود اس روح میں سے بھی مشک سے بھی عمدہ خوشبو نکلتی ہے کہ روئے زمین پر ایسی عمدہ خوشبو نہ سونگھی گئی ہو۔ وہ اسے لے کر آسمانوں کی طرف چڑھتے ہیں۔ فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں وہ پوچھتے ہیں کہ یہ پاک روح کس کی ہے؟ یہ اس کا جو بہترین نام دنیا میں مشہور تھا۔ وہ بتلاتے ہیں اور اس کے باپ کا نام۔ آسمان دنیا تک پہنچ کر دروازے کھلواتے ہیں آسمان کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ اور وہاں کے فرشتے اسے دوسرے آسمان تک۔ اسی طرح ساتویں آسمان پر وہ پہنچتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے میرے بندے کو کتاب علیین میں لکھ لو اور اسے زمین کی طرف لوٹا دو۔ میں نے اسی سے اسے پیدا کیا ہے اور اسی سے دوبارہ نکالوں گا۔ پس اس کی روح اسی کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اسے اٹھا بٹھاتے ہیں اور سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے اللہ تعالیٰ۔ پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ اسلام۔ پھر سوال ہوتا ہے کہ وہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ یہ کہتا ہے وہ رسول تھے؟ فرشتے پوچھتے ہیں تجھے کیسے معلوم ہوا؟ وہ کہتا ہے میں نے کتاب اللہ پڑھی اس پر ایمان لایا اسے سچا مانا۔ اسی وقت آسمان سے ایک منادی ندا دیتا ہے۔ کہ میرا بندہ سچا ہے۔ اس کیلئے جنتی فرش بچھا دو اور جنتی لباس پہنا دو اور جنت کی طرف کا دروازہ کھول دو پس جنت کی روح پرور خوشبو دار ہواؤں کی لپٹیں اسے آنے لگتی ہیں اس کی قبر بقدر درازگی نظر کے وسیع کر دی جاتی ہے۔ اس کے پاس ایک شخص خوبصورت نورانی چہرے والا عمدہ کپڑوں والا اچھی خوشبو والا آتا ہے اور اس سے کہتا ہے۔ آپ خوش ہو جایئے اسی دن کا وعدہ آپ دیئے جاتے تھے۔ یہ اس سے پوچھتا ہے کہ آپ کون ہیں؟ آپ کے چہرے سے بھلائی ہی بھلائی نظر آتی ہے۔ وہ جواب دیتا ہے۔ کہ میں تیرا نیک عمل ہوں۔ اس وقت مسلمان آرزو کرتا ہے کہ یا اللہ قیامت جلد قائم ہو جائے تو میں اپنے اہل وعیال اور ملک ومال کی طرف لوٹ جاؤں۔

اور کافر بندہ جب دنیا کی آخری ساعت اور آخرت کی اول ساعت میں ہوتا ہے اس کے پاس سیاہ چہرے کے آسمانی فرشتے آتے ہیں اور ان کے ساتھ جہنمی ٹاٹ ہوتا ہے جہاں تک نگاہ پہنچے وہاں بیٹھ جاتے ہیں پھر حضرت ملک الموت علیہ السلام آ کر اس کے سرہانے بیٹھ کر فرماتے ہیں اے خبیث روح اللہ تعالیٰ کے غضب وقہر کی طرف چل۔ اس کی روح جسم میں چھپتی پھرتی ہے جسے بہت سختی کے ساتھ نکالا جاتا ہے۔ اسی وقت ایک آنکھ جھپکنے جتنی دیر میں اسے فرشتے ان کے ہاتھوں سے لے لیتے ہیں اور اس جہنمی بورے میں لپیٹ لیتے ہیں اس میں سے ایسی بدبو نکلتی ہے کہ روئے زمین پر اس سے زیادہ بدبو نہیں پائی گئی اب یہ اسے لے کر اوپر کو چڑھتے ہیں۔ فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں وہ پوچھتے ہیں یہ خبیث روح کس کی ہے؟ وہ اس کا بدترین نام جو دنیا میں تھا بتلاتے ہیں اور اس کے باپ کا نام بھی۔ آسمان دنیا تک پہنچ کر دروازہ کھلوانا چاہتے ہیں لیکن کھولا نہیں

جاتا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے آیت ﴿لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ﴾ [۱] الخ" کی تلاوت فرمائی کہ نہ ان کیلئے آسمان کے دروازے کھلیں نہ وہ جنت میں جاسکیں یہاں تک کہ سوئی کے ناکے میں سے اونٹ گزر جائے۔ اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ اس کی کتاب سجین میں لکھ لو جو سب سے نیچے کی زمین میں ہے پس اس کی روح وہیں پھینک دی جاتی ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت ﴿وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ﴾ [۲] الخ کی تلاوت فرمائی یعنی اللہ کے ساتھ جو شرک کرے گویا کہ وہ آسمان سے گر پڑا۔ یا تو اسے پرندا چک لے جائیں گے یا آندھی اسے کسی دور کے گڑھے میں پھینک مارے گی۔ پھر اس کی روح اسی میں لوٹائی جاتی ہے اس کے پاس دو فرشتے پہنچتے ہیں جو اسے اٹھا بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ ہائے ہائے مجھے نہیں معلوم۔ پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے ہائے ہائے مجھے اس کا بھی علم نہیں۔ پھر پوچھتے ہیں وہ کون تھا جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہتا ہے ہائے ہائے مجھے معلوم نہیں اسی وقت آسمان سے ایک منادی کی ندا آتی ہے کہ میرا بندہ جھوٹا ہے اس کیلئے جہنم کی آگ کا فرش کردو اور دوزخ کی جانب کا دروازہ کھول دو وہیں سے اسے دوزخی ہوا اور دوزخ کا جھونکا پہنچتا رہتا ہے اور اس کی قبر اس پر اتنی تنگ ہوجاتی ہے کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔ بڑی بری اور ڈراونی صورت والا برے میلے کچیلے خراب کپڑوں والا بڑی بد بو والا ایک شخص اس کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے اب غمناک ہوجاؤ۔ اسی دن کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ یہ پوچھتا ہے تو کون ہے؟ تیرے چہرے سے برائی برستی ہے۔ وہ کہتا ہے میں تیرے بداعمال کا مجسمہ ہوں تو یہ دعا کرتا ہے کہ یا اللہ قیامت قائم نہ ہو۔ [۳] (ابوداؤد نسائی ابن ماجہ وغیرہ)

مسند احمد میں ہے کہ نیک بندے کی روح نکلنے کے وقت آسمان وزمین کے درمیان کے فرشتے اور آسمانوں کے فرشتے سب اس پر رحمت بھیجتے ہیں اور آسمانوں کے دروازے اس کے لئے کھل جاتے ہیں ہر دروازے کے فرشتوں کی دعا ہوتی ہے کہ اس کی پاک اور نیک روح ان کے دروازے سے چڑھائی جائے الخ اور برے شخص کے بارے میں اس میں ہے کہ اس کی قبر میں ایک اندھا بہرا گونگا مقرر ہوتا ہے جس کے ہاتھ میں ایک گرز ہوتا ہے کہ اگر وہ کسی بڑے پہاڑ پر مار دیا جائے تو وہ مٹی بن جائے۔ اس سے وہ اسے مارتا ہے یہ مٹی ہوجاتا ہے اسے اللہ عزوجل پھر لوٹاتا ہے۔ جیسا تھا ویسا ہی ہوجاتا ہے وہ اسے پھر وہی گرز مارتا ہے یہ ایسا چیختا ہے کہ اس کی چیخ سوائے انسانوں اور جن کے ہر کوئی سنتا ہے۔ [۴]

عذاب قبر برحق ہے: حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اسی آیت سے قبر کے عذاب کا ثبوت ملتا ہے۔ حضرت عبداللہ اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں مراد اس سے قبر کے سوالوں کے جواب میں مومن کو استقامت کا ملنا ہے۔ مسند

---

[۱] [سورة الاعراف: آيت ٤٠] [۲] [سورة الحج: آيت ٣١]

[۳] [صحيح : ابوداؤد: كتاب السنة : باب في المسألة في القبر وعذاب القبر (٤٧٥٣) نسائي : كتاب الجنائز : باب الوقوف للجنائز (٢٠٠٠) ابن ماجه : كتاب الجنائز : باب ماجآء في الجلوس في المقابر (١٥٤٨) مسند احمد (٤/٢٨٧)] شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحيح ابوداود]

[۴] [صحيح : مسند احمد (٤/٢٩٥)] شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحيح الترغيب (٣/٢١٩)]

احمد میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں جب بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے لوگ منہ پھیرتے ہیں ابھی ان کی واپسی کی چال کی جوتیوں کی آہٹ اس کے کانوں میں ہی ہے جو دو فرشتے اس کے پاس پہنچ کر اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں کہ اس شخص کے بارے میں تو کیا کہتا ہے مومن جواب دیتا ہے کہ میری گواہی ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں تو اسے کہا جاتا ہے کہ دیکھ جہنم میں تیرا یہ ٹھکانا تھا۔ لیکن اب اسے بدل کر اللہ نے جنت کی یہ جگہ تجھے عنایت فرمائی۔ فرماتے ہیں کہ اسے دونوں جگہ نظر آتی ہیں۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ اس کی قبر ستر گز چوڑی کر دی جاتی ہے اور قیامت تک سرسبزی سے بھری رہتی ہے۔ [1] مسند احمد میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اس امت کی آزمائش ان کی قبروں میں ہوتی ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ مومن اس وقت آرزو کرتا ہے کہ مجھے چھوڑ دو میں اپنے لوگوں کو یہ خوشخبری سنادوں وہ کہتے ہیں ٹھہر جاؤ اس میں یہ بھی ہے کہ منافق کو بھی اس کی دونوں جگہیں دکھادی جاتی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ہر شخص جس پر مرا ہے اسی پر اٹھایا جاتا ہے۔ مومن اپنے ایمان پر منافق اپنے نفاق پر۔ [2] مسند احمد کی روایت میں ہے کہ فرشتہ جو آتا ہے اس کے ہاتھ میں لوہے کا ہتھوڑا ہوتا ہے مومن اللہ کی معبودیت اور توحید کی اور محمد ﷺ کی عبدیت اور رسالت کی گواہی دیتا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ اپنا جنت کا مکان دیکھ کر اس میں جانا چاہتا ہے۔ لیکن اسے کہا جاتا ہے ابھی یہیں آرام کرو۔ اس کے آخر میں ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ جب ایک فرشتے کو ہاتھ میں گرز لئے دیکھیں گے تو حواس کیسے قائم رہیں گے؟ تو آپ نے یہی آیت پڑھی۔ [3] یعنی اللہ کی طرف سے انہیں ثابت قدمی ملتی ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ روح نکلنے کے وقت مومن سے کہا جاتا ہے کہ اے اطمینان والی روح جو پاک جسم میں تھی۔ نکل تعریفوں والی ہو کر اور خوش ہو جا۔ راحت و آرام اور پھل پھول اور رحیم و کریم اللہ کی رحمت کے ساتھ۔ اس میں ہے کہ آسمان کے فرشتے اس روح کو مرحبا کہتے ہیں اور یہی خوشخبری سناتے ہیں۔ اس میں ہے کہ برے انسان کی روح کو کہا جاتا ہے کہ اے خبیث روح! جو خبیث جسم میں تھی نکل بری بن کر اور تیار ہو جا آگ جیسا پانی پینے کیلئے اور لہو پیپ کھانے کیلئے اور اسی جیسے اور بے شمار عذابوں کیلئے۔ اس میں ہے کہ آسمان کے فرشتے اس کیلئے دروازہ نہیں کھولتے اور کہتے ہیں بری ہو کر مذمت کے ساتھ لوٹ جا تیرے لئے دروازے نہیں کھلیں گے۔ [4] اور روایت میں ہے کہ آسمانی فرشتے نیک روح کے لئے کہتے ہیں اللہ تجھ پر رحمت کرے اور اس

---

[1] [صحيح : صحيح بخاری : كتاب الجنائز : باب الميت يسمع خفق النعال (١٣٣٨) صحيح مسلم : كتاب الجنة : باب عرض مقعد الميت من الجنة والنار عليه (٢٨٧٠) مسند احمد (١٢٦/٣)]

[2] [ضعیف : مسند احمد (٣٤٦/٣)] یہ روایت ابن لہیعہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔]

[3] [حسن : مسند احمد (٣/٣) تفسير ابن جرير الطبرى (٢١٤/١٣) مسند بزار (٨٧٢) مجمع الزوائد (٤٧/٣)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔[الموسوعة الحديثية (١١٠٠٠)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

[4] [صحيح : ابن ماجه: كتاب الزهد : باب ذكر الموت والاستعداد له (٤٢٦٢) مسند احمد (١٤٠/٢) نسائی فی السنن الكبرى (١١٤٤٢)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحيح ابن ماجه ، المشكاة (١٦٢٧) التعليق الرغيب (١٨٧/٤)]

جسم پر بھی جس میں تو تھی۔ یہاں تک کہ اسے اللہ عزوجل کے پاس پہنچاتے ہیں وہاں سے ارشاد ہوتا ہے کہ اسے آخری مدت تک کے لئے لے جاؤ۔ اس میں ہے کہ کافر کی روح کی بدبو کا بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے اپنی چادر مبارک اپنے ناک پر رکھ لی[۱] اور روایت میں ہے کہ رحمت کے فرشتے مومن کی روح کیلئے جنتی سفید ریشم لے کر اترتے ہیں۔ ایک ایک دوسرے کے ہاتھ سے اس روح کو لینا چاہتا ہے۔ جب یہ پہلے کے مومنوں کے ارواح سے ملتی ہے۔ تو جیسے کوئی نیا آدمی سفر سے آئے اور اس کے گھر والے خوش ہوتے ہیں اس سے زیادہ یہ روحیں اس روح سے مل کر راضی ہوتی ہیں پھر پوچھتی ہیں کہ فلاں کا کیا حال ہے؟ لیکن ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ ابھی سوال و جواب نہ کرو ذرا آرام تو کر لینے دو۔ یہ تو غم سے ابھی ہی چھوٹی ہے۔ لیکن وہ جواب دیتی ہے کہ وہ تو مر گیا کیا تمہارے پاس نہیں پہنچا وہ کہتے ہیں چھوڑ واس کے ذکر کو وہ اپنی اماں ہاویہ میں گیا۔[۲] اور روایت میں ہے کہ کافر کی روح کو جب زمین کے دروازے کے پاس لاتے ہیں تو وہاں کے داروغہ فرشتے اس کی بدبو سے گھبراتے ہیں آخر اسے سب سے نیچے کی زمین میں پہنچاتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مومنوں کی روحیں جابیہ میں اور کافروں کی روحیں برھوت نامی حضر موت کے قید خانے میں جمع رہتی ہیں۔[۳] اس کی قبر تنگ ہو جاتی ہے۔ ترمذی میں ہے کہ میت کے قبر میں رکھے جانے کے بعد اس کے پاس دو سیاہ فام کیری آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں ایک منکر دوسرا نکیر اس کے جواب کو سن کر وہ کہتے ہیں کہ ہمیں علم تھا تم ایسے ہی جواب دو گے پھر اس کی قبر کشادہ کر دی جاتی ہے اور نورانی بنا دی جاتی ہے۔ اور کہا جاتا ہے سو جا۔ یہ کہتا ہے کہ میں تو اپنے گھر والوں سے کہوں گا۔ لیکن وہ دونوں کہتے ہیں کہ دلہن کی سی بے فکری کی نیند سو جا۔ جسے اس کے اہل و عیال میں سے وہی جگاتا ہے جو اسے سب سے پیارا ہو۔ یہاں تک کہ اللہ خود اسے اس خواب گاہ سے جگائے۔ منافق جواب میں کہتا ہے کہ لوگ جو کچھ کہتے تھے میں بھی کہتا رہا لیکن جانتا نہیں۔ وہ کہتے ہیں ہم تو جانتے ہی تھے کہ تیرا یہ جواب ہوگا۔ اسی وقت زمین کو حکم دیا جاتا ہے کہ سمٹ جا۔ وہ سمٹتی ہے یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ادھر ادھر گھس جاتی ہیں پھر اسے عذاب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ قیامت کو قائم کرے اور اسے اس کی قبر سے اٹھائے۔[۴]

---

[۱] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب عرض مقعد المیت من الجنة والنار علیه (۲۸۷۲)]

[۲] [صحیح : مستدرك حاكم (۱/۳۵۳) صحیح ابن حبان (۳۰۱۴) نسائی: کتاب الجنائز (۱۸۳٤)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

[۳] [صحیح : صحیح ابن حبان (۳۰۱۳) مستدرك حاكم (۱/۳۵۳)] امام حاکمؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[۴] [صحیح : ترمذی : کتاب الجنائز : باب ماجآء فی عذاب القبر (۱۰۷۱) ابن ابی عاصم (۸٦٤) بیهقی فی اثبات القبر (٥٦) صحیح ابن حبان (۳۱۱۷)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ امام ابن حبانؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی ، السلسلة الصحیحة (۱۳۹۱)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند قوی ہے۔]

اور حدیث میں ہے کہ مومن کے جواب پر کہا جاتا ہے کہ اسی پر تو جیا اسی پر تیری موت ہوئی اور اسی پر تو اٹھایا جائے گا۔ (۱) ابن جریر میں فرمان رسول کریم ﷺ ہے۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میت تمہاری جوتیوں کی آہٹ سنتی ہے جب کہ تم اسے دفنا کر واپس لوٹتے ہو اگر وہ ایمان پر مرا ہے تو نماز اس کے سرہانے ہوتی ہے زکوۃ دائیں جانب ہوتی ہے روزہ بائیں طرف ہوتا ہے۔ نیکیاں مثلاً صدقہ خیرات' صلہ رحمی لوگوں سے بھلائی احسان وغیرہ اس کے پیروں کی طرف ہوتے ہیں جب اس کے سر کی طرف سے کوئی آتا ہے تو نماز کہتی ہے یہاں سے جانے کی جگہ نہیں۔ دائیں طرف زکٰوۃ روکتی ہے۔ بائیں طرف سے روزہ۔ پیروں کی طرف سے اور نیکیاں۔ پس اس سے کہا جاتا ہے بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ جاتا ہے اور اسے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا سورج ڈوبنے کے قریب ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ دیکھو جو ہم پوچھیں اس کا جواب دو۔ وہ کہتا ہے تم چھوڑو پہلے میں نماز تو ادا کر لوں۔ وہ کہتے ہیں وہ تو تو کرے گا ہی۔ ابھی تو ہمیں ہمارے سوالوں کا جواب دے۔ وہ کہتا ہے اچھا تم کیا پوچھتے ہو؟ وہ کہتے ہیں اس شخص کے بارے میں تو کیا کہتا ہے اور کیا شہادت دیتا ہے۔ وہ پوچھتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے بارے میں؟ جواب ملتا ہے کہ ہاں آپ ہی کے بارے میں۔ یہ کہتا ہے کہ میری گواہی ہے کہ آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں آپ اللہ کے پاس سے ہمارے پاس دلیلیں لے کر آئے ہم نے آپ کو سچا مانا۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ تو اسی پر زندہ رکھا گیا اور اسی پر مرا اور ان شاء اللہ اسی پر دوبارہ اٹھایا جائے گا۔ پھر اس کی قبر ستر ہاتھ پھیلا دی جاتی ہے اور نورانی کر دی جاتی ہے اور جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے دیکھ یہ ہے تیرا اصلی ٹھکانہ۔ اب تو اسے خوشی اور راحت ہی راحت ہوتی ہے۔ پھر اس کی روح پاک روحوں میں سبز پرندوں کے قالب میں جنتی درختوں میں رہتی ہے۔ اور اس کا جسم جس سے اس کی ابتدا کی گئی تھی اسی کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔ یعنی مٹی کی طرف یہی اس آیت کا مطلب ہے۔ (۲)

اور روایت میں ہے کہ موت کے وقت کی راحت و نور کو دیکھ کر مومن اپنی روح نکل جانے کی تمنا کرتا ہے اور اللہ کو بھی اس کی ملاقات محبوب ہوتی ہے۔ جب اس کی روح آسمان پر چڑھ جاتی ہے تو اس کے پاس مومنوں کی اور روحیں آتی ہیں اور اپنی جان پہچان کے لوگوں کی بابت اس سے سوال کرتی ہیں۔ اگر یہ کہتا ہے کہ فلاں تو زندہ ہے تو خیر۔ اور اگر یہ کہتا ہے کہ فلاں تو مر چکا ہے تو یہ ناراض ہو کر کہتے ہیں یہاں نہیں لایا گیا۔ مومن کو اس کی قبر میں بٹھا دیا جاتا ہے۔ پھر اس سے پوچھا جاتا ہے۔ تیرا نبی کون ہے؟ یہ کہتا ہے میرے نبی محمد ﷺ ہیں۔ فرشتہ کہتا ہے کہ تیرا دین کیا ہے؟ یہ جواب دیتا ہے میرا دین اسلام ہے؟ اسی میں ہے کہ اللہ کے دشمن کو جب موت آنے لگتی ہے اور یہ

---

(۱) [تفسیر ابن جریر الطبری (٢٠٧٦٠)]

(۲) [حسن: عبد الرزاق (٦٧٠٣) صحیح ابن حبان (٣١١٣) مستدرك حاكم (٣٧٩/١) تفسیر ابن جریر الطبری (٢٠٧٦١) ابن ابی شیبة (٢٥٨/٣)] امام ابن حبانؒ، امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ جبکہ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

اللہ کی ناراضگی کے اسباب دیکھ لیتا ہے تو نہیں چاہتا کہ اس کی روح نکلے۔ اللہ بھی اس کی ملاقات سے ناراض ہوتا ہے۔ اس میں ہے کہ اسے سوال و جواب اور مار پیٹ کے بعد کہا جاتا ہے ایسا سو جیسے سانپ کٹا ہوا۔ [۱] اور روایت میں ہے کہ جب یہ حضور ﷺ کی رسالت کی گواہی دیتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تجھے کیسے معلوم ہو گیا کیا تو نے آپ کے زمانہ کو پایا ہے؟ اس میں ہے کہ کافر کی قبر میں ایسا بہرا فرشتہ عذاب کرنے والا ہوتا ہے کہ جو نہ سنے نہ رحم کرے۔ [۲] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں موت کے وقت مومن کے پاس فرشتے آ کر سلام کرتے ہیں جنت کی بشارت دیتے ہیں اس کے جنازے کے ساتھ چلتے ہیں لوگوں کے ساتھ اس کے جنازے کی نماز میں شرکت کرتے ہیں۔ اس میں ہے کہ کافروں کے پاس فرشتے آتے ہیں۔ ان کے چہروں پر ان کی کمر پر مارتے ہیں۔ اسے اس کی قبر میں جواب بھلا دیا جاتا ہے۔ اسی طرح ظالموں کو اللہ گمراہ کر دیتا ہے۔ حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے بھی ایسا ہی قول مروی ہے۔ اس میں ہے کہ مومن کہتا ہے کہ میرے نبی حضرت محمد بن عبداللہ ﷺ ہیں کئی دفعہ اس سے سوال ہوتا ہے اور یہ یہی جواب دیتا ہے کہ اسے جہنم کا ٹھکانا دکھا کر کہا جاتا ہے کہ اگر ٹیڑھا چلتا تو تیری یہ جگہ تھی۔ اور جنت کا ٹھکانا دکھا کر کہا جاتا ہے کہ توبہ کی وجہ سے یہ ٹھکانا ہے۔ حضرت طاؤس رحمہ اللہ فرماتے ہیں دنیا میں ثابت قدمی کلمہ توحید پر استقامت ہے۔ اور آخرت میں ثابت قدمی منکر نکیر کے جواب کی ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں خیر اور عمل صالح کے ساتھ دنیا میں رکھے جاتے ہیں اور قبر میں بھی۔ ابوعبداللہ حکیم ترمذی اپنی کتاب نوادر الاصول میں لائے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت کے پاس آ کر حضور ﷺ نے مدینہ کی مسجد میں فرمایا کہ گزشتہ رات میں نے عجیب باتیں دیکھیں دیکھا کر میرے ایک امتی کو عذاب قبر نے گھیر رکھا ہے آخر اس کے وضو نے آ کر اسے چھڑا لیا میں نے ایک امتی کو دیکھا کہ شیطان اسے وحشی بنائے ہوئے ہے لیکن ذکر اللہ نے آ کر اسے خلاصی دلوائی۔ ایک امتی کو دیکھا کہ عذاب کے فرشتوں نے اسے گھیر رکھا ہے۔ اس کی نماز نے آ کر اسے بچا لیا۔ ایک امتی کو دیکھا کہ پیاس کے مارے ہلاک ہو رہا ہے جب حوض پر جاتا ہے دھکے لگتے ہیں۔ اس کا روزہ آیا اور اس نے اسے پانی پلا دیا۔ اور آسودہ کر دیا۔ آپ نے ایک اور امتی کو دیکھا کہ انبیا حلقے باندھ باندھ کر بیٹھے ہیں یہ جس حلقے میں بیٹھنا چاہتا ہے وہاں والے اسے اٹھا دیتے ہیں۔ اسی وقت اس کی جنابت کا غسل آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر میرے ساتھ بٹھا دیا۔ ایک امتی کو دیکھا کہ چاروں طرف سے اسے اندھیرا گھیرے ہوئے ہے اور اوپر نیچے سے بھی وہ اسی میں گرا ہوا ہے جو اس کا حج اور عمرہ آیا اور اسے اس اندھیرے میں سے نکال کر نور میں پہنچا دیا۔ ایک امتی کو دیکھا کہ وہ مومنوں سے کلام کرنا چاہتا ہے لیکن وہ اس سے بولتے نہیں اسی وقت صلہ رحمی آئی اور اعلان کیا کہ اس سے بات چیت کرو چنانچہ وہ بولنے چالنے لگے ایک امتی کو دیکھا کہ اپنے منہ سے آگ کے شعلے ہٹانے کو ہاتھ بڑھا رہا ہے اتنے میں

---

[۱] [صحیح بالشواھد: مسند بزار (۸۷۴) مجمع الزوائد (۵۲/۳)]

[۲] [صحیح: مسند احمد (۳۵۲/۶ ـ ۳۵۳) طبرانی کبیر (۲۸۱/۲٤) مجمع الزوائد (۵۱/۳)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

اس کی خیرات آئی اوراس کے منہ پر پردہ اوراوٹ ہوگئی اوراس کے سر پر سایہ بن گئی اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ عذاب کے فرشتوں نے اسے ہر طرف سے قید کرلیا ہے۔لیکن اس کا نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنا آیا اوران کے ہاتھوں سے چھڑا کر رحمت کے فرشتوں سے ملا دیا۔اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ گھٹنوں کے بل گرا ہوا ہے اوراللہ اور اس میں حجاب ہے اس کے اچھے اخلاق آئے اوراس کا ہاتھ پکڑ کر اللہ کے پاس پہنچا آئے۔اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ اس کا نامہ اعمال اس کی بائیں طرف سے آرہا ہے لیکن اس کے خوف الٰہی نے آکر اسے اس کے سامنے کردیا۔ اپنے ایک امتی کو میں نے جہنم کے کنارے کھڑا دیکھا اسی وقت اس کا اللہ سے کپکپانا آیا اوراسے جہنم سے بچالے گیا میں نے ایک امتی کو دیکھا کہ پل صراط پر لڑھکنیاں کھا رہا ہے کہ اس کا مجھ پر درود پڑھنا آیا اور ہاتھ تھام کر سیدھا کردیا' اوروہ پار اتر گیا ایک کو دیکھا کہ جنت کے دروازے پر پہنچا لیکن دروازہ بند ہوگیا۔اسی وقت ﴿لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ﴾ کی شہادت پہنچی دروازے کھلوا دیئے اوراسے جنت میں پہنچا دیا۔قرطبی رحمہ اللہ اس حدیث کو وارد کرکے فرماتے ہیں یہ حدیث بہت بڑی ہے اس میں ان مخصوص اعمال کا ذکر ہے جو مخصوص مصیبتوں سے نجات دلوانے والے ہیں (تذکرہ) اسی بارے میں حافظ ابو یعلی موصلی رحمہ اللہ نے بھی ایک غریب مطول حدیث روایت کی ہے جس میں ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ملک الموت سے فرماتا ہے تو میرے دوست کے پاس جا۔میں نے اسے آسانی اور سختی دونوں طرح سے آزمالیا ہر ایک حالت میں اسے اپنی خوشی میں پایا تو جا اوراسے میرے پاس لے آ۔کہ میں اسے ہر طرح کا آرام وعیش دوں۔ملک الموت علیہ السلام اپنے ساتھ پانچ سو فرشتوں کو لے کر چلتے ہیں ان کے پاس جنتی کفن وہاں کی خوشبو اور ریحان کے خوشے ہوتے ہیں جس کے سرے پر بیس رنگ ہوتے ہیں ہر رنگ کی خوشبو الگ الگ ہوتی ہے سفید ریشمی کپڑے میں اعلیٰ مشک بہ تکلف لپٹی ہوئی ہوتی ہے یہ سب آتے ہیں ملک الموت علیہ السلام تو اس کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں اورفرشتے اس کے چاروں طرف بیٹھ جاتے ہیں ہر ایک کے ساتھ جو کچھ جنتی تحفہ ہے وہ اس کے اعضاء پر رکھ دیا جاتا ہے اور سفید ریشم مشک اذفر اس کی ٹھوڑی تلے رکھ دیا جاتا ہے اس کیلئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اوراس کی روح کبھی جنتی پھولوں سے' کبھی جنتی لباسوں سے' کبھی جنتی پھلوں سے اس طرح بہلائی جاتی ہے جیسے روتے ہوئے بچہ کو لوگ بہلاتے ہیں۔اس وقت اس کی حوریں ہنس ہنس کر اس کی چاہت کرتی ہیں روح ان مناظر کو دیکھ کر بہت جلد جسمانی قید سے نکل جانے کا قصد کرتی ہے ملک الموت فرماتے ہیں ہاں اے پاک روح بغیر کانٹے کی بیریوں کی طرف لدے ہوئے کیلوں کی طرف اور لمبی لمبی چھاؤں کی طرف اور پانی کے جھرنوں کی طرف چل۔واللہ! ماں جس قدر بچے پر مہربان ہوتی ہے اس سے بھی زیادہ ملک الموت اس پر شفقت ورحمت کرتا ہے۔اس لئے کہ اسے علم ہوتا ہے کہ یہ محبوب الٰہی ہے اگر اسے ذرا سی بھی تکلیف پہنچی تو میرے رب کی ناراضگی مجھ پر ہوگی۔بس اس طرح اس روح کو اس جسم سے الگ کرلیتا ہے جیسے گندھے ہوئے آٹے میں سے بال۔انہیں کے بارے میں فرمان الٰہی ہے کہ ان کی روح کو پاک فرشتے فوت کرتے ہیں۔ اور جگہ فرمان ہے کہ اگر وہ مقربین میں سے ہے تو اس کے لئے آرام وآسائش ہے۔یعنی موت آرام کی اور

آسائش کی ملنے والی اور دنیا کے بدلے کی جنت ہے۔ ملک الموت کے روح کو قبض کرتے ہی روح جسم سے کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل تجھے جزائے خیر دے تو اللہ کی اطاعت کی طرف جلدی کرنے والا اور اللہ کی معصیت سے دیر کرنے والا تھا۔ تونے آپ بھی نجات پائی اور مجھے بھی نجات دلوائی جسم بھی روح کو ایسا جواب دیتا ہے۔ زمین کے وہ تمام حصے جن پر یہ عبادت الٰہی کرتا تھا اس کے مرنے سے چالیس دن تک روتے ہیں اسی طرح آسمان کے وہ کل دروازے جن سے اس کے نیک اعمال چڑھتے تھے اور جن سے اس کی روزیاں اترتی تھیں اس پر روتے ہیں۔ اس وقت وہ پانچ سو فرشتے اس جسم کے اردگرد کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کے نہلانے میں شامل رہتے ہیں انسان اس کی کروٹ بدلے اس سے پہلے خود فرشتے بدل دیتے ہیں اور اسے نہلا کر انسانی کفن سے پہلے اپنا ساتھ لایا ہوا کفن پہنا دیتے ہیں ان کی خوشبو سے پہلے اپنی خوشبو لگا دیتے ہیں اور اس کے گھر کے دروازے سے لے کر اس کی قبر تک دو طرفہ صفیں باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کیلئے استغفار کرنے لگتے ہیں اس وقت شیطان اس روز سے رنج کے ساتھ چیختا ہے کہ اس کے جسم کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں اور کہتا ہے میرے لشکریو! تم برباد ہو جاؤ ہائے یہ تمہارے ہاتھوں سے کیسے بچ گیا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ یہ تو معصوم تھا۔ جب اس کی روح کو لے کر ملک الموت چڑھتے ہیں تو حضرت جبرائیل علیہ السلام ستر ہزار فرشتوں کو لے کر اس کا استقبال کرتے ہیں ہر ایک اسے جداگانہ بشارت الٰہی سناتا ہے یہاں تک کہ اس کی روح عرش الٰہی کے پاس پہنچتی ہے وہاں جاتے ہی سجدے میں گر پڑتی ہے۔ اسی وقت جناب باری کا ارشاد ہوتا ہے کہ میرے بندے کی روح کو بغیر کانٹوں کی بیروں میں تہہ بہ تہہ کیلوں کے درختوں میں لمبے لمبے سایوں میں اور بہتے ہوئے پانیوں میں جگہ دو۔ پھر جب اسے قبر میں رکھا جاتا ہے تو دائیں طرف نماز کھڑی ہو جاتی ہے بائیں جانب روزہ کھڑا ہو جاتا ہے سر کی طرف قرآن آ جاتا ہے نمازوں کو چل کر جانا پیروں کی طرف ہوتا ہے ایک کنارے صبر کھڑا ہو جاتا ہے۔ عذاب کی ایک گردن لپکتی ہے لیکن دائیں جانب سے نماز اسے روک دیتی ہے کہ یہ ہمیشہ چوکنا رہا اب اس قبر میں آ کر ذرا راحت پائی ہے وہ بائیں طرف سے آتی ہے یہاں سے روزہ یہی کہہ کر اسے آنے نہیں دیتا سرہانے سے آتی ہے یہاں سے قرآن اور ذکر یہی کہہ کر آڑے آتے ہیں وہ پائنتیوں سے آتی ہے یہاں اسے اس کا نمازوں کیلئے لے کر جانا اسے روک دیتا ہے غرض چاروں طرف سے اللہ کے محبوب کیلئے روک ہو جاتی ہے اور عذاب کو کہیں سے راہ نہیں ملتی وہ واپس چلا جاتا ہے اس وقت صبر کہتا ہے کہ میں دیکھ رہا تھا کہ اگر تم سے ہی یہ عذاب دفع ہو جائے تو مجھے بولنے کی کیا ضرورت؟ ورنہ میں بھی اس کی حمایت کرتا اب میں پل صراط اور میزان کے وقت اس کے کام آؤں گا۔ اب دو فرشتے بھیجے جاتے ہیں ایک کو نکیر کہا جاتا ہے دوسرے کو منکر۔ یہ اچک لے جانے والی بجلی جیسے ہوتے ہیں ان کے دانت سیہ جیسے ہوتے ہیں ان کے سانس سے شعلے نکلتے ہیں ان کے بال پیروں تلے لٹکتے ہوتے ہیں ان کے دو کندھوں کے درمیان اتنی اتنی مسافت ہوتی ہے۔ ان کے دل نرمی اور رحمت سے بالکل خالی ہوتے ہیں ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ہتھوڑے ہوتے ہیں کہ اگر قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مضر جمع ہو کر اسے اٹھانا چاہیں تو ناممکن۔ وہ آتے ہی اسے کہتے ہیں اٹھ

بیٹھ۔ یہ اٹھ کر سیدھی طرح بیٹھ جاتا ہے اس کا کفن اس کے پہلو پر آجاتا ہے وہ اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے' تیرا نبی کون ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم سے نہ رہا گیا انہوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ ایسے ڈراؤنے فرشتوں کو کون جواب دے سکے گا؟ آپ نے اسی آیت ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ﴾ الخ' کی تلاوت فرمائی اور فرمایا وہ بے جھجک جواب دیتا ہے کہ میرا رب اللہ وحدہ لاشریک لہ ہے اور میرا دین اسلام ہے جو فرشتوں کا بھی دین ہے اور میرے نبی محمد ﷺ ہیں جو خاتم الانبیاء تھے (ﷺ) وہ کہتے ہیں آپ نے صحیح جواب دیا۔ اب تو وہ اس کیلئے اس کی قبر کو اس کے آگے سے' اس کے دائیں' سے اس کے بائیں سے' اس کے پیچھے سے' اس کے سر کی طرف سے' اس کے پاؤں کی طرف سے چالیس چالیس ہاتھ کشادہ کر دیتے ہیں دو سو ہاتھ کی وسعت دیتے ہیں اور چالیس ہاتھ کا احاطہ کر دیتے ہیں اور اس سے فرماتے ہیں اپنے اوپر نظر اٹھا یہ دیکھتا ہے کہ جنت کا دروازہ کھلا ہوا ہے وہ کہتے ہیں اے اللہ کے دوست چونکہ تو نے اللہ کی بات مان لی تیری منزل یہ ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے اس وقت جو سرور و راحت اس کے دل کو ہوتی ہے وہ لازوال ہوتی ہے۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے اب اپنے نیچے کی طرف دیکھ۔ یہ دیکھتا ہے کہ جہنم کا دروازہ کھلا ہوا ہے فرشتے کہتے ہیں دیکھ اس سے اللہ نے تجھے ہمیشہ کے لئے نجات بخشی پھر تو اس کا دل اتنا خوش ہوتا ہے کہ یہ خوشی ابدالآباد تک ہٹتی نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کیلئے ستر دروازے جنت کے کھل جاتے ہیں جہاں سے بادصبا کی لپٹیں خوشبو اور ٹھنڈک کے ساتھ آتی رہتی ہیں یہاں تک کہ اسے اللہ عزوجل اس کی اس خواب گاہ سے قیامت قائم ہو جانے پر اٹھائے۔ اسی اسناد سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ برے بندے کیلئے ملک الموت سے فرماتا ہے جا اور اس میرے دشمن کو لے آ۔ اسے میں نے تیری زندگی میں برکت دے رکھی تھی اپنی نعمتیں عطا فرما رکھی تھیں لیکن پھر بھی یہ میری نافرمانیوں سے نہ بچا اسے لے آ تاکہ میں اس سے انتقام لوں اسی وقت حضرت ملک الموت علیہ السلام اس کے سامنے انتہائی بد اور ڈراؤنی صورت میں آتے ہیں ایسی کہ کسی نے اتنی بھیانک اور گھناؤنی نہ دیکھی ہو بارہ آنکھیں ہوتی ہیں جہنم کا خاردار لباس ساتھ ہوتا ہے پانچ سو فرشتے جو جہنمی آگ کے انگارے اور آگ کے کوڑے اپنے ساتھ لئے ہوئے ہوتے ہیں ان کے ساتھ ہوتے ہیں۔ ملک الموت وہ خاردار کھال جو جہنم کی آگ کی ہے اس کے جسم میں مارتے ہیں روئیں روئیں میں آگ کے کانٹے گھس جاتے ہیں پھر اس طرح گھماتے ہیں کہ اس کا جوڑ جوڑ ڈھیلا پڑ جاتا ہے پھر اس کی روح اس کے پاؤں کے انگوٹھوں سے کھینچتے ہیں اور اس کے گھٹنوں پر ڈال دیتے ہیں اس وقت اللہ کا دشمن بے ہوش ہو جاتا ہے پس ملک الموت اسے اٹھا لیتے ہیں فرشتے اپنے جہنمی کوڑے اس کے چہرے اور پیٹھ پر مارتے ہیں پھر ملک الموت اسے دبوچتے ہیں اور اس کی روح اس کی ایڑیوں کی طرف سے کھینچتے ہیں اور اس کے گھٹنوں پر ڈال دیتے ہیں پھر اس کی تہہ بند باندھنے کی جگہ پر ڈال دیتے ہیں یہ دشمن رب اس وقت پھر بے تاب ہو جاتا ہے فرشتہ موت اس بے ہوشی کو اٹھا لیتا ہے اور فرشتے پھر اس کے چہرے پر اور کمر پر کوڑے برسانے لگتے ہیں آخر یہاں تک کہ روح سینہ پر چڑھ جاتی ہے پھر حلق تک پہنچتی ہے پھر فرشتے جہنمی تانبے اور جہنمی انگاروں کو اس کی

ٹھوڑی کے نیچے رکھ دیتے ہیں اور ملک الموت علیہ السلام فرماتے ہیں اے لعین وملعون روح! چل سینک میں اور جھلستے ہوئے پانی اور کالے دھوئیں کے غبار میں جس میں تو خنکی ہے نہ اچھی جگہ۔ جب یہ روح قبض ہو جاتی ہے تو اپنے جسم سے کہتی ہے اللہ تجھ سے سمجھے تو مجھے اللہ کی نافرمانیوں کی طرف بھگائے لئے جا رہا تھا۔ خود بھی ہلاک ہوا اور مجھے بھی برباد کیا۔ جسم بھی روح سے یہی کہتا ہے۔ زمین کے وہ تمام حصے جہاں یہ اللہ کی معصیت کرتا تھا اس پر لعنت کرنے لگتے ہیں شیطانی لشکر دوڑتا ہوا شیطان کے پاس پہنچتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم نے آج ایک کو جہنم میں پہنچا دیا۔ اس کی قبر اس قدر تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی دائیں پسلیاں بائیں اور بائیں پسلیاں دائیں میں گھس جاتی ہیں کالے ناگ بختی اونٹوں کے برابر اس کی قبر میں بھیجے جاتے ہیں جو اس کے کانوں اور اس کے پاؤں کے انگوٹھوں سے اسے ڈسنا شروع کرتے ہیں اور اوپر چڑھتے آتے ہیں یہاں تک کہ وسط جسم میں مل جاتے ہیں۔ دو فرشتے بھیجے جاتے ہیں جن کی آنکھیں تیز بجلی جیسی، جن کی آواز گرج جیسی، جن کے دانت درندے جیسے، جن کے سانس آگ کے شعلے، جن کے بال پیروں کے نیچے تک جن کے دو مونڈھوں کے درمیان اتنی اتنی مسافت ہے۔ جن کے دل میں رحمت ورحم کا نام ونشان بھی نہیں جن کا نام ہی منکر نکیر ہے جن کے ہاتھ میں لوہے کے اتنے بڑے ہتھوڑے ہیں جنہیں ربیعہ اور مضر مل کر بھی نہیں اٹھا سکتے وہ اسے کہتے ہیں اٹھ بیٹھ یہ سیدھا بیٹھ جاتا ہے اور تہبند باندھنے کی جگہ اس کا کفن آپڑتا ہے وہ اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ یہ کہتا ہے مجھے تو کچھ خبر نہیں وہ کہتے ہیں ہاں نہ تو نے معلوم کیا نہ تو نے پڑھا پھر اس زور سے اسے ہتھوڑا مارتے ہیں کہ اس کے شرارے اس کی قبر کو پر کر دیتے ہیں پھر لوٹ کر اسے کہتے ہیں اپنے اوپر دیکھ یہ ایک کھلا ہوا دروازہ دیکھتا ہے وہ کہتے ہیں واللہ! اگر تو اللہ کا فرمانبردار رہتا تو تیری یہ جگہ تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اب تو اسے وہ حسرت ہوتی ہے جو کبھی اس کے دل سے جدا نہیں ہونے کی۔ پھر وہ کہتے ہیں اب اپنے نیچے دیکھ وہ دیکھتا ہے کہ ایک دروازہ جہنم کا کھلا ہوا ہے فرشتے کہتے ہیں اے دشمن رب چونکہ تو نے اللہ کی مرضی کے خلاف کام کئے ہیں اب تیری جگہ یہ ہے۔ واللہ! اس وقت اس کا دل رنج وافسوس سے بیٹھ جاتا ہے جو صدمہ اسے کبھی بھولنے کا نہیں اس کیلئے ستر (۷۰) دروازے جہنم کے کھل جاتے ہیں جہاں سے گرم ہوا اور بھاپ ہمیشہ ہی آیا کرتی ہے یہاں تک کہ اسے اللہ تعالیٰ اٹھا بٹھائے۔ [1] یہ حدیث بہت غریب ہے اور یہ سیاق بہت عجیب ہے اور اس کا راوی یزید رقاشی جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے نیچے کا راوی ہے اس کے غرائب ومنکرات بہت ہیں اور ائمہ کے نزدیک وہ ضعیف الروایت ہے۔ واللہ اعلم۔ ابوداؤد میں ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کے دفن سے فارغ ہوتے تو وہاں ٹھہر جاتے اور فرماتے اپنے بھائی کیلئے استغفار کرو اور اس کیلئے ثابت قدمی طلب کرو اس وقت اس

---

[1] [ضعیف : الدر المنثور للسیوطی (۵۲۸/۳) ابن عساکر فی التاریخ (۵۲۸/۳)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں یزید رقاشی راوی ضعیف ہے۔]

سے سوال ہورہا ہے۔ [1] حافظ ابن مردویہ نے فرمان باری ﴿وَلَوْ تَرٰى إِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِىْ غَمَرَاتِ الْمَوْتِ﴾ [2] الخ، کی تفسیر میں ایک بہت لمبی حدیث وارد کی ہے وہ بھی غرائب سے پر ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿۲۸﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۗ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۲۹﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۗ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ﴿۳۰﴾

کیا تو نے ان کی طرف نظر نہیں ڈالی جنہوں نے اللہ کی نعمت کے بدلے ناشکری کی اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں لا اتارا○ یعنی دوزخ ہے، جس میں یہ سب جائیں گے، جو بدترین ٹھکانہ ہے○ انہوں نے اللہ کے ہمسر بنا لئے کہ لوگوں کو راہ اللہ سے بہکائیں، تو کہہ دے کہ خیر مزے کر لو تمہاری بازگشت تو آخر جہنم ہی ہے○

نعمت کی ناشکری کرنے والے: [3] صحیح بخاری میں ہے ((اَلَمْ تَرَ)) معنی میں ((اَلَمْ تَعْلَم)) کے ہے یعنی کیا تو نہیں جانتا ((بَوَار)) کے معنی ہلاکت کے ہیں ((بَارَ يَبُوْرُ بَوْرًا)) سے ((بورا)) کے معنی ((هالكين)) کے ہیں مراد ان لوگوں سے بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کفار اہل مکہ ہیں اور قول ہے کہ مراد اس سے جبلہ بن ایہم اور اس کی اطاعت کرنے والے وہ عرب ہیں جو رومیوں سے مل گئے تھے [4] لیکن مشہور اور صحیح قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اول ہی ہے۔ گو الفاظ اپنے عموم کے اعتبار سے تمام کفار پر مشتمل ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عالم کیلئے رحمت بنا کر اور کل لوگوں کیلئے نعمت بنا کر بھیجا ہے جس نے اس رحمت و نعمت کی قدردانی کی وہ جنتی ہے اور جس نے ناقدری کی وہ جہنمی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی ایک قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پہلے قول کی موافقت میں مروی ہے ابن کواء کے جواب میں آپ نے یہی فرمایا تھا کہ یہ بدر کے دن کے کفار قریش ہیں۔ اور روایت میں ہے کہ ایک شخص کے سوال پر آپ نے فرمایا مراد اس سے منافقین قریش ہیں۔ اور روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ کیا مجھ سے قرآن کی بابت کوئی کچھ بات دریافت نہیں کرتا؟ واللہ! میرے علم میں اگر آج کوئی مجھ سے زیادہ قرآن کا عالم ہوتا تو چاہے وہ سمندروں پار ہوتا میں ضرور اس کے پاس پہنچتا۔ یہ سن کر عبداللہ بن کواء کھڑا ہو گیا اور کہا یہ کون لوگ ہیں جن کے بارے میں فرمان الٰہی ہے کہ انہوں نے اللہ کی نعمت کو کفر سے بدلا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گڑھے میں ڈال دیا آپ نے فرمایا یہ مشرکین قریش ہیں ان کے پاس اللہ کی نعمت ایمان پہنچی لیکن اس نعمت کو انہوں نے کفر سے بدل دیا۔ اور روایت میں ہے آپ سے مروی ہے کہ

---

[1] [صحیح] ابوداؤد: كتاب الجنائز : باب الاستغفار عند القبر للميت (۳۲۲۱) مسند بزار (۴۴۵/۲) بیهقی فی السنن الکبری (۵۶/۴) مستدرك حاكم (۳۷۱/۱)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

[2] [سورۃ الانعام: آیت ۹۳]

[3] [صحيح بخاری: كتاب التفسير : سورة ابراهيم باب ۳]

[4] [تفسير ابن جرير الطبری (۴۵۱/۷)]

اس سے مراد قریش کے دو فاجر ہیں بنوامیہ اور بنومغیرہ۔ بنومغیرہ نے اپنی قوم کو بدر میں لا کھڑا کیا اور انہیں ہلاکت میں ڈالا اور بنوامیہ نے احد والے دن اپنے والوں کو غارت کیا۔ بدر میں ابوجہل تھا اور احد میں ابوسفیان اور ہلاکت والے گھر سے مراد جہنم ہے۔ اور روایت میں ہے کہ بنومغیرہ تو بدر میں ہلاک ہوئے اور بنوامیہ کو کچھ دنوں کا فائدہ مل گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی مروی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا یہ دونوں قریش کے بدکار ہیں۔ میرے ماموں اور تیرے چچا' میری میال والے تو بدر کے دن ناپید ہو گئے اور تیرے چچا والوں کو اللہ نے مہلت دے رکھی ہے۔ یہ جہنم میں جائیں گے جو بری جگہ ہے۔ انہوں نے خود شرک کیا دوسروں کو شرک کی طرف بلایا۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! تم ان سے کہہ دو کہ دنیا میں کچھ کھا پی لو پہن اوڑھ لو آخر ٹھکانا تو تمہارا جہنم ہے۔ جیسے فرمان ہے ہم انہیں یونہی سا آرام دے دیں گے پھر سخت عذابوں کی طرف بے بس کر دیں گے دنیاوی نفع اگر چہ ہو گا لوٹیں گے تو ہماری طرف اس وقت ہم انہیں ان کے کفر کی وجہ سے سخت عذاب کریں گے۔ (۱)

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ يُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ﴿۳۱﴾

میرے ایماندار بندوں سے کہہ دے کہ نمازوں کو قائم رکھیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے اس میں سے کچھ نہ کچھ پوشیدہ اور ظاہر خرچ بھی کرتے رہیں اس سے پہلے کہ وہ دن آ جائے جس میں نہ خرید و فروخت ہو گی نہ دوستی اور محبت ○

حسن سلوک کی ترغیب: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی اطاعت کا اور اپنے حق کا اور مخلوق رب سے احسان و سلوک کرنے کا حکم دے رہا ہے فرماتا ہے کہ نماز برابر پڑھتے رہیں جو اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت ہے اور زکوٰۃ ضرور دیتے رہیں قرابت داروں کو بھی اور انجان لوگوں کو بھی۔ اقامت سے مراد وقت کی' حد کی' رکوع کی' خشوع کی' سجدے کی حفاظت کرنا ہے۔ اللہ کی دی ہوئی روزی اس کی راہ میں پوشیدہ اور کھلے طور پر اس کی خوشنودی کیلئے اوروں کو بھی دینی چاہئے تا کہ اس دن نجات ملے جس دن کوئی خرید و فروخت نہ ہو گی نہ کوئی دوستی آشنائی ہو گی۔ کوئی اپنے آپ کو بطور فدیے کے بیچنا بھی چاہے تو بھی ناممکن جیسے فرمان ہے ﴿فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ (۲) یعنی آج تم سے اور کافروں سے کوئی فدیہ اور بدلہ نہ لیا جائے گا۔ وہاں کسی کی دوستی کی وجہ سے کوئی چھوٹے گا نہیں بلکہ وہاں عدل و انصاف ہی ہو گا۔ خلال مصدر ہے۔ امراء القیس کے شعر میں بھی یہ لفظ ہے۔ دنیا میں لین دین' محبت دوستی کام آ جاتی ہے لیکن وہاں یہ چیز اگر اللہ کیلئے نہ ہو تو محض بے سود رہے گی۔ کوئی سودا گری۔ کوئی شناسا وہاں کام نہ آئے گا۔ زمین بھر کر سونا فدیہ میں دینا چاہے لیکن رد ہے کسی کی دوستی کسی کی سفارش کافر کو کام نہ دے گی۔ فرمان الٰہی ہے ﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا﴾ (۳) الخ' اس دن کے عذاب سے بچنے کی کوشش کرو' جس دن کوئی کسی کو کچھ کام نہ آئے گا' نہ کسی سے فدیہ قبول کیا جائے گا' نہ کسی کو کسی

---

(۱) [سورۃ یونس : آیت ۷۰]

(۲) [الحدید : ۱۵]

(۳) [البقرہ : ۱۲۳]

کی شفاعت نفع دے گی نہ کوئی کسی کی مدد کر سکے گا۔ فرمان ہے ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْہِ وَلَا خُلَّۃٌ وَّلَا شَفَاعَۃٌ وَّالْکٰفِرُوْنَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ① ایماندارو جو ہم نے تجھے دے رکھا ہے، تم اس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرو اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ بیوپار ہے، نہ دوستی، نہ شفاعت۔ کافر ہی دراصل ظالم ہیں۔

اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِہٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَکُمُ الْفُلْکَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِہٖ ۚ وَسَخَّرَ لَکُمُ الْاَنْھٰرَ ﴿۳۲﴾ وَسَخَّرَ لَکُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَکُمُ الَّیْلَ وَالنَّھَارَ ﴿۳۳﴾ وَاٰتٰىکُمْ مِّنْ کُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْہُ ۭ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ کَفَّارٌ ﴿۳۴﴾ ع ۱۷

اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور آسمان سے بارش برسا کر اس کے ذریعے سے تمہاری روزی کیلئے پھل نکالے ہیں، اور کشتیاں تمہارے بس میں کر دی ہیں کہ دریاؤں میں اس کے حکم سے چلیں پھریں، اس نے ندیاں اور نہریں تمہارے اختیار میں کر دی ہیں ○ اسی نے تمہارے لئے سورج چاند کو مسخر کر دیا ہے کہ برابر ہی چل رہے ہیں، اور رات دن کو بھی تمہارے کام میں لگا رکھا ہے ○ اسی نے تمہیں تمہاری منہ مانگی کل چیزوں میں سے دے ہی رکھا ہے، اگر اللہ کے احسان گننا چاہو تو انہیں پورے گن بھی نہیں سکتے، یقیناً انسان بڑا ہی ناانصاف اور ناشکرا ہے ○

سب کچھ تمہارے لیے: اللہ کی طرح طرح کی بے شمار نعمتوں کو دیکھو۔ آسمان کو اس نے ایک محفوظ چھت بنا رکھا ہے زمین کو بہترین فرش بنا رکھا ہے آسمان سے بارش برسا کر زمین سے مزے مزے کے پھل، کھیتیاں، باغات تیار کر دیتا ہے۔ اسی کے حکم سے کشتیاں پانی کے اوپر تیرتی پھرتی ہیں کہ تمہیں ایک کنارے سے دوسرے کنارے اور ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچائیں تم وہاں کا مال یہاں، یہاں کا مال وہاں لے جاؤ، لے آؤ، نفع حاصل کرلو، تجربہ بڑھاؤ۔ نہریں بھی اسی نے تمہارے کام میں لگا رکھی ہیں، تم ان کا پانی پیو، پلاؤ، اس سے کھیتیاں کرو، نہاؤ دھوؤ اور طرح طرح کے فائدے حاصل کرو۔ ہمیشہ ہمیشہ چلتے پھرتے اور کبھی نہ تھکتے سورج چاند بھی تمہارے فائدے کے کاموں میں مشغول ہیں مقررہ چال پر گردش میں لگے ہوئے ہیں۔ ② نہ ان میں تکرار نہ آگا پیچھا، دن رات انہیں کے آنے جانے سے پے در پے آتے جاتے رہتے ہیں ستارے اسی کے حکم کے ماتحت ہیں اور رب العالمین بابرکت ہے۔ ③ کبھی دنوں کو بڑے کر دیتا ہے کبھی راتوں کو بڑھا دیتا ہے، ہر چیز اپنے کاموں میں سر جھکائے مشغول ہے، وہ اللہ عزیز و غفار ہے۔ تمہاری ضرورت کی تمام چیزیں اس نے تمہارے لئے مہیا کر دی ہیں تم اپنے

---

① [البقرہ: ۲۵۴]
② [سورۃ یسین: آیت ۴۰]
③ [سورۃ الاعراف: آیت ۵۴]

حال وقال سے جن جن چیزوں کے محتاج تھے اس نے سب کچھ تمہیں دے دی ہیں' مانگنے پر بھی وہ دیتا ہے اور بے مانگے بھی اس کا ہاتھ نہیں رکتا۔ تم بھلا رب کی تمام نعمتوں کا شکریہ تو کیا ادا کرو گے؟ تم سے تو ان کی پوری گنتی بھی محال ہے۔ طلق بن حبیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کا حق اس سے بہت بھاری ہے کہ بندے اسے ادا کرسکیں اور اللہ کی نعمتیں اس سے بہت زیادہ ہیں کہ بندے ان کی گنتی کرسکیں لوگو! صبح شام توبہ استغفار کرتے رہو۔ صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ تیرے ہی لئے سب حمد وثناء سزاوار ہے' ہماری ثنائیں ناکافی ہیں' پوری اور بے پرواہی کرنے والی نہیں اے اللہ تو معاف فرما۔ [1] بزار میں آپ کا فرمان ہے کہ قیامت کے دن انسان کے تین دیوان نکلیں گے ایک میں نیکیاں لکھی ہوئی ہوں گی اور دوسرے میں گناہ ہوں گے' تیسرے میں اللہ کی نعمتیں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں میں سے چھوٹی نعمت سے فرمائے گا کہ اٹھ اور اپنا معاوضہ اس کے نیک اعمال سے لے لے' اس سے اس کے سارے ہی عمل ختم ہو جائیں گے پھر بھی وہ یکسو ہو کر کہے گی کہ باری تعالیٰ میری پوری قیمت وصول نہیں ہوئی خیال کیجئے ابھی گناہوں کا دیوان الگ تھلگ رکھا ہوا ہے اور تمام نعمتوں کا دیوان یونہی رکھا ہوا ہے۔ اگر بندے پر اللہ کا ارادہ رحم وکرم کا ہوا تو اب وہ اس کی نیکیاں بڑھا دے گا اور اس کے گناہوں سے تجاوز کرلے گا اور اسے فرما دے گا کہ میں نے اپنی نعمتیں تجھے بغیر بدلے کے بخش دیں۔ [2]

اس کی سند ضعیف ہے۔ مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ جل وعلا سے دریافت کیا کہ میں تیرا شکر کیسے ادا کروں؟ شکر کرنا خود بھی تو تو تیری ایک نعمت ہے جواب ملا داؤد! اب تو شکر ادا ہو چکا جب کہ تو نے یہ جان لیا اور اس کا اقرار کرلیا کہ تو میری نعمتوں کی شکر کی ادائیگی سے قاصر ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ ہی کیلئے تو حمد ہے' جس کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک نعمت کا شکر بھی بغیر ایک نئی نعمت کے ہم ادا نہیں کرسکتے کہ اس نئی نعمت پر پھر ایک شکر واجب ہوتا ہے پھر اس نعمت کی شکر گزاری کی ادائیگی کی توفیق پر بھی پھر نعمت ملی' جس کا شکریہ واجب ہوا۔ ایک شاعر نے یہی مضمون اپنے شعروں میں باندھا ہے کہ رونگٹے رونگٹے پر زبان ہو تو تیری ایک نعمت کا شکر بھی پورا ادا نہیں ہوسکتا تیرے احسانات اور انعامات بے شمار ہیں۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَٰهِيمُ رَبِّ ٱجْعَلْ هَٰذَا ٱلْبَلَدَ ءَامِنًا وَٱجْنُبْنِى وَبَنِىَّ أَن نَّعْبُدَ ٱلْأَصْنَامَ ﴿٣٥﴾ رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ ٱلنَّاسِ ۖ فَمَن تَبِعَنِى فَإِنَّهُۥ مِنِّى ۖ وَمَنْ عَصَانِى فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣٦﴾

ابراہیم کی یہ دعا بھی یاد ہے؟ کہ اے میرے پروردگار اس شہر کو امن والا بنادے اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے پناہ دے ○ میرے پالنے والے اللہ انہوں نے بہت سے لوگوں کو راہ سے بھٹکا رکھا ہے میری تابعداری کرنے والا میرا ہے' اور

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاطعمہ : باب ما یقول اذا فرغ من طعامه (٥٤٥٩)]

[2] [ضعیف : مسند بزار (٣٤٤٤) مجمع الزوائد (١٨٤٣٤)] اس کی سند میں صالح مری راوی ضعیف اور داؤد بن محبر متروک ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس کی سند کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔]

جو میری نافرمانی کرے تو تو بہت معاف اور کرم کرنیوالا ہے○

حرمت والا شہر، مکہ مکرمہ: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ حرمت والا شہر مکہ ابتدا میں اللہ کی توحید پر ہی بنایا گیا تھا۔ اس کے اول بانی خلیل اللہ علیہ السلام اللہ کے سوا اوروں کی عبادت کرنے والوں سے بری تھے۔ انہی نے اس شہر کے باامن ہونے کی دعا کی تھی۔ جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ سب سے پہلا بابرکت اور باہدایت اللہ کا گھر مکے شریف کا ہی ہے، جس میں بہت سی واضح نشانیوں کے علاوہ مقام ابراہیم بھی ہے۔ اس شہر میں جو پہنچ گیا، امن و امان میں آ گیا۔ [1] اس شہر کو بنانے کے بعد خلیل اللہ علیہ السلام نے دعا کی کہ اے اللہ اس شہر کو پرامن بنا۔ اسی لئے فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل و اسحاق جیسے بچے عطا فرمائے۔ [2] حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پیتا اس کی والدہ کے ساتھ لے کر یہاں آئے تھے تب بھی آپ نے اس شہر کے باامن ہونے کی دعا کی تھی لیکن اس وقت کے الفاظ یہ تھے ﴿رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا﴾ [3] پس اس دعا میں بلد پر لام ہے، اس لئے کہ یہ دعا شہر کی آبادی سے پہلے کی ہے اور اب چونکہ شہر بس چکا تھا۔ بلد کو معرف باللام لائے۔ سورۂ بقرہ میں ہم ان چیزوں کو وضاحت و تفصیل کے ساتھ ذکر کر آئے ہیں۔ پھر دوسری دعا میں اپنی اولاد کو بھی شریک کیا۔ انسان کو لازم ہے کہ اپنی دعاؤں میں اپنے ماں باپ کو اور اولاد کو بھی شامل رکھے۔ پھر آپ نے بتوں کی گمراہی، ان کا فتنہ اکثر لوگوں کا بہک جانا بیان فرما کر ان سے اپنی بے زاری کا اظہار کیا اور انہیں اللہ کے حوالے کیا کہ وہ چاہے بخشے، چاہے سزا دے، جیسے روح اللہ علیہ السلام بروز قیامت کہیں گے اگر تو انہیں عذاب کرے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر بخش دے تو تو عزیز و حکیم ہے۔ یہ یاد رہے کہ اس میں صرف اللہ کی مشیت اور اس کے ارادے کی طرف لوٹنا ہے نہ کہ اس کے واقع ہونے کو جائز سمجھنا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خلیل اللہ کا یہ قول اور حضرت روح اللہ کا قول ﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ﴾ [4] الخ، کی تلاوت کر کے رو رو کر اپنی امت کو یاد کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ جا کر دریافت کرو کہ کیوں رو رہے ہو؟ آپ نے سبب بیان کیا حکم ہوا کہ جاؤ اور کہہ دو کہ آپ کو ہم آپ کی امت کے بارے میں خوش کر دیں گے ناراض نہ کریں گے۔ [5]

رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۝۳۷

اے ہمارے پروردگار میں نے اپنی کچھ اولاد اس بے کھیتی کے جنگل میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس بسائی ہے اے ہمارے پروردگار یہ اس لئے کہ وہ نماز قائم رکھیں پس تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں پھلوں کی

---

[1] آل عمران: ۹۶، ۹۷]

[2] [ابراهيم: ۳۹]

[3] [البقرہ: ۱۲۶]

[4] [سورة المائدة: آيت ۱۱۸]

[5] [صحيح :صحيح مسلم : كتاب الايمان : باب دعاء النبى لامتيه وبكائه شفقة عليهم (۲۰۲)]

روزیاں عنایت فرماتا کہ یہ شکر گزاری کریں ○

ابراہیم علیہ السلام کی دوسری دعا: یہ دوسری دعا ہے پہلی دعا اس شہر کے آباد ہونے سے پہلے جب آپ حضرت اسماعیل کو مع ان کی والدہ صاحبہ کے یہاں چھوڑ کر گئے تھے۔ تب کی تھی اور یہ دعا اس شہر کے آباد ہو جانے کے بعد اسی لئے یہاں ﴿بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ﴾ کا لفظ لائے اور نماز کے قائم کرنے کا بھی ذکر فرمایا۔ ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ متعلق ہے لفظ ((المحرم)) کے ساتھ یعنی اسے باحرمت اس لئے بنایا ہے کہ یہاں والے باطمینان یہاں نماز ادا کر سکیں۔ یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آپ نے فرمایا کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف جھکا دے' اگر سب لوگوں کے دلوں میں ان کی طرف جھکانے کی دعا ہوتی تو فارس و روم' یہود و نصاریٰ غرض تمام دنیا کے لوگ یہاں الٹ پڑتے۔ آپ نے صرف مسلمانوں کیلئے یہ دعا کی۔ اور دعا کرتے ہیں کہ انہیں پھل بھی عنایت فرما۔ یہ زمین زراعت کے قابل بھی نہیں اور دعا ہو رہی ہے پھلوں کی روزی کی اللہ تعالیٰ نے یہ دعا بھی قبول فرمائی جیسے ارشاد ہے ﴿اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا﴾ [1] یعنی کیا ہم نے انہیں حرمت و امن والی ایسی جگہ عنایت نہیں فرمائی؟ جہاں ہر چیز کے پھل ان کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں جو خاص ہمارے پاس کی روزی ہے۔ پس یہ اللہ کا خاص لطف و کرم' عنایت و رحم ہے کہ شہر کی پیداوار کچھ بھی نہیں اور پھل ہر قسم کے وہاں موجود' چاروں طرف سے وہاں چلے آئیں۔ یہ ہے حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن صلوات اللہ وسلامہ علیہ کی دعا کی قبولیت۔

رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ۭ وَمَا يَخْفٰى عَلَي اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ
وَلَا فِي السَّمَاۗءِ ﴿۳۸﴾ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَي الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ
رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ ﴿۳۹﴾ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ڰ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ
دُعَاۗءِ ﴿۴۰﴾ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾ ع

اے ہمارے پروردگار تو تو خوب جانتا ہے جو ہم چھپائیں اور جو ظاہر کریں' زمین و آسمان کی کوئی چیز اللہ پر پوشیدہ نہیں ○ اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اس بڑھاپے میں اسماعیل' اسحاق عطا فرمائے' کچھ شک نہیں کہ میرا پالنہار اللہ دعاؤں کا سننے والا ہے ○ اے میرے پالنے والے مجھے نماز کا پابند رکھ اور میری اولاد سے بھی اے ہمارے رب میری دعا قبول فرما ○ اے ہمارے پروردگار مجھے بخش دے میرے ماں باپ کو بھی بخش اور دیگر مومنوں کو بھی بخش جس دن حساب ہونے لگے ○

ابراہیم علیہ السلام کی مناجات: خلیل الرحمٰن علیہ السلام اپنی مناجات میں فرماتے ہیں کہ اے اللہ! تو میرے ارادے اور میرے مقصود سے زیادہ جانتا ہے میری چاہت ہے کہ یہاں کے رہنے والے تیری رضامندی اور فقط تیری طرف راغب رہیں۔ ظاہر و باطن تجھ پر روشن ہے زمین و آسمان کی ہر چیز کا حل تجھ پر کھلا ہے۔ تیرا احسان ہے کہ اس

---

[1] [سورۃ القصص: آیت ۵۷]

پورے بڑھاپے میں تو نے میرے ہاں اولاد عطا فرمائی اور ایک پر ایک بچہ دیا۔ اسماعیل بھی' اسحاق بھی۔ تو دعاؤں کا سننے والا اور قبول کرنے والا ہے میں نے مانگا تو نے دیا پس تیرا شکر ہے۔ اے اللہ مجھے نمازوں کا پابند بنا اور میری اولاد میں بھی یہ سلسلہ قائم رکھ۔ میری تمام دعائیں قبول فرما۔ ((وَلِـــوَالِـــدَیَّ)) کی قراءت بعض نے تو ((وَلِـــوَالِـــدِی)) بھی کی ہے یہ بھی یاد رہے کہ یہ دعا اس سے پہلے کی ہے کہ آپ کو اللہ کی طرف سے معلوم ہو جائے کہ آپ کا والد اللہ کی دشمنی پر ہی مرا ہے۔ جب یہ ظاہر ہو گیا تو آپ اپنے والد سے بے زار ہو گئے۔ پس یہاں آپ اپنے ماں باپ کی اور تمام مومنوں کی خطاؤں کی معافی اللہ سے چاہتے ہیں کہ اعمال کے حساب اور بدلے کے دن قصور معاف ہوں۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴿۴۳﴾

ناانصافوں کے اعمال سے اللہ کو غافل نہ سمجھ' وہ تو انہیں اس دن تک مہلت دیئے ہوئے ہے جس دن آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی ○ اپنے سر اوپر اٹھائے دوڑ بھاگ رہے ہوں گے' خود اپنی طرف بھی ان کی نگاہیں نہ لوٹیں گی' اور ان کے دل اڑے اور گرے ہوئے خالی ہوں گے ○

قیامت کی ہولناکی: کوئی یہ نہ سمجھے کہ برائی کرنے والوں کا اللہ کو علم ہی نہیں اس لئے یہ دنیا میں پھل پھول رہے ہیں' نہیں اللہ ایک ایک کے ایک ایک گھڑی کے برابر برے بھلے اعمال سے بخوبی واقف ہے یہ ڈھیل خود اسکی دی ہوئی ہے کہ یا تو اس میں واپس ہو جائے یا پھر گناہوں میں بڑھ جائے یہاں تک کہ قیامت کا دن آ جائے۔ جس دن کی ہولناکیاں آنکھیں پتھرا دیں گی' دیدے چڑھا دیں گی' سر اٹھائے پکارنے والے کی آواز کی طرف دوڑے چلے جائیں گے' کہیں ادھر ادھر نہ ہوں گے۔ سب کے سب پورے اطاعت گزار بن جائیں گے' دوڑے بھاگے حضور کی حاضری کیلئے بے تابانہ آئیں گے' آنکھیں نیچے کو نہ جھکیں گی' گھبراہٹ اور فکر کے مارے پلک سے پلک نہ جھپکے گی۔ دلوں کا یہ حال ہوگا کہ گویا اڑے جاتے ہیں' خالی پڑے ہیں' خوف کے سوا کوئی چیز نہیں۔ وہ حلقوم تک پہنچے ہوئے ہیں' اپنی جگہ سے ہٹے ہوئے ہیں' دہشت سے خراب ہو رہے ہیں۔

وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴿۴۴﴾ وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿۴۵﴾ وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ؕ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿۴۶﴾

لوگوں کو اس دن سے ہوشیار کر دے جب کہ ان کے پاس عذاب آ جائے اور ظالم کہنے لگیں گے کہ اے ہمارے رب ہمیں بہت تھوڑے قریب کے وقت تک کی ہی مہلت دے کہ ہم تیری تبلیغ مان لیں اور تیرے پیغمبروں کی تابعداری میں لگ جائیں کیا تم اس سے پہلے بھی قسمیں نہیں کھا رہے تھے؟ کہ تمہارے لئے زوال ہی نہیں ○ اور کیا تم ان لوگوں کے گھروں میں رہتے سہتے نہ تھے جو اپنی جانوں پر ہی ظلم کرتے تھے اور کیا تم پر وہ معاملہ کھلا نہیں کہ ہم نے انکے ساتھ کیسا کچھ کیا ہم نے تو تمہارے سمجھانے کو بہت ہی مثالیں بیان کر دی تھیں ○ یہ چالیں چل رہے ہیں اور اللہ کو انکی تمام چالوں کا علم ہے یہ تو ناممکن ہے کہ انکی چالیں ایسی ہوں کہ ان سے پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں ○

عذب دیکھنے پر کفار کی حالت: ظالم اور ناانصاف لوگ اللہ کا عذاب دیکھ کر تمنائیں کرتے ہیں اور دعائیں مانگتے ہیں کہ ہمیں ذرا سی مہلت مل جائے کہ ہم فرماں برداری کر لیں اور پیغمبروں کی اطاعت بھی کر لیں۔ اور آیت میں ہے کہ موت کو دیکھ کر کہتے ہیں ﴿رَبِّ ارْجِعُوْنِ﴾ [1] اے اللہ اب واپس لوٹا دے الخ یہی مضمون آیت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ﴾ [2] الخ، میں ہے یعنی اے مسلمانو! تمہیں تمہارے مال و اولاد یاد الٰہی سے غافل نہ کر دیں۔ ایسا کرنے والے لوگ ظاہری خسارے میں ہیں۔ ہمارا دیا ہوا ہماری راہ میں دیتے رہو ایسا نہ ہو کہ موت کے وقت آرزو کرنے لگو کہ مجھے ذرا سی دیر کی مہلت مل جائے تو میں خیرات ہی کر لوں اور نیک لوگوں میں مل جاؤں۔ یاد رکھو اجل آنے کے بعد کسی کو مہلت نہیں ملتی اور اللہ تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے۔ محشر میں بھی ان کا یہی حال ہوگا۔ چنانچہ سورۂ سجدہ کی آیت ﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ [3] الخ، میں ہے کہ کاش کہ تم گنہگاروں کو دیکھتے کہ وہ اپنے پروردگار کے روبرو سر جھکائے کہہ رہے ہوں گے کہ اے ہمارے رب ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا تو ہمیں ایک بار دنیا میں پھر بھیج دے کہ ہم یقین والے ہو کر نیک اعمال کر لیں۔ یہی بیان آیت ﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ﴾ [4] الخ، اور آیت ﴿وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا﴾ [5] الخ، وغیرہ میں بھی ہے۔ یہاں انہیں جواب ملتا ہے کہ تم تو اس سے پہلے قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ تمہاری نعمتوں کو زوال ہی نہیں قیامت کوئی چیز ہی نہیں مر کر اٹھنا ہی نہیں اب اس کا مزہ چکھو۔ یہ کہا کرتے تھے اور خوب مضبوط قسمیں کھا کھا کر دوسروں کو بھی یقین دلاتے تھے کہ مردوں کو اللہ دوبارہ زندہ نہ کرے گا۔ [6]

پھر فرماتا ہے کہ تم دیکھ چکے سن چکے کہ تم سے پہلے کے تم جیسوں کے ساتھ ہم نے کیا کیا؟ ان کی مثالیں ہم تم سے بیان بھی کر چکے کہ ہمارے عذابوں نے کیسے انہیں غارت کر دیا؟ باوجود اس کے تم ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے اور چوکنا نہیں ہوتے۔ یہ گو کتنے ہی چالاک ہوں لیکن ظاہر ہے کہ اللہ کے سامنے کسی کی چالاکی نہیں چلتی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جس نے جھگڑا کیا تھا اس نے دو بچے گدھ کے پالے جب وہ بڑے ہو گئے۔ جوانی کو پہنچے طاقت قوت والے ہو گئے تو ایک چھوٹی سی چوکی کے ایک پائے سے ایک کو باندھ دیا دوسرے سے دوسرے کو باندھ

---

[1] [المومنون: ۹۹، ۱۰۰]
[2] [المنافقون: ۹، ۱۰]
[3] [السجدة: ۱۲]
[4] [سورة الانعام: آیت ۲۷]
[5] [سورة فاطر: آیت ۳۷]
[6] [سورة النحل: آیت ۳۸]

دیا انہیں کھانے کو کچھ نہ دیا خود اپنے ایک ساتھی سمیت اس چوکی پر بیٹھ گیا اور ایک لکڑی کے سرے پر گوشت باندھ کر اسے اوپر کو اٹھایا بھوکے گدھ وہ کھانے کیلئے اوپر کو اڑے اور اپنے اوپر سے چوکی کو بھی لے اڑے اب جب کہ یہ اتنی بلندی پر پہنچ گئے کہ ہر چیز انہیں مکھی کی طرح نظر آنے لگی تو اس نے لکڑی جھکا دی اب گوشت نیچے دکھائی دینے لگا اس لئے جانوروں نے پر سمیٹ کر گوشت لینے کیلئے نیچے اترنا شروع کیا اور تخت بھی نیچا ہونے لگا یہاں تک کہ زمین تک پہنچ گیا پس یہ ہیں وہ مکاریاں جن سے پہاڑوں کا زوال بھی ممکن سا ہو جائے عبداللہ کی قراءت میں ((کَادَ مَکْرُھُم)) ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قراءت بھی یہی ہے یہ قصہ نمرود کا ہے جو کنعان کا بادشاہ تھا اس نے اس حیلے سے آسمان کا قبضہ چاہا تھا اس کے بعد قبطیوں کے بادشاہ فرعون کو بھی یہی خبط سمایا تھا بڑا بلند منارہ تعمیر کرایا تھا لیکن دونوں کی ناتوانی ضعیفی اور عاجزی ظاہر ہوگئی۔ اور ذلت وخواری پستی وتنزل کے ساتھ حقیر وذلیل ہوئے۔ کہتے ہیں کہ بخت نصر اس حلیہ سے اپنے تخت کو بہت اونچا لے گیا یہاں تک کہ زمین اور زمین والے اس کی نظروں سے غائب ہوگئے تو اسے ایک قدرتی آواز آئی کہ اے سرکش طاغی کیا ارادہ ہے؟ یہ ڈر گیا ذرا سی دیر بعد پھر اسے یہی غیبی ندا سنائی دی اب تو اس کا پِتّہ پانی ہو گیا اور جلدی سے نیزہ جھکا کر اترنا شروع کر دیا۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ کی قراءت میں ((لَتَزُوْلُ)) ہے بدلے میں ((لِتَزُوْلَ)) کے ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کو نافیہ مانتے ہیں یعنی ان کے مکر پہاڑوں کو زائل نہیں کر سکتے۔ حسن بصری بھی یہی کہتے ہیں۔ ابن جریر رحمہ اللہ اس کی توجیہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ ان کا شرک وکفر پہاڑوں وغیرہ کو ہٹا نہیں سکتا کوئی ضرر دے نہیں سکتا صرف اس کا وبال انہی کی جانوں پر ہے۔ میں کہتا ہوں اسی کے مشابہ یہ فرمان الٰہی بھی ہے۔ ﴿وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا﴾ [1] زمین پر اکڑ فوں سے نہ چل نہ تو تو زمین کو چیر سکتا ہے نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتا ہے۔ دوسرا قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ ہے کہ ان کا شرک پہاڑوں کو زائل کر دینے والا ہے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ﴾ [2] اس سے تو آسمانوں کا پھٹ جانا ممکن ہے۔ ضحاک وقتادہ کا بھی یہی قول ہے۔

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴۷﴾ یَوْمَ تُبَدَّلُ
الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۴۸﴾

تو ہرگز یہ خیال بھی نہ کرنا کہ اللہ اپنے نبیوں سے وعدہ خلافی کرے اللہ بڑا ہی غالب اور بدلہ لینے والا ہے۔ جس دن زمین اس زمین کے سوا اور ہی بدل دی جائے گی اور آسمان بھی اور سب اللہ واحد غلبے والے کے روبرو ہوں گے۔

انبیاء علیہم السلام سے اللہ کا نصرت کا وعدہ: اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کو مقرر اور موکد کر رہا ہے کہ دنیا آخرت میں جو اس نے اپنے رسولوں کی مدد کا وعدہ کیا ہے وہ کبھی اس کے خلاف کرنے والا نہیں۔ اس پر کوئی اور غالب نہیں وہ سب پر

---

[1] [سورۃ الاسراء: آیت ٣٧]

[2] [سورۃ مریم: آیت ٩٠، ٩١]

غالب ہے اس کے ارادے سے مراد جدا نہیں اس کا چاہا ہو کر ہی رہتا ہے۔ وہ کافروں سے ان کے کفر کا بدلہ ضرور لے گا قیامت کے دن اس پر حسرت و مایوسی طاری ہوگی۔ اس دن زمین ہوگی لیکن اس کے سوا اور ہوگی اسی طرح آسمان بھی بدل دیئے جائیں گے۔ بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ایسی سفید صاف زمین پر حشر کئے جائیں گے جیسے میدے کی سفید ٹکیہ ہو جس پر کوئی نشان اور اونچ نہ ہوگی۔ [1] مسند احمد میں ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں سب سے پہلے میں نے ہی اس آیت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تھا کہ اس وقت لوگ کہاں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا پل صراط پر۔ [2] اور روایت میں ہے کہ آپ نے یہ فرمایا کہ تم نے وہ بات پوچھی کہ میری امت میں سے کسی اور نے یہ بات مجھ سے نہیں پوچھی۔ [3] اور روایت میں ہے کہ یہی سوال مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کا آیت ﴿وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ﴾ [4] الخ، کے متعلق تھا اور آپ نے یہی جواب دیا تھا۔ [5] حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا ایک یہودی عالم آیا اور اس نے آپ کا نام لے کر سلام علیک کہا میں نے اسے ایسے زور سے دھکا دیا کہ قریب تھا کہ گر پڑے اس نے مجھ سے کہا کہ تو نے مجھے کیوں دھکا دیا؟ میں نے کہا بے ادب یا رسول اللہ نہیں کہتا؟ اور آپ کا نام لیتا ہے اس نے کہا ہم تو جو نام ان کا ان کے گھرانے کے لوگوں نے رکھا ہے اسی نام سے پکاریں گے آپ نے فرمایا میرے خاندان نے میرا نام محمد ہی رکھا ہے۔ یہودی نے کہا سنئے میں آپ سے بات دریافت کرنے آیا ہوں آپ نے فرمایا پھر میرا جواب تجھے کوئی نفع بھی دے گا؟ اس نے کہا سن تو لوں گا آپ کے ہاتھ میں جو تنکا تھا اسے آپ نے زمین پر پھراتے ہوئے فرمایا کہ اچھا دریافت کر لو اس نے کہا جب زمین و آسمان بدلے جائیں گے اس وقت لوگ کہاں ہوں گے؟ فرمایا پل صراط کے پاس اندھیروں میں اس نے کہا سب سے پہلے پل صراط سے پار کون لوگ ہوں گے؟ فرمایا مہاجرین فقراء اس نے پوچھا انہیں سب سے پہلے تحفہ کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا مچھلی کی کلیجی کی زیادتی۔ اس نے پوچھا اس کے بعد انہیں کیا غذا ملے گی۔؟ فرمایا جنتی بیل ذبح کیا جائے گا جو جنت کے اطراف میں چرتا چگتا رہتا تھا۔ اس نے

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الرقاق: باب یقبض اللہ الارض یوم القیامۃ (٦٥٢١) صحیح مسلم: کتاب صفات المنافقین: باب البعث والنشور (٢٧٩٠)]

[2] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب صفات المنافقین: باب فی البعث والنشور (٢٧٩١) ابن ماجه: کتاب الزهد: باب ذکر البعث (٤٢٧٩) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة ابراهیم (٣١٢١) مسند احمد (٣٥/٦)]

[3] [ضعیف ومنقطع تفسیر ابن جریر الطبری (٢٠٩٧٢)]

[4] [سورة الزمر: آیت ٦٧]

[5] [صحیح: مسند احمد (١١٦/٦، ١١٧) نسائی فی الکبری (١١٤٥٣/٦) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة الزمر (٣٢٤١)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور مولانا مبشر احمد ربانی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

پوچھا پھر پینے کو کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا جنتی نہر سلسبیل کا پانی۔ یہودی نے کہا آپ کے سب جواب برحق ہیں۔ اچھا اب میں ایک بات اور پوچھتا ہوں جسے یا تو نبی جانتا ہے یا دنیا کے اور دو ایک آدمی آپ نے فرمایا کیا میرا جواب تجھے کچھ فائدہ دے گا؟ اس نے کہا سن تو لوں گا۔ بچے کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا مرد کا خاص پانی سفید رنگ کا ہوتا ہے اور عورت کا خاص پانی زرد رنگ کا۔ جب یہ دونوں جمع ہوتے ہیں تو اگر مرد کا پانی غالب آ جائے تو بحکم الٰہی لڑکا ہوتا ہے اور جب عورت کا پانی مرد پر غالب آ جائے تو اللہ کے حکم سے لڑکی ہوتی ہے۔ یہودی نے کہا بے شک آپ سچے ہیں اور یقیناً آپ اللہ کے پیغمبر ہیں۔ پھر وہ واپس چلا گیا۔ اس وقت حضور ﷺ نے مجھے جواب سکھا دیا[۱] (مسند احمد) ابن جریر طبری میں ہے کہ یہودی عالم کے پہلے سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا اس وقت مخلوق اللہ کی مہمانی میں ہو گی پس اس کے پاس کی چیز ان سے عاجز نہ ہو گی۔[۲] عمرو بن میمون رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ زمین بدل دی جائے گی اور زمین سفید میدے کی ٹکیہ جیسی ہو گی جس میں نہ خون بہا ہوا ہو گا جس پر نہ کوئی خطا ہوئی ہو گی آنکھیں تیز ہوں گی داعی کی آواز کانوں میں ہو گی سب ننگے پاؤں ننگے بدن کھڑے ہوئے ہوں گے یہاں تک کہ پسینہ مثل لگام کے ہو جائے گا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ایک مرفوع روایت میں ہے کہ سفید رنگ کی وہ زمین ہو گی جس پر نہ خون کا قطرہ گرا ہو گا نہ اس پر کسی گناہ کا عمل ہوا ہو گا۔[۳] اسے مرفوع کرنے والا ایک ہی راوی ہے یعنی جریر بن ایوب اور وہ قوی نہیں۔ ابن جریر میں ہے کہ حضور ﷺ نے یہودیوں کے پاس اپنا آدمی بھیجا پھر صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا جانتے ہو میں نے آدمی کیوں بھیجا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ ہی کو علم ہے اور اس کے رسول کو آپ نے فرمایا آیت ﴿يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ﴾ الخ، کے بارے میں۔ یاد رکھو وہ اس دن چاندی کی طرح سفید ہو گی۔ جب وہ لوگ آئے آپ نے ان سے پوچھا انہوں نے کہا سفید ہو گی جیسے میدہ۔[۴] اور بھی سلف سے مروی ہے کہ چاندی کی زمین ہو گی حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آسمان سونے کا ہو گا۔ ابی فرماتے ہیں وہ باغات بنا ہوا ہو گا۔ محمد بن قیس کہتے ہیں زمین روٹی بن جائے گی کہ مومن اپنے قدموں تلے سے ہی کھا لیں۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ زمین بدل کر روٹی بن جائے گی۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قیامت کے دن ساری زمین آگ بن جائے گی اس کے پیچھے جنت ہو گی جس کی نعمتیں باہر سے ہی نظر آ رہی ہوں گی کہ لوگ اپنے پسینوں میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ ابھی حساب کتاب شروع نہ ہوا ہو گا۔ انسان کا پسینہ پہلے تو قدموں میں ہی ہو گا پھر بڑھ کر ناک تک پہنچ جائے گا بوجہ اس سختی کے اور

---

[۱] [**صحيح** : صحیح مسلم : کتاب الحیض : باب بیان صفة منی الرجل والمرأة (۳۱۵)]

[۲] [**ضعيف** : تفسیر ابن جرير الطبری (۲۰۹۷۶)] اس کی سند میں ابن ابی مریم ضعیف اور اس کا شیخ مجہول ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[۳] [**صحيح موقوفا** : تفسیر ابن جرير الطبری (۲۴۹/۱۳) بزار (۱۵٦/٦) طبرانی کبیر (۱۰۳۲۳) مجمع الزوائد (۱۱۱۰۳)]

[۴] [**ضعيف** : تفسیر ابن جرير الطبری (۲۰۹۴۷)] اس کی سند میں جابر جعفی ضعیف ہے۔]

گھبراہٹ اور خوفناک منظر کے جو اس کی نگاہوں کے سامنے ہے۔ کعب رحمہ اللہ کہتے ہیں آسمان باغات بن جائیں گے سمندر آگ ہو جائیں گے زمین بدل دی جائے گی۔ ابوداؤد کی حدیث میں ہے سمندر کا سفر صرف غازی یا حاجی یا عمرہ کرنے والے ہی کریں۔ سمندر کے نیچے آگ ہے یا آگ کے نیچے سمندر ہے۔ [1] صور کی مشہور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زمین کو بسیط کر کے عکاظی چمڑے کی طرح کھینچے گا اس میں کوئی اونچ نیچ نظر نہ آئے گی پھر ایک ہی آواز کے ساتھ تمام مخلوق اس نئی زمین پر پھیل جائے گی پھر ارشاد ہے کہ تمام مخلوق اپنی قبروں سے نکل کر اللہ تعالیٰ واحد وقہار کے سامنے روبرو ہو جائے گی وہ اللہ جو اکیلا ہے اور ہر چیز پر غالب ہے سب کی گردنیں اس کے سامنے خم ہیں اور سب اس کے تابع فرمان ہیں۔

وَ تَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿۴۹﴾ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴿۵۰﴾ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۵۱﴾

تو اس دن گنہگاروں کو دیکھے گا کہ زنجیروں میں ملے جلے ایک جگہ جکڑے ہوئے ہونگے ○ ان کے لباس گندھک کے ہونگے اور آگ ان کے چہروں پر بھی چڑھی ہوئی ہوگی ○ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کے کئے ہوئے اعمال کا بدلہ دے، بے شک اللہ تعالیٰ کو حساب لیتے کچھ دیر نہیں لگنے کی ○

نافرمانوں پر عذاب کی ایک جھلک: زمین و آسمان بدلے ہوئے ہیں، مخلوق اللہ کے سامنے کھڑی ہے، اس دن اے نبی ﷺ تم دیکھو گے کہ کفر و فساد کرنے والے گنہگار آپس میں جکڑے بندھے ہوئے ہوں گے ہر ہر قسم کے گنہگار دوسروں سے ملے جلے ہوئے ہوں گے جیسے فرمان ہے ﴿اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ﴾ [2] ظالموں کو اور ان کے جوڑ کے لوگوں کو اکٹھا کرو اور آیت میں ہے ﴿وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ﴾ [3] جب کہ نفس کے جوڑے ملا دیئے جائیں۔ اور جگہ ارشاد ہے ﴿وَاِذَا اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا﴾ [4] یعنی جب کہ جہنم کے تنگ مکان میں وہ ملے جلے ڈالے جائیں گے تو وہ موت موت پکاریں گے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے جنات کی بابت بھی ﴿مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ﴾ [5] کا لفظ ہے۔ ((اَصْفَادِ)) کہتے ہیں قید کی زنجیروں کو۔

عمرو بن کلثوم کے شعر میں مصفد زنجیروں میں جکڑے ہوئے قیدی کے معنی میں آیا ہے۔ جو کپڑے انہیں

---

[1] [ضعیف جدا: ابوداؤد: کتاب الجهاد: باب فی رکوب البحر فی الغزو (۲۴۸۹) بیهقی فی السنن الکبری (۳۳۴/۴)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابوداود، السلسلة الضعيفة (۴۷۸)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس کی سند کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [سورة الصافات: آیت ۲۲]

[3] [سورة التكوير: آیت ۷]

[4] [سورة الفرقان: آیت ۱۳]

[5] [سورة ص: آیت ۳۷، ۳۸]

پہنائے جائیں گے وہ گندھک کے ہوں گے جو اونٹوں کو لگایا جاتا ہے اسے آگ تیزی اور سرعت سے پکڑتی ہے یہ لفظ ((قَطِرَانٍ)) بھی ہے ((قَطْرَانٍ)) بھی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ پگھلے ہوئے تانبے کو قطران کہتے ہیں اس سخت گرم آگ جیسے تانبے کے ان دوزخیوں کے لباس ہوں گے۔ ان کے منہ بھی آگ میں ڈھکے ہوئے ہوں گے چہروں تک آگ چڑھی ہوئی ہوگی سر سے شعلے بلند ہو رہے ہوں گے۔ منہ بگڑ گئے ہوں گے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میری امت میں چار کام جاہلیت کے ہیں جو نہ ان سے چھوٹیں گے حسب پر فخر۔ نسب میں طعنہ زنی۔ ستاروں سے بارش کی طلبی۔ میت پر نوحہ۔ سنو نوحہ کرنے والی نے اگر اپنی موت سے پہلے توبہ نہ کر لی تو اسے قیامت کے دن گندھک کا کرتہ اور کھجلی کا دوپٹہ پہنایا جائے گا۔ مسلم میں بھی یہ حدیث ہے۔ [1] اور روایت میں ہے کہ وہ جنت دوزخ کے درمیان کھڑی کی جائے گی گندھک کا کرتہ ہوگا اور منہ پر آگ کھیل رہی ہوگی۔ [2]

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ دے گا۔ بروں کی برائیاں سامنے آ جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ بہت ہی جلد ساری مخلوق کے حساب سے فارغ ہو جائے گا۔ ممکن ہے یہ آیت بھی مثل آیت ﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ﴾ [3] کے ہو یعنی لوگوں کے حساب کا وقت قریب آ گیا لیکن پھر بھی وہ غفلت کے ساتھ منہ پھیرے ہوئے ہی ہیں۔ اور ممکن ہے کہ یہ بندے کے حساب کے وقت کا بیان ہو۔ یعنی بہت جلد حساب سے فارغ ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ تمام باتوں کا جاننے والا ہے اس پر ایک بات بھی پوشیدہ نہیں۔ جیسے ایک ویسے ہی ساری مخلوق۔ جیسے فرمان ہے ﴿مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ﴾ [4] تم سب کی پیدائش اور مرنے کے بعد کا زندہ کر دینا مجھ پر ایسا ہی ہے جیسے ایک کو مارنا اور جلانا۔ یہی معنی مجاہد رحمہ اللہ کے قول کے ہیں کہ حساب کے احاطے میں اللہ تعالیٰ بہت جلدی کرنے والا ہے۔ ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں معنی مراد ہوں یعنی وقت حساب بھی قریب اور اللہ کو حساب میں دیر بھی نہیں۔ ادھر شروع ہوا ادھر ختم ہوا۔ واللہ اعلم

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۵۲ ع

یہ قرآن تمام لوگوں کیلئے اطلاع نامہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے وہ ہوشیار کر دیے جائیں اور بخوبی معلوم کر لیں کہ اللہ ایک ہی معبود ہے اور تا کہ عقلمند لوگ سوچ سمجھ لیں ○

[1] [صحیح : صحیح مسلم : كتاب الجنائز : باب التشديد في النياحة (٩٣٤) مسند احمد (٣٤٢/٥)]

[2] [ضعیف : طبرانی کبیر (٧٨١٨/٨)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں علی بن یزید اور عبید اللہ بن زحر دونوں ضعیف ہیں۔ لیکن سابقہ حدیث اس کے لیے شاہد ہے۔]

[3] [سورة الانبياء: ١]

[4] [لقمان: ٢٨]

قرآن کا پیغام ساری دنیا کی طرف: ارشاد ہے کہ یہ قرآن دنیا کی طرف کھلا پیغام ہے جیسے اور آیت میں نبی ﷺ کی زبانی کہلوایا گیا ہے کہ ﴿لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَنۢ بَلَغَ﴾ [1] یعنی تا کہ میں اس قرآن سے تمہیں بھی ہوشیار کر دوں اور جسے یہ پہنچے یعنی کل انسان اور تمام جنات جیسے اس سورت کے شروع میں فرمایا ہے کہ اس کتاب کو ہم نے ہی تیری طرف نازل فرمایا ہے کہ تو لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لائے الخ۔ [2] اس قرآن کریم کی غرض یہ ہے کہ لوگ ہوشیار کر دیئے جائیں، ڈرائے جائیں۔

اور اس کی دلیلیں حجتیں دیکھ سن کر، پڑھ پڑھا کر تحقیق سے معلوم کر لیں کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور عقلمند لوگ نصیحت و عبرت وعظ و پند حاصل کر لیں سوچ سمجھ لیں۔

تفسیر سورۃ الحجر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الٓرٰ ۟ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ وَ قُرۡاٰنٍ مُّبِیۡنٍ ①

معبود مہربان رحم والے کے نام سے شروع

یہ ہیں کتاب الٰہی کی آیتیں اور کھلا اور روشن قرآن۔

سورتوں کے اول جو حروف مقطعہ آئے ہیں ان کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ آیت میں قرآن کی آیتوں کے واضح اور ہر شخص کی سمجھ میں آنے کے قابل ہونے کا بیان فرمایا ہے۔

الحمد للہ تیرہویں پارے کی تفسیر مکمل ہوئی۔



[1] [سورۃ الانعام: ۱۹]

[2] [سورۃ ابراهیم: آیت ۱]

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ۝٢ ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۝٣ وَمَا أَهْلَكْنَا مِن قَرْيَةٍ إِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُومٌ ۝٤ مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ ۝٥

وہ بھی وقت ہوگا کہ کافر اپنے مسلمان ہونے کی آرزو کریں گے ○ تو انہیں کھاتا نفع اٹھاتا اور امیدوں میں مشغول ہوتا چھوڑ دے ○ یہ خود بھی جان لیں گے ○ کسی بستی کو ہم نے ہلاک نہیں کیا مگر اس کیلئے مقررہ نوشتہ تھا ○ کوئی گروہ اپنی موت سے نہ آگے بڑھتا ہے نہ پیچھے رہتا ہے ○

مرنے کے بعد کفار کی ندامت: کافر اپنے کفر پر عنقریب نادم و پشیمان ہوں گے اور مسلمان بن کر زندگی گزارنے کی تمنا کریں گے۔ یہ بھی مروی ہے کہ کفار بدر جب جہنم کے سامنے پیش کئے جائیں گے آرزو کریں گے کہ کاش کہ وہ دنیا میں مومن ہوتے۔ یہ بھی ہے کہ ہر کافر اپنی موت کو دیکھ کر مسلمان ہونے کی تمنا کرتا ہے۔ اسی طرح قیامت کے دن بھی ہر کافر کی یہی تمنا ہوگی۔ جہنم کے پاس کھڑے ہو کر کہیں گے کہ کاش کہ اب ہم واپس دنیا میں بھیج دیئے جائیں تو نہ تو اللہ کی آیتوں کو جھٹلائیں نہ ترک ایمان کریں۔ [1] جہنمی لوگ اوروں کو جہنم سے نکلتے دیکھ کر بھی اپنے مسلمان ہونے کی تمنا کریں گے۔ ابن عباس اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ گنہگار مسلمانوں کو جہنم میں مشرکوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ روک لے گا تو مشرک ان مسلمانوں سے کہیں گے کہ جس اللہ کی تم دنیا میں عبادت کرتے رہے اس نے تمہیں آج کیا فائدہ دیا؟ اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش آئے گا اور ان مسلمانوں کو جہنم سے نکال لے گا اس وقت کافر تمنا کریں گے کہ کاش وہ بھی دنیا میں مسلمان ہوتے۔ ایک روایت میں ہے کہ مشرکوں کے اس طعنے پر اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ جس کے دل میں ذرے کے برابر بھی ایمان ہو اسے جہنم سے آزاد کردو الخ۔ طبرانی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ)) کے کہنے والوں میں بعض لوگ بہ سبب اپنے گناہوں کے جہنم میں جائیں گے پس لات وعزیٰ کے پجاری ان سے کہیں گے کہ تمہارے ((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ)) کہنے نے تمہیں کیا نفع دیا؟ تم تو ہمارے ساتھ ہی جہنم میں جل رہے ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش آئے گا۔ اللہ ان سب کو وہاں سے نکال لے گا۔ اور نہر حیات میں غوطہ دے کر انہیں ایسا کر دے گا جیسے چاند گہن سے نکلا ہو۔ پھر یہ سب جنت میں جائیں گے وہاں انہیں جہنمی کہا جائے گا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سن کر کسی نے کہا کیا آپ نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنا ہے؟ آپ نے فرمایا سنو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مجھ پر قصداً جھوٹ بولنے والا اپنی جگہ جہنم میں بنا لے۔ باوجود اس کے میں کہتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنی ہے۔ [2] اور روایت میں ہے کہ مشرک لوگ اہل قبلہ سے کہیں گے کہ تم تو مسلمان تھے پھر تمہیں اسلام

---

[1] [سورة الانعام: آیت ٢٧]

[2] [**ضعیف**: طبرانی اوسط (٧٢٨٩) مجمع الزوائد (١٨٥٣٣)] اس کی سند میں مجہول راوی ہے۔]

نے کیا نفع دیا۔؟ تم تو ہمارے ساتھ جہنم میں جل رہے ہو۔ وہ جواب دیں گے کہ ہاں ہمارے گناہ تھے جن کی پاداش میں ہم پکڑے گئے الخ' اس میں یہ بھی ہے کہ ان کے چھٹکارے کے وقت کفار کہیں گے کہ کاش ہم مسلمان ہوتے اور ان کی طرح جہنم سے چھٹکارا پاتے۔ پھر حضور ﷺ نے ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ﴾ پڑھ کر شروع سورت سے مسلمین تک تلاوت فرمائی۔ یہی روایت اور سند سے ہے اس میں اعوذ کے بدلے ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ کا پڑھنا ہے [1] اور روایت میں ہے کہ ان مسلمان گنہگاروں سے مشرکین کہیں گے کہ تم تو دنیا میں یہ خیال کرتے تھے کہ تم اولیاء اللہ ہو پھر ہمارے ساتھ یہاں کیسے؟ یہ سن کر اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت کی اجازت دے گا۔ پس فرشتے اور نبی اور مومن شفاعت کریں گے اور اللہ انہیں جہنم سے چھوڑتا جائے گا اس وقت مشرک لوگ کہیں گے کہ کاش وہ بھی مسلمان ہوتے تو شفاعت سے محروم نہ رہتے اور ان کے ساتھ جہنم سے چھوٹ جاتے۔ [2] یہی معنی اس آیت کے ہیں یہ لوگ جب جنت میں جائیں گے تو ان کے چہروں پر قدرے سیاہی ہوگی اس وجہ سے انہیں جہنمی کہا جاتا ہوگا۔ پھر یہ دعا کریں گے کہ اے اللہ! یہ لقب بھی ہم سے ہٹا دے پس انہیں جنت کی ایک نہر میں غسل کرنے کا حکم ہوگا اور وہ نام بھی ان سے دور کر دیا جائے گا۔ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں بعض لوگوں کو ان کے گھٹنوں تک آگ پکڑ لے گی اور بعض کو زانوں تک اور بعض کو گردن تک جیسے جس کے گناہ اور جیسے جن کے اعمال ہوں گے۔ بعض ایک مہینے کی سزا بھگت کر نکل آئیں گے سب سے لمبی سزا والا وہ ہوگا جو جہنم میں اتنی مدت رہے گا جتنی مدت دنیا کی ہے یعنی دنیا کے پہلے دن سے دنیا کے آخری دن تک۔ جب ان کے نکالنے کا ارادہ اللہ تعالیٰ کر لے گا اس وقت یہود و نصاریٰ اور دوسرے دین والے جہنمی ان اہل توحید سے کہیں گے کہ تم اللہ پر' اس کی کتابوں پر' اس کے رسولوں پر ایمان لائے تھے پھر بھی آج ہم جہنم میں یکساں ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کو سخت غصہ آئے گا کہ ان کی اور کسی بات پر اتنا غصہ نہ آیا تھا پھر ان موحدوں کو جہنم سے نکال کر جنت کی نہر کے پاس لایا جائے گا۔ یہ ہے فرمان ﴿رُبَمَا يَوَدُّ﴾ الخ' میں۔ [3] پھر بطور ڈانٹ کے فرماتا ہے کہ انہیں کھاتے پیتے اور مزے کرتے چھوڑ دے آخر تو ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ تم کھا پی لو' تمہارا مجرم ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ انہیں ان کی دور دراز کی خواہشیں توبہ کرنے سے' اللہ کی طرف جھکنے سے غافل رکھیں گی۔ عنقریب حقیقت کھل جائے گی۔

ہلاکت اتمام حجت کے بعد: ہم کسی بستی کو دلیلیں پہنچانے اور مقررہ وقت ختم ہونے سے پہلے ہلاک نہیں کرتے۔ ہاں جب وقت مقررہ آ جاتا ہے پھر تقدیم تاخیر ناممکن ہے اس میں اہل مکہ کی تنبیہ ہے کہ وہ شرک سے' الحاد سے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت سے باز آ جائیں ورنہ مستحق ہلاکت ہو جائیں گے اور اپنے وقت پر تباہ ہو جائیں گے۔

---

[1] [طبرانی کبیر کما فی المجمع (٤٨/٧) ابن ابی عاصم فی السنة (٨٤٣) مستدرك حاكم (٢٤٢/٢) بیهقی فی البعث (٧٩)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔]

[2] [**ضعیف**: طبرانی اوسط (٨١٠٦)] اس کی سند میں صالح راوی مجہول ہے۔]

[3] [**ضعیف**: ابن الجوزی فی العلل المتناهية (١٥٦٨/٢) الخطیب فی تاریخه (١٥٦/٦)]

وَقَالُوا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۝ لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ۝ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝

کہنے لگے کہ اے وہ شخص جس پر قرآن اتارا گیا ہے یقیناً تو تو کوئی دیوانہ ہے ○ اگر تو ایسا ہی ہے تو ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں لاتا؟ ○ ہم فرشتوں کو حق کے ساتھ ہی اتارتے ہیں اور اس وقت وہ مہلت دیئے گئے نہیں ہوسکتے ○ ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں ○

کفار کی سرکشی: کافروں کا کفر' ان کی سرکشی تکبر اور ضد کا بیان ہو رہا ہے کہ وہ بطور مذاق اور ہنسی کے رسول اللہ ﷺ سے کہتے تھے کہ اے وہ شخص جو اس بات کا مدعی ہے کہ تجھ پر قرآن کا کلام اتر رہا ہے' ہم تو دیکھتے ہیں کہ تو سراسر پاگل ہے کہ اپنی تابعداری کی طرف ہمیں بلا رہا ہے اور ہم سے کہہ رہا ہے کہ ہم اپنے باپ دادوں کے دین کو چھوڑ دیں۔ اگر سچا ہے تو ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں لاتا جو تیری سچائی ہم سے بیان کریں۔ فرعون نے بھی یہی کہا تھا کہ ﴿فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ﴾ [1] الخ' اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے؟ اس کے ساتھ مل کر فرشتے کیوں نہیں آئے؟۔ رب کی ملاقات کے منکروں نے آواز اٹھائی کہ ہم پر فرشتے کیوں نازل نہیں کئے جاتے؟ یا یہی ہوتا کہ ہم خود اپنے پروردگار کو دیکھ لیتے دراصل یہ گھمنڈ میں آ گئے اور بہت ہی سرکش ہو گئے۔ فرشتوں کو دیکھ لینے کا دن جب آ جائے گا تو اس دن ان گنہگاروں کو کوئی خوشی نہ ہوگی۔ [2] یہاں بھی فرمان ہے کہ ہم فرشتوں کو حق کے ساتھ ہی اتارتے ہیں یعنی رسالت یا عذاب کے ساتھ۔ اس وقت پھر کافروں کو مہلت نہیں ملے گی۔ اس ذکر یعنی قرآن کو ہم نے ہی اتارا ہے اور اس کی حفاظت کے ذمے دار بھی ہم ہی ہیں' ہمیشہ تغیر و تبدیل سے بچا رہے گا۔ بعض کہتے ہیں کہ لہ کی ضمیر کا مرجع نبی ﷺ ہیں یعنی قرآن اللہ کا ہی نازل کیا ہوا ہے اور نبی ﷺ کا حافظ وہی ہے جیسے فرمان ہے ﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ [3] تجھے لوگوں کی ایذا رسانی سے اللہ محفوظ رکھے گا۔ لیکن پہلا معنی اولیٰ ہے اور عبادت کی ظاہر روانی بھی اسی کو ترجیح دیتی ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ۝

ہم نے اگلی امتوں میں بھی اپنے رسول برابر بھیجے ○ لیکن جو رسول آیا اسی کا انہوں نے مذاق اڑایا ○ گنہگاروں کے دلوں میں ہم اسی طرح یہی رچا دیا کرتے ہیں ○ وہ اس پر ایمان نہیں لاتے اور یقیناً اگلوں کا طریقہ گزرا ہوا ہے ○

اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو تسکین دیتا ہے کہ جس طرح لوگ آپ کو جھٹلا رہے ہیں اسی طرح آپ سے پہلے کے

[1] [الزخرف: ٥٣] [2] [الفرقان: ٢١، ٢٢] [3] [المائدہ: ٦٧]

نبیوں کو بھی وہ جھٹلا چکے ہیں۔ ہر امت کے رسول کی تکذیب ہوئی ہے اور اسے مذاق میں اڑایا گیا ہے۔ ضدی اور متکبر گروہ کے دلوں میں بہ سبب ان کے حد سے بڑھے ہوئے گناہوں کے تکذیب رسول سمو دی جاتی ہے یہاں مجرموں سے مراد مشرکین ہیں۔ وہ حق کو قبول کرتے ہی نہیں، نہ کریں۔ اگلوں کی عادت ان کے سامنے ہے، جس طرح وہ ہلاک اور برباد ہوئے اور ان کے انبیاء نجات پا گئے اور ایمان دار عافیت حاصل کر گئے۔ وہی نتیجہ یہ بھی یاد رکھیں۔ دنیا آخرت کی بھلائی نبی ﷺ کی متابعت میں اور دونوں جہان کی رسوائی نبی کی مخالفت میں ہے۔

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ﴿١٤﴾ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ﴿١٥﴾

اگر ہم ان پر آسمان کا دروازہ کھول بھی دیں اور یہ وہاں چڑھنے بھی لگ جائیں ○ جب بھی یہی کہیں گے کہ ہماری نظر بند کر دی گئی ہے بلکہ ہم لوگوں پر جادو کر دیا ہے ○

ان کی سرکشی، ضد، ہٹ دھرمی، خود بینی، اور باطل پرستی کی تو یہ کیفیت ہے کہ بالفرض اگر ان کیلئے آسمان کا دروازہ کھول دیا جائے اور انہیں وہاں چڑھا دیا جائے تو بھی یہ حق کو حق کہہ کر نہ دیں گے بلکہ اس وقت بھی ہانک لگائیں گے کہ ہماری نظر بندی کر دی گئی ہے، آنکھیں بہکا دی گئی ہیں، جادو کر دیا گیا ہے، نگاہ چھین لی گئی ہے، دھوکہ ہو رہا ہے، بیوقوف بنایا جا رہا ہے۔

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿١٦﴾ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿١٧﴾ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٨﴾ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ﴿١٩﴾ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ﴿٢٠﴾

یقیناً ہم نے آسمان میں برج بنائے ہیں اور دیکھنے والوں کیلئے اسے زینت والا کیا ہے ○ اور اسے ہر مردود شیطان سے محفوظ رکھا ہے ○ ہاں جو سننے کو چرانا چاہے اس کے پیچھے کھلا شعلہ لگتا ہے ○ اور زمین کو ہم نے پھیلا دیا ہے اور اس پر پہاڑ لا رکھے ہیں اور اس میں ہم نے ہر چیز باندازہ اگا دی ہے ○ اور اسی میں ہم نے تمہاری روزیاں بنا دی ہیں اور جنہیں تم روزی دینے والے نہیں ہو ○

تاروں کے ذریعے شیاطین کو مار: اس بلند آسمان کا جو ٹھہرے رہنے والے اور چلنے پھرنے والے ستاروں سے زینت دار ہے، پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے۔ جو بھی اسے غور و فکر سے دیکھے وہ عجائبات قدرت اور نشانات عبرت اپنے لئے بہت سے پا سکتا ہے۔ بروج سے مراد یہاں ستارے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿تَبَارَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا﴾ [1] الخ، بعض کا قول ہے کہ مراد سورج چاند کی منزلیں ہیں۔ عطیہ کہتے ہیں وہ

[1] [سورة الفرقان: آيت ٦١]

جگہیں جہاں چوکی پہرے ہیں۔اور جہاں سے سرکش شیطانوں پر مار پڑتی ہے کہ وہ بلند و بالا فرشتوں کی گفتگو نہ سن سکیں۔جو آگے بڑھتا ہے' شعلہ اس کے جلانے کو لپکتا ہے۔کبھی تو نیچے والے کے کان میں بات ڈالنے سے پہلے ہی اس کا کام ختم ہو جاتا ہے' کبھی اس کے برخلاف بھی ہوتا ہے جیسے کہ صحیح بخاری شریف کی حدیث میں صراحتاً مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی امر کی بابت فیصلہ کرتا ہے تو فرشتے عاجزی کے ساتھ اپنے پر جھکا لیتے ہیں جیسے زنجیر پتھر پر۔پھر جب ان کے دل مطمئن ہو جاتے ہیں تو دریافت کرتے ہیں کہ تمہارے رب کا کیا ارشاد ہوا؟ ۔وہ کہتے ہیں جو بھی فرمایا حق ہے اور وہی بلند و بالا اور بہت بڑا ہے۔فرشتوں کی باتوں کو چوری چوری سننے کیلئے جنات اوپر کی طرف چڑھتے ہیں اور اس طرح ایک پر ایک ہوتا ہے۔راوی حدیث حضرت سفیان نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے اس طرح بتایا کہ داہنے ہاتھ کی انگلیاں کشادہ کر کے ایک کو ایک پر رکھ لی۔شعلہ اس سننے والے کا کام کبھی تو اس سے پہلے ہی ختم کر دیتا ہے کہ وہ اپنے ساتھ کے کان میں کہہ دے۔اسی وقت وہ جل جاتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ اسے اور وہ اپنے سے نیچے والے کو اور اسی طرح مسلسل پہنچا دے اور وہ بات زمین تک آ جائے اور جادوگر یا کاہن کے کان اس سے آشنا ہو جائیں پھر تو وہ اس کے ساتھ سو جھوٹ ملا کر پھیلا دیتے ہیں۔جب اس کی وہ ایک بات جو آسمان سے اسے اتفاقاً پہنچ گئی تھی صحیح نکلتی ہے تو لوگوں میں اس کی دانشمندی کے چرچے ہونے لگتے ہیں کہ دیکھو فلاں نے فلاں دن یہ کہا تھا بالکل سچ نکلا۔ (1) پھر اللہ تعالیٰ زمین کا ذکر فرماتا ہے کہ اسی نے اسے پیدا کیا' پھیلایا' اس میں پہاڑ بنائے' جنگل اور میدان قائم کئے' کھیت اور باغات اور تمام چیزیں اندازے' مناسبت اور موزونیت کے ساتھ ہر ایک موسم' ہر ایک زمین' ہر ایک ملک کے لحاظ سے بالکل ٹھیک پیدا کیں جو بازار کی زینت اور لوگوں کیلئے خوشگوار ہیں۔زمین میں قسم قسم کی مشیت اس نے پیدا کر دی اور انہیں بھی پیدا کیا جن کے روزی رساں تم نہیں ہو۔یعنی چوپائے اور جانور' لونڈی غلام وغیرہ۔پس قسم قسم کی چیزیں' قسم قسم کے اسباب' قسم قسم کی راحت' ہر طرح کے آرام اس نے تمہارے لئے مہیا کر دیئے۔کمائی کے طریقے تمہیں سکھائے جانوروں کو تمہارے زیر دست کر دیا تاکہ کھاؤ بھی' سواریاں بھی کرو' لونڈی غلام دیئے کہ راحت و آرام حاصل کرو۔ان کی روزیاں بھی کچھ تمہارے ذمہ نہیں بلکہ ان کا رزاق بھی اللہ ہے۔نفع تم اٹھاؤ روزی وہ پہنچائے۔فسبحانہ اعظم شانہ۔

وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ ۡ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿٢١﴾ وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ﴿٢٢﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ﴿٢٤﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٥﴾ ع ٢

(1) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب حتی اذا فزع عن قلوبهم قالو (٤٨٠٠) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة سبا (٣٢٢٣) ابن ماجه : مقدمه : باب فیما انكرت الجهمية (١٩٤) ابوداؤد : کتاب الحروف والقراء ات (٣٩٨٩)]

جتنی بھی چیزیں ہیں سب کے خزانے ہمارے پاس ہیں، ہم ہر چیز کو اس کے مقررہ انداز سے اتارتے ہیں ○ ہم بوجھل کرنے والی ہوائیں چلا کر پھر آسمان سے پانی برسا کر تمہیں وہ پلاتے ہیں، تم کچھ اس کے ذخیرہ کرنے والے نہیں ہو ○ ہم ہی جلاتے اور مارتے ہیں اور ہم ہی بالآخر وارث ہیں۔ تم میں سے آگے بڑھنے والے اور پیچھے ہٹنے والے بھی ہمارے علم میں ہیں ○ تیرا رب سب لوگوں کو جمع کرے گا، یقیناً وہ بڑی حکمتوں والا بڑے علم والا ہے ○

اللہ کے پاس ہر چیز کے خزانے: تمام چیزوں کا تنہا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ہر کام اس پر آسان ہے۔ ہر قسم کی چیزوں کے خزانے اس کے پاس موجود ہیں۔ جتنا، جب اور جہاں چاہتا ہے، نازل فرماتا ہے۔ اپنی حکمتوں کا عالم وہی ہے۔ بندوں کی مصلحتوں سے بھی واقف وہی ہے۔ یہ محض اس کی مہربانی ہے ورنہ کون ہے جو اس پر جبر کر سکے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہر سال بارش برابر ہی برستی ہے۔ ہاں تقسیم اللہ کے ہاتھ ہے، پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ حکم بن عیینہ سے بھی یہی قول مروی ہے، کہتے ہیں کہ بارش کے ساتھ اس قدر فرشتے اترتے ہیں، جن کی گنتی کل انسانوں اور جنات سے زیادہ ہوتی ہے، ایک ایک قطرے کا خیال رکھتے ہیں کہ وہ کہاں برسا اور اس سے کیا اگا؟۔ بزار میں ہے کہ اللہ کے پاس کے خزانے کیا ہیں؟ صرف کلام ہے جب کہا ہو جا ہو گیا۔ [1] اس کا ایک راوی قوی نہیں۔ ہوا چلا کر ہم بادلوں کو پانی سے بوجھل کر دیتے ہیں، اس میں سے پانی برسنے لگتا ہے، یہی ہوائیں چل کر درختوں کو باردار کر دیتی ہیں کہ پتے اور کونپلیں پھوٹنے لگتی ہیں، اس وصف کو بھی خیال میں رکھئے کہ یہاں جمع کا صیغہ لائے ہیں اور ریح عقیمہ میں وصف وحدت کے ساتھ کیا ہے تا کہ کثرت سے نتیجہ برآمد ہو۔ بارداری کم از کم دو چیزوں کے بغیر ناممکن ہے۔ ہوا چلتی ہے وہ آسمان سے پانی اٹھاتی ہے اور بادلوں کو پر کر دیتی ہے۔ ایک ہوا ہوتی ہے جو زمین میں پیداوار کی قوت پیدا کرتی ہے، ایک ہوا ہوتی ہے جو بادلوں کو ادھر ادھر سے اٹھاتی ہے، ایک ہوا ہوتی ہے جو انہیں جمع کر کے تہہ بہ تہہ کر دیتی ہے، ایک ہوا ہوتی ہے جو انہیں پانی سے بوجھل کر دیتی ہے، ایک ہوا ہوتی ہے جو درختوں کو پھل دار ہونے کے قابل کر دیتی ہے۔ ابن جریر میں بہ سند ضعیف ایک حدیث مروی ہے کہ جنوبی ہوا جنتی ہے اس میں لوگوں کے منافع ہیں اور اسی کا ذکر کتاب اللہ میں ہے۔ [2] مسند حمیدی کی حدیث میں ہے کہ ہواؤں کے سات سال بعد اللہ تعالیٰ نے جنت میں ایک ہوا پیدا کی ہے جو ایک دروازے سے رکی ہوئی ہے۔ اسی بند دروازے سے تمہیں ہوا پہنچتی ہے، اگر وہ کھل جائے تو زمین و آسمان کی تمام چیزیں ہوا سے الٹ پلٹ ہو جائیں۔ اللہ کے ہاں اس کا نام اذیب ہے، تم اسے جنوبی ہوا کہتے ہو۔ [3] پھر فرماتا ہے کہ اس کے بعد ہم تم پر میٹھا پانی برساتے ہیں کہ تم پیو اور کام میں لاؤ۔ اگر ہم چاہیں تو اسے کڑوا اور کھاری کر دیں۔ جیسے سورۂ واقعہ میں فرمان ہے کہ جس میٹھے پانی کو تم پیا کرتے ہو اسے بادل سے برسانے والے بھی کیا تم ہی ہو؟ یا ہم ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے کڑوا کر دیں تعجب ہے کہ تم ہماری شکر

---

[1] [ضعیف جدا: اس کی سند میں اغلب بن تمیم راوی ضعیف ہے۔ [دیکھئے: المیزان (۱۰۲۱)]

[2] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۲۱۱۰۹)] اس کی سند میں یزید اور عبس دو راوی ضعیف ہیں۔]

[3] [ضعیف: مسند بزار (۲۰۸۸)] اس کی سند میں یزید بن عیاض کذاب ہے۔]

گزاری نہیں کرتے ؟[1] اور آیت میں ہے اسی اللہ نے تمہارے لئے آسمان سے پانی اتارا۔ [2] الخ تم اس کے خازن یعنی مانع اور حافظ نہیں ہو۔ ہم ہی برساتے ہیں ہم ہی جہاں چاہتے ہیں' پہنچاتے ہیں' جہاں چاہتے ہیں' محفوظ کر دیتے ہیں۔ اگر ہم چاہیں زمین میں دھنسا دیں۔ یہ صرف ہماری رحمت ہے کہ اسے برسایا' بچایا' میٹھا کیا' ستھرا کیا تا کہ تم پیؤ' اپنے جانوروں کو پلاؤ۔ اپنی کھیتیاں اور باغات بساؤ' اپنی ضرورتیں پوری کرو۔

ہم مخلوق کی ابتدا اور پھر اس کے اعادہ پر قادر ہیں۔ سب کو عدم سے وجود میں لائے۔ سب کو پھر معدوم ہم کریں گے۔ پھر قیامت کے دن سب کو اٹھا بٹھائیں گے۔ زمین کے اور زمین کے وارث ہم ہی ہیں۔ سب کے سب ہماری طرف لوٹائے جائیں گے۔ ہمارے علم کی انتہا نہیں۔ اول آخر سب ہمارے علم میں ہے۔ پس آگے والوں سے مراد تو اس زمانے سے پہلے کے لوگ ہیں حضرت آدم علیہ السلام تک کے۔ اور پچھلوں سے مراد اس زمانے کے اور آئندہ زمانے کے لوگ ہیں۔ مروان بن حکم سے مروی ہے کہ بعض لوگ بوجہ عورتوں کے پچھلی صفوں میں رہا کرتے تھے پس یہ آیت اتری۔ اس بارے میں ایک بہت ہی غریب حدیث بھی وارد ہوئی ہے۔ ابن جریر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک بہت ہی خوش شکل عورت نماز میں آیا کرتی تھی تو بعض مسلمان اس خیال سے کہ اس پر نگاہ نہ پڑے آگے بڑھ جاتے تھے اور بعض ان کے خلاف اور پیچھے ہٹ آتے تھے اور سجدے کی حالت میں اپنے ہاتھوں تلے سے دیکھتے تھے پس یہ آیت اتری [3] لیکن اس روایت میں سخت نکارت ہے۔ عبدالرزاق میں ابوالجوزاء کا قول اس آیت کے بارے میں مروی ہے کہ نماز کی صفوں میں آگے بڑھنے والے اور پیچھے ہٹنے والے۔ یہ صرف ان کا قول ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اس میں ذکر نہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہی یہی زیادہ مشابہ ہے۔ واللہ اعلم۔ محمد بن کعب کے سامنے عون بن عبداللہ جب یہ کہتے ہیں تو آپ فرماتے ہیں یہ مطلب نہیں بلکہ اگلوں سے مراد وہ ہیں جو مر چکے اور پچھلوں سے مراد پیدا شدہ اور پیدا ہونے والے ہیں۔ تیرا رب سب کو جمع کرے گا وہ حکمت والا ہے۔ یہ سن کر حضرت عون رحمہ اللہ نے فرمایا اللہ آپ کو توفیق اور جزائے خیر دے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿٢٦﴾ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿٢٧﴾

یقیناً ہم نے انسان کو خشک مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی تھی پیدا فرمایا ہے ○ اور اس سے پہلے جنات کو ہم نے لو والی آگ سے پیدا کیا ○

انسانی کی پیدائش مٹی سے اور جنات کی آگ سے: ((صَلْصَال)) سے مراد خشک مٹی ہے۔ اسی جیسی آیت

---

[1] [سورۃ الواقعہ : آیت ٦٨، ٧٠] [2] [سورۃ النحل: آیت ١٠]

[3] [صحیح : ابن ماجہ : کتاب اقامۃ الصلاۃ : باب الخشوع فی الصلاۃ (١٠٤٦) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورۃ الحجر (٣١٢٢) نسائی: کتاب الامامۃ : باب المنفرد خلف الصف (٨٦٩) مستدرک حاکم (٣٥٣/٢)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی ، السلسلۃ الصحیحۃ (٢٤٧٢)]

﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ﴾ [1] ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ بودار مٹی کو حما کہتے ہیں۔ چکنی مٹی کو مسنون کہتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں ترمٹی۔ اوروں سے مروی ہے بودار مٹی اور گوندھی ہوئی مٹی۔ انسان سے پہلے ہم نے جنات کو جلا دینے والی آگ سے بنایا ہے۔ سموم کہتے ہیں آگ کی گرمی کو اور حرور کہتے ہیں دن کی گرمی کو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس گرمی کی لوئیں اس گرمی کا سترھواں حصہ ہیں۔ جس سے جن پیدا کئے گئے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جن آگ کے شعلے سے بنائے گئے ہیں یعنی آگ سے بہت بہتر۔ عمرو کہتے ہیں سورج کی آگ سے۔ صحیح میں وارد ہے کہ فرشتے نور سے پیدا کئے گئے اور جن شعلے والی آگ سے اور آدم علیہ السلام اس سے جو تمہارے سامنے بیان کر دیا گیا ہے۔ [2] اس آیت سے مراد حضرات آدم علیہ السلام کی فضیلت وشرافت اوران کے عنصر کی پاکیزگی اور طہارت کا بیان ہے۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝٢٨ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ۝٢٩ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝٣٠ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ۝٣١ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ۝٣٢ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝٣٣

جب کہ تیرے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں ایک انسان کو خمیر کی ہوئی کھنکھناتی ہوئی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں ○ تو جب کہ میں اسے پورا بنالوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کیلئے سجدے میں گر پڑنا ○ چنانچہ تمام فرشتوں نے سب کے سب نے سجدہ کرلیا ○ مگر ابلیس، کہ اس نے سجدہ کرنے والوں میں شمولیت کرنے سے صاف انکار کر دیا ○ فرمایا اے ابلیس تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا؟ ○ وہ بولا کہ میں ایسا نہیں کہ اس انسان کو سجدہ کروں جسے تو نے کالی اور سڑی ہوئی کھنکھناتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا ہے ○

ابلیس کا سجدے سے انکار: اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے ان کی پیدائش کا ذکر اس نے فرشتوں میں کیا اور پیدائش کے بعد سجدہ کرایا۔ اس حکم کو تو سب نے مان لیا لیکن ابلیس لعین نے انکار کر دیا اور کفر وحسد، انکار وتکبر، فخر وغرور کیا۔ صاف کہا کہ میں آگ کا بنایا ہوا یہ خاک کا بنایا ہوا۔ میں جو اس سے بہتر ہوں [3] اس کے سامنے کیوں جھکوں؟ اگرچہ تو نے اسے مجھ پر بزرگی دی لیکن میں انہیں گمراہ کر کے چھوڑوں گا۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے یہاں پر ایک عجیب وغریب اثر وارد کیا ہے۔ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ

---

[1] [سورۃ الرحمن: آیت ١٤،١٥]

[2] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الزهد: باب فی احادیث المتفرقة (٢٩٩٦) مسند احمد (١٥٣/٦)]

[3] [سورۃ الاعراف: آیت ١٢]

نے فرشتوں کو پیدا کیا ان سے فرمایا کہ میں مٹی سے انسان بنانے والا ہوں' تم اسے سجدہ کرنا انہوں نے کہا' ہم ایسا نہ کریں گے۔ چنانچہ اسی وقت ان کو آگ نے جلا دیا۔ پھر اور فرشتے پیدا کئے گئے' ان سے بھی یہی کہا گیا انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے سنا اور تسلیم کیا۔ مگر ابلیس جو پہلے کے منکروں میں سے تھا۔ اپنے انکار پر جما رہا' لیکن اس کا ثبوت ان سے نہیں۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسرائیلی روایت ہے۔ واللہ اعلم۔

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ﴿٣٤﴾ وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ ﴿٣٥﴾ قَالَ رَبِّ فَأَنظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿٣٦﴾ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ ﴿٣٧﴾ إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴿٣٨﴾

فرمایا اب تو بہشت سے نکل جا کیونکہ تو راندہ درگاہ ہے ○ اور تجھ پر میری پھٹکار ہے قیامت کے دن تک ○ کہنے لگا کہ اے میرے رب مجھے اس دن تک کی ڈھیل دے کہ لوگ دوبارہ اٹھا کھڑے کئے جاویں ○ فرمایا کہ اچھا تو ان میں سے ہے جنہیں مہلت ملی ہے ○ روز مقرر کے وقت تک کی ○

ابلیس پر ابدی لعنت: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم کا ارادہ کیا جو نہ ٹلے' نہ ٹالا جاسکے کہ تو اس بہترین اور اعلیٰ جماعت سے دور ہو جا تو پھٹکارا ہوا ہے۔ قیامت تک تجھ پر ابدی اور دوامی لعنت برسا کرے گی۔ کہتے ہیں کہ اسی وقت اس کی صورت بدل گئی اور اس نے نوحہ خوانی شروع کی' دنیا میں تمام نوحے اسی ابتدا سے ہیں۔ مردود و مطرود ہو کر پھر آتش حسد سے جلتا ہوا آرزو کرتا ہے کہ قیامت تک کی اسے ڈھیل دی جائے اسی کو یوم البعث کہا گیا ہے۔ پس اسکی یہ درخواست منظور کی گئی اور مہلت مل گئی۔

قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٣٩﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ﴿٤٠﴾ قَالَ هَٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ ﴿٤١﴾ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ ﴿٤٢﴾ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٤٣﴾ لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِّكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ ﴿٤٤﴾

کہنے لگا کہ اے میرے رب چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے مجھے بھی قسم ہے کہ میں بھی زمین میں ان کے لئے مزین کروں گا اور ان سب کو بھی بہکاؤں گا۔ بجز تیرے ان بندوں کے جو منتخب کر لئے گئے ہیں ○ ارشاد ہوا کہ ہاں یہی مجھ تک پہنچنے کی سیدھی راہ ہے ○ میرے بندوں پر تجھے کوئی غلبہ نہیں لیکن ہاں جو گمراہ لوگ تیری پیروی کریں ○ یقیناً ان سب کے وعدے کی جگہ جہنم ہے ○ جس کے سات دروازے ہیں' ہر دروازے کے لئے ان کا ایک حصہ بٹا ہوا ہے ○

ابلیس کی انسانیت کو گمراہی کرنے کی قسمیں: ابلیس کی سرکشی بیان ہو رہی ہے کہ اس نے اللہ کے گمراہ کرنے کی قسم کھا کر کہا۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس نے کہا کہ چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں بھی اولاد آدم کیلئے زمین میں تیری

نافرمانیوں کوخوب زینت دار کر کے دکھاؤں گا۔ اور انہیں رغبت دلا دلا کر نافرمانیوں میں مبتلا کروں گا' جہاں تک ہوسکے گا کوشش کروں گا کہ سب کو ہی بہکا دوں۔ لیکن ہاں تیرے خالص بندے میرے ہاتھ نہیں آ سکتے۔ ایک اور آیت میں بھی ہے کہ گو تو نے اسے مجھ پر برتری دی ہے لیکن اب میں بھی اس کی اولاد کے پیچھے پڑ جاؤں گا' چاہے کچھ تھوڑے سے چھوٹ جائیں گے باقی سب کو ہی لے ڈوبوں گا۔ (۱) اس پر جواب ملا کہ سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے۔ اعمال کا بدلہ میں ضرور دوں گا کہ نیک کو نیک بد کو بد جیسے فرمان ہے کہ تیرا رب تاک میں ہے۔ (۲) غرض لوٹنا اور لوٹنے کا راستہ اللہ ہی کی طرف ہے۔ علیؔ کی ایک قراءت علیٌّ بھی ہے۔ جیسے آیت ﴿وَاِنَّهٗ فِیْۤ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَیْنَا لَعَلِیٌّ حَكِیْمٌ﴾ (۳) میں ہے یعنی بلند لیکن پہلی قراءت مشہور ہے۔ جن بندوں کو میں نے ہدایت پر لگا دیا ہے ان پر تیرا کوئی زور نہیں ہاں تیرا زور تیرے تابعداروں پر ہے۔ یہ استثناء منقطع ہے۔ ابن جریر میں ہے کہ بستیوں سے باہر نبیوں کی مسجدیں ہوتی تھیں۔ جب وہ اپنے رب سے کوئی خاص بات معلوم کرنا چاہتے تو وہاں جا کر جو نماز مقدر میں ہوتی ادا کر کے سوال کرتے۔ ایک دن ایک نبی کے اور اس کے قبلہ کے درمیان شیطان بیٹھ گیا۔ اس نبی نے تین بار کہا ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ﴾ شیطان نے کہا اے اللہ کے نبی آخر آپ میرے داؤ سے کیسے بچ جاتے ہیں؟ نبی نے کہا تو بتا کہ تو بنی آدم پر کس داؤ سے غالب آ جاتا ہے؟ آخر معاہدہ ہوا کہ ہر ایک صحیح چیز دوسرے کو بتا دے تو نبی اللہ نے کہا سن اللہ کا فرمان ہے کہ میرے خاص بندوں پر تیرا کوئی اثر نہیں۔ صرف ان پر جو خود گمراہ ہوں اور تیری ماتحتی کریں۔ اس اللہ کے دشمن نے کہا یہ آپ نے کیا کہا اسے تو میں آپ کی پیدائش سے پہلے سے جانتا ہوں' نبی نے کہا اور سن اللہ کا فرمان ہے کہ جب شیطانی حرکت ہو تو اللہ سے پناہ طلب کر' وہ سننے جاننے والا ہے۔ واللہ! تیری آہٹ پاتے ہی میں اللہ سے پناہ چاہ لیتا ہوں۔ اس نے کہا سچ ہے اس سے آپ میرے پھندے میں نہیں پھنستے۔ نبی اللہ نے فرمایا اب تو بتا کہ تو ابن آدم پر کیسے غالب آ جاتا ہے؟ اس نے کہا میں غصے اور خواہش کے وقت دبوچ لیتا ہوں۔ پھر فرماتا ہے کہ جو کوئی بھی ابلیس کی پیروی کرے' وہ جہنمی ہے۔ یہی فرمان قرآن سے کفر کرنے والوں کی نسبت ہے۔

پھر ارشاد ہوا کہ جہنم کے کئی ایک دروازے ہیں ہر دروازے سے جانے والا ابلیسی گروہ مقرر ہے۔ اپنے اپنے اعمال کے مطابق ان کیلئے دروازے تقسیم شدہ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبے میں فرمایا جہنم کے دروازے اس طرح ہیں یعنی ایک پر ایک اور وہ سات ہیں ایک کے بعد ایک کر کے ساتوں دروازے پر ہو جائیں گے۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سات طبقے ہیں۔ ابن جریج سات دروازوں کے ہی نام بتلاتے ہیں۔ جہنم۔ لظی۔ حطمہ۔ سعیر۔ سقر۔ جحیم۔ ھاویہ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ باعتبار اعمال ان کی منزلیں ہیں۔ ضحاک کہتے ہیں مثلاً ایک دروازہ یہود کا' ایک نصاریٰ کا' ایک صابیوں کا' ایک مجوسیوں کا' ایک

---

(۱) [سورۃ الاسراء: آیت ٦٢]

(۲) [سورۃ الفجر: آیت ١٤]

(۳) [سورۃ الزخرف: آیت ٤]

مشرکوں کافروں کا' ایک منافقوں کا' ایک اہل توحید کا' لیکن توحید والوں کو چھٹکارے کی امید ہے باقی سب ناامید ہو گئے ہیں۔ ترمذی میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جہنم کے سات دروازے ہیں۔ جن میں سے ایک ان کیلئے ہے جو میری امت پر تلوار اٹھائے۔ [1] ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضور ﷺ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ بعض دوزخیوں کے ٹخنوں تک آگ ہوگی۔ بعض کی کمر تک۔ غرض گناہوں کی مقدار کے حساب سے۔ [2]

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿٤٥﴾ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ﴿٤٦﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿٤٧﴾ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴿٤٨﴾ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿٤٩﴾ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ﴿٥٠﴾

پرہیزگار لوگ جنتی باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ سلامتی اور امن کے ساتھ یہاں آ جاؤ○ ان کے دلوں میں جو کچھ رنجش وکینہ تھا ہم سب کچھ نکال دیں گے بھائی بھائی بنے ہوئے ایک دوسرے کے آمنے سامنے شاہی تختوں پر بیٹھے ہوں گے○ نہ تو وہاں انہیں کوئی تکلیف چھو سکتی ہے اور نہ وہ وہاں سے کبھی نکال دیئے جائیں گے۔ میرے بندوں کو خبر کر دے کہ میں بہت ہی بخشنے والا اور بڑا ہی مہربان ہوں○ اور ساتھ ہی میرے عذاب بھی نہایت دردناک ہیں○

جنتی باغوں اور چشموں میں: دوزخیوں کا ذکر کر کے اب جنتیوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ وہ باغات' نہروں اور چشموں میں ہوں گے۔ ان کو بشارت سنائی جائے گی کہ اب تم ہر آفت سے بچ گئے ہر ڈر خوف اور گھبراہٹ سے مطمئن ہو گئے' نہ نعمتوں کے زوال کا ڈر' نہ یہاں سے نکالے جانے کا خطرہ نہ فنا نہ کمی۔ اہل جنت کے دلوں میں گو دنیوی رنجشیں باقی رہ گئی ہوں مگر جنت میں جاتے ہی ایک دوسرے سے مل کر گلے شکوے ختم ہو جائیں گے۔ حضرت ابو امامہ فرماتے ہیں جنت میں داخل ہونے سے پہلے ہی سینے بے کینہ ہو جائیں گے۔ چنانچہ مرفوع حدیث میں بھی ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مومن جہنم سے نجات پا کر جنت دوزخ کے درمیان کے پل پر روک لئے جائیں گے جو ناچاقیاں اور ظلم آپس میں تھے' ان کا ادلہ بدلہ ہو جائے گا اور پاک دل اور صاف سینہ ہو کر جنت میں جائیں گے۔ [3] اشتر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آنے کی اجازت مانگی' اس وقت آپ کے پاس حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے بیٹھے تھے تو آپ نے کچھ دیر کے بعد اسے اندر بلایا اس نے کہا شاید ان کی وجہ سے مجھے آپ نے دیر سے اجازت دی۔ آپ نے فرمایا سچ ہے۔ کہا پھر تو اگر آپ کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہوں تو

---

[1] [ضعیف: ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة الحجر (٣١٢٣) مسند احمد (٩٤/٢)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی، المشکاة (٣٥٣٠)]

[2] [اسنادہ ضعیف وھو حدیث صحیح: شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے مگر یہ حدیث صحیح ہے، دیکھئے: صحیح مسلم: کتاب الجنة: باب جهنم اعازنا الله منها (٢٨٤٥) مسند احمد (١٠/٥)]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الرقاق: باب القصاص یوم القیامة (٦٥٣٥) مسند احمد (١٣/٣)]

بھی آپ مجھے اسی طرح روک دیں گے؟ آپ نے فرمایا بیشک مجھے تو اللہ سے امید ہے کہ میں اور عثمان رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے ہوں گے، جن کی شان میں یہ ہے کہ ان کے دلوں میں جو کچھ خفگی تھی ہم نے دور کر دی، بھائی بھائی ہو کر آمنے سامنے تخت شاہی پر جلوہ فرما ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ عمران بن طلحہ اصحاب جمل سے فارغ ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے آپ نے انہیں مرحبا کہا اور فرمایا کہ میں امید رکھتا ہوں کہ میں اور تمہارے والد ان میں سے ہیں جن کے دلوں کے غصے اللہ دور کر کے بھائی بھائی بنا کر جنت کے تختوں پر آمنے سامنے بٹھائے گا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ یہ سن کر فرش کے کونے پر بیٹھے ہوئے دو شخصوں نے کہا، اللہ کا عدل اس سے بہت بڑھا ہوا ہے کہ جنہیں آپ قتل کریں ان کے بھائی بن جائیں؟ آپ نے غصے سے فرمایا اگر اس آیت سے مراد میرے اور طلحہ جیسے لوگ نہیں تو اور کون ہوں گے؟ اور روایت میں ہے کہ قبیلہ ہمدان کے ایک شخص نے یہ کہا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے دھمکی اور بلند آواز سے یہ جواب دیا تھا کہ محل ہل گیا۔ اور روایت میں ہے کہ کہنے والے کا نام حارث اعور تھا اور اس کی اس بات پر آپ نے غصے ہو کر جو چیز آپ کے ہاتھ میں تھی وہ اس کے سر پر مار کر یہ فرمایا تھا۔ ابن جرموز جو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا قاتل تھا جب دربار علی رضی اللہ عنہ میں آیا تو آپ نے اسے بڑی دیر بعد داخلے کی اجازت دی۔ اس نے آ کر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو بلوائی کہہ کر برائی سے یاد کیا تو آپ نے فرمایا تیرے منہ میں مٹی۔ میں اور طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم تو ان شاء اللہ ان لوگوں میں ہیں جن کی بابت اللہ کا یہ فرمان ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ ہم بدریوں کی بابت یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ کثیر کہتے ہیں میں ابو جعفر محمد بن علی کے پاس گیا اور کہا کہ میرے دوست آپ کے دوست ہیں اور مجھ سے مصالحت رکھنے والے آپ سے مصالحت رکھنے والے ہیں۔ میرے دشمن آپ کے دشمن ہیں اور مجھ سے لڑائی رکھنے والے آپ سے لڑائی رکھنے والے ہیں۔ واللہ! میں ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے بری ہوں۔ اس وقت حضرت ابو جعفر نے فرمایا اگر میں ایسا کروں تو یقیناً مجھ سے بڑھ کر گمراہ کوئی نہیں۔ ناممکن کہ میں اس وقت ہدایت پر قائم رہ سکوں۔ ان دونوں بزرگوں یعنی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے تو اے کثیر محبت رکھ، اگر تجھے کچھ گناہ ہو تو میری گردن پر۔ پھر آپ نے اسی آیت کے آخری حصہ کی تلاوت فرمائی۔ اور فرمایا کہ یہ ان دس شخصوں کے بارے میں ہے ابو بکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، سعید بن جبیر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم یہ آمنے سامنے ہوں گے تاکہ کسی کی طرف کسی کی پیٹھ نہ رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک مجمع میں آ کر اسے تلاوت فرما کر فرمایا یہ ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے۔ وہاں انہیں کوئی مشقت، تکلیف اور ایذا نہ ہوگی۔ [1] بخاری و مسلم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے اللہ کا حکم ہوا ہے کہ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت کے سونے کے محل کی خوشخبری سنا دوں جس میں نہ شور و غل ہے نہ تکلیف و مصیبت۔ [2] یہ جنتی جنت سے کبھی نکالے نہ جائیں گے حدیث میں ہے ان سے فرمایا جائے گا کہ اے جنتیو! تم

---

[1] [ضعیف: اس کی سند میں سعید بن شرحبیل راوی مجہول ہے۔]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب مناقب الانصار: باب ترویج النبی خدیجة وفضلها (٣٨٢٠) صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابة: باب من فضائل خدیجة ام المومنین (٢٤٣٢، ٢٤٣٤)]

ہمیشہ تندرست رہو گے کبھی بیمار نہ پڑو گے اور ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی نہ مرو گے اور ہمیشہ جوان رہو گے۔ کبھی بوڑھے نہ بنو گے اور ہمیشہ یہیں رہو گے کبھی نہ نکالے جاؤ گے [1] اور آیت میں ہے کہ وہ تبدیلی مکان کی خواہش ہی نہ کریں گے نہ ان کی جگہ ان سے چھٹے گی۔ [2] اے نبی ﷺ! آپ میرے بندوں سے کہہ دیجئے کہ میں ارحم الراحمین ہوں۔ اور میرے عذاب بھی نہایت سخت ہیں۔ اس جیسی آیت اور بھی گزر چکی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ مومن کو امید کے ساتھ ڈر بھی رکھنا چاہئے۔ حضور ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس آتے ہیں اور انہیں ہنستا ہوا دیکھ کر فرماتے ہیں جنت دوزخ کی یاد کرو اس وقت یہ آیتیں اتریں۔ [3]

یہ مرسل حدیث ابن ابی حاتم میں ہے۔ آپ بنو شیبہ کے دروازے سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس آ کر کہتے ہیں میں تو تمہیں ہنستے ہوئے دیکھ رہا ہوں یہ کہہ کر واپس مڑ گئے اور حطیم کے پاس سے ہی الٹے پاؤں پھر ہمارے پاس آئے اور فرمایا کہ ابھی میں جا ہی رہا تھا' جو حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ جناب باری ارشاد فرماتا ہے کہ تو میرے بندوں کو ناامید کر رہا ہے؟ انہیں میرے غفور و رحیم ہونے کی اور میرے عذابوں کے المناک ہونے کی خبر دے دے۔ [4] اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا اگر میرے بندے اللہ تعالیٰ کی معافی کو معلوم کر لیں تو حرام سے بچنا چھوڑ دیں اور اگر اللہ کے عذاب کو معلوم کر لیں تو اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالیں۔ [5]

وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ﴿٥١﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ۭ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ﴿٥٢﴾ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿٥٣﴾ قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰٓي اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ﴿٥٤﴾ قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ ﴿٥٥﴾ قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّاۗلُّوْنَ ﴿٥٦﴾

انہیں ابراہیم کے مہمانوں کا بھی حال سنا دے ○ کہ انہوں نے اس کے پاس آ کر سلام کہا تو اس نے کہا ہم کو تم سے ڈر لگتا ہے ○ انہوں نے کہا ڈر نہیں ہم تجھے ہوشیار' دانا فرزند کی بشارت دیتے ہیں ○ کہا کیا اس بڑھاپے کے دبوچ لینے کے بعد تم مجھے خوشخبری دیتے ہو؟ یہ خوشخبری تم کیسے دے رہے ہو؟ ○ انہوں نے کہا بالکل سچی' تجھے لائق نہیں کہ ناامید لوگوں میں شامل ہو جا ○ کہا اپنے رب کی رحمت سے ناامید تو صرف گمراہ اور بہکے ہوئے لوگ ہی ہوتے ہیں ○

فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس: لفظ ((ضَيْف)) واحد اور جمع دونوں پر بولا جاتا ہے۔ جیسے ((زور)) اور

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الجنة: باب فی دوام نعیم اهل الجنة (٢٨٣٧) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة الزمر (٣٢٤٦)]

[2] [سورة الکهف: آیت ١٠٨]

[3] [ضعیف: مجمع الزوائد (١١١٠٧)] اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ راوی ضعیف ہے۔]

[4] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (٢١٢١٤)] اس کی سند میں مصعب بن عبیدہ ضعیف ہے۔]

[5] [مرسل: تفسیر ابن جریر الطبری (٢١٢١٣)]

((سفر)) ۔ یہ فرشتے تھے جو بصورت انسان سلام کر کے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس آئے تھے۔ آپ نے بچھڑا کاٹ کر اس کا گوشت بھون کر ان مہمانوں کے سامنے لا رکھا۔ جب دیکھا کہ وہ ہاتھ نہیں ڈالتے تو ڈر گئے اور کہا کہ ہمیں تو تم سے ڈر لگنے لگا۔ فرشتوں نے اطمینان دلایا کہ ڈرو نہیں، پھر حضرت اسحاق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی بشارت سنائی۔ جیسے کہ سورۂ ہود میں ہے۔ تو آپ نے اپنے اور اپنی بیوی صاحبہ کے بڑھاپے کو سامنے رکھ کر اپنا تعجب دور کرنے اور وعدے کو ثابت کرنے کیلئے پوچھا کہ کیا اس حالت میں ہمارے ہاں بچہ ہوگا؟ فرشتوں نے دوبارہ زور دار الفاظ میں وعدے کو دہرایا اور ناامیدی سے دور رہنے کی تعلیم دی۔ تو آپ نے اپنے عقیدے کا اظہار کر دیا کہ میں مایوس نہیں ہوں۔ میں ایمان رکھتا ہوں کہ میرا رب اس سے بھی بڑی باتوں پر قدرت کاملہ رکھتا ہے۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ۭ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۹﴾ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۶۰﴾

پوچھا کہ اے اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتو تمہارا ایسا کیا اہم کام ہے؟○ انہوں نے کہا ہم گنہگار لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں○ مگر خاندان لوط، کہ ہم ان سب کو تو ضرور بچا لیں گے○ بجز لوط کی بیوی کے ہم نے اسے رکنے اور باقی رہ جانے والوں میں مقرر کر دیا○

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جب ڈر خوف جاتا رہا بلکہ بشارت بھی مل گئی تو اب فرشتوں سے ان کے آنے کی وجہ دریافت کی۔ انہوں نے کہا کہ ہم لوطیوں کی بستیاں الٹنے کیلئے آئے ہیں۔ مگر حضرت لوط علیہ السلام کی آل نجات پالے گی۔ ہاں اس آل میں سے ان کی بیوی نہیں بچ سکتی وہ قوم کے ساتھ رہ جائے گی اور ہلاکت میں ان کے ساتھ ہی ہلاک ہوگی۔

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ِۨ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۶۴﴾

جب بھیجے ہوئے فرشتے آل لوط کے پاس پہنچے○ تو لوط نے کہا تم لوگ تو کچھ اجنبی سے معلوم ہو رہے ہو○ انہوں نے کہا نہیں بلکہ ہم تیرے پاس وہ چیز لائے ہیں جس میں یہ لوگ شک وشبہ کر رہے تھے○ ہم تیرے پاس صریح حق لائے ہیں اور ہیں بھی بالکل سچے○

فرشتے نوجوانوں کی صورت میں لوط علیہ السلام کے پاس: یہ فرشتے نوجوان حسین لڑکوں کی شکل میں حضور لوط علیہ السلام کے پاس گئے۔ تو حضرت لوط علیہ السلام نے کہا تم بالکل ناشناس اور انجان لوگ ہو۔ تو فرشتوں نے راز کھول دیا کہ ہم اللہ کا عذاب لے کر آئے ہیں جسے آپ کی قوم نہیں مانتی تھی اور جس کے آنے میں شک شبہ کر رہی تھی۔ ہم حق بات اور قطعی حکم لے کر آئے ہیں اور فرشتے حقانیت کے ساتھ ہی نازل ہوا کرتے ہیں [1] اور ہم ہیں بھی سچے۔ جو خبر آپ کو دے رہے ہیں وہ ہو کر رہے گی آپ نجات پائیں گے اور آپ کی یہ کافر قوم ہلاک ہوگی۔

---

[1] [سورة الحجر: آيت ٨]

فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿٦٥﴾ وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ﴿٦٦﴾

اب تو اپنے خاندان سمیت اس رات کے کسی حصہ میں چل دے تو آپ ان کے پیچھے رہنا اور خبردار تم میں سے کوئی مڑ کر بھی نہ دیکھے اور جہاں کا تمہیں حکم کیا جا رہا ہے وہاں چلے جاؤ ○ اور ہم نے اس کی طرف اس بات کا فیصلہ کر دیا کہ صبح ہوتے ہوتے ان لوگوں کی جڑیں کاٹ دی جائیں گی ○

لوط علیہ السلام کو فرشتوں کی ہدایت: حضرت لوط علیہ السلام سے فرشتے کہہ رہے ہیں کہ رات کا کچھ حصہ گزرتے ہی آپ اپنے والوں کو لے کر یہاں سے چلے جائیں۔ خود آپ ان سب کے پیچھے رہیں تا کہ ان کی اچھی طرح نگرانی کر چکیں۔ یہی سنت رسول اللہ ﷺ کی تھی کہ آپ لشکر کے آخر میں چلا کرتے تھے تا کہ کمزور اور گرے پڑے لوگوں کا خیال رہے۔ پھر فرمادیا کہ جب قوم پر عذاب آئے اور ان کا شور وغل سنائی دے تو ہرگز ان کی طرف نظریں نہ اٹھانا' انہیں اسی عذاب وسزا میں چھوڑ کر تمہیں جانے کا حکم ہے' چلے جاؤ گویا ان کے ساتھ کوئی تھا جو انہیں راستہ دکھاتا جائے۔ ہم نے پہلے ہی سے لوط علیہ السلام سے فرما دیا تھا کہ صبح کے وقت یہ لوگ مٹا دیئے جائیں گے۔ جیسے دوسری آیت میں ہے کہ ان کے عذاب کا وقت صبح ہے جو بہت ہی قریب ہے۔ [1]

وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿٦٧﴾ قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿٦٨﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ﴿٦٩﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٠﴾ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿٧١﴾ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿٧٢﴾

شہری لوگ خوشیاں مناتے ہوئے آئے ○ لوط نے کہا یہ لوگ میرے مہمان ہیں تم مجھے رسوانہ کرو ○ اللہ سے ڈرو اور میری آبروریزی نہ کرو ○ وہ بولے کیا ہم نے تجھے دنیا کے اجنبی لوگوں کی حمایت سے منع نہیں کر رکھا؟ ○ لوط نے کہا اگر تمہیں کرنا ہی ہے تو یہ میری بچیاں موجود ہیں۔ تیری عمر کی قسم وہ تو اپنی بدمستی میں سرگرداں تھے ○

بدکردار قوم لوط: قوم لوط کو جب معلوم ہوا کہ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر نوجوان خوبصورت مہمان آئے ہیں تو اپنے بدارادے سے خوشیاں مناتے ہوئے چڑھ دوڑے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں سمجھانا شروع کیا کہ اللہ سے ڈرو' میرے مہمانوں میں مجھے رسوا نہ کرو۔ اس وقت حضرت لوط علیہ السلام کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ فرشتے ہیں۔ جیسے کہ سورۂ ھود میں ہے۔ یہاں گو اس کا ذکر بعد میں ہے اور فرشتوں کا ظاہر ہو جانا پہلے ذکر ہوا ہے لیکن اس سے ترتیب مقصود نہیں۔ واؤ ترتیب کیلئے ہوتا بھی نہیں اور خصوصاً ایسی جگہ جہاں اس کے خلاف دلیل موجود ہو۔ آپ ان سے کہتے ہیں کہ میری آبروریزی کے درپے نہ ہو جاؤ۔ لیکن وہ جواب دیتے ہیں کہ جب آپ کو یہ خیال تھا تو انہیں آپ نے اپنا مہمان کیوں بنایا؟ ہم تو آپ کو اس سے منع کر چکے ہیں۔ تب آپ نے انہیں مزید سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ

---

[1] [سورۃ ھود: آیت ٨١]

تمہاری عورتیں جو میری لڑکیاں ہیں، وہ خواہش پوری کرنے کی چیزیں ہیں نہ کہ یہ۔ اس کا پورا بیان نہایت وضاحت کے ساتھ ہم پہلے کر چکے ہیں اس لئے دہرانے کی ضرورت نہیں۔ چونکہ یہ بدلوگ اپنی خرمستی میں تھے اور جو قضا اور عذاب ان کے سروں پر جھوم رہا تھا اس سے غافل تھے اس لئے اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کی عمر کی قسم کھا کر ان کی یہ حالت بیان فرما رہا ہے اس میں آنحضرت ﷺ کی بہت تکریم اور تعظیم ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی جتنی مخلوق پیدا کی ہے ان میں حضور ﷺ سے زیادہ بزرگ کوئی نہیں۔ اللہ نے آپ کی حیات کے سوا کسی کی حیات کی قسم نہیں کھائی۔ ((سَكْرَة)) سے مراد ضلالت وگمراہی ہے، اسی میں وہ کھیل رہے تھے اور تردد میں تھے۔

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ﴿٧٣﴾ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً
مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿٧٤﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴿٧٥﴾ وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ﴿٧٦﴾
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٧﴾

پس سورج نکلتے نکلتے انہیں ایک بڑے زور کی آواز نے پکڑ لیا ○ بالآخر ہم نے اس شہر کو اوپر تلے کر دیا اور ان لوگوں پر کنکر والے پتھر برسائے ○ ہر ایک عبرت حاصل کرنے والے کیلئے تو اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ○ یہ بستی ایسی راہ پر ہے جو برابر چلتی رہتی ہے ○ اور اس میں ایمانداروں کے لئے بڑی نشانی ہے ○

قوم لوط کی ہلاکت: سورج نکلنے کے وقت آسمان سے ایک دل دہلانے والی اور جگر پاش پاش کر دینے والی چنگھاڑ کی آواز آئی۔ اور ساتھ ہی ان کی بستیاں اوپر کو اٹھیں آسمان کے قریب پہنچ گئیں اور وہاں سے الٹ دی گئیں اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا اوپر ہو گیا ساتھ ہی ان پر آسمان سے پتھر برسے ایسے جیسے پکی مٹی کے کنکر آلود پتھر ہوں۔ سورۂ ہود میں اس کا مفصل بیان ہو چکا ہے۔ جو بھی بصیرت و بصارت سے کام لے، دیکھے، سنے، سوچے، سمجھے اس کیلئے تو ان بستیوں کی بربادی میں بڑی بڑی نشانیاں موجود ہیں۔ ایسے پاکباز لوگ ذرا ذرا سی چیزوں سے بھی عبرت و نصیحت حاصل کرتے ہیں پند پکڑتے ہیں اور غور سے ان واقعات کو دیکھتے ہیں اور مقصد تک پہنچ جاتے ہیں۔ تأمل اور غور وخوض کر کے اپنی حالت سنوار لیتے ہیں۔ ترمذی وغیرہ میں حدیث ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مومن کی عقلمندی اور دور بینی کا لحاظ رکھو وہ اللہ کے نور کے ساتھ دیکھتا ہے۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ [1] اور حدیث میں ہے کہ وہ اللہ کے نور اور اللہ کی توفیق سے دیکھتا ہے۔ [2] اور حدیث میں ہے کہ اللہ کے

---

[1] [ضعیف: ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة الحجر (٣١٢٧) الخطیب (٢٤٢/٧) ابن جوزی فی الموضوعات (١٤٥/٤، ١٤٦) التاریخ الکبیر للبخاری (٣٥٤/١/٤) تفسیر ابن جریر الطبری (٢١٤٩) ابو نعیم فی الحلیة (٢٨١/١٠)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ھے۔ [ضعیف ترمذی، السلسلة الضعیفة (١٨٢١)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ اس کی سند میں عطیہ عوفی ضعیف ہے۔]

[2] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (٢١٢٥٥)] اس کی سند میں سلیمان بن سلمہ راوی ضعیف ہے۔]

بندے لوگوں کو ان کے نشانات سے پہچان لیتے ہیں۔ [1] یہ بستی شارع عام پر موجود ہے جس پر ظاہری اور باطنی عذاب آیا' الٹ گئی' پتھر کھائے' عذاب کا نشانہ بنی' اب ایک گندے اور بدمزہ کھائی کی جھیل سی بنی ہوئی ہے' تم رات دن وہاں سے آتے جاتے ہو تعجب ہے کہ پھر بھی عقلمندی سے کام نہیں لیتے۔ غرض صاف واضح اور آمد و رفت کے راستے پر یہ الٹی ہوئی بستی موجود ہے۔ یہ بھی معنی کئے ہیں کہ وہ کتاب مبین میں ہے لیکن یہ معنی کچھ زیادہ بند نہیں بیٹھتے۔ واللہ اعلم۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے والوں کیلئے یہ ایک کھلی دلیل اور جاری نشانی ہے کہ کس طرح اللہ اپنے والوں کو نجات دیتا ہے اور اپنے دشمنوں کو غارت کرتا ہے۔

وَإِنْ كَانَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ لَظَالِمِينَ ﴿٧٨﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُبِينٍ ﴿٧٩﴾

ایکہ بستی کے رہنے والے بھی بڑے ظالم تھے' جن سے ہم نے آخر انتقام لے ہی لیا ○ یہ دونوں شہر کھلے عام راستے پر ہیں ○

قوم شعیب کا انجام: اصحاب ایکہ سے مراد قوم شعیب ہے۔ ایکہ کہتے ہیں درختوں کے جھنڈ کو۔ ان کا ظلم علاوہ شرک و کفر کے غارتگری اور ناپ تول کی کمی بھی تھی۔ ان کی بستی لوطیوں کے قریب تھی اور ان کا زمانہ بھی ان سے بہت قریب تھا۔ ان پر بھی ان کی پیہم شرارتوں کی وجہ سے عذاب الٰہی آیا۔ یہ دونوں بستیاں برسر شارع عام تھیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو ڈراتے ہوئے فرمایا تھا کہ لوط کی قوم تم سے کچھ دور نہیں۔ [2]

وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِينَ ﴿٨٠﴾ وَآتَيْنَاهُمْ آيَاتِنَا فَكَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ﴿٨١﴾ وَكَانُوا يَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا آمِنِينَ ﴿٨٢﴾ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِينَ ﴿٨٣﴾ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٨٤﴾

حجر والوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا۔ جنہیں ہم نے اپنی نشانیاں بھی عطا فرمائی تھیں لیکن تاہم وہ ان سے گردن موڑنے والے ہی رہے ○ یہ لوگ اپنے مکان پہاڑوں میں خاطر جمعی سے تراش لیا کرتے تھے ○ آخر انہیں بھی صبح ہوتے ہوتے آواز تند نے آدبوچا ○ پس کسی تدبیر و کسب نے انہیں کوئی فائدہ نہ دیا ○

حجر والوں سے مراد ثمودی ہیں جنہوں نے اپنے نبی صالح علیہ السلام کو جھٹلایا تھا اور یہ ظاہر ہے کہ ایک نبی کو جھٹلانے والا گویا سب نبیوں کا انکار کرنے والا ہے۔ اسی لئے فرمایا گیا کہ انہوں نے نبیوں کو جھٹلایا۔ ان کے پاس ایسے معجزے پہنچے جن سے حضرت صالح علیہ السلام کی سچائی ان پر کھل گئی۔ جیسے کہ ایک سخت پتھر کی چٹان سے اونٹنی کا نکلنا جو ان کے شہروں میں چرتی چگتی تھی اور ایک دن وہ پانی پیتی تھی ایک دن شہریوں کے جانور۔ مگر پھر بھی یہ لوگ

---

[1] [حسن: تفسیر ابن جریر الطبری (٢١٢٥٢) مسند بزار (٣٦٣٢) طبرانی اوسط (٢٩٥٦)] امام ہیثمیؒ اور شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [مجمع الزوائد (٢٦٨/١٠) السلسلة الصحيحة (١٦٩٣)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

[2] [سورة هود: آيت ٨٩]

گردن کش ہی رہے بلکہ اس اونٹنی کو مار ڈالا۔ اس وقت حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا بس اب تین دن کے اندر اندر تم پر قہر الٰہی نازل ہوگا۔ یہ بالکل سچا وعدہ ہے اور اٹل عذاب ہے۔ ان لوگوں نے اللہ کی بتلائی ہوئی راہ پر بھی اپنے اندھے پن کو ترجیح دی۔ یہ لوگ صرف اپنی قوت جتانے اور ریا کاری ظاہر کرنے کے واسطے تکبر و تجبر کے طور پر پہاڑوں میں مکان تراشتے تھے۔ کسی خوف کے باعث یا ضرورتاً یہ چیز نہ تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ تبوک جاتے ہوئے ان کے مکانوں سے گزرے تو آپ نے سر پر کپڑا ڈال لیا اور سواری کو تیز چلایا اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ جن پر عذاب الٰہی اترا ہے ان کی بستیوں سے روتے ہوئے گزرو۔ اگر رونا نہ آئے تو رونی صورت بنا کر چلو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ انہی عذابوں کا شکار تم بھی بن جاؤ۔ (1)

آخر ان پر ٹھیک چوتھے دن کی صبح عذاب الٰہی بصورت چنگھاڑ آیا۔ اس وقت ان کی کمائیاں کچھ کام نہ آئیں۔ جن کھیتیوں اور پھلوں کی حفاظت کے لئے اور انہیں بڑھانے کیلئے ان لوگوں نے اونٹنی کا پانی پینا ناپسند کر کے اسے قتل کر دیا تھا وہ آج بے سود ثابت ہوئے اور امر رب اپنا کام کر گیا۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ﴿85﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿86﴾

ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو حق کے ساتھ ہی پیدا فرمایا اور قیامت ضرور ضرور آنے والی ہے پس تو وضع داری اور اچھائی سے درگزر کر لے ○ یقیناً تیرا پروردگار ہی پیدا کرنے والا اور جاننے والا ہے ○

نبی ﷺ کو تسلی: اللہ نے تمام مخلوق عدل کے ساتھ بنائی ہے' قیامت آنے والی ہے' بروں کو برے بدلے نیکوں کو نیک بدلے ملنے والے ہیں۔ مخلوق باطل سے پیدا نہیں کی گئی۔ ایسا گمان کافروں کا ہوتا ہے اور کافروں کے لئے ویل دوزخ ہے۔ (2) اور آیت میں ہے کیا تم سمجھتے ہو کہ میں نے تمہیں بے کار پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے؟ بلندی والا ہے اللہ مالک حق جس کے سوا کوئی قابل پرستش نہیں عرش کا مالک وہی ہے۔ (3) پھر اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ مشرکوں سے چشم پوشی کیجئے' ان کی ایذا اور جھٹلانا اور برا کہنا برداشت کر لیجئے۔ جیسے اور آیت میں ہے ان سے چشم پوشی کیجئے اور سلام کہہ دیجئے انہیں ابھی معلوم ہو جائے گا۔ (4) یہ حکم جہاد کے حکم سے پہلے تھا یہ آیت مکیہ ہے اور جہاد بعد از ہجرت مقرر اور شروع ہوا ہے۔ تیرا رب خالق ہے اور خالق مار ڈالنے کے بعد بھی پیدائش پر قادر ہے' اسے کسی چیز کی بار بار کی پیدائش عاجز نہیں کر سکتی۔ ریزوں کو جب بکھر جائیں وہ جمع کر کے جان ڈال سکتا ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿اَوَلَيْسَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ﴾ (5) الخ آسمان و زمین کا خالق کیا ان جیسوں

---

(1) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب نزول النبی الحجر (٤٤١٩-٤٤٢٠) صحیح مسلم: کتاب الزهد: باب النهی عن الدخول علی اهل الحجر (٢٩٨٠) مسند احمد (٧٤/٢)]

(2) [سورة ص: آیت ٢٧]

(3) [سورة المومنون: آیت ١١٥، ١١٦]

(4) [سورة الزخرف: آیت ٨٩]

(5) [سورة یسین: آیت ٨١، ٨٣]

کی پیدائش کی قدرت نہیں رکھتا؟ بے شک وہ پیدا کرنے والا علم والا ہے وہ جب کسی بات کا ارادہ کرتا ہے تو اسے ہو جانے کو فرما دیتا ہے پس وہ ہو جاتی ہے۔ پاک ذات ہے اس اللہ کی جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی ملکیت ہے اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴿۸۷﴾ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾

یقیناً ہم نے تجھے سات آیتیں دے رکھی ہیں کہ دہرائی جاتی ہیں اور تجھے بزرگ قرآن بھی دے رکھا ہے ○ تو ہرگز اپنی نظریں اس چیز کی طرف نہ دوڑا جس سے ہم نے ان میں سے کئی قسم کے لوگوں کو بہرہ مند کر رکھا ہے نہ تو ان پر افسوس کر اور مومنوں کیلئے اپنا بازو جھکائے رہ ○

قرآن عظیم اور سبع مثانی: اے نبی ﷺ ہم نے جب قرآن عظیم جیسی لازوال دولت تجھے عنایت فرما رکھی ہے تو تجھے نہ چاہئے کہ کافروں کے دنیوی مال و متاع اور ٹھاٹھ باٹھ کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھے۔ یہ تو سب فانی ہے اور صرف ان کی آزمائش کے لئے چند روز انہیں عطا ہوا ہے۔ ساتھ ہی تجھے ان کے ایمان نہ لانے پر صدمے اور افسوس کی بھی چنداں ضرورت نہیں۔ ہاں تجھے چاہئے کہ نرمی، خوش خلقی، تواضع اور ملنساری کے ساتھ مومنوں سے پیش آتا رہے۔ [1] جیسے ارشاد ہے ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ﴾ [2] الخ، لوگو! تمہارے پاس تم میں سے ہی ایک رسول آ گئے ہیں جن پر تمہاری تکلیف شاق گزرتی ہے جو تمہاری بہبودی کا دل سے خواہاں ہے جو مسلمانوں پر پرلے درجے کا شفیق و مہربان ہے۔ سبع مثانی کی نسبت ایک قول تو یہ ہے کہ اس سے مراد قرآن کریم کی ابتدا کی سات لمبی سورتیں ہیں سورۂ بقرہ، آل عمران، نساء، مائدہ، انعام، اعراف، اور یونس۔ اس لئے کہ ان سورتوں میں فرائض کا، حدود کا، قصوں کا اور احکام کا خاص طریق پر بیان ہے اسی طرح مثالیں، خبریں اور عبرتیں بھی زیادہ ہیں۔ بعض نے سورۂ اعراف تک کی چھ سورتیں گنوا کر ساتویں سورت انفال اور براءۃ کو بتلایا ہے ان کے نزدیک یہ دونوں سورتیں مل کر ایک ہی سورت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چھ ملی تھیں لیکن جب آپ نے تختیاں گرا دیں تو دو اٹھ گئیں اور چار رہ گئیں۔ ایک قول ہے قرآن عظیم سے مراد بھی یہی ہے۔ زیاد بن ابی مریم کہتے ہیں میں نے تجھے سات جزء دیئے ہیں۔ حکم منع، بشارت، ڈر اور مثالیں، نعمتوں کا شمار اور قرآنی خبریں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مراد سبع مثانی سے سورۂ فاتحہ ہے جس کی سات آیتیں ہیں۔ یہ سات آیتیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سمیت ہیں۔ ان کے ساتھ اللہ نے تمہیں مخصوص کیا ہے یہ کتاب کا شروع ہیں۔ اور ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہیں۔ خواہ فرض نماز ہو خواہ نفل نماز ہو۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ اسی قول کو پسند فرماتے ہیں اور اس بارے میں جو حدیثیں مروی ہیں ان سے اس پر استدلال کرتے ہیں ہم نے وہ تمام احادیث فضائل سورۂ فاتحہ میں اپنی تفسیر کے اول میں لکھ دی ہیں فالحمدللہ۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس جگہ دو حدیثیں وارد کی ہیں۔ ایک میں ہے حضرت ابو سعید

---

[1] [سورۃ الشعراء: آیت ۲۱۵] [2] [سورۃ التوبہ: آیت ۱۲۸]

بن معلیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نماز پڑھ رہا تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آئے مجھے بلایا لیکن میں آپ کے پاس نہ آیا نماز ختم کر کے پہنچا تو آپ نے پوچھا کہ اسی وقت کیوں نہ آئے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز میں تھا۔ آپ نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ﴾ [1] یعنی ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی بات مان لو جب بھی وہ تمہیں پکاریں۔ سن اب میں تجھے مسجد میں سے نکلنے سے پہلے ہی قرآن کریم کی بہت بڑی سورت بتلاؤں گا۔ تھوڑی دیر میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جانے لگے تو میں نے آپ کا وعدہ یاد دلایا آپ نے فرمایا وہ سورۂ الحمد للہ رب العالمین ہے یہی سبع مثانی ہے اور یہی بڑا قرآن ہے جو میں دیا گیا ہوں۔ [2] دوسری حدیث میں آپ کا فرمان ہے کہ ام القرآن یعنی سورۂ فاتحہ سبع مثانی ہے اور قرآن عظیم ہے۔ [3] پس صاف ثابت ہے کہ سبع مثانی اور قرآن عظیم سے مراد سورۂ فاتحہ ہے لیکن یہ بھی خیال رہے کہ اس کے سوا اور بھی یہی ہے اس کے خلاف یہ حدیثیں نہیں۔ جب کہ ان میں بھی یہ حقیقت پائی جائے کہ پورے قرآن کریم کا وصف بھی اس کے مخالف نہیں۔ جیسے فرمان الٰہی ہے ﴿اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ﴾ [4] پس اس آیت میں سارے قرآن کو مثانی کہا گیا ہے۔ اور متشابہ بھی۔ پس وہ ایک طرح سے مثانی ہے اور دوسری وجہ سے متشابہ۔ اور قرآن عظیم بھی یہی ہے جیسے کہ اس روایت سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ تقویٰ پر جس مسجد کی بنا ہے وہ کون ہے؟ آپ نے اپنی مسجد کی طرح اشارہ کیا [5] حالانکہ یہ بھی ثابت ہے کہ آیت مسجد قبا کے بارے میں اتری ہے۔ پس قاعدہ یہی ہے کہ کسی چیز کا ذکر دوسری چیز سے انکار نہیں ہوتا۔ جب کہ وہ بھی صفت رکھتی ہو۔ واللہ اعلم۔ پس تجھے ان کی ظاہری ٹیپ ٹاپ سے بے نیاز رہنا چاہئے اسی فرمان کی بناء پر امام ابن عیینہ رحمہ اللہ نے ایک صحیح حدیث جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم میں سے وہ نہیں جو قرآن کے ساتھ تغنی نہ کرے [6] کی تفسیر یہ لکھی ہے کہ قرآن کو لے کر اس کے ماسوا سے دست بردار اور بے پرواہ نہ ہو جائے وہ مسلمان نہیں۔ گو یہ تفسیر بالکل صحیح ہے لیکن اس حدیث سے یہ مقصود نہیں حدیث کا صحیح مقصد اس ہماری تفسیر کے شروع میں ہم نے بیان کر دیا ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ایک مرتبہ مہمان آئے آپ کے گھر کچھ نہ تھا آپ نے ایک یہودی سے رجب کے وعدے پر آٹا ادھار منگوایا لیکن اس نے کہا بغیر

---

[1] [سورة الانفال: آیت ٢٤]

[2] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قوله ولقد اتینك سبعا من المثانی و القرآن العظیم (٤٧٠٣)]

[3] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب التفسیر (٤٧٠٤)]

[4] [سورة الزمر: آیت ٢٣]

[5] [صحیح :صحیح مسلم : کتاب الحج : باب بیان المسجد الذی اسس علی التقوی (١٣٩٨)]

[6] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب التوحید : باب قول الله تعالی واسروا قولکم او جهروا به (٧٥٢٧) ابو داؤد : کتاب الصلاة : باب استحباب الترتیل فی القرأة (١٤٦٩) مسند احمد (١٧٥/١)]

کسی چیز کو رہن رکھے میں نہیں دوں گا اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا واللہ! میں آسمان والوں میں امین ہوں اور زمین والوں میں بھی اگر یہ مجھے ادھار دیتا یا میرے ہاتھ فروخت کر دیتا تو میں اسے ضرور ادا کرتا پس آیت ﴿لَا تَمُدَّنَّ﴾ الخ' نازل ہوئی اور گویا آپ کی دل جوئی کی گئی۔ [1] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں انسان کو ممنوع ہے کہ کسی کے مال ومتاع کو للچائی ہوئی نگاہوں سے تاکے۔ یہ جو فرمایا کہ ان کی جماعتوں کو جو فائدہ ہم نے دے رکھا ہے اس سے مراد کفار کے مالدار لوگ ہیں۔

وَقُلْ اِنِّيْٓ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ﴿٨٩﴾ كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ﴿٩٠﴾ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ﴿٩١﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَسْــَٔـلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٩٢﴾ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٣﴾

کہہ دے کہ میں تو کھلے طور پر ڈرانے والا ہوں ○ جیسے کہ ہم نے ان قسمیں کھانے والوں پر اتارا ○ جنہوں نے اس کتاب الٰہی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ○ قسم ہے تیرے پالنے والے کی ہم ان سے ضرور باز پرس کریں گے ○ ہر اس چیز کی جو وہ کرتے رہے ○

انبیاء کی تکذیب اور اللہ کا عذاب: حکم ہوتا ہے کہ اے پیغمبر ﷺ آپ اعلان کر دیجئے کہ میں تمام لوگوں کو عذاب الٰہی سے صاف صاف ڈرا دینے والا ہوں۔ یاد رکھو میرے جھٹلانے والے بھی اگلے نبیوں کو جھٹلانے والوں کی طرح عذاب الٰہی کے شکار ہوں گے۔ ((مُقْتَسِمِيْنَ)) سے مراد قسمیں کھانے والے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کی تکذیب اور ان کی مخالفت اور ایذادہی پر آپس میں قسما قسمی کر لیتے تھے جیسے کہ قوم صالح کا بیان قرآن حکیم میں ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کی قسمیں کھا کر عہد کیا کہ راتوں رات صالح علیہ السلام اور انکے گھرانے کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے [2] اسی طرح قران میں ہے کہ وہ قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ مردے پھر جینے کے نہیں [3] الخ' اور جگہ ان کا اس بات پر قسمیں کھانے کا ذکر ہے کہ مسلمانوں کو کبھی کوئی رحمت نہیں مل سکتی۔ [4] الغرض جس چیز کو نہ مانتے اس پر قسمیں کھانے کی انہیں عادت تھی اس لئے انہیں ((مُقْتَسِمِيْنَ)) کہا گیا ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میری اور ان ہدایات کی مثال جسے دے کر اللہ نے مجھے بھیجا ہے اس شخص کی سی ہے جو اپنی قوم کے پاس آ کر کہے کہ لوگو! میں نے دشمن کا لشکر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے دیکھو ہوشیار ہو جاؤ بچنے اور ہلاک نہ ہونے کے سامان کر لو۔ اب کچھ لوگ اس کی بات مان لیتے ہیں اور اسی عرصہ میں چل پڑتے ہیں اور دشمن کے پنجے سے بچ جاتے ہیں لیکن بعض لوگ اسے جھوٹا سمجھتے ہیں اور وہیں بے فکری سے پڑے رہتے ہیں کہ ناگہاں دشمن کا لشکر آ پہنچتا ہے اور گھیر گھار کر انہیں قتل کر دیتا ہے یہ ہے مثال

---

[1] [**ضعیف**: تفسیر ابن جریر الطبری (۲۳۵/۱٦) مجمع الزوائد (۱۲۹/٤) طبرانی کبیر (۹۸۹/۱)] اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ ضعیف ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [النمل: ٤۹] [3] [النحل: ۳۸] [4] [الاعراف: ٤۹]

میرے ماننے والوں کی اور نہ ماننے والوں کی۔ (١)

ان لوگوں نے اللہ کی ان کتابوں کو جو ان پر اتری تھیں پارہ پارہ کر دیا جس مسئلے کو جی چاہا مانا جس سے دل گھبرایا چھوڑ دیا۔ بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس سے مراد اہل کتاب ہیں کہ کتاب کے بعض حصے کو مانتے تھے اور بعض کو نہیں مانتے تھے۔ (٢) یہ بھی مروی ہے کہ مراد اس سے کفار کا کتاب اللہ کی نسبت یہ کہنا ہے کہ یہ جادو ہے، یہ کہانت ہے، یہ اگلوں کی کہانی ہے، اس کا کہنے والا جادوگر ہے، مجنون ہے، کاہن ہے وغیرہ۔ سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ ولید بن مغیرہ کے پاس سرداران قریش جمع ہوئے حج کا موسم قریب تھا اور یہ شخص ان میں بڑا شریف اور ذی رائے سمجھا جاتا تھا اس نے ان سے کہا کہ دیکھو حج کے موقع پر دور دراز سے تمام عرب یہاں جمع ہوں گے۔ تم دیکھ رہے ہو کہ تمہارے اس ساتھی نے ایک اودھم مچا رکھا ہے لہٰذا اس کی نسبت ان بیرونی لوگوں سے کیا کہا جائے یہ بتاؤ اور کسی ایک بات پر اجماع کر لو کہ سب وہی کہیں۔ ایسا نہ ہو کوئی کچھ کہے کوئی کچھ کہے اس سے تو تمہارا اعتبار اٹھ جائے گا اور وہ پردیسی تمہیں جھوٹا خیال کریں گے۔ انہوں نے کہا ابو عبد شمس آپ ہی کوئی ایسی بات تجویز کر دیجئے اس نے کہا پہلے تم اپنی تو کہو تا کہ مجھے بھی غور و خوض کا موقعہ ملے انہوں نے کہا پھر ہماری رائے میں تو ہر شخص اسے کاہن بتلائے۔ اس نے کہا یہ تو واقعہ کے خلاف ہے لوگوں نے کہا پھر مجنون کہنا بالکل درست ہے۔ اس نے کہا یہ بھی غلط ہے کہا اچھا تو شاعر کہیں؟ اس نے کہا وہ شعر جانتا ہی نہیں کہا اچھا پھر جادوگر کہیں؟ کہا اسے جادو سے مس بھی نہیں اس نے کہا سنو واللہ! اس کے قول میں عجیب مٹھاس ہے ان باتوں میں سے تم جو کہو گے دنیا سمجھ لے گی محض غلط اور سفید جھوٹ ہے۔ گو کوئی بات نہیں بنتی لیکن کچھ کہنا ضرور ہے اچھا بھائی سب اسے جادوگر بتلائیں۔ اس امر پر یہ مجمع برخاست ہوا۔ اور اسی کا ذکر ان آیتوں میں ہے۔

روز قیامت ہر چیز کا سوال: ان کے اعمال کا سوال ان سے ان کا رب ضرور کرے گا یعنی کلمہ ((لَآ اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰهُ)) سے۔ (٣) ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ تم میں سے ہر ایک شخص قیامت کے دن تنہا تنہا اللہ کے سامنے پیش ہو گا جیسے ہر ایک شخص چودھویں رات کے چاند کو اکیلا اکیلا دیکھتا ہے۔ اللہ فرمائے گا اے انسان تو مجھ سے مغرور کیوں ہو گیا؟ تو نے اپنے علم پر کہاں تک عمل کیا؟ تو نے میرے رسولوں کو کیا جواب دیا؟ ابو العالیہ فرماتے ہیں دو چیز کا سوال ہر ایک سے ہو گا معبود کسے بنا رکھا تھا اور رسول کی مانی یا نہیں؟ ابن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں عمل اور مال کا سوال ہو گا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ! انسان سے قیامت کے دن ہر ایک عمل کا سوال ہو گا۔ یہاں تک کہ اس کے آنکھ کے سرمے اور اس کے ہاتھ کی گوندھی

---

(١) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الاعتصام: باب الاقتداء بسنن رسول الله (٧٢٨٣) صحیح مسلم: کتاب الفضائل: باب شفقة علی امته (٢٢٨٣)]

(٢) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب قوله عزوجل الذین جعلو القرآن عضین (٤٧٠٥)]

(٣) [ضعیف: ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة الحجر (٣١٢٦) تفسیر ابن جریر الطبری (٢١٣٩٧)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی] اس کی سند میں لیث بن ابی سلیم راوی ضعیف ہے۔]

ہوئی مٹی کے بارے میں بھی اس سے سوال ہوگا دیکھ معاذ! ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن اللہ کی نعمتوں کے بارے میں تو کمی والا رہ جائے۔ (۱) اس آیت میں تو ہے کہ ہر ایک سے اس کے عمل کی بابت سوال ہوگا۔ اور سورۂ رحمان کی آیت میں ہے کہ ﴿فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْأَلُ عَنْ ذَنْبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ﴾ (۲) کہ اس دن کسی انسان یا جن سے اس کے گناہوں کا سوال نہ ہوگا ان دونوں آیتوں میں بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تطبیق یہ ہے کہ یہ سوال نہ ہوگا کہ تو نے یہ عمل کیا؟ یہ سوال ہوگا کہ کیوں کیا؟

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۴﴾ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿۹۵﴾ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿۹۷﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۹۹﴾

پس تو اس حکم کو جو تجھے کیا جا رہا کھول کر سنا دے اور مشرکوں سے منہ پھیر لے ○ تجھ سے جو لوگ مسخرا پن کرتے ہیں ان کی سزا کیلئے ہم کافی ہیں ○ جو کہ اللہ کے ساتھ دوسرے معبود مقرر کرتے ہیں انہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا ○ ہمیں خوب علم ہے کہ ان کی باتوں سے تو تنگ دل ہوتا ہے ○ اور اپنے پروردگار کی تسبیح اور حمد بیان کرتا رہ اور سجدے کرنے والوں میں رہ ○ اور اپنے رب کی عبادت کرتا رہ یہاں تک کہ تجھے یقین آ جائے ○

پیغام ہدایت پہنچانے میں کسی سے مت ڈریئے: حکم ہو رہا ہے کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ کی باتیں لوگوں کو صاف صاف بے جھجک پہنچا دیں نہ کسی کی رعایت کیجئے نہ کسی کا ڈر خوف کیجئے۔ مشرکوں کے سامنے توحید کھلم کھلا بیان کر دیجئے۔ خود عمل کر کے دوسروں تک بھی پہنچایئے۔ نماز میں قرآن کی با آواز بلند تلاوت کیجئے اس آیت کے اترنے سے پہلے تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم پوشیدہ تبلیغ فرماتے تھے لیکن اس کے بعد آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے کھلے طور پر اشاعت دین شروع کر دی۔ ان مذاق اڑانے والوں کو ہم پر چھوڑ دے ہم خود ان سے نمٹ لیں گے تو اپنی تبلیغ کے فریضے میں کوتاہی نہ کر یہ تو چاہتے ہیں کہ ذرا سی سستی آپ کی طرف سے دیکھیں تو خود بھی دست بردار ہو جائیں۔ (۳) تو ان سے مطلقاً خوف نہ کر اللہ تعالیٰ تیرا حافظ و ناصر ہے وہ تجھے ان کے شر سے بچا لے گا۔ اور آیت میں ہے کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ تیری جانب اتارا گیا ہے تو اسے پہنچا دے اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تو نے اپنے رب کی رسالت نہیں پہنچائی۔ (۴)

اللہ تعالیٰ خود ہی لوگوں کی برائی سے تجھے محفوظ رکھ لے گا۔ چنانچہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم راستے سے جا رہے تھے

(۱) [ضعیف: الدیلمی فی زهر الفردوس (۳۳۹/۴)]

(۲) [سورة الرحمن: آیت ۳۹]

(۳) [سورة القلم: آیت ۹]

(۴) [سورة المائده: آیت ٦٧]

کہ بعض مشرکوں نے آپ کو چھیڑا اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہیں نشتر مارا جس سے ان کے جسموں میں ایسا ہو گیا جیسے نیزے کے زخم ہوں اسی میں وہ مر گئے [1] اور یہ لوگ مشرکین کے بڑے بڑے رؤسا تھے۔ بڑی عمر کے تھے اور نہایت شریف گنے جاتے تھے۔ بنو اسد کے قبیلے میں سے تو اسود بن مطلب ابو زمعہ۔ یہ حضور ﷺ کا بڑا ہی دشمن تھا۔ ایذائیں دیا کرتا تھا اور مذاق اڑایا کرتا تھا آپ نے تنگ آ کر اس کیلئے بد دعا بھی کی تھی کہ اے اللہ اسے اندھا کر دے بے اولاد کر دے۔ بنی زہرہ میں سے اسود تھا اور بنی مخزوم میں سے ولید تھا اور بنی سہم میں سے عاص بن وائل اور خزاعہ میں سے حارث تھا۔ یہ لوگ برابر حضور ﷺ کو ایذارسانی کے درپے لگے رہتے تھے اور لوگوں کو آپ کے خلاف ابھارا کرتے تھے اور جو تکلیف ان کے بس میں ہوتی آپ کو پہنچایا کرتے جب یہ اپنے ظلم میں حد سے گزر گئے اور بات بات میں حضور ﷺ کا مذاق اڑانے لگے تو اللہ نے ﴿فَاصْدَعْ﴾ سے ﴿يَعْلَمُوْنَ﴾ تک کی آیتیں نازل فرمائیں۔ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ طواف کر رہے تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے بیت اللہ میں آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے اتنے میں اسود بن عبد یغوث آپ کے پاس سے گزرا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا اسے پیٹ کی بیماری ہو گئی اور اسی میں وہ مرا۔ اتنے میں ولید بن مغیرہ گزرا اس کی ایڑی ایک خزاعی شخص کے تیر کے پھل سے کچھ یونہی سی چھل گئی تھی اور اسے بھی دو سال گزر چکے تھے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کی طرف اشارہ کیا وہ پھول گئی، پکی اور اسی میں وہ مرا۔ پھر عاص بن وائل گزرا۔ اس کے تلوے کی طرف اشارہ کیا کچھ دنوں بعد یہ طائف جانے کیلئے اپنے گدھے پر سوار چلا۔ راستے میں گر پڑا اور تلوے میں کیل گھس گئی جس نے اس کی جان لے لی۔ حارث کے سر کی طرف اشارہ کیا اسے خون آنے لگا اور اسی میں مرا۔ [2] ان سب موذیوں کا سردار ولید بن مغیرہ تھا اسی نے انہیں جمع کیا تھا پس یہ پانچ یا سات شخص تھے جو جڑ تھے اور ان کے اشاروں سے اور ذلیل لوگ بھی کمینہ پن کی حرکتیں کرتے رہتے تھے۔ یہ لوگ اس لغو حرکت کے ساتھ ہی یہ بھی کرتے تھے کہ اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے تھے۔ انہیں اپنے کرتوت کا مزہ ابھی ابھی آ جائے گا۔ اور بھی جو رسول کا مخالف ہو اللہ کے ساتھ شرک کرے اس کا یہی حال ہے۔ ہمیں خوب معلوم ہے کہ ان کی بکواس سے اے نبی ﷺ تمہیں تکلیف ہوتی ہے دل تنگ ہوتا ہے لیکن تم ان کا خیال بھی نہ کرو۔ اللہ تمہارا مددگار ہے۔ تم اپنے رب کے ذکر اور اس کی تسبیح اور حمد میں لگے رہو۔ اس کی عبادت جی بھر کر کرو نماز کا خیال رکھو سجدہ کرنے والوں کا ساتھ دو۔ مسند احمد میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے ابن آدم! شروع دن چار رکعت سے عاجز نہ ہو میں تجھے آخر دن تک کفایت کروں گا۔ [3] حضور ﷺ کی عادت

---

[1] [ضعیف مسند بزار (٢٢٢٢) مجمع الزوائد (١١١١٢)] اس کی سند میں یزید بن درہم راوی ضعیف ہے۔]

[2] [اسناده فيه جهالة :تفسير ابن جرير الطبرى (٧/٥٥٠) سيرة ابن هشام: (١/٤٠٩)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں جہالت ہے۔]

[3] [صحیح ابو داؤد : كتاب التطوع : باب صلاة الضحى (١٢٨٩) مسند احمد (٥/٢٨٦) دارمی (١٤٥٩)]

مبارک تھی کہ جب کوئی گھبراہٹ کا معاملہ آ پڑتا تو آپ نماز شروع کر دیتے۔ [1]

یقین کا معنی: یقین سے مراد اس آخری آیت میں موت ہے اس کی دلیل سورۂ مدثر کی وہ آیتیں ہیں جن میں بیان ہے کہ جہنمی اپنی برائیاں بیان کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہم نمازی نہ تھے مسکینوں کو کھانا کھلاتے نہیں تھے باتیں بنایا کرتے تھے اور قیامت کو جھٹلاتے تھے یہاں تک کہ موت آ گئی [2] یہاں بھی موت کی جگہ لفظ یقین ہے۔ایک صحیح حدیث میں بھی ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے تو انصار کی ایک عورت ام العلاء نے کہا کہ اے ابوالسائب اللہ کی تجھ پر رحمتیں ہوں بے شک اللہ نے تیری تکریم و عزت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا تجھے کیسے یقین ہو گیا کہ اللہ نے اس کا اکرام کیا انہوں نے جواب دیا کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں پھر کون ہوگا جس کا اکرام ہو؟ آپ نے فرمایا سنو! اسے موت آ چکی اور مجھے اس کیلئے بھلائی کی امید ہے [3] اس حدیث میں بھی موت کی جگہ یقین کا لفظ ہے۔اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ نماز وغیرہ عبادات انسان پر فرض ہیں جب تک کہ اس کی عقل باقی رہے اور ہوش و حواس ثابت ہوں جیسی اس کی حالت ہو اسی کے مطابق نماز ادا کرلے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ کھڑے ہو کر نماز ادا کر، نہ ہو سکے تو بیٹھ کر، نہ ہو سکے تو کروٹ پر لیٹ کر۔ [4] بدمذہبوں نے اس سے اپنے مطلب کی ایک بات گھڑ لی ہے کہ جب تک انسان درجہ کمال تک نہ پہنچے اس پر عبادات فرض رہتی ہیں لیکن جب معرفت کی منزلیں طے کر چکا تو عبادت کی تکلیف ساقط ہو جاتی ہے یہ سراسر کفر، ضلالت اور جہالت ہے۔ یہ لوگ اتنا نہیں سمجھتے کہ انبیاء علیہم السلام، خصوصاً سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم معرفت کے تمام درجے طے کر چکے تھے اور دین کے علم و عرفان میں سب دنیا سے کامل تھے رب کی صفات اور ذات کا سب سے زیادہ علم رکھتے تھے باوجود اس کے سب سے زیادہ اللہ کی عبادت کرتے تھے اور رب کی اطاعت میں تمام دنیا سے زیادہ مشغول رہتے تھے اور دنیا کے آخری دم تک اسی میں لگے رہے۔پس ثابت ہے کہ یہاں مراد یقین سے موت ہے تمام مفسرین صحابہ، تابعین وغیرہ کا یہی مذہب ہے۔فالحمدللہ۔اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے اس نے جو ہمیں ہدایت عطا فرمائی ہے اس پر ہم اس کی تعریفیں کرتے ہیں اسی سے نیک کاموں میں مدد چاہتے ہیں اسی کی پاک ذات پر ہمارا بھروسہ ہے ہم اس مالک حاکم سے دعا کرتے ہیں وہ بہترین اور کامل اسلام ایمان اور نیکی پر موت دے وہ جواد ہے اور کریم ہے۔

الحمدللہ سورۂ حجر کی تفسیر ختم ہوئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔والحمدللہ رب العلمین۔

---

[1] [حسن: ابوداؤد: کتاب التطوع: باب وقت قیام النبی من اللیل (١٣١٩)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

[2] [سورة المدثر: آیت ٤٣، ٤٧]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الجنائز: باب الدخول علی المیت بعد الموت (١٢٤٣)، (٣٩٢٩) مسند احمد (٦/٤٣٦)]

[4] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التقصیر: باب اذا لم یطق قاعدا صلی علی جنب (١١١٧) ترمذی: کتاب الصلاة: باب ماجآء ان صلاة القاعد (٣٧٢) ابن ماجه: کتاب اقامة الصلاة: باب ماجآء فی ... صلاة القاعد (٩٥٢)]

تفسیر سورۃ النحل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ①

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اللہ کا حکم آ پہنچا اس کی جلدی نہ مچاؤ، تمام پاکی اس کیلئے ہے وہ برتر ہے ان سب سے جنہیں یہ شریک اللہ بتلاتے ہیں ○

عنقریب عذاب آن پہنچے گا: اللہ تعالیٰ قیامت کی نزدیکی کی خبر دے رہا ہے اور گویا کہ وہ قائم ہو چکی۔ اس لئے ماضی کے لفظ سے بیان فرماتا ہے جیسے فرمان ہے لوگوں کا حساب قریب آ چکا پھر بھی وہ غفلت کے ساتھ منہ موڑے ہوئے ہیں۔ ① اور آیت میں ہے قیامت قریب آ چکی۔ چاند پھٹ گیا۔ ② پھر فرمایا اس قریب والی چیز کے اور قریب ہونے کی تمنائیں نہ کرو۔ ہٗ کی ضمیر کا مرجع یا تو لفظ اللہ ہے یعنی اللہ سے جلدی نہ چاہو یا عذاب ہیں یعنی عذابوں کی جلدی نہ مچاؤ۔ دونوں معنی ایک دوسرے کے لازم ملزم ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے یہ لوگ عذاب کی جلدی مچا رہے ہیں مگر ہماری طرف سے اس کا وقت مقرر نہ ہوتا تو بے شک ان پر عذاب آ جاتے لیکن عذاب ان پر آئے گا ضرور اور وہ بھی ناگہاں ان کی غفلت میں۔ یہ عذابوں کی جلدی کرتے ہیں اور جہنم ان سب کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔ ③ ضحاک رحمہ اللہ نے اس آیت کا ایک عجیب مطلب بیان کیا ہے یعنی وہ کہتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ اللہ کے فرائض اور حدود نازل ہو چکے۔ امام ابن جریر نے اسے خوب رد کیا ہے اور فرمایا ہے ایک شخص بھی ہمارے علم میں ایسا نہیں جس نے شریعت کے وجود سے پہلے اسے مانگنے میں عجلت کی ہو۔ مراد اس سے عذابوں کی جلدی ہے جو کافروں کی عادت تھی کیونکہ وہ انہیں مانتے ہی نہ تھے۔ جیسے قرآن پاک نے فرمایا ہے ﴿يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا﴾ ④ الخ، بے ایمان تو اس کی جلدی مچا رہے ہیں اور ایماندار ان سے لرزاں و ترساں ہیں کیونکہ وہ انہیں برحق مانتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ عذاب الٰہی میں شک کرنے والے دور کی گمراہی میں جا پڑتے ہیں۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں قیامت کے قریب مغرب کی جانب سے ڈھال کی طرح سیاہ ابر نمودار ہوگا اور وہ بہت جلد آسمان پر چڑھے گا پھر اس میں سے ایک منادی ندا کرے گا لوگ تعجب سے ایک دوسرے سے کہیں گے میاں کچھ سنا بھی؟ بعض ہاں کہیں گے اور بعض بات کو اڑا دیں گے وہ پھر دوبارہ ندا کرے گا اور کہے گا اے لوگو! اب تو سب کہیں گے کہ ہاں صاحب آواز تو آئی۔ پھر وہ تیسری دفعہ منادی کرے گا اور کہے گا اے لوگو! امر الٰہی آ پہنچا جلدی کرو۔ اللہ کی قسم دو شخص جو کسی کپڑے کو پھیلائے ہوئے ہوں گے سمیٹنے بھی نہ پائیں گے جو قیامت قائم ہو جائے گی کوئی اپنے حوض کو ٹھیک کر رہا ہوگا ابھی پانی پلانہ پایا ہوگا جو قیامت آئے گی دودھ

---

① [سورۃ الانبیاء: آیت ١] ② [سورۃ القمر: آیت ١]

③ [سورۃ العنکبوت: آیت ٥٣] ④ [سورۃ الشوریٰ: آیت ١٨]

دو ھنے والے پی بھی نہ سکیں گے کہ قیامت آ جائے گی ہر ایک نفسا نفسی میں لگ جائے گا۔ [1] پھر اللہ تعالیٰ اپنے نفس کریم سے شرک اور عبادت غیر سے پاکیزگی بیان فرماتا ہے فی الواقع وہ ان تمام باتوں سے پاک، بہت دور اور بہت بلند ہے یہی مشرک ہیں جو منکر قیامت بھی ہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کے شرک سے پاک ہے۔

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ②

وہی فرشتوں کو اپنی وحی دے کر اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اتارتا ہے کہ تم لوگوں کو آگاہ کر دو کہ میرے سوا اور کوئی معبود نہیں تو تم مجھ سے ڈرتے رہا کرو○

وحی کا مفہوم: روح سے مراد یہاں وحی ہے جیسے آیت ﴿وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا﴾ [2] الخ، ہم نے اسی طرح تیری طرف اپنے حکم سے وحی نازل فرمائی حالانکہ تجھے تو یہ بھی پتہ نہ تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کی ماہیت کیا ہے؟ ہاں ہم نے اسے نور بنا کر جسے چاہا اپنے بندوں میں سے راستہ دکھا دیا۔ یہاں فرمان ہے کہ ہم اپنے جن مومن بندوں کو چاہیں پیغمبری عطا فرماتے ہیں ہمیں ہی اس کا پورا علم ہے کہ اس کے لائق کون ہے؟ [3] ہم ہی فرشتوں میں سے بھی اس اعلیٰ منصب کے فرشتے چھانٹ لیتے ہیں اور انسانوں میں سے بھی۔ [4] اللہ اپنی وحی اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اتارتا ہے تاکہ وہ ملاقات کے دن سے ہوشیار کر دیں جس دن سب کے سب اللہ کے سامنے ہوں گے کوئی چیز اس سے مخفی نہ ہوگی۔ اس دن ملک کس کا ہوگا؟ صرف اللہ واحد وقہار کا۔ [5] یہ اس لئے کہ وہ لوگوں میں وحدانیت رب کا اعلان کر دیں اور پارسائی سے دور مشرکوں کو ڈرائیں اور لوگوں کو سمجھائیں کہ وہ مجھ سے ڈرتے رہا کریں۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ③ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ④

اسی نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا، وہ اس سے بری ہے جو مشرک کرتے ہیں○ اس نے انسان کو نطفے سے پیدا کیا کہ وہ صریح جھگڑالو بن بیٹھا○

عالم علوی اور سفلی کا خالق اللہ کریم ہی ہے۔ بلند آسمان اور پھیلی ہوئی زمین مع تمام مخلوق کے اسی کی پیدا کی ہوئی ہے اور یہ سب بطور حق ہے نہ بطور عبث۔ نیکوں کو جزا اور بدوں کو سزا ہوگی۔ وہ تمام دوسرے معبودوں اور مشرکوں

---

① [طبرانی کبیر (٣٢٥/١٧) مستدرك حاكم (٥٣٩/٤)] امام حاکم اور امام ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ امام ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے محمد بن عبداللہ کے اور وہ ثقہ ہے۔ [مجمع الزوائد (٣٣٤/١)]

② [سورة الشورىٰ: آيت ٥٢]

③ [الانعام: ١٢٤] ④ [الحج: ٧٥] ⑤ [غافر: ١٥، ١٦]

سے بری اور بیزار ہے۔ واحد ہے' لاشریک ہے' اکیلا ہی خالق کل ہے۔ اسی لئے اکیلا ہی سزاوار عبادت ہے۔

غلیظ نطفے سے پیدا ہونے والا اپنے خالق کا نافرمان: اس نے انسان کا سلسلہ نطفے سے جاری رکھا ہے جو ایک پانی ہے۔ حقیر و ذلیل۔ یہ جب ٹھیک ٹھاک بنا دیا جاتا ہے تو اکڑفوں میں آ جاتا ہے رب سے جھگڑنے لگتا ہے رسولوں کی مخالفت پر تل جاتا ہے۔ بندہ تھا چاہئے تو تھا بندگی میں لگا رہتا لیکن یہ تو رندگی کرنے لگا۔ اور آیت میں ہے اللہ نے انسان کو پانی سے بنایا اس کا نسب اور سسرال قائم کیا۔ اللہ قادر ہے رب کے سوا یہ ان کی پوجا کرنے لگے ہیں جو بے نفع اور بے ضرر ہیں کافر کچھ اللہ سے پوشیدہ نہیں۔ [۱] سورۂ یاسین میں فرمایا کیا انسان نہیں دیکھتا کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا پھر وہ تو بڑا ہی جھگڑالو نکلا۔ ہم پر بھی باتیں بنانے لگا اور اپنی پیدائش بھول گیا کہنے لگا کہ ان گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟ اے نبی ﷺ تم ان سے کہہ دو کہ انہیں وہ خالق اکبر پیدا کرے گا جس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا وہ تو ہر طرح کی مخلوق کی ہر طرح کی پیدائش کا پورا عالم ہے۔ [۲] مسند احمد میں اور ابن ماجہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی ہتھیلی پر تھوک کر فرمایا کہ جناب باری فرماتا ہے کہ اے انسان! تو مجھے کیا عاجز کر سکتا ہے میں نے تو تجھے اس تھوک جیسی چیز سے پیدا کیا ہے جب تو زندگی پا گیا تنومند ہو گیا لباس مکان مل گیا تو لگا سمیٹنے اور میری راہ سے روکنے؟ اور جب دم گلے میں اٹکا تو تو کہنے لگا کہ اب میں صدقہ کرتا ہوں' اللہ کی راہ میں دیتا ہوں۔ بس اب صدقہ خیرات کا وقت نکل گیا۔ [۳]

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ۭ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

اسی نے چوپائے پیدا کئے جن میں تمہارے لئے گرمی کے لباس ہیں اور بھی بہت سے نفع ہیں اور بعض تمہارے کھانے کے کام آتے ہیں ۝ اور ان میں تمہاری رونق بھی ہے جب چرا کر لاؤ تب بھی اور جب چرانے لے جاؤ تب بھی ۝ اور وہ تمہارے بوجھ ان شہروں تک اٹھا لے جاتے ہیں جہاں تک بغیر آدھی جان کے پہنچ ہی نہیں سکتے تھے۔ یقیناً تمہارا رب بڑا ہی شفیق اور نہایت مہربان ہے ۝

چوپائیوں میں انسان کا فائدہ: جو چوپائے اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں اور انسان ان سے مختلف فائدے اٹھا رہا ہے اس نعمت کو رب العالمین بیان فرما رہا ہے جیسے اونٹ گائے بکری۔ جس کا مفصل بیان سورۂ انعام کی آیت میں آٹھ قسموں سے کیا ہے۔ ان کے بال اون صوف وغیرہ کا گرم لباس اور جڑاول بنتی ہے دودھ پیتے ہیں گوشت

---

[۱] [الفرقان: ۵۴، ۵۵] [۲] [یسین: ۷۷، ۷۹]

[۳] [صحیح ابن ماجہ : کتاب الوصایا : باب النهی عن الامساك فی الحیاة والتبذیر عند الموت (۲۷۰۷) مسند احمد (۴/ ۲۱۰)] حافظ بوصیریؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[الزوائد] جبکہ شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ابن ماجہ (۲۱۸۸) السلسلة الصحيحة (۱۰۹۹)]

کھاتے ہیں۔شام کو جب وہ چر چگ کر واپس آتے ہیں' بھری ہوئی کوکھوں والے' بھرے ہوئے تھنوں والے' اونچی کوہانوں والے' کتنے بھلے معلوم ہوتے ہیں اور جب چراگاہ کی طرف جاتے ہیں کیسے پیارے معلوم ہوتے ہیں۔ پھر تمہارے بھاری بھاری بوجھ ایک شہر سے دوسرے شہر تک اپنی کمر پر لاد کر لے جاتے ہیں کہ تمہارا وہاں پہنچنا بغیر آدھی جان کئے مشکل تھا۔ حج وعمرہ کے' جہاد کے' تجارت کے اور ایسے ہی اور سفر انہیں پر ہوتے ہیں تمہیں لے جاتے ہیں تمہارے بوجھ ڈھوتے ہیں۔ جیسے آیت ﴿وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً﴾ [1] الخ' میں ہے کہ یہ چوپائے جانور بھی تمہاری عبرت کا باعث ہیں ان کے پیٹ سے ہم تمہیں دودھ پلاتے ہیں اور ان سے بہت فائدے پہنچاتے ہیں ان کا گوشت بھی تم کھاتے ہو ان پر سواریاں بھی کرتے ہو۔ سمندر کی سواری کیلئے کشتیاں ہم نے بنادی ہیں۔ اور آیت میں ہے ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ﴾ [2] الخ' اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے چوپائے پیدا کئے ہیں کہ تم ان پر سواری کرو انہیں کھاؤ نفع اٹھاؤ دلی حاجتیں پوری کرو اور تمہیں کشتیوں پر بھی سوار کرایا اور بہت سی نشانیاں دکھائیں پس تم ہمارے کس کس نشان کا انکار کرو گے؟ یہاں بھی اپنی نعمتیں جتا کر فرمایا کہ تمہارا رب جس نے ان جانوروں کو تمہارا مطیع بنادیا ہے وہ تم پر بہت ہی شفقت و رحمت والا ہے جیسے سورۂ یاسین میں فرمایا کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے ان کیلئے اپنے ہاتھوں چوپائے بنائے اور انہیں انکا مالک بنادیا اور انہیں مطیع بنادیا کہ بعض کو کھائیں بعض پر سوار ہوں [3] اور آیت میں ہے ﴿وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ﴾ [4] الخ' اس اللہ نے تمہارے لئے کشتیاں بنائیں اور چوپائے پیدا کر دیئے کہ تم ان پر سوار ہو کر اپنے رب کا فضل وشکر کرو اور کہو وہ پاک ہے جس نے انہیں ہمارا ماتحت کر دیا حالانکہ ہم میں یہ طاقت نہ تھی ہم مانتے ہیں کہ ہم اسی کی جانب لوٹیں گے۔ ((دِفْءٌ)) کے معنی کپڑا اور منافع سے مراد کھانا پینا' نسل حاصل کرنا' گوشت کھانا' دودھ پینا ہے۔

وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ۭ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

گھوڑوں کو' خچروں کو' گدھوں کو اس نے پیدا کیا کہ تم ان کی سواری لو اور وہ باعث زینت بھی ہیں' اور بھی وہ ایسی بہت چیزیں پیدا کرتا ہے جن کا تمہیں علم بھی نہیں ○

بہت کچھ ایسا پیدا ہونے والا ہے جس کا تمہیں ابھی علم نہیں: اپنی ایک اور نعمت بیان فرما رہا ہے کہ زینت کیلئے اور سواری کیلئے اس نے گھوڑے خچر اور گدھے پیدا کئے ہیں بڑا مقصد ان جانوروں کی پیدائش سے انسان کا ہی فائدہ ہے۔ چونکہ انہیں اور چوپایوں پر فضیلت دی اور علیحدہ ذکر کیا اس وجہ سے بعض علماء نے گھوڑے کے گوشت کی حرمت کی دلیل اس آیت سے لی ہے۔ جیسے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کی موافقت کرنے والے فقہاء کہتے ہیں کہ خچر

[1] [سورة المومنون: آیت ٢١،٢٢]
[2] [سورة غافر: آیت ٧٩،٨١]
[3] [سورة یسین: آیت ٧١،٧٢]
[4] [سورة الزخرف: آیت ١٢،١٤]

اور گدھے کے ساتھ گھوڑے کا ذکر ہے اور پہلے کے دونوں جانور حرام ہیں اس لئے یہ بھی حرام ہوا۔ چنانچہ خچر اور گدھے کی حرمت احادیث میں آئی ہے اور اکثر علماء کا مذہب بھی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ان تینوں کی حرمت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے پہلے کی آیت میں چوپایوں کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انہیں تو کھاتے ہو پس یہ تو ہوئے کھانے کے جانور اور ان تینوں کا بیان کر کے فرمایا ہے کہ ان پر تم سواری کرتے ہو پس یہ ہوئے سواری کے جانور۔ مسند کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں کے، خچروں کے اور گدھوں کے گوشت کو منع فرمایا ہے [1] لیکن اس کے راویوں میں ایک راوی صالح بن یحییٰ بن مقدام ہیں جن میں کلام ہے۔ مسند کی اور حدیث میں مقدام بن معدی کرب سے منقول ہے کہ ہم حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ صائفہ کی جنگ میں تھے۔ میرے پاس میرے ساتھی گوشت لائے، مجھ سے ایک پتھر مانگا میں نے دیا۔ انہوں نے اس میں اسے باندھا میں نے کہا کہ ٹھہرو میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے دریافت کر آؤں۔ انہوں نے فرمایا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ خیبر میں تھے لوگوں نے یہودیوں کے کھیتوں پر جلدی کر دی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ لوگوں میں ندا کر دوں کہ نماز کیلئے آ جائیں اور مسلمانوں کے سوا کوئی نہ آئے پھر فرمایا کہ اے لوگو! تم نے یہودیوں کے باغات میں گھسنے کی جلدی کی سنو معاہدہ کا مال بغیر حق کے حلال نہیں اور پالتو گدھوں کے اور گھوڑوں کے اور خچروں کے گوشت اور ہر ایک کچلیوں والا درندہ اور ہر ایک پنجے سے شکار کھیلنے والا پرندہ حرام ہے۔ [2] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت یہود کے باغات سے شاید اس وقت تھی جب ان سے معاہدہ ہو گیا۔ پس اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو بے شک گھوڑے کی حرمت کے بارے میں تو نص تھی لیکن اس میں بخاری و مسلم کی حدیث کے مقابلے میں قوت نہیں جس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت کو منع فرما دیا اور گھوڑوں کے گوشت کی اجازت دی۔ [3] اور حدیث میں ہے کہ ہم نے خیبر والے دن گھوڑے اور خچر اور گدھے ذبح کئے تو ہمیں

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (٤/٨٩) ابوداؤد: کتاب الاطعمة : باب فی اکل لحوم الخیل (٣٧٩٠) نسائی : کتاب الصید والذبائح : باب تحریم اکل لحوم الخیل (٤٣٤٢) ابن ماجه : کتاب الذبائح : باب لحوم البغال (٣١٩٨)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو ائمہ نے ضعیف کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [السلسلة الضعیفة (١١٤٩)] اس کی سند میں صالح بن یحییٰ راوی ضعیف ہے۔]

[2] [ضعیف : مسند احمد (٤/٨٩)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند اضطراب کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (١٦٨١٦)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب غزوة خیبر (٤٢١٩) و کتاب الذبائح : باب لحوم الخیل (٥٥٢٠) صحیح مسلم : کتاب الصید : باب اباحة اکل لحم الخیل (١٩١٤) نسائی : کتاب الصید : باب الاذن فی اکل لحوم الخیل (٤٣٣٨) ابوداؤد : کتاب الاطعمة : باب فی اکل لحوم الخیل (٣٧٨٨) مسند احمد (٣/٣٦١)]

حضور ﷺ نے خچر اور گدھے کے گوشت سے تو منع کر دیا لیکن گھوڑے کے گوشت سے نہیں روکا۔ [1] صحیح مسلم شریف میں حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ہم نے مدینے میں حضرت محمد ﷺ کی موجودگی میں گھوڑا ذبح کیا اور اس کا گوشت کھایا۔ [2] پس یہ سب سے بڑی' سب سے قوی اور سب سے زیادہ ثبوت والی حدیث ہے اور یہی مذہب جمہور علماء کا ہے۔ مالک' شافعی' احمد رحمۃ اللہ علیہم' ان کے سب ساتھی اور اکثر سلف وخلف یہی کہتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ پہلے گھوڑوں میں وحشت اور جنگلی پن تھا اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کیلئے اسے مطیع کر دیا۔ وہب نے اسرائیلی روایتوں میں بیان کیا ہے کہ جنوبی ہوا سے گھوڑے پیدا ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ ان تینوں جانوروں پر سواری لینے کا جواز تو قرآن کے لفظوں سے ثابت ہے حضور ﷺ کو ایک خچر ہدیے میں دیا گیا تھا جس پر آپ سواری کرتے تھے [3] ہاں یہ آپ نے منع فرمایا ہے کہ گھوڑوں کو گدھیوں سے ملایا جائے۔ یہ ممانعت اس لئے ہے کہ نسل منقطع نہ ہو جائے۔

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم گھوڑے اور گدھے کے ملاپ سے خچر لیں اور آپ اس پر سوار ہوں آپ نے فرمایا یہ کام وہ کرتے ہیں جو علم سے کورے ہیں۔ [4]

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ۭ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ ع

درمیانی راہ اللہ کی طرف پہنچنے والی اور ٹیڑھی راہیں ہیں' اگر وہ چاہتا تو تم سب کو راہ پر لگا دیتا○

بہترین زادِراہ تقویٰ: دنیوی راہیں طے کرنے کے اسباب بیان فرما کر اب دینی راہ چلنے کے اسباب بیان فرماتا ہے۔ محسوسات سے معنویات کی طرف رجوع کرتا ہے قرآن میں اکثر بیانات اس قسم کے موجود ہیں سفر حج کے توشہ کا ذکر کر کے تقوے کے توشے کا جو آخرت میں کام دے بیان ہوا ہے ظاہری لباس کا ذکر فرما کر لباس تقویٰ کی اچھائی بیان کی ہے اسی طرح یہاں حیوانات سے دنیا کے کٹھن راستے اور دور دراز سفر طے ہونے کا بیان فرما کر آخرت کے راستے دینی راہیں بیان فرمائیں کہ سچا راستہ اللہ سے ملانے والا ہے رب کی سیدھی راہ وہی ہے اسی پر

---

[1] [صحیح :مسند احمد (٣/٣٥٦) ابو داؤد (٣٧٨٩) مستدرك حاكم (٤/٢٣٥)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابو داود]

[2] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الذبائح : باب النحر والذبح (٥٥١٠) وباب لحوم الخیل (٥٥١٩) صحیح مسلم : کتاب الصید : باب فی اکل لحوم الخیل (١٩٤٢) ابن ماجه : کتاب الذبائح : باب لحوم الخیل (٣١٩٠) مسند احمد (٦/٣٤٥)]

[3] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب الزکاة : باب خرص التمر (١٤٨١) صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب فی معجزات النبی (١٣٩٢)]

[4] [صحیح لغیرہ :مسند احمد (٤/٣١١)] شیخ شعیب ارناؤوط اس روایت کو صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (١٨٧٩٣)]

چلو دوسرے راستوں پر نہ چلو ورنہ بہک جاؤ گے اور سیدھی راہ سے الگ ہو جاؤ گے۔ فرمایا میری طرف پہنچنے کی سیدھی راہ یہی ہے جو میں نے بتائی ہے طریق حق جو اللہ سے ملانے والا ہے اللہ نے ظاہر کر دیا ہے اور وہ دین اسلام ہے جسے اللہ نے واضح کر دیا ہے اور ساتھ ہی دوسرے راستوں کی گمراہی بھی بیان فرما دی ہے۔ سچا راستہ ایک ہی ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے باقی اور راہیں غلط راہیں ہیں۔ حق سے الگ تھلگ ہیں، لوگوں کی اپنی ایجاد ہیں جیسے یہودیت، نصرانیت، مجوسیت وغیرہ۔ پھر فرماتا ہے کہ ہدایت رب کے قبضے کی چیز ہے اگر وہ چاہے تو روئے زمین کے لوگوں کو نیک راہ پر لگا دے زمین کے تمام باشندے مومن بن جائیں سب لوگ ایک ہی دین کے عامل ہو جائیں لیکن یہ اختلاف باقی ہی رہے گا مگر جس پر اللہ رحم فرمائے۔ اسی کیلئے انہیں پیدا کیا ہے تیرے رب کی بات پوری ہو کر ہی رہے گی کہ جنت دوزخ انسان و جنات سے بھر جائے۔ [1]

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ۝10
يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝11

وہی تمہارے فائدے کیلئے آسمان سے پانی برساتا ہے جسے تم پیتے بھی ہو اور اسی سے اگے ہوئے درختوں کو تم اپنے جانوروں کو چراتے ہو ○ اسی سے وہ تمہارے لئے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل اگاتا ہے، دھیان دھرنے والے لوگوں کیلئے تو اس میں بڑا ہی نشان ہے ○

انسانی فائدے کے سامان: چوپائے اور دوسرے جانوروں کی پیدائش کا احسان بیان فرما کر مزید احسانوں کا ذکر فرماتا ہے کہ اوپر سے پانی وہی برساتا ہے جس سے تم فائدہ اٹھاتے ہو اور تمہارے فائدے کے جانور بھی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں میٹھا صاف شفاف، خوش گوار اچھے ذائقہ کا پانی تمہارے پینے کے کام آتا ہے اس کا احسان نہ ہو تو وہ کھاری اور کڑوا بنا دے اسی آب باراں سے درخت اگتے ہیں اور وہ درخت تمہارے جانوروں کا چارہ بنتے ہیں۔ سوم کے معنی چرنے کے [2] ہیں اسی وجہ سے اہل سائمہ چرنے والے اونٹوں کو کہتے ہیں۔ ابن ماجہ کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے سورج نکلنے سے پہلے چرانے کو منع فرمایا۔ [3] پھر اس کی قدرت دیکھو کہ ایک ہی پانی سے مختلف مزے کے، مختلف شکل وصورت کے، مختلف خوشبو کے، طرح طرح کے پھل پھول وہ تمہارے لئے پیدا کرتا ہے پس یہ سب نشانیاں ایک شخص کو اللہ کی وحدانیت جاننے کیلئے کافی ہیں۔ اسی کا بیان اور آیتوں میں اس طرح ہوا ہے کہ آسمان و زمین کا خالق، بادلوں سے پانی برسانے والا، ان سے ہرے بھرے باغات پیدا کرنے والا، جن کے پیدا

---

[1] [سورة هود: آیت ١١٨، ١١٩] [2] [تفسیر ابن جریر الطبری (٥٦٦/٧)]

[3] [ضعیف : ابن ماجه : کتاب التجارات : باب السدم (٢٢٠٦)] حافظ بوصیریؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں نوفل بن عبدالملک راوی ضعیف ہے۔ شیخ البانیؒ نے بھی اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ [السلسلة الضعيفة (٤٧١٩)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

کرنے سے تم عاجز تھے اللہ ہی ہے اس کے ساتھ اور کوئی معبود نہیں پھر بھی لوگ حق سے ادھر ادھر ہو رہے ہیں۔ (١)

وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝١٢ وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ۝١٣

اسی نے رات دن اور سورج چاند کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے' اور ستارے بھی اسی کے حکم کے ماتحت ہیں۔ یقیناً اس میں عقلمند لوگوں کے لئے کئی ایک نشانیاں موجود ہیں ○ اور بھی بہت سی چیزیں طرح طرح کے رنگ روپ کی اس نے تمہارے لئے زمین میں پیدا کر رکھی ہیں' نصیحت قبول کرنے والوں کیلئے تو بڑی بھاری نشانی ہے ○

سورج اور چاند کے آنے جانے میں بھی فائدے: اللہ تعالیٰ اپنی اور نعمتیں یاد دلاتا ہے کہ دن رات برابر تمہارے فائدے کے لئے آتے جاتے ہیں۔ سورج گردش میں ہے' ستارے چمک چمک کر تمہیں روشنی پہنچا رہے ہیں' ہر ایک کا ایک ایسا صحیح اندازہ اللہ نے مقرر کر رکھا ہے جس سے وہ نہ ادھر ادھر ہوں نہ تمہیں کوئی نقصان ہو۔ ہر ایک رب کی قدرت میں اور اس کے غلبے تلے ہے۔ اس نے چھ دن میں آسمان زمین پیدا کیا پھر عرش پر مستوی ہوا دن رات برابر پے در پے آتے رہتے ہیں سورج' چاند' ستارے اس کے حکم سے کام میں لگے ہوئے ہیں خلق و امر کا مالک وہی ہے وہ رب العالمین بڑی برکتوں والا ہے۔ (٢) جو سوچ سمجھ رکھتا ہو اس کیلئے تو اس میں اللہ کی قدرت و سلطنت کی بڑی نشانیاں ہیں۔ ان آسمانی چیزوں کے بعد اب تم زمینی چیزیں دیکھو کہ حیوان' نباتات' جمادات' وغیرہ مختلف رنگ روپ کی چیزیں بے شمار فوائد کی چیزیں اسی نے تمہارے لئے زمین پر پیدا کر رکھی ہیں۔ جو لوگ اللہ کی نعمتوں کو سوچیں اور قدر کریں ان کیلئے تو یہ زبردست نشان ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝١٤ وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝١٥ وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝١٦ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝١٧ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝١٨

دریا بھی اسی نے تمہارے بس میں کر دیئے ہیں کہ تم اس میں سے نکلا ہوا تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے اپنے پہننے کے زیورات نکال سکو' تو تو دیکھے گا کہ کشتیاں اس میں پانی چیرتی ہوئی ہیں اور اس لئے بھی کہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور ہو سکتا ہے کہ تم شکر گزاری بھی کرو ○ اسی نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیئے ہیں تا کہ تمہیں ہلا نہ دے اور نہریں اور راہیں بنا دیں تا کہ تم

---

(١) [سورة النمل: آیت ٦٠] (٢) [سورة الاعراف: آیت ٥٤]

منزل مقصود کو پہنچو○ اور بھی بہت سی نشانیاں مقرر فرمائیں' ستاروں سے بھی لوگ راہ حاصل کرتے ہیں تو کیا وہ جو پیدا کرے اس جیسا ہے جو پیدا نہیں کر سکتا۔ کیا تم بالکل نہیں سوچتے؟○ اگر تم اللہ کی نعمتوں کی گنتی کرنا چاہو تو تم اسے بھی پورا نہیں کر سکتے' بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے○

اللہ کے مزید کچھ انعامات: اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی جتاتا ہے کہ سمندر پر دریا پر بھی اس نے تمہیں قابض کر دیا باوجود اپنی گہرائی کے اور اپنی موجوں کے وہ تمہارا تابع ہے' تمہاری کشتیاں اس میں چلتی ہیں۔ اسی طرح اس میں مچھلیاں نکال کر ان کے تر و تازہ گوشت تم کھاتے ہو۔ مچھلی حلت کی حالت میں' احرام کی حالت میں' زندہ ہو یا مردہ ہو اللہ کی طرف سے حلال ہے۔ لؤلؤ اور جواہر اس نے تمہارے لئے اس میں پیدا کئے ہیں جنہیں تم سہولت سے نکال لیتے ہو اور بطور زیور کے اپنے کام میں لیتے ہو پھر اس میں کشتیاں ہواؤں کو ہٹاتی پانی کو چیرتی اپنے سینوں کے بل تیرتی چلی جاتی ہیں۔ سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے انہی کو کشتی بنانا اللہ عالم نے سکھایا پھر لوگ برابر بناتے چلے آئے اور ان پر دریا کے لمبے لمبے سفر طے ہونے لگے اس پار کی چیزیں اس پار اور اس پار کی چیزیں اس پار آنے جانے لگیں۔ اسی کا بیان اس میں ہے کہ تم اللہ کا فضل یعنی اپنی روزیاں تجارت کے ذریعہ ڈھونڈو اور اس کی نعمت و احسان کا شکر مانو اور قدر دانی کرو۔ مسند بزار میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مغربی دریا سے کہا کہ میں اپنے بندوں کو تجھ میں سوار کرنے والا ہوں تو ان کے ساتھ کیا کرے گا؟ اس نے کہا ڈبو دوں گا فرمایا تیری تیزی تیرے کناروں پر ہے اور انہیں میں اپنے ہاتھ میں لے چلوں گا۔ تجھے میں نے زیور اور شکار سے محروم کیا۔ پھر مشرقی سمندر سے یہی بات کہی اس نے کہا میں اپنے ہاتھوں میں اٹھاؤں گا اور جس طرح ماں اپنے بچے کی خبر گیری کرتی ہے میں ان کی کرتا رہوں گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے زیور بھی دیئے اور شکار بھی۔ اس حدیث کا راوی صرف عبدالرحمٰن بن عبداللہ ہے اور وہ منکر الحدیث ہے۔ عبداللہ بن ابی عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہ روایت موقوف مروی ہے۔

اس کے بعد زمین کا ذکر ہو رہا ہے کہ اس کے ٹھہرانے اور ہلنے جلنے سے بچانے کیلئے اس پر مضبوط اور وزنی پہاڑ جما دیئے کہ اس کے ہلنے کی وجہ سے اس پر رہنے والوں کی زندگی دشوار نہ ہو جائے۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا﴾ [1] حضرت حسن رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین بنائی تو ہل رہی تھی یہاں تک کہ فرشتوں نے کہا اس پر تو کوئی ٹھہر ہی نہیں سکتا۔ صبح دیکھتے ہیں کہ پہاڑ اس پر گاڑ دیئے گئے ہیں اور اس کا ہلنا موقوف ہو گیا پس فرشتوں کو یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ پہاڑ کس چیز سے پیدا کئے گئے۔ قیس بن عبادہ سے بھی یہی مروی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زمین نے کہا تو مجھ پر بنی آدم کو بساتا ہے جو میری پیٹھ پر گناہ کریں اور خباثت پھیلائیں گے وہ کانپنے لگی پس اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کو اس پر جما دیا جنہیں تم دیکھ رہے ہو اور بعض کو دیکھتے ہی نہیں ہو۔ یہ بھی اس کا کرم ہے کہ اس نے نہریں چشمے اور دریا چاروں طرف بہا دیئے۔ کوئی تیز ہے کوئی سست' کوئی لمبا ہے کوئی مختصر ہے' کبھی کم پانی ہے کبھی زیادہ' کبھی بالکل سوکھا پڑا ہے۔ پہاڑوں پر' جنگلوں میں' ریت میں' پتھروں

---

[1] [سورة النازعات: آیت ٣٢]

میں برابر یہ چشمے بہتے رہتے ہیں اور ریل پیل کر دیتے ہیں۔ یہ سب اس کا فضل و کرم لطف و رحم ہے۔ نہ اس کے سوا کوئی پروردگار نہ اس کے سوا کوئی لائق عبادت' وہی رب ہے' وہی معبود ہے۔ اسی نے راستے بنا دیئے ہیں' خشکی میں' تری میں' پہاڑ میں' جنگل میں' بستی میں' اجاڑ میں ہر جگہ اس کے فضل و کرم سے راستے موجود ہیں کہ ادھر سے ادھر لوگ جا آ سکیں۔ کوئی تنگ راستہ ہے کوئی وسیع کوئی آسان کوئی سخت۔ اور بھی علامتیں اس نے مقرر کر دیں جیسے پہاڑ ہیں ٹیلے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ جن سے تری خشکی کے رہرو مسافر راہ معلوم کر لیتے ہیں۔ اور بھٹکے ہوئے سیدھے رستے لگ جاتے ہیں۔ ستارے بھی رہنمائی کیلئے ہیں رات کے اندھیروں میں انہی سے راستہ اور سمت معلوم ہوتی ہے مالک سے مروی ہے کہ نجوم سے مراد پہاڑ ہیں۔

پھر اپنی عظمت و کبریائی کا بیان کرتا ہے کہ لائق عبادت اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ اللہ کے سوا جن جن کی لوگ عبادت کرتے ہیں وہ محض بے بس ہیں' کسی چیز کے پیدا کرنے کی انہیں طاقت نہیں اور اللہ تعالیٰ سب کا خالق ہے' ظاہر ہے کہ خالق اور غیر خالق یکساں نہیں' پھر دونوں کی عبادت کرنا کس قدر ستم ہے؟ اتنا بھی بے ہوش ہو جانا شایان انسانیت نہیں۔ پھر اپنی نعمتوں کی فراوانی اور کثرت بیان فرماتا ہے کہ تمہاری گنتی میں بھی نہیں آ سکتیں' اتنی نعمتیں میں نے تمہیں دے رکھی ہیں یہ بھی تمہاری طاقت سے باہر ہے کہ میری نعمتوں کی گنتی کر سکو' اللہ تمہاری خطاؤں سے درگزر فرماتا رہتا ہے اگر اپنی تمام تر نعمتوں کا شکر بھی تم سے طلب کرے تو تمہارے بس کا نہیں۔ اگر ان نعمتوں کے بدلے تم سے چاہے تو تمہاری طاقت سے خارج ہے سنو! اگر وہ تم سب کو عذاب کرے تو بھی وہ ظالم نہیں لیکن وہ غفور و رحیم اللہ تمہاری برائیوں کو معاف فرما دیتا ہے' تمہاری تقصیروں سے تجاوز کر لیتا ہے۔ توبہ' رجوع' اطاعت اور طلب رضامندی کے ساتھ جو گناہ ہو جائیں ان سے چشم پوشی کر لیتا ہے۔ بڑا ہی رحیم ہے' توبہ کے بعد عذاب نہیں کرتا۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿١٩﴾ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿٢٠﴾ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿٢١﴾ ع

جو کچھ تم چھپاؤ اور جو ظاہر کرو اللہ سب کچھ جانتا ہے ○ جن جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کئے ہوئے ہیں ○ مردے ہیں زندہ نہیں' انہیں تو یہ بھی شعور نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے ○

ہر چیز کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ: چھپا' کھلا سب کچھ اللہ جانتا ہے' دونوں اس پر یکساں ہر عامل کو اس کے عمل کا بدلہ قیامت کے دن دے گا نیکوں کو جزا بدوں کو سزا۔ جن معبودان باطل سے لوگ اپنی حاجتیں طلب کرتے ہیں وہ کسی چیز کے خالق نہیں بلکہ وہ خود مخلوق ہیں۔ جیسے کہ خلیل الرحمٰن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ ﴿اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ○ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ [1] تم انہیں پوجتے ہو جنہیں خود بناتے

[1] [سورۃ الصافات: آیت ٩٥، ٩٦]

ہو۔ در حقیقت تمہارا اور تمہارے کاموں کا خالق صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے۔ بلکہ تمہارے معبود جو اللہ کے سوا جمادات' بے روح چیزیں' سنتے سیکھتے اور شعور نہیں رکھتے انہیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ قیامت کب ہوگی؟ تو ان سے نفع کی امید اور ثواب کی توقع کیسے رکھتے ہو؟ یہ امید تو اس اللہ سے ہونی چاہئے جو ہر چیز کا عالم اور تمام کائنات کا خالق ہے۔

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٢٢﴾ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿٢٣﴾

تم سب کا معبود صرف اللہ اکیلا ہے' آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے دل منکر ہیں اور وہ خود تکبر سے بھرے ہوئے ہیں ○ بیشک وشبہ اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کو جسے چھپائیں اور جسے ظاہر کریں بخوبی جانتا ہے' وہ غرور کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا ○

اللہ ہی معبود برحق ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں' وہ واحد ہے' احد ہے' فرد ہے' صمد ہے' کافروں کے دل بھلی بات سے انکار کرتے ہیں وہ اس حق کلمے کو سن کر سخت حیرت زدہ ہو جاتے ہیں۔ اللہ واحد کا ذکر سن کر ان کے دل مرجھا جاتے ہیں۔ ہاں اوروں کا ذکر ہو تو کھل جاتے ہیں (١) یہ اللہ کی عبادت سے مغرور ہیں۔ نہ ان کے دل میں ایمان نہ عبادت کے عادی۔ ایسے لوگ ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چھپے کھلے کا عالم ہے ہر عمل پر جزا اور سزا دے گا وہ مغرور لوگوں سے بیزار ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٤﴾ لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿٢٥﴾ ع

ان سے جب دریافت کیا جائے کہ تمہارے پروردگار نے کیا نازل فرمایا ہے؟ تو جواب دیتے ہیں اگلوں کی کہانیاں ہیں ○ اسی کا نتیجہ ہوگا کہ قیامت کے دن یہ لوگ اپنے پورے بوجھ کے ساتھ ہی ان کے بوجھ کے بھی حصے دار ہوں گے جنہیں بے علمی سے گمراہ کرتے رہے' دیکھو تو کیسا برا بوجھ اٹھا رہے ہیں؟ ○

قرآنی تعلیمات کو پہلوں کے افسانے کہنے والے: ان منکرین قرآن سے سوال کیا جائے کہ کلام اللہ میں کیا نازل ہوا تو اصل جواب سے ہٹ کر بک دیتے ہیں کہ سوائے گزرے ہوئے افسانوں کے کیا رکھا ہے؟ وہی لکھ لئے ہیں اور صبح شام دہرا رہے ہیں۔ (٢) پس رسول اللہ ﷺ پر افترا باندھتے ہیں کبھی کچھ کہتے ہیں کبھی اس کے خلاف اور کچھ کہنے لگتے ہیں۔ دراصل کسی بات پر جم ہی نہیں سکتے اور یہ بہت بڑی دلیل ہے ان کے تمام اقوال کے باطل ہونے کی۔ ہر ایک جو حق سے ہٹ جائے وہ یونہی مارا مارا' بہکا بہکا پھرتا ہے کبھی حضور ﷺ کو جادوگر کہتے' کبھی شاعر'

---

(١) [سورۃ الزمر : آیت ٤٥] (٢) [سورۃ الفرقان: آیت ٥]

کبھی کاہن، کبھی مجنون، پھر ان کے بڈھے گرو ولید بن مغیرہ مخزومی نے انہیں بڑے غور و خوض کے بعد کہا کہ سب مل کر اس کلام کو موثر جادو کہا کرو۔ ان کے اس قول کا نتیجہ بد ہوگا اور ہم نے انہیں اس راہ پر اس لئے لگا دیا ہے کہ یہ اپنے پورے گناہوں کے ساتھ ان کے بھی کچھ گناہ اپنے اوپر لادیں جو ان کے مقلد ہیں اور ان کے پیچھے چل رہے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے ہدایت کی دعوت دینے والے کو اپنے اجر کے ساتھ اپنے متبع لوگوں کا اجر بھی ملتا ہے لیکن ان کے اجر کم نہیں ہوتے اور برائی کی طرف بلانے والوں کو ان کی ماننے والوں کے گناہ بھی ملتے ہیں لیکن ماننے والوں کے گناہ کم ہو کر نہیں۔ [1] قرآن کریم کی اور آیت میں ہے ﴿وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَّعَ أَثْقَالِهِمْ﴾ [2] الخ، یہ اپنے گناہوں کے بوجھ کے ساتھ ہی ساتھ اور بوجھ بھی اٹھائیں گے اور ان کے افترا کا سوال ان سے قیامت کے دن ہونا ضروری ہے۔ پس ماننے والوں کے بوجھ گو ان کی گردنوں پر ہیں لیکن وہ بھی ہلکے نہیں ہوں گے۔

قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَأَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَأَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٦﴾ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ أَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ۚ قَالَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْعِلْمَ إِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٧﴾

ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی مکر کیا تھا آخرش حکم اللہ ان کی عمارتوں کی جڑوں سے پہنچا اور ان کے سروں پر ان کی چھتیں اوپر سے گر پڑیں اور ان کے پاس عذاب وہاں سے آ گیا جہاں کا انہیں خواب و خیال بھی نہ تھا ○ پھر قیامت والے دن بھی اللہ تعالیٰ انہیں رسوا کرے گا اور فرمائے گا کہ میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کے بارے میں تم لڑتے جھگڑتے رہتے تھے؟ جنہیں علم دیا گیا تھا وہ جواب دیں گے کہ آج تو کافروں کو رسوائی اور برائی چمٹ گئی ○

نمرود کا کچھ بیان: بعض تو کہتے ہیں اس مکار سے مراد نمرود ہے جس نے بالا خانہ تیار کیا تھا۔ سب سے پہلے بڑی سرکشی اسی نے زمین میں کی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاک کرنے کو ایک مچھر بھیجا جو اس کے نتھنے میں گھس گیا اور چار سو سال تک اس کا بھیجا چاٹتا رہا، اس مدت میں اسے اس وقت سکون معلوم ہوتا تھا جب اس کے سر پر ہتھوڑے مارے جائیں، خوب دونوں ہاتھوں کے زور سے اس کے سر پر ہتھوڑے پڑتے رہتے تھے۔ اس نے چار سو سال تک سلطنت بھی کی تھی اور خوب فساد پھیلایا تھا۔ بعض کہتے ہیں اس سے مراد بخت نصر ہے یہ بھی بڑا مکار تھا لیکن اللہ کو کوئی کیا نقصان پہنچا سکتا ہے؟ گو اس کا مکر پہاڑوں کو بھی اپنی جگہ سے سرکا دینے والا ہو۔ [3] بعض کہتے ہیں یہ تو کافروں اور مشرکوں نے اللہ کے ساتھ جو غیروں کی عبادت کی ان کے عمل کی بربادی کی مثال ہے جیسے حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا ﴿وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا﴾ [4] ان کافروں نے بڑا ہی مکر کیا، ہر حیلے سے لوگوں کو گمراہ کیا، ہر

---

[1] [صحيح] صحيح مسلم : كتاب العلم : باب من سن سنة حسنة (٢٦٧٦) ترمذى : كتاب العلم : باب ماجآء فيمن دعا الى هدى (٢٦٧٤) ابو داؤد : كتاب السنة : باب لزوم السنة (٤٦٠٩)]

[2] [العنكبوت: ١٣] [3] [ابراهيم: ٤٦] [4] [نوح: ٢٢]

وسیلے سے انہیں شرک پر آمادہ کیا۔ ان کے چیلے قیامت کے دن ان سے کہیں گے کہ تمہارا رات دن کا مکر کہ ہم سے کفرو شرک کیلئے کہنا' الخ۔ [1] ان کی عمارت کی جڑ اور بنیاد سے عذاب الٰہی آیا یعنی بالکل ہی کھود دیا اصل سے کاٹ دیا جیسے فرمان ہے جب لڑائی کی آگ بھڑکانا چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے بجھا دیتا ہے۔ [2] اور فرمان ہے ان کے پاس اللہ ایسی جگہ سے آیا جہاں انہیں خیال بھی نہ تھا' ان کے دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا کہ یہ اپنے ہاتھوں اپنے مکانات تباہ کرنے لگے اور دوسری جانب سے مومنوں کے ہاتھوں مٹے' عقل مندو! عبرت حاصل کرو۔ [3] یہاں فرمایا کہ اللہ کا عذاب ان کی عمارت کی بنیاد سے آ گیا اور ان پر اوپر سے چھت آ پڑی اور نادانستہ جگہ سے ان پر عذاب اتر آیا۔ قیامت کے دن کی رسوائی اور فضیحت ابھی باقی ہے' اس وقت چھپا ہوا سب کھل جائے گا اندر کا سب باہر آ جائے گا۔ سارا معاملہ طشت از بام ہو جائے گا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں ہر غدار کے لئے اس کے پاس ہی جھنڈا گاڑ دیا جائے گا جو اس کے غدر کے مطابق ہوگا اور مشہور کر دیا جائے گا کہ فلاں کا یہ غدر ہے جو فلاں کا لڑکا تھا۔ [4] اسی طرح ان لوگوں کو بھی میدان محشر میں سب کے سامنے رسوا کیا جائے گا۔ ان سے ان کا پروردگار ڈانٹ ڈپٹ کر دریافت فرمائے گا کہ جن کی حمایت میں تم میرے بندوں سے الجھتے رہتے تھے وہ آج کہاں ہیں؟ تمہاری مدد کیوں نہیں کرتے؟ آج بے یارو مددگار کیوں ہو؟ یہ چپ ہو جائیں گے' کیا جواب دیں؟ لاچار ہو جائیں گے' کون سی جھوٹی دلیل پیش کریں؟ اس وقت علماء کرام جو دنیا اور آخرت میں اللہ کے اور مخلوق کے پاس عزت رکھتے ہیں جواب دیں گے کہ رسوائی اور عذاب آج کافروں کو گھیرے ہوئے ہیں اور ان کے معبودان باطل ان سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

الَّذِينَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيٓ اَنْفُسِهِمْ ۖ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوٓءٍ ۭ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۲۹﴾

یہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے فرشتے جب ان کی جان قبض کرنے لگے اس وقت انہوں نے صلح کی بات ڈالی کہ ہم برائی نہیں کرتے تھے' کیوں نہیں؟ اللہ خوب جاننے والا ہے جو کچھ تم کرتے تھے ○ پس اب تو ہمیشگی کے طور پر تم جہنم کے دروازوں سے جہنم میں جاؤ' سو کیا ہی برا ٹھکانا ہے غرور کرنے والوں کا ○

جب مشرکین کی روح قبض کی جاتی ہے: مشرکین کی جان کنی کے وقت کا حال بیان ہو رہا ہے کہ جب فرشتے ان کی جان لینے کیلئے آتے ہیں' تو یہ اس وقت سننے' عمل کرنے اور مان لینے کا اقرار کرتے ہیں۔ ساتھ ہی اپنے کرتوت چھپاتے ہوئے اپنی بے گناہی بیان کرتے ہیں۔ قیامت کے دن اللہ کے سامنے بھی قسمیں کھا کر اپنا مشرک نہ ہونا بیان کریں گے۔ جس طرح دنیا میں بھی اپنی بے گناہی پر لوگوں کے سامنے جھوٹی قسمیں کھاتے

---

[1] [سبا: ۳۳] [2] [المائدہ: ٦٤] [3] [الحشر: ۲]

[4] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الجزیۃ: باب اثم الغادر للبر والفاجر (۳۱۸٦) صحیح مسلم: کتاب الجهاد والسیر: باب تحریم الغدر (۱۷۳٦)]

تھے۔انہیں جواب ملے گا کہ جھوٹے ہو بداعمالیاں جی کھول کر کر چکے ہو اللہ غافل نہیں جو باتوں میں آ جائے ہر ایک عمل اس پر روشن ہے۔اب اپنے کرتوتوں کا خمیازہ بھگتو اور جہنم کے دروازوں سے جا کر ہمیشہ اسی بری جگہ میں پڑے رہو۔مقام برا' ذلت ورسوائی والا' اللہ کی آیتوں سے تکبر کرنے کا اور اس کے رسولوں کی اتباع سے جی چرانے کا یہی بدلہ ہے۔مرتے ہی ان کی روحیں جہنم رسید ہوئیں اور جسموں پر قبروں میں جہنم کی گرمی اور اس کی لپک آنے لگی۔قیامت کے دن روحیں جسموں سے مل کر نار جہنم میں گئیں اب نہ موت نہ تخفیف۔ [1] جیسے فرمان باری ہے ﴿اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا﴾ [2] الخ' یہ دوزخ کی آگ کے سامنے ہر صبح شام لائے جاتے ہیں۔قیامت قائم ہوتے ہی اے آل فرعون تم سخت تر عذاب میں چلے جاؤ۔

وَقِیْلَ لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوْا خَیْرًا ۭ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ ۭ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِیْنَ ۝۳۰ جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِیْهَا مَا یَشَآءُوْنَ ۭ كَذٰلِكَ یَجْزِی اللّٰهُ الْمُتَّقِیْنَ ۝۳۱ الَّذِیْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ طَیِّبِیْنَ ۙ یَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَیْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۳۲

پرہیزگاروں سے پوچھا جائے کہ تمہارے پروردگار نے کیا نازل فرمایا ہے؟ تو وہ جواب دیتے ہیں کہ اچھے سے اچھا' جن لوگوں نے بھلائی کی ان کیلئے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے' اور یقیناً آخرت کا گھر تو بہت ہی بہتر ہے' کیا ہی خوب پرہیزگاروں کا گھر ہے ○ ہمیشگی والے باغات جہاں وہ جائیں گے جن کے نیچے نہریں لہریں لے رہی ہیں جو کچھ طلب کریں وہاں ان کیلئے موجود ہے' پرہیزگاروں کو اللہ تعالیٰ اسی طرح بدلے عطا فرماتا ہے ○ ان کی جانیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ پاک صاف ہوں کہتے ہیں کہ تمہارے لئے سلامتی ہی سلامتی ہے جاؤ جنت میں اپنے ان اعمال کے بدلے جو تم کرتے تھے ○

پرہیزگاروں کے لیے اچھا بدلہ: بروں کے حالات بیان کر کے نیکوں کے حالات جو ان کے بالکل برعکس ہیں۔ بیان فرما رہا ہے برے لوگوں کا جواب تو یہ تھا کہ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب صرف گزرے لوگوں کے افسانے کی نقل ہے لیکن یہ نیک لوگ جواب دیتے ہیں کہ وہ سراسر برکت ورحمت ہے جو بھی اسے مانے اور اس پر عمل کرے وہ برکت ورحمت سے مالا مال ہو جائے۔ پھر خبر دیتا ہے کہ میں اپنے رسولوں سے وعدہ کر چکا ہوں کہ نیکوں کو دونوں جہاں کی خوشی حاصل ہوگی۔ جیسے فرمان ہے کہ جو شخص نیک عمل کرے' خواہ مرد ہو خواہ عورت۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ وہ مومن ہو تو ہم اسے بڑی پاک زندگی عطا فرمائیں گے اور اس کے بہترین اعمال کا بدلہ بھی ضرور دیں گے' [3]

[1] [سورة فاطر: آیت ٣٦] [2] [سورة غافر: آیت ٤٦]
[3] [سورة النحل: آیت ٩٧]

دونوں جہان میں وہ جزا پائے گا۔ یاد رہے کہ دار آخرت' دار دنیا سے بہت ہی افضل و احسن ہے۔ وہاں کی جزا نہایت اعلیٰ اور دائمی ہے جیسے قارون کے مال کی تمنا کرنے والوں سے علماء کرام نے فرمایا تھا کہ ثواب الٰہی بہتر ہے' (۱) الخ قرآن فرماتا ہے ﴿وَمَا عِندَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْأَبْرَارِ﴾ (۲) اللہ کے پاس کی چیزیں نیک کاروں کے لئے بہت اعلیٰ ہیں۔ اور جگہ ہے آخرت خیر اور باقی ہے۔ (۳) اپنے نبی ﷺ سے خطاب کر کے فرمایا تیرے لئے آخرت دنیا سے اعلیٰ ہے۔ (۴) پھر فرماتا ہے دار آخرت متقیوں کیلئے بہت ہی اچھا ہے۔

﴿جَنّٰتُ عَدْنٍ﴾ بدل ہے ﴿دَارُ الْمُتَّقِينَ﴾ کا یعنی ان کیلئے آخرت میں جنت عدن ہے جہاں وہ رہیں گے جس کے درختوں اور محلوں کے نیچے سے برابر چشمے ہر وقت جاری ہیں' جو چاہیں گے پائیں گے۔ آنکھوں کی ہر ٹھنڈک موجود ہوگی وہ بھی ہمیشگی والی۔ (۵) حدیث میں ہے اہل جنت بیٹھے ہوں گے' سر پر ابر اٹھے گا اور جو خواہش یہ کریں گے وہ ان کو عطا کرے گا یہاں تک کہ کوئی کہے گا اس کو ہم عمر کنواریاں ملیں تو یہ بھی ہوگا۔ پرہیز گار تقویٰ شعار لوگوں کے بدلے اللہ ایسے ہی دیتا ہے جو ایمان دار ہوں' ڈرنے والے ہوں اور نیک عمل ہوں۔ ان کے انتقال کے وقت یہ شرک کی گندگی سے پاک ہوتے ہی فرشتے آتے ہیں' سلام کرتے ہیں' جنت کی خوشخبری سناتے ہیں۔ جیسے فرمان عالی شان ہے ﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰهُ﴾ (۶) الخ' جن لوگوں نے اللہ کو رب مانا' پھر اس پر جمے رہے' ان کے پاس فرشتے آتے ہیں اور کہتے ہیں تم کوئی غم نہ کرو' جنت کی خوشخبری سنو' جس کا تم سے وعدہ تھا' ہم دنیا آخرت میں تمہارے والی ہیں' جو تم چاہو گے پاؤ گے جو مانگو گے ملے گا۔ تم اللہ غفور رحیم کے مہمان ہو۔ اس مضمون کی حدیثیں ہم آیت ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾ (۷) الخ' کی تفسیر میں بیان کر چکے ہیں۔

هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ أَمْرُ رَبِّكَ ۚ كَذَٰلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٣٣﴾ فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٣٤﴾ ع ۱۰

کیا یہ اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آجائیں یا تیرے رب کا حکم آجائے؟ ایسا ہی ان لوگوں نے بھی کیا تھا جو ان سے پہلے تھے' ان پر اللہ تعالیٰ نے کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے ○ پس ان کے برے اعمال کے نتیجے انہیں مل گئے۔ اور جس کی ہنسی اڑاتے تھے وہ ان پر الٹ پڑا ○

کیا تم موت یا قیامت کے منتظر ہو؟ اللہ تبارک و تعالیٰ مشرکوں کو ڈانٹتے ہوئے فرماتا ہے کہ انہیں تو فرشتوں کا

(۱) [سورة القصص: آیت ۸۰]
(۲) [سورة ال عمران: آیت ۱۹۸]
(۳) [سورة اعلی: آیت ۱۷]
(۴) [سورة الضحیٰ: آیت ٤]
(۵) [سورة الزخرف: آیت ۷۱]
(۶) [سورة فصلت: آیت ۳۰، ۳۲]
(۷) [سورة ابراهيم: آیت ۲۷]

انتظار ہے جوان کی روح قبض کرنے کیلئے آئیں گے یا قیامت کا انتظار ہے اور اس کے افعال واحوال کا۔ ان جیسے ان سے پہلے کے مشرکین کا یہی وطیرہ رہا یہاں تک کہ ان پر عذاب الٰہی آ پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حجت پوری کر کے ان کے عذر ختم کر کے کتابیں اتار کر رسول بھیج کر پھر بھی ان کے انکار کی شدت کے بعد ان پر عذاب اتارے۔ اللہ کے رسولوں کی دھمکیوں کو مذاق میں اڑانے کے وبال میں گر گئے۔ اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ خود انہوں نے اپنا بگاڑ لیا۔ اسی لئے ان سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے رہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ۭ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿٣٥﴾ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ۭ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٣٦﴾ اِنْ تَحْرِصْ عَلٰي هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٣٧﴾

مشرک لوگ کہنے لگے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادے اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرتے نہ اس کے فرمان بغیر کسی چیز کو حرام کرتے، یہی فعل ان سے پہلے کے لوگوں کا رہا، تو رسولوں پر تو صرف کھلم کھلا پیغام کا پہنچا دینا ہے ○ ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ لوگو صرف اللہ کی عبادت کرتے رہو اور اس کے سوا کے تمام معبودوں سے بچو، پس بعض لوگوں کو تو اللہ نے ہدایت دی اور بعض پر گمراہی ثابت ہو چکی، تم آپ زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟ ○ گو تو ان کی ہدایت کا لالچی رہ لیکن اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا جسے گمراہ کر دے اور نہ ان کا کوئی مددگار ہوتا ہے ○

مشرک کی سوچ الٹی ہوتی ہے: مشرکوں کی الٹی سوچ دیکھئے، گناہ کریں، شرک پر اڑیں، حلال کو حرام کریں، جیسے جانوروں کو اپنے معبودوں کے نام سے منسوب کرنا اور تقدیر کو حجت بنائیں اور کہیں کہ اگر اللہ کو ہمارے اور ہمارے بڑوں کے یہ کام برے لگتے تو ہمیں اسی وقت سزا ملتی۔ انہیں جواب دیا جاتا ہے کہ یہ ہمارا دستور نہیں، ہمیں تمہارے یہ کام سخت ناپسندیدہ ہیں اور ان کی ناپسندیدگی کا اظہار ہم اپنے سچے پیغمبروں کی زبانی کر چکے۔ سخت تاکیدی طور پر تمہیں ان سے روک چکے، ہر بستی، ہر جماعت، ہر شہر میں اپنے پیغمبر بھیجے، سب نے اپنا فرض ادا کیا۔ بندگان رب میں اس کے احکام کی تبلیغ صاف صاف کر دی۔

سب سے کہہ دیا کہ ایک اللہ کی عبادت کیا کرو، اس کے سوا دوسرے کو نہ پوجو، سب سے پہلے جب شرک کا ظہور زمین پر ہوا اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو خلعت نبوت دے کر بھیجا اور سب سے آخر ختم المرسلین کا لقب دے کر رحمۃ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نبی بنایا، جن کی دعوت تمام جن وانس کے لئے زمین کے اس کونے سے اس کونے تک تھی جیسے فرمان ہے ﴿ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا

﴿فَـاعْبُدُوْنِ﴾ [1] یعنی تجھ سے پہلے جتنے رسول بھیجے' سب کی طرف وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی اور معبود نہیں پس تم صرف میری ہی عبادت کرو۔ ایک اور آیت میں ہے تو اپنے سے پہلے کے رسولوں سے پوچھ لے کہ کیا ہم نے ان کیلئے سوائے اپنے اور معبود مقرر کئے تھے' جن کی وہ عبادت کرتے ہوں؟ [2] یہاں بھی فرمایا ہر امت کے رسولوں کی دعوت توحید کی تعلیم اور شرک سے بیزاری ہی رہی۔ پس مشرکین کو اپنے شرک پر' اللہ کی چاہت' اس کی شریعت سے معلوم ہوتی ہے اور وہ ابتدا ہی سے شرک کی بیخ کنی اور توحید کی مضبوطی کی ہے۔ تمام رسولوں کی زبانی اس نے یہی پیغام بھیجا۔ ہاں انہیں شرک کرتے ہوئے چھوڑ دینا یہ اور بات ہے جو قابل حجت نہیں۔ اللہ نے جہنم اور جہنمی بھی تو بنائے ہیں۔ شیطان کافر سب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور اپنے بندوں سے ان کے کفر پر راضی نہیں۔ اس میں بھی اس کی حکمت تامہ اور حجت بالغہ ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ رسولوں کے آگاہ کر دینے کے بعد دنیاوی سزائیں بھی کافروں اور مشرکوں پر آئیں۔ بعض کو ہدایت بھی ہوئی' بعض اپنی گمراہی میں ہی بھٹکتے رہے۔ تم رسولوں کے مخالفین کا' اللہ کے ساتھ شرک کرنے والوں کا انجام زمین میں چل پھر کر خود دیکھ لو۔ گزشتہ واقعات کا جنہیں علم ہے ان سے دریافت کر لو کہ کس طرح عذاب الٰہی نے مشرکوں کو غارت کیا۔ اس وقت کے کافروں کے لئے ان کافروں میں مثالیں اور عبرت موجود ہے۔ دیکھ لو اللہ کے انکار کا نتیجہ کتنا مہلک ہوا؟ پھر اپنے رسول ﷺ سے فرماتا ہے کہ گو آپ ان کی ہدایت کے کیسے ہی حریص ہوں لیکن بے فائدہ ہے۔ رب ان کی گمراہیوں کی وجہ سے انہیں در رحمت سے دور ڈال چکا ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَـهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا﴾ [3] جسے اللہ ہی فتنے میں ڈالنا چاہے تو اسے کچھ بھی تو نفع نہیں پہنچا سکتا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا اگر اللہ کا ارادہ تمہیں بہکانے کا ہے تو میری نصیحت اور خیر خواہی تمہارے لئے محض بے سود ہے۔ [4] اس آیت میں بھی فرماتا ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ بہکا دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ وہ تو دن بدن اپنی سرکشی اور بہکاوے میں بڑھتے رہتے ہیں۔ [5] فرمان ہے ﴿اِنَّ الَّـذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِـمْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ [6] الخ' جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہو چکی ہے انہیں ایمان نصیب نہیں ہونے کا۔ گو تمام نشانیاں ان کے پاس آ جائیں یہاں تک کہ عذاب الیم کا منہ دیکھ لیں۔ پس اللہ یعنی اس کی شان' اس کا امر۔ اس لئے کہ جو وہ چاہتا ہے ہوتا ہے جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔ پس فرماتا ہے کہ وہ اپنے گمراہ کئے ہوئے کو راہ نہیں دکھاتا۔ نہ کوئی اور اس کی رہبری کر سکتا ہے نہ کوئی اس کی مدد کیلئے اٹھ سکتا ہے کہ عذاب الٰہی سے بچا سکے۔ خلق وامر اللہ ہی کا ہے وہ رب العالمین ہے' [7] اس کی ذات بابرکت ہے' وہی سچا معبود ہے۔

---

[1] [الانبیاء: ٢٥]
[2] [الزخرف: ٤٥]
[3] [المائدہ: ٤١]
[4] [ھود: ٣٤]
[5] [الاعراف: ١٨٦]
[6] [یونس: ٩٦، ٩٧]
[7] [الاعراف: ٥٤]

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٨﴾ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ﴿٣٩﴾ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٤٠﴾

بڑی سخت سخت قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ مردوں کو اللہ زندہ نہیں کرے گا' ہاں ضرور زندہ کرے گا یہ تو اس کا برحق لازمی وعدہ ہے لیکن اکثر لوگ بے علمی کر رہے ہیں ○ اس لئے بھی کہ یہ جس چیز میں اختلاف کرتے تھے اسے اللہ تعالیٰ صاف کر دے اور اس لئے بھی کہ خود کافر اپنا جھوٹا ہونا جان لیں ○ ہم جب کسی چیز کا ارادہ کریں تو صرف ہمارا یہ کہہ دینا ہوتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے ○

قیامت ضرور آئے گی: چونکہ کافر قیامت کے قائل نہیں اس لئے دوسروں کو بھی اس عقیدے سے ہٹانے کے لئے وہ پوری کوشش کرتے ہیں۔ ایمان فروشی کر کے اللہ کی تاکیدی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ نہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت ضرور آئے گی اللہ کا یہ وعدہ برحق ہے لیکن اکثر لوگ بوجہ اپنی جہالت اور لاعلمی کے رسولوں کے خلاف کرتے ہیں' اللہ کی باتوں کو نہیں مانتے اور کفر کے گڑھے میں گرتے ہیں۔ پھر قیامت کے آنے اور جسموں کے دوبارہ زندہ ہونے کی بعض حکمتیں ظاہر فرماتا ہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ دنیوی اختلافات میں حق کیا تھا وہ ظاہر ہو جائے' بروں کو سزا اور نیکوں کو جزا ملے گی۔ کافروں کا اپنے عقیدے' اپنے قول' اپنی قسم میں جھوٹا ہونا کھل جائے۔ اس وقت سب دیکھ لیں گے کہ انہیں دھکے دے کر جہنم میں جھونکا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہی ہے وہ جہنم جس کا تم انکار کرتے رہے اب بتاؤ یہ جادو ہے یا تم اندھے ہو؟ اس میں اب پڑے رہو۔ صبر سے رہو یا ہائے وائے کرو' سب برابر ہے' اعمال کا بدلہ بھگتنا ضروری ہے۔ [1]

ہر چیز پر قادر ذات صرف اللہ: پھر اپنی بے اندازہ قدرت کا بیان فرماتا ہے کہ جو وہ چاہے اس پر قادر ہے کوئی بات اسے عاجز نہیں کر سکتی' کوئی چیز اس کے اختیار سے خارج نہیں' وہ جو کرنا چاہے فرما دیتا ہے کہ ہو جا اسی وقت وہ کام ہو جاتا ہے۔ قیامت بھی اس کے فرمان کا عمل ہے جیسے فرمایا ایک آنکھ جھپکنے میں اس کا کہا ہو جائے گا [2] تم سب کا پیدا کرنا اور مرنے کے بعد زندہ کر دینا اس پر ایسا ہی ہے جیسے ایک کو ادھر کہا ہو جا ادھر ہو گیا۔ اس کو دوبارہ کہنے یا تاکید کرنے کی بھی ضرورت نہیں اس کے ارادہ سے مراد جدا نہیں۔ کوئی نہیں جو اس کے خلاف کر سکے' اس کے حکم کے خلاف زبان ہلا سکے۔ وہ واحد و قہار ہے' وہ عظمتوں اور عزتوں والا ہے۔ سلطنت اور جبروت والا ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی معبود نہ حاکم نہ رب نہ قادر۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ابن آدم! مجھے گالیاں دیتا ہے اسے ایسا نہیں چاہئے تھے۔ وہ مجھے جھٹلا رہا ہے حالانکہ یہ بھی اسے لائق نہ تھا۔ اس کا جھٹلانا تو یہ

---

[1] [الطور: ١٤، ١٦] [2] [القمر: ٥٠]

ہے کہ سخت قسمیں کھا کر کہتا ہے کہ اللہ مردوں کو پھر زندہ نہ کرے گا میں کہتا ہوں یقیناً زندہ ہوں گے۔ یہ برحق ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں اور اس کا مجھے گالیاں دینا یہ ہے کہ کہتا ہے اللہ تین میں کا تیسرا ہے حالانکہ میں احد ہوں' میں اللہ ہو میں صمد ہوں' جس کا ہم جنس کوئی اور نہیں۔ ابن ابی حاتم میں تو یہ حدیث موقوفاً مروی ہے۔ بخاری و مسلم میں دوسرے لفظوں کے ساتھ مرفوعاً روایت بھی آئی ہے۔ [1]

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤١﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿٤٢﴾

وقف لازم

جن لوگوں نے ظلم برداشت کرنے کے بعد راہ اللہ میں ترک وطن کیا ہے، ہم انہیں بہتر سے بہتر ٹھکانا دنیا میں عطا فرمائیں گے' اور آخرت کا ثواب تو بہت ہی بڑا ہے کاش کہ لوگ اس سے واقف ہوتے ○ جنہوں نے دامن صبر نہ چھوڑا اور اپنے پالنے والے پر ہی بھروسہ کرتے رہے ○

اللہ کی راہ میں ہجرت: جو لوگ اللہ کی راہ میں ترک وطن کر کے' احباب' رشتے' کنبے تجارت کو اللہ کے نام پر ترک کر کے دین ربانی کی پاسبانی میں ہجرت کر جاتے ہیں ان کے اجر بیان ہو رہے ہیں کہ دونوں جہان میں یہ اللہ کے ہاں معزز و محترم ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ سبب نزول اس کا مہاجرین حبش ہوں جو مکے میں مشرکین کی سخت ایذائیں سہنے کے بعد ہجرت کر کے حبش چلے گئے کہ آزادی سے دین حق پر عامل رہیں۔ ان کے بہترین لوگ یہ تھے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ آپ کی بیوی صاحبہ رقیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں اور حضرت ابو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ کے چچازاد بھائی تھے اور حضرت ابو سلمہ بن عبد الاسد رضی اللہ عنہ وغیرہ۔ قریب قریب اسی (٨٠) آدمی تھے مرد بھی عورتیں بھی جو سب صدیق اور صدیقہ تھے اللہ ان سب سے خوش ہو اور انہیں بھی خوش رکھے۔ پس اللہ تعالیٰ ایسے سچے لوگوں سے وعدہ فرماتا ہے کہ انہیں وہ اچھی جگہ عنایت فرمائے گا۔ جیسے مدینہ اور پاک روزی' مال کا بھی بدلہ ملا اور وطن کا بھی۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے جیسی چیز کو چھوڑے اللہ تعالیٰ اس جیسی بلکہ اس سے کہیں بہتر' پاک اور حلال عطا فرماتا ہے۔ ان غریب الوطن مہاجرین کو دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حاکم و بادشاہ کر دیا اور دنیا پر ان کو سلطنت عطا کی۔ ابھی آخرت کا اجر و ثواب باقی ہے۔ پس ہجرت سے جان چرانے والے مہاجرین کے ثواب سے واقف ہوتے تو ہجرت میں سبقت کرتے۔ اللہ تعالیٰ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے خوش ہو کہ آپ جب کبھی کسی مہاجر کو اس کا حصہ غنیمت وغیرہ دیتے تو فرماتے اللہ تمہیں برکت دے یہ تو دنیا کا اللہ کا وعدہ ہے' اور ابھی اجر آخرت جو بہت عظیم الشان ہے' باقی ہے۔ پھر اسی آیت مبارکہ کی تلاوت کرتے۔ ان پاکباز لوگوں کا اور وصف بیان فرماتا ہے کہ جو تکلیفیں اللہ کی راہ میں انہیں پہنچتی ہیں یہ انہیں جھیل لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر جو انہیں توکل ہے' اس میں کبھی فرق نہیں آتا' اسی لئے دونوں جہاں کی بھلائیاں یہ لوگ اپنے دونوں ہاتھوں سے سمیٹ لیتے ہیں۔

---

[1] [صحیح :صحیح بخاری : کتاب التفسیر (٤٩٧٤) مسند احمد (٣٩٣/٢)]

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۭ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۴﴾

النصف

تجھ سے پہلے بھی ہم انسانوں کو ہی بھیجتے رہے، جن کی جانب وحی اتارا کرتے تھے پس تم اگر نہیں جانتے تو یاد والوں سے دریافت کرلو○ دلیلوں اور کتابوں کے ساتھ۔ یہ یاد اور کتاب ہم نے تیری طرف اتاری ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا ہے تو اسے کھول کھول کر بیان کردے شاید کہ وہ دھیان دھریں○

تمام پیغمبر انسانی روپ میں آئے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا تو عرب نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ اللہ کی شان اس سے بہت اعلیٰ اور بالا ہے کہ وہ کسی انسان کو اپنا رسول بنائے جس کا ذکر قرآن میں بھی ہے۔ فرماتا ہے ﴿اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا﴾ [1] الخ' کیا لوگوں کو اس بات پر تعجب معلوم ہوا کہ ہم نے کسی انسان کی طرف اپنی وحی نازل فرمائی کہ وہ لوگوں کو آگاہ کر دے۔ اور فرمایا ہم نے تجھ سے پہلے بھی جتنے رسول بھیجے سبھی انسان تھے جن پر ہماری وحی آتی تھی۔ تم پہلی آسمانی کتاب والوں سے پوچھ لو کہ وہ انسان تھے یا فرشتے؟ اگر وہ بھی انسان ہوں تو پھر اپنے قول سے باز آؤ ہاں اگر ثابت ہو کہ سلسلہ نبوت فرشتوں میں ہی رہا تو بیشک اس نبی کا انکار کرتے ہوئے تم اچھے لگو گے۔ اور آیت میں ﴿مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى﴾ [2] کا لفظ بھی فرمایا یعنی وہ رسول بھی زمین کے باشندے تھے' آسمان کی مخلوق نہ تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مراد اہل ذکر سے اہل کتاب ہیں۔ مجاہد اور اعمش رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے عبدالرحمٰن رحمہ اللہ فرماتے ہیں ذکر سے مراد قرآن ہے جیسے ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ﴾ [3] الخ میں ہے یہ قول خود ٹھیک ہے لیکن اس آیت سے مراد قرآن لینا درست نہیں کیونکہ قرآن کے تو وہ منکر تھے پھر قرآن والوں سے پوچھ کر ان کی تشفی کیسے ہو سکتی تھی؟ اسی طرح امام ابو جعفر باقر سے مروی ہے کہ ہم اہل ذکر ہیں یعنی یہ امت۔ یہ قول بھی اپنی جگہ درست ہے فی الواقع یہ امت تمام اگلی امتوں سے زیادہ علم والی ہے اور اہل بیت کے علماء اور علماء سے بدرجہا بڑھ کر ہیں۔ جب کہ وہ سنت مستقیمہ پر ثابت قدم ہوں۔ جیسے علی' ابن عباس' حسین رضی اللہ عنہم محمد بن حنفیہ' علی بن حسین زین العابدین' علی بن عبداللہ بن عباس' ابو جعفر باقر' محمد بن علی بن حسین اور ان کے صاحبزادے جعفر اور ان جیسے اور بزرگ حضرات رحمۃ اللہ علیہم اللہ کی رحمت و رضا انہیں حاصل ہو۔ جو کہ اللہ کی رسی کو مضبوط تھامے ہوئے اور صراط مستقیم پر قدم جمائے ہوئے اور ہر حقدار کے حق کو بجا لانے والے اور ہر ایک کو اس کی سچی جگہ اتارنے والے' ہر ایک کی قدر و عزت کرنے والے تھے اور خود وہ اللہ کے تمام نیک بندوں کے دلوں میں اپنی مقبولیت رکھتے ہیں۔ یہ بے شک صحیح تو ہے لیکن اس آیت میں یہ مراد نہیں۔ یہاں بیان ہو رہا ہے کہ آپ بھی انسان ہیں اور آپ سے پہلے بھی انبیاء بنی

[1] [یونس: ۲] [2] [یوسف: ۱۰۹] [3] [الحجر: ۹]

آدم میں سے ہی ہوتے رہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا﴾ [1] الخ، کہہ دے کہ میرا رب پاک ہے میں صرف ایک انسان ہوں جو اللہ کا رسول ہوں۔ لوگ محض یہ بہانہ کر کے رسولوں کا انکار کر بیٹھے کہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی انسان کو اپنی رسالت دے؟۔ اور آیت میں ہے تجھ سے پہلے جتنے رسول ہم نے بھیجے سبھی کھانے پینے اور بازاروں میں چلنے پھرنے والے تھے۔ [2] اور آیت میں ہے، ہم نے ان کے جسم ایسے نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانے پینے سے بے نیاز ہوں یا یہ کہ مرنے والے ہی نہ ہوں۔ [3]

اور جگہ ارشاد ہے ﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ﴾ [4] میں کوئی شروع کا اور پہلا نیا رسول تو نہیں؟ ایک اور آیت میں ہے میں تم جیسا انسان ہوں میری جانب وحی اتاری جاتی ہے الخ، [5] پس یہاں ارشاد ہوا کہ پہلی کتابوں والوں سے پوچھ لو کہ نبی انسان ہوتے تھے یا غیر انسان؟ پھر یہاں فرماتا ہے کہ رسول کو وہ دلیلیں دے کر حجتیں عطا فرما کر بھیجتا ہے کتابیں ان پر نازل فرماتا ہے صحیفے انہیں عطا فرماتا ہے۔ زُبر سے مراد کتابیں ہیں جیسے قرآن میں اور جگہ ہے ﴿وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ﴾ [6] جو کچھ انہوں نے کیا کتابوں میں ہے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ﴾ [7] ہم نے زبور میں لکھ دیا الخ، پھر فرماتا ہے ہم نے تیری طرف ذکر نازل فرمایا یعنی قرآن اس لئے کہ چونکہ تو اس کے معنی مطلب سے بھی اچھی طرح واقف ہے ایسے لوگوں کو سمجھا بجھا دے۔ حقیقتاً اے نبی آپ ہی اس پر سب سے زیادہ حریص ہیں آپ ہی اس کے سب سے بڑے عالم ہیں اور آپ ہی اس کے سب سے زیادہ عامل ہیں۔ اس لئے کہ آپ افضل الخلائق ہیں۔ اولاد آدم کے سردار ہیں۔ جو اجمال اس کتاب میں ہے اس کی تفصیل آپ کے ذمے ہے، لوگوں پر جو مشکل ہو آپ اسے سمجھا دیں تا کہ وہ سوچیں سمجھیں راہ پائیں اور پھر نجات اور دونوں جہان کی بھلائی حاصل کریں۔

اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ
الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٤٥﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿٤٦﴾
اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ ۭ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿٤٧﴾

بدترین داؤ پیچ کرنے والے کیا اس بات سے بے خوف ہو گئے ہیں؟ کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے یا ان کے پاس ایسی جگہ سے عذاب آ جائے جہاں کا انہیں وہم وگمان بھی نہ ہو ○ یا انہیں چلتے پھرتے پکڑ لے یہ کسی صورت میں اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے ○ یا انہیں ڈرا دھمکا کر پکڑ لے، پس یقیناً تمہارا پروردگار اعلیٰ شفقت اور انتہائی رحم والا ہے ○

اللہ تعالیٰ جبار بھی ہے: اللہ تعالیٰ خالق کائنات اور مالک ارض وسماوات اپنے حلم کا باوجود علم کے اور اپنی مہربانی کا باوجود غصے کے بیان فرماتا ہے کہ وہ اگر چاہے اپنے گنہگار و بدکردار بندوں کو زمین میں دھنسا سکتا ہے۔ بے خبری میں

[1] [الاسراء: ٩٣، ٩٤] [2] [الفرقان: ٢٠] [3] [الانبیاء: ٨]
[4] [الاحقاف: ٩] [5] [الکھف: ١١٠] [6] [القمر: ٥٢]
[7] [الانبیاء: ١٠٥]

ان پر عذاب لاسکتا ہے لیکن اپنی غایت مہربانی سے درگزر کئے ہوئے ہے جیسے سورۂ تبارک میں فرمایا اللہ جو آسمان میں ہے کیا تم اس کے غضب سے نہیں ڈرتے ؟ کہ کہیں زمین کو دلدل بنا کر اس میں دھنسا نہ دے کہ وہ تمہیں ہچکولے ہی لگاتی رہا کرے کیا تمہیں آسمانوں والے اللہ سے ڈر نہیں لگتا ہے کہ کہیں وہ تم پر آسمان سے پتھر برسا دے۔ اس وقت تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میرا ڈرانا کیسا تھا۔ (1) اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے مکار، بدکردار لوگوں کو ان کے چلتے پھرتے، آتے جاتے، کھاتے کماتے ہی پکڑ لے۔ سفر حضر رات دن جس وقت چاہے پکڑ لے جیسے فرمان ہے ﴿اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰی﴾ (2) الخ، کیا بستی والے اس سے نڈر ہو گئے ہیں کہ ان کے پاس ہمارا عذاب رات ہی رات میں ان کے سوتے سلاتے ہی آ جائے۔ یا دن چڑھے ان کے کھیل کود کے وقت ہی آ جائے۔ اللہ کو کوئی شخص اور کوئی کام عاجز نہیں کر سکتا وہ ہارنے والا، تھکنے والا اور نا کام ہونے والا نہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ باوجود ڈر خوف کے انہیں پکڑ لے تو دونوں عتاب ایک ساتھ ہو جائیں ڈر اور پھر پکڑ، ہر ایک کو اچانک موت آ جائے دوسرا ڈرے اور پھر مرے۔ لیکن رب العلیٰ، رب کائنات بڑا ہی رؤف و رحیم ہے اس لئے جلدی نہیں پکڑتا۔ بخاری و مسلم میں ہے خلاف طبع باتیں سن کر صبر کرنے میں اللہ سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ لوگ اس کی اولاد ٹھہراتے ہیں اور وہ انہیں رزق و عافیت عنایت فرماتا ہے۔ (3) بخاری و مسلم میں ہے اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے لیکن جب پکڑ نازل فرماتا ہے پھر اچانک تباہ ہو جاتا ہے پھر حضور ﷺ نے آیت ﴿وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ﴾ (4) الخ، پڑھی۔ (5) اور آیت میں ﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ﴾ (6) الخ، بہت سی بستیاں ہیں جنہیں میں نے کچھ مہلت دی لیکن آخر ان کے ظلم کی بنا پر انہیں گرفتار کر لیا۔ لوٹنا تو میری ہی جانب ہے۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٤٩﴾ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿٥٠﴾ السجدة

ع ۶ / ۱۲

کیا انہوں نے مخلوق اللہ میں سے کسی کو بھی نہیں دیکھا ؟ کہ اس کے سائے دائیں بائیں جھک جھک کر اللہ کے سامنے سر بسجود

---

(1) [سورة الملك: آيت ١٦، ١٧]

(2) [سورة الاعراف: آيت ٩٧، ٩٨]

(3) [صحيح: صحيح بخارى: كتاب الادب: باب الصبر فى الاذى (٦٠٩٩) صحيح مسلم: كتاب صفات المنافقين: باب فى الكفار (٢٨٠٤)]

(4) [سورة هود: آيت ١٠٢]

(5) [صحيح: صحيح بخارى: كتاب التفسير: باب و كذلك اخذ ربك اذا اخذ القرىٰ (٤٦٨٦) صحيح مسلم: كتاب البر والصلة: باب تحريم الظلم (٢٥٨٣) ابن ماجه: كتاب الفتن: باب العقوبات (٤٠١٨) ترمذى: كتاب تفسير القرآن: باب ومن سورة هود (٣١١٠)]

(6) [سورة الحج: آيت ٤٨]

ہیں اور عاجزی کا اظہار کرتے ہیں ○ یقیناً آسمان وزمین کے کل اور تمام فرشتے اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدے کرتے ہیں اور ذرا بھی تو تکبر نہیں کرتے ○ اور اپنے رب سے جو ان کے اوپر ہے کپکپاتے رہتے ہیں اور جو حکم مل جائے اس کی تعمیل میں لگے رہتے ہیں ○

اللہ کی عظیم شان وشوکت اور بادشاہت: اللہ تعالیٰ ذوالجلال والاکرام کی عظمت وجلالت کبریائی اور بے ہمتائی کا خیال کیجئے کہ ساری مخلوق عرش سے فرش تک اس کے سامنے مطیع اور غلام۔ جمادات وحیوانات، انسان اور جنات فرشتے اور کل کائنات، اس کی فرماں بردار، ہر چیز صبح شام اس کے سامنے ہر طرح سے اپنی عاجزی اور بے کسی کا ثبوت پیش کرنے والی، جھک جھک کر اس کے سامنے سجدے کرنے والی۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں سورج ڈھلتے ہی تمام چیزیں اللہ کے سامنے سجدے میں گر جاتی ہیں۔ ہر ایک رب العالمین کے سامنے ذلیل و پست ہے، پہاڑ وغیرہ کا سجدہ ان کا سایہ ہے، سمندر کی موجیں اس کی نماز ہے۔ انہیں گویا ذوی العقول سمجھ کر سجدے کی نسبت ان کی طرف کی۔ اور فرمایا زمین وآسمان کے کل جاندار اس کے سامنے سجدے میں ہیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا﴾ [1] الخ، خوشی ناخوشی ہر چیز رب العالمین کے سامنے سربسجود ہے، ان کے سائے صبح وشام سجدہ کرتے ہیں۔ فرشتے بھی باوجود اپنی قدرو منزلت کے اللہ کے سامنے پست ہیں، اس کی عبادت سے تنگ نہیں آسکتے اللہ تعالیٰ جل وعلا سے کانپتے اور لرزتے رہتے ہیں اور جو حکم ہے اس کی بجا آوری میں مشغول ہیں نہ نافرمانی کرتے ہیں نہ سستی کرتے ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۵۱﴾ وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْئَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾

اللہ تعالیٰ ارشاد فرما چکا ہے کہ دو دو معبود نہ بناؤ، معبود تو صرف وہی اکیلا ہے، پس تم سب صرف میرا ہی ڈر خوف رکھو ○ آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے اور اسی کی عبادت لازم ہے، کیا پھر بھی تم اس کے سوا اوروں سے ڈرتے رہتے ہو؟ ○ تمہارے پاس جتنی بھی نعمتیں ہیں سب اسی کی دی ہوئی ہیں اب بھی جب تمہیں کوئی مصیبت پیش آتی ہے تو اسی کی طرف نالہ وفریاد کرتے ہو ○ اور جہاں اس نے وہ مصیبت تم سے دفع کر دی تو تم میں سے کچھ لوگ اپنے رب کے ساتھ شریک کرنے لگ جاتے ہیں ○ کہ ہماری دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری کریں، اچھا کچھ فائدہ اٹھالو آخر کار تو تمہیں معلوم ہو ہی جائے گا ○

---

[1] [سورۃ الرعد: آیت ۱۵]

صرف اللہ ہی عبادت کا مستحق: اللہ واحد کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں' وہ لاشریک ہے' وہ ہر چیز کا خالق ہے' مالک ہے' پالنہار ہے۔ اسی کی خالص عبادت دائمی اور واجب ہے۔ اس کے سوا دوسروں کی عبادت کے طریقے نہ اختیار کرنے چاہئیں۔ آسمان وزمین کی تمام مخلوق خوشی یا ناخوشی اس کی ماتحت ہے۔ سب کا لوٹایا جانا اسی کی طرف ہے' (1) خلوص کے ساتھ اسی کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنے سے بچو۔ دین خالص صرف اللہ ہی کا ہے (2) آسمان وزمین کی ہر چیز کا مالک وہی تنہا ہے۔ نفع نقصان اسی کے اختیار میں ہے' جو کچھ نعمتیں بندوں کے ہاتھ میں ہیں سب اسی کی طرف سے ہیں' رزق نعمتیں عافیت تصرف اسی کی طرف سے ہے۔ اسی کے فعل واحسان بدن پر ہیں۔ اور اب بھی ان نعمتوں کے پالینے کے بعد بھی تم اس کے ویسے ہی محتاج ہو مصیبتیں اب بھی سر پر منڈلا رہی ہیں۔ سختی کے وقت وہی یاد آتا ہے اور گڑگڑا کر پوری عاجزی کے ساتھ کٹھن وقت میں اسی کی طرف جھکتے ہو۔ خود مشرکین مکہ کا بھی یہی حال تھا کہ جب سمندر میں گر جاتے' بادمخالف کے جھونکے کشتی کو پتے کی طرح ہچکولے دینے لگتے تو اپنے ٹھاکروں' دیوتاؤں' بتوں' پیروں' فقیروں' ولیوں' نبیوں سب کو بھول جاتے اور خالق اللہ سے لو لگا کر خلوص دل سے اس سے بچاؤ اور نجات طلب کرتے۔ لیکن کنارے پر کشتی کے پار لگتے ہی اپنے پرانے الٰہ سب یاد آ جاتے اور معبود حقیقی کے ساتھ پھر ان کی پوجا پاٹ ہونے لگتی۔ اس سے بڑھ کر ناشکری' کفر اور نعمتوں کی فراموشی اور کیا ہو سکتی ہے؟ یہاں بھی فرمایا کہ مطلب نکل جاتے ہی بہت سے لوگ آنکھیں پھیر لیتے ہیں۔ ﴿لِيَكْفُرُوا﴾ کا لام لام عاقبت ہے اور لام تعلیل بھی کہا گیا ہے یعنی ہم نے یہ خصلت ان کی اس لئے کر دی ہے کہ وہ اللہ کی نعمت پر پردے ڈالیں اور اس کا انکار کریں حالانکہ دراصل نعمتوں کا دینے والا' مصیبتوں کا دفع کرنے والا اس کے سوا کوئی نہیں۔ پھر انہیں ڈراتا ہے کہ اچھا دنیا میں تو اپنا کام چلا لو' معمولی سا فائدہ یہاں کا اٹھا لو لیکن اس کا انجام ابھی ابھی معلوم ہو جائے گا۔

وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ۭ تَاللّٰهِ لَتُسْــَٔــلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ۝ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ۝ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۝ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْۗءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ۭ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰي هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

جسے جانتے بوجھتے بھی نہیں اس کا حصہ ہماری دی ہوئی چیز میں مقرر کرتے ہیں' واللہ ان کے اس بہتان کا سوال ان سے ضرور ہی کیا جائے گا ○ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے لڑکیاں مقرر کرتے ہیں اور اپنے لئے وہ جو اپنی خواہش کے مطابق ہو ○ ان میں سے کسی کو جب لڑکی ہونے کی خبر دی جائے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور دل ہی دل میں گھٹنے لگتا ہے ○

---

(1) [سورۃ آل عمران: آیت ۸۳] (2) [سورۃ الزمر: آیت ۳]

اس بری خبر کی وجہ سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرتا ہے' سوچتا ہے کہ کیا اس ذلت کو لئے ہوئے ہی رہے یا اسے مٹی میں دبا دے آہ! کیا ہی برے فیصلے کرتے ہیں ○ آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کی ہی بری مثال ہے' اللہ کیلئے تو نہایت ہی بلند صفت ہے' وہ بڑا ہی غالب اور باحکمت ہے ○

اپنے لیے لڑکے اور اللہ کے لیے لڑکیاں: مشرکوں کی بے عقلی اور بے ڈھنگی بیان ہو رہی ہے کہ دینے والا اللہ ہے سب کچھ اسی کا دیا ہوا اور یہ اس میں سے اپنے جھوٹے معبودوں کے نام کر دیتے ہیں جن کا صحیح علم بھی انہیں نہیں پھر اس میں سختی کریں کہ اللہ کے نام کا تو چاہے ان کے معبودوں کے نام ہو جائے لیکن ان کے معبودوں کے نام کیا گیا اللہ کے نام نہ ہو سکے (١) ایسے لوگوں سے ضرور باز پرس ہوگی اور اس افترا کا بدلہ پورا پورا ملے گا۔ جہنم کی آگ ہوگی اور یہ ہوں گے۔ پھر ان کی دوسری بے انصافی اور حماقت بیان ہو رہی ہے کہ اللہ کے مقرب غلام فرشتے ان کے نزدیک اللہ کی بیٹیاں ہیں یہ خطا کر کے پھر ان کی عبادت کرتے ہیں جو خطا پر خطا ہے۔ یہاں تین جرم ان سے سرزد ہوئے اولاً تو اللہ کے لئے اولاد ٹھہرانا جو اس سے یکسر پاک ہے' پھر اولاد میں سے بھی وہ قسم اسے دینا جسے خود اپنے لئے بھی پسند نہیں کرتے یعنی لڑکیاں۔ کیا ہی الٹی بات ہے کہ اپنے لئے تو لڑکے اور اللہ کیلئے لڑکیاں۔ (٢) پھر ان کی عبادت کرنا یہ ان کا سراسر بہتان ہے محض جھوٹ ہے کیسے ممکن ہے کہ اللہ کیلئے اولاد ہو؟ پھر اولاد بھی وہ جو ان کے نزدیک نہایت ردی اور ذلیل چیز ہے۔ کیا حماقت ہے کہ انہیں تو لڑکے دے اور اپنے لئے لڑکیاں رکھے؟ اللہ اس سے بلکہ اولاد سے پاک ہے۔ انہیں جب خبر ملے کہ ان کے ہاں لڑکی ہوئی تو مارے ندامت و شرم کے منہ کالا پڑ جائے' زبان بند ہو جائے' غم سے کمر جھک جائے۔ زہر کے گھونٹ پی کر خاموش ہو جائے۔ لوگوں سے منہ چھپاتا پھرے اسی سوچ میں رہے کہ اب کیا کروں اگر لڑکی کو زندہ چھوڑتا ہوں تو بڑی رسوائی ہے نہ وہ وارث بنے نہ کوئی چیز سمجھی جائے لڑکے کو اس پر ترجیح دی جائے غرض زندہ رکھے تو نہایت ذلت سے۔ ورنہ صاف بات ہے کہ جیتے جی گڑھا کھودا اور دبا دی۔ یہ حالت تو اپنی ہے پھر اللہ کیلئے یہی چیز ثابت کرتے ہیں۔ کیسے برے فیصلے کرتے ہیں؟ کتنی بے حیائی کی تقسیم کرتے ہیں اللہ کیلئے جو بیٹی ثابت کریں اسے اپنے لئے سخت تر باعث توہین و تذلیل سمجھیں۔ اصل یہ ہے کہ بری مثال اور نقصان انہی کافروں کے لئے ہے اللہ کے لئے کمال ہے۔ وہ عزیز و حکیم ہے اور ذوالجلال والاکرام ہے۔

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٦١﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ۭ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿٦٢﴾

اگر لوگوں کے گناہ پر اللہ تعالیٰ ان کی گرفت کرتا رہتا تو روئے زمین پر ایک بھی جاندار باقی نہ رہتا۔ وہ تو انہیں ایک وقت

---

(١) [سورۃ الانعام: آیت ١٣٦] (٢) [سورۃ النجم: آیت ٢١، ٢٢]

مقررہ تک ڈھیل دیئے ہوئے ہے۔ جب ان کا وہ وقت آ جائے گا پھر نہ تو ایک ساعت دیر لگے نہ جلدی ہو○ اپنے لئے مکروہ رکھتے ہیں اللہ کیلئے ثابت کرتے ہیں ان کی زبانیں جھوٹی باتیں بیان کرتی ہیں کہ ان کیلئے خوبی ہے' نہیں نہیں دراصل ان کیلئے آگ ہے اور یہ دوزخیوں کے پیش رو ہیں○

بندوں کو مہلت دینا اللہ کا عظیم احسان: اللہ تعالیٰ کے علم و کرم لطف و رحم کا بیان ہو رہا ہے کہ بندوں کے گناہ دیکھتا ہے اور پھر بھی انہیں مہلت دیتا ہے اگر فوراً پکڑے تو آج زمین پر کوئی چلتا پھرتا نظر نہ آئے۔ انسانوں کی خطاؤں میں جانور بھی ہلاک ہو جائیں۔ گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جائے۔ بروں کے ساتھ بھلے بھی پکڑ میں آ جائیں۔ لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے علم و کرم لطف و رحم سے پردہ پوشی کر رہا ہے' درگزر فرما رہا ہے' معافی دے رہا ہے۔ ایک خاص وقت تک کی مہلت دیئے ہوئے ہے ورنہ کیڑے اور بھنگے بھی نہ بچتے۔ بنی آدم کے گناہوں کی کثرت کی وجہ سے عذاب الٰہی ایسے آتے کہ سب کو غارت کر جاتے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سنا کہ کوئی صاحب فرما رہا ہے۔ ظالم اپنا ہی نقصان کرتا ہے تو آپ نے فرمایا نہیں نہیں بلکہ پرندے اپنے گھونسلوں میں بوجہ اس کے ظلم کے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کچھ ذکر کر رہے تھے کہ آپ نے فرمایا اللہ کسی نفس کو ڈھیل نہیں دیتا عمر کی زیادتی نیک اولاد سے ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عنایت فرماتا ہے پھر ان بچوں کی دعائیں ان کی قبر میں انہیں پہنچتی رہتی ہیں' یہی ان کی عمر کی زیادتی ہے۔ [1] اپنے لئے یہ ظالم لڑکیاں ناپسند کریں' شرکت نہ چاہیں اور اللہ کیلئے یہ سب روا رکھیں۔ پھر یہ خیال کریں کہ یہ دنیا میں بھی اچھائیاں سمیٹنے والے ہیں اور اگر قیامت قائم ہوئی تو وہاں بھی بھلائی ان کیلئے ہے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ نفع کے مستحق اس دنیا میں تو ہم ہیں ہی اور صحیح بات تو یہ ہے کہ قیامت نے آنا نہیں۔ بالفرض آئی بھی تو وہاں کی بہتری بھی ہمارے لئے ہی ہے ان کفار کو عنقریب سخت عذاب چکھنے پڑیں گے' ہماری آیتوں سے کفر' پھر آرزو یہ کہ مال و اولاد ہمیں وہاں بھی ملے گا۔ سورۂ کہف میں دو ساتھیوں کا ذکر کرتے ہوئے قرآن نے فرمایا ہے کہ وہ ظالم اپنے باغ میں جاتے ہوئے اپنے نیک ساتھی سے کہتا ہے میں تو اسے ہلاک ہونے والا جانتا ہی نہیں نہ قیامت کا قائل ہوں اور اگر بالفرض میں دوبارہ زندہ کیا گیا تو وہاں اس سے بھی بہتر چیز دیا جاؤں گا۔ [2] کام برے کریں آرزو نیکی کی رکھیں۔ کانٹے بوئیں اور پھل چاہیں۔ کہتے ہیں کعبۃ اللہ شریف کی عمارت کو نئے سرے سے بنانے کیلئے جب ڈھایا گیا تو بنیادوں میں سے ایک پتھر نکلا' جس پر ایک کتبہ لکھا ہوا تھا' جس میں یہ بھی لکھا تھا کہ تم برائیاں کرتے ہو اور نیکیوں کی امید رکھتے ہو یہ تو ایسا ہی جیسے کانٹے بو کر انگور کی امید رکھنا۔ پس انکی امیدیں تھیں کہ دنیا میں بھی انہیں جاہ و حشمت اور لونڈی غلام ملیں گے اور آخرت میں بھی۔ اللہ فرماتا ہے دراصل ان کیلئے آتش دوزخ تیار ہے۔ وہاں یہ رحمت رب سے بھلا دیئے جائیں گے اور ضائع اور برباد ہو جائیں گے آج یہ ہمارے احکام بھلائے بیٹھے ہیں' کل انہیں ہم اپنی نعمتوں سے بھلا دیں گے' یہ جلدی ہی جہنم نشین ہونے والے ہیں۔

---

[1] **[ضعیف :** العقیلی فی الضعفاء (۱۳٤/۲) ابن عدی فی الکامل (۲۸٥/۳) ابن حبان فی المجروحین (۳۳۱/۱) مجمع الزوائد (۱۹۸/۷)] اس کی سند میں سلیمان بن عطاء راوی ضعیف ہے۔]

[2] [سورۃ الکھف: آیت ۳٥، ۳٦]

تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۵﴾ ع ۱٤

قسم اللہ کی ہم نے تجھ سے پہلے کی امتوں کی طرف بھی اپنے رسول بھیجے لیکن شیطان نے ان کی بداعمالی ان کی نگاہوں میں مزین کر دی وہ شیطان آج بھی ان کا رفیق بنا ہوا ہے ان کیلئے دردناک عذاب ہے ○ اس کتاب کو ہم نے تجھ پر اسی لئے اتارا ہے کہ تو ہر اس چیز کو کھول دے جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں' اور یہ راہنمائی اور ایمانداروں کیلئے رحمت ہے ○ اور اللہ آسمان سے پانی برسا کر اس سے زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتا ہے' یقیناً اس میں ان لوگوں کیلئے البتہ نشان ہے جو سنیں ○

پیغمبر کو جھٹلانے والے شیطان کے مرید: اے نبی (ﷺ) آپ تسلی رکھیں۔ آپ ﷺ کو آپ کی قوم کا جھٹلانا کوئی انوکھی بات نہیں کون سا نبی آیا جو جھٹلایا نہ گیا؟ باقی رہے جھٹلانے والے وہ شیطان کے مرید ہیں۔ برائیاں انہیں شیطانی وسواس سے بھلائیاں دکھائی دیتی ہیں۔ ان کا ولی شیطان ہے وہ انہیں کوئی نفع پہنچانے والا نہیں۔ ہمیشہ کیلئے مصیبت افزا عذابوں میں چھوڑ کر ان سے الگ ہو جائے گا۔ قرآن حق و باطل میں' سچ جھوٹ میں تمیز کرانے والی کتاب ہے' ہر جھگڑا اور ہر اختلاف کا فیصلہ اس میں موجود ہے۔ یہ دلوں کے لئے ہدایت ہے اور ایماندار جو اس پر عامل ہیں ان کیلئے رحمت ہے۔ اس قرآن سے کس طرح مردہ دل جی اٹھتے ہیں' اس کی مثال مردہ زمین اور بارش کی ہے جو لوگ بات کو سنیں' سمجھیں وہ تو اس سے بہت کچھ عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾

تمہارے لئے تو چوپایوں میں بھی بڑی عبرت ہے' کہ ہم تمہیں اس کے پیٹ میں جو کچھ ہے اسی میں سے گوبر اور لہو کے درمیان سے خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لئے سہتا پچتا ہے ○ کھجور اور انگور کے درختوں کے پھلوں سے تم شراب بنا لیتے ہو اور حلال اور عمدہ روزی بھی' جو لوگ عقل رکھتے ہیں ان کے لئے تو اس میں بھی بہت بڑی نشانی ہے ○

دودھ بھی اللہ کی ایک نشانی : اونٹ گائے بکری وغیرہ بھی اپنے خالق کی قدرت وحکمت کی نشانیاں ہیں۔ ﴿بُطُوْنِهٖ﴾ میں ضمیر کو یا تو نعمت کے معنی پر لوٹایا ہے یا حیوان پر۔ چوپائے بھی حیوان ہیں۔ ان حیوانوں کے پیٹ میں

جوالا بلا بھری ہوئی ہوتی ہے۔اسی میں سے پروردگار عالم تمہیں نہایت خوش ذائقہ لطیف اور خوشگوار دودھ پلاتا ہے۔ دوسری آیت میں ہے ﴿بُطُوْنِهَا﴾ [1] ہے دونوں باتیں جائز ہیں۔جیسے آیت ﴿كَلَّا اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ○ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَه﴾ [2] میں ہے اور جیسے آیت ﴿وَاِنِّىْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنَاظِرَةٌ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ○ فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمَانَ﴾ [3] میں ہے پس جاء میں مذکر لائے۔مراد اس سے مال ہے جانور کے بطن سے جو گوبر خون وغیرہ ہے ان سے بچا کر دودھ تمہارے لئے نکالتا ہے۔نہ اس کی سفیدی میں فرق آئے نہ حلاوت میں نہ مزے میں معدے میں غذا پہنچی ہے وہاں سے خون رگوں کی طرف دوڑ گیا دودھ تھن کی طرف پہنچا پیشاب نے مثانے کا راستہ پکڑا گوبر اپنے مخرج کی طرف جمع ہوا نہ ایک دوسرے سے ملے نہ ایک دوسرے کو بدلے۔یہ خالص دودھ جو پینے والے کے حلق میں با آرام اتر جائے اس کی خاص نعمت ہے۔اس نعمت کے بیان کے ساتھ ہی دوسری نعمت بیان فرمائی کہ کھجور اور انگور کے شیرے سے تم شراب بنا لیتے ہو۔یہ شراب کی حرمت سے پہلے ہے۔اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں چیزوں کی شراب ایک ہی حکم میں ہے جیسے مالک شافعی رحمہ اللہ اور جمہور علماء کا مذہب ہے ان اور یہی حکم ہے شرابوں کا جو گیہوں جو جوار اور شہد سے بنائی جائیں جیسے کہ احادیث میں مفصل آ چکا ہے۔یہ جگہ اس کی تفصیل کی نہیں۔ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں شراب بناتے ہو جو حرام ہے اور طرح کھاتے پیتے ہو جو حلال ہے۔مثلاً خشک کھجور کشمش وغیرہ اور نبیذ شربت بنا کر سرکہ بنا کر اور کئی اور طریقوں سے۔پس جن لوگوں کو عقل کا حصہ دیا گیا ہے وہ اللہ کی قدرت و عظمت کو ان چیزوں اور ان نعمتوں سے پہچان سکتے ہیں۔دراصل جوہر انسانیت عقل ہی ہے۔اسی کی نگہبانی کیلئے شریعت مطہرہ نے نشے والی شرابیں اس امت پر حرام کر دیں۔اسی نعمت کا بیان سورۂ یاسین کی آیت ﴿وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ﴾ [4] الخ میں ہے یعنی زمین میں ہم نے کھجوروں اور انگوروں کے باغ لگا دیئے اور ان میں پانی کے چشمے بہا دیے۔تاکہ لوگ اسکا پھل کھائیں یہ انکے اپنے بنائے ہوئے نہیں۔کیا پھر بھی یہ شکر گزاری نہیں کریں گے؟ وہ ذات پاک ہے جس نے زمین کی پیداوار میں اور خود انسانوں میں اور اس مخلوق میں جسے یہ جانتے ہی نہیں ہر طرح کے جوڑ جوڑ چیزیں پیدا کر دی ہیں۔

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ﴿٦٨﴾ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۭ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَاۗءٌ لِّلنَّاسِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٦٩﴾

تیرے رب نے شہد کی مکھی کو حکم دیا کہ پہاڑوں میں درختوں میں اور لوگوں کی بنائی ہوئی بلند عمارتوں میں اپنے چھتے بنا ○ اور

---

[1] [سورۃ المؤمنون: آیت ٢١]
[2] [سورۃ عبس: آیت ١١، ١٢]
[3] [سورۃ النمل: آیت ٣٥، ٣٦]
[4] [سورۃ یٰسین: آیت ٣٤، ٣٦]

ہر طرح کے میوے کھا اور اپنے رب کی آسان راہوں میں چلتی پھرتی رہ' ان کے پیٹ سے پینے کا شہد نکلتا ہے' جس کے رنگ مختلف ہیں اور جس میں لوگوں کے لئے شفا ہے' غور و فکر کرنے والوں کے لئے اس میں بھی بہت بڑا نشان ہے ○

وحی کا مفہوم اور شہد میں شفا: وحی سے مراد یہاں پر الہام' ہدایت اور ارشاد ہے۔ شہد کی مکھیوں کو اللہ کی جانب سے یہ بات سمجھائی گئی کہ وہ پہاڑوں میں' درختوں میں اور چھتوں میں شہد کے چھتے بنائے۔ اس ضعیف مخلوق کے اس گھر کو دیکھئے کتنا مضبوط' کیسا خوبصورت اور کیسی کاری گری کا ہوتا ہے۔ پھر اسے ہدایت کی اور اس کیلئے مقدر کر دیا کہ یہ پھلوں' پھولوں اور گھانس پات کی رس چوستی پھرے اور جہاں چاہے جائے' آئے لیکن واپس لوٹتے وقت سیدھی اپنے چھتے کو پہنچ جائے۔ چاہے بلند پہاڑ کی چوٹی ہو' چاہے بیابان کے درخت ہوں' چاہے آبادی کے بلند مکانات اور ویرانے کے سنسان کھنڈر ہوں' یہ نہ راستہ بھولے' نہ بھٹکتی پھرے' خواہ کتنی ہی دور نکل جائے۔ لوٹ کر اپنے چھتے اور اپنے بچوں' انڈوں اور شہد میں پہنچ جائے۔ اپنے پروں سے موم بنائے۔ اپنے منہ سے شہد جمع کرے اور دوسری جگہ سے بچے۔ ((ذُلُلاً)) کی تفسیر اطاعت گزار اور مسخر سے بھی کی گئی ہے پس یہ حال ہوگا سالکہ کا جیسے قرآن میں ﴿ وَذَلَّلْنٰهَا لَـهُمْ ﴾ [1] الخ' میں بھی یہی معنی مراد ہے اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ لوگ شہد کے چھتے کو ایک شہر سے دوسرے شہر تک لے جاتے ہیں۔ لیکن پہلا قول بہت ہی زیادہ ظاہر ہے یعنی یہ اس کے طریق کا حال ہے۔ ابن جریر دونوں قول کو صحیح بتلاتے ہیں۔ ابو یعلی موصلی میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مکھی کی عمر چالیس دن ہوتی ہے سوائے شہد کی مکھی کے۔ کئی مکھیاں آگ میں بھی ہوتی ہیں۔ [2] شہد کے رنگ مختلف ہوتے ہیں سفید' زرد' سرخ وغیرہ جیسے پھل پھول اور جیسی زمین۔ اس ظاہری خوبی اور رنگ کی چمک کے ساتھ اس میں شفا بھی ہے' بہت سی بیماریوں کو اللہ تعالیٰ اس سے دور کر دیتا ہے یہاں ﴿ فِيْهِ الشِّفَآءُ لِلنَّاسِ ﴾ نہیں فرمایا ورنہ ہر بیماری کی دوا یہی ٹھہرتی بلکہ فرمایا اس میں شفا ہے لوگوں کیلئے پس یہ سرد بیماریوں کی دوا ہے۔ علاج ہمیشہ بیماریوں کے خلاف ہوتا ہے پس شہد گرم ہے سردی کی بیماری میں مفید ہے۔ مجاہد اور ابن جریر سے منقول ہے کہ اس سے مراد قرآن ہے یعنی قرآن میں شفا ہے۔ یہ قول گو اپنے طور پر صحیح ہے اور واقعی شفا ہے لیکن اس آیت میں یہ مراد لینا سیاق کے مطابق نہیں۔ اس میں شہد کا ذکر ہے' اسی لئے مجاہد کے اس قول کی اقتدا نہیں کی گئی۔ ہاں قرآن کے شفا ہونے کا ذکر آیت ﴿ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ ﴾ [3] الخ' میں ہے اور آیت ﴿ شِفَآءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوْرِ ﴾ [4] میں ہے اس آیت میں تو مراد شہد ہے چنانچہ بخاری مسلم کی حدیث میں ہے کہ کسی نے آ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے بھائی کو دست آ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اسے شہد پلاؤ' وہ گیا' شہد دیا' پھر آیا اور کہا حضور ﷺ اسے تو بیماری اور بڑھ گئی۔ آپ نے فرمایا جا اور شہد پلا۔ اس نے جا کر پھر پلایا' پھر حاضر ہو کر یہی عرض کیا کہ دست

---

[1] [سورۃ یسین: آیت ۷۲]

[2] [مسند ابو یعلی (۴۲۳۱) مجمع الزوائد (۱۸۵۹۴)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہی۔]

[3] [سورۃ الاسراء: آیت ۸۲] [4] [سورۃ یونس: آیت ۵۷]

اور بڑھ گئے آپ نے فرمایا اللہ سچا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے' جا پھر شہد دے۔ تیسری مرتبہ شہد سے بفضل الٰہی شفا حاصل ہوگئی۔ (1) بعض اطباء نے کہا ہے ممکن ہے اس کے پیٹ میں فضلے کی زیادتی ہو' شہد نے اپنی گرمی کی وجہ سے اس کی تحلیل کردی۔ فضلہ خارج ہونا شروع ہوا۔ دست بڑھ گیا۔ اعرابی نے اسے مرض کا بڑھ جانا سمجھا۔ حضور ﷺ سے شکایت کی۔ آپ ﷺ نے اور شہد دینے کو فرمایا اس سے زور سے فضلہ خارج ہونا شروع ہوا پھر شہد دیا' پیٹ صاف ہوگیا' بلا نکل گئی اور کامل شفا بفضل الٰہی حاصل ہوگئی اور حضور ﷺ کی بات جو اشارہ الٰہی تھی پوری ہوگئی۔ بخاری اور مسلم کی ایک اور حدیث میں ہے کہ سرور رسل ﷺ کو مٹھاس اور شہد سے بہت الفت تھی۔ (2) آپ کا فرمان ہے کہ تین چیزوں میں شفا ہے' پچھنے لگانے میں' شہد کے پینے میں اور داغ لگوانے میں لیکن میں اپنی امت کو داغ لگوانے سے روکتا ہوں۔ (3) بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ تمہاری دواؤں میں سے کسی میں اگر شفا ہے تو پچھنے لگانے میں' شہد کے پینے میں اور آگ سے دغوانے میں جو بیماری کے مناسب ہو لیکن میں اسے پسند نہیں کرتا۔ (4) مسلم کی حدیث میں ہے میں اسے پسند نہیں کرتا بلکہ ناپسند رکھتا ہوں۔ (5) ابن ماجہ میں ہے تم ان دونوں شفاؤں کی قدر کرتے رہو شہد اور قرآن کی۔ (6) ابن جریر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ جب تم میں سے کوئی شفا چاہے تو قرآن کریم کی کسی آیت کو صحیفے پر لکھ لے اور اسے بارش کے پانی سے دھو لے اور اپنی بیوی کے مال

---

(1) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الطب : باب الدواء بالعسل (٥٦٨٤) ، (٥٧١٦) صحیح مسلم : کتاب الطب : باب التداوی بسقی العسل (٢٢١٧) ترمذی : کتاب الطب : باب ماجآء فی التداوی بالعسل (٢٠٨٢) مسند احمد (١٩/٣)]

(2) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاطعمة : باب الحلوی والعسل (٥٤٣١) و کتاب الاشربة : باب الباذق و من نهی عن کل مسکر من الاشربة (٥٥٩٩) ، (٥٦١٤) صحیح مسلم : کتاب الطلاق : باب وجوب الکفار علی من حرم امرأته (١٤٧٤) ترمذی : کتاب الاطعمة : باب ماجآء فی حب النبی الحلواء والعسل (١٨٣١) ابن ماجه : کتاب الاطعمة : باب الحلواء (٣٣٢٣) ابوداؤد : کتاب الاشربة : باب فی شراب العسل (٣٧١٥) مسند احمد (٥٩/٦)]

(3) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الطب : باب الشفاء فی الثلاث (٥٦٨١)]

(4) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الطب : باب الدواء والعسل (٥٦٨٣) صحیح مسلم : کتاب السلام : باب لکل دواء واستحباب التداوی (٢٢٠٥)]

(5) [صحیح : مسند احمد (١٤٦/٤) طبرانی کبیر (٢٨٨/١٧) مسند ابویعلی (٧٦٥) مجمع الزوائد (٩٠/٥)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے عبداللہ بن ولید کے اور وہ ثقہ ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (١٧٣٥٣)]

(6) [ضعیف : ابن ماجه : کتاب الطب : باب العسل (٣٤٥٢) ابن عدی (٢١٠/٣) مستدرك حاكم (٢٠٠/٤)] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف ابن ماجه ، السلسلة الضعیفة (١٥١٤)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

سے اس کی اپنی رضامندی سے پیسے لے کر شہد خرید لے اور اسے پی لے پس اس میں کئی وجہ سے شفا آ جائے گی اللہ تعالیٰ عزوجل کا فرمان ہے ﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [1] یعنی ہم نے قرآن میں وہ نازل فرمایا ہے جو مومنین کیلئے شفا ہے اور رحمت ہے اور آیت میں ہے ﴿وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا﴾ [2] ہم آسمان سے بابرکت پانی برساتے ہیں۔ اور فرمان ہے ﴿فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓئًا مَّرِيْٓئًا﴾ [3] یعنی اگر عورتیں اپنے مال مہر میں سے اپنی خوشی سے تمہیں کچھ دے دیں تو بے شک تم اسے کھاؤ پیو سہتا پچتا۔ شہد کے بارے میں فرمان الٰہی ہے ﴿فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ﴾ شہد میں لوگوں کیلئے شفا ہے۔ ابن ماجہ میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں جو شخص ہر مہینے میں تین دن صبح کو شہد چاٹ لے اسے کوئی بڑی بلا نہیں پہنچے گی۔ [4] اس کا ایک راوی زبیر بن سعید متروک ہے۔ ابن ماجہ کی اور حدیث میں آپ کا فرمان ہے کہ تم سنا اور سنوت کا استعمال کیا کرو ان میں ہر بیماری کی شفا ہے سوائے سام کے۔ لوگوں نے پوچھا سام کیا؟ فرمایا موت۔ [5] سنوت کے معنی شبت کے ہیں اور لوگوں نے کہا ہے سنوت شہد ہے جو گھی کی مشک میں رکھا ہوا ہو۔ شاعر کے شعر میں بھی یہ لفظ اس معنی میں آیا ہے پھر فرماتا ہے کہ مکھی جیسی بے طاقت چیز کا تمہارے لئے شہد اور موم بنانا اس کا اس طرح آزادی سے پھرنا اپنے گھر کو نہ بھولنا وغیرہ یہ سب چیزیں غور و فکر کرنے والوں کیلئے میری عظمت' خالقیت' اور مالکیت کی بڑی نشانیاں ہیں۔ اسی سے لوگ اپنے اللہ کے قادر حکیم علیم کریم رحیم ہونے پر دلیل حاصل کر سکتے ہیں۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ۙ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿٧٠﴾ ع ٩ / ١٥

اللہ تعالیٰ نے ہی تم سب کو پیدا کیا ہے وہی پھر تمہیں فوت کرے گا تم میں ایسے بھی ہیں جو بدترین عمر کی طرف لوٹائے جاتے ہیں کہ بہت کچھ جاننے بوجھنے کے بعد بھی نہ جانیں' بے شک اللہ تعالیٰ دانا اور توانا ہے ○

ایک مسنون دعا: تمام بندوں پر قبضہ اللہ تعالیٰ کا ہے' وہی انہیں عدم سے وجود میں لایا ہے' وہی انہیں پھر فوت کرے گا بعض لوگوں کو بہت بڑی عمر تک پہنچاتا ہے کہ وہ پھر سے بچوں جیسے ناتواں بن جاتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پچھتر سال کی عمر میں عموماً انسان ایسا ہی ہو جاتا ہے طاقت ختم ہو جاتی ہے حافظہ جاتا رہتا ہے۔ علم کی کمی ہو جاتی ہے عالم ہونے کے بعد بے علم ہو جاتا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی دعا میں

---

[1] [الاسراء: ٨٢] [2] [ق: ٩] [3] [النسآء: ٤]

[4] [ضعیف : ابن ماجه : كتاب الطب : باب العسل (٣٤٥٠)] امام ابن جوزیؒ نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔ [٣/٢١٥] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [السلسلة الضعيفة (٧٦٣)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[5] [صحیح :ابن ماجه : كتاب الطب : باب النساء والسنوت (٣٤٥٧)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [السلسلة الصحيحة (١٧٩٨)]

فرماتے تھے ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَاَرْذَلِ الْعُمُرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَفِتْنَةِ الدَّجَّالِ وَفِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ﴾ [1] یعنی اے اللہ! میں بخیلی سے' عاجزی سے' بڑھاپے سے' ذلیل عمر سے' قبر کے عذاب سے' دجال کے فتنے سے' زندگی اور موت کے فتنے سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔

زہیر بن ابوسلمہ نے اپنے مشہور قصیدہ معلقہ میں اس عمر کو رنج و غم کا مخزن و منبع بتایا ہے۔

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّىْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ۭ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿71﴾

اللہ ہی نے تم میں سے ایک کو دوسرے پر روزی میں زیادتی دے رکھی ہے، پس جنہیں زیادتی دی گئی ہے وہ اپنی روزی اپنی ماتحتی کے غلاموں کو نہیں دیا کرتے کہ وہ اور یہ اس میں برابر ہو جائیں' تو کیا یہ لوگ اللہ کی نعمتوں کے منکر ہو رہے ہیں ○

مشرکین کی جہالت اور کفر کا بیان: مشرکین کی جہالت اور ان کے کفر کا بیان ہو رہا ہے کہ اپنے معبودوں کو اللہ کے غلام جاننے کے باوجود ان کی عبادت میں لگے ہوئے ہیں۔ چنانچہ حج کے موقع پر وہ کہا کرتے تھے ﴿لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكًا هُوَلَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ﴾ یعنی اے اللہ! میں تیرے پاس حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں' مگر وہ جو خود تیرے غلام ہیں ان کا اور ان کی ماتحت چیزوں کا اصلی مالک تو ہی ہے۔ [2] پس اللہ تعالیٰ انہیں الزام دیتا ہے کہ جب تم اپنے غلاموں کی اپنی برابری اور اپنے مال میں شرکت پسند نہیں کرتے تو پھر میرے غلاموں کو میری الوہیت میں کیسے شریک ٹھہرا رہے ہو؟ یہی مضمون آیت ﴿ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ﴾ [3] الخ' میں بیان ہوا ہے۔ کہ جب تم اپنے غلاموں کو اپنے مال میں اپنی بیویوں میں اپنا شریک بنانے سے نفرت کرتے ہو تو پھر میرے غلاموں کو میری الوہیت میں کیسے شریک سمجھ رہے ہو؟ یہی اللہ کی نعمتوں سے انکار ہے کہ اللہ کے لئے وہ پسند کرنا' جو اپنے لئے بھی پسند نہ ہو۔ یہ ہے مثال معبودان باطل کی۔ جب تم خود اس سے الگ ہو پھر اللہ تو اس سے بہت زیادہ بےزار ہے۔ رب کی نعمتوں کا کفر اور کیا ہوگا کھیتیاں چوپائے ایک اللہ کے پیدا کئے ہوئے اور تم انہیں اس کے سوا اوروں کے نام سے منسوب کرو۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ایک رسالہ لکھا کہ اپنی روزی پر قناعت اختیار کرو اللہ تعالیٰ نے ایک کو ایک سے زیادہ امیر کر رکھا ہے یہ بھی اس کی طرف سے ایک آزمائش ہے کہ وہ دیکھے کہ امیر و امراء کس طرح شکر الٰہی ادا کرتے ہیں اور جو حقوق دوسرے کے ان پر جناب باری نے مقرر کئے ہیں کہاں تک انہیں ادا کرتے ہیں۔

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قوله تعالی ومنکم من یرد الی ارذل العمر (٤٧٠٧) صحیح مسلم : کتاب الذکر والدعا : باب التعوذ من العجز والکسل (٢٧٠٦، ٥٢)]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الحج : باب التلبیة وصفتها ووقتها (١١٨٥)]

[3] [سورۃ الروم: آیت ٢٨]

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۲﴾

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تم میں سے ہی تمہاری بیویاں پیدا کیں اور تمہارے لئے تمہارے بیٹے اور پوتے پیدا کئے اور تمہیں اچھی اچھی چیزیں کھانے کو دیں، کیا پھر بھی لوگ باطل پر ایمان لائیں گے؟ اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کریں گے؟ ○

اولاد کی عطائیگی بھی اللہ کا ایک احسان: اپنے بندوں پر اپنا ایک اور احسان جتاتا ہے کہ انہی کی جنس سے انہی کی ہم شکل، ہم وضع عورتیں ہم نے ان کیلئے پیدا کیں، اگر جنس اور ہوتی تو دلی میل جول، محبت ومودت قائم نہ رہتی لیکن اپنی رحمت سے اس نے مرد وعورت ہم جنس بنائے۔ پھر اس جوڑے سے نسل بڑھائی، اولاد پھیلائی لڑکے ہوئے، لڑکوں کے لڑکے ہوئے، حفدۃ کے ایک معنی تو یہی پوتوں کے ہیں، دوسرے معنی خادم اور مددگار کے ہیں پس لڑکے اور پوتے بھی ایک طرح خدمت گزار ہوتے ہیں اور عرب میں یہ دستور بھی تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں انسان کی بیوی کی سابقہ گھر کی اولاد اس کی نہیں ہوتی۔ حفدہ اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو کسی کے سامنے اس کے لئے کام کاج کرے۔ یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ اس سے مراد دامادی رشتہ ہے اس کے معنی کے تحت میں یہ سب داخل ہیں، چنانچہ قنوت میں جملہ آتا ہے ((وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ)) ہماری سعی کوشش اور خدمت تیرے لئے ہی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اولاد سے، غلام سے، سسرال والوں سے خدمت حاصل ہوتی ہے ان سب کے پاس سے نعمت الٰہی ہمیں ملتی ہے۔ ہاں جن کے نزدیک حفدۃ کا تعلق ازواجاً سے ہے ان کے نزدیک مراد اولاد اور اولاد کی اولاد اور داماد اور بیوی کی اولاد ہیں۔ پس یہ سب بسا اوقات اسی شخص کی حفاظت میں، اس کی گود میں اور اس کی خدمت میں ہوتے ہیں اور ممکن ہے کہ یہی مطلب سامنے رکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ اولاد تیری غلام ہے۔ جیسے کہ ابوداؤد میں ہے [1] اور جنہوں نے حفدہ سے مراد خادم لیا ہے۔ ان کے نزدیک یہ معطوف ہے اللہ کے فرمان ﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا﴾ پر یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہاری بیویوں اور اولاد کو خادم بنا دیا ہے اور تمہیں کھانے پینے کی بہترین ذائقے دار چیزیں عنایت فرمائی ہیں پس باطل پر یقین رکھ کر اللہ کی نعمتوں کی ناشکری نہ کرنی چاہئے۔ رب کی نعمتوں پر پردہ ڈال دیا اور ان کی دوسروں کی طرف نسبت کر دی۔ صحیح حدیث میں ہے قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے احسان جتاتے ہوئے فرمائے گا کیا میں نے تجھے بیوی نہیں دی تھی۔ میں نے تجھے ذی عزت نہیں بنایا تھا؟ میں نے گھوڑوں اور اونٹوں کو تیرے تابع نہیں کیا تھا اور میں نے تجھے سرداری میں اور آرام میں نہیں چھوڑا تھا؟ [2]

---

[1] [ضعیف : ابوداؤد: كتاب النكاح : باب في الرجل يتزوج المرأة فيجدها حبلى (٢١٣١)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابوداود (٤٦٥)]

[2] [صحیح : صحيح مسلم : كتاب الزهد : باب الدنيا سجن المومن وجنة الكافر (٢٩٦٨) ترمذی : كتاب صفة القيامة (٢٤٢٧) مسند احمد (٢/٤٩٢)]

وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۷۳﴾ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۴﴾

اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین سے انہیں کچھ بھی تو روزی نہیں دے سکتے اور نہ کچھ مقدور رکھتے ہیں○ لوگو! اللہ پر مثالیں مت بناؤ' اللہ خوب جانتا ہے اور تم کچھ نہیں جانتے○

احسانات کرنے والا ہی عبادت کا مستحق بھی: نعمتیں دینے والا' پیدا کرنے والا' روزی پہنچانے والا' صرف اللہ تعالیٰ اکیلا وحدہ لاشریک لہ ہے۔ اور یہ مشرکین اس کے ساتھ اوروں کو پوجتے ہیں جو نہ آسمان سے بارش برسا سکیں' نہ زمین سے کھیت اور درخت اگا سکیں۔ وہ اگر سب مل کر بھی چاہیں تو بھی نہ ایک بوند بارش برسانے پر قادر۔ نہ ایک پتے کے پیدا کرنے کی ان میں سکت پس تم اللہ کے لئے مثالیں نہ بیان کرو۔ اس کے شریک و سہیم اور اس جیسا دوسروں کو نہ سمجھو۔ اللہ عالم ہے اور وہ اپنے علم کی بنا پر اپنی توحید پر گواہی دیتا ہے۔ تم جاہل ہو' اپنی جہالت سے دوسروں کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرا رہے ہو۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾

اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان فرماتا ہے کہ ایک غلام ہے دوسرے کی ملک کا جو کسی بات کا اختیار نہیں رکھتا اور ایک اور شخص ہے جسے ہم نے اپنے پاس سے معقول روزی دے رکھی ہے جس میں سے وہ چھپے کھلے خرچ کرتا رہتا ہے۔ کیا یہ سب برابر ہو سکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہی کیلئے سب تعریف ہے' بلکہ ان میں سے اکثر جانتے نہیں○

اور کافر کی مثال: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ فرماتے ہیں یہ کافر اور مومن کی مثال ہے۔ پس ملکیت کے غلام سے مراد کافر اور اچھی روزی والے اور خرچ کرنے والے سے مراد مومن ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس مثال سے بت کی اور اللہ تعالیٰ کی جدائی سمجھانا مقصود ہے کہ یہ اور وہ برابر کے نہیں۔ اس مثال کا فرق اس قدر واضح ہے جس کے بتانے کی ضرورت نہیں' اسی لئے فرمایا کہ تعریفوں کے لائق اللہ ہی ہے۔ اکثر مشرک بے علمی پر تلے ہوئے ہیں۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۶﴾

ع ١٠

اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان فرماتا ہے دو شخصوں کی جن میں سے ایک تو گونگا ہے اور کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا بلکہ وہ اپنے مالک کا بوجھ ہے کہیں بھی اسے بھیجے وہ کوئی بھلائی نہیں لاتا' کیا یہ اور وہ جو عدل کا حکم دیتا ہے اور ہے بھی سیدھی راہ پر برابر ہو سکتے ہیں؟ ○

مشرکین کے گونگے معبود: ہوسکتا ہے کہ یہ مثال بھی اس فرق کے دکھانے کی ہو جو اللہ تعالیٰ میں اور مشرکین کے بتوں میں ہے۔ یہ بت گونگے ہیں نہ کلام کر سکیں نہ کوئی بھلی بات کہہ سکیں' نہ کسی چیز پر قدرت رکھیں۔ قول فعل دونوں سے خالی۔ پھر محض بوجھ' اپنے مالک پر بار' کہیں بھی جائے' کوئی بھلائی نہ لائے۔ پس ایک تو یہ اور ایک وہ جو عدل کا حکم کرتا ہے اور خود بھی راہ مستقیم پر ہو یعنی قول فعل دونوں کے اعتبار سے بہتر یہ دونوں کیسے برابر ہو جائیں گے؟ ایک قول ہے کہ ایک گونگا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا غلام تھا۔ اور ہوسکتا ہے کہ یہ مثال بھی کافر و مومن کی ہو جیسے اس سے پہلے کی آیت میں تھی۔ کہتے ہیں کہ قریش کے ایک شخص کے غلام کا ذکر پہلے ہے اور دوسرے شخص سے مراد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور غلام گونگے سے مراد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا وہ غلام ہے جس پر آپ خرچ کرتے تھے جو آپ کو تکلیف پہنچاتا رہتا تھا اور آپ نے اسے کام کاج سے آزاد کر رکھا تھا لیکن پھر بھی یہ اسلام سے چڑتا تھا' منکر تھا اور آپ کو صدقہ کرنے اور نیکیاں کرنے سے روکتا تھا' ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَاۤ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِىْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

آسمان و زمین کا علم صرف اللہ ہی کو معلوم ہے' قیامت کا امر تو ایسا ہی ہے جیسے آنکھ جھپکنا بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب' بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○ اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے نکالا ہے کہ اس وقت تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔ اسی نے تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے کہ تم شکر گزاری کرو ○ کیا ان لوگوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا جو حکم کے بندھے ہوئے آسمان میں ہیں' جنہیں بجز اللہ کے کوئی اور تھامے ہوئے نہیں' بے شک اس میں تو ایمان لانے والے لوگوں کیلئے بڑی نشانیاں ہیں ○

آسمانوں اور زمینوں کے غیب کا علم صرف اللہ کے پاس: اللہ تعالیٰ اپنے کمال علم اور کمال قدرت کو بیان فرما رہا ہے کہ زمین آسمان کا غیب وہی جانتا ہے' کوئی نہیں جو غیب دان ہو اللہ جسے چاہے' جس چیز پر چاہے' اطلاع دے دے' ہر چیز اس کی قدرت میں ہے نہ کوئی اس کا خلاف کر سکے۔ نہ کوئی اسے روک سکے جس کام کا جب ارادہ کرے قادر ہے' پورا ہو کر ہی رہتا ہے آنکھ بند کر کے کھولنے میں تو تمہیں کچھ دیر لگتی ہو گی لیکن حکم الٰہی کے پورا ہونے میں

اتنی دیر بھی نہیں لگتی۔ قیامت کا آنا بھی اس پر ایسا ہی آسان ہے' وہ بھی حکم ہوتے ہی آجائے گی۔ ایک کا پیدا کرنا اور سب کا پیدا کرنا اس پر یکساں ہے۔ اللہ کا احسان دیکھو کہ اس نے لوگوں کو ماؤں کے پیٹوں سے نکالا یہ محض نادان تھے پھر انہیں کان دیئے جس سے وہ سنیں' آنکھیں دیں جس سے دیکھیں' دل دیئے جس سے سوچیں اور سمجھیں۔ عقل کی جگہ دل ہے اور دماغ بھی کہا گیا ہے۔ عقل سے ہی نفع نقصان معلوم ہوتا ہے یہ قویٰ اور حواس انسان کو بتدریج تھوڑے تھوڑے ہو کر ملتے ہیں عمر کے ساتھ ساتھ اس کی برتری بھی ہوتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ کمال کو پہنچ جائیں۔ یہ سب اس لئے ہے کہ انسان اپنی ان طاقتوں کو اللہ کی معرفت اور عبادت میں لگائے رہے۔ صحیح بخاری میں حدیث قدسی ہے کہ جو میرے دوستوں سے دشمنی کرتا ہے وہ مجھ سے لڑائی کا اعلان کرتا ہے۔ میرے فرائض کی بجا آوری سے جس قدر بندہ میری قربت حاصل کر سکتا ہے اتنی کسی اور چیز سے نہیں کر سکتا۔ نوافل بکثرت پڑھتے پڑھتے بندہ میرے نزدیک اور میرا محبوب ہو جاتا ہے۔ جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں' جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی نگاہ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ تھامتا ہے اور اس کے پیر بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔ وہ اگر مجھ سے مانگے میں دیتا ہوں' اگر دعا کرے میں قبول کرتا ہوں' اگر پناہ چاہے میں پناہ دیتا ہوں اور مجھے کسی کام کے کرنے میں اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا مومن کی روح کے قبض کرنے میں وہ موت کو ناپسند کرتا ہے۔ میں اسے ناراض کرنا نہیں چاہتا اور موت ایسی چیز ہی نہیں جس سے کسی ذی روح کو نجات مل سکے۔ [1] اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب مومن اخلاص اور اطاعت میں کامل ہو جاتا ہے تو اس کے تمام افعال اللہ کیلئے ہو جاتے ہیں وہ سنتا ہے اللہ کیلئے' دیکھتا ہے اللہ کیلئے' یعنی شریعت کی باتیں سنتا ہے' شرع نے جن چیزوں کو دیکھنا جائز کیا ہے' انہی کو دیکھتا ہے' اسی طرح اس کا ہاتھ بڑھانا' پاؤں چلانا بھی اللہ کی رضامندی کے کاموں کیلئے ہوتا ہے۔ اللہ پر اس کا بھروسہ رہتا ہے اسی سے مدد چاہتا ہے' تمام کام اس کے اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے ہی ہوتے ہیں۔ اس لئے بعض غیر صحیح احادیث میں اس کے بعد یہ بھی آیا ہے کہ پھر وہ میرے ہی لئے سنتا اور میرے ہی لئے دیکھتا ہے اور میرے لئے پکڑتا ہے اور میرے لئے ہی چلتا پھرتا ہے۔ آیت میں بیان ہے کہ ماں کے پیٹ سے وہ نکالتا ہے' کان آنکھ' دل' دماغ' وہ دیتا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو اور آیت میں فرمان ہے ﴿قُلْ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ﴾ [2] الخ' یعنی اللہ ہی نے تمہیں پیدا کیا ہے اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنائے ہیں لیکن تم بہت ہی کم شکر گزاری کرتے ہو' اسی نے تمہیں زمین میں پھیلا دیا ہے اور اسی کی طرف تمہارا حشر کیا جانے والا ہے۔ پھر اللہ پاک رب العالمین اپنے بندوں سے فرماتا ہے کہ ان پرندوں کی طرف دیکھو جو آسمان و زمین کے درمیان کی فضا میں پرواز کرتے پھرتے ہیں' انہیں پروردگار ہی اپنی قدرت کاملہ سے تھامے ہوئے ہے۔ یہ قوت پرواز اسی نے انہیں دے رکھی ہے اور

---

[1] [صحیح صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب التواضع (٦٥٠٢) مسند احمد (٢٥٦/٦)]

[2] [سورة الملك: آیت ٢٣]

ہواؤں کو ان کا مطیع بنا رکھا ہے۔ سورۂ ملک میں بھی یہی فرمان ہے کہ کیا وہ اپنے سروں پر اڑتے ہوئے پرندوں کو نہیں دیکھتے؟ جو پر کھولے ہوئے ہیں اور پر سمیٹے ہوئے بھی ہیں انہیں بجز اللہ رحمان ورحیم کے کون تھامتا ہے؟ وہ اللہ تمام مخلوق کو بخوبی دیکھ رہا ہے' (١) یہاں بھی خاتمے پر فرمایا کہ اس میں ایمانداروں کیلئے بہت سے نشان ہیں۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَاۤ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿٨٠﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ﴿٨١﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿٨٢﴾ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨٣﴾ ع

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تمہارے گھروں میں سکونت کی جگہ بنادی ہے اور اسی نے تمہارے لئے چوپایوں کی کھالوں کے گھر بنا دیئے ہیں جنہیں تم ہلکا پھلکا پاتے ہو اپنے کوچ کے دن اور اپنے ٹھہرنے کے دن بھی اور ان کی اون اور روؤں اور بالوں سے بھی اس نے بہت سے سامان اور ایک وقت مقررہ تک کیلئے فائدہ کی چیزیں بنادیں ○ اللہ ہی نے تمہارے لئے اپنی پیدا کردہ چیزوں میں سے سائے بنائے ہیں اور اسی نے تمہارے لئے پہاڑوں میں غار بنائے ہیں اور اسی نے تمہارے لئے کرتے بنائے ہیں جو تمہیں گرمی سے بچائیں اور ایسے کرتے بھی جو تمہیں لڑائی کے وقت کام آئیں' وہ اسی طرح اپنی پوری پوری نعمتیں دے رہا ہے کہ تم حکم بردار بن جاؤ ○ پھر بھی اگر یہ منہ موڑے رہیں تو تجھ پر تو صرف ظاہری تبلیغ کر دینا ہی ہے ○ یہ اللہ کی نعمتیں جانتے پہچانتے ہوئے بھی ان کے منکر ہو رہے ہیں بلکہ اس کے اکثر ناشکرے ہیں ○

اللہ تعالیٰ کے انعامات کا تذکرہ: قدیم اور بہت بڑے ان گنت احسانات وانعامات والا اللہ اپنی اور نعمتیں ظاہر فرما رہا ہے۔ اسی نے بنی آدم کے رہنے سہنے آرام اور راحت حاصل کرنے کیلئے انہیں مکانات دے رکھے ہیں۔ اسی طرح چوپائے' جانوروں کی کھالوں کے خیمے' ڈیرے' تمبو اس نے عطا فرما رکھے ہیں کہ سفر میں کام آئیں' نہ لے جانا دوبھر نہ لگانا مشکل' نہ اکھیڑنے میں کوئی تکلیف۔ پھر بکریوں کے بال' اونٹوں کے بال' بھیڑوں اور دنبوں کی اون' تجارت کیلئے مال کے طور پر اسے تمہارے لئے بنایا ہے۔ وہ گھر کے برتنے کی چیز بھی ہے اس سے کپڑے بھی بنتے ہیں' فرش بھی تیار ہوتے ہیں' تجارت کے طور پر مال تجارت ہے۔ فائدے کی چیز ہے جس سے لوگ مقررہ وقت تک سود مند ہوتے ہیں۔ درختوں کے سائے اس نے تمہارے فائدے اور راحت کے لئے بنائے ہیں پہاڑوں پر غار قلعے وغیرہ اس نے تمہیں دے رکھے ہیں کہ ان میں پناہ حاصل کرو۔ چھپنے اور رہنے سہنے کی جگہ بنالو۔

---

(١) [سورة الملك: آيت ١٩]

سوتی' اون' اور بالوں کے کپڑے اس نے تمہیں دے رکھے ہیں کہ پہن کر سردی گرمی کے بچاؤ کے ساتھ ہی اپنا ستر چھپاؤ اور زیب وزینت حاصل کرو اور اس نے تمہیں زرہیں' خود بکتر عطا فرمائے ہیں جو دشمنوں کے حملے اور لڑائی کے وقت تمہیں کام دیں۔ اسی طرح وہ تمہیں تمہاری ضرورت کی پوری پوری نعمتیں دیئے چلا جاتا ہے کہ تم راحت و آرام پاؤ اور اطمینان سے اپنے منعم حقیقی کی عبادت میں لگے رہو۔ ((تُسْلِمُوْنَ)) کی دوسری قراءت ((تَسْلَمُوْنَ)) بھی ہے۔ یعنی تم سلامت رہو۔ اور پہلی قراءت کے معنی تاکہ تم فرمانبردار بن جاؤ۔ اس سورہ کا نام سورۃ النعم بھی ہے۔ لام کے زبر والی قراءت سے یہ بھی مروی ہے کہ تم کو اس نے لڑائی میں کام آنے والی چیزیں دیں کہ تم سلامت رہو' دشمن کے وار سے بچو۔ بے شک جنگل اور بیابان بھی اللہ کی بڑی نعمت ہیں لیکن یہاں پہاڑوں کی نعمت اس لئے بیان کی کہ جن سے کلام ہے وہ پہاڑوں کے رہنے سہنے والے تھے تو ان کی معلومات کے مطابق ان سے کلام ہو رہا ہے اسی طرح چونکہ وہ بھیڑوں اور اونٹوں والے تھے انہیں یہی نعمتیں یاد دلائیں حالانکہ ان سے بڑھ کر اللہ کی نعمتیں مخلوق کے ہاتھوں میں اور بھی بے شمار ہیں اور یہی وجہ ہے کہ سردی کے اتارنے کا احسان بیان فرمایا حالانکہ اس سے اور بڑے احسانات موجود ہیں۔ لیکن یہ ان کے سامنے اور ان کی جانی پہچانی چیز تھی۔ اسی طرح چونکہ یہ لڑنے بھڑنے والے جنگجو لوگ تھے' لڑائی کے بچاؤ کی چیز بطور نعمت ان کے سامنے رکھی حالانکہ اس سے صدہا درجے بڑی اور نعمتیں بھی مخلوق کے ہاتھ میں موجود ہیں۔ اسی طرح چونکہ ان کا ملک گرم تھا فرمایا کہ لباس سے تم گرمی کی تکلیف زائل کرتے ہو ورنہ کیا اس سے بہتر اس منعم حقیقی کی اور نعمتیں بندوں کے پاس نہیں؟۔ اسی لئے ان نعمتوں اور رحمتوں کے اظہار کے بعد ہی فرماتا ہے کہ اگر اب بھی یہ لوگ میری عبادت اور توحید کے اور میرے بے پایاں احسانوں کے قائل نہ ہوں تو تجھے ان کی ایسی کیا پڑی ہے؟ چھوڑ دے اپنے کام میں لگ جا تجھ پر تو صرف تبلیغ ہی ہے وہ کئے جا۔ یہ خود جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی نعمتوں کا دینے والا ہے اور اس کی بے شمار نعمتیں ان کے ہاتھوں میں ہیں لیکن باوجود علم کے منکر ہو رہے ہیں اور اس کے ساتھ دوسروں کی عبادت کرتے ہیں بلکہ اس کی نعمتوں کو دوسروں کی طرف منسوب کرتے ہیں سمجھتے ہیں کہ مددگار فلاں رزق دینے والا فلاں ہے' یہ اکثر لوگ کافر ہیں' اللہ کے ناشکرے ہیں۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا' آپ نے اس آیت کی تلاوت اس کے سامنے کی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں رہنے سہنے کی جگہ کے لئے گھر اور مکانات دیئے اس نے کہا سچ ہے' پھر آپ نے پڑھا کہ اس نے تمہیں چوپایوں کی کھالوں کے خیمے دیئے اس نے کہا یہ بھی سچ ہے' اسی طرح آپ ان آیتوں کو پڑھتے گئے اور وہ ہر ایک نعمت کا اقرار کرتا رہا آخر میں آپ ﷺ نے پڑھا اس لئے کہ تم مسلمان اور مطیع ہو جاؤ اس وقت وہ پیٹھ پھیر کر چل دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آخری آیت اتاری کہ اقرار کے بعد انکار کر کے کافر ہو جاتے ہیں۔

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿٨٤﴾

وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿٨٥﴾ وَإِذَا رَأَى

الَّذِينَ أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ شُرَكَاؤُنَا الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُوا

مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَ اَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ ۣ السَّلَمَ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۸۷﴾ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ﴿۸۸﴾

جس دن ہم ہر امت سے گواہ کھڑا کریں گے پھر کافروں کو نہ اجازت دی جائے گی اور نہ وہ عذر رجوع طلب کئے جائیں گے ○ جب یہ ظالم عذاب دیکھ لیں گے پھر نہ تو وہ ان سے ہلکا کیا جائے گا اور نہ وہ ڈھیل دیئے جائیں گے ○ جب مشرکین اپنے شریکوں کو دیکھ لیں گے تو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار یہی ہمارے وہ شریک ہیں جنہیں ہم تجھے چھوڑ کر پکارا کرتے تھے پس وہ انہیں جواب دیں گے کہ تم بالکل جھوٹے ہو ○ اس دن وہ سب عاجز ہو کر اللہ کے سامنے اطاعت کا اقرار پیش کریں گے اور جو بہتان باندھا کرتے تھے وہ سب ان سے گم ہو جائے گا ○ جنہوں نے کفر کیا اور راہ اللہ سے روکا ہم انہیں عذابوں پر عذاب بڑھاتے جائیں گے یہ بدلہ ہوگا ان کی فتنہ پردازیوں کا ○

پیغمبر ہی اپنی امت کا گواہ: قیامت کے دن مشرکوں کی جو بری حالت بنے گی اس کا ذکر ہو رہا ہے کہ اس دن ہر امت پر اس کا نبی گواہی دے گا کہ اس نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا تھا پھر کافروں کو کسی عذر کی بھی اجازت نہ ملے گی کیونکہ ان کا بطلان اور جھوٹ بالکل ظاہر ہے۔ سورۂ والمرسلات میں بھی یہی فرمان ہے کہ اس دن نہ وہ بولیں گے نہ انہیں کسی عذر کی اجازت ملے گی۔ [1] مشرکین عذاب دیکھیں گے لیکن پھر کوئی کمی نہ ہوگی ایک ساعت بھی عذاب ہلکا نہ ہوگا نہ انہیں کوئی مہلت ملے گی اچانک پکڑ لئے جائیں گے۔ جہنم آ موجود ہوگی جو ستر ہزار لگاموں والی ہوگی۔ جس کی ایک لگام پر ستر ہزار فرشتے ہوں گے۔ [2] اس میں سے ایک گردن نکلے گی جو اس طرح پھن پھیلائے گی کہ تمام اہل محشر خوف زدہ ہو کر گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے۔ اس وقت جہنم اپنی زبان سے باآواز بلند اعلان کرے گی کہ میں اس ہر ایک سرکش ضدی کے لئے مقرر کی گئی ہوں۔ جس نے اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک کیا ہو اور ایسے ایسے کام کئے ہوں چنانچہ وہ کئی قسم کے گنہگاروں کا ذکر کرے گی۔ جیسے کہ حدیث میں ہے پھر وہ ان تمام لوگوں کو لپٹ جائے گی اور میدان محشر میں سے انہیں لپک لے گی جیسے کہ پرند دانہ چگتا ہے۔ جیسے کہ فرمان باری ہے ﴿اِذَا رَاَتْهُمْ﴾ [3] الخ، جب کہ وہ دور سے دکھائی دے گی تو اس کا شور وغل، کڑکنا، بھڑکنا یہ سننے لگیں گے اور جب اس کے تنگ و تاریک مکانوں میں جھونک دیئے جائیں تو موت کو پکاریں گے۔ آج ایک چھوڑ کئی ایک موتوں کو بھی پکاریں تو کیا ہو سکتا ہے؟ اور آیت میں ہے ﴿وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ﴾ [4] گنہگار جہنم کو دیکھ کر سمجھ لیں گے کہ وہ اس میں جھونک دیئے جائیں گے لیکن کوئی بچاؤ نہ پائیں گے۔ اور آیت میں ہے ﴿لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ [5] کاش کہ کافر اس وقت کو جان لیتے جب کہ وہ اپنے چہروں پر سے اور اپنی کمر پر سے جہنم کی آگ کو دور نہ کر سکیں گے نہ کسی کو مدد

---

[1] [سورة المرسلات: آیت ۳۵، ۳۶]

[2] [**صحیح**: صحیح مسلم: کتاب الجنة: باب جهنم اعاذنا الله منها (۲۸۴۲)]

[3] [الفرقان: ۱۲، ۱۴] [4] [الکهف: ۵۳] [5] [الانبیاء: ۳۹، ۴۰]

گار پائیں گے اچانک عذاب الٰہی انہیں ہکا بکا کر دیں گے نہ انہیں ان کے دفع کرنے کی طاقت ہوگی نہ ایک منٹ کی مہلت ملے گی۔ اس وقت ان کے معبودان باطل جن کی عمر بھر عبادتیں اور نذریں نیازیں کرتے رہے ان سے بالکل بے نیاز ہو جائیں گے اور ان کی احتیاج کے وقت انہیں مطلقاً کام نہ آئیں گے۔ انہیں دیکھ کر یہ کہیں گے کہ اے اللہ یہ ہیں جنہیں ہم دنیا میں پوجتے رہے تو وہ کہیں گے جھوٹے ہو ہم نے کب تم سے کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر ہماری پرستش کرو؟ اسی کو جناب باری نے فرمایا ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ [1] الخ، یعنی اس سے زیادہ کوئی گمراہ نہیں جو اللہ کے سوا انہیں پکارتا ہے جو اسے قیامت تک جواب نہ دیں گے بلکہ وہ ان کے پکارنے سے بھی بے خبر ہوں اور حشر کے دن ان کے دشمن ہو جانے والے ہوں اور ان کی عبادت کا انکار کر جانے والے ہوں۔ اور آیتوں میں ہے کہ اپنا حمایتی اور باعث عزت جان کر جنہیں یہ پکارتے رہے وہ تو ان کی عبادتوں کے منکر ہو جائیں گے۔ اور ان کے مخالف بن جائیں گے [2] خلیل اللہ علیہ السلام نے بھی یہی فرمایا کہ ﴿ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ﴾ [3] الخ، یعنی قیامت کے دن ایک دوسروں کے منکر ہو جائیں گے۔ اور آیت میں ہے کہ انہیں قیامت کے دن حکم ہوگا کہ اپنے شریکوں کو پکارو الخ، اور بھی اس مضمون کی بہت سی آیتیں کلام اللہ میں موجود ہیں۔ اس دن سب کے سب مسلمان تابع فرمان ہو جائیں گے جیسے فرمان ہے ﴿اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا﴾ [4] یعنی جس دن یہ ہمارے پاس آئیں گے اس دن خوب ہی سننے والے دیکھنے والے ہو جائیں گے، اور آیت میں ہے ﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ﴾ [5] الخ، تو دیکھے گا کہ اس دن گنہگار لوگ اپنے سر جھکائے کہہ رہے ہوں گے کہ اے اللہ ہم نے دیکھ سن لیا، الخ۔ اور آیت میں ہے کہ سب چہرے اس دن اللہ حی و قیوم کے سامنے جھکے ہوئے ہوں گے [6] تابع اور مطیع ہوں گے، زیر فرمان ہوں گے۔ ان کے سارے بہتان و افترا جاتے رہیں گے۔ ساری چالاکیاں ختم ہو جائیں گی کوئی ناصر و مددگار کھڑا نہ ہوگا۔ جنہوں نے کفر کیا، انہیں ان کے کفر کی سزا ملے گی اور اپنے کفر میں دوسروں کو بھی، گھسیٹنے کی اور ملوث کرنے کی دوگنی سزا ہوگی۔ یہ وہ ہیں جو خود بھی دور بھاگتے تھے اور دوسروں کو بھی حق سے دور بھگاتے رہتے تھے دراصل وہ خود ہی ہلاکت کے دلدل میں پھنس رہے تھے لیکن بے وقوف تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کافروں کے عذاب کے بھی درجے ہوں گے، جس طرح مومنوں کے جزا کے درجے ہوں گے جیسے فرمان الٰہی ہے ﴿لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ﴾ [7] ہر ایک کیلئے دوہرا اجر ہے لیکن تمہیں علم نہیں۔ ابو یعلی میں حضرت عبداللہ سے مروی ہے کہ عذاب جہنم کے ساتھ زہریلے سانپوں کا ڈسنا بڑھ جائے گا جو اتنے بڑے بڑے ہوں گے جتنے بڑے کھجور کے درخت ہوتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عرش تلے سے پانچ نہریں آتی ہیں جن سے دوزخیوں کو دن رات عذاب ہوگا۔

---

[1] [الاحقاف: ٥، ٦] [2] [مریم: ٨١، ٨٢] [3] [العنکبوت: ٢٥]

[4] [مریم: ٣٨] [5] [السجدة: ١٢] [6] [طه: ١١١]

[7] [الاعراف: ٣٨]

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۭ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿٨٩﴾

جس دن ہم ہر امت میں انہی میں سے ان کے مقابلے پر گواہ کھڑا کریں گے اور تجھے ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے' اور ہم نے تجھ پر یہ کتاب نازل فرمائی ہے جو ہر چیز کا شافی بیان ہے اور ہدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے مسلمانوں کیلئے ○

قرآن میں ہر چیز کا بیان: اللہ تعالیٰ اپنے محترم رسول ﷺ سے خطاب کر کے فرما رہے ہیں کہ اس دن کو یاد کر اور اس دن جو تیری شرافت و کرامت ہونے والی ہے اور اس کا بھی ذکر کر۔ یہ آیت بھی ویسی ہی ہے جیسی سورۂ نساء کے شروع کی آیت ﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَابِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾ [1] یعنی کیونکر گزرے گی جب کہ ہم ہر امت میں سے گواہ لائیں گے اور تجھے ان سب پر گواہ بنا کر کھڑا کریں گے۔ حضور ﷺ نے ایک بار حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سورۂ نساء پڑھوائی جب وہ اس آیت تک پہنچے تو آپ نے فرمایا بس کر کافی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اس وقت آپ ﷺ کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ [2] پھر فرماتا ہے اپنی اس اتاری ہوئی۔ کتاب میں تیرے سامنے سب کچھ بیان فرما دیا ہے ہر علم اور ہر شے اس قرآن میں ہے۔ ہر حلال حرام' ہر ایک نافع علم' ہر بھلائی' گزشتہ کی خبریں' آئندہ کے واقعات' دین و دنیا' معاش و معاد سب کے ضروری احکام و احوال اس میں موجود ہیں۔ یہ دلوں کی ہدایت ہے' یہ رحمت ہے' یہ بشارت ہے۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ کتاب سنت رسول ﷺ کو ملا کر ہر چیز کا بیان ہے۔ اس آیت کو اوپر والی آیت سے غالباً یہ تعلق ہے کہ جس نے تجھ پر اس کتاب کی تبلیغ فرض کی ہے اور اسے نازل فرمایا ہے وہ قیامت کے دن تجھ سے اس کی بابت سوال کرنے والا ہے جیسے فرمان ہے کہ امتوں اور رسولوں سے سب سے سوال ہوگا۔ [3] واللہ! ہم سب سے ان کے اعمال کی باز پرس کریں گے۔ [4] رسولوں کو جمع کر کے ان سے سوال ہوگا کہ تمہیں کیا جواب ملا؟ وہ کہیں گے' ہمیں کوئی علم نہیں' تو علام الغیوب ہے۔ [5] اور آیت میں ہے ﴿اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَاۗدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ﴾ [6] یعنی جس نے تجھ پر تبلیغ قرآن کی فرض کی ہے' وہ

---

[1] [سورة النسآء: آیت ٤١]

[2] [صحيح :صحيح بخاری : كتاب فضائل القرآن : باب من احب ان يستمع القرآن من غيره (٥٠٤٩)، (٥٠٥٠) صحيح مسلم : كتاب صلاة المسافرين : باب فضل استماع القرآن (٨٠٠) ترمذی : كتاب التفسير : باب ومن سورة النسآء (٣٠٢٤) ابوداؤد : كتاب العلم : باب فی القصص (٣٦٦٨) مسند احمد (١/٣٨٠)]

[3] [سورة الاعراف: آیت ٦]

[4] [سورة الحجر: آیت ٩٢، ٩٣]

[5] [سورة المائدہ: آیت ١٠٩]

[6] [سورة القصص: آیت ٨٥]

تجھے قیامت کے دن اپنے پاس لوٹا کر اپنے سونپے ہوئے فریضے کی بابت تجھ سے پرسش کرنے والا ہے۔ یہ ایک قول بھی اس آیت کی تفسیر میں ہے اور ہے بھی منقول اور عمدہ۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ
وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٩٠﴾

اللہ تعالیٰ عدل کا بھلائی کا اور قرابت داروں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی کے کاموں، ناشائستہ حرکتوں اور ظلم وزیادتی سے روکتا ہے، وہ آپ تمہیں نصیحتیں کر رہا ہے کہ تم نصیحت حاصل کروo

عدل وانصاف کا حکم: اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندوں کو عدل وانصاف کا حکم دیتا ہے اور سلوک واحسان کی رہنمائی کرتا ہے گو بدلہ لینا بھی جائز ہے جیسے آیت ﴿وَإِنْ عَاقَبْتُمْ﴾ [1] الخ، میں فرمایا کہ اگر بدلہ لے سکو تو برابر برابر کا بدلہ لو لیکن اگر صبر وبرداشت کرلو تو کیا ہی کہنا یہ بڑی مردانگی کی بات ہے۔ اور آیت میں فرمایا اس کا اجر خدا کے ہاں ملے گا۔ ایک اور آیت میں ہے زخموں کا قصاص ہے لیکن جو درگزر کر جائے اس کے گناہوں کی معافی ہے۔ [2] پس عدل تو فرض، احسان نفل اور کلمہ توحید کی شہادت بھی عدل ہے۔ ظاہر باطن کی پاکیزگی بھی عدل ہے اور احسان یہ ہے کہ باطن کی صفائی ظاہر سے بھی زیادہ ہو۔ اور فحشاء اور منکر یہ ہے کہ باطن میں کھوٹ ہو اور ظاہر میں بناوٹ ہو۔ وہ صلہ رحمی کا بھی حکم دیتا ہے۔

جیسے صاف لفظوں میں ارشاد ہے ﴿وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ﴾ [3] الخ۔ رشتے داروں، مسکینوں، مسافروں کو ان کا حق دو اور بے جا خرچ نہ کرو۔ محرمات سے وہ تمہیں روکتا ہے، برائیوں سے منع کرتا ہے ظاہری باطنی تمام برائیاں حرام ہیں۔ لوگوں پر ظلم وزیادتی حرام ہے۔ حدیث میں ہے کہ کوئی گناہ ظلم وزیادتی اور قطع رحمی سے بڑھ کر ایسا نہیں کہ دنیا میں بھی جلدی ہی اس کا بدلہ ملے اور آخرت میں بھی سخت پکڑ ہو۔ [4] اللہ کے یہ احکام اور یہ نواہی تمہاری نصیحت کیلئے ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سارے قرآن کی جامع تر آیت سورۂ نحل میں یہ آیت ہے۔ قتادہ فرماتے ہیں جو اچھی عادتیں ہیں، ان کا حکم قرآن نے دیا ہے اور جو بری خصلتیں لوگوں میں ہیں ان سے اللہ نے روک دیا ہے، بد خلقی اور برائی سے اس نے ممانعت کردی ہے۔ حدیث شریف میں ہے بہترین

---

[1] [النحل: ١٢٦] [2] [المائدہ: ٤٥]

[3] [الاسراء: ٢٦]

[4] [**صحیح**: ابوداؤد: کتاب الادب: باب فی النھی عن البغی (٤٩٠٢) ترمذی: کتاب صفۃ القیامۃ (٢٥١١) ابن ماجہ: کتاب الزھد: باب البغی (٤٢١١)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود، السلسلۃ الصحیحۃ (٩١٧)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

اخلاق اللہ کو پسند ہیں اور بد خلقی کو وہ مکروہ کہتا ہے۔ (1) اکثم بن صیفی کو جب رسول اللہ ﷺ کی بابت اطلاع ہوئی تو اس نے خدمت نبوی میں حاضر ہونے کی ٹھان لی لیکن اس کی قوم اس کے سر ہوگئی اور اسے روک لیا اس نے کہا اچھا مجھے نہیں جانے دیتے تو قاصد لاؤ جنہیں میں وہاں بھیجوں۔ دو شخص اس کی خدمت کی انجام دہی کے لئے تیار ہوئے یہاں آ کر انہوں نے کہا ہم اکثم بن صیفی کے قاصد ہیں وہ آپ سے پوچھتا ہے کہ آپ کون ہیں اور کیا ہیں؟۔ آپ نے فرمایا پہلے سوال کا جواب تو یہ ہے کہ میں محمد بن عبداللہ ہوں اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول۔ پھر آپ نے یہی آیت انہیں پڑھ سنائی انہوں نے کہا دوبارہ پڑھئے۔ آپ نے پھر پڑھی' یہاں تک کہ انہوں نے یاد کر لی پھر واپس جا کر اکثم کو خبر دی اور کہا اپنے نسب پر اس نے کوئی فخر نہیں کیا۔۔صرف اپنا اور اپنے والد کا نام بتا دیا لیکن یہ حقیقت ہے کہ ہیں وہ بڑے نسب والے' مضر میں اعلیٰ خاندان کے ہیں اور پھر یہ کلمات' ہمیں تعلیم فرمائے جو آپ کی زبانی ہم نے سنے۔ یہ سن کر اکثم نے کہا یہ بڑی اچھی اور اعلیٰ باتیں سکھاتے ہیں اور بری اور سفلی باتوں سے روکتے ہیں۔ میرے قبیلے کے لوگو! تم اسلام کی طرف سبقت کرو تا کہ تم دوسروں پر سرداری کرو اور دوسروں کے ہاتھوں میں دمیں بن کر نہ رہ جاؤ۔ اس آیت کے شان نزول میں ایک حسن حدیث مسند امام احمد میں وارد ہوئی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنی انگنائی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ آپ کے پاس سے گزرے آپ نے فرمایا بیٹھتے نہیں ہو؟ وہ بیٹھ گئے' آپ اس کی طرف متوجہ ہو کر باتیں کر رہے تھے کہ حضور ﷺ نے دفعۃً اپنی نظریں آسمان کی جانب اٹھائیں کچھ دیر اوپر ہی دیکھتے رہے' پھر نگاہیں آہستہ آہستہ نیچی کیں اور اپنی دائیں جانب زمین کی طرف دیکھنے لگے اور اسی طرف آپ نے رخ بھی کر لیا اور اسی طرح سر ہلانے لگے گویا کسی سے کچھ سمجھ رہے ہیں اور کوئی آپ سے کچھ کہہ رہا ہے تھوڑی دیر تک یہی حالت طاری رہی پھر آپ نے نگاہیں اونچی کرنی شروع کیں' یہاں تک کہ آسمان تک آپ کی نگاہیں پہنچیں پھر آپ ٹھیک ٹھاک ہو گئے اور اسی پہلی بیٹھک پر عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گئے۔ وہ یہ سب دیکھ رہا تھا' اس سے صبر نہ ہو سکا' پوچھا کہ حضرت آپ کے پاس کئی بار بیٹھنے کا اتفاق ہوا لیکن آج جیسا منظر تو کبھی نہیں دیکھا' آپ نے پوچھا تم نے کیا دیکھا؟ اس نے کہا یہ کہ آپ نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی پھر نیچی کر لی اور اپنے دائیں طرف دیکھنے لگے اور اسی طرف گھوم کر بیٹھ گئے' مجھے چھوڑ دیا' پھر اس طرح سر ہلانے لگے جیسے کوئی آپ سے کچھ کہہ رہا ہو۔ اور آپ اسے اچھی طرح سن رہے ہوں۔ آپ نے فرمایا میرے پاس اللہ کا نازل کردہ فرشتہ وحی لے کر آیا تھا اس نے کہا اللہ کا بھیجا ہوا؟ آپ نے فرمایا ہاں' ہاں اللہ کا بھیجا ہوا۔ پوچھا اس نے آپ سے کیا کہا؟ آپ نے یہی آیت پڑھ سنائی۔ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اسی وقت میرے دل میں ایمان بیٹھ گیا اور حضور ﷺ کی محبت نے میرے دل میں گھر کر لیا۔ (2) ایک اور روایت میں حضرت

---

(1) [**صحیح** : ابو نعیم فی الحلیة (٣/٢٥٥) تفسیر ابن جریر الطبری (٥٩٢٨) مستدرك حاکم (١/٤٨) بیهقی (١٠/١٩١)] امام حاکم ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانی ؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [السلسلة الصحیحة (١٣٧٨)]

(2) [**ضعیف** : مسند احمد (١/٣١٨) طبرانی کبیر (٨٣٢٢) مجمع الزوائد (٧/٤٨)] اس کی سند میں شہر بن حوشب راوی ضعیف ہے۔]

عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا جو آپ نے اپنی نگاہیں اوپر کو اٹھائیں اور فرمایا حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھے حکم دیا کہ میں اس آیت کو اس سورت کی اس جگہ رکھوں [1] یہ روایت بھی صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿٩١﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ۭ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِىَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ۭ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ۭ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿٩٢﴾

اور پورا کرو اللہ کے عہد کو جب کہ تم آپس میں قول و قرار کرو اور قسموں کو ان کی پختگی کے بعد توڑا نہ کرو۔ باوجود یہ کہ تم اللہ کو اپنا ضامن ٹھہرا چکے ہو، تم جو کچھ کرتے ہو اللہ تعالیٰ بخوبی جان رہا ہے ○ اور اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے اپنا سوت مضبوط کاتنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر کے توڑ ڈالا، کہ ٹھہراؤ تم اپنی قسموں کو آپس کے مکر کا باعث اس لئے کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے بڑھا چڑھا ہو جائے، بات صرف یہی ہے کہ اس زیادتی سے اللہ تمہیں آزما رہا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے لئے قیامت کے دن ہر اس چیز کو کھول کر بیان کر دے گا جس میں تم اختلاف کر رہے تھے ○

عہد و پیمان کی حفاظت: اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ عہد و پیمان کی حفاظت کریں قسموں کو پورا کریں۔ توڑیں نہیں۔ قسموں کو نہ توڑنے کی تاکید کی اور آیت میں فرمایا کہ قسم توڑنے کا کفارہ ہے قسموں کی پوری حفاظت کرو۔ پس ان آیتوں میں یہ حکم ہے۔ اور بخاری کی حدیث میں ہے آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں واللہ! میں جس چیز پر قسم کھالوں اور پھر اس کے خلاف میں بہتری دیکھوں تو انشاء اللہ تعالیٰ ضرور اس نیک کام کو کروں گا اور اپنی قسم کا کفارہ دے دوں گا۔ [2] تو مندرجہ بالا آیتوں اور احادیث میں کچھ فرق نہ سمجھا جائے وہ قسمیں اور عہد و پیمان جو آپس کے معاہدے اور وعدے کے طور پر ہوں ان کا پورا کرنا تو بے شک بے حد ضروری ہے اور جو قسمیں رغبت دلانے یا روکنے کیلئے زبان سے نکل جائیں، وہ بے شک کفارہ دے کر ٹوٹ سکتی ہیں۔ پس اس آیت میں مراد جاہلیت کے زمانے جیسی قسمیں ہیں۔ چنانچہ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اسلام میں دو جماعتوں

---

[1] [ضعیف: مسند احمد (٤/٢١٨) مجمع الزوائد (٧/٤٨، ٤٩)] اس کی سند میں شہر بن حوشب اور لیث بن ابی سلیم دو راوی ضعیف ہیں۔ شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (١٧٩١٨)]

[2] [صحیح: صحيح بخاری: كتاب الايمان والنذور: باب قول الله تعالى لايؤاخذكم الله باللغو فى ايمانكم (٦٦٢٣) صحيح مسلم: كتاب الايمان: باب ندب من حلف يمينا (١٦٤٩) ابوداؤد: كتاب الايمان والنذور: باب الرجل يكفر قبل ان يحنث (٣٢٧٦) ابن ماجه: كتاب الكفارات: باب من حلف على يمين فراى غيرها خيرا منها (٢١٠٧) نسائى: كتاب الايمان والنذور: باب الكفارة قبل الحنث (٣٧٨٩) مسند احمد (٤/٣٩٨)]

کی آپس میں ایک رہنے کی قسم کوئی چیز نہیں ہاں جاہلیت میں ایسی امداد واعانت کی جو قسمیں آپس میں ہو چکی ہیں اسلام ان کو اور مضبوط کرتا ہے۔ [1] اس حدیث کے پہلے جملے کے یہ معنی ہیں کہ اسلام قبول کرنے کے بعد اب اس کی ضرورت نہیں کہ ایک برادری والے دوسری برادری والوں سے عہد و پیمان کریں کہ ہم تم ایک ہیں' راحت و رنج میں شریک ہیں وغیرہ۔ کیونکہ رشتہ اسلام تمام مسلمانوں کو ایک برادری کا حکم دیتا ہے۔ مشرق مغرب کے مسلمان ایک دوسرے کے ہمدرد وغم خوار ہیں۔ بخاری و مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین میں باہم قسمیں اٹھوائیں۔ [2] اس سے یہ ممنوع بھائی بندی مراد نہیں یہ تو بھائی چارہ تھا جس کی بنا پر آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے۔ آخر میں یہ حکم منسوخ ہو گیا اور ورثہ قریبی رشتہ داروں سے مخصوص ہو گیا۔ کہتے ہیں اس فرمان الٰہی سے مطلب ان مسلمانوں کو اسلام پر جمع رہنے کا حکم دینا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسلام کے احکام کی پابندی کا اقرار کرتے تھے۔ تو انہیں فرماتا ہے کہ ایسی تاکیدی قسم اور پورے عہد کے بعد کہیں ایسا نہ ہو کہ مسلمانوں کی جماعت کی کمی اور مشرکوں کی جماعت کی کثرت دیکھ کر تم اسے توڑ دو۔ [3] مسند احمد میں ہے کہ جب یزید بن معاویہ کی بیعت لوگ توڑنے لگے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے تمام گھرانے کے لوگوں کو جمع کیا اور اللہ کی تعریف کر کے اما بعد کہہ کر فرمایا کہ ہم نے یزید کی بیعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت پر کی ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ہر غدار کیلئے قیامت کے دن ایک جھنڈا گاڑا جائیگا اور اعلان کیا جائے گا کہ یہ غدر ہے فلاں بن فلاں کا۔ اللہ کے ساتھ شریک کرنے کے بعد سب سے بڑا اور سب سے برا غدر یہ ہے کہ اللہ اور رسول کی بیعت کسی کے ہاتھ پر کر کے پھر توڑ دینا یاد رکھو تم میں سے کوئی یہ برا کام نہ کرے اور اس بارے میں حد سے نہ بڑھے ورنہ مجھ میں اور اس میں جدائی ہے۔ [4] مسند احمد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص کسی مسلمان بھائی سے کوئی شرط کرے اور اسے پورا کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو وہ مثل اس شخص کے ہے جو اپنے پڑوسی کو امن دینے کے بعد بے پناہ چھوڑ دے [5] پھر انہیں دھمکاتا ہے جو عہد و پیمان کی حفاظت نہ کریں کہ ان کے اس فعل سے اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے۔

مکہ میں ایک عورت تھی جس کی عقل میں فتور تھا سوت کاتنے کے بعد' ٹھیک ٹھاک اور مضبوط ہو جانے کے بعد

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابة : باب مؤاخاة النبی بین اصحابه (٢٥٣٠) ابوداؤد : کتاب الفرائض : باب فی الحلف (٢٩٢٥) مسند احمد (٨٣/٤)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الادب : باب الاخاء والحلف (٦٠٨٣) صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابة : باب مؤاخاة النبی بین اصحابه (٢٥٢٩)]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (٢١٨٧١)]

[4] [صحیح : مسند احمد (٤٨/٢)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (٥٠٨٨)]

[5] [ضعیف : مسند احمد (٤٠٤/٥) امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں حجاج بن ارطاۃ مدلس ہے۔ [مجمع الزوائد (١٦٧/٤)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (٢٣٤٣٩)]

بے وجہ توڑ تاڑ کر پھر ٹکڑے کر دیتی۔ یہ تو اس کی مثال ہے جو عہد کو مضبوط کر کے پھر توڑ دے۔ یہی بات ٹھیک ہے اب اسے جانے دیجئے کہ واقعہ میں کوئی ایسی عورت تھی بھی یا نہیں جو یہ کرتی ہو نہ کرتی ہو یہاں تو صرف مثال مقصود ہے۔ ((اَنْكَاثًا)) کے معنی ٹکڑے ٹکڑے ہے۔ ممکن ہے یہ ((نَقَضَتْ غَزْلَهَا)) کا اسم مصدر ہو۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بدل ہو کان کی خبر کا یعنی انکاث نہ ہو جمع مکث کی ناکث سے۔ پھر فرماتا ہے کہ قسموں کو مکر و فریب کا ذریعہ نہ بناؤ کہ اپنے سے بڑوں کو اپنی قسموں سے اطمینان دلاؤ اور اپنی ایمانداری اور نیک نیتی کا سکہ بٹھا کر پھر غداری اور بے ایمانی کر جاؤ ان کی کثرت دیکھ کر جھوٹے وعدے کر کے صلح کر لو پھر موقع پا کر لڑائی شروع کر دو ایسا نہ کرو۔ پس جب کہ اس حالت میں بھی عہد شکنی حرام کر دی تو اپنی جمعیت اور کثرت کے وقت تو بطور اولیٰ حرام ہوئی۔ بحمد للہ ہم سورۂ انفال میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا قصہ لکھ آئے ہیں کہ ان میں اور شاہ روم میں ایک مدت تک کیلئے صلح نامہ ہو گیا تھا۔ اس مدت کے خاتمے کے قریب آپ نے مجاہدین کو سرحد روم کی طرف روانہ کیا کہ وہ سرحد پر پڑاؤ ڈالیں اور مدت ختم ہوتے ہی دھاوا بول دیں تا کہ رومیوں کو تیاری کا موقعہ نہ ملے۔ جب حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ہوئی تو آپ امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے اللہ اکبر! اے معاویہ عہد پورا کر غدر اور بدعہدی سے بچ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس قوم سے عہد معاہدہ ہو جائے تو جب تک مدت ختم نہ ہو جائے کوئی گرہ کھولنے کی بھی اجازت نہیں۔ یہ سنتے ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکروں کو واپس بلوا لیا۔ [1] اربی سے مراد اکثر ہے۔ اس جملے کا یہ بھی مطلب ہے کہ دیکھا کہ دشمن قوی اور زیادہ ہے صلح کر لی اور اس صلح کو ذریعہ فریب بنا کر انہیں غافل کر کے چڑھ دوڑے اور یہ بھی مطلب ہے کہ ایک قوم سے معاہدہ کر لیا پھر دیکھا کہ دوسری قوم ان سے زیادہ قوی ہے اس سے معاملہ کر لیا اور اگلے معاہدے کو توڑ دیا یہ سب منع ہے۔ اس کثرت سے اللہ تمہیں آزماتا ہے۔ یا یہ کہ اپنے اس حکم سے یعنی پابندی وعدہ کے حکم سے اللہ تمہاری آزمائش کرتا ہے اور تم میں صحیح فیصلے قیامت کے دن وہ خود کر دے گا۔ ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ دے گا نیکوں کو نیک بدوں کو بد۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٣﴾ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْۗءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿٩٤﴾ وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَـمَنًا قَلِيْلًا ۭ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٩٥﴾ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۭ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾

[1] [صحیح: ترمذی: کتاب السیر: باب ماجآء فی الغدر (١٥٨٠) ابو داؤد: کتاب الجهاد: باب فی الامام یکون بینه و بین العدو عهد (٢٧٥٩) نسائی فی السنن الکبری (٨٧٣٢) مسند احمد (٤/١١١) بیهقی فی السنن الکبری (٩/٢٣١)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابو داود]

اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی گروہ بنا دیتا لیکن وہ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہے ہدایت دیتا ہے یقیناً تم جو کچھ کر رہے ہو اس سے باز پرس کی جانے والی ہے ○ تم اپنی قسموں کو آپس کی دغابازی کا بہانہ نہ بناؤ پھر تو تمہارے قدم اپنی مضبوطی کے بعد ڈگمگا جائیں گے اور تمہیں سخت سزا برداشت کرنی پڑے گی کیونکہ تم نے راہ اللہ سے روک دیا' اور تمہیں بڑا سخت عذاب ہوگا ○ تم عہد اللہ کو تھوڑے مول کے بدلے نہ بیچ دیا کرو' یاد رکھو اللہ کے پاس کی چیز ہی تمہارے لئے بہتر ہے بشرطیکہ تم میں علم ہو ○ تمہارے پاس جو کچھ ہے سب فانی ہے اور اللہ کے پاس جو کچھ ہے باقی ہے' صبر کرنے والوں کو ہم ان کے بھلے اعمال کا بدلہ ضرور عطا فرمائیں گے ○

اللہ چاہے تو سب کا ایک مذہب ہو: اگر اللہ چاہتا تو دنیا بھر کا ایک ہی مذہب و مسلک ہوتا۔ جیسے فرمایا ﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِى الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا﴾ [1] یعنی اگر تیرا رب چاہتا تو زمین میں رہنے والے تمام لوگ ایمان لے آتے۔ ایک اور آیت میں ہے کہ اگر تیرا رب چاہتا تو روئے زمین کے سب لوگ باایمان ہی ہوتے۔ یعنی ان میں موافقت یگانگت ہوتی۔ اختلاف و بغض بالکل نہ ہوتا۔ تیرا رب قادر ہے اگر چاہے تو سب لوگوں کو ایک امت کر دے لیکن یہ تو متفرق ہی رہیں گے مگر جن پر تیرے رب کا رحم ہو' اسی لئے انہیں پیدا کیا ہے۔ [2] ہدایت و ضلالت اسی کے ہاتھ ہے۔ قیامت کے دن وہ حساب لے گا' پوچھ گچھ کرے گا اور چھوٹے بڑے' نیک بد' کل اعمال کا بدلہ دے گا۔ پھر مسلمانوں کو ہدایت کرتا ہے کہ قسموں کو' عہد و پیمان کو مکاری کا ذریعہ نہ بناؤ ورنہ ثابت قدمی کے بعد پھسل جاؤ گے۔ جیسے کوئی سیدھی راہ سے بھٹک جائے اور تمہارا کام اوروں کے بھی راہ حق سے ہٹ جانے کا سبب بن جائے گا' جس کا بدترین وبال تم پر پڑے گا۔ کیونکہ کفار جب دیکھیں گے کہ مسلمانوں نے عہد کر کے توڑ دیا' وعدے کا خلاف کیا تو انہیں دین پر وثوق و اعتماد نہ رہے گا پس وہ اسلام کو قبول کرنے سے رک جائیں گے اور چونکہ ان کے اس رکنے کے باعث تم بنو گے اس لئے تمہیں بڑا عذاب ہوگا۔ اور سخت سزا دی جائے گی۔ اللہ کو بیچ میں رکھ کر جو وعدہ کرو اس کی قسمیں کھا کر جو عہد و پیمان ہوں انہیں دنیوی لالچ سے توڑ دینا یا بدل دینا تم پر حرام ہے گو ساری دنیا حاصل ہو جائے تاہم اس حرمت کے مرتکب نہ بنو۔ کیونکہ دنیا ہیچ ہے' اللہ کے پاس جو ہے' وہی بہتر ہے اس جزا اور اس ثواب کی امید رکھو۔ جو اللہ کی اس بات پر یقین رکھے' اسی کا طالب رہے اور حکم الٰہی کی پابندی کے ماتحت اپنے وعدوں کی نگہبانی کرے' اس کے لئے جو اجر و ثواب اللہ کے پاس ہے وہ ساری دنیا سے بہت زیادہ اور بہت بہتر ہے۔ اسے اچھی طرح جان لو' نادانی سے ایسا نہ کرو کہ ثواب آخرت ضائع ہو جائے بلکہ لینے کے دینے پڑ جائیں۔ سنو! دنیا کی نعمتیں زائل ہونے والی ہیں اور آخرت کی نعمتیں لازوال اور ابدی ہیں۔ مجھے قسم ہے جن لوگوں نے دنیا میں صبر کیا' میں انہیں قیامت کے دن ان کے بہترین اعمال کا نہایت اعلیٰ صلہ عطا فرماؤں گا اور انہیں بخش دوں گا۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ
وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٧﴾

[1] [سورۂ یونس: آیت ٩٩]
[2] [سورۂ ھود: آیت ١١٨، ١١٩]

جو شخص نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت ہو لیکن ہو باایمان تو ہم اسے یقیناً نہایت بہتر زندگی عطا فرمائیں گے۔ اور ان کے نیک اعمال کا بہتر بدلہ بھی انہیں ضرور ضرور دیں گے ○

نیک وصالح بندے: اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہ اپنے ان بندوں سے جو اپنے دل میں اللہ پر اس کے رسول پر ایمان کامل رکھیں اور کتاب وسنت کی تابعداری کے ماتحت نیک اعمال کریں' وعدہ کرتا ہے کہ وہ انہیں دنیا میں بھی بہترین اور پاکیزہ زندگی عطا فرمائے گا۔ عمدگی سے ان کی عمر بسر ہوگی' خواہ مرد ہوں' خواہ عورتیں' ساتھ ہی انہیں اپنے پاس دار آخرت میں بھی ان کی نیک اعمالیوں کا بہترین بدلہ عطا فرمائے گا۔ دنیا میں پاک اور حلال روزی' قناعت' خوش نفسی' سعادت' پاکیزگی' عبادت کا لطف' اطاعت کا مزہ' دل کی ٹھنڈک' سینے کی کشادگی' سب ہی کچھ اللہ کی طرف سے ایماندار نیک عامل کو عطا ہوتی ہے۔ چنانچہ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اس نے فلاح حاصل کرلی جو مسلمان ہوگیا اور برابر سرابر روزی دیا گیا اور جو ملا اس پر قناعت نصیب ہوئی۔ [1] اور حدیث میں ہے جسے اسلام کی راہ دکھادی گئی اور جسے پیٹ پالنے کا ٹکڑا میسر ہوگیا اور اللہ نے اس کے دل کو قناعت سے بھر دیا' اس نے نجات پالی۔ [2] (ترمذی) صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے مومن بندوں پر ظلم نہیں کرتا بلکہ ان کی نیکی کا بدلہ دنیا میں عطا فرماتا ہے اور آخرت کی نیکیاں بھی انہیں دیتا ہے' ہاں کافر اپنی نیکیاں دنیا میں ہی کھالیتا ہے آخرت کے لئے اس کے ہاتھ میں کوئی نیکی باقی نہیں رہتی۔ [3]

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿٩٨﴾ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿٩٩﴾ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿١٠٠﴾

قرآن پڑھنے کے وقت راندے ہوئے شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کرلیا کر ○ ایمان والوں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھنے والوں پر اس کا زور مطلقاً نہیں چلتا ○ ہاں اس کا غلبہ ان پر تو یقیناً ہے جو اسی سے رفاقت کریں اور اسے اللہ کا شریک ٹھہرائیں ○

قرآن پڑھنے سے پہلے تعوذ: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کی زبانی اپنے مومن بندوں کو حکم فرماتا ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت سے پہلے وہ اَعُوْذُ پڑھ لیا کریں۔ یہ حکم فرضیت کے طور پر نہیں۔ ابن جریر وغیرہ نے اس پر اجماع نقل کیا

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الزکاۃ : باب الکفاف والقناعۃ (١٠٥٤) ابن ماجه : کتاب الزھد : باب القناعۃ (٤١٣٨) ترمذی : کتاب الزھد : باب ماجآء فی الکفاف والصبر علیه (٢٣٤٨)]

[2] [صحیح : مسند احمد (١٩/٦) ترمذی (٢٣٤٩) مستدرك حاكم (٣٤/١) صحیح ابن حبان (٧٠٥)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[السلسلة الصحيحة (١٥٠٦)]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب صفات المنافقین : باب جزاء المومن بحسانة فی الدنیا والآخرة (٢٨٠٨) مسند احمد (١٢٣/٣، ٢٨٣)]

ہے۔اعوذ کی پوری بحث مع معنی وغیرہ کے ہم اپنی اس تفسیر کے شروع میں لکھ آئے ہیں۔فالحمدللہ۔اس حکم کی مصلحت یہ ہے کہ قاری قرآن میں الجھنے' غور وفکر سے رک جانے اور شیطانی وسوسوں میں آنے سے بچ جائے اس لئے جمہور کہتے ہیں کہ قراءت کے شروع کرنے سے پہلے اعوذ پڑھ لیا کرے۔کسی کا قول یہ بھی ہے کہ ختم قراءت کے بعد پڑھے۔ان کی دلیل یہی آیت ہے لیکن صحیح قول پہلا ہی ہے اور احادیث کی دلالت بھی اسی پر ہے۔واللہ اعلم۔پھر فرماتا ہے کہ ایماندار متوکلین کو وہ ایسے گناہوں میں پھانس نہیں سکتا' جن سے وہ توبہ ہی نہ کریں۔اس کی کوئی حجت ان کے سامنے چل نہیں سکتی' یہ مخلص بندے اس کے گھرے مکر سے محفوظ رہتے ہیں۔ہاں جو اس کی اطاعت کریں' اس کے کہے میں آجائیں' اسے اپنا دوست اور حمایتی ٹھہرالیں۔اسے اللہ کی عبادتوں میں شریک کرنے لگیں۔ان پر تو یہ چھا جاتا ہے۔یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ ((ب)) کو سببیہ بتلائیں یعنی نہ اس کی فرمانبرداری کے باعث اللہ کے ساتھ شرکت کرنے لگ جائیں' یہ معنی بھی ہیں کہ وہ اسے اپنے مال میں' اپنی اولاد میں شریک الہ ٹھہرالیں۔

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٠١﴾ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿١٠٢﴾

جب ہم کسی آیت کی جگہ دوسری آیت بدل دیتے ہیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نازل فرماتا ہے اسے وہ خوب جانتا ہے تو یہ کہتے ہیں کہ تو تو بہتان باز ہے' بات یہ ہے کہ ان میں کے اکثر جانتے ہی نہیں ○ کہہ دے کہ اسے تیرے رب کی طرف سے جبرائیل حق کے ساتھ لے کر آئے ہیں تاکہ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ استقامت اور ہدایت عطا فرمائے اور مسلمانوں کی رہنمائی اور بشارت کے لئے ○

مشرکوں کی کم عقلی: مشرکوں کی کم عقلی' بے ثباتی اور بے یقینی کا بیان ہو رہا ہے کہ انہیں ایمان کیسے نصیب ہو؟ یہ تو ازلی بدنصیب ہیں' ناسخ منسوخ سے احکام کی تبدیلی دیکھ کر بکنے لگتے ہیں کہ لو صاحب ان کا بہتان کھل گیا' اتنا نہیں جانتے کہ قادر مطلق اللہ جو چاہے کرے جو ارادہ کرے' حکم دے' ایک کو اٹھا دے دوسرے کو اس کی جگہ رکھ دے۔ جیسے آیت ﴿مَا نَنْسَخْ﴾ [1] الخ' میں فرمایا ہے۔پاک روح یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام اسے اللہ کی طرف سے حقانیت وصداقت کے' عدل وانصاف کے ساتھ لے کر تیری جانب آتے ہیں تاکہ ایماندار ثابت قدم ہوجائیں' اب اترا' مانا' پھر اترا' پھر مانا' ان کے دل رب کی طرف جھکتے رہیں' تازہ تازہ کلام الٰہی سنتے رہیں' مسلمانوں کیلئے ہدایت وبشارت ہوجائے' اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے ماننے والے راہ یافتہ ہوکر خوش ہوجائیں۔

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ۭ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿١٠٣﴾

[1] [سورة البقرہ: آیت ١٠٦]

ہمیں بخوبی معلوم ہے کہ یہ کافر کہتے ہیں کہ اسے تو ایک آدمی سکھا جاتا ہے' اس کی زبان جس کی طرف یہ نسبت کر رہے ہیں عجمی ہے اور یہ قرآن تو صاف عربی زبان میں ہے ○

کفار کی ایک بہتان بازی: کافروں کی ایک بہتان بازی بیان ہو رہی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اسے یہ قرآن ایک انسان سکھاتا ہے۔ قریش کے کسی قبیلے کا ایک عجمی غلام تھا' صفا پہاڑی کے قریب خرید و فروخت کیا کرتا تھا' حضور ﷺ کبھی کبھی اس کے پاس بیٹھ جایا کرتے تھے اور کچھ باتیں کر لیا کرتے تھے' یہ شخص صحیح عربی زبان بولنے پر قادر نہ تھا۔ ٹوٹی پھوٹی زبان میں بمشکل اپنا مطلب ادا کر لیا کرتا تھا وہ کیا سکھائے گا جو خود بولنا نہیں جانتا' عجمی زبان کا آدمی ہے اور قرآن تو عربی زبان میں ہے' پھر فصاحت و بلاغت والا' کمال و سلاست والا' عمدہ اور اعلیٰ پاکیزہ اور بالا۔ معنی' مطلب' الفاظ' واقعات ہیں۔ سب سے نرالا بنی اسرائیل کی آسمانی کتابوں سے بھی زیادہ منزلت اور رفعت والا۔ وقعت اور عزت والا۔ تم میں اگر ذرا سی عقل ہوتی تو یوں ہتھیلی پر چراغ رکھ کر چوری کرنے کو نہ نکلتے' ایسا جھوٹ نہ بکتے' جو بیوقوفوں کے ہاں بھی نہ چل سکے۔ سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ ایک نصرانی غلام جسے جبر کہا جاتا تھا جو بنو حضرمی قبیلے کے کسی شخص کا غلام تھا' اس کے پاس رسول اللہ ﷺ مروہ کے پاس بیٹھ جایا کرتے تھے' اس پر مشرکین نے یہ بے پر کی اڑائی کہ یہ قرآن اسی کا سکھایا ہوا ہے اس کے جواب میں یہ آیت اتری۔ کہتے ہیں کہ اس کا نام یعیش تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں مکہ شریف میں ایک لوہار تھا جس کا نام بلعام تھا۔ یہ عجمی شخص تھا' اسے حضور ﷺ تعلیم دیتے تھے تو آپ کا اس کے پاس آنا جانا دیکھ کر قریش مشہور کرنے لگے کہ یہی شخص آپ کو کچھ سکھاتا ہے اور آپ اسے کلام اللہ کے نام سے اپنے حلقے میں سکھاتے ہیں۔ [1] کسی نے کہا مراد اس سے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہیں۔ لیکن یہ قول تو نہایت بودا ہے کیونکہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ تو مدینے میں آپ سے ملے اور یہ آیت مکے میں اتری ہے۔ عبید اللہ بن مسلم کہتے ہیں ہمارے دو مقامی آدمی روم کے رہنے والے تھے جو اپنی زبان میں کتاب پڑھتے تھے۔ حضور ﷺ بھی جاتے آتے کبھی ان کے پاس کھڑے ہو کر سن لیا کرتے تھے' اس پر مشرکین نے اڑایا کہ انہی سے آپ قرآن سیکھتے ہیں۔ اس پر یہ آیت اتری' [2] سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں مشرکین میں سے ایک شخص تھا جو وحی لکھا کرتا تھا' اس کے بعد وہ اسلام سے مرتد ہو گیا اور یہ بات گھڑ لی۔ اللہ کی لعنت ہو اس پر۔

إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ۙ لَا يَهْدِيهِمُ اللَّهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٠٤﴾ إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ ﴿١٠٥﴾

جو لوگ اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے انہیں اللہ کی طرف سے بھی رہنمائی نہیں ہوتی اور ان کیلئے المناک عذاب ہیں ○ جھوٹ افترا تو وہی باندھتے ہیں جنہیں اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں ہوتا یہی لوگ جھوٹے ہیں ○

---

[1] [**ضعیف**: تفسیر ابن جریر الطبری (٢١٩٣٣)] اس کی سند میں مسلم بن کیسان ضعیف ہے۔]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (٢١٩٤٠)]

جیسا ارادہ ویسا نتیجہ: جو اللہ کے ذکر سے منہ موڑے اللہ کی کتاب سے غفلت کرے اللہ کی باتوں پر ایمان لانے کا قصد ہی نہ رکھے ایسے لوگوں کو اللہ بھی دور ڈال دیتا ہے انہیں دین حق کی توفیق ہی نہیں ہوتی آخرت میں سخت دردناک عذابوں میں پھنستے ہیں۔ پھر بیان فرمایا کہ یہ رسول علیہ السلام جھوٹ وافترا باندھنے والے نہیں یہ کام تو بدترین مخلوق کا ہے جو ملحد وکافر ہوں ان کا جھوٹ لوگوں میں مشہور ہوتا ہے اور آنحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام مخلوق سے بہتر وافضل دین دار اللہ شناس سچوں کے سچے ہیں۔ سب سے زیادہ کمال علم وایمان عمل ونیکی میں آپ کو حاصل ہے۔ سچائی میں بھلائی میں یقین میں معرفت میں آپ کا ثانی کوئی نہیں۔ ان کافروں سے ہی پوچھ لو یہ بھی آپ کی صداقت کے قائل ہیں۔ آپ کی امانت کے مداح ہیں۔ آپ ان میں محمد امین کے ممتاز لقب سے مشہور معروف ہیں۔ شاہ روم ہرقل نے جب ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بہت سے سوالات کئے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ دعویٰ نبوت سے پہلے تم نے اس کی کبھی جھوٹ کی طرف نسبت کی ہے؟ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کبھی نہیں اسی پر شاہ نے کہا کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک وہ شخص جس نے دنیوی معاملات میں لوگوں کے بارے میں کبھی بھی جھوٹ کی گندگی سے اپنی زبان خراب نہ کی ہو وہ اللہ پر جھوٹ باندھنے لگے۔ [1]

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَىِٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١٠٦﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٠٧﴾ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿١٠٨﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿١٠٩﴾

جو شخص اپنے ایمان کے بعد اللہ سے کفر کرے بجز اس کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو مگر جو کوئی کھلے دل سے کفر کرے تو ان پر غضب اللہ ہے اور انہی کیلئے بہت بڑا عذاب ہے ○ یہ اس لئے کہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت سے زیادہ محبوب رکھا یقیناً اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو راہ راست نہیں دکھاتا ○ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اور جن کے کانوں پر اور جن کی آنکھوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے اور یہی لوگ غافل ہیں ○ کچھ شک نہیں کہ یہی لوگ آخرت میں سخت نقصان اٹھانے والے ہیں ○

مجبوری میں کلمہ کفر کہنا: اللہ سبحانہ وتعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ جو لوگ ایمان کے بعد کفر کریں دیکھ کر اندھے ہو جائیں پھر کفر پر ان کا سینہ کھل جائے اس پر اطمینان کر لیں۔ یہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہوتے ہیں کہ ایمان کا علم حاصل کر کے پھر اس سے پھر گئے اور انہیں آخرت میں بڑا عذاب ہوگا۔ کیونکہ انہوں نے آخرت بگاڑ کر دنیا کی محبت کی اور

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب بدء الوحی: باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ (٧) صحیح مسلم: کتاب الجهاد: باب کتب النبی الی هرقل (١٧٧٣)]

صرف دنیا طلبی کی وجہ سے اسلام پر مرتد ہونے کو ترجیح دی چونکہ ان کے دل ہدایت حق سے خالی تھے اللہ کی طرف سے ثابت قدمی انہیں نہ ملی ۔ دلوں پر مہریں لگ گئیں نفع کی کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی ۔ کان اور آنکھیں بھی بے کار ہو گئیں نہ حق سن سکیں نہ دیکھ سکیں ۔ پس کسی چیز نے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچایا اور اپنے انجام سے غافل ہو گئے ۔ یقیناً ایسے لوگ قیامت کے دن اپنا اور اپنے ہم خیال لوگوں کا نقصان کرنے والے ہیں ۔ پہلی آیت کے درمیان جن لوگوں کا استثناء کیا ہے یعنی وہ جن پر جبر کیا جائے اور ان کے دل ایمان پر جمے ہوئے ہوں اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو بہ سبب مار پیٹ اور ایذاؤں کے مجبور ہو کر زبان سے مشرکوں کی موافقت کریں لیکن ان کا دل وہ نہ کہتا ہو بلکہ دل میں اللہ پر اور اس کے رسول پر کامل اطمینان کے ساتھ پورا ایمان ہو ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ آیت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری ہے جب کہ آپ کو مشرکین نے عذاب کرنا شروع کیا جب تک کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر نہ کریں ۔ پس بادل ناخواستہ مجبوراً اور کرہاً آپ نے ان کی موافقت کی پھر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر عذر بیان کرنے لگے ۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری ۔ شعبی قتادہ اور ابو مالک رحمہم اللہ بھی یہی کہتے ہیں ۔ ابن جریر میں ہے [1] کہ مشرکوں نے آپ کو پکڑا اور عذاب دینے شروع کئے یہاں تک کہ آپ ان کے ارادوں کے قریب ہو گئے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر اس کی شکایت کرنے لگے تو آپ نے پوچھا تم اپنے دل کا حال کیسا پاتے ہو؟ جواب دیا کہ وہ تو ایمان پر مطمئن ہے جما ہوا ہے ۔ آپ نے فرمایا اگر وہ پھر لوٹیں تو تم بھی لوٹنا ۔ [2] بیہقی میں اس سے بھی زیادہ تفصیل سے ہے اس میں ہے کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہا اور ان کے معبودوں کا ذکر خیر کیا پھر آپ کے پاس آ کر اپنا یہ دکھ بیان کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے اذیت دینا ختم نہیں کیا جب تک کہ میں نے آپ کو برا بھلا نہ کہہ لیا اور ان کے معبودوں کا ذکر خیر سے نہ کیا ۔ آپ نے فرمایا تم اپنا دل کیسا پاتے ہو؟ جواب دیا کہ ایمان پر مطمئن ہے ۔ فرمایا اگر وہ پھر کریں تو تم بھی پھر کر لینا ۔ [3] اسی پر یہ آیت اتری ۔ پس علماء کرام کا اتفاق ہے کہ جس پر جبر و اکراہ کیا جائے اسے جائز ہے کہ اپنی جان بچانے کیلئے ان کی موافقت کر لے اور یہ بھی جائز ہے کہ ایسے موقعہ پر بھی ان کی نہ مانے جیسے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کر کے دکھایا کہ مشرکوں کی ایک نہ مانی حالانکہ وہ انہیں بدترین تکلیفیں دیتے تھے یہاں تک کہ سخت گرمیوں میں پوری تیز دھوپ میں آپ کو لٹا کر آپ کے سینے پر بھاری وزنی پتھر رکھ دیا کہ اب بھی شرک کرو تو نجات پاؤ لیکن آپ نے پھر بھی ان کی نہ مانی صاف انکار کر دیا اور اللہ کی توحید احد احد کے لفظ سے بیان فرماتے رہے بلکہ فرمایا کرتے تھے ۔ "واللہ! اگر اس سے بھی زیادہ تمہیں چبھنے والا کوئی لفظ میرے علم میں ہوتا تو میں وہی کہتا اللہ ان سے راضی رہے اور انہیں بھی ہمیشہ راضی رکھے" ۔ اسی طرح حضرت خبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ جب ان سے مسیلمہ کذاب نے کہا کہ کیا تو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رسالت کی گواہی دیتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا ہاں ۔ پھر اس نے آپ سے پوچھا کیا

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۷/۶۵۱)]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۱۹۴۶) عبد الرزاق فی التفسیر (۱۵۰۹) مستدرك حاكم (۲/۳۵۷)]

[3] [بیهقی : کتاب المرتد : باب المکره علی الردة (۸/۲۰۸)]

میرے رسول اللہ ہونے کی بھی گواہی دیتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا میں نہیں سنتا۔ اس پر اس جھوٹے مدعی نبوت نے ان کے جسم کے ایک عضو کے کاٹ ڈالنے کا حکم دیا پھر یہی سوال جواب ہوا۔ دوسرا عضو جسم کٹ گیا یونہی ہوتا رہا لیکن آپ آخر دم تک اسی پر قائم رہے' اللہ آپ سے خوش ہو اور آپ کو بھی خوش رکھے۔ مسند احمد میں ہے [1] کہ جو چند لوگ مرتد ہو گئے تھے' انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آگ میں جلوا دیا' جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا میں تو انہیں آگ میں نہ جلاتا اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اللہ کے عذاب سے تم عذاب نہ کرو۔ ہاں بے شک میں انہیں قتل کرا دیتا۔ اس لئے کہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو اپنے دین کو بدل دے اسے قتل کر دو۔۔ جب یہ خبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ماں پر افسوس۔ اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی وارد کیا ہے۔ [2] مسند میں ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس یمن میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ ایک شخص ان کے پاس ہے۔ پوچھا یہ کیا؟ جواب ملا یہ ایک یہودی تھا'' پھر مسلمان ہو گیا اب پھر یہودی ہو گیا ہے۔ ہم تقریباً دو ماہ سے اسے اسلام پر لانے کی کوشش میں ہیں' تو آپ نے فرمایا واللہ! میں بیٹھوں گا بھی نہیں جب تک کہ تم اس کی گردن نہ اڑا دو۔ یہی فیصلہ ہے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ جو اپنے دین سے لوٹ جائے اسے قتل کر دو یا فرمایا جو اپنے دین کو بدل دے۔ [3] یہ واقعہ بخاری و مسلم میں بھی ہے [4] لیکن الفاظ اور ہیں۔ پس افضل و اولیٰ یہ ہے کہ مسلمان اپنے دین پر قائم اور ثابت قدم رہے گو اسے قتل بھی کر دیا جائے۔

چنانچہ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ عبداللہ بن حذافہ سہمی صحابی رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں لائے ہیں کہ آپ کو رومی کفار نے قید کر لیا اور اپنے بادشاہ کے پاس پہنچایا' اس نے آپ سے کہا تم نصرانی بن جاؤ میں تمہیں اپنے راج پاٹ میں شریک کر لیتا ہوں اور اپنی شہزادی تمہارے نکاح میں دیتا ہوں۔ صحابی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ تو کیا اگر تو اپنی تمام بادشاہت مجھے دے دے اور تمام عرب کا راج مجھے سونپ دے اور یہ چاہے کہ میں ایک آنکھ جھپکنے کے برابر بھی دین محمد سے پھر جاؤں تو یہ بھی ناممکن ہے۔ بادشاہ نے کہا پھر میں تجھے قتل کر دوں گا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں یہ تجھے اختیار ہے چنانچہ اسی وقت بادشاہ نے حکم دیا اور انہیں صلیب پر چڑھا دیا گیا اور تیر اندازوں نے قریب سے بحکم بادشاہ کے ہاتھ پاؤں اور جسم چھیدنا شروع کیا بار بار کہا جاتا تھا کہ اب بھی نصرانیت قبول کر لو اور آپ پورے استقلال اور صبر سے فرماتے جاتے تھے کہ ہرگز نہیں آخر بادشاہ نے کہا اسے سولی سے اتار لو' پھر حکم دیا

---

[1] [صحیح : مسند احمد (۱/۲۱۷)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجهاد : باب لا یعذب بعذاب الله (۳۰۱۷)، (۶۹۲۲) ابو داؤد : کتاب الحدود : باب الحکم فیمن ارتد (٤۳۵۱) نسائی : کتاب التحریم : باب الحکم فی المرتد (٤۰۷۰) ابن ماجه : کتاب الحدود : باب المرتد عن دینه (۲۵۳۵) ترمذی : کتاب الحدود : باب ماجاء فی المرتد (۱٤۵۸) مسند احمد (۱/۲۱۷۔ ۲۸۲)]

[3] [صحیح : مسند احمد (۵/۲۳۱)]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب استتابة المرتدین : باب حکم المرتد (۶۹۲۳) صحیح مسلم : کتاب الامارة : باب النهی عن طلب الامارة والحرص علیها (۱۷۳۳۔ ۱۵) مسند احمد (٤/۱٤۰)]

کہ پیتل کی دیگ یا پیتل کی بنی ہوئی گائے خوب تپا کر آگ بنا کر لائی جائے۔ چنانچہ وہ پیش ہوئی بادشاہ نے ایک اور مسلمان قیدی کی بابت حکم دیا کہ اسے اس میں ڈال دو۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں آپ کے دیکھتے ہی دیکھتے اس مسلمان قیدی کو اس میں ڈال دیا گیا وہ مسکین اسی وقت چرمر ہو کر رہ گئے۔ گوشت پوست جل گیا ہڈیاں چمکنے لگیں۔ رضی اللہ عنہ پھر بادشاہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ دیکھو اب بھی ہماری مان لو اور ہمارا مذہب قبول کر لو' ورنہ اسی آگ کی دیگ میں اسی طرح تمہیں بھی ڈال کر جلا دیا جائے گا۔ آپ نے پھر بھی اپنے ایمانی جوش سے کام لے کر فرمایا کہ ناممکن کہ میں اللہ کے دین کو چھوڑ دوں۔ اسی وقت بادشاہ نے حکم دیا کہ انہیں چرخی پر چڑھا کر اس میں ڈال دو' جب یہ اس آگ کی دیگ میں ڈالے جانے کیلئے چرخی پر اٹھائے گئے تو بادشاہ نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو نکل رہے ہیں' اسی وقت اس نے حکم دیا کہ رک جاؤ انہیں اپنے پاس بلا لیا' اس لئے کہ اسے امید بندھ گئی تھی کہ شاید اس عذاب کو دیکھ کر اس کے خیالات پلٹ گئے ہیں میری مان لے گا اور میرا مذہب قبول کر کے میرا داماد بن کر میری سلطنت کا ساجھی بن جائے گا لیکن بادشاہ کی یہ تمنا اور یہ خیال محض بے سود نکلا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں صرف اسی وجہ سے رویا تھا کہ آج ایک ہی جان ہے جسے راہ حق میں اس عذاب کے ساتھ میں قربان کر رہا ہوں' کاش کہ میرے روئیں روئیں میں ایک ایک جان ہوتی کہ آج میں سب جانیں راہ اللہ اسی طرح ایک ایک کر کے قربان کرتا۔ روایتوں میں ہے کہ آپ کو قید خانے میں رکھا کھانا پینا بند کر دیا' کئی دن کے بعد شراب اور خنزیر کا گوشت بھیجا لیکن آپ نے اس بھوک پر بھی اس کی طرف توجہ تک نہ فرمائی۔ بادشاہ نے بلوا بھیجا اور اسے نہ کھانے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ اس حالت میں یہ میرے لئے حلال تو ہو گیا ہے لیکن میں تجھ جیسے دشمن کو اپنے بارے میں خوش ہونے کا موقعہ دینا چاہتا ہی نہیں ہوں۔ اب بادشاہ نے کہا اچھا میرے سر کا بوسہ لے تو میں تجھے اور تیرے ساتھ کے اور تمام مسلمان قیدیوں کو رہا کر دیتا ہوں آپ نے اسے قبول فرما لیا اس کے سر کا بوسہ لے لیا اور بادشاہ نے بھی اپنا وعدہ پورا کیا اور آپ کو اور آپ کے تمام ساتھیوں کو چھوڑ دیا جب حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ یہاں سے آزاد ہو کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا ہر مسلمان پر حق ہے کہ عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کا ماتھا چومے اور میں ابتدا کرتا ہوں یہ فرما کر پہلے آپ نے ان کے سر پر بوسہ دیا۔

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١١٠﴾ ع يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿١١١﴾

جن لوگوں نے فتنوں میں ڈالے جانے کے بعد ہجرت کی پھر جہاد کیا اور صبر کا ثبوت دیا بے شک تیرا پروردگار ان باتوں کے بعد انہیں بخشنے والا اور مہربانیاں کرنے والا ہے ○ جس دن ہر شخص اپنی ذات کیلئے لڑتا جھگڑتا آئے گا اور ہر شخص کو اس کے کئے ہوئے اعمال کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور لوگوں پر مطلقاً ظلم نہ کیا جائے گا ○

صبر واستقلال کے پیکر مسلمان: یہ دوسری قسم کے لوگ ہیں جو بوجہ اپنی کمزوری اور مسکینی کے مشرکین کے ظلم کے شکار تھے اور ہر وقت ستائے جاتے تھے آخرانہوں نے ہجرت کی۔ مال، اولاد، ملک، وطن چھوڑ کر اللہ کی راہ میں چل کھڑے ہوئے اور مسلمانوں کی جماعت میں مل کر پھر جہاد کیلئے نکل پڑے اور صبر واستقامت سے اللہ کے کلمے کی سر بلندی میں مشغول ہو گئے، انہیں اللہ تعالیٰ ان کاموں یعنی قبولیت فتنہ کے بعد بخشنے والا اور ان پر مہربانیاں کرنے والا ہے۔ روز قیامت ہر شخص اپنی نجات کی فکر میں لگا ہوگا، کوئی نہ ہوگا جو اپنی ماں یا باپ یا بھائی یا بیوی کی طرف سے کہہ سن سکے اس دن ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔ کسی پر کوئی ظلم نہ ہوگا۔ نہ ثواب گھٹے نہ گناہ بڑھے۔ اللہ ظلم سے پاک ہے۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿١١٢﴾ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿١١٣﴾

اللہ تعالیٰ اس بستی کی مثال بیان فرماتا ہے جو پورے امن واطمینان سے تھی اس کی روزی اس کے پاس بافراغت ہر جگہ سے چلی آرہی تھی پھر اس نے اللہ کی نعمتوں کا کفر کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بھوک اور ڈر کا جامہ پہنا دیا جو بدلہ تھا ان کے کئے اعمال کا ○ ان کے پاس انہی میں سے رسول پہنچا پھر بھی انہوں نے اسے جھٹلایا آخر انہیں عذاب نے آدبوچا وہ تھے ہی گنہگار ○

بعثت نبوی اللہ کی ایک عظیم نعمت: اس سے مراد اہل مکہ ہیں یہ امن واطمینان میں تھے۔ آس پاس کی لڑائیاں ہوتیں یہاں کوئی آنکھ بھر کر بھی نہ دیکھتا جو یہاں آجاتا امن میں سمجھا جاتا۔ جیسے قرآن نے فرمایا ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم ہدایت کی پیروی کریں تو اپنی زمین سے اچک لئے جائیں گے ہم نے انہیں امن وامان کا حرم نہیں دے رکھا؟ جہاں ہماری روزیاں قسم قسم کے پھلوں کی شکل میں ان کے پاس چاروں طرف سے کھنچی چلی آتی ہیں۔ [1] یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ عمدہ اور گزارے لائق روزی اس شہر کے پاس ہر ہر طرف سے آرہی تھی لیکن پھر بھی یہ اللہ کی نعمتوں کے منکر رہے جن میں سب سے اعلیٰ نعمت آنحضرت ﷺ کی بعثت تھی جیسے ارشاد باری ہے ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا﴾ [2] الخ، کیا تو نے انہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت کو کفر سے بدل دیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کی طرف پہنچا دیا جو جہنم ہے جہاں یہ داخل ہوں گے اور جو بری قرار گاہ ہے۔ ان کی اس سرکشی کی سزا میں دونوں نعمتیں دو زحمتوں سے بدل دی گئیں امن خوف سے، اطمینان بھوک اور گھبراہٹ سے، انہوں نے اللہ کے رسول کی نہ مانی۔ آپ کے خلاف کمر کس لی تو آپ نے ان کے لئے قحط سالی کی بددعا کی۔ جیسی حضرت یوسف علیہ السلام کے

---

[1] [سورة القصص: آیت ٥٧]

[2] [سورة ابراهيم: آیت ٢٨، ٢٩]

زمانہ میں تھی۔ اس قحط سالی میں انہوں نے اونٹ کے خون میں لتھڑے ہوئے بال تک کھائے۔ امن کے بعد خوف آیا۔ ہر وقت رسول اللہ ﷺ اور آپ کے لشکر سے خوف زدہ رہنے لگے۔ آپ کی دن دگنی ترقی اور آپ کے لشکروں کی کثرت کا سنتے اور سہمے جاتے تھے یہاں تک کہ بالآخر اللہ کے پیغمبر نے ان کے شہر مکہ پر چڑھائی کی اور اسے فتح کر کے وہاں قبضہ کرلیا۔ یہ ان کی بداعمالیوں کا ثمرہ تھا کیونکہ یہ ظلم وزیادتی پر اڑے ہوئے تھے اور اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی تکذیب کرتے رہے تھے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے ان میں خود ان میں سے ہی بھیجا تھا جس احسان کا بیان آیت ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ﴾ ① الخ' میں فرمایا ہے۔ اور اسی کا بیان آیت ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ يَآ اُولِي الْاَلْبَابِ﴾ ② الخ میں ہے اور اسی معنی کی آیت ﴿كَمَا اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ﴾ میں ہے ﴿تَكْفُرُوْنَ﴾ ③ تک اس لطیفے کو بھی نہ بھولئے کہ جیسے کفر کی وجہ سے امن کے بعد خوف آیا اور فراخی کے بعد بھوک آئی ایمان کی وجہ سے خوف کے بعد امن ملا اور بھوک کی وجہ سے خوف کے بعد حکومت' سرداری' امانت اور امامت ملی۔ فسبحانہ ما اعظم شانہ۔

سلیم بن عتر کہتے ہیں ہم حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا زوجہ محترمہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ حج سے لوٹتے ہوئے آرہے تھے اس وقت مدینہ شریف میں خلیفۃ المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ محصور ہوئے تھے۔ مائی صاحبہ اکثر راہ چلتوں سے ان کی بابت دریافت کرتی تھیں۔ دو سواروں کو جاتے ہوئے دیکھ کر آدمی بھیجا کہ ان سے خلیفۃ الرسول کا حال پوچھو۔ انہوں نے خبر دی کہ افسوس آپ شہید کر دیئے گئے اسی وقت آپ نے فرمایا اللہ کی قسم یہی وہ شہید ہے جس کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ﴾ الخ ④ عبید اللہ بن مغیرہ کے استاد کا بھی یہی قول ہے۔

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿١١٤﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١١٥﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿١١٦﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۠ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١١٧﴾

جو کچھ حلال اور پاکیزہ روزی اللہ نے تمہیں دے رکھی ہے کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو (114) تم پر صرف مردار اور خون اور سور کا گوشت اور جس چیز پر اللہ کے سوا دوسرے کا نام پکارا جائے حرام ہیں' پھر بھی اگر کوئی شخص بے

---

① [سورة ال عمران: آیت ١٦٤]

② [سورة الطلاق: آیت ١٠، ١١]

③ [سورة البقرہ: آیت ١٥١، ١٥٢]

④ [تفسیر ابن جریر الطبری (٦٥٥/٧)]

بس کر دیا جائے نہ وہ ظالم ہو نہ حد سے گزرنے والا ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے ○ کسی چیز کو اپنی زبان سے جھوٹ موٹ نہ کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ بہتان باندھ لو' سمجھ لو کہ اللہ پر بہتان بازی کرنے والے کامیابی سے محروم ہی رہتے ہیں ○ انہیں بہت تھوڑا برتنا ملتا ہے اور ان کیلئے ہی دردناک عذاب ہیں ○

حلال وحرام صرف اللہ کا بیان کردہ: اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو اپنی دی ہوئی پاک روزی حلال کرتا ہے اور شکر کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ اس لئے کہ نعمتوں کا داتا وہی ہے' اسی لئے عبادت کے لائق بھی صرف وہی ایک ہے' اس کا کوئی شریک اور ساجھی نہیں۔ پھر ان چیزوں کا بیان فرما رہا ہے جو اس نے مسلمانوں پر حرام کر دی ہیں' جس میں ان کے دین کا نقصان بھی ہے۔ اور ان کی دنیا کا نقصان بھی ہے جیسے از خود مرا ہوا جانور اور بوقت ذبح کیا جائے۔ لیکن جو شخص ان کے کھانے کی طرف بے بس' لاچار' عاجز' محتاج' بے قرار ہو جائے اور انہیں کھالے تو اللہ بخشش ورحمت سے کام لینے والا ہے۔ سورۂ بقرہ میں اسی جیسی آیت گزر چکی ہے اور وہیں اس کی کامل تفسیر بھی بیان کر دی ہے اب دوبارہ دہرانے کی حاجت نہیں۔ فالحمد للہ۔ پھر کافروں کے رویہ سے مسلمانوں کو روک رہا ہے کہ جس طرح انہوں نے از خود اپنی سمجھ سے حلت حرمت قائم کر لی ہے تم نہ کرو آپس میں طے کر لیا کہ فلاں کے نام سے منسوب جانور حرمت وعزت والا ہے۔ بحیرہ' سائبہ' وصیلہ' حام وغیرہ۔ تو فرمان ہے کہ اپنی زبانوں سے جھوٹ موٹ اللہ کے ذمے الزام رکھ کر آپ حلال حرام نہ ٹھہرالو۔ اس میں یہ بھی داخل ہے کہ کوئی اپنی طرف سے کسی بدعت کو نکالے جس کی کوئی شرعی دلیل نہ ہو۔ یا اللہ کے حرام کو حلال کرے یا مباح کو حرام قرار دے اور اپنی رائے اور تشبیہ سے احکام ایجاد کرے۔ ((لِمَا تَصِفُ)) میں ما مصدریہ ہے یعنی تم اپنی زبان سے حلال حرام کا جھوٹ وصف نہ گھڑ لو۔ ایسے لوگ دنیا کی فلاح سے آخرت کی نجات سے محروم ہو جاتے ہیں دنیا میں گو تھوڑا سا فائدہ اٹھالیں لیکن مرتے ہی المناک عذابوں کا لقمہ بنیں گے۔ یہاں کچھ عیش وعشرت کر لی وہاں بے بسی کے ساتھ عذاب برداشت کرنے پڑیں گے۔ (1) جیسے فرمان الٰہی ہے اللہ پر جھوٹ افترا کرنے والے نجات سے محروم ہیں۔ دنیا میں چاہے تھوڑا سا فائدہ اٹھالیں پھر ہم ان کے کفر کی وجہ سے انہیں سخت عذاب چکھائیں گے۔ (2)

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿١١٨﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١١٩﴾

یہودیوں پر جو کچھ ہم نے حرام کیا تھا اسے ہم پہلے ہی سے تجھے سنا چکے ہیں ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے ○ جو کوئی جہالت سے برے عمل کر لے پھر توبہ کرے اور اصلاح بھی کر لے تو پھر بھی تیرا رب بلاشک وشبہ

(1) [سورۃ لقمان: آیت ٢٤] (2) [سورۃ یونس: آیت ٦٩، ٧٠]

بڑی بخشش کرنے والا اور نہایت ہی مہربان ہے ○

یہود پر جو کچھ حرام تھا: اوپر بیان گزرا کہ اس امت پر مردار، خون، لحم خنزیر، اور اللہ کے سوا دوسروں کے نام سے منسوب کردہ چیزیں حرام ہیں۔ پھر جو رخصت اس بارے میں تھی اسے ظاہر فرما کر جو آسانی اس امت پر کی گئی ہے اسے بیان فرمایا۔ یہودیوں پر انکی شریعت میں جو حرام تھا اور جو تنگی اور حرج ان پر تھا اسے بیان فرما رہا ہے کہ ہم نے ان کی حرمت کی چیزوں کو پہلے ہی سے تجھے بتا دیا ہے۔ سورۂ انعام کی آیت ﴿وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ﴾ [1] میں ان حرام چیزوں کا ذکر ہو چکا ہے۔ یعنی یہودیوں پر ہم نے تمام ناخن والے جانوروں کو حرام کر دیا تھا اور گائے اور بکری کی چربی کو سوائے اس چربی کے جو ان کی پیٹھ پر لگی ہو یا انتڑیوں پر یا ہڈیوں سے ملی ہوئی ہو، یہ بدلہ تھا ان کی سرکشی کا ہم اپنے فرمان میں بالکل سچے ہیں۔ ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا تھا ہاں وہ خود ناانصاف تھے۔ ان کے ظلم کی وجہ سے ہم نے وہ پاکیزہ چیزیں جو ان پر حلال تھیں، حرام کر دیں۔ دوسری وجہ ان کا راہ حق سے اوروں کو روکنا بھی تھا۔ [2] پھر اللہ تعالیٰ اپنے اس رحم و کرم کی خبر دیتا ہے جو وہ گنہگار مومنوں کے ساتھ کرتا ہے کہ ادھر اس نے توبہ کی، ادھر رحمت کی گود اس کیلئے پھیل گئی۔ بعض سلف کا قول ہے کہ جو اللہ کی نافرمانی کرتا ہے وہ جاہل ہی ہوتا ہے۔ توبہ کہتے ہیں گناہ سے ہٹ جانے کو اور اصلاح کہتے ہیں اطاعت پر کمر کس لینے کو۔ پس جو ایسا کرے اس کے گناہ اور اس کی لغزش کے بعد بھی اللہ اسے بخش دیتا ہے اور اس پر رحم فرماتا ہے۔

إِنَّ إِبْرَٰهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٢٠﴾ شَاكِرًا لِّأَنْعُمِهِ ۚ اجْتَبَاهُ وَهَدَاهُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿١٢١﴾ وَآتَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿١٢٢﴾ ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٢٣﴾

بے شک ابراہیم پیشوا اور اللہ کا فرماں بردار اور یک طرفہ مخلص تھا، وہ مشرکوں میں سے نہ تھا ○ اللہ کی نعمتوں کا شکر گزار تھا، اللہ نے اسے اپنا برگزیدہ کر لیا تھا اور اسے راہ راست سمجھا دی تھی ○ ہم نے اسے دنیا میں بھی ہر طرح کی بہتری دی تھی، اور بے شک وہ آخرت میں بھی البتہ نیک کاروں میں ہے ○ پھر ہم نے تیری جانب وحی بھیجی کہ تو ابراہیم حنیف کی پیروی کرتا رہ، جو مشرکوں میں سے نہ تھا ○

ابراہیم علیہ السلام یکطرفہ مخلص بندے: امام حنفاء و والد انبیاء، خلیل الرحمٰن، رسول جل وعلا، حضرت ابرہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تعریف بیان ہو رہی ہے اور مشرکوں، یہودیوں اور نصرانیوں سے انہیں علیحدہ کیا جا رہا ہے۔ امۃ کے معنی امام کے ہیں، جن کی اقتدا کی جائے۔ قانت کہتے ہیں اطاعت گزار فرماں بردار کو، حنیف کے معنی ہیں شرک سے ہٹ کر توحید کی طرف آ جانے والا۔ اسی لئے فرمایا کہ وہ مشرکوں سے بیزار تھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے

---

[1] [سورۃ الانعام: آیت ١٤٦] [2] [سورۃ النسآء: آیت ١٦٠]

جب ((اُمَّۃً قَانِتًا)) کے معنی دریافت کئے گئے تو فرمایا لوگوں کو بھلائی سکھانے والا اور اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی ماتحتی کرنے والا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں امت کے معنی ہیں لوگوں کے دین کا معلم۔ ایک مرتبہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ امت قانت اور حنیف تھے اس پر کسی نے اپنے دل میں سوچا کہ عبداللہ غلطی کر گئے ایسے تو قرآن کے مطابق حضرت خلیل الرحمٰن تھے۔ پھر زبانی کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو امت فرمایا ہے تو آپ نے فرمایا جانتے بھی ہو امت کے کیا معنی؟ اور قانت کے کیا معنی؟ امت کہتے ہیں اسے جو لوگوں کو بھلائی سکھائے اور قانت کہتے ہیں اسے جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں لگا رہے۔ بے شک حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ایسے ہی تھے۔ [1] حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ تنہا امت تھے اور تابع فرمان تھے۔ وہ اپنے زمانہ میں تنہا موحد بندے تھے۔ باقی تمام لوگ اس وقت کافر تھے۔ قتادہ فرماتے ہیں وہ ہدایت کے امام تھے اور اللہ کے غلام تھے۔ اللہ کی نعمتوں کے قدر داں اور شکر گزار تھے اور رب کے تمام احکام کے عامل تھے جیسے خود اللہ نے فرمایا ﴿وَاِبْرَاهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى﴾ [2] وہ ابراہیم جس نے پورا کیا یعنی اللہ کے تمام احکام کو تسلیم کیا۔ اور ان پر عمل بجا لایا۔ اسے اللہ نے مختار اور مصطفیٰ بنا لیا۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا اِبْرَاهِيْمَ رُشْدَهٗ﴾ [3] الخ، ہم نے پہلے ہی سے ابرہیم کو رشد و ہدایت دے رکھی تھی اور ہم اسے خوب جانتے تھے۔ اسے ہم نے راہ مستقیم کی رہبری کی تھی صرف ایک اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت واطاعت کرتے تھے اور اللہ کی پسندیدہ شریعت پر قائم تھے۔ ہم نے انہیں دین دنیا کی خبر کا جامع بنایا تھا اپنی پاکیزہ زندگی کے تمام ضروری اوصاف حمیدہ ان میں تھے۔ ساتھ ہی آخرت میں بھی نیکوں کے ساتھی اور صلاحیت والے تھے۔ ان کا پاک ذکر دنیا میں بھی باقی رہا اور آخرت میں بڑے عظیم الشان درجے ملے۔ ان کا کمال' ان کی عظمت' ان کی محبت' توحید اور ان کے پاک طریق پر اس سے بھی روشنی پڑتی ہے کہ اے خاتم رسل اے سید الانبیا ﷺ تجھے بھی ہمارا حکم ہو رہا ہے کہ ملت ابراہیم حنیف کی پیروی کر جو مشرکوں سے بری الذمہ تھا۔ سورۂ انعام میں ارشاد ہے ﴿قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ [4] الخ، کہہ دے کہ مجھے میرے رب نے صراط مستقیم کی رہبری کی ہے۔ مضبوط اور قائم دین ابراہیم حنیف کی جو مشرکوں میں نہ تھا۔ پھر یہودیوں پر انکار ہو رہا ہے اور فرمایا جا رہا ہے۔

اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۭ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ١٢٤

ہفتے کے دن کی عظمت تو صرف ان لوگوں کے ذمے ہی ضروری کی گئی تھی جنہوں نے اس میں اختلاف کیا تھا' بات یہ ہے کہ تیرا پروردگار آپ ہی ان میں ان کے اختلاف کا فیصلہ قیامت کے دن کرے گا○

ہر امت کے لیے عبادت کا دن: ہر امت کیلئے ہفتے میں ایک دن اللہ تعالیٰ نے ایسا مقرر کیا ہے جس میں وہ

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (٧/ ٦٦٠)]
[2] [سورۃ النجم: آیت ٣٧]
[3] [سورۃ الانبیاء: آیت ٥١]
[4] [سورۃ الانعام: آیت ١٦١]

جمع ہو کر اللہ کی عبادت کی خوشی منائیں۔ اس امت کے لئے وہ دن جمعہ کا ہے' اس لئے کہ وہ چھٹا دن ہے جس میں اللہ نے اپنی مخلوق کا کمال کیا۔ اور ساری مخلوق پیدا ہو چکی اور اپنے بندوں کو ان کی ضرورت کی اپنی پوری نعمت عطا فرما دی۔ مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی یہی دن بنی اسرائیل کے لئے مقرر فرمایا گیا تھا لیکن وہ اس سے ہٹ کر ہفتے کے دن کو لے بیٹھے' یہ سمجھے کہ جمعہ کو مخلوق پوری ہوگئی' ہفتہ کے دن اللہ نے کوئی چیز پیدا نہیں کی۔ پس تورات جب اتری ان پر وہی ہفتے کا دن مقرر ہوا اور انہیں حکم ملا کہ اسے مضبوطی سے تھامے رہیں' ہاں یہ ضرور فرما دیا گیا تھا کہ آنحضرت ﷺ جب بھی آئیں تو وہ سب کے سب کو چھوڑ کر صرف آپ ہی کی اتباع کریں۔ اس بات پر ان سے وعدہ بھی لے لیا تھا۔ پس ہفتے کا دن انہوں نے خود ہی اپنے لئے چھانٹا تھا۔ اور آپ ہی جمعہ کو چھوڑا تھا۔

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے زمانہ تک یہ اسی پر رہے۔ کہا جاتا ہے کہ پھر آپ نے انہیں اتوار کے دن کی طرف دعوت دی۔ ایک قول ہے کہ آپ نے توراۃ کی شریعت چھوڑی نہ تھی۔ سوائے بعض منسوخ احکام کے اور ہفتے کے دن کی مخالفت آپ نے بھی برابر جاری رکھی۔ جب آپ آسمان پر چڑھا لئے گئے تو آپ کے بعد قسطنطین بادشاہ کے زمانے میں صرف یہودیوں کی ضد میں آ کر صخرہ سے مشرقی جانب کو اپنا قبلہ انہوں نے مقرر کر لیا اور ہفتے کی بجائے اتوار کا دن مقرر کر لیا۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہم سب سے آخر والے ہیں اور قیامت کے دن سب سے آگے والے ہیں۔ ہاں انہیں کتاب اللہ ہم سے پہلے دی گئی۔ یہ دن بھی اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض کیا لیکن ان کے اختلاف نے انہیں کھو دیا اور اللہ رب العزت نے ہمیں اس کی ہدایت دی۔ پس یہ سب لوگ ہمارے پیچھے ہی پیچھے ہیں۔ یہود ایک دن پیچھے نصاریٰ دو دن۔ [1] آپ ﷺ فرماتے ہیں ہم سے پہلے کی امتوں کو اللہ نے اس دن سے محروم کر دیا یہود نے ہفتے کا دن رکھا نصاریٰ نے اتوار کا اور جمعہ ہمارا۔ پس جس طرح دنوں کے اس اعتبار سے وہ ہمارے پیچھے ہیں۔ اسی طرح قیامت کے دن بھی ہمارے پیچھے ہی رہیں گے۔ ہم دنیا کے اعتبار سے پچھلے ہیں اور قیامت کے اعتبار سے پہلے ہیں یعنی تمام مخلوق میں سب سے پہلے فیصلے ہمارے ہوں گے۔ (مسلم) [2]

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ١٢٥

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجمعۃ : باب فرض الجمعۃ (٨٧٦) صحیح مسلم : کتاب الجمعۃ : باب ھدایۃ ھذہ الامۃ لیوم الجمعۃ (٨٥٥) نسائی : کتاب الجمعۃ : باب ایجاب الجمعۃ (١٣٦٧) ابن ماجہ : کتاب اقامۃ الصلاۃ : باب فی فرض الجمعۃ (١٠٨٣) مسند احمد (٢/٢٧٤)]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجمعۃ : باب ھدایۃ ھذہ الامۃ لیوم الجمعۃ (٨٥٦۔ ٢٢)]

اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو اللہ کی وحی اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلاتا رہ اوران سے بہترین طریقے سے گفتگو کیا کر یقیناً تیرا رب اپنی راہ سے بہکنے والوں کو بھی بخوبی جانتا ہے اور وہ راہ یافتہ لوگوں سے بھی پورا واقف ہے ○

وعظ و نصیحت میں حکمت کا لحاظ: اللہ رب العالمین اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کو حکم فرماتا ہے کہ آپ اللہ کی مخلوق کو اس کی طرف بلائیں۔ حکمت سے مراد بقول امام ابن جریر رحمہ اللہ کلام اللہ اور حدیث رسول ہے۔ اور اچھے وعظ سے مراد جس میں ڈر اور دھمکی بھی ہو کہ لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں۔ اور اللہ کے عذابوں سے بچاؤ طلب کریں۔ ہاں یہ بھی خیال رہے کہ اگر کسی سے مناظرے کی ضرورت پڑ جائے تو وہ نرمی اور خوش لفظی سے ہو۔ جیسے فرمان ﴿وَلَا تُجَادِلُوْا اَهْلَ الْكِتَابِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾ [1] الخ، اہل کتاب سے مناظرے مجادلے کا بہترین طریقہ ہی برتا کرو۔ الخ۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی نرمی کا حکم ہوا تھا۔ دونوں بھائیوں کو یہ کہہ کر فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا کہ اسے نرم بات کہنا تا کہ عبرت حاصل کرے اور ہوشیار ہو جائے [2] گمراہ اور ہدایت یاب سب اللہ کے علم میں ہیں۔ شقی و سعید سب اس پر واضح ہیں۔ وہاں لکھے جا چکے ہیں اور تمام کاموں کے انجام سے فراغت ہو چکی ہے۔ آپ تو اللہ کی راہ کی دعوت دیتے رہیں لیکن نہ ماننے والوں کے پیچھے اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالئے۔ آپ ہدایت کے ذمے دار نہیں آپ صرف آگاہ کرنے والے ہیں' آپ پر پیغام کا پہنچا دینا فرض ہے۔ حساب ہم آپ لیں گے۔ ہدایت آپ کے بس کی چیز نہیں کہ جسے محبوب سمجھیں' ہدایت عطا کر دیں [3] لوگوں کی ہدایت کے ذمے دار آپ نہیں یہ اللہ کے قبضے اور اس کے ہاتھ کی چیز ہے۔

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۭ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴿١٢٦﴾ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿١٢٧﴾ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿١٢٨﴾

اور اگر بدلہ لو بھی تو بالکل اتنا ہی جتنا صدمہ پہنچایا گیا ہو' اور اگر صبر کر لو تو بے شک صابروں کے لئے یہی بہتر ہے ○ تو صبر کر بغیر توفیق اللہ کے تو صبر کر ہی نہیں سکتا تو ان کے حال پر رنجیدہ نہ ہو اور جو مکر و فریب یہ کرتے رہتے ہیں ان سے تنگ دل نہ ہو ○ یقین مان کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں اور نیک کاروں کے ساتھ ہے ○

قصاص میں انصاف: قصاص میں اور حق کے حاصل کرنے میں برابری اور انصاف کا حکم ہو رہا ہے۔ امام ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر کوئی تم سے کوئی چیز لے لے تو تم بھی اس سے اسی جیسی لے لو۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے

[1] [العنکبوت: ٤٦]

[2] [طٰہٰ: ٤٤]

[3] [القصص: ٥٦]

ہیں کہ پہلے تو مشرکوں سے درگزر کرنے کا حکم تھا۔ جب ذرا حیثیت دار لوگ مسلمان ہوئے تو انہوں نے کہا کہ اگر اللہ کی طرف سے بدلے کی رخصت ہو جائے تو ہم بھی ان کتوں سے نمٹ لیا کریں اس پر یہ آیت اتری آخر یہ بھی حکم جہاد سے منسوخ ہوگئی۔ حضرت عطا بن یسار رحمہ اللہ فرماتے ہیں نحل پوری مکے شریف میں اتری ہے مگر اس کی یہ تین آخری آیتیں مدینے شریف میں اتری ہیں۔ جب کہ جنگ احد میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے اور آپ کے اعضائے جسم بھی شہادت کے بعد کاٹ لئے گئے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا کہ اب جب مجھے اللہ تعالیٰ ان مشرکوں پر غلبہ دے تو میں ان میں سے تیس شخصوں کے ہاتھ پاؤں اسی طرح کاٹوں گا۔ مسلمانوں کے کان میں جب اپنے محترم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ پڑے تو ان کے جوش بہت بڑھ گئے اور کہنے لگے کہ واللہ! ہم ان پر غالب آکر ان کی لاشوں کے وہ ٹکرے ٹکڑے کریں گے کہ عربوں نے کبھی ایسا دیکھا ہی نہ ہوگا۔ اس پر یہ آیتیں اتریں [1] (سیرت ابن اسحاق) یہ روایت مرسل ہے اور اس میں ایک راوی ایسا ہے جن کا نام ہی نہیں لیا گیا، مبہم چھوڑا گیا۔ ہاں دوسری سند سے یہ متصل بھی مروی ہے۔ بزار میں ہے کہ جب حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پاس جا کر کھڑے ہو کر دیکھنے لگے آہ! اس سے زیادہ دل دکھانے والا منظر اور کیا ہوگا کہ محترم چچا کی لاش کے ٹکڑے آنکھوں کے سامنے بکھرے پڑے ہیں۔ آپ کی زبان مبارک سے نکلا کہ آپ پر اللہ کی رحمت ہو، جہاں تک میرا علم ہے، میں جانتا ہوں کہ آپ رشتے ناتے کے جوڑنے والے نیکیوں کو لپک کر کرنے والے تھے۔ واللہ! دوسرے لوگوں کے درد وغم کا خیال نہ ہوتا تو میں آپ کے اس جسم کو یونہی چھوڑ دیتا یہاں تک کہ آپ کو اللہ تعالیٰ درندوں کے پیٹوں میں سے نکالتا یا اور کوئی ایسا ہی کلمہ فرمایا جب ان مشرکوں نے یہ حرکت کی ہے تو واللہ میں بھی ان کے ستر شخصوں کی یہی بری حالت بناؤں گا۔ اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر آئے اور یہ آیتیں اتریں تو آپ اپنی قسم کے پورا کرنے سے رک گئے اور قسم کا کفارہ ادا کر دیا۔ [2] لیکن سند اس کی بھی کمزور ہے۔ اس کے راوی صالح بن بشیر مری ہیں جو ائمہ اہل حدیث کے نزدیک ضعیف ہیں بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ تو انہیں منکر الحدیث کہتے ہیں۔ شعبی اور ابن جریج کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی زبان سے نکلا تھا کہ ان لوگوں نے جو ہمارے شہیدوں کی بے حرمتی کی ہے اور ان کے اعضاء بدن کاٹ دیئے ہیں واللہ ہم بھی ان سے اس کا بدلہ لے کر ہی چھوڑیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیتیں اتاریں۔ مسند احمد میں ہے کہ جنگ احد میں ساٹھ انصاری شہید ہوئے اور چھ مہاجر رضی اللہ عنہم تو اصحاب رسول کی زبان سے نکل گیا کہ جب ہم ان مشرکوں پر غلبہ پائیں تو ہم بھی ان کے ٹکڑے کئے بغیر نہ رہیں گے۔ چنانچہ فتح مکہ والے دن ایک شخص نے کہا آج کے دن کے بعد قریش پہچانے بھی نہ جائیں گے۔ اسی وقت ندا ہوئی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں کو پناہ دیتے ہیں سوائے فلاں

---

[1] [مرسل: دلائل النبوۃ للبیھقی (٣/٢٨٦، ٢٨٨) تفسیر ابن جریر الطبری (١٤/١٩٥)]

[2] [ضعیف: مسند بزار (١٧٩٥) مجمع الزوائد (١٠١٠٤)] اس کی سند میں صالح بن بشیر راوی ضعیف ہے۔]

فلاں کے (جن کے نام لئے گئے ہیں) اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ نبی ﷺ نے اسی وقت فرمایا کہ ہم صبر کرتے ہیں اور بدلہ نہیں لیتے۔ [1] اس آیت کریمہ کی مثالیں قرآن کریم میں اور بھی بہت سی ہیں۔ اس میں عدل کی مشروعیت بیان ہوئی ہے اور افضل طریقے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جیسے آیت ﴿وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا﴾ [2] الخ، میں کہ برائی کا بدلہ لینے کی رخصت عطا فرما کر پھر فرمایا کہ جو درگزر کرلے اور اصلاح کرلے اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ہے اسی طرح آیت ﴿وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ﴾ [3] میں بھی زخموں کا بدلہ لینے کی اجازت دے کر فرمایا ہے کہ جو بطور صدقہ معاف کردے یہ معافی اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گی۔ اسی طرح اس آیت میں بھی برابر برابر بدلہ لینے کے جواز کا ذکر فرما کر پھر ارشاد ہوا ہے کہ اگر صبر کرلو تو یہ بہت ہی بہتر ہے۔ پھر صبر کی مزید تاکید کی اور ارشاد فرمایا کہ یہ ہر ایک کے بس کا کام نہیں یہ ان ہی سے ہوسکتا ہے جن کی مدد پر اللہ ہو اور جنہیں اس کی جانب سے توفیق نصیب ہو۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اپنے مخالفین کا غم نہ کھا' ان کی قسمت میں ہی مخالفت لکھ دی گئی ہے نہ ان کے فن فریب سے آزردہ خاطر ہو۔ اللہ تجھے کافی ہے' وہی تیرا مددگار ہے' وہی تجھے ان سب پر غالب کرنے والا ہے اور ان کی مکاریوں اور چالاکیوں سے بچانے والا ہے۔ ان کی عداوت اور ان کے برے ارادے تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

فرشتوں کے ذریعے مجاہدین کی نصرت: اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کی تائید ہدایات اور اس کی توفیق ان کے ساتھ ہے' جن کے دل اللہ کے ڈر سے اور جن کے اعمال احسان کے جوہر سے مالا مال ہوں۔ چنانچہ جہاد کے موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی طرف وحی اتاری تھی کہ ﴿اِنِّىْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ [4] میں تمہارے ساتھ ہوں پس تم ایمانداروں کو ثابت قدم رکھو' اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام سے فرمایا تھا ﴿لَا تَخَافَآ اِنَّنِىْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى﴾ [5] تم خوف نہ کھاؤ میں تمہارے ساتھ ہوں' دیکھتا سنتا ہوں۔ غار میں رسول کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا ﴿لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾ [6] غم نہ کرو اللہ

---

[1] [حسن: ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة النحل (٣١٢٩) مسند احمد (١٣٥/٥) نسائی فی السنن الکبری: کتاب التفسیر: باب قوله تعالی وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به (٣٧٦/٦) الضیاء فی المختارة (١١٤٤) مستدرك حاكم (٣٥٨/٢) صحیح ابن حبان (الاحسان ـ ٤٨٧) بیهقی فی دلائل النبوة (٢٨٩/٣)] امام ترمذیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ شیخ البانیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[2] [سورة الشورى: آیت ٤٠]

[3] [سورة المائدہ: آیت ٤٥]

[4] [الانفال: ١٢]

[5] [طٰه: ٤٦]

[6] [التوبہ: ٤٠]

ہمارے ساتھ ہے۔ [1] پس یہ ساتھ تو خاص تھا۔ اور مراد اس سے تائید ونصرت الٰہی کا ساتھ ہونا ہے۔ اور عام ساتھ کا بیان آیت ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾ [2] اور آیت ﴿مَا يَكُونُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ﴾ [3] الخ' اور آیت ﴿وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ﴾ [4] الخ' میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے' جہاں بھی تم ہو اور وہ تمہارے اعمال دیکھنے والا ہے اور جو تین شخص کوئی سرگوشی کرنے لگیں ان میں چوتھا اللہ ہوتا ہے اور پانچ میں چھٹا وہ ہوتا ہے اور اس سے کم وبیش میں بھی جہاں وہ ہوں' اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے اور تم کسی حال میں ہو یا تلاوت قرآن میں ہو یا تم اور کوئی کام میں لگے ہوئے ہو ہم تم پر مشاہد ہوتے ہیں پس ان آیتوں میں ساتھ سے مراد سننے دیکھنے کا ساتھ ہے تقویٰ کے معنی ہیں حرام کاموں اور گناہ کے کاموں کو اللہ کے فرمان پر ترک کر دینے کے۔ اور احسان کے معنی ہیں پروردگار کی اطاعت وعبادت کو بجالانا۔ جن لوگوں میں یہ دونوں صفتیں ہوں وہ اللہ تعالیٰ کی حفظ وامان میں رہتے ہیں' جناب باری ان کی تائید اور مدد فرماتا رہتا ہے۔ ان کے مخالفین اور دشمن ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ انہیں ان سب پر کامیابی عطا فرماتا ہے۔ ابن ابی حاتم میں حضرت محمد بن حاطب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جو با ایمان پرہیزگار اور نیک کار ہیں۔ الحمد للہ چودھویں پارے کی تفسیر مکمل ہوئی۔





---

[1] [صحیح: صحيح بخاري : كتاب فضائل اصحاب النبي : باب مناقب المهاجرين وفضلهم (٣٦٥٢) صحيح مسلم : كتاب الزهد : باب في حديث الهجرة (٢٠٠٩)]

[2] [الحديد: ٤]

[3] [المجادله: ٧]

[4] [يونس: ٦١]

از تحقیقات و تعلیقات

الشیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ
الشیخ المحدث شعیب ارنووط حفظہ اللہ
الشیخ عبد الرزاق مہدی حفظہ اللہ
الشیخ مصطفیٰ السید محمد حفظہ اللہ
الشیخ محمد فضل عجماوی حفظہ اللہ
الشیخ حسن عباس قطب حفظہ اللہ
الشیخ محمد السید رشاد حفظہ اللہ
الشیخ علی احمد الباقی حفظہ اللہ
الشیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ
الشیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

جدید محقق ایڈیشن

عصر حاضر کی تقریباً تمام تحقیقات سے استفادہ شدہ

تفسیر ابن کثیر

جلد: 3



تالیف
حافظ عماد الدین ابن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ

ترجمہ
مولانا محمد جوناگڑھی رحمہ اللہ

اہتمام تخریج و تحقیق
حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ



ناشر
فقہ الحدیث پبلیکیشنز

ڈسٹری بیوٹر
نعمانی کتب خانہ





ابو امیمہ اویس



QLRF